طلسم زادی

1

ایم اے راحت

راؤ سکندر یار خان او راج دیو چوہان کی جوڑی کسی زمانے میں بندھیل کھنڈ کے نواح میں بے شمار کہانیوں کی حامل تھی۔ دونوں خاندان صدیوں سے بندھیل کھنڈی ریاست ریوا کے شمال جنوب میں رہتے تھے۔ اور دونوں ہی خاندانوں میں صدیوں کی دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اس دشمنی نے ان خاندانوں کے لاتعداد کڑیل نوجوان موت کی نیند سلا دیئے تھے۔ کھیت کھلیان' ہرے بھرے باغ' راکھ کے ڈھیر بنتے رہے تھے عمارتیں کھنڈرات بنا دی گئی تھیں۔ کوئی اس دشمنی کو ختم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور نہ جانے یہ سلسلہ کب تک یونہی چلتا رہتا اگر ان خاندانوں میں سکندر یار خان اور راج دیو نہ پیدا ہوتے۔

راؤ خاندان میں اگر سکندر جیسا چھ فٹ دو انچ کا جوان پیدا ہوا تو چوہانوں نے بھی راج دیو کو اس کے مقابلے کے لئے تیار کر دیا جو قد و قامت اور چھاتی کی چوڑائی میں سکندر سے کم نہیں تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن انہیں یہ ضرور بتایا گیا تھا کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔ راج دیو جانتا تھا کہ زندگی میں چاہے ایک مکھی نہ مارے لیکن انسانی زندگی اسے ضرور ختم کرنی ہے اور وہ ہے راؤ سکندر یار خان' اسی طرح سکندر یار خان سے کہا گیا تھا کہ گائے بھینسوں کا گوشت کھا جانا کوئی کارنامہ نہیں ہے اسے راج دیو کا خون پینا ہے۔

پھر یوں ہوا کہ زمیندار کا بیٹا جس کی زمینوں کی چوڑائی رتواڑیہ کے بنجر پہاڑی علاقوں تک چلی گئی تھی۔ بندوق لے کر عادت کے مطابق شکار کے لئے نکل گیا۔ رتواڑیہ کے مشرقی علاقوں میں شکار کھیلنا شکار کی توہین تھی کیونکہ یہاں چیتل' سانبھر یا چھوٹی نسل کے ہرن پائے جاتے تھے۔ درندوں میں زیادہ تر سرخ رنگ کے ریچھ نظر آ جاتے تھے جن کی نظر ویسے ہی کمزور ہوتی ہے اور وہ شکاری کی عین سیدھ میں آ کر آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔ درندوں کے خون کے رسیا کو تو بھنڈرا کے جنگلات میں شکار کا مزا آتا تھا جہاں ہر طرح

کے درندے بکثرت پائے جاتے تھے لیکن بھنڈارے پہنچنے کے لئے ریوا کے جنوب سے گزرنا ہوتا جہاں چوہانوں کی زمین پھیلی ہوئی تھی۔ راؤ غضنفر یار خان کی طرف سے اس طرف شکار کے لئے ممانعت تھی کیونکہ وہ بیٹے کو بھیڑیوں کے بھٹ کی طرف نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن بھری ہوئی جوانی ان پابندیوں کو خاطر میں کہاں لاتی ہے یہ تو صرف چند ہی لوگ جانتے تھے کہ سکندر اگر تنہا شکار کے لئے گیا ہے تو اس کا رخ بھنڈارے کی طرف ہی ہو گا۔ جاننے والوں کے منہ اس وقت تک بند رہتے جب تک راؤ سکندر مسکراتا ہوا واپس نہ آ جاتا تھا۔

سکندر آج بھی چوہانوں کی نظر بچا کر بھنڈارے میں گھس گیا۔ یہ جنگل بہت دور تک اس کا جانا پہچانا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کا من پسند شکار کہاں ملے گا۔ چنانچہ وہ چیتل تلاب کے کنارے پہنچ گیا۔ دفعتہ ہی اس کے گھوڑے نے کنوتیاں بدلیں وہ کسی خطرے کا اظہار کر رہا تھا۔ سکندر نے بندوق سنبھال لی اور اس کی شکاری آنکھیں چوکنے انداز میں ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگیں۔ تبھی اس کی نگاہ اس چیتل پر پڑی جو تلاب کے کنارے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ سکندر ہوشیار ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ چیتل کو کسی درندے نے شکار کیا ہے اور شاید وہ اسے کھا رہا تھا کہ سکندر کے گھوڑے کی آواز سنائی دی اور وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ کسی وحشی درندے کو اپنا شکار چھوڑنا پڑے تو وہ کتنا خونخوار ہو جاتا ہے یہ بات سکندر جانتا تھا۔ اگر کوئی تجربہ کار اور ہوشمند شکاری ہوتا تو فوراً وہاں سے رفوچکر ہو جاتا لیکن جوانی خطرات سے بے نیازی ہی کا نام ہے۔ وہ گھوڑے سے اتر کر چیتل کے قریب پہنچ گیا۔ چیتل کے آس پاس خون کا دریا بہہ رہا تھا اور خون آلود پنجوں کے نشانات ایک سمت دور تک چلے گئے تھے۔ اس نے جھک کر چیتل کو دیکھا چیتل کی ایک ٹانگ چبا لی گئی تھی۔ اس کی کھوپڑی بھی تقریباً نوچ کر الگ کر دی گئی تھی۔ نرخرہ بری طرح ادھڑا ہوا تھا اور اس میں برائے نام جان باقی تھی وہ کئی منٹ تک بندوق سنبھالے کھڑا رہا اور پھر خون آلود پنجوں کے نشانات دیکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ یہ دیوانگی ہی تھی لیکن اس دیوانگی کا نام جوانی ہے۔ نشانات لمبی جھاڑیوں میں گم ہو گئے تھے۔ اور جھاڑیاں تا حد نگاہ ساکت تھیں۔ چنانچہ وہ مایوس ہو گیا۔ لیکن پھر اس نے تلاب سے کچھ فاصلے پر ہی ڈیرہ ڈال دیا۔ اسے یقین تھا کہ درندہ شکار پر ضرور آئے گا اور اس وقت اسے شکار کیا جا سکتا ہے۔ وہ انتظار کرتا رہا وقت گزر چکا تھا اور رفتہ رفتہ شام ہوتی جا رہی تھی۔ گو ابھی اندھیرا دور تھا لیکن درختوں کے درمیان ویسے ہی سورج کی

روشنی کم ہوتی ہے۔ دفعتہ گھوڑے کے نتھنوں سے "کھر کھر" کی آواز نکلی۔ یوں بھی وہ خوف زدہ نظر آتا رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ اسے درندے کی بو آ رہی تھی پھر راؤ سکندر نے اسے دیکھ لیا۔ وہ انتہائی قد آور چیتا تھا اس کی آنکھوں میں انتہائی تیز چمک تھی اور اس کی دم تیزی سے بل رہی تھی۔ چال میں بھی چوکنا پن تھا۔ ممکن ہے اس کے حساس کانوں نے گھوڑے کی کھرکھراہٹ سن لی ہو۔ جنگل میں ہیبت ناک سناٹا چھایا ہوا تھا پرندے تک خاموش تھے۔ راؤ سکندر نے رائفل سنبھال لی فاصلہ بہت کم تھا اور اسے خطرہ تھا کہ چیتا اسے دیکھ نہ لے وہ بس ایک لمحے میں فائر کرنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتہ پاس کے کسی درخت سے الو کی بھیانک چیخ سنائی دی۔ آواز کچھ ایسی ہولناک تھی کہ راؤ سکندر کے ساتھ چیتا بھی اچھل پڑا۔ لیکن سکندر کا اچھلنا بہتر نہ ہوا تھا اس کی انگلی ٹرائیگر پر دب گئی فائر کے زبردست دھماکے سے سناٹا چیخ پڑا۔ اس کے ساتھ ہی چیتے کے منہ سے ہیبت ناک غراہٹ بلند ہوئی۔ وہ فضا میں کئی فٹ اونچا اچھلا اور دوسرے ہی لمحے خشک پتوں پر اس کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔

راؤ سکندر دیوانگی کے عالم میں اس کے پیچھے دوڑ پڑا تھا۔ چیتے کے دوڑنے اور غرانے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن شاید وہ زخمی ہوا تھا اور زیادہ تیز نہیں دوڑ پا رہا تھا۔ یہ راؤ سکندر کی خوش بختی تھی کہ زخمی چیتا پلٹ نہیں پڑا تھا بلکہ اپنے عقب میں قدموں کی آواز سن کر وہ کچھ بدحواس بھی ہو گیا تھا۔ اونچی اونچی جھاڑیوں کا یہ سلسلہ اچانک ختم ہو گیا۔ دوسری طرف چھدرے درخت اور گھاس کا میدان پھیلا ہوا تھا۔ راؤ سکندر نے چیتے کو دیکھ لیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کچھ اور بھی دیکھا تھا۔ وہ بھی ایک قد آور جوان تھا اور شاید فائر کی آواز نے اسے چوکنا کر دیا تھا لیکن وہ سمت کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا اور بے خبری کے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر چیتا نمودار ہوا۔ قد آور جوان کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ چیتے نے اسے دیکھ کر غراتے ہوئے ایک لمبی زقند لگائی۔ اس کا نشانہ قد آور جوان ہی تھا لیکن راؤ سکندر نے اس وقت کمال ہی کیا اس نے فضا میں ہی چیتے کا نشانہ لگایا اور ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی نے چیتے کی پیشانی اڑا دی تھی اور وہ نیچے گر کر فوراً مر گیا تھا۔ قد آور جوان کو شاید موت نظر آ گئی تھی اور وہ ساکت ہو گیا تھا۔ لیکن فائر کی آواز اور پھر مردہ چیتا دیکھ کر وہ چونکا اور پھر اس نے جھاڑیوں

میں فرشتے کو دیکھ لیا جو یم دوت نہیں بلکہ مسیحا تھا۔

عین اسی وقت دوسری طرف سے بہت سے لوگ چیختے چلاتے دوڑ پڑے اور انہیں دیکھ کر راؤ سکندر جھاڑیوں ہی میں ہوا ہو گیا۔ اسے خدشہ ہوا کہ اب اس کا راز کھل جائے گا اور اس کے بعد اس کی گوشمالی ہو گی یا کوئی اور قصہ کھڑا ہو جائے گا چنانچہ لمبا فاصلہ طے کر کے وہ گھوڑے کے پاس پہنچا اور پھر گھوڑے کی رسی کھول کر اسے دوڑا دیا وہ بھنڈارے میں دیکھے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

ادھر تو یہ ہوا ادھر قد آور جوان اس تجسس کا شکار ہو گیا کہ وہ کون تھا جس نے اس وقت اسے نئی زندگی عطا کی۔ چیتے کی لاش سامنے پڑی تھی وہ اسے چھوڑ کر جھاڑیوں میں گھس گیا اور پھر دور تک نکل آیا لیکن چیتے کو ہلاک کرنے والا چھلاوہ ہو گیا تھا۔ اس چھلاوے کی موہنی صورت اس کی نگاہوں میں تھی۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے پہنچ گئے۔

"یہ کیا غضب کر رہے ہیں مہاراج آپ نے نر مارا ہے مادہ بھی کہیں آس پاس ہو گی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ اسے کسی اور نے مارا ہے۔"

"آپ ان جھاڑیوں سے تو نکل چلیں راج دیو جی باقی سب بعد میں۔"

قد آور جوان کے ساتھ کچھ تجربے کار شکاری بھی تھے اور وہ جانتے تھے کہ اس وقت صورت حال کیا ہے۔ بہرحال وہ راج دیو کو وہاں سے دور لے گئے تھے۔ تب کہیں انہوں نے سنا تھا کہ چیتا کیسے مارا گیا۔ راج دیو مہینوں اپنے اس محسن کو یاد کرتا رہا تھا۔ وقت نے کچھ اور سفر طے کر لیا۔ پھر ایک دن وکرم دھاریہ نے ہانپتے کانپتے راج دیو کو بتایا۔

"مہاراج راؤ سکندر بھنڈارے میں گھسا ہے اور اکیلا ہے۔"

"راؤ سکندر۔" راج دیو کا دمکتا چہرہ سیاہ پڑ گیا اسے بچپن سے راؤ سکندر سے نفرت کا سبق دیا گیا تھا اور اسے اپنی ذمے داری یاد تھی چنانچہ وہ وکرم دھاریہ اور بیربدری کے ساتھ بھنڈارے دوڑ پڑا۔ اس کی آنکھوں میں خون لہرا رہا تھا۔ وکرم دھاریہ اور بیربدری کے سپرد ہانکے کا کام کیا گیا اور دونوں نے لمبی گھاتیں لگا کر بڑی چالاکی سے راؤ سکندر کو راج دیو کے سامنے دھکیل دیا۔ دلیر چوہان کو یہ پسند نہ آیا کہ دشمن کو للکارے بغیر مار دے حالانکہ حیران و پریشان راؤ سکندر اس کے نشانے پر تھا۔ تب اس نے آواز دی۔

"راؤ سکندر' میں راج دیو چوہان ہوں۔ رخ بدل اور اپنے دشمن کو دیکھ لے!"

راؤ سکندر نے رخ بدل لیا اور اچانک ہی راج دیو کے بدن نے پسینہ چھوڑ دیا۔ تنی ہوئی رائفل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی اور یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ خود بھی راؤ سکندر کے سامنے نمایاں تھا ورنہ گولیاں کب چلتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں اس کا فیصلہ تو بعد میں ہی ہوتا ہے۔ راؤ سکندر نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔

بدری اور وکرم منتظر تھے کہ اب دھماکا ہو گا اور ایک بڑا فیصلہ ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے دونوں کو ایک دوسرے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔

"تم راؤ سکندر ہو؟" راج دیو کے منہ سے نکلا۔

"اور تم نے ابھی بتایا کہ تم راج دیو ہو۔" راؤ مسکرا کر بولا۔

"ہاں ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔" راج دیو نے کہا۔

"مگر تم نے دشمنی نہیں نبھائی!"

"دشمنی نہیں نبھائی مگر دوستی نبھاؤں گا۔ ہاتھ ملاؤ گے؟" راج دیو نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور دو شیروں کے مضبوط پنجے ایک دوسرے سے مل گئے۔

"مجھے پہچان لیا تم نے؟" راج دیو بولا۔

"ہاں' مگر جانا آج ہے۔"

"آؤ بھنڈارے میں آئے ہو تو میرے گھر چلو۔" راج دیو نے کہا جس اعتماد سے یہ پیشکش کی گئی تھی۔ اسی اعتماد سے قبول بھی کر لی گئی۔ پھر یہ جوڑی گھوڑوں پر سوار بستی میں داخل ہوئی تو نظریں جھک گئیں۔ لیکن جے دیو چوہان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"راؤ غضنفر کا بیٹا ہماری بستی میں آیا ہے۔"

"یہ وہی ہے پتا جی جس نے اس دن چیتے کے وار سے مجھے بچایا تھا میری گولی اس پر نہ چل سکی سو اسے آپ کے ہاتھوں مروانے لے آیا۔" راج دیو نے کہا اور جے دیو کا چہرہ بدل گیا۔ اس کی بڑی بڑی خونی آنکھیں راؤ سکندر پر جم گئیں۔ اور پھر وہ مضمحل لہجے میں بولا۔

"مہمان کو عزت سے اندر لے جاؤ۔"

پھر جب پھلوں کے ٹوکرے' مٹھائی اور دیگر سوغاتیں لے کر جے دیو اپنے بیٹے اور دشمن کے بیٹے کے پاس چلا تو اس کی دھرم پتنی نے کہا۔

"دشمن لی پچھار میں جا رہے ہو کیا یہ اچھا ہو گا؟"

"ہم ہی چوہان نہیں جانکی وہ بھی مسلمان ہیں۔"

جے دیو چوہان کی آمد کی خبر کہاں چھپی رہ سکتی تھی۔ راؤ غضنفر آگ بگولا ہو کر باہر نکل آیا اور یہ سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"سے ریت بدلنے پر تل گیا ہے راؤ جی۔ یہ دو دشمن تو دوست بن گئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"کیا چاہتے ہو چوہان؟"

"یہ سب کچھ تمہارے قدموں میں رکھ کر دوستی کی بھیک مانگنا چاہتا ہوں ان دونوں کے جیون کی بھیک مانگنا چاہتا ہوں دو گے یہ بھیک مجھے۔ میں اپنی طرف سے یہ دشمنی ختم کرتا ہوں میرا اور میرے بیٹے کا سینہ تمہاری گولیوں کے لئے کھلا ہے۔"

"راؤ غضنفر مسلمان ہے جے دیو' اس نے تمہاری بڑائی مان لی ہے تم بڑے ہو ہمارے مذہب میں بڑا وہ ہوتا ہے جو انسانیت کے نام پر جھک جائے تم نے ہم پر فتح حاصل کر لی ہے جیت تمہاری ہوئی ہے ہم ہار گئے ہیں ہم اتنا بڑا کام نہ کر سکے۔"

تب شمال اور جنوب مل گئے اور ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ راج دیو اور راؤ سکندر کی جوڑی بڑی مشہور ہو گئی۔ دونوں کے شوق ایک جیسے تھے۔ دونوں کے مزاج ایک جیسے تھے چنانچہ جنگلوں پر تباہی آ گئی لاتعداد خونی درندے ہلاک ہو گئے تھے۔ راج دیو نوادرات کا دیوانہ تھا اور سکندر مہم جوئی کا' ہندوستان بھر کے جنگل چھان مارے گئے بڑی بڑی نایاب چیزیں حاصل کی گئیں۔ نوادرات راج دیو کی ملکیت ہوتے تھے۔ اور جانوروں کی کھالیں سکندر کی۔ آس پاس کے علاقوں پر بھی دھاوے بولے جانے لگے۔ پھر جے دیو نے راج دیو کی سگائی کر دی اور اس سے کہا کہ اب آوارہ گردی چھوڑ کر زمینیں سنبھالے۔ یہ مشکل کام تھا لیکن کرنا پڑا۔ پتا کا حکم تھا۔ سگائی ہوئی تو پھر شادی بھی کرنی پڑی۔ ان تجربے سے روشناس ہو کر راج دیو نے سکندر سے کہا کہ وہ بھی شادی کر لے۔ دوست کا کہا رد کرنے کا کیا سوال تھا۔ سکندر کی بھی شادی ہو گئی اور حالات کسی قدر بدلنے لگے۔ راؤ غضنفر بیمار ہو گیا اور کچھ ایسا بیمار ہوا کہ اسے علاج کے لئے دلی لے جانا پڑا۔ وہاں کی آب و ہوا غضنفر کو راس آ گئی اور اس نے ریوا سے منتقل ہو کر دلی میں سکونت اختیار کر لی۔ ریوا کی زمینیں

فروخت کر دی گئیں اور دلی میں کاروبار کا آغاز ہو گیا۔ باپ کے ساتھ راؤ سکندر کو بھی دلی چلے جانا پڑا اب تو بیوی ساتھ تھی۔ راج دیو کو سکندر کے بچھڑ جانے کا بہت افسوس ہوا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے ہی ہیں اور بدلتے ہوئے حالات کو قبول کرنا پڑا۔ ہاں جب بھی دوستوں کو موقع ملتا مل بیٹھتے تھے اور یہ مل بیٹھنا یونہی نہ ہوتا کوئی پروگرام بن ہی جاتا تھا۔ اور دونوں کہیں دور نکل جاتے اور اس کے بعد بھول جاتے کہ ان کی زندگی کا کوئی اور مقصد بھی ہے۔ ان مہمات کے دوران بارہا خطرناک حالات بھی پیش آئے تھے۔ موت اگر زندگی کے ساتھ ساتھ سفر نہ کرے تو زندگی سے محبت کا احساس کبھی نہ ہو۔ یہی ہوتا تھا اور دونوں کو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے میں لطف آتا تھا۔ راج دیو کی خاص دلچسپی قدیم اور نادر اشیاء سے تھی تو سکندر وحشی درندوں کے شکار کا رسیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے شوق سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ان دنوں وہ سوبارا گونڈا کے جنگلات میں نکل آئے تھے جن کی پراسرار داستانیں ایسی مہمات کے شوقینوں کے لئے بڑی دلکش تھیں۔ یہ جنگلات چونکہ انتہائی دشوار گزار تھے۔ عام قسم کے مہم جو اس طرف آتے ہوئے گھبراتے تھے کچھ انتہا پسندوں نے اس طرف کا رخ بھی کیا تھا تو ابتدائی مشکلات سے گھبرا کر لوٹ گئے تھے۔ اور گونڈا کے جنگلات کی داستانیں محدود تھیں۔

ان جنگلات کا تذکرہ راج دیو نے اس وقت کیا تھا جب راؤ سکندر وقت نکال کر راج دیو سے ملنے ریوا پہنچا تھا۔

"تم نے اپنے آنے کی خبر نہیں دی تھی سکندر۔" راج دیو نے سکندر کو دیکھ کر خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا۔

"بہت دن سے پر تول رہا تھا جونہی موقع ملا بھاگ نکلا۔ یوں لگتا ہے جیسے تمہاری بات مان کر غلطی کر بیٹھا ہوں۔" سکندر مسکرا کر بولا۔

"کونسی بات....."

"شادی والی۔"

"اوہ سطوت بھابی تو دیوی ہے اس کے بارے میں کسی غلط بات پر یقین نہیں کر سکتا!" راج دیو نے کہا۔

"تمام دیویاں بیوی بن کر شوہر کے پیروں میں بیڑیاں دیکھنے کی شوقین ہوتی ہیں ہماری

بیگم بھی جہیز میں ایک زنجیر ساتھ لائی ہیں جسے وہ ہر قیمت پر ہمارے پیروں میں ڈال دینا چاہتی ہیں۔" راؤ سکندر نے گہری سانس لے کر کہا اور راج دیو مسکرانے لگا۔

"اور تم اس زنجیر کو دیکھ کر پریشان ہو گئے۔"

"نہیں پریشان تو نہیں ہوا' لیکن پچھلی بار سطوت نے بہت دن تک ناراضگی کا اظہار کیا تھا اور اسے منانے کے لئے پورا ایک ماہ نینی تال میں گزارنا پڑا۔"

"مہاگرو اس کا حل موجود ہے بلکہ مجھے تو حیرت ہے کہ تم نے یہ حل کیوں نہ تلاش کر لیا۔"

"کیسا حل؟" سکندر نے پوچھا۔

"بھابی جی کے پیروں میں جوابی زنجیر ڈال دو۔"

"وہ کیسی ہوتی ہے؟"

"ایک بچہ ہنستا مسکراتا' عورت کے جیون کی سب سے بڑی خواہش' بس یہ تحفہ اسے دے دو اس کے بعد وہ کسی اور تحفے کی فرمائش نہیں کرے گی او نہ ہی ہمارے کاموں میں دخل دے گی۔ میں نے پاربتی سے کہا کہ کچھ دن کے لئے میکے چلی جائے فوراً تیار ہو گئی حالانکہ پہلے مجھے ایک دن کے لئے چھوڑنا پسند نہیں کرتی تھی۔"

"اوہ تو کیا؟"

"ہاں گرو اپنے پاس ہر مشکل کا حل موجود ہے مان لو گرو۔"

"مبارک ہو راج دیو تجھے تو بہت خوشی ہوئی ہے مگر یار یہاں معاملہ الٹا ہو جانے کا خطرہ ہے۔"

"کیا مطلب....."

"بیوی کے پیروں کی زنجیر اپنے ہی گلے پڑ جائے گی۔ خوبصورت بچے میری بڑی کمزوری ہیں اگر ایسا ہو گیا تو کہیں میں ہی نہ جکڑ کر رہ جاؤں۔"

"گئی بھینس پانی میں پھر تو کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ ویسے کیا ارادہ ہے؟"

"بہت اچھا کیا اگر تم نہ آتے تو میں خود تمہیں بلا بھیجتا یہ بتاؤ تم نے سوبارا گونڈا کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

"روایات کا جنگل جس کی پوری تفصیل آج تک نہیں معلوم ہو سکی۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"اس کی وجہ ہے۔ راؤ سکندر اور راج دیو کے قدم جو اس جنگل میں نہیں داخل ہوئے۔ میں نے اس بارے میں بہت سی معلومات جمع کر لی ہیں۔"

"کیا؟" سکندر نے پوچھا اور جواب میں راج دیو نے اسے بہت سی کہانیاں سنا دیں۔ اس نے کہا۔ "دریائے گونڈا کے ساتھ کی آبادیوں میں ڈاکے بہت پڑتے ہیں ڈاکو کشتیوں کے ذریعہ دریا میں سفر کر کے آتے ہیں کنارے کنارے کی بستیوں میں لوٹ مار کرتے ہیں اور پھر کشتیوں میں واپس جا کر گونڈا کے جنگلات میں جا چھپتے ہیں۔ پولیس نے کئی بار ادھر کوششیں کیں گھنے جنگلوں میں زیادہ دور تک نہیں جا سکی۔ دریائی راستے بھی بے حد خطرناک ہیں۔ اس کے علاوہ اندرونی علاقوں میں بہت سے جنگلی قبیلے آباد ہیں جن کے بارے میں لاتعداد کہانیاں سنی گئی ہیں۔ وہ بیرونی دنیا کے لوگوں کو پسند نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ پولیس وہاں کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکی۔"

"ہمیں وہاں جانا ہے؟"

"افسوس یہ ہے کہ اب تک وہاں کیوں نہیں گئے۔"

"پتا جی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے ورنہ تھانے میں بند کرا دیں گے۔"

"اس میں تو ہم ماہر ہیں۔ بھنڈارے کو اپنا گھر بنا رکھا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔" راؤ نے ہنس کر کہا۔

پھر خاموشی سے خصوصی تیاریاں کی گئیں۔ ریل کا طویل سفر طے کیا گیا بسوں کا سفر ہوا اور بالاخر دونوں رتوندا پہنچ گئے۔ دریائے گونڈا رتوندا کے گرد ہنسلی بن کر گزرتا تھا۔ رتوندا انتہائی پسماندہ ہونے کے باوجود قدرتی حسن سے مالا مال تھا۔ خوشنما مناظر سے آراستہ سبز و شاداب آبادی جو زیادہ سے زیادہ چار سو مکانات پر مشتمل تھی۔ آمدنی کے ذرائع نہ ہونے کے برابر تھے۔ بس کھیتی باڑی پر ہی گزارا ہوتا تھا جنگلی پھلوں کی بہتات تھی لور ایسے ایسے پھل ہوتے تھے جو پورے ہندوستان میں کہیں نہ پائے جاتے۔ ہو سکتا ہے ان میں کچھ پھل لذیذ بھی ہوں لیکن رتوندا والوں کے پاس انہیں دوسرے شہروں میں بھیجنے کے وسائل نہ تھے اس لئے وہ وہیں تک محدود تھے البتہ وہ یہاں کے لوگوں کی غذائی ضروریات پوری کرتے تھے۔

یہاں انہیں سراتو ملا جو ایک بیس بائیس سالہ نوجوان تھا۔ سنہری رنگت کا مالک انتہائی توانا گو پستہ قامت تھا لیکن بدن فولاد کا بنا لگتا تھا۔ اس نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں کہا۔

"ام شرونٹ شر' امارا فادر انگریز کا شرونٹ' آپ بولے ام آپ کا شرونٹ۔"

"ہمارے ساتھ جنگل میں چلو گے؟"

"اوش چلے گا۔ ام شکاری شرڈشوں ڈشوں۔"

"صرف شکاری ہو یا کچھ اور کام بھی جانتے ہو؟"

"ام کک شر' شب کام کرے گا۔"

"تو پھر تم ہمارے ساتھ چلے گا!" شرمیلے جوان نے معاوضے کی کوئی بات نہیں کی تھی لیکن اس کے اہل خانہ کو چند جوڑے کپڑے اور تھوڑی سی کرنسی دی گئی تو وہ شادی مرگ کی سی کیفیت کا شکار ہو گئے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ ان کے لئے ہے۔ سراتو خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ ویسے بھی قدرتی حسین بستی میں رہنے والے قدرتی حسن سے مالا مال تھے لیکن دنیاوی طور پر ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ لباس کی شکل میں ان کے بدن پر دھجیاں نظر آتی تھیں۔ نسوانیت کی دولت سے مالا مال نوجوان لڑکیاں عموماً درختوں کی چھالوں اور چوڑے پتوں کے لباس میں ملبوس نظر آتی تھیں لیکن وہ زیور حیا سے آراستہ تھیں اور ان میں کسی کی آنکھ میں بے باکی نظر نہ آتی تھی وہ شرمیلی اور نظریں جھکا کر چلنے کی عادی تھیں کہ ہوس کی آنکھ خود ہی شرمندہ ہو جائے۔ چنانچہ سراتو کے ساتھ سوبار گونڈا کے جنگلوں کا سفر شروع ہو گیا۔ اور اس سفر کا آغاز ہی دلنشین تھا۔

صبح سورج نکلے ان کے قدم ان جنگلات میں داخل ہو گئے تھے۔ اور جونہی انہوں نے جنگل میں قدم رکھا تھا بارش شروع ہو گئی تھی۔ سفر شروع کرنے سے قبل سراتو کو ایک جوڑا کپڑے دیئے گئے تھے جو موٹے کپڑے کی ایک پتلون اور شرٹ پر مشتمل تھا گو دونوں کپڑے سراتو کے بدن پر ڈھیلے اور لمبے تھے لیکن سراتو انہیں پہن کر سحر زدہ ہو گیا تھا۔ اس نے پتلون کے پائنچے الٹ کر ایک ستلی سے کس کر باندھ لئے تھے قمیض بھی چونکہ ڈھیلی تھی اس لئے ایک ستلی کمر پر باندھ کر اسے بھی فٹ کر لیا گیا تھا۔ جوتے اور ہیٹ رتونڈا میڈ تھے سراتو اس حلیے میں بہت مضحکہ خیز لگ رہا تھا لیکن اس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس وقت خود کو اس انگریز سے کم نہ سمجھ رہا ہو جس کے پاس اس کا باپ نوکر تھا۔

راج دیو نے کہا تھا۔ "کاش ہم اپنے ساتھ بہت سے پرانے کپڑے لے آتے ان لو۔ کو کس قدر خوشی ہوتی۔"

"کیا معلوم تھا۔" راؤ سکندر نے کہا۔

جنگل تھوڑی ہی دور چل کر گھنے ہو گئے تھے اس لئے یہاں بارش کی شدت کا احساس نہیں ہو رہا تھا لیکن جب وہ کسی ایسی جگہ پہنچتے جہاں درخت چھدرے ہوتے تو یوں لگتا جیسے آسمان کے سوتے کھل گئے ہوں پانی دھاروں کی شکل میں گرتا نظر آتا۔

"یہ بارش پریشان کن ہو سکتی ہے۔" راج دیو نے کہا۔

"کیوں؟"

"علاقے اجنبی ہیں کون جانے آگے کیا ہو۔" راج دیو بولا۔

"آگے کیا ہے یہی دیکھنے کے لئے تو ان علاقوں میں داخل ہوئے ہیں ورنہ ادھر آنے کی کیا ضرورت تھی۔" راؤ سکندر نے بے خوفی سے کہا اور راج دیو خاموش ہو گیا۔ گہرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے دن کی روشنی بھی رات کے اندھیرے میں تبدیل ہو گئی تھی لیکن یہ اندھیرا اتنا نہ تھا کہ بینائی متاثر ہوتی۔ وہ اس دن کے سفر میں دور تک نکل جانا چاہتے تھے۔ سامان ان کے شانوں پر لدا ہوا تھا اور وہ مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ حالانکہ سراتو نے ان کا تمام سامان اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے روک دیا تھا اور سامان کے تین بیگ بنائے تھے یہ بیگ بے حد وزنی تھے لیکن کچھ دور چل کر انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ سراتو اس معاملے میں ان سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔

جنگل کا حسن ان کے سامنے عیاں تھا بارش کی وجہ سے جانوروں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی اور وہ ادھر سے ادھر بھاگتے پھر رہے تھے راستے میں راؤ نے کہا۔

"کوئی فرق محسوس کر رہے ہو دیو۔"

"ہاں نمایاں' اس کی ابتدا ہی شاندار ہے اندازہ ہوتا ہے کہ آگے کے مناظر زیادہ دلچسپ ہوں گے۔"

"یاد ہے ایک بار ہم ہمالیہ کی ترائیوں کے علاقے بندراماسی گئے تھے بندراماسی کے جنگلات کچھ ان جنگلات سے ملتے جلتے تھے۔"

"کسی حد تک وہ اژدھوں کا جنگل تھا۔ وہ عجیب ڈھیر میں آج تک نہیں بھول سکا جس

کے آخری سرے سے ایک پھن برآمد ہوا تھا۔ اور ہم اس ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔"

"ایک نرم بستر سمجھ کر۔" سکندر نے قہقہہ لگایا۔

"رات کا وقت تھا مجھے اندازہ ہی نہ ہو سکا میں نے سوچا کہ خاص قسم کی جنگلی گھاس ہے۔" راؤ بھی ہنستا ہوا بولا۔

سراتو نے سیٹی بجانا شروع کر دی تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں نے بھی اس کے سروں سے سر ملانا شروع کر دیئے۔ پہلی آواز پر سراتو کی سیٹی رک گئی تھی لیکن اس کے بعد وہ کچھ سست ہو گیا تھا۔ آسمان سے گھٹا ٹوپ اندھیرے اترتے رہے اور جب گھڑیوں نے شام کے سات بجائے تو وہ رک گئے۔ گویا قیام کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ درختوں کے پتوں سے بارش کے قطرے چھن رہے تھے اس لئے آگ جلانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ البتہ تھرماس میں چائے موجود تھی جو بالکل تازہ جیسی تھی۔ عمدہ قسم کے بریڈ رول چائے کے ساتھ لطف دینے لگے۔ خوراک بھی کئی مرحلوں میں تقسیم کر لی گئی تھی۔ ابتدائی سفر میں ایسی چیزیں جو گھریلو طور پر تیار کی گئی تھیں اور کئی دن تک کارآمد رہ سکتی تھیں اس کے بعد خشک اشیاء کا دور آتا تھا پھر خشک کئے ہوئے پھل البتہ اس دوران شکار کے گوشت کو فوقیت دی جاتی تھی اور ساتھ لائی ہوئی خوراک محفوظ رکھی جاتی تھی۔

ابتدا میں راج دیو نے گوشت سے پرہیز کیا تھا لیکن یہ بہت پرانی بات تھی۔ ایک بار اس نے انتہائی بھوک کے عالم میں آنکھیں بند کر کے بھنا ہوا گوشت کھایا تھا اور تھوڑا سا کھانے کے بعد آنکھیں کھول لی تھیں۔

"تیری ایسی کی تیسی سکندر تو نے پہلے مجھے یہ کیوں نہ کھلایا یہ تو بہت عمدہ ہے۔"

"تمہارے دھرم میں یہ نہیں کھاتے اس لئے میں نے مجبور نہیں کیا۔"

"مگر یار یہ تو بہت مزیدار ہے۔"

"تو پھر شروع کر دو!"

"شروع کر دیا اب تو یہی چلے گا۔" پیٹ کا دوزخ بھرا تو آرام کی سوجھی راج دیو نے سراتو سے کہا۔ "سراتو تم رات کو کس وقت تک جاگ سکتے ہو؟"

"شارا نائٹ جاگے گا شر' آپ لوگ آرام سے شو جاؤ۔"

"اور کل صبح کیا ہو گا۔"

"آگے مارچ کریگا۔"

"سوؤ گے نہیں۔"

"کل شو جائے گا آج آپ لوگ شو جاؤ۔"

"ہاں تاکہ تمہارا کام آج ہی ہو جائے اور تمہیں زیادہ دور سے اپنی بستی واپس نہ جانا پڑے۔" راج دیو دانستہ بڑبڑایا لیکن سکندر نے اس کے الفاظ سن لئے۔

"کیا مطلب۔" وہ بھی آہستہ سے بولا۔

"بھائی اس امکان کو نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا کہ مسٹر سراتو ہمیں اطمینان سے سلا دیں اور جب ہماری نیند گہری ہو جائے تو خود اطمینان سے ہمارا سامان لے کر رفوچکر ہو جائیں ابھی تو ان پر اعتبار کرنے میں بھی وقت لگے گا۔"

"اوہ ایسا لگتا تو نہیں ہے۔ تاہم تمہارا کہنا بھی درست ہے تو پھر کیا کیا جائے؟"

"وہی جو آج تک کرتے رہے ہیں سوتا جاگتا رہا جائے۔ آج تو بارش نے زیادہ دور نہ جانے دیا کل سفر زیادہ کریں گے۔ اور پھر کوئی پسندیدہ پناہ گاہ نظر آتے ہی قیام کریں گے۔"

"پھر یوں کرتے ہیں کہ ابتدائی چند گھنٹے آرام کر لیں اور پھر دوسرے پہر میں جاگ اٹھیں گے اور مسٹر سراتو کو سلا دیں گے ویسے بھی یہ بارش پورے طور سونے نہ دے گی۔

سراتو کو بندوق دے دی گئی اور وہ مستعد ہو گیا۔ دونوں آرام کرنے لگے تھے بارش کے جلترنگ کے ساتھ مختلف آوازیں سنائی دے رہی تھیں دن مین بھی کبھی کبھی شیروں کی دھاڑ بھی سنائی دے جاتی تھی لیکن یہ آوازیں نہ تو ان کے لئے خوف کا باعث تھیں نہ خطرناک وہ ان آوازوں سے آشنا تھے اور جانتے تھے کہ کونسی آواز کب خطرناک ہوتی ہے۔ البتہ بارش پریشان کر رہی تھی اور کافی تیز ہو گئی تھی گو ان کے پاس بارش سے بچنے کا بندوبست بھی تھا لیکن پھر بھی اس عالم میں نیند تو نہیں آ سکتی تھی۔ وقفے وقفے سے دونوں آپس میں گفتگو کرنے لگتے سراتو پتھر کے بت کی مانند بندوق پر پلاسٹک ڈالے بیٹھا ہوا تھا اس کے بدن میں جنبش تک نہ تھی کئی بار تو انہیں شبہ ہوا تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہے۔ ایسے اوقات میں اسے آواز دی گئی تو وہ چاق و چوبند لہجے میں بولا۔

"میں جاگتا شر آپ آرام سے شو جاؤ۔" اور اس کے آرام سے سو جانے کے مشورے پر انہیں ہنسی آ گئی تھی۔

رات اسی عالم میں گزرتی رہی دوسرے پہر کے بعد تو بارش کی ایسی جھڑی لگی کہ صبح تک اس کا زور نہ ٹوٹا۔ لیکن صبح روشنی کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو بارش رک گئی۔ وہ لوگ معمولات سے فراغت پانے کے بعد آگے بڑھنے کی تیاریاں کرنے لگے گو بارش کی وجہ سے جنگل خطرناک ہو گیا تھا لیکن انہیں خطرات سے کھیلنے کے لئے تو وہ اپنی پرسکون سکونت چھوڑ کر وحشت ناک جنگلوں میں آ گئے تھے بارش سے بڑھ جانے والے خطرات نے کچھ اور لطف دیا تھا اور ایک مہم جو ہی اس لطف کو سمجھ سکتا ہے۔ جنگل جل تھل ہو رہے تھے اور جنگلی جانور بھیگی بلی بنے ہوئے تھے۔ دو دن کے سفر میں انہیں کئی خطرناک جانور نظر آئے جو پریشان حال ان کے سامنے سے گزر گئے تھے۔ سراتو مست فطرت کا مالک تھا وہ انہیں کی مانند اس سفر سے دلچسپی لے رہا تھا۔ بارش رک گئی تھی اور چند لمحات کے لئے سورج بھی نظر آیا تھا لیکن صرف چند لمحات کے لئے اس کے بعد پھر درختوں کی چوٹیاں سیاہ ہونے لگی تھیں۔

"بارش ابھی ہو گی۔" راؤ نے کہا اور یہ جملے ابھی پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش کے قطرے نمودار ہو گئے اور اک بار پھر یہ قطرے موسلا دھار شکل اختیار کر گئے۔ لیکن سفر میں بارش کے علاوہ اور کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے جاری رکھا۔ دونوں نے جوڑی برساتیاں اوڑھ لی تھیں جنہوں نے ان کے شانوں پر پڑے تھیلوں کو بھی ڈھک لیا تھا البتہ تیسری بڑی برساتی موجود نہ تھی اس کی کسر ایک اور واٹر پروف کپڑے سے پوری کر دی گئی تھی اور سراتو نے اسے اپنے سر کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ جنگل میں بارش کے شور کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔

راستے میں سراتو سے باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔

"جنگلوں کا یہ سلسلہ کتنا طویل ہے؟"

"ناٹ ٹاویل کھاٹرناک ڈینجر ڈینجر۔" سراتو نے جواب دیا۔ وہ لفظ طویل نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تو نے انگریزی کہاں سے سیکھ لی بھائی۔"

"اوہ شر امارا فادر انگریز کا شرونٹ ام تمارا شرونٹ لیش شر۔"

"یہ آدمی سرونٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔" راج دیو گہری سانس لے کر بولا۔

"نو شر آئی ایم کک آپ شکار کرے گا ام کک کرے گا۔" سراتو نے گردن ہلاتے

ہوئے کہا۔

"بارش رکے گا تو ہم شکار کرے گا بھائی۔ ویسے اگر تو انگریزی نہ بولے تو تیری مہربانی ہو گی۔" سکندر نے ہنستے ہوئے کہا اور سراتو سامنے دیکھنے لگا اگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی تو وہ اسے نظرانداز کر دیتا تھا۔

گھڑیوں کی سوئیاں آگے بڑھتی جا رہی تھیں آسمان سے گویا پرنالے چل رہے تھے البتہ حیرت ناک بات یہ تھی کہ جنگل میں پانی نہیں جمع ہوا تھا بلکہ تیز دھاریں درختوں کے درمیان بل کھاتی عقبی سمت نکل رہی تھیں دن کا وقت تھا لیکن بجلی کے کوندے صاف محسوس ہو رہے تھے بادل بھی خوب گرج رہے تھے۔ وہ صبر و سکون سے آگے بڑھتے رہے۔ نہ جانے کتنا سفر اسی طرح طے ہو گیا پھر درختوں کی ہیئت تبدیل ہونے لگی وہ اب وہ اتنے گھنے نہیں رہے تھے درخت کے نیچے کہیں کہیں پتھریلی زمین نظر آنے لگی تھی۔

بارش کا شور بدستور تھا لیکن اچانک ان کے کانوں نے ایک اور شور سنا اور ایک لمحے کے لئے ان کے قدم ٹھٹھک گئے۔ یہ بارش کا شور نہیں تھا بلکہ ایک عجیب سا خوفناک شور تھا جس میں جانوروں کے چلانے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ ہاتھی کی چنگھاڑ کے ساتھ بھینسوں کے ڈکرانے کی آوازیں، پھر اچانک ایک دل دہلا دینے والا تڑاخا ہوا اور فضا میں ایک مسلسل گرج سنائی دینے لگی اس گرج میں درختوں کے ٹوٹنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔ گو یہ آوازیں کافی دور سے آتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن رفتہ رفتہ آگے بڑھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اب انہیں سنبھلنا پڑا تھا۔

"سکندر.... یہ پانی کا شور ہے۔" راج دیو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کوئی طوفانی ریلا۔" راج دیو نے اتنا ہی کہا تھا کہ یکدم ان سے کچھ فاصلے پر بائیں سمت انہیں اونچے درختوں کی چوٹیاں سرنگوں ہوتی دکھائی دیں۔ ان کے موٹے تنے تڑخ تڑخ کر ٹوٹ رہے تھے اور میلے ملگجے دھندلکے میں پانی کی ایک طوفانی دیوار برق رفتاری سے اپنی زد میں آنے والی ہر شے کو سمیٹتی ہوئی ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسی وقت سراتو کی دہشت زدہ آواز ابھری۔

"آربانا شو.... آر بانا شو، لکشو.... آربانا شو۔"

اس کے ساتھ ہی سراتو ان دونوں کی برساتیاں کھینچتا ہوا ایک سمت دوڑ پڑا۔ لیکن ان کی رفتار پانی کی رفتار سے تیز نہ تھی۔

پانی کی مہیب دیوار ہولناک گرج کے ساتھ قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی اور اب سراتو کے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی وہ خود بھی جانتے تھے کہ موت نے اچانک انہیں تاک لیا ہے اور موت برق رفتاری سے ان کی طرف لپک رہی ہے اس حالت میں فطری طور پر انہیں پانی کے مخالف دوڑنا تھا لیکن یہ کوئی حل نہیں تھا کیونکہ پانی چند ہی لمحات میں ان تک پہنچنے والا تھا اور پانی کا یہ طاقتور ریلا جس نے بڑے بڑے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اپنے بہاؤ پر لے لیا تھا انہیں کیا خاطر میں لاتا۔ وہ جان توڑ کر دوڑ رہے تھے۔ سراتو کی رفتار ان سے بھی تیز تھی اور شاید اس کے ذہن میں کچھ تھا کیونکہ اچانک ہی اس نے سیدھ میں دوڑتے دوڑتے رخ تبدیل کیا تھا اور رک کر چیخا تھا۔

"بلا کاشائی ہو لکشو لکشو"

اس کے ناقابل فہم الفاظ پہلے بھی ان کی سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن اندازے سے انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس وقت بھی وہ بے اختیار اس کی تقلید میں رخ بدلنے پر مجبور ہو گئے تھے بلاشبہ اس وقت سراتو نے اپنا فرض پورا کر دیا ورنہ وہ درخت ان کی نگاہ میں نہیں آیا تھا جس کا تنا تقریباً نو فٹ کے دائرے میں تھا اور جس کی لاتعداد شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں یہ شاخیں بھی عام درختوں کے موٹے تنوں سے کہیں زیادہ موٹی تھیں سراتو دوڑ کر کسی بندر ہی کی مانند درخت کے تنے پر چڑھ گیا راج دیو نے رک کر سکندر کا ہاتھ پکڑا اور اسے تنے پر چڑھا کر خود بھی اوپر چڑھنے لگا اور پھر وہ ان شاخوں کے پھیلاؤ میں پھیل گئے پانی کی بلندی کا ابھی اندازہ نہیں ہوا تھا اس لئے ضروری تھا کہ زیادہ بلندی پر پہنچ جایا جائے درخت پر پہنچنے کے بعد البتہ وہ ایک دوسرے کا خیال نہ کر سکے طوفان برق رفتاری کے ساتھ ہر شے کو ڈھکیلتا ہوا اس درخت پر لپکا اور اس قوت سے اس سے ٹکرایا کہ پورا درخت ہل گیا اس کا سارا تنا پانی سے ڈھک گیا اور پھر شاخیں بھی پانی

میں ڈوبنے لگیں ریلا آگے بڑھ گیا تھا خوفناک گرج سماعت کی برداشت سے کہیں زیادہ تھی ان کے ذہن گم ہو گئے تھے اور کچھ دیر کے لئے وہ ایک دوسرے سے قطعی بے خبر ہو گئے تھے البتہ اب ریلا آگے بڑھ گیا تو کیفیت بہتر ہوئی پانی اب بھی درخت کو ٹکریں مارتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے جلو میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ درختوں کے ٹوٹے ہوئے تنے ' شاخیں' ان شاخوں سے لپٹے ہوئے سانپ' ننھے ننھے کمزور جانور جو پانی کی ضرب سے ہی مر گئے تھے دیوہیکل درندے اور نہ جانے کیا کیا۔ آنکھیں کھولنا مشکل ہو رہا تھا تاہم راؤ سکندر نے راج دیو کو تلاش کیا وہ قریب کی دوسری چوڑی شاخ پر تھا اور پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

"سراتو.... سراتو کہاں ہے؟" سکندر حلق پھاڑ کر چیخا...۔"

"ام اور ہے شر" سکندر کو اپنے عقب سے آواز سنائی دی اور اس کی گردن گھوم گئی سراتو ایک اور چوڑی شاخ پر آگے ہوئے دو شاخے کو پکڑے پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوا تھا اور سکندر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ راج دیو نے صورت حال کا جائزہ لیا اور پھر پھدکتا ہوا احتیاط کے ساتھ اس شاخ کی طرف بڑھنے لگا جس پر سکندر بیٹھا ہوا تھا۔ خوردنی سامان کے تھیلے کی وجہ سے اسے دقت ہو رہی تھی لیکن وہ سنبھلتا ہوا بالآخر سکندر کے پاس پہنچ گیا پانی اب بھی جھاگ اڑاتا درخت سے ٹکراتا گزر رہا تھا اور اس کے ساتھ بہنے والی بہت سی چیزوں کو اس مضبوط درخت کے سہارے رکنے کا موقع مل گیا تھا چنانچہ تنے کے گرد لکڑیوں کا پھیلاؤ بڑھتا جا رہا تھا۔

دونوں اب ایک دوسرے کے بالکل قریب تھے اور سراتو گو دوسری شاخ پر تھا لیکن ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن سب کی زبانیں گنگ تھیں وہ کچھ ایسے اعصابی دباؤ کا شکار ہو گئے تھے کہ زبانیں ہلانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ ان کی وحشت سے پھٹی ہوئی آنکھیں پانی کی حشر سامانیاں دیکھ رہی تھیں پانی کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا ایک تیندوا پوری قوت سے درخت کے تنے سے ٹکرایا اور اس کے نوکیلے خونخوار پنجوں نے درخت کے تنے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن پانی کی ایک لہر اسے طوفانی رفتار سے بہاتی ہوئی آگے لے گئی لمبے لمبے ناگ درخت کے تنے سے ٹکراتے اس کی جانب لپکتے لیکن پانی کی قوت کے آگے بے بس ہو جاتے وہ گہری گہری سانسیں لے کر اپنے اعصاب کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ رفتہ رفتہ پانی کا زور ٹوٹنے لگا درخت کا تنا بدستور پانی سے ڈھکا ہوا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے پانی

تنے سے نیچے نہیں جائے گا البتہ اس کا زور ٹوٹنے سے اب یہ آس بندھ گئی تھی کہ اس کی بلندی اس' سے زیادہ نہ ہو پائے گی۔ تناور درخت نے ان کی زندگی بچانے میں اپنا کردار ادا کر لیا تھا اور سراتو کی نگاہوں نے بہت خوب کام کیا تھا نجانے یہ درخت اس نے کب اور کیسے دیکھ لیا یا پھر اس بات کے امکانات بھی تھے کہ بس بے تحاشا دوڑتے ہوئے اسے یہ درخت نظر آ گیا تھا اور بروقت ہی اس کی جانب دوڑنے کی سوجھ گئی تھی ریلے کی توڑ پھوڑ کی آواز اب کافی دور سنائی دے رہی تھی اور رفتہ رفتہ اس طرف سکون ہوتا جا رہا تھا لیکن پانی کے بہاؤ میں اب بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی جب تک یہ ریلا اپنے سارے حجم کے ساتھ پھیل نہیں جاتا پانی ساکت نہ ہو سکے گا سوچنے سمجھنے کی قوتیں بس سلب ہی ہو گئی تھیں چنانچہ ابھی اس طرف ذہن نہیں گیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو گا.... پھر جب پانی کے بہنے کی رفتار نہ ہونے کے برابر رہ گئی تو سماعت واپس آنے لگی تو ذہن میں اب بھی شدید سنسناہٹ ہو رہی تھی لیکن غیر معمولی اعصاب کے مالک دونوں دوست خود کو سنبھالنے میں مصروف تھے راج دیو نے راؤ سکندر کے بازو پر ہاتھ رکھا اور گہری سانس لے کر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کہو راؤ یہ منظر کیسا لگا....؟" جواب میں راؤ کا ہلکا سا قہقہہ ابھرا اور اس نے کہا۔

"ہماری زندگی کا سب سے بیش قیمت اور ہولناک منظر تھا یہ۔"

"اگر یہ درخت ہمیں نہ ملتا تو کیا ہوتا....؟"

"پانی کے گھوڑے پر سواری کا لطف آتا اور پھر کسی درخت سے ٹکرا کر چند سرخ لکیروں کے ساتھ فنا ہو جاتے۔" راؤ سکندر نے بے خوفی سے جواب دیا اور راج دیو گردن ہلانے لگا۔

پانی کا بہاؤ اب تقریباً بالکل ختم ہو گیا تھا اور بس ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں وہ لوگ درختوں کی شاخوں پر خود کو سنبھالے بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے سراتو کی آواز ابھری....

"شر کچھ کھانے کو مانگتا ابھی چائے گرم ہے....؟"

"خدا کی پناہ' یہ شخص پاگل پن میں ہم سے کسی طور کم نہیں...."

"ویسے اس کی تجویز بہت عمدہ ہے اس وقت گرم چائے دنیا کی سب سے بڑی نعمت محسوس ہو گی نکالی جائے...."

"ضرور....." راؤ سکندر نے کہا اور وہ اپنے سامان کے تھیلے ٹٹولنے لگے تھرماس میں بس اتنی سی چائے موجود تھی کہ وہ آخری بار پی لیں اس کے بعد تو چائے کا تصور فی الحال ممکن نہیں تھا کیونکہ نیچے پانی کی زمین تھی اور درخت پر آگ جلانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا سراتو کو بھی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے تھیلے سے چائے کا تھرماس نکال لے..... انسانی جسم کی ضرورت کس قدر عجیب ہوتی ہے' یہاں ایک طوفان برپا تھا اور وہ لوگ چائے کے گرم گرم گھونٹ اپنے معدے میں اتار رہے تھے چائے کے چند گھونٹ لینے کے بعد راج دیو نے اوپر منہ کر کے پوچھا.....

"جنگل کے بیوقوف' یہ پانی کہاں سے آیا اور تو ایک بے تکی زبان میں کیا چیخا تھا.....؟"

جواب میں سراتو کے دانت نکل پڑے اور اس نے کہا.....

"شر میں بولا تھا پانی آ رہا ہے بھاگو..... بھاگو ایشا لگتا ہے کہ دریائے گونڈا کے کنارے ٹوٹ گئے یہ پانی ادھر شے ہی آیا۔"

"کیا گونڈا اس طرف سے گزرتا ہے؟"

"لیش شر' لیش شر" سراتو نے جواب دیا اور راج دیو گہری گہری سانسیں لینے لگا پھر بولا۔

"مگر اب کیا ہو گا؟"

"میں بولتا شر کہ پانی اتر جائے گا اور ہم آگے جائے گا۔"

"چیز یہ بھی عمدہ ہے خوب تلاش کی ہم لوگوں نے۔" راؤ سکندر نے چائے کا ایک اور گھونٹ لیتے ہوئے کہا وہ اب بھی پانی کی حشر سامانیاں دیکھ رہے تھے بہنے والی چیزیں اب بھی ست روی سے آگے بہہ رہی تھیں چائے پینے کے بعد انہیں کچھ اعصابی سکون نصیب ہوا تو انہوں نے آرام کے لئے بہتر جگہ کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں لیکن یہی شاخ سب سے غنیمت تھی کیونکہ چوڑی تھی اور اس میں جگہ جگہ دوشاخے اگے ہوئے تھے اور ان دو شاخوں کی وجہ سے نیچے گرنے کا خطرہ بھی نہیں تھا ویسے نیچے گرنا بھی اس وقت موت ہی کے مترادف تھا چونکہ پانی میں جھاڑیوں میں لپٹے ہوئے لاتعداد حشرات الارض نظر آ رہے تھے جو بظاہر تو مردہ محسوس ہوتے تھے لیکن کون جانے ان میں سے کون زندہ ہے کئی سانپوں کو انہوں نے درخت پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن یہ اس وقت کی بات تھی جب پانی کا بہاؤ تیز تھا اس بات کو بہرحال ذہن میں رکھنا تھا کہ کہیں کوئی ایسا سانپ اوپر

نہ چڑھ آئے جو ان کے لئے باعث ضرر ہو..... اور یہ گفتگو کرنے کے بعد انہوں نے رائفلیں سنبھال لی تھیں بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ لیکن بہت ہلکی اور رائفلوں کو انہوں نے برساتیوں کی آڑ میں ہی رکھا تھا تاکہ کارتوس سرد نہ ہو جائیں۔

بہرحال بڑی خوفناک کیفیت تھی اور شاید اس کیفیت کو وہ مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتے اب تک انہوں نے لاتعداد جنگلوں میں شکار کھیلے تھے بہت سے ہولناک مناظر سے گزرنا پڑا تھا اور زندگی بچانے کے لئے شدید جدوجہد کرنا پڑی تھی لیکن اس سے زیادہ ہولناک منظر ان کی زندگی میں اور کوئی نہیں تھا۔

وہ جانوروں کی طرح درخت کی شاخوں سے چمٹے ہوئے تھے اور نیچے تاحد نگاہ پانی بہہ رہا تھا درخت کے تنے پر جس حد تک وہ اوپر چڑھے تھے اس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ پانی کی گہرائی کتنی ہے اور یہ گہرائی بے حد ہولناک تھی۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا بارش ایک بار پھر رک گئی تھی لیکن آسمان پر بادلوں کا بسیرا تھا اور کبھی کبھی ان کی گڑگڑاہٹ سنائی دے جاتی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ بارش پھر ہو گی سراتو کے کہنے کے مطابق اگر دریائے گونڈا کے کنارے بہہ نکلے تھے تو ان کے بہنے کا انداز جیسا طوفانی تھا اس کا جائزہ تو یہ لوگ لے ہی چکے تھے مزید بارش نے اگر ایک بار پھر دریا کو طوفانی شکل اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تو اس بات کے امکانات بھی تھے کہ یہ تناور درخت اپنی جگہ قائم نہ رہ سکے یقیناً پانی کا کوئی ریلا اسے اپنی جگہ سے اکھاڑ بھی سکتا ہے حالانکہ عام حالات میں اس درخت کو ایک مضبوط عمارت کی حیثیت دی جا سکتی تھی بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ طاقتور تھا لیکن بادل گڑگڑاتے رہے اور صرف خوفزدہ کرتے رہے اس کے بعد بارش نہیں ہوئی تھی البتہ رات تیزی سے جھکتی چلی آ رہی تھی سراتو شاید اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا ویسے اسے بھی محفوظ شاخ مل گئی تھی۔ بھوک معدے میں گڑبڑ پیدا کرنے لگی تھی اور دونوں مہم جوؤں نے بھوک دور کرنے کے لئے تیاریاں شروع کر دی تھیں پانی ابھی تک درخت کے تنے سے نیچے نہیں اترا تھا اور اندازہ ہو رہا تھا کہ ابھی اس کا زور نہیں ٹوٹا ہے خوفناک سیلاب اپنا سفر طے کر رہا ہے بہرحال اب انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا چنانچہ کھانے کی تیاریاں کی گئیں اور معدے کو تھوڑی بہت تقویت پہنچائی گئی کہ جسمانی قوتیں بحال رہیں۔ اس کے بعد مکمل خاموشی چھائی رہی وہ بات کرنے میں عار محسوس

کر رہے تھے رات کی تاریکیاں پر ہول جنگل پر مسلط ہو گئیں۔ اس وقت اسے جنگل کہنا بھی مضحکہ خیز تھا بس یوں لگتا تھا جیسے سمندر میں درخت اگ آئے ہوں یا وہ کسی وسیع و عریض جھیل میں لٹکے ہوئے ہوں۔ گو وہ دونوں مضبوط اعصاب کے مالک تھے لیکن انسان تھے اور ان واقعات سے متاثر تھے چنانچہ ان کے ذہنوں پر تھکن طاری تھی اور زیادہ باتیں کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا یہی ذہنی تھکن غنودگی میں ڈھل گئی اور غنودگی نیند میں تبدیل ہو گئی۔ چوڑی شاخوں پر عالم نیند میں وہ کیسے قائم رہے یہ سوال ناقابل جواب ہے یہ کام کسی اور کا ہے اور جس کا کام اسی کو ساجھے اس کا ایک مظاہرہ ابھی سامنے آ گیا۔ سورج چمک اٹھا تھا اور ہر شے روشن ہو گئی تھی کہ اچانک ہی سراتو کی چیخوں نے خاموش ماحول میں ہلچل مچا دی وہ نہایت بھیانک آواز میں چیخا تھا اور اس کی مسلسل چیخوں سے ہی وہ جاگ اٹھے تھے بے خیالی میں دونوں ہی نے گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کی اور ایک لمحے میں ہی خود کو سنبھال لیا ورنہ پانی میں گر پڑتے البتہ اس جھٹکے سے سنبھل کر انہوں نے سراتو کی ہولناک چیخوں کی سمت کا تعاقب کیا تو ایک عجیب منظر دیکھا سراتو اسی اوپر والی شاخ پر لمبا لمبا دراز تھا اور تقریباً ڈھائی انچ موٹا اور نہ جانے کتنا لمبا پیلے رنگ کا سانپ اس کے بدن سے لپٹا ہوا تھا۔ سانپ کے پیلے بدن پر گہرے کتھئی رنگ کے گول دھبے پڑے ہوئے تھے اور اس کا موٹا بدن شاخ اور سراتو کے بدن سے لپٹا ہوا تھا۔ سراتو کی وحشت ناک چیخیں ابھرتی رہیں اور راج دیو نے سنبھل کر رائفل اٹھا لی لیکن راؤ سکندر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا وہ عجیب سی نظروں سے سراتو کو دیکھ رہا تھا سراتو کے ہاتھ بے بسی سے جنبش کر رہے تھے اور اس کا گلا بیٹھا جا رہا تھا سانپ کے خوف سے اس پر نیم بے ہوشی سی طاری ہو گئی تھی جب کہ سانپ آہستہ آہستہ اپنے بل کھول رہا تھا راج دیو اور راؤ سکندر ساکت نگاہوں سے سانپ کی یہ کارروائی دیکھتے رہے سانپ نے اپنے کئی بل کھول دیئے اور سراتو کا بدن نیچے لٹکنے لگا تبھی ایک دم اس نے چیخ کر شاخوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور سانپ نے اپنا بقیہ جسم بھی اس کے بدن سے کھول دیا پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور ایک اور ساخ پر رینگتا ہوا بلندی کی جانب چلا گیا راج دیو نے ایک حیرت بھری گہری سانس لی تھی پھر وہ دونوں ہی سراتو کو زور زور سے آوازیں دینے لگے۔ سراتو اب بھی چیخ رہا تھا اگر وہ شاخوں کو مضبوطی سے نہ پکڑ لیتا تو یقیناً نیچے پانی میں گر پڑتا۔ اس موقع پر راؤ سکندر نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور

چوڑی شاخ سے دوسری شاخ پر اور پھر وہاں سے اس شاخ پر پہنچ گیا جس پر سراتو موجود تھا۔ اس نے سراتو کے لباس کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں جکڑا اور پھر سراتو کے رخسار پر زور زور سے تھپڑ رسید کرنے لگا۔

”ہوش میں آؤ سراتو ہوش میں آؤ ورنہ نیچے پانی میں گر پڑو گے سراتو نے وحشت بھری آنکھوں سے راؤ سکندر کو دیکھا اور پھر کھکھیائے ہوئے لہجے میں چیخا....

”شانپ‘ شانپ۔“

”سانپ کے بچے اپنے آپ کو سنبھالو ورنہ نیچے پانی میں گر پڑو گے سانپ چلا گیا راؤ سکندر نے کہا اور سراتو کی آواز رک گئی اس نے ارد گرد کے ماحول کو دیکھا اور پھر جلدی سے اپنے بدن کو شاخ پر سادھ لیا۔

”آؤ نیچے اتر آؤ بڑے مزے سے شاخ پر لیٹ کر سو گئے تھے اس سانپ کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہیں اپنے بدن کا تحفظ دیا ورنہ نیند کے عالم میں تم نیچے پہنچ جاتے۔“

بمشکل تمام سراتو راؤ سکندر کے ساتھ نیچے اتر کر اس شاخ پر پہنچا تھا جس پر راج دیو موجود تھا سانپ کی یہ کارروائی ناقابل یقین تھی اور بلاشبہ اس کی نیت پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا اس نے اپنے بدن کو سراتو کے جسم کے گرد لپیٹ کر صرف اور صرف اسے نیچے گرنے سے بچایا تھا اور اس کے جاگ جانے کے بعد اپنا فرض پورا کر کے اوپر چلا گیا تھا یہ تینوں اس واقعہ سے اس قدر متاثر تھے کہ دیر تک اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کر سکے اور خاموش بیٹھے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے سراتو تو بہت سہما ہوا تھا پھر راج دیو نے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا یہ باتیں اگر سمجھ میں آ جائیں تو قانون فطرت ہی کیوں نہ سمجھ میں آ جائے راؤ سکندر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اس کے بعد پیٹ کی جانب توجہ دی گئی پانی درخت کے تنے کے اس نشان سے جو اس کا آخری نشان تھا تقریباً چھ انچ نیچے چلا گیا تھا اور اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اب اس کے اترنے کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ دن بھی چمکدار تھا جس کی بناء پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ بارش فی الحال نہیں ہو گی درختوں کے پتوں سے شفاف نیلا آسمان جھلک رہا تھا۔ انہوں نے اس مہربان درخت کی شاخوں پر نگاہیں دوڑائیں اور پھر ایک اور ہولناک کیفیت سے دوچار ہو گئے۔ اس شاخ سے زیادہ سے زیادہ بیس گز کے فاصلے پر ایک اور موٹی شاخ بھی پھیلی ہوئی تھی جو نیچے جھک کر پانی تک پہنچ گئی تھی اور اس کا آخری سرا

پانی کو چھو رہا تھا لیکن اس شاخ پر ایک ہولناک شے نظر آئی تھی اور یہ ہولناک شے ایک بہت ہی لمبے قامت کا شیر تھا جو بلی کی طرح پنجوں کے بل شاخ پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنے جسم کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اس کی پیلی خونخوار آنکھیں ان تینوں پر جمی ہوئی تھیں اور وہ خاموشی سے بیٹھا انہیں دیکھ رہا تھا غالباً رات کے کسی حصے میں وہ پانی میں بہتا ہوا تیرتا ہوا اس شاخ تک پہنچا تھا اور اس نے شاخ پر پناہ لے لی تھی لیکن اب اس کی آنکھوں سے لگتا تھا کہ وہ بھوکا ہے اور اپنی خوراک کو تاک رہا ہے تینوں نے بیک وقت اسے دیکھا تھا اور سہم کر ساکت ہو گئے تھے ورنہ اس سے پہلے کھانے پینے کے چکر میں ان کے جسم جنبش کرتے رہے تھے۔ راج دیو نے آہستہ آہستہ رائفل سنبھالی اور غیر محسوس انداز میں اس کا جائزہ لینے لگا تاکہ شیر کو اپنا نشانہ بنا لے لیکن راؤ سکندر کو نجانے کیا سوجھی کہ اس نے راج دیو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا اور سرد لہجے میں بولا۔

”نہیں راج دیو ہم اس پر فائر نہیں کریں گے۔“

”کک کیوں اس کی آنکھوں کو دیکھ رہے ہو وہ ہماری گھات میں ہے۔“

”نہیں تم نے شاید اس پر غور نہیں کیا اس وقت اس کی آنکھوں میں کوئی ضرر رساں کیفیت نہیں ہے بلکہ وہ زبان حال سے ہمیں سمجھا رہا ہے کہ نہ وہ ہمارے لئے خطرناک ہے اور نہ ہمیں اس کے لئے خطرہ بننا چاہئے۔“

”تم جذباتی گفتگو کر رہے ہو سکندر۔“

”نہیں راج دیو غور کرو اس سانپ پر جس نے سراتو کے بدن کو پانی میں گرنے سے بچایا تھا ایک عجیب سی کیفیت سامنے آئی ہے زندہ رہے تو اس کیفیت کو رقم کریں گے۔ اس وقت یوں لگتا ہے جیسے اس آفت زدہ علاقے میں سب جاندار ایک دوسرے کے ہمدرد ہو گئے ہوں ہمارے جاگتے وقت شیر اس شاخ پر نہیں آیا اور اگر رات کو پہنچا ہے تو یہ ہماری بو سے ناآشنا نہ ہو گا یہ صرف پناہ گزیں ہے اور اس پر گولی چلانا شان مردانگی نہیں ہے۔ اس نے جانور ہو کر انسانیت کا ثبوت دیا ہے تو ہم انسان ہو کر درندگی کا ثبوت کیسے دے سکتے ہیں تاہم اس کی طرف سے مستعد رہو اگر اس کے اندر وحشت پاؤ تو پھر ہم بھی وحشت خیزی میں اس سے کم نہ ہوں گے۔“

راج دیو رک گیا اس نے رائفل آہستہ سے اپنے زانو پر رکھ لی لیکن بڑا عجیب سا

ماحول بن گیا تھا اور شیر پر نگاہیں جمائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور شیر خاموشی سے انہیں دیکھ رہا تھا دونوں ہی اپنے اپنے طور پر مستعد تھے وقت نجانے کس طرح گزر رہا تھا۔ سراتو بھی بالکل خاموش تھا نجانے کیوں انہیں یہ احساس تھا کہ اگر ان کے جسموں کو جنبش ہوئی تو پھر کچھ شروع ہو جائے گا۔ پانی آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا اور دن گزرتا جا رہا تھا۔ آسمان پر دوبارہ بادل نہیں چھائے تھے نجانے وقت انہیں یہ کہانی سنا کر ان سے کیا کہنا چاہتا تھا۔ وقت کی کہانی سورج کے ساتھ سفر کرتی رہی اور ان کی شکاری زندگی میں ایک ایسے ناقابل فراموش باب کا اضافہ ہوا تھا جسے واقعی کبھی نہیں بھلایا جا سکتا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی شیر نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی اور شاید اب وہ مطمئن بھی ہو گیا تھا کہ اس کے سامنے اس جیسے ہی موجود ہیں اور اعلیٰ ظرفوں کو اعلیٰ ظرفوں سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ پانی کی سطح اب تناور درخت کی جڑ تک پہنچ گئی تھی لیکن ابھی کافی پانی باقی تھا۔ رات آہستہ آہستہ گزرنے لگی نیند کا کسی کی آنکھوں میں شائبہ نہیں تھا ان کے سامنے ایک وحشی درندہ موجود تھا اس سے پہلے اس درندے کو انہوں نے جنگل میں مختلف اشکال میں دیکھا تھا اور دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہوتے تھے لیکن آج معاملہ کچھ الٹا ہی ہو گیا تھا پھر اس وقت چاند پوری آب و تاب سے نکل آیا تھا اور درختوں کے پتوں سے روشنی چھن چھن کر زمین تک پہنچ رہی تھی کہ دفعتہ انہوں نے شیر کے جسم میں جنبش دیکھی اور راج دیو نے آہستہ سے رائفل گود سے اٹھالی۔ شیر درخت کی شاخ پر دو چار قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد اس نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ ساتھ ہی اس کی گرج بھی ابھری تھی۔ ان کی نگاہیں شیر پر جمی رہیں۔ شیر پانی سے بچتا ہوا چھلانگیں لگاتا دور چلا جا رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

راج دیو نے گہری سانس لے کر رائفل گود میں رکھ لی تھی اور اس کے بعد اس نے درخت کی شاخ سے پشت ٹکا دی۔ شیر کی اس کارروائی نے یہ بھی بتا دیا کہ اب پانی کا خطرہ نہیں ہے کیونکہ حیوانی حسیات اس سلسلے میں انسانوں سے زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ یہ رات پرسکون گزری تھی لیکن انہوں نے رات میں درخت سے نیچے قدم نہیں رکھا تھا۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی سراتو نے سب سے پہلے نیچے چھلانگ لگائی تھی اور پھر خوشی سے چیخا تھا۔

”شر، شر نیچے اتر آیئے پانی فش ہو چکا ہے۔“ دونوں مسکراتے ہوئے نیچے آ گئے۔

"درخت کی طرف رخ کر کے اس سانپ کا شکریہ تو ادا کر دو سراتو جس نے تمہاری جان بچائی تھی۔"

"لیش شریش شروہ ہو گیا میں اش کو تھینک یو کر لیا۔" سراتو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر اپنا بیگ شانوں پر کسنے لگا سکندر اور راج دیو بھی نیچے آ گئے وہ ہولناک وقت نکل گیا تھا جس نے انہیں زندگی سے دور کر کے موت کے قریب کر دیا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ اس علاقے کی مٹی میں یہ خوبی تھی کہ اس زبردست پانی کے باوجود اس میں کیچڑ نہیں پیدا ہوئی تھی لیکن جنگل میں جو ہولناک مناظر بکھرے ہوئے تھے وہ دل لرزا رہے تھے چند ہی قدم چلے تھے کہ انہوں نے طوفان کی ہولناک تباہ کاریوں کا نظارہ کیا جو درخت جڑوں سے اکھڑ کر پانی کے ریلے کے ساتھ بہہ گئے تھے ان کی جڑوں کی جگہ گہرے گڑھے ہو گئے تھے اور ان میں پانی بھرا ہوا تھا جھاڑ جھنکاڑ ٹوٹے درختوں کی شاخوں نے بعض جگہ راستے بالکل بند کر دیئے تھے اور ان پر سے بڑی مشکل سے گزرا جا سکتا تھا پھر سب سے زیادہ ہولناک شے ان میں پھنسی ہوئی جانوروں کی لاشیں تھیں نیل گائے' بارہ سنگھے' ہرن' چرخ' تیندوے اور بعض جگہ شیر بھی۔ سب اس آفت کا شکار ہوئے تھے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے راؤ سکندر نے اداس لہجے میں کہا۔

"بڑی ہولناک طغیانی تھی خدا نے ہمیں خصوصی طور پر اس درخت کا سہارا عطا فرمایا تھا ورنہ ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوتا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہم پانی کے ساتھ نہیں دوڑ سکتے تھے آخر کہاں تک جاتے۔"

"ویسے اب سفر کی رفتار تیز کرنی ہو گی یہ ضروری ہے ورنہ یہ لاشیں سڑنے لگیں گی اور تعفن کے ساتھ جراثیم پیدا ہو جائیں گے راج دیو نے راؤ کی اس بات سے اتفاق کیا تھا اب یہ ان کی دلیری تھی کہ ان حالات کا شکار ہونے کے باوجود انہوں نے واپسی کے لئے نہیں سوچا تھا جبکہ آگے ہی کا رخ اختیار کیا تھا رفتار تیز کر دی گئی اور راستے کی مشکلات کے باوجود شام ہونے تک وہ کافی دور نکل آئے تھے اب رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور ان خطرناک راستوں پر سفر جاری رکھنا ممکن نہ تھا لیکن یہ رات خوشگوار نہیں تھی دن بھر تیز دھوپ پڑی تھی اس لئے اطراف میں بکھری لاشیں سڑنے لگی تھیں اور ان میں ہلکا ہلکا تعفن شروع ہو گیا تھا جو صبح ہونے تک اور بڑھ گیا چنانچہ جونہی کچھ اجالا ہوا انہوں نے فوراً سفر

دوبارہ شروع کر دیا جس کی تیاری پہلے ہی کر لی گئی تھی اور اب یہ سفر دوڑنے کے سے انداز کا تھا سراتو ہر حالت میں تعاون کرتا تھا سب سے آگے وہی دوڑ رہا تھا حالانکہ وہ اسے کئی بار اس تیز رفتاری سے چلنے سے منع کر چکے تھے کہ کہیں کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ پھر اس وقت گھڑیاں دوپہر کا ایک بجا رہی تھیں جب انہوں نے اچانک محسوس کیا کہ اس طرف تباہ کاری کے آثار نہیں ہیں خشک زمین شروع ہو گئی تھی اور جنگل بھی بہتر حالت میں تھا یہاں وہ چند لمحات کے لئے رک گئے تھے۔ راؤ اور دیو دونوں ہی صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے راؤ نے کہا۔

"تم نے صورت حال کا جائزہ لیا راج؟"

"ہاں اندازہ ہوتا ہے کہ دریا کا رخ بائیں سمت ہے اور دائیں سمت کے علاقے اس کی زد میں نہیں آئے اس سیلاب کا آغاز بائیں سمت سے ہی ہوا ہے۔"

"یہ علاقہ زد میں نہیں آیا۔"

"میرے خیال میں ہمیں سیدھے ہی بڑھنا چاہئے شام تک کافی دور نکل جائیں گے اس فیصلے کے بعد وہ آگے بڑھ گئے تقریباً پینتالیس منٹ سفر کرنے کے بعد اچانک درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا درختوں کے دوسری طرف چٹانی سرزمین تھی ناہموار اور خشک' ماحول پر کچھ پیلاہٹ سی سوار تھی اور اس کی وجہ بھی معلوم ہو گئی چٹانیں اور زمین بالکل پیلی تھیں لیکن اس زردی میں اور جو کچھ نظر آیا وہ لرزہ خیز تھا۔

وسیع و عریض چٹانی میدانوں میں ہر طرح کے جانوروں کے غول کے غول نظر آ رہے تھے ننھے معصوم جانور ساکت ایک دوسرے میں سر جھکائے کھڑے تھے ان میں چیتل' سانبھر' بھورے ہرن وغیرہ تھے ان کی اطراف میں کہیں کہیں چیتے اور شیر بھی نظر آ جاتے تھے ہاتھیوں کا ایک غول خاندانوں کی شکل میں نظر آیا۔ عجیب منظر تھا بے حد عبرتناک یہ سب کچھ سیلاب کے پناہ گزیں تھے اور سیلاب آتے ہوئے انہیں بچ کر ادھر بھاگ آنے کا موقع مل گیا تھا زندگی سب کو عزیز تھی چنانچہ سب ہی دوڑ پڑے تھے اور موت کے اس مرحلے سے نکلنے کے بعد ایک بار پھر طاقت کا قانون لاگو ہو گیا تھا جب یہ کمزور جانور وحشی جانوروں کے رحم و کرم پر تھے اور وحشی جانور تھرائے تھرائے پھر رہے تھے جنگل کا خوف معصوم جانوروں کو واپس جانے سے روک رہا تھا اور ادھر بھی موت سامنے نظر آ رہی تھی چنانچہ وہ

اپنی نسلوں کے ساتھ ایک دوسرے میں گھسے سرنیہوڑائے کھڑے تھے رہے وحشی درندے تو
اس وقت انہوں نے برتری کا اظہار ترک کر دیا تھا اور ایک دوسرے سے تعاون کر رہے تھے
جنگل میں واپس جانا ضروری بھی کیا تھا خوراک کے ذخائر تو یہاں خود ہی جمع ہو گئے تھے نتیجے
میں چند ادھ کھائی لاشیں بالکل سامنے ہی نظر آ رہی تھیں۔

اس عبرتناک منظر نے انہیں گھائل کر دیا اور وہ سکوت کے عالم میں اسے پتھرائی نظروں
سے دیکھتے رہے۔ ان کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی زبان حال سب کچھ کہہ رہی تھی
خاموشی کے اس طلسم کو سراتو نے توڑ دیا۔

"شر اس طرف جانا ڈینجر ہے۔" اور وہ چونک پڑے راؤ سکندر نے گہری سانس لے کر
راج دیو کو دیکھا۔

"اس قانون کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ راج دیو بولا۔

"یہ راز خدا ہی جانتا ہے۔"

"کیا یہ قانون فطرت کے ہر گوشے میں رائج نہیں ہے۔"

"آؤ اس طرف جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہمیں درختوں کے درمیان ہی سفر کرنا
ہو گا۔" راؤ سکندر نے دیو کے اس سوال کو ٹال دیا اور پھر دائیں سمت مڑ گیا۔

"اس طرف بھی نہیں۔" راج دیو بولا اور سکندر رک گیا۔

"کیوں؟"

"دریائے گونڈا بائیں سمت ہے۔"

"تو پھر۔" سکندر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"تم ذہنی طور پر کچھ الجھے ہوئے ہو سکندر خود کو سنبھالو۔" دائیں سمت کے جنگل
سیلاب سے پاک ہیں متاثرہ علاقے کے سارے جانور اس طرف جمع ہوں گے اور اس وقت
جھنجلائے ہوئے ہوں گے۔"

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" سکندر نے اعتراف کیا اور انہوں نے درختوں کے اختتامی سلسلے
کے کنارے کنارے سفر شروع کر دیا ایک عجیب سی اداسی ان پر طاری ہو گئی تھی کمزور
جانوروں کی بے بسی نے انہیں بے حد مضمحل کر دیا تھا وہ بے چارے موت سے بچنے کے
لئے موت کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے اب ان کے لئے کونسا راستہ ہے۔

جنگل میں کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے رات ہو گئی عجیب سفر تھا جس میں انہیں
پرندوں تک کی آواز نہیں سنائی دی تھی جنگل پر ایک بھیانک سناٹا مسلط تھا اور اس سناٹے
سے سخت وحشت ہو رہی تھی رات کو ضروریات سے فارغ ہو کر دونوں باتیں کرنے لگے
سکندر نے کہا۔

"میدانی سلسلہ نہ جانے کتنا طویل ہے کیا سارے میدان ان سے بھرے ہوں گے۔"

"کل دن کی روشنی میں ہم ایک بار پھر کناروں کی طرف سفر کریں گے۔"

"جنگل کی وسعت کے بارے میں کیا اندازہ ہوا ہے؟"

"سوبارا گونڈا کے بارے میں جو کچھ سنا ہے اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہم ابھی اس
کے سرے پر ہی ہیں اس کی داستانوں میں تو بہت کچھ ہے۔"

"لیکن تمہارا کیا خیال ہے اگر ہم ان داستانوں کی تلاش میں سرگرداں ہوئے تو ہمیں
کتنا وقت لگ جائے گا۔" راؤ سکندر کے اس سوال پر راج دیو نے چونک کر اسے دیکھا اور
پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ کہنے لگا....

"تم پہلے اس قدر جذباتی نہیں تھے راؤ' میرا خیال ہے تم پر میدانی مناظر دیکھنے کے بعد
بالکل ہی غیر متوقع کیفیت طاری ہوئی ہے واپس چلنا چاہتے ہو....؟"

"نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ہمیں زیادہ وقت تو نہیں ہوا ہے لیکن تمہارا یہ کہنا
درست ہے کہ مجھ پر ایک کہولت سی سوار ہو گئی ہے اور ذہن عجیب سی پراگندگی کا شکار ہو
گیا ہے میرا خیال ہے یوں کرتے ہیں کہ ان جنگلوں سے نکل کر ہم چند روز مکمل طور سے
آرام کریں گے اور ایک چھوٹا کیمپ کسی مناسب جگہ لگا لیں گے پھر اپنے لئے کچھ تفریحات
بھی تلاش کریں گے اس سیلاب نے تو سارے منصوبے خراب کر دیئے چنانچہ کچھ اپنے لئے
بھی کریں گے پھر آگے کے بارے میں فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

"مجھے تم سے اتفاق ہے۔" راج دیو نے کہا اور اس کے بعد دونوں خاموش ہو گئے۔

سراتو ان سب میں بہتر تھا کہ اسے کسی چیز کی فکر ہی نہیں تھی چنانچہ لمبی تان کر سو گیا تھا
کیونکہ اب تو جنگلی درندوں کا خوف بھی نہیں تھا کوئی بھولا بھٹکا ہی ادھر آ نکلے تو دوسری
بات ہے ورنہ یہ جنگل تو بالکل ہی خالی ہو چکے تھے۔

دوسری صبح سورج کی روشنی نے انہیں گدگدایا تو انہیں احساس ہوا کہ رات کی نیند

بہت گہری تھی جاگے اور معمولات سے فراغت کے بعد پروگرام کے مطابق انہوں نے جنگلوں کے سروں کو ٹٹولنے کا فیصلہ کیا اور ایک بار پھر رخ تبدیل کر لیا گیا۔ درختوں کا سلسلہ تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد ختم ہو گیا تھا اور وہی سیاہی مائل چٹانیں کھلے میدانوں میں بکھری نظر آ رہی تھیں جن کے درمیان زمین کچھ بھربھری سی تھی البتہ اس طرف انہوں نے جانوروں کو نہیں دیکھا تھا غالباً وہ سلسلہ یہاں تک نہیں پہنچ پایا تھا چنانچہ ہمت کر کے وہ کھلے میدان میں نکل آئے۔ دھوپ خاصی تیز تھی لیکن چونکہ اتنے دن تک نمی میں اور اندھیروں میں سفر کرتے رہے تھے اس لئے یہ چمکدار دھوپ انہیں بہت اچھی لگی اور پھر کوئی خطرہ ہی سامنے نہیں آیا تھا بلکہ میدانوں کی زندگی معمول کے مطابق تھی اور پتھروں میں پائے جانے والے حشرات الارض جگہ جگہ نظر آ جاتے تھے.... خاص قسم کی زہریلی جھاڑیاں جن میں تھوہر' ناگ پھنی اور ایسی ہی چیزیں شامل تھیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں اور ان پر بھی پیلاہٹ چڑھی ہوئی تھی بھربھری مٹی کو انہوں نے ہاتھ میں اٹھا کر دیکھا تو انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا ایسی مٹی عام طور سے نظر نہیں آتی تھی۔ اس میں ایک عجیب سی چکناہٹ پائی جاتی تھی بہرطور یہاں کچھ سکون سا محسوس ہو رہا تھا وہ اس مٹی پر غور کرتے رہے لیکن اس کی چکنائی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکے اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے نظرانداز کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔

سورج سر سے گزرتا رہا اور پھر سراتو نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا ..... "شرشرگونڈا۔"

بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر انہوں نے کچھ آبی پرندے دیکھے جو مخصوص پرواز کر رہے تھے تب وہ لوگ سمجھے کہ سراتو دریائے گونڈا کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ انہوں نے بے اختیارانہ انداز میں ہی دریا کی طرف رخ کیا تھا حالانکہ یہی ہولناک دریا تھا جس کی تباہ کاری نے انہیں لرزا دیا تھا۔ دریا کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچے تو حیران رہ گئے اسے دریا نہیں کہا جا سکتا یہ تو کوئی چھوٹی ندی معلوم ہوتی تھی جو بے حد شفاف تھی اور اس کے کنارے سرسبز تھے۔ سراتو بھی اسے دیکھ کر حیران ہو گیا۔

"یہ گونڈا نہیں ہے شر۔"

"جو کچھ بھی ہے یہاں قیام بہتر رہے گا۔" راؤ سکندر نے کہا اور دریا کے کنارے ایک عمدہ جگہ تلاش کر لی گئی یہاں سے دریا کا نظارہ بے حد خوبصورت تھا آبی پرندوں کی ڈاریں پرواز کر رہی تھیں غول کے غول کنارے اتر جاتے اور ذرا سی آہٹ پر پھرا مار کر اڑ جاتے ان کی بھانت بھانت کی آوازیں کانوں کو خوشگوار لگ رہی تھیں شاید اس لئے کہ وہ زندگی کی بدترین بے قدری دیکھ چکے تھے کئی دن کے بعد آگ جلا کر چائے بنائی گئی اور پھر شفاف پانی میں خوب کلیلیں کی گئیں۔ سارا دن خوشگوار گزرا تھا اور ذہن سے اداسی ڈھل گئی تھی پھر رات ہو گئی اور وہ آرام کرنے لگے اس دوران بہت سی باتیں بھی ہوئی تھیں پھر چاند نکل آیا اور چاندنی نے دریا کو روشنی سے رنگ دیا۔ راؤ سکندر کو نیند نہیں آ رہی تھی چنانچہ راج دیو کے مشورے پر ایک بار پھر چائے بنائی گئی اور خوشگوار نم ماحول میں چائے کا لطف بڑھ گیا وہ دریا کی طرف دیکھ رہے تھے دفعتہ سکندر نے کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"راج ادھر دیکھو نگاہ کا دھوکہ ہے یا" راج دیو سکندر کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا چاندنی کے سائے مین دریا کے شفاف بہاؤ پر کچھ سیاہی نظر آ رہی تھی جو آہستہ آہستہ اس طرف بڑھ رہی تھی۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ کوئی دریائی جانور نہیں ہے۔ راج دیو نے کہا....

سکندر نے اپنی چائے حلق میں انڈیل لی اوز اٹھ کر کنارے کی طرف چل پڑا راج بھی اس کا پیچھا کرتا وہاں آ گیا تھا وہ اس شے کے قریب آنے کا انتظار کرتے رہے روشنی خوب پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں کافی فاصلے سے ہی انہوں نے اس چوڑی سی کشتی نما چیز کو دیکھ لیا جو بے حد عجیب تھی گھاس پھونس کا بنا ہوا ایک تختہ جس پر کوئی انسانی جسم نظر آ رہا تھا یہ جسم اس تختے پر دراز تھا اس کے قریب ہی کوئی شے ہل رہی تھی۔

"راج تم رسی لے آؤ ہم اسے کنارے پر لائیں گے۔" سکندر بولا۔

"مگر یہ ہے کیا؟"

"اللہ جانے میں پانی میں جا رہا ہوں تم رسی پھینک دینا میں اس میں باندھ دوں گا۔" سکندر نے کہا۔

اور راج تیزی سے سامان کی طرف دوڑ گیا سکندر پانی میں کود گیا تختہ سست رفتاری سے بہتا ہوا قریب آتا جا رہا تھا۔

سکندر نے حیران نگاہوں سے دیکھا انسانی جسم کسی نوجوان عورت کا تھا اور روشنی میں اس طرح چمک رہا تھا جیسے اس پر روغن مل دیا گیا ہو اوپری حصے پر کسی خاص لکڑی سے تراشے ہوئے ٹکڑوں کو پرو کر پھیلا دیا گیا تھا جس سے اس کی بدن پوشی ہوگئی تھی بدن کے کچھ حصوں پر رنگین مٹی سے نقش و نگار بنے ہوئے تھے گردن میں ایک سنہرا سانپ لپٹا ہوا تھا جو روشنی میں کندن کی طرح دمک رہا تھا سر کے سیاہ لمبے بال پتلی پتلی چوٹیوں کی شکل میں گوندھ کر لکڑی کی کیلوں کے ذریعہ اس تختے میں ٹھونک دیئے گئے تھے اس کے نقوش بڑے سحر انگیز تھے چہرہ پر سکون اور آنکھیں بند تھیں لیکن اس تختے پر وہ تنہا نہ تھی ایک اور جاندار کا وجود اس پر موجود تھا وہ ایک تقریباً چھ ماہ کی بچی تھی جو عورت کی بغل میں لیٹی ہوئی تھی اس کی گردن سے لے کر گھٹنوں تک گھاس باندھ کر اس کا بدن ڈھک دیا گیا تھا بچی جاگ رہی تھی اور اس کے حلق سے معصوم آوازیں نکل رہی تھیں۔ چاندنی رات میں یہ پراسرار منظر بڑا سحر انگیز تھا۔

راؤ سکندر کا ذہن کسی انجانے اسرار میں جکڑتا جا رہا تھا کہ کنارے سے راج دیو کی آواز نے اسے چونکا دیا....!

راج دیو دوبارہ رسی پھینک چکا تھا لیکن راؤ سکندر اس سحر انگیز منظر میں گم تھا۔ تب راج دیو نے اسے پکارا۔

"سکندر' کیا کر رہے ہو رسی کیوں نہیں پکڑتے۔"

تب سکندر چونکا اور اس نے راج دیو کی طرف دیکھا۔ راج دیو نے تیسری بار رسی پھینکی تو اس نے اس کا سرا پکڑ لیا۔ پھر اس سرے کو اس تختے سے باندھ دیا راج دیو اشارہ پا کر رسی کھینچنے لگا تھا سکندر نے بھی تختے کو سہارا دیا۔ اسے کنارے تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ راج نے اسے خشکی پر گھسیٹ لیا۔ پھر قریب سے یہ سب کچھ دیکھ کر راج دیو کے ہونٹ بھی سکڑ گئے تھے۔

"مائی گاڈ' یہ سب کیا ہے؟"

"خدا جانے۔"

"بچی جاگ رہی ہے۔" راج دیو بولا اور اسی وقت سکندر چونک کر بچی کو دیکھنے لگا اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ بچی بھوکی ہے لیکن اس احساس کی وجہ کیا تھی۔ سکندر کو اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوا حالانکہ وہ بچوں کی نفسیات اور ان کے انداز سے بالکل ناواقف تھا۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"وہ بھوکی ہے۔"

"ایں۔ ہاں لگتا ہے۔ اب کیا کریں پتہ نہیں یہ سب کیا ہے کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔"

"کیسی گڑبڑ۔"

"اس کا تو مجھے اندازہ نہیں ہے۔ آؤ اسے تھوڑا سا اوپر کھینچ لیں۔" تختے کو ندی کے کنارے سے دور کھینچ لیا گیا۔ وہ دونوں سخت حیران تھے۔ ایک بار پھر سکندر کے بدن میں

جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے ننھی سی بچی کے انداز میں جھنجلاہٹ پیدا ہوئی ہو اور اس نے کہا ہو۔ "تم سمجھتے کیوں نہیں میں بھوکی ہوں۔"

"راج دیو پہلے اس بچی کے لئے خوراک کا بندوبست کرو۔"

"مگر کیا؟"

"ہمارے پاس چائے بنانے کے لئے خشک دودھ موجود ہے اس ننھی منی بچی کو دودھ کے علاوہ اور کیا دیا جا سکتا ہے۔"

"ہاں دودھ' میں انتظام کرتا ہوں۔" راج دیو نے کہا اور سکندر نے جھک کر بچی کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس ننھے سے وجود کا لمس بے حد عجیب تھا۔ راج دیو اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور سکندر بچی کو غور سے دیکھنے لگا۔ بڑے سبک اور پرکشش نقوش تھے۔ خاص طور سے اس کی آنکھیں ایک انوکھی کشش کی حامل تھیں۔ بولتی ہوئی حسین آنکھیں سیاہ آنکھیں۔ راج دیو نے دودھ تیار کر لیا۔ دونوں ہی اناڑی تھے طرح طرح سے بچی کو دودھ پلانے کی کوششیں کی جانے لگیں اور کسی نہ کسی طرح وہ تھوڑا بہت دودھ اس کے حلق سے اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ بچی نے پرسکون ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"راؤ آخر یہ سب کیا ہے۔"

"میں کیا بتاؤں دیو' یہ عورت کتنی عجیب ہے اوہ کیا تم نے محسوس کیا اس میں سانسوں کی آمد و رفت نہیں محسوس ہوتی۔" راج دیو نے کوئی جواب نہیں دیا وہ کسی قدر خوفزدہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس نے گردن گھما کر سراتو کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کیا میں اسے جگاؤں۔ ہو سکتا ہے یہ کچھ روشنی ڈال سکے۔"

"ابھی رہنے دو خواہ مخواہ شرشر کر کے دماغ کھا جائے گا۔ بچی کو یہاں لٹا دوں۔"

"ایک منٹ' میں ذرا ان محترمہ کے لئے بستر کا انتظام کر دوں۔" راج دیو نے تھوڑے سے کپڑے اکٹھے کر کے ایک بستر سا بنا دیا اور سکندر نے بچی کو اس پر لٹا دیا۔ وہ پرسکون اندز میں سو رہی تھی۔

تب دونوں اس تختے کے پاس بیٹھ گئے۔ سکندر نے ہمت کر کے سوتی ہوئی خوبصورت عورت کے بدن کو چھو کر دیکھا اور پھر اسی طرح ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ جیسے ہاتھ کو جھٹکا لگا ہو۔ اس کے حلق سے متحیر سی آواز نکلی۔

"میرے خدا اس کا بدن تو برف کی طرح سرد اور سخت ہے۔"

"لاش۔" راج دیو نے سرسراتے لہجے کہا۔

"انوکھی لاش۔ سرد اور پتھرائی ہوئی۔ اس کے بدن پر سنگ مرمر کی طرح چکناہٹ اور سختی ہے۔" سکندر بولا اور اس کے بعد دونوں خاموش ہو گئے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ یہ خاموشی دیر تک طاری رہی تھی اور وہ دونوں تختے پر لیٹی ہوئی عورت کو تکتے رہے تھے۔ پھر راج دیو نے کہا۔

"تم نے قدیم مصر میں طریقہ حنوط کے بارے میں سنا ہے کیا یہ لاش حنوط کی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔"

"اوہ بالکل ایسا ہی احساس میرے ذہن میں چبھ رہا تھا لیکن میں؟ ویسے اس علاقے کی پراسرار کہانیاں مجھے یاد آ رہی ہیں ممکن ہے یہ کسی قبیلہ کا کوئی چکر ہو۔"

"مگر بچی زندہ ہے۔"

"یہی سب سے بڑی پریشانی ہے ہم یہ سب کچھ چھوڑ کر آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن ایک زندہ وجود کو تو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر رہے تھے اور وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ سب سے مزے میں سراتو تھا جو ان سارے جھگڑوں سے بے نیاز مزے کی نیند سو رہا تھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ بچی اس دوران گہری نیند سوتی رہی تھی پھر سراتو جاگ اٹھا اس نے ان دونوں کو عجیب سے انداز میں بیٹھے دیکھا اور سر کھجانے لگا اور اس کی نگاہ بچی پر پڑی اور وہ اچھل پڑا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا منظر دیکھا اور اس کے منہ سے نکلا۔

" عکشو بورشیا۔" یہ الفاظ حیرت کا اظہار کرتے تھے دونوں اس کا جائزہ لے رہے تھے غالباً اندازہ لگا رہے تھے کہ سراتو اس صورت حال سے کوئی واقفیت رکھتا ہے' لیکن۔

پھر سراتو بولا۔ "شر۔ میرے کو غلط فہمی ہوئی۔ میں بولا شاب کا فیلی ادھر آ گیا۔ مگر بوروشا۔ نوروشا۔ یہ سب عجیب ہے؟"

"کون ہے یہ۔" راؤ سکندر نے پوچھا اور سراتو منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"میرے کو نہیں جانتا شر۔ میں بالکل نہیں جانتا۔"

"یہ لاش، اسی شکل میں اس ندی میں بہہ رہی تھی یہ بچی بھی اس پر لیٹی ہوئی تھی تمہارے خیال میں یہ کہاں سے آ سکتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا سر، بٹ یہ میجک لگتا ہے مانا بشروتا۔"

سراتو تختے کے قریب اکڑوں بیٹھ گیا اور دیر تک اس پر رکھی ہوئی لاش کو گھورتا رہا۔

"میں نہیں جانتا سر، بالکل نہیں جانتا۔"

"راج دیو میرے خیال میں اب ہم آگے کا سفر ملتوی کر دیں۔ اس بچی کو نہ تو چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ اسے ساتھ لے کر آگے سفر کیا جا سکتا ہے چنانچہ ہمیں یہاں سے واپس جانا پڑے گا۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا مگر اس لاش کا کیا کرو گے؟"

"کیا کیا جا سکتا ہے اسے اسی طرح پانی میں ڈال دو۔"

"اوہ۔" راج دیو عجیب سے لہجے میں بولا اور راؤ اس کا چہرہ دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کیا کسی پراسرار لاش کو تم اپنے عجائب گھر میں جگہ دینا چاہتے ہو۔"

"اس بچی کو کہاں رکھو گے؟" راج دیو نے پوچھا۔

"کہیں بھی اسے کسی سرکاری ادارے کے سپرد کیا جا سکتا ہے خود بھی اس کی پرورش کی جا سکتی ہے لیکن لاش....."

"اس کے بارے میں معلومات حاصل کئے بغیر اسے دریا برد کر دینا بھی تو مناسب نہیں ہے اور اس بچی کی زندگی ہمیشہ تاریک رہے گی۔ ہم یوں کرتے ہیں کہ اس لاش کو بھی ساتھ لئے چلتے ہیں میں اس کے بارے میں اپنے ذرائع سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا کچھ معلوم نہ ہو سکا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اسے ٹھکانے لگا دوں گا۔"

"جیسا تم پسند کرو۔" راؤ سکندر نے راج دیو سے کہا۔ اور یہ بات طے ہو گئی۔ اس کے بعد وہ اس لاش کو لے جانے کے طریق کار طے کرنے لگے۔ یہاں کوئی بندوبست تو ممکن نہیں تھا چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک سٹریچر جیسا بنا لیا جائے جس کے لئے یہی تختہ اور بانس استعمال کئے جائیں اس کے لئے لاش کو تختے سے اتارنا ضروری تھا۔ گندھی ہوئی باریک باریک چوٹیوں میں سے لکڑی کی کیلیں نکالی گئیں۔ بندھے ہوئے پاؤں بھی کھولے گئے اور پھر بہ آہستگی اس لاش کو تختے سے نیچے اتار کر رکھ لیا گیا۔ اس وقت سانپ کی شکل کے اس

سنہرے زیور کو دیکھا جس کے بارے میں اندازہ ہو گیا کہ وہ خالص سونے کا ہے۔ اس کے علاوہ لاش کی کمر کے نیچے سے کسی جانور کی صاف کی ہوئی ایک پوری کھال بھی برآمد ہوئی تھی جس پر انتہائی پکے رنگوں سے کچھ تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ تین کوہان کے نیچے سبز رنگ بکھرا ہوا تھا ایک طرف کچھ جانور دکھائے گئے تھے پھر تھوڑا سا پس منظر تھا جس میں کچھ نشاندہی کی گئی تھی۔

"اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"میری عقل ان ساعتوں میں ساتھ نہیں دے رہی۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"مگر میرا دعویٰ ہے کہ اس میں کسی خاص جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" راؤ سکندر نے کہا۔ سراتو کو اس کا کام سمجھا دیا گیا تھا اور وہ اپنے لمبے چاقو کی مدد سے اس کام میں مصروف تھا بچی بے مثال تھی۔ اس دوران بھی ایک بار پھر جاگی تھی اور اسے پھر دودھ پلا دیا گیا تھا جس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

سراتو نے اسٹریچر تیار کر لیا اور لاش کو احتیاط سے اس پر لٹا کر ہلکا سانس دیا گیا اس کے علاوہ گھاس کے ذریعے اوپر سے ڈھک بھی دیا گیا تھا۔ پھر سراتو اور راج دیو نے اسٹریچر سنبھال لیا اور وہ اس جگہ سے واپس چل پڑے۔ لاش کا تمام سامان اس کے ساتھ ہی رکھ لیا گیا تھا۔

واپسی کا یہ سفر بڑا تھکا دینے والا تھا اب تک جس پامردی سے وہ آگے بڑھتے رہے تھے اور پیش آنے والے خطرات کو صرف اس تصور کے تحت برداشت کرتے رہے تھے کہ بالآخر وہ جنگلوں کا راز پا لیں گے۔ اب وہ جذبہ قائم نہ رہ سکا تھا۔ راؤ سکندر نے بچی کو شانے سے لگا رکھا تھا اور وہ اب بھی اس لمس کے سحر کا شکار تھا بچی کے لئے دل میں انوکھا پیار کا جذبہ ابھرتا تھا۔

واپسی کے سفر کا پہلا دن گزر گیا۔ سورج چھپ گیا تھا انہوں نے قیام کے لئے ایک جگہ منتخب کر لی تھی اور اب وہاں اپنی ضروریات میں مصروف تھے۔ سراتو کھانے کا بندوبست کر رہا تھا۔ راج دیو زمین پر چت پڑا تھا اور راؤ سکندر بچی کو گود میں لئے بیٹھا تھا۔ راج دیو کی نگاہ اس پر پڑی تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیوں؟" سکندر بولا۔

"تم اس وقت بہت مضحکہ خیز لگ رہے ہو۔ شیروں اور ہاتھیوں کا شکاری ایک فکرمند

ماں کی شکل میں، واہ!"

"انسان کے دل میں انسان کے لئے اتنا پیار نہ پیدا کیا جاتا دیو تو یہ دنیا کبھی کی ختم ہو گئی ہوتی اور پھر بچے۔ بے بس، معصوم لیکن بے حد طاقتور ان کا انسان کی ذات سے ایک انوکھا رشتہ ہوتا ہے اور اس کے لئے کسی خون کے رشتے کی قید نہیں ہوتی۔

"تب میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں تم ایک بچی کے باپ بن گئے۔"

"شاید اسے میں ہی پال لوں۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"پوری زندگی کے لئے سفر کی یادگار رہے گی"

"ہاں ایک انوکھی یادگار۔"

"لاش کے پاس کچھ انوکھی چیزیں ہیں۔ سنہرا سانپ وہ عجیب نقشہ۔ یار کیا وہ کسی خزانہ کا نقشہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"میں اس پر کام ضرور کروں گا بلکہ میں نے تو ایک اور بات بھی سوچی ہے۔"

"کیا؟"

"مصر کے اہرام سے برآمد ہونے والی ممیاں صدیوں سے اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں اور وہ ممیاں اسی شکل میں ہوتی ہیں۔ اس کا سرد اور پتھرایا ہوا بدن موت کی خصوصیات کا حامل نہیں ہے اگر یہ جسم گلنے سڑنے سے محفوظ ہے تو اسے ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح یہ بچی تمہارے پاس پروان چڑھے گی اسی طرح میں بھی اس جسم کو محفوظ رکھوں گا میرے نوادر خانے میں ایک نادر اضافہ ہو گا۔"

"کیا حرج ہے اور پھر کون جانے اس باچی کا اس مردہ بدن سے کیا رشتہ ہے۔ اگر اسے زندگی مل گئی اور یہ بخیر د خوبی پروان چڑھ گئی تو تو....تو...." راؤ سکندر کوئی ٹھوس بات نہ کہہ سکا۔ بچی اس کی گود میں کلبلائی تھی۔ "یہ جاگ رہی ہے۔"

"خوراک کا وقت ہو گا۔"

"ہاں اب چائے کو تو خدا حافظ کہنا ہو گا۔"

"کیا مطلب۔"

"جنگلوں کے اس طویل سفر میں دودھ مل جانے کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ

خشک دودھ کا تمام ذخیرہ اس ننھے مہمان کی ملکیت ہے۔"

"او مائی گاڈ۔ یہ تو ہے مگر چائے کی دوسری خوبی کو کیوں نظرانداز کر رہے ہو۔"

"کیا۔"

"وہ بغیر دودھ کے بھی تو پی جا سکتی ہے۔"

"ونڈر فل۔ تو ہو جائے۔" راؤ سکندر نے کہا اور راج دیو نے لیٹے ہوئے سراتو کو آواز دے ڈالی اور پھر خود بچی کے لئے دودھ تیار کرنے لگا۔

سفر کا دوسرا دن بھی بیت گیا وہ حتی الامکان تیز رفتاری سے یہ سفر کر رہے تھے کیونکہ اب اس میں شکار تھا نہ مشاہدات خوش بختی سے کوئی ایسا واقعہ بھی پیش نہیں آیا جو باعث تشویش ہوتا۔ البتہ سفر کی تیسری رات ایک دلچسپ واقعہ کی محرک ثابت ہوئی۔ رات کا پڑاؤ ڈال لیا گیا تھا ایک صاف ستھری لیکن درختوں میں گھری ہوئی جگہ تھی اطراف میں اس قدر قد آدم گھاس اگی ہوئی تھی ان کے تجربے کارانہ اندازوں کے مطابق یہاں درندوں کے امکانات تھے اس لئے خصوصی طور پر ہوشیار رہنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لاش کا اسٹریچر ایک جگہ رکھ دیا گیا۔ درخت اس قابل نہ تھے کہ ان کی شاخوں پر بسیرا کیا جاتا اور پھر بچی کی موجودگی میں یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ تمام ضروریات سے فراغت حاصل کر لی گئی طے شدہ پروگرام کے مطابق پہلے پہر راج دیو کو جاگنا تھا۔ دوسرے پہر سراتو کو اور پھر تیسرے پہر راؤ سکندر کی باری تھی۔ راؤ اور سراتو سو گئے اور راج دیو رائفل سنبھال کر چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا جس کی کرنیں درختوں سے چھن رہی تھیں۔ روشنی کے سفید دھبے زمین پر بکھرے عجیب لگ رہے تھے چند ایسے ہی دھبوں نے اسٹریچر کو بھی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ راج دیو کے دل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ لاش پر سے گھاس ہٹا کر عورت کی لاش کو دیکھے لیکن اس خیال کے ساتھ ہی اس کے جسم میں سرد لہر دوڑنے لگی اور کئی بار یہ سوچنے کے باوجود وہ ہمت نہ کر سکا پھر یہ خیال بھی دل میں تھا کہ اس طرف متوجہ ہو کر وہ چوکس نہ رہ سکے گا۔ چنانچہ وہ یہ عمل نہ کر سکا اور وقت گزرتا گیا۔ گھڑی نے دو بجائے تو اس نے سراتو کو جگا دیا اور سراتو آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"چہرہ پانی سے دھو لو ہوشیار رہنا اس نے رائفل سراتو کو دے کر کہا۔

"بالکل ہوشیار ہے سر۔" سراتو نے گردن جھٹک کر کہا۔ اور رائفل لے کر تھوڑے

سے دائرے میں دو تین چکر لگائے۔ راج دیو نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ چند لمحات وہ اپنی بیوی پاربتی کے بارے میں سوچتا رہا پھر اسے آنکھوں میں بسائے سو گیا۔ دوسری طرف راؤ سکندر کسی چاہنے والی ماں کی طرح بچی کو سینے میں سموئے گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے اس مختصر وقت میں ہی بچی سے ایک انوکھی انسیت ہو گئی تھی۔ بہرحال نیند کے عالم میں کروٹ بدلی تو بچی دوسری طرف رہ گئی وہ نیند میں بے سدھ ہو گیا تھا اور نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا پھر اس وقت رات کا تیسرا پہر گزر رہا تھا اور راؤ کی نیند پوری ہو چکی تھی اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ چاندنی آخری پہر میں تھی اور روشنی کا ایک دھبہ اس کے چہرے پر پڑ رہا تھا اس نے گردن کو جنبش دے کر آنکھوں کو روشنی کی زد سے بچایا اور کمر کے نیچے چبھنے والی گھاس کی ایک گانٹھ کو ٹٹولنے لگا۔ تبھی اسے بچی کی یاد آئی اور وہ اچھل پڑا۔ کہنیاں گھاس پر ٹکا کر اس نے گردن گھمائی تو اس کا سانس بند ہونے لگا' جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین تھا' پہلی نگاہ اس خوفناک بھیڑیئے پر پڑی تھی جو اتنا قریب تھا کہ اس کے بدن کی بو نتھنوں کو چڑھ رہی تھی۔ بھیڑیئے سے صرف چند فٹ کے فاصلے پر بچی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ننھے منے ہاتھ پاؤں گروش کر رہے تھے۔ وہ جاگ رہی تھی اور پھر اس کی ہلکی ہلکی کلکاریاں بھی کانوں میں ابھریں۔

راؤ سکندر کے اعصاب کشیدہ ہو گئے ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے بدن حرکت کے قابل نہیں رہا ہو۔ اس کی دماغی قوتیں ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ اب کوئی تدبیر نہیں تھی جس کے تحت بچی کی زندگی بچائی جا سکے۔ بھیڑیا اسے آگے بڑھ کر منہ میں دبانا ہی چاہتا تھا۔ رائفل پاس نہیں تھی کہ جانے کہاں تھی بدن کو جنبش دی تو وہ فوراً رخ بدل کر حملہ کر دے گا اور اس عالم میں مدافعت کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ یہ پہرہ دینے والا کہاں مر گیا۔ کس کی باری تھی۔ بیشمار سوالات تھے لیکن جواب کسی کا نہیں تھا۔ گردن جتنی گھومی تھی اسی جگہ رک گئی تھی بدن کی جو ڈائریکشن تھی اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اف خدا کیا کیا جائے۔ نگاہیں بھیڑیئے پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن یہ کیا۔ بھیڑیا خود بھی راؤ سکندر کی طرح ساکت تھا۔ اتنی دیر میں تو وہ اپنا کام بھی کر سکتا تھا پھر وہ ساکت کیوں ہے۔ راؤ نے اب ذرا حواس قائم کر کے بھیڑیئے کو دیکھا اور اسے احساس ہوا کہ درندہ بھی کسی خوف کا شکار ہے۔ اس کی دم آہستہ آہستہ ہل رہی تھی لیکن شکار کے انداز میں نہیں بلکہ اس میں

خوف شامل تھا۔ کیا یہ صرف میرا وہم ہے۔ راؤ سکندر نے سوچا۔

"لکشم= باور کشم۔۔۔ لکشم۔" اچانک سراتو کی آواز ابھری اور اس اچانک آواز سے راؤ اچھل پڑا۔ بچی بھی کلبلائی اور اس کی گردن گھوم گئی لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز رد عمل بھیڑیئے پر ہوا اور وہ کئی فٹ اونچا اچھل کر نیچے گرا اور اس کے بعد اس نے تڑپ کر ایک لمبی زقند لگائی اور جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔ وہ انتہائی خوف اور بدحواسی کے عالم میں بھاگا تھا اور جس طرح نیچے گرا تھا اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ اس وقت اسے خود پر قابو حاصل نہیں تھا مگر کیوں؟

راؤ کے حواس بحال ہو گئے۔ برق رفتاری سے آگے بڑھ کر پہلے اس نے بچی پر جھپٹا مارا اور اسے سینے سے بھینچ لیا۔ پھر گردن گھما کر سراتو اور راج دیو کو دیکھا۔ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔ رائفل سراتو کے پاس تھی اور وہ گھٹنوں میں سر دیئے گٹھڑی بنا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے جو بکواس نکل رہی تھی وہ سوتے میں نکلی تھی۔ کئی بار انہوں نے سراتو کو عالم خواب میں بولتے سنا تھا اور اس وقت بھی یہ ہو رہا تھا۔

اب صورت حال سکندر کی سمجھ میں آ گئی۔ ڈیوٹی سراتو کی تھی اور وہ سو گیا تھا۔ راج پہلے ہی سو رہا تھا اور ایسے میں بھیڑیا آ گیا لیکن اسے کیا ہو گیا تھا۔۔۔۔ راؤ نے حیرانی کے انداز سے۔۔۔۔ بچی کو دیکھا۔۔۔۔ اور وہ مسکرا دی ایسی دلکش ایسی موہ لینے والی مسکراہٹ تھی کہ راؤ اس پر فریفتہ ہو گیا۔ بچی کی چمکدار سیاہ آنکھیں روشن ستاروں کی طرح جگمگا رہی تھیں اور ان آنکھوں میں کوئی پیغام تھا۔ راؤ نے گردن زور زور سے جھٹکی اور اپنے اس وہم کی نفی کرنے لگا۔ بہرحال بھیڑیئے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے بچی کو ایک ہاتھ سے سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے کسی قدر جھنجلاہٹ کے عالم میں سراتو سے رائفل چھین لی۔ سراتو اچھل پڑا تھا۔

"پوراگ۔۔۔۔ نوشلپا۔۔۔۔ پوراگ۔۔۔۔ نوشلپا۔" اس نے رائفل راؤ کے ہاتھ سے چھیننے کی کوشش کی لیکن راؤ نے اسے پاؤں سے دھکا دے دیا اور سراتو گرتے گرتے بچا۔

"شوری شر۔ آپ شو جاؤ میں جاگتا ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے سراتو۔"

"لیش شر۔۔۔۔ لیش شراو نو شر۔"

"تم مجھے جگائے بغیر سو گئے تھے۔"

"ایں.... نو شر' نو شر۔" سراتو گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"بس اب سو جاؤ۔ میں جاگ رہا ہوں۔" راؤ نے کہا اور رائفل سنبھال کر ایک درخت کی جانب بڑھ گیا سراتو چند لمحات کھڑا رہا پھر اسی جگہ دھڑ سے زمین پر گر کر سو گیا۔ راؤ کا ذہن اب پوری طرح جاگ گیا تھا ماحول میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جو کسی طرح باعث پریشانی ہوتی لیکن اس کا ذہن بھیڑیئے کی گتھی کو سلجھانے میں ناکام تھا۔ اس وحشی درندے کو کیا ہوا تھا۔

دوسری صبح معمول کے مطابق تھی نہ جانے کیوں راؤ نے راج دیو سے رات کے واقعہ کا تذکرہ نہیں کیا تھا اس نے سوچا کہ یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ جانور کا مزاج تھا کہ جانے کیا سوچا ہو گا اس نے اور پھر وہ خود بھی نیند سے جاگا تھا۔ اس کے بھی امکانات تھے کہ وہ سوتے ہوئے ذہن کو اختراع ہو۔ سراتو بے وقوف کو بھی رات کے واقعات یاد نہیں تھے۔

اس کے بعد جنگلوں کے آخری سرے تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو قابل ذکر ہوتا البتہ پراسرار ندی کی یہ سوغات وہ بخیر و خوبی یہاں تک لے آئے تھے۔ سراتو کی جھونپڑی کو ہی عارضی قیام گاہ بنایا تھا کیونکہ یہاں سے ریوا واپسی کے لئے انتظامات کرنے تھے۔ جنگل میں اس لاش کے ساتھ سفر کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا لیکن یہاں سے ریوا تک کا سفر مشکل تھا۔ سراتو کی مدد سے ایک خاص قسم کا صندوق مہیا کیا گیا جس میں لاش محفوظ کر دی گئی اور اس کے بعد یہ لوگ ریوا چل پڑے۔ ٹرین کا سفر طے ہوا اس کے بعد ریاست تک کا سفر ہوا اور پھر وہ ریوا میں داخل ہو گئے۔

ریوا میں سب خیریت تھی یوں تو انہوں نے اب تک بہت سے معرکے سرانجام دیئے تھے لیکن سوبارا گونڈا کے اس سفر میں جو واقعات پیش آئے تھے وہ ناقابل فراموش تھے اور پھر سب سے اہم اس سفر کی یہ جیتی جاگتی یادگار تھی راؤ سکندر نے کہا۔

"بچی کو لے جاؤں گا دیو' باقی تم مجھے اپنے عجائب گھر کا حال لکھتے رہنا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے یہ لاش سڑ جائے گی۔" راج دیو نے کہا۔

"اب تک تو اس میں کوئی آثار نمودار نہیں ہوئے بعد کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے ویسے تم اس سلسلے میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"کوئی خاص پروگرام نہیں ہے ہاں اگر اس سلسلے میں کوئی کام کا آدمی ہاتھ لگا تو ضرور کوشش کروں گا۔"

"مجھے آگاہ کر دینا۔"

"ضرور۔ یہ تمہارے کہنے کی بات ہے؟"

"ویسے سوبارا کا سفر ادھورا رہ گیا اس کا مجھے افسوس ہے۔"

"یار زندہ صحبت باقی۔ یہ جنگل ہمیں شکست نہیں دے سکتے پھر پروگرام بنائیں گے۔" راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

راؤ سکندر کو دہلی جانے کی جلدی تھی چنانچہ چند روز قیام کے بعد وہ دہلی چل پڑا۔ بچی اس کے ساتھ تھی ریوا آ کر اس نے بچی کے سلسلے میں بہت سے انتظامات کر لئے تھے وہ اب اسے لے کر سکون سے سفر کر رہا تھا بعض اوقات اسے خود پر ہنسی آنے لگتی تھی۔ در حقیقت ان عام امور سے ناواقف ہونے کے باوجود اس نے بچی کی بہترین دیکھ بھال کی تھی جب کہ زندگی میں کبھی ان لمحات کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ سطوت کے کیا تاثرات ہوں گے اس بچی کو دیکھ کر ہو سکتا ہے کوئی اس کے لئے پسندیدگی کا اظہار کرے لیکن ان سب کی آواز دبانی پڑے گی۔

لیکن اس کے یہ خدشات بے بنیاد نکلے۔ وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو سب خوش ہو گئے اور پھر یہ انوکھا سامان دیکھ کر سب اچنبھے میں رہ گئے۔ طرح طرح کے سوالات کئے جانے لگے۔

کسی دوست کی بچی ہے۔ کس کی بچی ہے۔ ماں باپ کہاں رہ گئے اس کے۔ ہائے کتنی خوبصورت ہے۔ سطوت کا خطرہ سب سے زیادہ تھا لیکن وہ اسے دیکھ کر دیوانی ہو گئی۔

"افوہ لاؤ مجھے دو کون ہے یہ۔"

"اغوا کر کے لایا ہوں۔ اب یہ کاروبار شروع کر دیا ہے۔"

"اے کاش یہ سچ ہو۔ سچ تم اسے مجھے دے دو۔"

"سنبھال پاؤ گی؟"

"آنکھوں میں رکھوں گی اسے۔ اتنی ہی پیاری ہے مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے ماں باپ اسے لے جائیں گے یقین کرو اسے دیکھ کر دل میں ایک عجیب سی محبت کا

احساس ابھرتا ہے حالانکہ غیر کے بچے اتنے پیارے نہیں لگتے۔"

"محترمہ سطوت جہاں آپ ذرا اپنے آپ کو بھی اچھی طرح ٹٹول لیں کسی کی اولاد کی پرورش معمولی کام نہیں ہوتی اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ بچی ہمیشہ کے لئے آپ کو مل سکتی ہے تو ہو سکتا ہے آپ کے دل کی گہرائی سے یہ احساس ابھرے کہ اس نے آپ کے جسم میں پرورش نہیں پائی۔" راؤ سکندر نے کہا اور سطوت اسے پریشان نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"پہلے مجھے یہ بتایئے کہ اس کے والدین کہاں ہیں؟"

"اس کے والدین نہیں ہیں۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

"ہائے کیا ہوا۔ کیا کسی حادثے کا شکار ہو گئے؟"

"یہی سمجھ لیجئے آپ۔"

"تو تو یہ بچی بے سہارا ہے۔" سطوت جہاں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا۔

"جی نہیں۔ اس کا سہارا اس کا سرپرست میں ہوں۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

"تو آپ.... آپ.... میرا مطلب ہے ہم اسے کسی کے حوالے کرنے کے لئے مجبور نہیں ہیں۔"

"نہیں.... بلکہ اس کی بہتر پرورش کی ذمہ داری اب ہمارے شانوں پر آ پڑی ہے۔"

"خدا کی قسم میں اسے اپنے سینے سے لگا کر پروان چڑھاؤں گی اتنی حسین اتنی پیاری بچی یہ ہماری ہی بچی کہلائے گی نا' ویسے اس کا نام کیا ہے۔" سطوت نے مسرت سے بے قابو ہو کر پوچھا۔

"وہ بھی آپ اپنی پسند سے تجویز کریں گی میں ذرا ابو جان سے مل لوں۔" ابھی تک راؤ سکندر کی ملاقات راؤ غضنفر سے نہیں ہوئی تھی بچی کو سطوت جہاں کی گود میں دے کر راؤ سکندر باپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ راؤ غضنفر دہلی آنے کے بعد بہتر تو ہو گئے تھے لیکن عمر کی آخری حدود میں تھے اس لئے بیماریاں ساتھ لگی رہتی تھیں ان دنوں بھی صاحب فراش تھے راؤ کے سلام کا جواب محبت کے جذبوں کے ساتھ دیا اور کہنے لگے۔

"ابھی مجھے تمہاری آمد کی اطلاع ملی تھی۔ بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہا تھا اس خدشے کا شکار تھا کہ کہیں اس بار پھر لمبے نہ چلے جاؤ۔"

"جی ابو جان بس ارادہ تو لمبے ہی جانے کا تھا لیکن پھر ملتوی کر دیا۔"

"شاید اچھا ہی ہوا بھئی اب راؤ غضنفر نے زندگی سے شکست تسلیم کر لی ہے اور موت کی جانب دیکھنے لگے ہیں بات یہ ہے بیٹے کہ ہر ابتدا کی انتہا یقینی ہے اور پھر ہم عمر کی اس منزل میں ہیں جب انتہا دردناک...... تصور نہیں کی جاتی بالآخر ایک دن واپسی کا سفر کرنا ہے ہاں زندگی میں کچھ خدشات لاحق ہو جاتے ہیں مثلاً اب ہم یہ سوچنے لگے ہیں کہ کہیں یوں نہ ہو کہ تم ہم سے دور ہو اور ہم واپس چل پڑیں اس بار یہ سوچا تھا کہ اگر زندگی نے مہلت دی تو تم سے یہ درخواست کریں گے کہ ہمارے لئے اپنے یہ مشاغل ترک کر دو ہاں ہمارے بعد ظاہر ہے تمہیں روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"خدا آپ کا سایہ میرے سر پر سلامت رکھے میں تو آپ کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہوں ابو جان آپ اگر حکم دیں گے کہ میں اپنی مہمات کے یہ مشاغل ترک کر دوں تو میں بخوشی آپ کے اس حکم کی تعمیل کروں گا لیکن اس طرح نہیں آپ زندہ رہ کر میرے ساتھ رہیں گے۔" راؤ غضنفر نے محبت سے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولے۔

"بس ایک خدشے کا اظہار کیا تھا اور نجانے کیوں اس بار یہ ذرا کچھ زیادہ محسوس ہو رہا تھا خیر چھوڑو یہ بتاؤ اس بار تم نے کیا ہنگامہ خیزیاں کیں۔ ویسے جلدی واپس آ گئے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری طلب تھی جس نے تمہارا رخ دہلی کی طرف موڑ دیا۔"

"یہی ہو سکتا ہے ابو جان ورنہ ارادہ تو طویل ہی تھا۔" راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"راج دیو بھی تمہارے ساتھ تھا۔"

"جی ابو جان۔"

"کیسے ہیں وہ لوگ؟"

"ٹھیک ہیں کوئی خاص بات نہیں ہے ویسے اس بار ابو جان مجھے ایک انوکھا واقعہ پیش آیا ہے اور اس کی ایک یادگار بھی میرے ساتھ ہے لازمی بات ہے کہ آپ کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچے گی اور آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے میں صرف آپ کو اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں باقی لوگوں کو تو ٹال مٹول کر دی جائے گی۔"

"کیا بات ہے ایسی کیا چیز ہے؟"

"اس بار ہم سوبارا کے جنگلات کی جانب گئے تھے اور دریائے گونڈا کے ساتھ ساتھ ہم

نے جنگلوں میں سفر کیا تھا یہ بات دریائے گونڈا کی نہیں بلکہ کسی ذیلی ندی کی ہے کہ ہم نے اس ندی میں ایک انسانی جسم کو بہتے ہوئے دیکھا ایک عورت کا بدن تھا بلکہ عورت کیا لڑکی سمجھ لیجئے آپ اسے۔ کچھ عجیب سی شکل و صورت تھی اس کے جسم پر مٹی کے نقوش بنائے گئے تھے اور ایک پراسرار سی کیفیت کا شکار تھی بہرطور وہ تو ایک لاش تھی لیکن اس کے نزدیک ایک تقریباً چھ ماہ کی بچی بھی لیٹی ہوئی تھی جو بے حد خوبصورت تھی ہم لوگ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس بچی کو لے آئے۔ عورت کی لاش کو صرف اس بنیاد پر لایا گیا کہ اس کا راز معلوم ہو سکے۔ بہرطور وہ لاش راج دیو کے پاس ہے لیکن بچی کو میں لے آیا ہوں اور ابو جان میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کی پرورش کروں گا۔"

"ارے کیا تم یہاں لے آئے ہو اسے؟" راؤ غضنفر نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"جی ابو جان.... اور کہاں لے جاتا؟"

"میرا مطلب ہے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ لاش کس کی تھی اور دریا میں کیسے بہہ رہی تھی۔"

"مجھے تو وہ کسی قبیلے کی کوئی کارروائی معلوم ہوتی ہے نیم وحشی قبیلے کی کارروائی کیونکہ کچھ ایسے ہی نقوش ملے ہیں اس سلسلے میں میرا خیال ہے ابو جان کوئی الجھن نہیں پیدا ہو پائے گی ظاہر ہے وہ انسان کی بچی ہے اسے پرورش کرنا ہے میں ان لوگوں سے کوئی بہانہ کر دوں گا آپ کی البتہ اجازت چاہتا ہوں۔"

"بھئی یہ کیسا کام ہے کہ انکار کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ذرا مجھے دکھاؤ تو اس بچی کو۔" راؤ سکندر نے ایک ملازم کو آواز دی اور پھر سطوت جہاں کو مع بچی کے طلب کر لیا تھوڑی دیر کے بعد سطوت جہاں خوشی سے گلنار راؤ غضنفر کے سامنے پہنچ گئی۔ بچی اس کی گود میں تھی اور سطوت جہاں نے ذرا ہی سی دیر میں اسے دلہن بنا کر رکھ دیا تھا۔ راؤ غضنفر نے ہاتھ پھیلا دیئے اور بچی راؤ غضنفر کی آغوش میں پہنچ گئی راؤ غضنفر اسے دیکھتے رہے ان پر ایک لمحے کے لئے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا اور پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔

"یہ تو آسمانی مخلوق ہی لگتی ہے مجھے۔ خدا کی قسم اس کی آنکھوں میں میں نے ایک ایسا سحر دیکھا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بس اس نے اپنی آنکھوں کے راستے میرے دل و دماغ پر قبضہ جما لیا ہے کیا بتاؤں کتنا پیار محسوس ہو رہا ہے اس سے مجھے۔ بھئی یہ پراسرار مخلوق اب

ہمارے ہاں پروان چڑھے گی سطوت جہاں سوچ لینا بیٹے بچے کی پرورش بہت مشکل کام ہوتی ہے۔"

"ابو یہ بہت پیاری ہے مجھے تو بہت پسند ہے میں اسے بہت اچھی طرح پرورش کروں گی۔"

"ہاں' ہاں' بالکل بہرطور جو ذمہ داری انسان قبول کر لے پھر اسے نبھانا ہی انسانیت کی شان ہوتی ہے کہیں بھی راستہ بدلا تو اس گناہ سے نہ بچ سکو گے۔ اب بھی وقت ہے کہ اس لاوارث بچی کو کسی یتیم خانے کے حوالے کر دو لیکن اگر اس کی پرورش کی ذمہ داری لیتے ہو تم دونوں تو پھر سوچ لینا کہ یہ تمہارا ایمان ہو گا۔"

"نہیں ابو ہم اسے کسی کے حوالے نہیں کریں گے آپ اطمینان رکھئے یہ تو بہت ہی پیاری ہو گئی ہے تھوڑی سی دیر میں۔" بہرطور یہ مسئلہ طے ہو گیا اور اس معصوم بچی کے لئے اس عظیم الشان گھرانے میں بہت بڑی جگہ پیدا ہو گئی بچی کا نام قندیل رکھا گیا تھا اور نجانے کیوں یہ نام سطوت جہاں کے ذہن میں آیا تھا۔ راؤ سکندر کو بتایا گیا تو اس نے بھی بے حد پسند کیا اور پھر کسی نے اس نام سے انحراف نہ کیا اور قندیل کے لئے اس گھر کی ہر شے کشادہ ہو گئی دوسری طرف راؤ سکندر کا رابطہ راج دیو سے بھی تھا اور ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی رہتی تھی۔ راج دیو نے ایک طویل خط میں لکھا تھا کہ اس نے اس پراسرار لاش کو ایک شیشے کے صندوق میں بند کر کے محفوظ کر دیا ہے سنہرا سانپ ایک الگ جگہ رکھ دیا گیا ہے۔ وہ کھرے سونے کا بنا ہوا ہے لیکن اس میں ایک انوکھی لچک ہے جو مقامی جوہریوں کی سمجھ میں بھی نہیں آئی چمڑے کا وہ ٹکڑا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں ایک الگ جگہ شیشے کے فریم میں فریم کرا دیا گیا ہے لاش میں سڑنے کے آثار قطعی نہیں ہیں۔ نہ ہی اس کے جسم کے نقوش دھندلائے ہیں بلکہ ان پر تھوڑا سا تجربہ بھی کیا گیا ہے اور وہ پانی سے صاف نہیں ہو رہے نہ ہی ان پر کوئی دھندلاہٹ آ رہی ہے۔ یہ تمام تفصیلات راؤ سکندر کو معلوم ہوئیں تو اسے بھی حیرانی ہوئی۔ بہرطور سوبارا کا یہ تحفہ دونوں کے پاس نصف نصف تقسیم ہو گیا تھا اور اس کے بعد حالات معمول کے مطابق گزرتے رہے تھے۔ راؤ غضنفر کی صحت زیادہ خراب نہیں تھی لیکن بہرطور ان کی آرزو بیٹے نے پوری کی اور کئی سال گزر گئے لیکن کسی مہم کا پروگرام نہیں بنا۔ اتفاق کی بات یہ تھی کہ راج دیو نے

بھی اس سلسلے میں کوئی اصرار یا تجویز پیش نہیں کی تھی۔ البتہ اس واقعہ کے تقریباً کوئی چار سال کے بعد دفعتہ ایک دن راج دیو کے ایک آدمی نے راؤ سکندر سے ملاقات کی۔ وہ بہت تیز رفتاری سے ریوا سے دہلی تک پہنچا تھا۔ اس نے آکر اطلاع دی کہ جے دیو جی کا دیہانت ہو گیا ہے اور راج دیو نے خط لکھنے کے بجائے اسے فوری طور پر اطلاع دینے کے لئے بھیجا ہے بہرطور دو دشمن خاندانوں کی دوستی جس انداز سے پروان چڑھی تھی وہ بھی حیرت انگیز تھی۔ راؤ غضنفر خود اپنی تمام کمزوری کے باوجود ریوا پہنچے تھے سکندر بھی ان کے ساتھ تھا اور وہاں پہنچنے کے بعد وہ جے دیو کی آخری رسومات میں شریک ہوئے تھے سکندر نے راج دیو سے دلی دکھ کا اظہار کیا تو راج دیو پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"بھئی ایک دور ختم ہو گیا اور اب اس دور کے خاتمے کے بعد ہماری شخصیت بھی تبدیل ہو گئی ہمیں اب ان سارے معاملات کو سنبھالنا پڑے گا۔ سچ جانو سکندر میں نے کبھی اس انداز میں سوچا بھی نہیں تھا۔" راؤ سکندر راج دیو کو تسلیاں دیتا رہا۔ ویسے راج دیو خود بھی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ بہرحال یہ ہنگامہ خیزیاں بھی ختم ہو گئیں جب راؤ سکندر اپنے باپ کے ساتھ ریوا سے پلٹ رہا تھا راج دیو نے کہا۔

"یوں لگتا ہے راؤ کہ زندگی کا ایک دور ختم ہو گیا اور اب شاید ہم بوڑھوں کی طرح جینا شروع کر دیں ظاہر ہے ان ذمہ داریوں کے بعد بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے کہ ہم اپنی تفریحات جاری رکھیں سوبارا کے جنگل سے واپسی ہماری اس مہماتی زندگی سے واپسی ثابت ہوئی۔"

راؤ سکندر نے دوست کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "بعض شخصیتوں کا بچھڑنا وجود کو اسی طرح توڑ دیتا ہے۔ وقت کے مرہم کی ضرورت ہے تمہیں وقت خود فیصلے کرلے گا۔ میں جا رہا ہوں چند روز کے بعد پھر آؤں گا۔"

راؤ سکندر باپ کے ساتھ واپس آ گیا لیکن دوسرے مہینے وہ پھر ریوا پہنچ گیا۔ اس نے راج دیو کو بہت دل گرفتہ پایا جے دیو کی موت اس پر بہت اثر انداز ہوئی تھی۔

"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔ ایسے کیسے گزارا ہو گا دیو تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے۔"

"میں خود حیران ہوں سچ کہہ رہا ہوں پتا جی کی زندگی میں کبھی ان سے اتنا لگاؤ محسوس

نہیں ہو رہا تھا لیکن اب ان کی جدائی بہت پریشان کر رہی ہے ماتا جی نے ایک تجویز پیش کی ہے۔"

"کیا...؟"

"ریوا چھوڑ دیں۔"

"اوہ دلی آ جاؤ۔ اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو گی۔"

"ماتا جی کا خیال ہے الہ آباد چلیں وہاں ہمارا پورا ننھیال کنبہ ہے ماتا جی وہاں خوش رہیں گی۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ دلی سے الہ آباد کتنا دور ہے۔ مگر بہت لمبا کام ہو گا۔"

"وہاں ہو جائے گا تم بھی تو آخر دلی پہنچ ہی گئے۔ ہاں قندیل کیسی ہے؟؟"

"بالکل ٹھیک ہے اسکول میں داخل ہو گئی ہے۔ قدرت نے شاید ہمیں اولاد سے اسی لئے نہیں نوازا کہ کہیں اس معصوم کی حق تلفی نہ ہو جائے۔ سطوت کو تو اولاد سے محرومی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے وہ بس قندیل میں مصروف رہتی ہے۔"

"خیر ابھی کتنا وقت گزرا ہے مایوس نہ ہو' بھگوان اچھا ہی کرے گا۔" راج دیو نے کہا۔ وہ خود اس دوران دو بچیوں کا باپ بن چکا تھا لیکن راؤ سکندر کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ موضوع بدل گیا۔ راؤ نے راج دیو کے نوادر خانے میں موجود لاش کو دیکھا اس کی آب و تاب میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ بدن اور چہرے پر وہی شگفتگی اور چکناہٹ تھی اور اس پر بدستور ایک سحر طاری تھا۔

راؤ سکندر نے تین دن یہاں گزارے اور پھر حالات سازگار رکھنے کی ہدایت کے ساتھ واپس چل پڑا۔ وقت کے ساتھ ذمہ داریاں بھی بدل جاتی ہیں راؤ غضنفر نے اپنا کام ختم کر لیا تھا اور اب نئے کاروبار پر سکندر کو پوری توجہ دینی پڑتی تھی چنانچہ مزاج میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھی نیا حلقہ احباب بنا تھا جن میں کچھ کاروباری تھے کچھ شناساؤں کے شناسا بہت سے خاندانوں سے بہت قربت ہو گئی تھی اور نئے نئے مشاغل پیدا ہو گئے تھے۔ دوسری طرف قندیل عمر کی منازل طے کر رہی تھی ہنستی مسکراتی صحت مند زندگی سے بھرپور۔ پہلے ہی اتنی دلکش تھی کہ ایک وحشی مہم جو کو باپ بنا دیا تھا ایک دولت مند خاندان کی عیش کوش زندگی نے اور نکھار دیا جو دیکھتا دیکھتا رہ جاتا۔ ہو سکتا ہے راؤ سکندر یہ بھول جاتے۔ وہ کن

حالات میں اسے ملی تھی لیکن قندیل کی فطرت کے کچھ اہم پہلو اسے چونکاتے رہتے تھے۔ وہ سب جیسی ہونے کے باوجود سب جیسی نہیں تھی۔ راؤ نے کسی اور کو اس کی تفصیل نہیں بتائی تھی یہاں تک کہ سطوت کو بھی نہیں بس اس خیال کے تحت کہ کہیں خوفزدہ نہ ہو جائے۔

قندیل کی ذات میں کسی انوکھی فطرت کا پہلا اظہار اس وقت ہوا تھا جب پہلی بھیت سے ایک خاندان راؤ غضنفر کا مہمان ہوا تھا۔ پانچ افراد تھے دو عورتیں دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور ایک مرد۔ راؤ کے پرانے شناسا تھے لیکن اوچھی فطرت کے مالک تھے۔ توفیق صاحب شیخیاں بگھارنے کے عادی تھے اور یہی عادت ان کے اہل خاندان میں تھی۔ شکار کا ذکر نکل آیا تو توفیق صاحب راؤ سکندر سے بولے۔

تم نے وحشی جانوروں سے کیا معاہدہ کر لیا سکندر میاں۔ یہ شوق اگر جوان میں شروع ہو جائے تو پھر کبھی ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اور خاص طور سے بڑھاپے میں تو اس کے سوا کچھ یاد نہیں رہتا۔ مجھے دیکھو آخری شکار میں نے تین ماہ قبل کیا ہے وہ بھی ببر شیر کا۔ مادہ بچ نکلی ورنہ وہ بھی کام آ گئی ہوتی۔ توفیق صاحب شکار کا واقعہ سنانے لگے پھر بولے۔ بہرحال میں نے مادہ کو تاک لیا ہے چھوڑوں گا نہیں اسے۔ تم آ جاؤ ساتھ ہی چلیں گے۔"

"نہیں ابو..... آپ نہیں جائیں گے۔" اچانک قندیل بول اٹھی۔ یہ اس کا نیا انداز تھا اس سے قبل اس نے کبھی ایسے الفاظ نہیں کہے تھے۔ سب چونک کر اسے دیکھنے لگے قندیل کے چہرے پر سرخی چھائی ہوئی تھی۔

"کیوں بیٹے، تم ہمیں کیوں منع کر رہی ہو۔" راؤ نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اس بار..... اس بار شیرنی کی باری ہے وہ ضرور ضرور انہیں مار دے گی۔"

قندیل نے توفیق صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ عورتوں نے اس بات کا برا منایا تھا مگر توفیق صاحب قہقہہ ک ہنس پڑے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو قندیل بیٹی سے ہمارا وعدہ ہے کہ اس شیرنی کی کھال ہم تمہیں بھجوا دیں گے۔"

قندیل کے چہرے پر حقارت کے آثار نظر آئے تھے جنہیں راؤ سکندر نے ہی محسوس کیا تھا۔ بہرحال اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ توفیق صاحب چلے گئے تھے اور

تقریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد اچانک اطلاع ملی تھی کہ وہ شکار کے ایک حادثے کا شکار ہو گئے ایک شیرنی نے انہیں چیر پھاڑ دیا تھا۔ کسی اور کو تو وہ بات شاید یاد نہ رہی تھی لیکن راؤ صاحب کو بخوبی یاد تھی۔ انہوں نے کسی کو یاد بھی نہ دلائی البتہ اسی رات نہ جانے کیوں ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ وہ قندیل سے اس بارے میں پوچھیں، رات کے بارہ بجے تھے سطوت جہاں سو رہی تھیں وہ قندیل کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ روشنیاں بجھی ہوئی تھیں لیکن اندر تاریکی نہیں تھی کھلی کھڑکی سے چاندنی اندر آ رہی تھی اور اس روشنی میں قندیل فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ قالین پر ماچس کی تیلیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے اور قندیل بڑے انہماک سے ان کی ترتیب بدل رہی تھی اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ راؤ صاحب اس کے پاس جا کھڑے ہوئے لیکن قندیل کا انداز نہ بدلا۔ جیسے اسے راؤ صاحب کی آمد کا علم نہ ہوا ہو۔ اس سے قبل کہ راؤ صاحب کچھ بولتے وہ خود بول پڑی۔

"سب کی باری آتی ہے ابو اب اس کی باری تھی۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اس کی نظریں راؤ صاحب کی طرف اٹھ گئیں پھر اس نے ایک تیلی اٹھا کر راؤ صاحب کو دکھائی۔ "ہاں ابو اس کی باری تھی۔"

راؤ صاحب بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ قندیل کی آنکھیں چاند کی طرح روشن تھیں۔ بالکل سنہری اور چمکدار جیسے آنکھوں کی جگہ حلقوں میں دو ننھے بلب روشن ہو گئے ہوں۔

راؤ سکندر کو ذہن پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ قندیل کا حسین چہرہ اتنا بھیانک لگ رہا تھا کہ ناقابل بیان۔ آنکھوں میں پتلیوں کا نام و نشان نہیں تھا۔ بس دو روشن چراغ جن کی چھاؤں میں اس کی ہنسی بہت ڈراؤنی محسوس ہو رہی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن اس میں ناکام رہے اور پھر نہ جانے کس طرح وہ اس کے کمرے سے باہر نکلے تھے۔ ان کے دماغ میں سناٹا پھیل رہا تھا وہ کچھ دیر کے لئے سوچنے سمجھنے کی قوتیں کھو بیٹھے تھے۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر وہ بستر پر بیٹھ گئے اور دیر تک ذہن پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہے۔ کیا ہے یہ سب کچھ۔ کیا ہے۔ قندیل انہیں بہت پیاری تھی نہ صرف انہیں بلکہ وہ گھر بھر کی آنکھوں کی روشنی تھی۔ سطوت اس پر جان نچھاور کرتی تھی۔ راؤ غضنفر تو جیسے اب اس کے سہارے جی رہے تھے۔ خود راؤ سکندر اس کی مسکراہٹوں میں کھو کر حالات کی ہر الجھن فراموش کر دیتے تھے۔ لیکن قندیل سے اتنی قربت ہونے کے باوجود اس کی ذات کے کچھ پراسرار پہلو ان سے پوشیدہ تھے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ البتہ اتنا اندازہ انہیں ضرور تھا کہ قندیل کچھ ہے۔ کوئی ایسا جادو جس میں نہ جانے کون کونسی پراسرار کہانیاں سمٹی ہوئی ہیں کبھی کبھی وہ سوچتے تھے کہ کہیں یہ خاندان ان پراسرار کہانیوں کا شکار نہ ہو جائے۔ اس وقت بھی یہ احساس ان کے ذہن میں جگہ پا رہا تھا۔ وہ اسی وقت سے انوکھی ہے جب انہوں نے اسے دیکھا تھا۔ وہ بھوکی تھی اور اس کی آنکھوں نے کہا تھا کہ میں بھوکی ہوں وہ لمحہ بھی انہیں یاد تھا جب ایک وحشی درندہ اس کی آنکھوں کے سحر میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد قندیل کی عمر کے چار سال' جن کا ہر لمحہ پراسرار تھا۔ ہاں ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ ہر طرح بہتری ہوئی تھی بگڑے کام بنتے رہے تھے۔ توفیق صاحب کے بارے میں اس کی پیش گوئی بہت خوفناک تھی اسے پیش گوئی کے سوا کیا کہا جا سکتا تھا۔ غضنفر صاحب کو اس کے بارے میں بس اتنا

معلوم تھا کہ وہ پراسرار حالات میں سکندر کو ملی ہے اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔

سطوت کو تو یہ تفصیل بھی معلوم نہیں تھی ہو سکتا ہے سطوت کو بھی کچھ پراسرار حالات سے واسطہ پڑا ہو لیکن چونکہ کوئی بات اس کے علم میں نہیں تھی اس لئے اس نے غور بھی نہ کیا ہو گا۔

بہرحال آج آدھی رات سے زیادہ دیر تک وہ اس کے بارے میں غور کرتے رہے تھے۔ دوسرا دن حسب معمول۔ صبح کو انہوں نے اسے اسکول جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ دل موہ لینے والی گڑیا جسے ایک بار دیکھ کر کوئی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ راؤ سکندر ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئے۔ پھر چند روز کے بعد وہ اس رات کی کہانی بھول گئے۔ زندگی مصروف تھی۔ شہری اور دیہاتی زندگی کے معمولات میں فرق ہوتا ہے۔ ریوا میں مصروفیات محدود تھیں دہلی آ کر معمولات بہت بدل گئے تھے اور جملہ کاروباری مصروفیات بھی رفتہ رفتہ بڑھتی جا رہی تھیں۔ نئی شناسائیاں نئی دوستیاں جن میں کچھ ہم تعلق بھی تھے لیکن راج دیو جیسا دوست کوئی نہ تھا۔ جب بھی کچھ لمحے نکال پاتے راج دیو کے پاس پہنچ جاتے جو الہ آباد منتقل ہو گیا تھا اور چوہان سے بنیا بنتا جا رہا تھا اس دوران پاربتی بھابی بڑی پابندی سے راج دیو کا خاندان بڑھا رہی تھی اور اب تک دو بیٹیوں اور ایک بیٹے کا باپ بنا چکی تھی" راج دیو کو۔ چنانچہ راج دیو کی مصروفیات بھی اسی حساب سے بڑھ رہی تھیں۔ چھ بار وعدہ کر چکا تھا دہلی آنے کا لیکن ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ راؤ نے اس کی مصروفیات دیکھ کر اسے معاف کر دیا تھا اس نے اپنا کاروبار خوب پھیلا لیا تھا شکار کا تو اب تصور ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔ لیکن راج دیو کا نوادرات جمع کرنے کا شوق بدستور تھا اس نے اپنی حویلی نما عمارت کا ایک حصہ نوادر خانے کے لئے مخصوص کر لیا تھا اور اس میں نہ جانے کیا کیا جمع کر لیا۔ وہ لاش بھی جوں کی توں موجود تھی۔

وقت تیزی سے آگے بڑھتا رہا اور اس میں بے شمار انوکھے واقعات پیش آئے انہی میں قندیل کی شخصیت کے بہت سے پہلو نمایاں تھے۔ اس وقت وہ بارہ سال کی تھی جب سطوت شدید بیمار ہو گئی۔ اسے خون کی الٹیاں ہونے لگیں اور چند ہی گھنٹوں میں جان کے لالے پڑ گئے۔ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا اور سانسوں کی آمد و رفت مدھم پڑ گئی۔ پورا گھر شدید ہیجان میں مبتلا ہو گیا۔ ڈاکٹروں کی پوری ٹیم مصروف عمل تھی نجانے کیا کیا کیا جا رہا تھا۔ راؤ سکندر پر

غشی طاری ہونے لگی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بیوی کی زندگی کیسے بچائے
اسپتال لے جانا ضروری نہ سمجھا گیا تھا کیونکہ تمام ہی بڑے ڈاکٹر کوششیں کر رہے تھے اور گھر
پر ہی موجود تھے لیکن ان کی کوششیں بار آور نہ ہو رہی تھیں۔ پورا دن گزر گیا رات ہو
گئی۔ ایک ایک لمحہ کوششوں میں صرف ہو رہا تھا لیکن کوئی افاقہ نہیں نظر آ رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی
پریشان ہو گئے اور پھر انہوں نے متفقہ مشورہ دیا۔

"اس سے زیادہ کچھ کرنا ممکن نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ انہیں بیرون ملک لے جانے کا
بندوبست کیا جائے۔" بے چارے راؤ سکندر شدت پریشانی سے نڈھال ہو گئے تھے یہ اچانک
افتاد پڑی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تمام ڈاکٹر ایک
ایک کر کے واپس چلے گئے۔ گھر پر ہول سناٹا طاری تھا۔ ملازم جاگ رہے تھے لیکن ششدر
مختلف گوشوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی کیا کرتا۔ راؤ سکندر کا ایک پاؤں باہر ہوتا تو دوسرا
اندر۔ سطوت کو سنبھالنے کے لئے دو ملازمائیں مصروف عمل تھیں۔ غضنفر یار خاں الگ
پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ بیٹے سے مشورہ کرنے لگے کہ اب بہو کو بیرون ملک لے جانے کا کیا
بندوبست کیا جائے۔ نیز یہ کہ ان حالات میں سفر ممکن ہو سکے گا ایک پریشانی تھی جس کا کوئی
حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا راؤ سکندر دیوانگی کے سے عالم میں باہر کھلی فضا میں نکل آئے
اور وہ حیران و پریشان ایک گوشے میں جا بیٹھے کیا کیا جائے کیا نہ کیا جائے۔ راج دیو سے بھی
فوری رابطہ ممکن نہیں تھا لیکن رابطہ کر کے ہوتا بھی کیا۔ یہاں ایسے بہت سے دوست موجود
تھے جو سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ راج دیو کو پریشان کرنا بے معنی تھا۔ بہت دیر
تک یہ فیصلے کرتے رہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ کسی کو اطلاع دے کر بیرون ملک روانگی کا
بندوبست کیا جائے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ بہتر ہے چند دوستوں سے مشورے کر
لئے جائیں۔ پریشانی کے عالم میں اپنے طور پر ہی کوششیں کرتے رہے تھے اور کسی سے
مشورہ نہ کر پائے تھے۔ اب یہ سوچا کہ یہ عمل کر ڈالنا چاہئے۔ ابھی اس سوچ بچار میں
مصروف تھے کہ ایک گوشے کی جانب نظر اٹھ گئی اور انہوں نے قندیل کو دیکھا جو ایک
درخت کے قریب بیٹھی کسی چیز سے جڑ کھود رہی تھی۔ وہ چونکے ضرور لیکن پریشانی کے عالم
میں اس طرف توجہ نہ دے سکے۔ البتہ ان کی نظریں بے خیالی کے عالم میں قندیل کو دیکھتی
رہیں۔ پھر شاید قندیل نے اپنا کام پورا کر لیا تھا کیونکہ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر

وہ اپنے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے ہوئے چوروں کی طرح دبے پاؤں کوٹھی کی جانب واپس مڑ
گئی اور راؤ سکندر گردن جھٹک کر اندر کی طرف چل پڑے۔ مقصد یہی تھا کہ کچھ دوستوں
سے مشورہ کریں۔ ایک بار پھر انہیں قندیل کے کمرے کے سامنے سے گزرنا پڑا۔ وہ ابھی
ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی اور راؤ سکندر چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ قندیل دبے
پاؤں باہر نکلی۔ اس کا یہ چوروں کا سا انداز بڑا تعجب خیز تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سطوت
کے کمرے تک پہنچی تو راؤ سکندر کو چونکنا پڑا۔ نجانے اس کے ہاتھوں میں کیا تھا۔ قندیل
آہستہ آہستہ دروازے پر پہنچی۔ اس وقت دونوں ملازمائیں اندر ہی تھیں۔ اس نے اندر
داخل ہونے کے بعد ملازماؤں سے کہا کہ وہ باہر چلی جائیں۔ راؤ صاحب نے یہی حکم دیا ہے
راؤ سکندر نے خاموشی سے اس کا پیچھا کیا تھا اور پھر اس کے الفاظ بھی سنے تھے۔ وہ حیران رہ
گئے۔ ملازمائیں باہر نکل گئی تھیں لیکن راؤ سکندر کو اب قندیل کی اس حرکت سے دلچسپی پیدا
ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ خاموشی سے اس عقبی حصے میں پہنچ گئے جہاں سے وہ اندر کا جائزہ لے
سکتے تھے کھلی ہوئی کھڑکی سے انہوں نے دیکھا۔ کمرے میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور سطوت
بستر پر نڈھال پڑی ہوئی تھی۔ قندیل نے اندر کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھر اس نے تین موٹی
موٹی جڑیں زمین پر رکھ دیں۔ غالباً وہ انہی جڑوں کو کھود رہی تھی اور راؤ سکندر نے حیرت
سے اس کی یہ کارروائی دیکھی۔ قندیل نے بغور سطوت کا چہرہ دیکھا۔ پھر اس نے ایک جڑ اٹھا
کر دانتوں سے چبانا شروع کر دی اور چند لمحات اسے چباتی رہی۔ پھر وہ سطوت کی گردن پر
جھکی اور پھر اس نے جو کچھ کیا اس پر راؤ سکندر کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ قندیل نے اپنے تیز
دانتوں سے سطوت کی گردن چبا ڈالی اس کے ہونٹ خون میں ڈوب گئے تھے۔ راؤ کے بدن
میں تشنج ہونے لگا۔ وہ سطوت کی گردن سے خون بہتا دیکھ رہے تھے۔ قندیل نے ایک بار پھر
چبائی ہوئی جڑ اٹھائی اور جیسے اس کے اندر کی نمی چوسنے لگی۔ پھر اس نے دوبارہ ہونٹ اس
زخم پر رکھ دیئے اور اسی طرح اس سے چپکی رہی۔ کوئی چالیس سیکنڈ اس کام میں صرف
ہوئے۔ پھر قندیل نے دوسری جڑ اٹھالی اوز اسے پہلے کی مانند چبانے لگی۔ راؤ سکندر کے
قدم جیسے اپنی جگہ جم گئے تھے۔ وہ نیم مدہوشی کی سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے اور اپنی جگہ
پتھرائے کھڑے تھے۔ پھر قندیل نے سطوت کے پیٹ سے قمیض ہٹائی اور بغل کے قریب
سے اپنے دانتوں سے اس کا بدن ادھیڑ دیا۔ وہ ایک خونخوار بلی معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے

وہی عمل یہاں بھی دہرایا پھر تیسرا زخم اس نے سطوت کی ران پر لگایا تھا اور وہی عمل دوہرانے کے بعد سیدھی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی جڑوں کو جنہیں وہ چباتی رہی تھی۔ ان زخموں پر رکھ دیا تھا اور اس کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے دروازہ کھول دیا لیکن خود وہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی بلکہ ایک گوشے میں خاموش کھڑی ہو گئی تھی۔

راؤ سکندر چند لمحات اپنی جگہ کھڑے رہے۔ پھر گھوم کر دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ وہ سیدھے سطوت جہاں کے پاس پہنچے۔ جو اسی طرح مردنی کی سی کیفیت میں پڑی ہوئی تھی۔ راؤ صاحب گہری گہری سانسیں لیتے رہے۔ کوشش کے باوجود وہ قندیل سے اس کے اس عمل کے بارے میں نہیں پوچھ سکے تھے جو سکتے کے سے عالم میں دیوار سے ٹکی آنکھیں بند کئے کھڑی تھی۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی اور دفعتہ راؤ صاحب چونک پڑے اتنی دیر میں سطوت کو خون کی کئی قے ہو جانی چاہئے تھیں کیونکہ یہ سلسلہ مسلسل چل رہا تھا لیکن..... راؤ صاحب کا بدن کانپنے لگا' کیا قندیل نے اس کا کوئی علاج کیا تھا اور..... اور..... اور یہ علاج کارگر ہو گیا تھا۔ سطوت جہاں کا چہرہ اب پرسکون ہوتا جا رہا تھا۔ راؤ صاحب کا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ کئی گھنٹے گزر گئے یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ دفعتہ راؤ صاحب کو قندیل کا خیال آیا۔ وہ بدستور اسی انداز میں اپنی جگہ کھڑی ہوئی تھی۔ ان کے دل میں محبت اُمڈ آئی اور وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گئے۔

"قندیل۔ تھک گئی ہو گی۔ بیٹھ جاؤ۔"

قندیل چونک پڑی۔ اس نے کھوئی کھوئی آنکھوں سے راؤ صاحب کو دیکھا۔ پھر سطوت جہاں کو' پھر وہ آگے بڑھی اور سطوت جہاں کے قریب پہنچ کر جھکی۔ اسے دیکھتی رہی۔ پھر راؤ صاحب کی طرف دیکھ کر وہ مسکرائی اور باہر نکل گئی۔

صبح کے سات بجے تھے کہ ڈاکٹر کرپا رام آ گئے یہ راؤ صاحب کے دوستوں میں تھے۔ انہوں نے آتے ہی سوال کیا۔ "انتظام ہو گیا؟"

پھر وہ جواب کا انتظار کئے بغیر سطوت جہاں کے پاس پہنچ گئے۔ اسے دیکھا اور پھر اس کا معائنہ کرنے لگے۔ ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے۔ ان کی حالت تو بہتر ہے۔

الٹیاں رک گئیں۔

"ہاں۔" راؤ صاحب نے جواب دیا۔

"چھٹکار ہو گیا' ارے یہ زخم کیسا ہے؟" انہوں نے گردن کے زخم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس ایسے ہی لگ گیا۔"

"پہلے تو نہیں تھا۔"

"ہاں پہلے نہیں تھا۔"

"میرے خیال میں۔" کرپا رام نہ جانے اس زخم کے بارے میں کیا سوچ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "تمہاری کوئی دعا کارگر ہو گئی راؤ..... اب خون کا انتظام کر لو باقی سب ٹھیک ہے۔"

دوسرے اور ڈاکٹر بھی آ گئے اور سب نے متفقہ فیصلہ دیا کہ اب حالت بالکل نارمل ہے خون بدن میں داخل ہو گا تو کمی پوری ہو جائے گی اور یہی ہوا۔ سطوت جہاں کی حالت قدرے بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ تمام ڈاکٹر اپنے اپنے کام کر رہے تھے لیکن راؤ صاحب اصلیت جانتے تھے۔ قندیل..... اور صرف قندیل..... مگر کیسے..... وہ تو اس وقت سے ان کے پاس تھی جب وہ صرف چند ماہ کی تھی۔ پھر یہ طریق علاج اس نے کہاں سے سیکھا۔ وہ یہ سب کچھ کیسے جانتی تھی مگر انہیں احساس ہوا کہ ایسی بہت سی باتیں ہیں جو وہ نہیں جانتے..... وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ قندیل کون ہے.....؟

بالآخر سطوت جہاں ٹھیک ہو گئی۔ کمزوری کافی دن تک باقی رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی دور ہو گئی۔ راؤ سکندر اپنے ذہن پر بہت سا بوجھ سنبھالے ہوئے تھے جس وقت قندیل کو یہاں لائے تھے تو راؤ غضنفر کو اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیلات بتائی تھیں۔ سطوت جہاں کو اس خیال سے کچھ نہیں بتایا تھا کہ کہیں وہ خوفزدہ نہ ہو جائے۔ بس ایسے ہی کچھ کہہ سن کر ٹال دیا تھا اور اس طرح کہا تھا کہ سطوت جہاں مطمئن ہو گئی تھی۔ راؤ غضنفر تو شاید اس کے بعد یہ بھول گئے تھے کہ قندیل پراسرار طریقے سے اس گھر تک پہنچی ہے۔ انہوں نے پھر کبھی قندیل کے بارے میں اور کچھ نہیں پوچھا تھا۔ قندیل کی یہ عجیب و غریب صفات صرف راؤ سکندر کو معلوم تھیں۔ ابتدا میں وہ اس سوچ کا شکار رہے تھے کہ کہیں یہ پراسرار وجود ان کے خاندان کے لئے کسی پریشانی کا باعث نہ بن جائے لیکن قندیل نے اپنی

پراسرار قوتوں کا مظاہرہ سطوت جہاں کا عجیب و غریب علاج کر کے کیا تھا۔ گو یہ بات بھی راؤ سکندر کی سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ قندیل کو یہ طریقہ علاج کیسے معلوم ہوا لیکن سطوت جہاں کی صحت یابی کی خوشی میں باقی ساری باتیں بھول گئے اور رفتہ رفتہ ہر خیال ذہن سے مٹتا چلا گیا۔ کوئی بھول کر بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ قندیل سطوت جہاں کے بطن سے پیدا نہیں ہوئی یا راؤ صاحب کی بیٹی نہیں ہے۔

ماہ و سال بیتتے رہے قندیل حسین سے حسین تر ہوتی چلی گئی۔ ویسے بھی تندرست و توانا بچی تھی۔ عمر آگے بڑھی تو قد و قامت اور رنگ روپ نکھر گیا۔ اسکول سے کالج پہنچ گئی اور کالج میں ایک بے مثال شخصیت کی مالک بن گئی۔ پھر اتفاق ایسا ہوا کہ اس دوران کوئی اور ایسا اہم واقعہ کم از کم راؤ صاحب کے علم میں نہیں آ سکا جو قندیل کی پراسرار شخصیت سے متعلق ہو۔ چنانچہ ایک طرح سے اس کی پراسراریت راؤ صاحب کے ذہن سے نکل ہی گئی۔ قندیل بہت ہی خوش مزاج اور بذلہ سنج قسم کی لڑکی تھی۔ ہنسنے ہنسانے والی۔ بہت سی لڑکیاں اس کی دوست بن گئی تیں اور زندگی نہایت پرسکون گزر رہی تھی۔ عمر کی کچھ اور منزلیں طے ہوئیں تو کالج سے یونیورسٹی پہنچا ہوا اور یونیورسٹی میں بھی اس کی ہر دل عزیزی کا وہی عالم تھا۔ دوستوں کے درمیان وہ ایک نمایاں شخصیت تھی۔ راؤ سکندر چونکہ بچپن ہی سے شاندار صحت کے مالک تھے اس لئے عمر کے اتنے سال گزرنے کے باوجود ان کی صحت و توانائی میں کمی نہیں آئی تھی۔ البتہ راؤ غضنفر اب زندگی کی آخری منزلیں طے کر رہے تھے اور کئی بیماریوں کا شکار ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے اس دنیا کو خیرباد کہہ دیا اور راؤ سکندر ایک بہت بڑی کمی کا شکار ہو گئے۔ اس موقع پر راج دیو بھی اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ دلی پہنچ گیا تھا۔ دوستوں کے دلوں میں محبتوں کی کمی تو نہیں ہوئی تھی۔ بس مصروفیتوں نے انداز بدل دیئے تھے۔ اس غمناک موقع پر بھی راج دیو کی آمد راؤ سکندر کے لئے بہت خوشگوار تھی ہرچند کہ باپ کی جدائی کا غم شدید تھا لیکن راج دیو کی آمد سے دل بہل گیا۔ پرانی کہانیاں دہرائی گئیں۔ راج دیو نے قندیل کو دیکھا تو آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا اور اس نے تنہائی میں راؤ سکندر سے کہا۔

"راؤ ایک بات پر تم نے غور نہیں کیا یا غور کیا تو کبھی مجھ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔"

"کون سی بات؟"

"قندیل کا چہرہ تمہیں کسی اور چیز کی یاد نہیں دلاتا۔"

"نہیں۔ میں نے غور تو نہیں کیا۔"

"مگر میں نے غور کیا ہے کیونکہ میرے نوادر خانے میں وہ لاش اب بھی اسی طرح محفوظ ہے جس کے ساتھ قندیل ہمیں ملی تھی اور اگر تم اس کا چہرہ دیکھو تو ایک نگاہ میں یہ جان لو گے کہ قندیل اس کی ہو بہو ہم شکل ہے۔ میں نے تو ایک نگاہ میں دیکھتے ہی یہ اندازہ لگا لیا تھا۔"

"اوہ۔" راؤ سکندر حیران رہ گیا۔ اسے گزرے ہوئے تمام واقعات یاد آ گئے لیکن نجانے کیوں وہ ان واقعات کو زبان پر نہ لا سکا۔ اسے ہمیشہ ہی یہ محسوس ہوا تھا کہ جب بھی اس نے قندیل کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کی اس کے دماغ اور زبان نے اس سے بغاوت کی اور وہ اس معاملے کو زیادہ کرید نہیں سکا۔ پھر واقعات اس کے ذہن سے محو ہوتے رہے۔ راج دیو کے یہ الفاظ سن کر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ راج دیو نے کہا۔

"کیا یہ کہانی ہمیشہ ایک سربستہ راز رہے گی کہ قندیل کون ہے وہ لاش کہاں سے بہتی ہوئی آئی تھی یا کبھی ہمیں اس کا کوئی حل بھی ملے گا؟"

"کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"تعجب ہے، سخت تعجب ہے۔" راج دیو نے کہا۔

کچھ عرصے راج دیو سکندر کے پاس قیام کر کے واپس چلا گیا اور زندگی کے معمولات میں پھر سے ہنگامہ خیزیاں پیدا ہو گئیں۔ ان ہنگامہ خیزیوں میں ایک اور کردار داخل ہوا۔ یہ کرنل فیروز خان تھے۔ ریٹائرڈ فوجی، جنہوں نے اپنی زندگی میں انگریز فوج کے لئے لاتعداد کارنامے انجام دیئے تھے اور اس کے بعد انگریزی مراعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بہتر زندگی کے مالک بن گئے تھے۔ اولادیں کافی تھیں لیکن ان میں نمایاں شخصیت غزال فیروز کی تھی جو کرنل فیروز کا منجھلا بیٹا تھا۔ ایک مثالی نوجوان جو اپنی بھرپور صحت اور تندرستی کے لحاظ سے اپنے ساتھیوں میں ممتاز تھا۔ بے حد نڈر، بے باک، چمک دار سیاہ آنکھوں والا، اس نوجوان نے قندیل کو دیکھا تو دل ہار گیا۔ کرنل فیروز خان نے راؤ سکندر کے گھر کے بالکل سامنے والی کوٹھی خریدی تھی اور راؤ کے پڑوسی بن گئے تھے، ملنسار اور خوش اخلاق انسان

تھے چنانچہ چند ہی دنوں میں گہری دوستی ہو گئی۔ غزال کو اسی یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا تھا جہاں قندیل پڑھتی تھی۔ ساتھ آنا ساتھ جانا۔ ذہنوں پر اثر انداز ہوا تھا اور قندیل بھی ایک پڑوسی کی حیثیت ہی سے سہی غزال سے یگانگت کا برتاؤ کرتی تھی۔ یونیورسٹی میں ان کی کہانیاں مشہور ہو گئیں لیکن نہ غزال نے ان کی پرواہ کی اور نہ قندیل نے۔ دونوں اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے غزال کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ قندیل کی زندگی میں کوئی ایسا انوکھا راز پوشیدہ ہے جو ناقابل یقین ہو گا۔ وہ اسے راؤ سکندر کی اکلوتی بیٹی ہی سمجھتا تھا۔ کوٹھی میں بے دھڑک آنا جانا ہو گیا تھا اور راؤ سکندر نے بھی ان دونوں کی دوستی کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ سطوت جہاں تو ایک دو بار راؤ صاحب سے کہہ بھی چکی تھیں کہ یوں لگتا ہے جیسے قدرت نے قندیل کے لئے رشتہ بھیج دیا ہے۔ سکندر نے مسکرا کر جواب دیا کہ کیا سطوت قندیل کو خود سے جدا کرنا پسند کرے گی اور اس بات پر سطوت کسی قدر آزردہ ہو گئی تھی اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا تھا۔

"یہ فریضہ تو انجام دینا ہی پڑتا ہے لیکن قدرت نے ہمیں بہت بڑی نعمت سے محروم رکھا۔ اگر کچھ اور اولادیں ہوتیں تو زندگی میں کوئی غم باقی نہ رہتا تاہم تقدیر کے معاملات اپنے بس میں نہیں ہوتے۔"

بہرحال غزال اور قندیل کی دوستی آگے بڑھتی رہی دونوں میں سے کوئی گھٹیا فطرت کا مالک نہیں تھا۔ ایک دوسرے کی قربت ایک دوسری زبان حال سے سب کچھ کہہ دیتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے زبان کو تکلیف نہیں دی تھی۔ غزال تو قندیل کو جیسے اپنی ملکیت سمجھنے لگا تھا۔ قندیل بلاشبہ سرکش تھی اور اپنی ذات پر کوئی بوجھ برداشت نہیں کرتی تھی لیکن غزال کی قربت اسے بھی پسند تھی اور اس سلسلے میں انہوں نے کوئی پابندی قبول نہیں کی تھی۔ ہر جگہ بے دھڑک آتے جاتے تھے۔ ایک چھوٹا سا واقعہ بھی پیش آیا۔ اس دوران یونیورسٹی کے کچھ لڑکے اور لڑکیاں پکنک کے پروگرام سے حاکم شاہ کے کوٹلے گئے اور وہاں بکھر گئے۔ بارش کا موسم تھا اطراف بھیگے ہوئے تھے۔ وقفے وقفے سے بارش کئی دن سے جاری تھی جگہ جگہ کونپلیں ابھر آئی تھیں۔ غزال ایک خوبصورت سے قطعے میں نیم دراز قریب بیٹھی ہوئی قندیل سے گفتگو کر رہا تھا کہ دفعتہ قندیل تڑپ کر ایک جھاڑی کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے دفعتہ ہی جھاڑی میں ہاتھ ڈال کر کوئی شے پکڑ لی لیکن جب اس نے وہ شے باہر کھینچی تو

غزال نے ایک کئی فٹ لمبی چھلانگ لگائی۔ ایک کالا سیاہ ناگ قندیل کے ہاتھ میں تھا اور قندیل نے اس کا پھن پکڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے انتہائی وحشیانہ انداز میں ناگ کو پھن سے پکڑ کر زمین پر مارنا شروع کر دیا اس بے دردی اور دیوانگی کے عالم میں وہ سانپ کو مار رہی تھی کہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سانپ نے اپنا چکدار بدن قندیل کی کلائی سے لپیٹنے کی کوشش کی لیکن دو تین بار ہی زمین پر بدن ٹکرانے سے اس کی ہڈیوں کے جوڑ کھل گئے اور وہ ایک بے ضرر کیچوے کی مانند ہو گیا۔ قندیل نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اس نے سانپ کے بدن کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ کر زور سے جھٹکا دیا اور سانپ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر اس نے باقی ٹکڑے کو بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسی طرح توڑ دیا اور اس کے بعد غرا کر سانپ کو ایک طرف اچھال دیا۔ سانپ کا بالشت بھر لمبا پھن چند قدم رینگا اور اس کے بعد سرد ہو گیا۔ غزال جو سانپ کو دیکھ کر انتہائی خوفزدہ ہو گیا تھا وحشت بھری نظروں سے قندیل کو دیکھنے لگا اور نجانے کیوں اس کے دل میں ایک لمحے کے لئے خوف کا سا احساس ابھر آیا۔ قندیل کا چہرہ اس وقت انتہائی وحشت ناک ہو رہا تھا اور لگ ہی نہ رہا تھا کہ یہ وہی ہنستی مسکراتی لڑکی ہے۔ سانپ کے لئے اس کے دل میں شدید انتقام پیدا ہو گیا تھا لیکن اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا تصور کسی نڈر مرد سے بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قندیل ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ غالباً وہ اپنا ہاتھ دھونا چاہتی تھی۔ پھر اس نے غزال سے کہا۔

"آؤ میں ہاتھ دھوؤں گی۔"

"مم.... مگر قندیل یہ گر تم نے کہاں سے سیکھا۔ خدا کی پناہ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جیسے۔"

"آؤ غزال بے کار باتیں نہیں کرتے ہاتھ دھونا ہے مجھے۔" قندیل نے سرد لہجے میں کہا اور غزال اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے کئی بار پلٹ کر خوفزدہ نگاہوں سے مردہ سانپ کو دیکھا تھا۔ پھر جب قندیل ہاتھ وغیرہ دھو کر فارغ ہو گئی تو غزال کہنے لگا۔

"یوں لگتا تھا جیسے تمہیں اس سانپ سے بے پناہ نفرت ہو گئی ہو آخر کیوں؟؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو' وہ تمہاری طرف حملہ آور ہو رہا تھا۔"

"تم نے دیکھ لیا ورنہ میں تو گیا تھا۔"

"اب اس واقعے کا ڈھول کسی سے نہ پیٹنا میں تمہیں ہدایت کرتی ہوں کہ بالکل

خاموش رہنا میں نہیں چاہتی کہ کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"مگر کیوں؟"

"غزال۔" قندیل نے غزال کو دیکھا اور ایک بار پھر غزال کے بدن میں جھرجھری سی پیدا ہو گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی قوت اسے احساس دلا رہی ہو کہ زبان بند رکھنا ہی اس کے حق میں ہے اور واقعی غزال کسی سے یہ الفاظ نہ کہہ سکا۔ لیکن قندیل کی محبت اس کے دل میں کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔ کرنل فیروز خان اور راؤ سکندر دونوں ہی نے ان دونوں کی قربت اور دوستی محسوس کر لی تھی چنانچہ ایک دن کرنل فیروز خاں نے اپنی روایتی بے باکی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"بھئی راؤ کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہماری اور تمہاری یہ دوستی کچھ رشتوں میں ڈھلنے کا ارادہ رکھتی ہے کیا خیال ہے تعاون کرو گے یا ظالم آسمان بن جاؤ گے؟"

"میں سمجھا نہیں کرنل صاحب۔"

"ہمارے بچے میرا اشارہ غزال اور تمہاری بیٹی قندیل کی طرف ہے میں چاہتا ہوں کہ قندیل میرے گھر میں روشن ہو جائے تمہارا گھر تاریک کرنے کا خواہش مند تو نہیں ہوں لیکن بس دل میں یہ خواہش ہے کہ یہ رشتے اس شکل میں ڈھل جائیں تو ہم سب کی خوش بختی ہو گی اور پھر کتنا ہی وقت گزار لو بالآخر ایک نہ ایک دن تمہیں یہ کام کرنا ہے بجائے اس کے کہ تم کسی اور کے بارے میں سوچو ہمیں ہی یہ اعزاز کیوں نہ بخش دو۔"

"میں جانتا ہوں کرنل صاحب یہ سب کچھ تو کرنا ہے لیکن ابھی اس کی جلدی نہیں ہے۔"

"بالکل نہیں، بھئی بس یہ چاہتے ہیں کہ تم اس سلسلے میں فیصلہ ہمارے حق میں کر دو۔" کرنل نے کہا اور دفعتہ راؤ سکندر کو ہوش آ گیا معاملہ اس کی بیٹی کا نہیں قندیل کا تھا اور قندیل.... کیا اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق اسے ہے۔ کرنل کو تو اس بارے میں کچھ بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تاہم اس نے بات کو درمیانہ رکھا۔

"کچھ وقت گزر جانے دیں کرنل جلدی کیا ہے۔ وقت خود بہترین فیصلہ کرتا ہے ہم وقت کے فیصلوں کے آڑے نہ آئیں گے۔ وعدہ ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔" کرنل نے جواب دیا اور بات عارضی طور پر ٹل

گئی لیکن خود راؤ سکندر نے قندیل اور غزال کی قربت کو محسوس کیا۔ قندیل غیر معمولی طور پر غزال کی طرف متوجہ تھی سانپ والے واقعہ کے بعد تو دونوں اور بھی قریب آ گئے تھے اور اکثر دونوں کو ساتھ ہی دیکھا جاتا تھا۔ غزال بے دھڑک قندیل کے ہاں آ جاتا تھا اور قندیل کے انداز میں بھی اس کے لئے پذیرائی ہوتی تھی راؤ سکندر کو یہ لڑکا بے حد پسند تھا۔ خود کرنل فیروز بھی بے حد نفیس انسان تھے اور راؤ سکندر ذہنی طور پر ان سے مانوس ہو گیا تھا۔ قندیل کے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے بس اسے یہی جھجک تھی کہ کہیں قندیل کی زندگی کا کوئی دوسرا رخ سامنے نہ آ جائے۔ حالانکہ اب اس بات کے امکانات نہیں تھے کیونکہ قندیل کی زندگی کے تمام تر ماہ و سال راؤ سکندر کی نگاہوں کے سامنے سے گزرے تھے۔ بے شک اس کی شخصیت کو راؤ سکندر کبھی نہیں بھول سکتا تھا لیکن خود قندیل کے اندر ایسی کوئی بات نہیں تھی جو انحراف تصور کی جاتی۔ راؤ نے کافی دن غور و خوض کے بعد اس بارے میں سطوت سے گفتگو کی بے چاری سطوت تو صورتحال سے آج تک ناواقف تھی۔ راؤ نے جان بوجھ کر اسے کچھ نہیں بتایا تھا اور اب تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ایک راؤ غضنفر تھے جو اس معاملے میں تھوڑا بہت جانتے تھے لیکن وہ بھی سب کچھ اپنے ذہن سے فراموش کر بیٹھے تھے اور اب تو ان کا سہارا بھی نہیں باقی رہا تھا۔ سطوت جہاں نے یہ تفصیل سنی تو خوشی سے اچھل پڑیں۔

"غزال تو بہت ہی پیارا لڑکا ہے اور پھر معیاری لوگ ہیں ہمیں ایک نہ ایک دن تو قندیل کو کسی کے گھر پہنچانا ہے ظاہر ہے وہ ہماری بیٹی نہیں ہے لیکن اب یہ تصور بھی عجیب لگتا ہے کہ وہ ہماری اولاد نہیں ہے۔ میرے خیال میں تو یہ رشتہ منظور کر لو بہتر رہے گا۔"

"یہی چاہتا ہوں کہ تم ایک بار قندیل سے بھی پوچھ لو۔"

"ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ قندیل کو اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن کوئی حرج نہیں ہے میں اس سے بات کر لوں گی۔" اور سطوت نے قندیل سے یہ سوال کر ڈالا۔

"قندیل بیٹی غزال تمہیں کیسا لگتا ہے؟" جواب میں قندیل مسکرا دی۔

"جس لحاظ سے تم اس کے بارے میں پوچھ رہی ہو ممی اس لحاظ سے وہ بہتر نوجوان ہے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہم تم دونوں کی زندگی کو یکجا کر رہے ہیں۔"

قندیل بدستور مسکراتی رہی اس کے انداز میں کوئی جھجک نہیں پیدا ہوئی تھی اور یہی اس کا اظہار رضامندی تھا چنانچہ سطوت جہاں نے راؤ سکندر سے کہہ دیا کہ قندیل خوشی سے اس سلسلے میں تیار ہے اور راؤ سکندر نے بھی بے تکلفی ہی سے کرنل فیروز سے اپنے اس فیصلے کا اظہار کر دیا چنانچہ دونوں خاندانوں میں تیاریاں شروع ہو گئیں طے یہ کیا گیا تھا کہ قندیل کی منگنی کر دی جائے۔ منگنی کی رسم راؤ سکندر نے اپنے شایان شان ادا کی تو کرنل فیروز نے بھی اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ دونوں خاندانوں کے دل ملے ہوئے تھے اس لئے ہر کام نہایت خوش اسلوبی سے ہوا۔ قندیل کے ہونٹوں کی مسکراہٹ بتاتی تھی کہ وہ اس عمل سے خوش ہے اور اس نے کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کیا تھا ویسے بھی زندگی کے ایک مخصوص مرحلے تک آنے کے بعد اس کے اندر کی وہ کیفیات ختم ہو گئی تھیں جو راؤ سکندر کو کبھی کبھی یہ احساس دلاتی رہتی تھیں کہ قندیل ایک پراسرار وجود ہے اب تو طویل عرصہ گزر گیا تھا قندیل کی کوئی ایسی حرکت سامنے نہیں آئی تھی جو باعث تشویش ہوتی یا عجیب و غریب کہلاتی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی کسی پراسرار کیفیت کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکا تھا۔ ہاں سانپ کا معاملہ ایسا تھا جسے غزال نے صرف بہادری پر محمول کیا تھا اور اس میں کوئی خاص بات تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔

قندیل' غزال کی زندگی میں شامل ہو گئی - دونوں اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے اب تو یونیورسٹی میں بھی کوئی ایسی بات نہیں رہی تھی جس کی وجہ سے کس کو کسی سے چھپنا پڑے۔ چنانچہ معمولات زندگی یوں جاری رہے۔ شادی کے بارے میں ابھی فیصلہ کیا گیا تھا کہ کچھ عرصہ گزارنا پڑے گا۔ دونوں کی تعلیم بھی مکمل ہو جائے اور پھر غزال کے دوسرے بھائی بہن بھی تھے جن کے سلسلے میں کرنل فیروز کو تشویش تھی لیکن ابھی شادی کی کوئی جلدی بھی نہیں تھی غزال اور قندیل ملتے رہتے۔ وہ دونوں اکثر تقاریب میں بھی ساتھ ساتھ شریک ہو جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک تقریب کی بات ہے دونوں خاندان اس تقریب میں شریک تھے۔ قندیل ایک حسین لباس میں ملبوس تھی اور شعلہ جوالہ نظر آ رہی تھی اس کا حسن ایک عجیب سی کیفیت رکھتا تھا لوگ خاص طور سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

دل پھینک نوجوانوں کے گروہ میں سے کسی نے کہا۔ "یہ جنگل کا پھول یہاں کیسے کھل

گیا۔"

"واقعی انوکھا حسن ہے محفل لوٹ لی اس نے۔"

"مجھے جنگلی پھول بے حد پسند ہیں اور دوستو میں بہت جلد اس پھول کو اپنی ملکیت کی حیثیت سے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔" جس نوجوان نے یہ الفاظ کہے تھے وہ بہت تنومند اور اسمارٹ تھا حالانکہ قندیل سے اس کا بہت فاصلہ تھا لیکن نہ جانے کیوں قندیل اس کی طرف متوجہ ہو گئی پھر اس نے نوجوان کو اشارہ کیا اور نوجوان فخریہ انداز میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ جونہی وہ قندیل کے قریب پہنچا چٹاخ کی ایک زور دار آواز ابھری اور لوگ ششدر رہ گئے۔ نوجوان لڑکا زمین پر گر پڑا تھا اور آس پاس والے حیرانی کی وجہ سے اسے اٹھانا بھی بھول گئے تھے۔ قندیل کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں اس نے ایک نگاہ قریب موجود لوگوں پر ڈالی اور پھر اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"افودے ہارا سانومائی نے فودا.... ایشورا.... ایشورا....!"

اس نے انگلی سے نوجوان کی طرف اشارہ کیا اس کی آواز میں گونج تھی ملکاؤں کا سا وقار تھا۔ آنکھوں کی ہولناک سرخی اس قدر خوفناک تھی کہ لوگ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

پھر ایک طرف سے غزال اور دوسری طرف سے راؤ سکندر دوڑے وہ قندیل کے پاس پہنچ گئے کسی سے صورتحال معلوم نہ ہو سکی لیکن نوجوان جو زمین پر پڑا ہوا تھا اٹھ نہ سکا تھا اور اس کا رخسار دیکھ کر بہت سے لوگوں کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں۔ رخسار آہستہ آہستہ نیلا پڑتا جا رہا تھا اور ذرا سی دیر میں اس کا چہرہ دو رنگوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ وہ ایک ہی تھپڑ کھا کر بے ہوش ہو گیا تھا کچھ لوگوں نے اسے اٹھایا نوجوان بھی کسی معمولی گھرانے کا نہیں تھا اس کے اہل خاندان بھی پہنچ گئے اور اچھی خاصہ ہنگامہ آرائی ہو گئی وہ صورتحال معلوم کر رہے تھے لیکن کوئی بھی شخص کچھ بتانے پر آمادہ نہیں تھا نوجوان کی بے ہوشی اور اس کے چہرے کی نیلاہٹ دیکھ کر اسے وہاں سے لے جایا گیا اور غزال نے قندیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ آہستہ آہستہ معتدل ہوتی جا رہی تھی لوگوں نے اس کی زبان سے جو کچھ سنا تھا اس کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس کے چہرے کی تمکنت اور اس کا انداز دیکھ کر تو بعض لوگوں پر ہیبت سی طاری ہو گئی تھی اور سب کے سب اس کے بارے میں چہ

میگوئیاں کر رہے تھے۔ راؤ سکندر کو بھی اس کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہوئی تو وہ دھک سے رہ گئے۔ انہیں اس بات پر تعجب ہوا تھا کہ قندیل نے کسی عجیب سی زبان میں کچھ الفاظ کہے تھے۔ غزال البتہ قندیل کو لے کر ایک کونے میں پہنچ گیا۔

"کیا ہوا تھا قندیل؟" قندیل گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"وہ مجھ سے بدتمیزی کر رہا تھا اس نے میرے بارے میں ایسے رکیک جملے سوچے تھے جنہیں میں برداشت نہ کر سکی۔"

"سوچے تھے.....؟"

"ہاں، اپنے ساتھیوں سے کہے بھی تھے۔"

"اوہ، ٹھیک ہے چلو اچھا کیا تم نے، مگر اس کی یہ کیفیت کیا ہو گئی؟"

"میں نہیں جانتی، یہاں سے واپس چلو۔" قندیل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا غزال نے اس سلسلے میں راؤ سکندر سے بھی اجازت نہیں لی تھی وہ قندیل کو اپنی کار میں بٹھا کر راؤ سکندر کے گھر کی طرف چل پڑا۔ ویسے بھی دونوں کے گھر آمنے سامنے ہی تھے۔ تقریب میں ہڑبونگ مچ گئی تھی اور کچھ لوگوں نے راؤ سکندر سے تلخ الفاظ بھی کہے تھے۔ کرنل فیروز نے اس موقع پر صورت حال کو سنبھالا اور کہنے لگے۔

"کوئی بھی لڑکی بلا وجہ اس قدر برافروختہ نہیں ہو جاتی یقینی طور پر اس سے بھی کچھ کہا گیا ہے صورتحال سامنے آ جائے گی اور پھر نوجوان کے اہل خاندان کی چند دھمکیوں کے جواب میں کرنل فیروز نے جواب دیا۔

"وہ راؤ خاندان کی بیٹی اور میرے گھر کی بہو ہے اگر مجھے علم ہو گیا کہ اس کے ساتھ کوئی بدتمیزی ہوئی ہے تو آپ لوگ بعد کے حالات کے لئے تیار رہیں۔"

"راؤ خاندان کی بیٹی زبان تو کسی سیارے کی بول رہی تھی کیا راؤ صاحب پہلے کسی سیارے پر آباد تھے؟"

میزبان نے بات نہ بڑھنے دی اور راؤ اور کرنل فیروز وہاں سے واپس آ گئے۔

غزال، قندیل کو گھر لے آیا تھا لیکن قندیل کے انداز میں بے چینی سی مسلسل تھی وہ کھوئی کھوئی تھی غزال اسے سمجھانے لگا۔

"ایسے لوگ تو ہر جگہ موجود ہوتے ہیں تم نے بلا وجہ اس پر توجہ دی۔"

"گانووے چوئے ایشکا آرائے۔" قندیل نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" غزال نے پوچھا۔

"اس.....؟"

"کیا کہہ رہی ہو میں سمجھا نہیں؟"

"پتہ نہیں تم جاؤ میں تنہائی چاہتی ہوں۔" قندیل نے کہا۔

"تم نے نہ جانے کیوں اس بات کو ذہن پر سوار کر لیا ہے۔"

"جاؤ، میں تنہائی چاہتی ہوں۔" قندیل سرد لہجے میں بولی اور غزال حیران رہ گیا اس نے قندیل کا یہ لہجہ کبھی نہیں سنا تھا۔

"نہیں قندیل میں جانتا ہوں تم شدید ذہنی انتشار کا شکار ہو گئی ہو۔ میں اس وقت تمہارے اس لہجے کا برا نہیں مانوں گا۔"

"ایشابودے ہارنے ایشا بودے۔" قندیل گرجی اور اس نے آگے بڑھ کر غزال کا بازو پکڑ لیا غزال خود بھی طاقتور اور مضبوط نوجوان تھا لیکن قندیل نے باآسانی اسے کھڑا کر لیا اور پھر غزال کو دھکیلتی ہوئی دور تک لے گئی پھر تیزی سے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

غزال ششدر رہ گیا وہ دیر تک کھڑا قندیل کی اس کیفیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر اسے بھی غصہ آ گیا قندیل نے نہایت بد اخلاقی کا ثبوت دیا تھا اور اس میں اور دوسروں میں تو فرق تھا قندیل نے غصے کے عالم میں اس کا خیال بھی نہیں کیا تھا۔ وہ غصے سے پاؤں پٹختا باہر نکل آیا آخر اسے کیا ہو گیا بہرحال وہ اس بے عزتی کو فراموش نہیں کر پایا تھا۔

راؤ اور کرنل بھی گھر واپس پہنچ گئے قندیل اپنے کمرے میں تھی۔ غزال اور قندیل کے مابین کیا گفتگو ہوئی انہیں معلوم نہیں تھا راؤ سکندر نے قندیل کا دروازہ کھلوانے کی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ کرنل سے راؤ نے کہا کہ فکر نہ کریں جو ہو گا دیکھا جائے گا یقینی طور پر اس لڑکے نے کوئی بدتمیزی کی ہو گی۔"

بہرحال غزال کی غیر موجودگی کو کسی نے محسوس نہیں کیا تھا لیکن غزال بھی دوبارہ قندیل کے پاس واپس نہیں آیا۔ راؤ سکندر اور سطوت، قندیل سے دروازہ کھولنے کے لئے کہتے رہے لیکن اس نے اندر سے کہہ دیا تھا کہ وہ ابھی دروازہ نہیں کھولے گی۔" وہ لوگ

جائیں۔

قندیل عام حالات میں ضدی بھی نہیں تھی نجانے کیا ہو گیا تھا اسے البتہ راؤ صاحب کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے وہ صرف یہ سوچ رہے تھے کہ قندیل نے وہ انوکھی زبان کیسے بولی تھی ایک بار پھر تمام وسوسے تازہ ہو گئے تھے۔ سطوت کا علاج راؤ صاحب آج تک نہیں بھول سکے تھے اور یہ بات ان کی سمجھ میں کبھی نہیں آئی تھی کہ قندیل کو وہ طریقہ علاج کیسے معلوم ہوا اور آج اس اجنبی زبان کا اظہار بھی اس واقعہ سے متعلق محسوس ہو رہا تھا بہرطور راؤ صاحب بے چارے اس معاملے میں قطعی تنہا تھے۔ وہ قندیل کے مسئلے میں الجھے رہے۔ سطوت جہاں رات کو سو گئی تھیں لیکن راؤ صاحب جاگتے رہے۔ اس وقت رات کے تقریباً سوا بارہ بجے تھے۔ جب کمپاؤنڈ میں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ راؤ صاحب کی رہائش گاہ کے کمپاؤنڈ میں تین السیشن کھلے رہتے تھے اور یہ کتے انتہائی خونخوار تھے۔

ان کے غیر معمولی طور پر بھونکنے کی آواز سن کر راؤ صاحب کا ماتھا ٹھنکا اور وہ اپنا پستول لے کر خاموشی سے باہر نکل آئے۔ کتوں کی آوازیں شدت اختیار کر گئی تھیں اور دفعتہً ہی راؤ صاحب کو کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے کتے کسی سے لڑ پڑے ہوں وہ اس انداز میں غرا رہے تھے اور بھونک رہے تھے۔ پھر اس وقت تک جب تک کہ راؤ صاحب کمپاؤنڈ میں پہنچتے انہیں ایک کتے کی عجیب سی غراہٹ سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زخمی ہو کر چیخا ہو تب راؤ صاحب دوڑتے ہوئے کمپاؤنڈ کے سامنے پہنچ گئے لیکن جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا۔ قندیل نے ایک کتے کو جبڑوں سے پکڑا ہوا تھا۔ دوسرا کتا اس کا لباس نوچ رہا تھا اور تیسرا کتا کچھ عجیب سے انداز میں زمین پر پڑا تھا۔ اس کے بدن میں جنبش نہیں تھی۔ جو کتا قندیل کے ہاتھوں میں دبا ہوا تھا وہ جان بچانے کی شدید جدوجہد کر رہا تھا پھر قندیل نے اسے چھوڑ دیا اور اس کتے کی طرف پلٹی جو عقب سے اس پر حملے کر رہا تھا لیکن جونہی وہ پلٹی السیشن نے خوفزدہ ہو کر لمبی چھلانگ لگائی اور کمپاؤنڈ کی دیوار پھلانگ کر بھاگ گیا۔ باقی دو کتوں کی کیفیت سے راؤ سکندر نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ مر چکے ہیں۔

راؤ صاحب کا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ ناقابل یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ قندیل چند لمحات کھڑی رہی پھر وہ دوزانوں بیٹھ گئی اور اس نے دونوں ہاتھ

فضا میں بلند کر دیئے۔ اس کا چہرہ آسمان کی طرف تھا اور وہ چاند کو دیکھ رہی تھی راؤ صاحب کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ جانتے تھے کہ قندیل کوئی عام لڑکی نہیں ہے لیکن اس کی کہانی جس قدر انہیں معلوم تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ ہمیشہ ہی کسی انہونی کے خدشے کا شکار رہے تھے اور اس وقت یہ سب کچھ سامنے آ رہا تھا۔

قندیل کچھ دیر اسی طرح بیٹھی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر واپس مڑی اور راؤ صاحب جلدی سے سامنے سے ہٹ کر چھپ گئے۔ قندیل اندر چلی گئی تو وہ کتوں کی لاشوں کے پاس آئے۔ انہیں قریب سے دیکھ کر ایک بار پھر وہ دہشت زدہ ہو گئے۔ انتہائی خوفناک اور طاقتور کتوں کو اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دیا تھا کہ تصور بھی نہ کیا جا سکے یہ کام کوئی خوفناک حد تک طاقتور بھیڑیا ہی کر سکتا تھا اور اگر یہ سب کچھ ان کے سامنے نہ ہوتا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ تیسرا کتا جان بچا کر بھاگ گیا تھا ورنہ اس کا بھی یہی حال ہوتا۔

اب یہ راز چھپنا مشکل ہے۔ میں خود کب تک ان الجھنوں کا شکار رہوں نہ جانے اور کیا ہو جائے۔ انہوں نے سوچا اور پھر اندر واپس چل پڑے حلق خشک ہو رہا تھا سوچیں دیوانہ کئے دے رہی تھیں خود کو شدید تھکن کا شکار محسوس کر رہے تھے۔ اب تو ایک اور خاندان بھی قندیل سے وابستہ ہو گیا تھا اسے دھوکے میں رکھنے کا جرم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ سطوت کا خیال بھی تھا اس کا کیا حال ہو گا۔ کوئی لالچ نہیں تھا انہیں قندیل سے کوئی اور توقع نہیں تھی بس اپنی محبت کا شکار تھے اور شاید قندیل کے سحر کا بھی۔ ساری رات وہ اپنے کمرے میں بیٹھے سوچتے رہے تھے پھر صبح ہو گئی۔ سطوت جہاں معمول کے مطابق جاگی تھیں۔ پھر دو بدحواس ملازموں نے انہیں کمپاؤنڈ میں پڑی کتوں کی لاشوں کی اطلاع دی اور انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

”لاشیں پھینکوا دو.....!“

”تیسرا کتا بھی غائب ہے جناب۔“

”جاؤ..... مجھے معلوم ہے۔“ انہوں نے سخت لہجے میں کہا اور ملازم حیران باہر نکل گئے راؤ صاحب غسل خانے کی طرف بڑھ گئے۔ دیر تک غسل کر کے وہ رات بھر کی کسل اتارتے رہے باہر نکلے تو سطوت جہاں پریشان کھڑی تھیں۔

”سنئے..... قندیل کہاں ہے اتنی صبح کہاں چلی گئی وہ آپ کو کچھ بتا کر گئی ہے۔“

"شک کیا مطلب۔" راؤ صاحب اچھل پڑے۔

"وہ..... وہ کوٹھی میں نہیں ہے....." سطوت جہاں نے بتایا۔

راؤ سکندر پھٹی پھٹی آنکھوں سے سطوت جہاں کو دیکھتے رہے پھر سنبھل کر بولے۔ " کہاں جا سکتی ہے اتنی صبح' ہو سکتا ہے کہ 'کہ" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے چند لمحات اسی طرح خاموش رہ کر کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ "تم نے ہر جگہ دیکھ لیا ہے.....؟"

"تبھی تو پریشان ہوں۔" سطوت جہاں نے کہا۔

"اوہو بھئی تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے جہاں گئی ہے وہاں سے واپس آ جائے گی اب وہ بچی تو نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر رات کو اس کی طبیعت کچھ خراب تھی بہت اداس تھی اور پھر وہاں تقریب میں جو کچھ ہوا تھا وہ غیر متوقع تھا۔ وہ ایسی نہیں ہے ٹال بھی سکتی تھی بہت مہذب ہے وہ کبھی کسی سے تلخ بات نہیں کرتی لیکن' لیکن میں نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگی' "امی میں اداس ہوں نہ جانے کیوں میں اداس ہوں ایک عجیب سی ہول اٹھ رہی ہے میرے دل میں جیسے مجھے کوئی یاد آ رہا ہو وہ کون ہے کہاں ہے میں نہیں جانتی لیکن کوئی ہے ضرور....."

"یہ الفاظ کب کہے تھے اس نے؟"

"رات کو دروازہ کھول کر باہر آئی تھی جب کرنل صاحب چلے گئے تھے۔"

"پریشان نہ ہو واپس آ جائے گی خواہ مخواہ دوسروں کو بھی بدحواس نہ کر دینا۔"

دوپہر ہوئی پھر شام اور آخر رات اب تو سب ہی ہول گئے راؤ سکندر کی قوت برداشت بھی جواب دے گئی اور پھر وہ بہت سے لوگوں کو ادھر ادھر دوڑا کر خود بھی باہر نکل گئے عجیب سی بات تھی لڑکی کا معاملہ تھا کسی سے کہتے ہوئے بھی الجھ رہے تھے ان لوگوں کی طرف بھی خیال گیا جن سے تلخ کلامی ہوئی تھی بہت سے خدشات بھی دل میں آئے مجبور ہو کر کرنل فیروز خان کے پاس پہنچ گئے۔

"اور تم اب مجھے اطلاع دے رہے ہو راؤ اتنی غیریت ان کی تو ایسی تیسی ابھی سب کو تھانے بلواتا ہوں الٹا لٹکوا کر کھال اتار لوں گا سسروں کی۔"

نہیں کرنل اس سے پہلے ہمیں خود بھی کوشش کرنی چاہئے ان لوگوں کی اتنی جرات نہیں ہو سکتی اور اگر ایسا ہوا ہے کرنل تو پھر اس کا جواب بہت برا ہو گا۔ میں بہت شریف آدمی ہوں لیکن اس خاندان کو اپنی عزت بچانا مشکل ہو جائے گی۔ راؤ کی آواز میں پرانا راؤسکندر بول پڑا تھا۔ غزال کو بھی یہ بات معلوم ہوئی اور وہ کسی سے کچھ کہے بغیر کار لے کر نکل گیا سخت ناراض تھا قندیل سے' اس نے غزال کے ساتھ بھی دوسروں جیسا سلوک کیا تھا اسے اپنے کمرے سے نکال دیا تھا اور اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب تک وہ اسے خود نہ منائے گی وہ بھی اس کے پاس نہیں آئے گا لیکن یہ سن کر وہ تھرا گیا تھا کہاں گئی وہ کیا ہو گیا اسے ایک ہنستی مسکراتی لڑکی کس مصیبت کا شکار ہو گئی وہ تو ہر وقت مسکرانے والوں میں سے تھی یہ اچانک اس کا مزاج کیسے بدل گیا کار لے کر نکل تو آیا تھا لیکن اب کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہاں جائے تلاش کرنے کی کوئی جگہ بھی تو ہو..... راؤ صاحب کے ہاں کچھ اقدار تھے قندیل کی دوستیاں بھی ایسی نہ تھیں کہ وہ کسی کے گھر کسی بھی حالت میں اس طرح رہ جائے۔

رات گہری ہوتی گئی نہ جانے وہ کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا اسے خود بھی اپنی حماقت کا احساس تھا وہ سڑکوں پر تو نہ پھر رہی ہو گی لیکن کوئی بات تو ذہن میں آئے اسے اچانک ہی احساس ہوا تھا کہ وہ قندیل کو پاگلوں کی طرح چاہتا ہے اور اس کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا اسے یہ بھی احساس ہوا تھا کہ قندیل بیمار ہو گئی ہے اس کی ان تمام باتوں میں ہوشمندی نہیں تھی بلکہ بلکہ.....

سڑکوں پر رات کا گشت شروع ہو گیا تھا کئی بار پولیس والوں نے گاڑی پر ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی وہ سڑکوں پر فراٹے بھرنے لگا اور پھر اس وقت چاند نکل آیا تھا جب وہ دل کی ویرانی کا شکار ہو کر ایک ویرانے میں نکل آیا تھا چاروں طرف ہو کا سناٹا پھیلا ہوا تھا سامنے کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے جن کا تعلق مغلیہ دور سے تھا چاندنی میں سرخ پتھروں کے ڈھیر عجیب عجیب سی [illegible]یں اختیار کر گئے تھے دفعتہ اسے ایک ہولناک قہقہہ سنائی دیا۔ ایسا قہقہہ جو مسامات کو ادھیڑ کر رکھ دے بریکوں پر خود بخود دباؤ پڑا اور کار کا انجن ایک جھٹکے سے

بند ہو گیا کیونکہ کلچ پر پاؤں نہیں پہنچا تھا وہ متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اس آواز میں ایسی کوئی خاص بات تھی جس سے خوف کے علاوہ بھی کوئی احساس ابھرا تھا ایک ایسا احساس جس کا مفہوم فوراً سمجھ میں نہیں آتا تھا غزال کی حیران آنکھیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ کشیدہ اعصاب کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا پھر اچانک اسے کسی گیدڑ کے رونے کی آواز سنائی دی لیکن یہ آواز گیدڑ کی نہ تھی کیونکہ آخر میں وہ کسی بھیڑیئے کے بھونکنے کی آواز میں بدل گئی تھی ساتھ ہی اس کی نگاہ ایک سرخ پتھر کی سل کی طرف اٹھ گئی جس پر کوئی شے متحرک تھی غزال سحر زدہ ادھر دیکھتا رہا ابتدا میں خوف کا احساس ہوا لیکن پھر کسی غیر مرئی قوت کے زیر اثر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے کھنڈرات کے قریب اس جگہ لے گیا جہاں وہ متحرک شے نظر آئی تھی اور پھر اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پتھریلی سل پر کوئی لڑکی بیٹھی تھی بصارت نے کچھ اور کشادگی اختیار کی تو اس نے قندیل کو پہچان لیا یہ سب کچھ ناقابل یقین تھا آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں بھلا اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ قندیل ان کھنڈرات میں بھٹک رہی ہو اور اگر وہ کسی طور یہاں آ بھی گئی ہو تو وہ بھی سیدھا ادھر آ گیا اس جگہ کا تصور تو ذہن کے کسی گوشے میں نہ تھا بس یونہی ادھر رخ ہو گیا تھا توہمات کی بہت سی کہانیاں اس کے ذہن میں گھوم گئیں بعض اوقات کوئی تصور بھی ایسی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس شکل میں نظر آنے والا وجود حقیقی نہیں ہوتا۔

لیکن وہ شکل قندیل کی ہی تھی اس کے چہرے پر وحشت تھی اور آنکھیں اس کی آنکھیں سونے کی مانند سنہری اور چمکدار تھیں اور ان میں کوئی پتلی نہیں تھی بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح دونوں ہاتھ سل پر ٹکائے بیٹھی تھی غزال اپنے بدن کی خوفزدہ لرزشوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا اعصاب چیخ رہے تھے اور وحشت کہہ رہی تھی کہ فوراً یہاں سے گاڑی لے کر بھاگ جائے اور جان بچائے لیکن دل کی آواز کچھ اور تھی وہ اگر قندیل کی شکل میں بھی ہے تو اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ قندیل کے نام پر اگر کوئی نقصان بھی پہنچ جائے تو اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے اس شکل کو دیکھنے کے بعد کسی اور چیز پر سوچنے کی گنجائش نہیں ہے دل کی آواز نے اعصاب کو سنبھالا اور وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا لیکن قندیل کی وحشت زدہ صورت دیکھ کر وہ اس بات کے لئے تیار تھا کہ اگر وہ اس پر حملہ کر دے تو غزال اپنے آپ کو بچا سکے قندیل اسی طرح بیٹھی اسے دیکھتی رہی پھر اس

کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ گئے اور اس کی آنکھیں حلقوں میں گردش کرنے لگیں ساتھ ہی اس نے اپنے جسم کی پوزیشن بھی تبدیل کر لی تھی۔ یہ ہولناک منظر اگر کسی اور کے سامنے آتا تو شاید اس کا کلیجہ ہی پھٹ جاتا لیکن غزال کو ان لمحات میں شدید احساس ہو گیا تھا کہ قندیل اس کے وجود کی گہرائیوں میں کہیں ایسی جگہ جا بیٹھی ہے جہاں سے اسے نکال دینا ممکن نہیں ہے اور وہ ہر خطرے کو مول لینے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور پھر وہ قندیل کے پاس پہنچ گیا اس نے نجانے کس طرح اپنے حواس کو مجتمع کر کے اسے آواز دی۔

"قندیل..." اور قندیل نے ایک بار پھر وہی ہذیانی قہقہہ لگایا جسے پہلی بار سن کر غزال یہاں رکا تھا یوں لگتا تھا جیسے کھنڈرات کی ہر چٹان ہر دیوار نے وہ آواز اگل دی ہو اور غزال کے قدم ایک دم رک گئے بہرطور انسان ہی تھا اور اس سحر زدہ ماحول میں تنہا لیکن اس نے ہمت کا دامن نہ چھوڑا اور پھر اپنے آپ کو سنبھال کر دو قدم آگے بڑھا اور قندیل کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"قندیل" اس بار اس کے لہجے میں ایک غراہٹ پیدا ہو گئی تھی لیکن قندیل نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو قندیل....؟"

"تاہ....بوشا....تاہ نی بوشا...." قندیل نے خون منجمد کرنے والے لہجے میں جواب دیا اور غزال اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

"کیا کر رہی ہو تم یہاں۔" نجانے غزال کے اندر کون سی قوت ابھر آئی تھی اس نے آگے بڑھ کر قندیل کے بال مٹھی میں جکڑ لئے اب اس کی آنکھوں سے بھی وحشت جھانکنے لگی تھی غالباً یہ خوف کی انتہا تھی جو ختم ہونے کے بعد دلیری میں ڈھل گئی اس نے زور سے قندیل کے بالوں کو جھٹکا دیا اور قندیل اس جھٹکے سے چٹان سے نیچے آ رہی اس کے دونوں پاؤں زمین پر ٹکے لیکن غزال نے اسے گرنے نہیں دیا دفعتہ ہی قندیل کی آنکھوں کی وہ چمک مدھم پڑنے لگی اور غزال اسے گھسیٹتا ہوا گاڑی تک لے آیا پھر اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر قندیل کو اندر دھکا دے دیا وہ ہر قسم کے خوف سے بے نیاز ہو چکا تھا جسم اندر سے پھٹا جا رہا تھا اور اس کیفیت کو وہ نہ تو غصے کا نام دے سکتا تھا نہ خوف کا بس ایک عجیب سی اعصابی کشیدگی اس پر طاری تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ قندیل کو مارے اچھی

طرح اس کے رخساروں پر تھپڑ لگائے یہ تو اس نے نہ کیا کیوں کہ قندیل نے کوئی مدافعت نہیں کی تھی لیکن بہرطور اس نے بڑی بے دردی سے اسے اندر ٹھونس دیا تھا پھر وہ اسے گھورتا ہوا بولا....

"یہاں کیا کر رہی تھیں تم کیا کر رہی تھیں یہاں؟"

اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے عقب سے بہت سے قدم دوڑتے ہوئے اس کی جانب آ رہے ہوں اور اگر وہ ایک لمحے کے اندر کار میں نہ جا بیٹھا تو آنے والے اسے دبوچ لیں گے چند لمحات وہ اسی طرح رہا اور پھر اپنی جگہ سے جنبش کر کے بمشکل تمام کار کے سٹیئرنگ پر آ بیٹھا نجانے کس طرح اس نے کار اسٹارٹ کی اور اسے آگے بڑھا دیا بدروحیں اسے اب بھی اپنا تعاقب کرتی محسوس ہو رہی تھیں البتہ قندیل کی طرف سے کوئی تحریک نہ ہوئی تھی اس علاقے سے نکلنے کے بعد اس کے حواس کسی قدر درست ہوئے اور اس نے عقب نما آئینے کی پوزیشن تبدیل کی قندیل سیٹ پر تقریباً دراز ہو گئی تھی اور عقب نما آئینے میں نمایاں نہیں تھی تاہم غزال اس کی طرف سے کسی بھی کارروائی کا منتظر رہا اور کار سڑک پر دوڑتی رہی کافی دور نکل آنے کے بعد وہ کس قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر اس نے کار کی رفتار سست کی بریک پر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور گردن گھما کر پیچھے دیکھا اور کافی مطمئن ہو گیا کیونکہ قندیل گھٹنوں میں سر دیئے لیٹی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں غزال نے گہری گہری کئی سانسیں لیں اور پھر اپنے اگلے قدم کے بارے میں سوچنے لگا فیصلہ یہی کیا جا سکتا تھا کہ قندیل کو راؤ سکندر کے گھر لے جایا جائے اس کے علاوہ اور کیا کرتا چنانچہ ایک بار پھر اس نے کار تیز رفتاری سے دوڑانی شروع کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد راؤ سکندر کی کوٹھی پر پہنچ گیا کوٹھی میں سناٹا چھایا ہوا تھا لیکن اندرونی کمرے روشن تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ راؤ سکندر کے ہاں لوگ جاگ رہے ہیں ظاہر ہے سونے والی بات بھی نہیں تھی پھر جب وہ اندر پہنچا تو اس نے کرنل فیروز خان کی گاڑی بھی دیکھی وہ یہیں آ گئے تھے چنانچہ اس نے کار کا ہارن بجایا اور چند ہی لمحات کے بعد دو ملازم اور کرنل فیروز اور راؤ سکندر باہر نکل آئے غزال کی گاڑی دیکھ کر وہ اس کی جانب لپکے تھے راؤ سکندر نے دور ہی سے کہا....

"غزال بیٹے کچھ...."

غزال دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور اس نے راؤ سکندر کے پاس پہنچ کر کہا۔

"وہ عقبی سیٹ پر لیٹی ہوئی ہے۔"

"کیا....؟" دونوں اچھل پڑے اور فوراً ہی عقبی سیٹ کے نزدیک آ گئے راؤ سکندر نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور قندیل کا پاؤں پکڑ کر زور زور سے ہلانے لگے۔

"قندیل' قندیل بیٹی۔"

"نہیں انکل غالباً وہ سو رہی ہے یا پھر یا پھر....." غزال نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا کرنل فیروز خان بھی گہری نگاہوں سے قندیل کو دیکھ رہے تھے راؤ نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خود ہی آگے بڑھ کر قندیل کو باہر گھسیٹنے لگے ملازموں کو آگے بڑھ کر قندیل کے بدن کو ہاتھ لگانے کی جرات نہیں ہوئی تھی البتہ کرنل فیروز خان نے راؤ سکندر کا ساتھ دیا قندیل کے دونوں بازو ان دونوں نے اپنے شانوں پر رکھے اور اس کے جسم کو سہارا دے کر اسے اندر لے جانے لگے وہ بالکل ہی بے جان نظر آ رہی تھی۔ غزال نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور پھر ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا قندیل کو اس کے کمرے ہی میں لایا گیا تھا سطوت جہاں نے بھی باہر آوازیں سن لی تھیں چنانچہ وہ بھی دوڑی ہوئی آ گئیں انہوں نے قندیل کو دیکھا اور ان کے حلق سے ایک سسکی بھری آواز نکل گئی جس کے کوئی معنی نہ تھے وہ خاموش رہی تھیں البتہ جب قندیل کو اس کے بستر پر لٹا دیا گیا تو وہ بے اختیار روتی ہوئی اس پر جھک گئیں۔"

"قندیل' قندیل بیٹی کیا ہو گیا تجھے کہاں چلی گئی تھی یہ غزال یہ کہاں چلی گئی تھی....؟"

تم اسے سنبھالو میں غزال سے معلوم کرتا ہوں کہ یہ اسے کہاں سے ملی راؤ سکندر نے کہا اور پھر دروازے کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔

"آؤ غزال' آیئے کرنل صاحب دوسرے کمرے میں بیٹھیں گے ویسے اس کی حالت زیادہ خراب نہیں معلوم ہوتی میرا مطلب ہے.... راؤ سکندر خود بھی نہیں جانتے تھے کہ ان کا مطلب کیا ہے غزال خاموشی سے ان کے ساتھ باہر نکل آیا راؤ سکندر نے اپنے کمرے میں پہنچتے ہی کہا۔

"کہاں ملی یہ؟"

"کھنڈرات میں۔" غزال نے جواب دیا۔

"تنہا تھی۔"

"جی۔"

"کس عالم میں تھی؟"

"کیا عرض کروں انکل کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا بہت ہی خوفناک کیفیت تھی قندیل کی وہ دیوانوں کی طرح قہقہے لگا رہی تھی اور اس کے حلق سے بھیڑیوں جیسی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں بالکل اسی طرح جیسے ویرانے میں بھیڑیئے چیخ کر کسی کو بلاتے ہیں غالباً اپنے ہم نسلوں کو۔" کرنل فیروز نے متحیرانہ نگاہوں سے راؤ سکندر کو دیکھا راؤ سکندر کے چہرے پر البتہ حیرت کے آثار نہیں تھے غزال نے کہا۔

"انکل.... آپ کا کیا خیال ہے کیا یہ کسی قسم کا دورہ ہو سکتا ہے۔"

"ہاں بیٹے اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"انکل کیا پہلے بھی کبھی ایسا کوئی دورہ پڑ چکا ہے؟" غزال نے سوال کیا اور راؤ سکندر کسی سوچ میں گم ہو گئے شدید کشمکش کا شکار تھے اگر کرنل فیروز اور غزال بس یونہی عام سے لوگ ہوتے تو کوئی بات نہ تھی وہ ٹال دیتے لیکن اب ان لوگوں کا تعلق بھی براہ راست قندیل سے ہو چکا تھا اور قندیل کی جو کیفیت ان کی نگاہوں میں آئی تھی اس کے بعد صورت حال میں تبدیلی کے امکانات تھے اسی سوچ بچار میں مبتلا تھے کہ کچھ کہیں یا نہ کہیں تاہم جواب دینا ضروری تھا کہنے لگے۔

"نہیں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔"

"پچھلے کچھ دنوں سے اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہے پارٹی کے دن ہی نہیں اس سے پہلے بھی میں نے اپنے طور پر اس کی کیفیت میں تبدیلیاں محسوس کی ہیں حالانکہ انکل کچھ عرصے پہلے یہ بالکل نارمل تھی معاف کیجئے گا میں ذرا بے تکلفی سے بول رہا ہوں مگر میں قندیل کے لئے سخت پریشان ہوں۔"

"میں جانتا ہوں بیٹے پتہ نہیں کیا ہو گیا اب میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"ہمیں پہلے تو یہ سوچنا ہو گا کہ قندیل کی اس کیفیت کا محرک کیا ہے۔ کرنل فیروز خان نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں انکل اگر یہ کوئی مرض ہے تو آخر اس کی کوئی وجہ تو ہو گی میرے خیال میں ہم فوری طور پر مختلف ڈاکٹروں سے رجوع کریں اور ان کے سامنے یہ تفصیل رکھ کر ان سے

مشورہ مانگیں تاکہ اگر کوئی ذہنی مسئلہ ہے تو اس کا حل فوری طور پر دریافت ہو جائے اور مرض کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔"

"بالکل میں تم سے متفق ہوں میرا خیال ہے کرنل صاحب کل دن میں اس کی کیفیت دیکھ لیتے ہیں اس کے بعد میں آپ سے ملاقات کروں گا اور پھر ہم اس سلسلے میں کوئی کارروائی کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک ہے تم اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھنا راؤ سکندر اور پھر یہ تنہائی کی بات بھی نہیں ہے قندیل سے ہمارا تمہارے علاوہ بھی ایک رابطہ ہے چنانچہ اس مسئلے کو مل جل کر ہی حل کرنا ہو گا۔"

کرنل فیروز نے کہا اور راؤ سکندر مغموم انداز میں گردن ہلانے لگا پھر وہ کرنل اور غزال کو باہر تک چھوڑنے آیا تھا جب وہ دونوں چلے گئے تو راؤ سکندر اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں سطوت جہاں قندیل کے سرہانے بیٹھی اس کے بال درست کر رہی تھی راؤ سکندر نے بغور قندیل کا جائزہ لیا اس کے چہرے پر ایک عجیب سی ویرانی پھیلی ہوئی تھی حلیہ بھی بری طرح بگڑ گیا تھا سطوت جہاں نے روتے ہوئے کہا....

"یہ کیا ہو گیا میری بچی کو کس کی نظر لگ گئی اسے یہ تو کسی پھول کی طرح شگفتہ تھی دیکھو تو چہرہ کیسے ماند پڑ گیا ہے خدا کے لئے میری بچی کو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھاؤ یہ آخر اسے کیا ہو گیا کیا کہہ رہا تھا غزال کہاں ملی یہ؟" راؤ سکندر نے کوئی جواب نہ دیا وہ تنہا ہی اس راز کا امین تھا اور اب تک اس نے کسی کو بھی قندیل کی تفصیل نہیں بتائی تھی لیکن اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرنا چاہئے اس الجھن کو بھی تنہا ہی برداشت کرے یا پھریا پھر کسی کو اس میں اپنا راز دار بنا لے بہت دیر تک سوچتا رہا سطوت جہاں اس کی طرف سے جواب نہ پا کر خاموش ہو گئی تھیں دونوں ہی کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے سطوت جہاں تو بس اس پریشانی کا شکار تھیں کہ پتہ نہیں قندیل کی یہ کیفیت کیوں ہو گئی لیکن راؤ سکندر کے دل پر جو بیت رہی تھی وہ ہی جانتا تھا پھر بہت غور و خوض کے بعد اس کے ذہن میں راج دیو کا خیال آیا بے شک کرنل فیروز ایک قابل اعتماد انسان تھے غزال بھی بہت اچھا نوجوان تھا لیکن جو کہانی قندیل سے وابستہ تھی وہ ان لوگوں کو سنائی جاتی تو شاید وہ بھی یقین نہ کرتے جب کہ راج دیو خود بھی ان معاملات میں براہ راست ملوث تھا بہت عرصے سے راج دیو کی خبر بھی

نہیں ملی تھی چنانچہ راؤ سکندر نے سوچا کہ کسی بھی طور راج دیو سے رابطہ قائم کرنا چاہئے لیکن ادھر راؤ سکندر طویل عرصہ کے بعد قندیل کے مسئلے میں الجھنوں کا شکار ہوا تھا تو ادھر راج دیو بھی پراسرار واقعات سے محفوظ نہ رہا تھا ادھر بھی ایک انوکھی کہانی کا آغاز ہو گیا تھا۔

الہ آباد میں راج دیو کا کاروبار خوب جم گیا تھا اس نے یہاں تیل کی صنعت اپنائی تھی اور اس وقت پورے ہندوستان میں تیل کا اس سے بڑا کاروباری کوئی نہ تھا چار بچے تھے اس کے دو بیٹے دو بیٹیاں پاربتی بہت اچھی بیوی تھی اور یہ خاندان بہت معزز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ بہت سے لوگوں سے شناسائی ہو گئی تھی اور زندگی سکون سے بسر ہو رہی تھی لیکن راؤ سکندر کی دوستی اپنی جگہ انفرادیت رکھتی تھی اور دونوں خاندانوں کے راہ و رسم بدستور تھے زندگی بے شک نئے رخ اختیار کر گئی تھی لیکن نقش اول نقش آخر ہی تھا اور روز ہی راؤ کے تذکرے ہوتے تھے بچوں سے مہم جوئی کی داستانیں دہرائی جاتی تھیں اور ان کی داستانوں میں سکندر کا تذکرہ پیش پیش ہوتا اس کے علاوہ نوادرات کا شوق بدستور تھا بلکہ اب تو بہتر وسائل کے تحت اس شوق میں اضافہ ہی ہو گیا تھا اس کا وسیع و عریض نوادر خانہ پوری کوٹھی کے پیچھے پھیلا ہوا تھا اور یہ حسین ترین جگہوں میں شمار ہوتا تھا راج دیو نے اسے نہایت نفاست سے آراستہ کیا تھا کچھ ہم ذوق بھی مل گئے تھے جن میں دو نام پیش پیش تھے ایک کنور بھرت چندر دوسرے پروفیسر حاذق غوری جو ماہر آثار قدیمہ بھی تھے ان دونوں نے اس نوادر خانے کو دنیا کا بہترین نوادر خانہ قرار دیا تھا بلکہ پروفیسر غوری نے تو اس پر ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ جو دوسری زبانوں میں بھی شائع ہوا تھا اکثر صاحب ذوق اس نوادر خانے کو دیکھنے آتے تھے البتہ اس سلسلے میں بھی راج دیو نے ایک معیار قائم کیا تھا اور ہرایرے غیرے کو یہ نوادر خانہ نہیں دکھایا جا سکتا تھا۔

پھر ایک دن پروفیسر غوری نے راج دیو سے ملاقات کی اور کہا....

"دیو جی کچھ تکلیف دینی ہے آپ کو۔"

"فرمایئے پروفیسر۔"

"کیا آپ نے پروفیسر چارلس میکس کا نام سنا ہے؟؟"

"کچھ ذہن میں نہیں ہے۔"

"کائنات نامی کتاب ذہن میں ہے۔"

"سمجھ گیا بہت بڑی کتاب ہے وہ تو چارلس میکس بھی یاد آ گئے جو اس کے مصنف ہیں۔ انہوں نے تو عجائبات عالم کا بہت گہرا تجزیہ کیا ہے۔"

"گویا وہ کتاب پڑھی ہے آپ نے....؟"

"میری پسندیدہ ترین کتاب ہے۔"

"میں مبارکباد دیتا ہوں آپ کو کہ پروفیسر چارلس یہاں آئے ہیں اور صرف آپ سے ملاقات کرنے۔"

"اوہ واقعی بڑے اعزاز کی بات ہے مگر انہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"وہ بس میرا مضمون پڑھا تھا چنانچہ یہاں آکر انہوں نے مجھ سے ہی رابطہ قائم کیا۔"

"آپ نے مجھے بڑی عزت بخشی ہے پروفیسر صاحب چارلس بہت بڑی شخصیت کے مالک ہیں میں تو اس پائے کے لوگوں سے ملاقات کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔" راج دیو نے کہا۔

"تو پھر جو دن بھی مقرر کریں۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"پروفیسر کا قیام کہاں ہے؟"

"ہوٹل میں ٹھہرے ہیں ان کے کچھ ہم عصر بھی ساتھ ہیں پانچ افراد کا گروپ ہے۔"

"میں اس اعزاز کے حصول کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ دن کا تعین بھی آپ ہی کر لیں پروفیسر۔"

"کل کا دن کیا برا ہے۔"

"تو کل لنچ میرے ساتھ ہو گا۔ آپ انہیں دعوت دے دیں۔" راج دیو نے کہا پھر جلدی سے بولا۔ "یا آپ حکم دیں تو میں خود یہاں چل کر...."

"اوہ نہیں ڈیئر راج دیو اب میں اتنا بھی نہیں چاہوں گا اپنے اہل وطن کے لئے یہ لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔" پروفیسر غوری نے مسکراتے ہوئے کہا اور راج دیو شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔ پروفیسر غوری کہنے لگے۔

"تو پھر کل بارہ بجے ہم آپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں ویسے پانچ افراد کا گروپ آئے گا آپ ذہن میں رکھیں۔"

"میں آپ کے سواگت کے لئے تیار رہوں گا۔" راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا اور

پروفیسر غوری رخصت ہو گئے دوسرے دن راج دیو نے بڑا اہتمام کیا تھا اور بھرت چندر کو بھی بلوا لیا تھا اچھا خاصا اجتماع ہو گیا پھر انہوں نے پروفیسر چارلس کا پرجوش استقبال کیا۔ چارلس کے ساتھیوں کا تعارف کرایا گیا چاروں دوسرے لوگ بھی انہی تمام چیزوں سے متعلق تھے۔ مسٹر سیسل بھی آثار قدیمہ کے ماہر تھے اور نوادرات میں دلچسپی رکھتے تھے۔ دوسرے مسٹر گارساں تھے جان کا پورا نام ایڈمنڈ گارساں تھا یہ سب سے متاثر کن شخصیت تھی۔ پروفیسر گارساں کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا کہ وہ قدیم زبانوں کے ماہر ہیں اور اپنے فن میں یکتا وہ ہر طرح کی قدیم زبانیں اور نقش پڑھ لیا کرتے ہیں راج دیو سے مل کر وہ سب ہی خوش ہوئے تھے۔ راج دیو نے انہیں نشست گاہ میں بٹھا کر چائے پیش کی اور اس دوران نوادرات کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ پروفیسر چارلس کی کتاب کائنات بھی زیر بحث آئی اور راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اسے میں اپنی خوش بختی ہی سمجھتا ہوں پروفیسر کہ وہ کتاب اتفاق سے مجھے مل گئی ورنہ میں ٹھہرا کاروباری آدمی بلکہ اصولی طور پر تو میں زمیندار ہوں اور درحقیقت ان تمام چیزوں کی اہلیت نہیں رکھتا کہاں آپ لوگ اور کہاں میں بس یوں سمجھئے کہ جوانی کی عمر مہمات میں گزری سیر و شکار زمینداری کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں چنانچہ مجھے ان کے مواقع بھی ملتے رہے اور اسی دوران نادر اشیاء جمع کرنے کا شوق پیدا ہو گیا اور اس شوق کو میں آج تک ختم نہ کر سکا۔"

پروفیسر ایڈمنڈ گارساں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کونسی جوانی کی بات کر رہے ہیں آپ مسٹر راج دیو کیا اس سے پہلے بھی کبھی آپ جوان ہو چکے ہیں؟"

"میں سمجھا نہیں پروفیسر۔"

"جوان تو آپ آج بھی ہیں کیا عمر ہو گی آپ کی۔" سب لوگ ہنسنے لگے تھے۔

بھرت چندر جی نے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرے دوست راج آج بھی سو جوانوں کے ایک جوان ہیں اور میں ان پر فخر کرتا ہوں۔"

بہت دیر تک یہ نشست جاری رہی دنیا کے نوادرات کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی بہت سے نئے نئے نام سامنے آئے بہت سی تجاویز پیش کی گئیں اور پھر لنچ کا وقت ہو گیا شاندار ڈائننگ ہال میں مہمانوں کی ضیافت کا بندوبست کیا گیا تھا۔ یہ تمام لوگ راج دیو سے

بہت متاثر ہوئے۔

ایڈمنڈ گارساں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی آپ لوگوں کے درمیان سب سے عجیب شخصیت میری ہے میرا باپ پرتگالی تھا اور میری ماں انگریز اور پرتگالی بھی وہ جو بحری قزاق تھا آپ لوگوں کو حیرت ہو گی کہ میں اپنے باپ کے بارے میں اس طرح بے باکی سے گفتگو کر رہا ہوں مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ باپ کبھی میرے لئے قابل احترام نہ رہا کیونکہ اس نے میری ماں کو ایک بحری جہاز سے اغوا کیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری ماں اسے راہ راست پر لے آئی اور اس کے بعد ہم نے لندن میں بود و باش اختیار کر لی تاہم مجھے اپنے ماں باپ سے کبھی کوئی دلچسپی نہ پیدا ہو سکی اور یہ تھوڑی سی مہم جوئی اس کے خون سے میرے خون میں منتقل ہوئی۔ پھر میرے راستے بدل گئے۔" ایڈمنڈ گارساں کے اس انکشاف سے سبھی متاثر ہوئے تھے۔

کھانے سے فراغت کے بعد پروفیسر چارلس کی فرمائش پر سب نوادر خانے میں پہنچ گئے اور پروفیسر حیران رہ گیا۔ اس نے اسے دنیا کا بہترین نوادر خانہ قرار دیا تھا اور یہاں کی ایک ایک شے کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھا تھا پھر وہ لاش کے پاس پہنچ گیا جس کا تعلق مصر سے نہیں تھا لیکن قدیم مصر کے طریق حنوط کی مظہر تھی۔

پروفیسر چارلس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "اوہ میرے خدا یہ ممی ہے گویا تمہاری پہنچ..... مگر اس کے نقوش مصر سے تعلق نہیں رکھتے یہ تم نے کہاں سے حاصل کی مسٹر....؟"

"اس کی کہانی بھی میری زندگی کی دلچسپ....."

راج دیو نے لاش کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر بے اختیار چونک پڑا اس نے کوئی عجیب بات دیکھی تھی اسی لئے اس کے الفاظ ادھورے رہ گئے تھے لیکن دوسرے تمام لوگ چونکہ اس لاش کی طرف متوجہ تھے اس لئے انہوں نے راج دیو کے نامکمل جملے پر توجہ نہیں دی۔

"چند لمحات کے بعد پروفیسر چارلس نے کہا۔ "یہ عجیب ہے بے حد عجیب کم از کم تاریخ مصر میں مصر کے کسی علاقے میں یہ نقوش نہیں ملے۔ طریق حنوط میں بھی فرق ہے بلاشبہ یہ قابل تحقیق شے ہے آپ اس کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے مسٹر دیو....؟"

"ایں..... جی ہاں.....جی....." راج دیو نے سنبھل کر کہا وہ کچھ کھو سا گیا تھا۔ "میں کہہ

رہا تھا کہ اس کی کہانی بھی میری زندگی کی ایک دلچسپ کہانی ہے۔"

"یہ نایاب شے آپ کو کہاں سے دستیاب ہوئی؟"

"ہمارے اپنے وطن کے ایک علاقے سے۔" راج دیو نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ پھر اس نے لاش کے حصول کی پوری کہانی سنا دی جس میں اس بچی کا ذکر بھی تھا جو حیات تھی اور مہذب دنیا میں پرورش پا رہی تھی۔

پروفیسر چارلس اور دوسرے لوگ یہ کہانی سن کر ششدر رہ گئے تھے۔

"خدا کی پناہ۔ کیا یہ اس صدی کی سب سے عجیب بات نہیں ہے؟" پروفیسر چارلس نے حیرانی سے کہا۔

"لیکن مسٹر راج دیو آپ کو اس بارے میں جستجو نہیں ہوئی کہ کسی طرح یہ کہانی معلوم کریں؟" مسٹر سیسل نے پوچھا۔

"ہم آپ کی طرح وسائل نہیں رکھتے مسٹر سیسل اور پھر میں آپ سے یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں مہم جو ہوں محقق نہیں۔ میں تو یہ نقش بھی نہیں سمجھ سکا.....!"

"نقش.....؟" پروفیسر گارساں نے چونک کر کہا۔

"میں دکھاتا ہوں۔" راج دیو نے کہا اور پھر وہ ایک طرف بڑھ گیا۔

وہ ایک چوکور بکس کے پاس پہنچا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر حیرت نظر آئی وہ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا بھرت چندر تعجب سے راج دیو کو دیکھ رہا تھا۔ چوکور بکس خالی تھا اور چمڑے پر بنے ہوئے وہ نقش جو اس لاش کے پاس سے دستیاب ہوئے تھے اس بکس میں موجود نہ تھے۔ راج دیو دوبارہ لاش کے پاس آیا اس نے شیشے کا وہ تابوت کھولا اور اس پر جھک گیا۔ چمڑے کا رنگین کونا اسے لاش کی کمر کے نیچے نظر آ گیا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں سے پہلی بار انہیں یہ نقش دستیاب ہوئے تھے۔ راج دیو نے لاش کو تھوڑا سا سرکا کر چمڑا باہر کھینچ لیا اور اسے گارساں کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ہیں وہ نقوش جو مجھے اس لاش کے پاس سے دستیاب ہوئے تھے۔"

گارساں سنسنی خیز نظروں سے چمڑا دیکھنے لگا تھا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "بے حد عجیب' بے حد پراسرار۔"

راج دیو نے کوئی جواب نہ دیا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا وہ اب ذہنی ہیجان کا شکار

نظر آ رہا تھا اور مہمانوں کے سامنے خود پر قابو پانے میں کوشاں تھا۔

"ہم اس کی تصاویر بنا سکتے ہیں مسٹر راج دیو؟" پروفیسر چارلس نے پوچھا۔

"ضرور.... کیوں نہیں۔" راج دیو نے کہا۔

"بے حد شکریہ ویسے آپ کی اجازت ہو تو ہم اس کے بارے میں تحقیق بھی کریں میں چند ماہ کچھ مصروف ہوں فرصت ملتے ہی آپ کو زحمت دوں گا اور ہم اس علاقے کا دورہ کریں گے جہاں سے آپ کو یہ انوکھی شے دریافت ہوئی اگر آپ اس وقت ہمارا ساتھ دے سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ ہم صرف آپ سے تفصیلات پوچھیں گے میں اسے اس صدی کی سب سے حیرت انگیز چیز قرار دیتا ہوں خاص طور پر وہ بچی میرے لئے بہت تعجب خیز ہے جو زندہ ہے اور اس کا تعلق اس انوکھی لاش سے ہے۔"

"ضرور پروفیسر، ہو سکتا ہے اس طرح مجھے بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے اور قندیل..... میرا مطلب ہے کہ اس بچی کا راز بھی کھل جائے۔" راج دیو نے کہا۔

"کیا وہ بچی بالکل نارمل ہے؟" گارساں نے پوچھا۔

"بالکل۔ بڑی ہو گئی ہے وہ تعلیم حاصل کر رہی ہے خوش ہے۔"

"تعجب ہے ہم اسے ایک عام بات بھی کہہ سکتے ہیں لیکن سب سے حیرتناک چیز یہ ہے کہ عورت کی لاش کو حنوط کیا گیا ہے اور شاید قدیم مصر کے طریق حنوط سے بہتر طریقے سے اگر یہ کوئی عام بات بھی ہے تو کم از کم ان لوگوں کے بارے میں معلومات دلچسپ ہوں گی جنہوں نے یہ طریقہ استعمال کیا۔"

"بلاشبہ پروفیسر...!" راج دیو نے کہا۔

"بہرحال مسٹر راج دیو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں آ کر ہمیں بے پناہ خوشی حاصل ہوئی ہے اور آپ کے اس نوادر خانے کو ہم دنیا کا بہترین نوادر خانہ کہہ سکتے ہیں میں آئندہ جب نئی تحقیقات کے بارے میں کچھ لکھوں گا تو اس میں آپ کے اس نوادر خانے کا نام سرفہرست ہو گا اور میں اسے اس کا صحیح مقام دوں گا اس کے علاوہ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہو چکی ہے کہ جونہی میں اپنی مصروفیات سے فارغ ہوا اس سلسلے میں تحقیق کے لئے آپ کو زحمت دوں گا۔"

"مجھے خوشی ہو گی پروفیسر چارلس۔" راج دیو نے کہا پھر ان لوگوں نے واپسی کی اجازت

مانگ لی پروفیسر غوری ان کے ساتھ ہی چلے گئے تھے۔ البتہ بھرت چندر راج دیو کے ساتھ تھا۔ انہیں رخصت کرنے کے بعد دونوں کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ بھرت چندر نے فوراً پوچھا۔

"راج دیو ایک بات بتاؤ نوادر خانے میں پہنچ کر تم کچھ پریشان سے ہو گئے تھے۔"

"ہاں میں اب بھی پریشان ہوں دراصل میں نے وہاں کچھ تبدیلیاں دیکھی تھیں۔" راج دیو نے جواب دیا۔

"کیسی تبدیلیاں؟" بھرت چندر نے پوچھا۔

"عجیب بات ہے میرے اس نوادر خانے میں تین افراد کام کرتے ہیں یہ تینوں میرے اعتماد کے ملازم ہیں اور میں نے کبھی ان کے اندر کوئی کوتاہی نہیں پائی تینوں ہی مکمل طور پر قابل اعتماد ہیں ان کے سپرد نوادر خانے کی صفائی ستھرائی کا کام ہے اور ایک ایک چیز کو چمکانا ان کی ذمہ داری ہے یوں سمجھ لو بھرت چندر کہ وہ مکمل طور پر اس نوادر خانے کے نگراں ہیں اور میں ان سے کوئی دوسرا کام نہیں لیتا اس طویل ترین دور میں ان میں سے کسی ملازم نے نوادر خانے کی کوئی شے ادھر سے ادھر نہیں کی بس ان کا اپنا کام ہوتا ہے اور اسے انجام دینے کے بعد وہ فارغ ہو جاتے ہیں یہاں موسمی حالات کے تحت ان چیزوں کی حفاظت کی جو ذمہ داری ہوتی ہے وہ اس ذمہ داری کو بھی انجام دیتے ہیں باقی تمام چیزیں اپنی جگہ جوں کی توں ہیں لیکن ایک تبدیلی نے مجھے حیران کر دیا۔"

"وہ تبدیلی کیا تھی؟" بھرت چندر نے پوچھا۔

"وہ لاش تم نے شاید پہلے بھی دیکھی ہو گی بھرت چندر اور ہو سکتا ہے اس کی ترتیب تمہارے ذہن میں ہو ہم نے اس کے جسم کے وہ لکڑی کے زیور اتار کے ایک الگ کیس میں رکھے تھے اس کی گردن میں پڑا ہوا سونے کا سانپ اس چھوٹے بکس میں تھا اور اس کے جسم کے نیچے سے برآمد ہونے والا چمڑے کا وہ ٹکڑا جس پر رنگین نقش بنے ہوئے ہیں ایک الگ چوکور بکس میں رکھا ہوا تھا لیکن میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لاش کا لکڑی کا زیور اس کے جسم پر موجود تھا سونے کا سانپ اپنے کیس سے نکل کر اس کی گردن میں آویزاں ہو گیا تھا اور چمڑے کی وہ تحریر عین اسی جگہ موجود تھی جس جگہ ہم نے پہلی بار اسے دیکھا تھا میں اس بات پر حیران ہوں کہ ایسا کیسے ہوا اگر ملازموں نے یہ حرکت کی ہے تو بہت ہی غلط بات

ہے انہیں کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ممانعت تھی ان میں سے کسی کی جرات کیسے ہوئی کہ اس نے اپنے طور پر یہ سب کچھ کیا۔"

بھرت چندر کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر وہ گردن ہلاتا ہوا بولا۔ "ہاں تمہاری تشویش بجا ہے واقعی جس کسی نے بھی ایسا کیا اسے یہ نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن شکر ہے کہ تمام چیزیں اپنی جگہ موجود ہیں اور ان ملازموں نے ان میں سے کوئی چیز چرانے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں نے ایسے ہی ملازموں کا انتخاب کیا ہے بھرت چندر نوادر خانے کے لئے جن پر مجھے مکمل اعتماد تھا یوں سمجھ لو یہ میرے پرکھوں کے ملازم ہیں۔"

"ٹھیک ہے تحقیقات کر لو جس کسی نے بھی ایسا کیا کیوں کیا اور اگر کوئی شخص اس کا مرتکب پایا جائے تو تم اسے سزا دے سکتے ہو۔"

"بس یہی بات تھی جس نے مجھے پریشان کر دیا تھا میں حیران ہوں کہ کسی نے یہ جرات کیوں کی۔" راج دیو نے کہا اور پھر بھرت چندر کے سامنے ہی اس نے دوسرے ملازم کے ذریعے ان تینوں ملازموں کو طلب کیا۔ راج دیو انہیں لے کر نوادر خانے میں پہنچ گیا۔ تینوں ملازم بے چارے اس کے اس انداز سے پریشان نظر آ رہے تھے۔

"تلسی تم یہاں کوئی تبدیلی دیکھ رہے ہو کوئی چیز ادھر سے ادھر ہوئی ہے۔" اس نے تینوں ملازموں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں مالک۔" تلسی پریشانی سے بولا۔

"میں نے تم لوگوں کو منع کیا تھا کہ ان میں سے کوئی چیز ادھر سے ادھر نہ ہو پھر تم لوگوں نے یہ شوکیس کیوں کھولے؟؟"

"نہیں مالک ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔"

"تلسی تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

"مالک کی سوگند اس میں کوئی بات جھوٹ نہیں ہے ہم نے صرف اپنا کام کیا ہے پر مالک ایک بات آپ کو بتانا چاہتے ہیں ہم۔ پہلے بھی سوچ رہے تھے لیکن دیپ چند نے کہا کہ یہ ہمارا وہم بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیا....؟"

"مالک ہم تینوں ایک ساتھ ہی اندر جاتے ہیں کوئی ایک کام نہیں کرتا مگر پچھلے کچھ

دنوں سے ہم نے کچھ عجیب باتیں دیکھی ہیں' تو بتا سونا تو نے کیا دیکھا۔" تلسی نے سونا سے کہا۔

"مالک ایک دن میں نے سونے کے اس سانپ کو اپنے بکس میں ہلتے دیکھا تھا۔ بھگوان کی سوگند یہ شیشے کے بکس سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تلسی اور دیپ چند دور کام کر رہے تھے میں نے چیخ چیخ کر انہیں آوازیں دیں اور خود بھی ڈر کر پیچھے ہٹ گیا جب یہ دونوں میرے پاس آئے تو میں نے انہیں سانپ دکھایا مگر یہ ٹھیک حالت میں تھا ان سب نے میرا مذاق اڑایا سو میں خاموش ہو گیا۔

"اور تو نے دیپ چند.....!"

"بھگوان کی سوگند مالک میں نے ایک دن پورے ہوش سے اس عورت کی آنکھیں کھلی دیکھی تھیں۔ میں برابر میں صفائی کر رہا تھا کہ میری نظر اس طرف اٹھ گئی وہ مجھے دیکھ رہی تھی میرے حلق سے چیخ نکل گئی اور تلسی اور سونا میرے پاس آ گئے مگر اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لی تھیں اور ایک بار مالک میں نے اس کی زبان ہلتی دیکھی تھی جیسے اسے پیاس لگ رہی ہو.....!"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم اس انداز سے سوچتے رہے ہو گے اور تمہارے وہم نے یہ صورت اختیار کر لی۔"

"ہم نے بعد میں کوشش کی مالک مگر پھر کوئی بات نہ دیکھی کل بھی ہم نے یہاں کام کیا تھا مگر مالک یہ چیز اپنی جگہ تھی۔"

"اور اس وقت یہ سب کچھ بدل گیا۔" راج دیو غصے سے بولا۔

"ہم جھوٹ نہیں بول رہے مالک۔"

کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا تھا لیکن راج دیو کو یقین تھا کہ ان تینوں نے ہی یہ حرکت کی ہو گی بھرت چندر بھی اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا تھا۔ بہرحال بات کو ٹالنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا لیکن راج دیو کے ذہن کو کرید سی لگ گئی وہ دن بھر اسی سوچ میں گم رہا تھا اگر نوکر جھوٹ نہیں بول رہے تو پھر یہ کیا اسرار ہے۔ رات کو ضروری کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے نوادر خانے کا رخ کیا۔ یہ جگہ اس کی جوانی کی یادگار تھی یہاں موجود ہر چیز ایک کہانی رکھتی تھی وہ جانتا تھا کہ کونسی شے اس نے کہاں سے

حاصل کی تھی اور اس کے لئے اسے کیا جدوجہد کرنی پڑی تھی اسے یہاں کی ہر شے سے پیار تھا اور یہ جگہ اس کے لئے بہت سکون بخش تھی وہ سینکڑوں بار دن اور رات کے ہر حصے میں یہاں آ چکا تھا دلچسپی کے احساس کے علاوہ اسے کوئی اور احساس کبھی نہ ہوا تھا لیکن آج.... آج رات کے اس ابتدائی حصے میں تہہ خانے کے اندر موجود اس نوادر خانے میں داخل ہوتے ہوئے نہ جانے کیوں اسے ایک خوف کا سا احساس ہوا اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑنے لگیں اور اس کے قدم رک گئے پھر اس نے خود کو سنبھالا اپنے آپ پر ہنسا اور آگے بڑھ کر نوادر خانے میں داخل ہو گیا اس کے قدم شیشے کے تابوت کی طرف اٹھ گئے تھے۔ تابوت کے قریب پہنچ کر اس کے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھیں خوف و حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ ایک ناقابل یقین منظر تھا۔ آنکھوں کا دھوکہ یا پھر محض احساس لیکن جو نظر آ رہا تھا اسے دھوکہ تو نہیں کہا جا سکتا تھا شو کیس میں موجود لاش کروٹ بدلے لیٹی تھی۔ دن میں وہ بالکل چت تھی اور اس وقت بھی جب وہ ملازموں کے ساتھ اندر آیا تھا لیکن اس وقت وہ بائیں سمت کروٹ بدلے ہوئے تھی اس کروٹ کے ساتھ ہی اس کے بدن پر موجود چیزوں کی ترتیب بھی بدل گئی تھی۔ کمر کے نیچے نظر آنے والا چمڑے کا ٹکڑا واضح تھا اور راج دیو جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کسی نے نہیں کیا۔ چابیاں اس کے اپنے پاس تھیں دفعتہ راج دیو کا دل بہت زور سے دھڑکا اور وہ خوفزدہ ہو کر دروازے کی طرف دوڑ پڑا بمشکل تمام اس نے دروازے کا تالا لگایا تھا تالا لگاتے ہوئے بھی اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

کوٹھی سنسان پڑی تھی۔ سب سو رہے تھے وہ ہانپتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچا اور بستر پر گر پڑا۔ دل اب بھی بری طرح دھڑک رہا تھا کیا ہے یہ سب کچھ کیا ہے۔ یہ سب کیسے ہوا کیا وہ لاش..... کیا اس میں زندگی دوڑ رہی ہے ناممکن اتنے طویل عرصہ کے بعد..... اتنے عرصہ کے بعد یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو اب کیا کیا جائے کہیں کچھ ہو نہ جائے۔

رات بھر وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا یہ سب کیا ہے اور اسے کیا کرنا چاہئے پھر اسے راؤ سکندر یاد آیا اس کے علاوہ کوئی نہ تھا جس سے اس بارے میں بات کی جائے۔ وہی صحیح مشورہ دے سکتا تھا ہاں یہ درست ہے کل ہی دہلی چلا جائے گا.... کل ہی... بمشکل تمام صبح ہوئی تھی اس نے خود کو سنبھالا غسل کیا اور ناشتے کے لئے چل پڑا۔ ناشتے کے کمرے میں

داخل ہی ہوا تھا کہ اس کے بیٹے نے اسے ایک کاغذ دیتے ہوئے کہا۔

"بابو جی' یہ دلی سے تار آیا ہے۔"

"تار.....؟"

"ہاں سکندر چاچا کا ہے۔" اس نے کاغذ لے کر پڑھا لکھا تھا۔ "راج دیو.... میں عجیب و غریب حالات کا شکار ہو گیا ہوں فوراً دہلی آ جاؤ.....!" راؤ سکندر۔

راج دیو کی پریشانیاں عروج پر پہنچ گئیں راؤ سکندر سے فاصلہ تھا لیکن دلوں کے فاصلے کبھی کم نہیں ہوئے تھے۔ وہ اپنی پریشانی بھول گیا ہانپتا کانپتا پاربتی کے پاس پہنچ گیا۔

"پاربتی جلدی سے میرے دو جوڑے تیار کر دو دلی جا رہا ہوں سکندر کا تار آیا ہے وہ کسی پریشانی کا شکار ہو گیا ہے۔"

"ہاں سچل مجھے بتا کر گیا تھا ابھی تیار کئے دیتی ہوں مگر ٹرین کونسی ملے گی۔"

"اسٹیشن جا کر پتہ لگ جائے گا جو بھی مل گئی اسی میں بیٹھ جاؤں گا بس جلدی کر دو میں کچھ ضروری چیزیں سمیٹ لوں۔"

ان ضروری چیزوں میں چیک بکیں بھی تھیں نہ جانے دوست کو کیا ضرورت پیش آ جائے۔ پاربتی نے تیاریاں مکمل کیں اور راج دیو اسٹیشن چل پڑا ریل بھی مل ہی گئی مگر اس کی رفتار بہت سست تھی۔ راج دیو کا بس نہ چلتا تھا کہ اسے ہوا میں اڑا دے اور راستے بھر اس کا ذہن وسوسوں میں ڈوبا جا رہا تھا کیا پریشانی ہو سکتی ہے سکندر کو؟ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا تار کو کئی بار پڑھا تھا عجیب و غریب حالات کیا ہو سکتے ہیں؟ ایک بار دل میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ کہیں یہ حالات قندیل سے تعلق نہ رکھتے ہوں وہ خود بھی تو اسی سلسلے میں پریشان ہوا تھا بہرحال دلی پہنچا اور ماروں مار راؤ سکندر کے گھر پہنچ گیا۔

کوٹھی میں داخل ہوتے ہی نوکروں سے خیریت پوچھی تو پتہ چلا کہ قندیل بیمار ہے دل
دھکا سا لگا گویا معاملہ کسی نہ کسی شکل میں قندیل ہی کا ہے پھر راؤ سکندر کو خبر ہوئی تو
پاگلوں کی طرح دوڑا آیا اور راج دیو سے لپٹ گیا۔

"بس دوست اب کوئی پریشانی نہیں ہے تم آ گئے سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا بات ہے جلدی بتاؤ؟" راج دیو نے کہا۔

"قندیل کچھ بیمار ہو گئی ہے تم تیار ہو کر فارغ ہو جاؤ تو پوری بات بتاؤں گا۔"

"زیادہ بیمار ہے؟"

"ہاں یہی سمجھ لو۔" راؤ سکندر کا لہجہ بھرا گیا۔

"اسپتال میں ہے؟"

"نہیں گھر میں ہی ہے آؤ تم میرے ساتھ آؤ پہلے نہاؤ پھر بات کریں گے۔"

"مجھے اس کی شکل تو دکھا دو۔" راج دیو نے کہا۔

"جلدی نہ کرو کچھ کھا پی لو پہلے میں تمہیں اس کی بیماری کی تفصیل بتاؤں گا پھر تم کچھ سمجھ سکو گے۔"

راؤ سکندر کے بے حد اصرار پر راج دیو نے غسل کیا۔ سطوت جہاں نے فوراً ہی کھانے کی میز لگا دی اور کھانے سے فارغ ہو کر راؤ، راج دیو کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

"بدقسمتی سے راج ان ہمارے معاملات کے راز دار صرف تم ہو اور میں اس سلسلے میں اکیلا پڑ گیا تھا تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نظر نہ گئی بس میں نے بے قابو ہو کر تمہیں تار دے دیا ڈر رہا تھا کہ تم بدحواس نہ ہو جاؤ اور لگتا ہے ایسا ہی ہوا ہے مگر میرے دوست تار میں اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا تھا۔"

"ہاں ٹھیک ہے مگر قصہ کیا ہے۔"

"قندیل کو تم اچھی طرح جانتے ہو مہذب، ذہین اور خوش مزاج لڑکی تھی اس طرح رچ بس گئی تھی ہم میں کہ ہم اس کا ماضی بھول گئے سطوت کے بارے میں تو بھول کر بھی یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ وہ قندیل کو غیر مان لے گی۔ بھول ہی گئی ہے یہ بات کہ قندیل اس کی کوکھ سے نہیں پیدا ہوئی اتنا ہی چاہتی ہے اسے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے سطوت کو بھی تفصیل نہیں بتائی کہ قندیل مجھے کہاں سے ملی تھی۔"

"کوئی خاص بات ہوئی ہے کیا؟"

"ہاں بہت اہم، بہت خاص۔" راؤ سکندر نے شروع سے اب تک کی پوری تفصیل راج دیو کو بتاتے ہوئے کہا غزال اسے لے آیا اور اس نے بتایا کہ قندیل کی کیا کیفیت تھی لیکن صبح کو جب وہ جاگی تو نارمل تھی اس نے بتایا کہ وہ شدید تھکن محسوس کر رہی ہے۔ ہلکا سا بخار بھی تھا اسے، دوپہر کو غزال پھر آ گیا وہ بھی قندیل سے ملا اور اس نے میرے سامنے

ہی قندیل سے سوال کر دیا کہ وہ کھنڈر میں کیا کر رہی تھی وہ حیران ہو گئی اسے کچھ یاد نہ تھا اس نے روتے ہوئے کہا کہ وہ کچھ نہیں جانتی بس اس کی کنپٹی میں درد ہوتا ہے اور یہ درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے شام تک وہ ٹھیک رہی اور اپنے بارے میں گفتگو کرتی رہی پھر رات کا کھانا کھایا میں اور غزال اس پر نگاہ رکھ رہے تھے۔ رات کے کھانے پر کرنل صاحب بھی تھے گیارہ بجے وہ چلے گئے قندیل کمرے میں سو گئی۔ سطوت بے چاری اس کے پاس تھی اور جب تک اس سے جاگا گیا وہ جاگتی رہی پھر وہ بھی اسی کمرے میں سو گئی آدھی رات کے قریب اچانک سطوت کی آنکھ کھل گئی تو اس نے دیکھا کہ قندیل کھڑکی کے پاس کھڑی چاند کو دیکھ رہی ہے۔ سطوت دوڑ کر اس کے پاس پہنچ گئی اور اس نے قندیل کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے پکارا جواب میں قندیل نے گردن گھمائی تو وہ اس حالت میں تھی کہ اس کی آنکھیں سونے کی طرح جگمگا رہی تھیں اور ہونٹ خوفناک انداز میں مسکرا رہے تھے۔سطوت کی چیخیں سنکر میں دوڑا اور اسے اس کمرے سے نکال لایا میں نے قندیل کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا اس کے بعد ساری رات اس کے کمرے سے بھیڑیئے کے رونے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں اور وہ ابھی تک اسی کیفیت میں ہے۔"

"اوہ...." راج دیو کے حلق سے ٹھنڈی سانس کے ساتھ آواز نکلی۔ "تم تو مجھ سے بھی بڑی مصیبت کے شکار ہو۔"

پریشانی کے عالم میں راؤ سکندر نے راج دیو کے الفاظ پر غور نہیں کیا تھا وہ اسی انداز میں بولا.... "کرنل فیروز خان الگ پریشان ہیں بہت اچھے انسان ہیں میری پوری پوری غمگساری کر رہے ہیں غزال کا چہرہ الگ اترا ہوا ہے اور سطوت کو تو تم دیکھ ہی چکے ہو اندازہ لگاؤ راج! کہ میں کس ذہنی عذاب میں گرفتار ہوں۔ سطوت کا خیال ہے کہ قندیل پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے کرنل فیروز کہتے ہیں کہ کوئی نفسیاتی مرض ہے ہر شخص اپنی اپنی کہہ رہا ہے حقیقت میں جانتا ہوں یا تم...."

"تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے راؤ....؟"

"میرا ذہن جہاں تک کام کرتا ہے راج اس سے میں یہی نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ....کہ..... اس حالت کا اس کے بچپن سے کوئی تعلق ہے وہ اس عالم میں ایک سمجھ نہ آنے والی زبان بولتی ہے اور اب ہی نہیں یہ زبان پہلے بھی کئی بار اس کے منہ سے سن چکا

ہوں اس وقت بھی جب وہ بچی تھی۔"

راج دیو پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا پھر اس نے کہا.... "میں تم سے متفق ہوں راؤ! اس وقت ہم لوگ ناتجربے کاری کا شکار ہو گئے اور ندی میں بہتی ہوئی لاش اور اس کے پاس لیٹی بچی کو اٹھا لائے ہم نے حالات کو گہری نگاہ سے نہیں دیکھا تھا حالانکہ ہمیں کچھ عرصہ کے بعد ہی سہی لیکن اس بارے میں تحقیقات ضرور کرنی چاہیئے تھی اس کا نتیجہ ہم دونوں اب بھگت رہے ہیں۔"

"دونوں....؟" راؤ سکندر نے پہلی بار چونک کر کہا۔

"ہاں ایک چھوٹی سی کہانی میری بھی ہے۔"

"کیا؟" راؤ سکندر نے شدید حیرت سے پوچھا۔

"معاف کرنا اس وقت مجھے تمہیں اپنی بپتا نہیں سنانی چاہئے تھی لیکن' لیکن چونکہ دونوں معاملات ایک دوسرے سے براہ راست متعلق ہیں اس لئے یہ تذکرہ ضروری ہے۔"

راج دیو نے کہا پھر اس نے لاش کی پوری کہانی دوہرا دی اور بتایا کہ وہ خود راؤ کے پاس آنے والا تھا کہ راؤ کا تار اسے ملا۔

"اوہ میرے خدا۔ یہ سب کیا ہے۔" راؤ سکندر شدید حیرت سے بولا۔

"غور کرو راؤ تو یہ ہونا ہی تھا ہم ان حالات کو کیوں بھول گئے تھے جن میں یہ سب کچھ ہمیں ملا تھا کچھ اندازہ تو ہونا ہی چاہئے تھا میرے نوادر اور تمہاری اس بیٹی کا کچھ تو راز ہو گا۔"

"ان حالات کی امید نہیں تھی دیو۔ ہم تو یہ بھول ہی گئے تھے کہ قندیل کیا ہے؟ میں سطوت کے بارے میں سوچتا ہوں تو میرے اعصاب جواب دینے لگتے ہیں اگر کچھ ہو گیا تو سطوت کی زندگی مشکل ہو جائے گی۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے راؤ تمہاری مشکل مجھ سے زیادہ ہے لیکن میرے دوست اب ہوش سے کام لینا ہو گا ان حالات سے شکست مان لی تو بربادی مقدر بن جائے گی ہمیں ہمت سے کام لینا ہو گا۔ سطوت بھابی کی بات دوسری ہے لیکن تم جذبات سے کام لینے کے بجائے ہوش سے کام لو اور اب اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ قندیل ایک پراسرار وجود ہے اور ہمیں اس کا سراغ لگانا ہے۔"

"یہ ممکن ہو گا؟" راؤ نے کہا۔

"اسے ممکن بنانا ہو گا۔" راج دیو نے پراعتماد لہجے میں کہا اور راؤ سکندر اسے دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم راج دیو صرف تم سے یہ امید تھی اور کوئی ایسا نہ تھا جو مجھے اس طرح سہارا دے اسی لئے میں تمہارے لئے بے چین ہو گیا تھا تمہارا خیال درست ہے کوئی تو کہانی ہو گی ان کی۔ ہم نے اسے فراموش ہی کر دیا تھا لیکن اب از سر نو اس سلسلے میں کام کرنا پڑے گا۔"

"ہاں ایک غلطی ہو گئی تھی اب اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تمہارے خیال میں کیا مجھے پیش آنے والے واقعات معمولی ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ مجھے کیا کیا بھگتنا پڑے گا تم ایک بات پر غور نہیں کر رہے کہ یہ دونوں کام ایک ساتھ ہوئے ہیں۔"

"دونوں کام؟"

مطلب یہ کہ ادھر قندیل کی یہ کیفیت ہوئی اور ادھر اس لاش میں تحریک پیدا ہو گئی ہر چند کہ یہ سب کچھ ناقابل یقین سا ہے لیکن نہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ تم۔ یہ سب کچھ حقیقت ہے راؤ۔"

"بے شک۔" راؤ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اس کے بعد دونوں سوچ میں گم ہو گئے پھر سکندر نے کہا۔ "مجھ سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں میں نے تو کرنل فیروز کو بھی الجھا لیا وہ شریف انسان کیا کرے گا ظاہر ہے ان حالات میں تو غزال اور قندیل کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔"

"کرنل کس قسم کا آدمی ہے؟"

"بے حد نفیس بہت شریف۔"

"تو اس سے کھل کر بات کر لو۔"

"کیا بات کروں؟"

"اسے حقیقت بتا دو۔"

"یقین کر لے گا۔"

"نہ یقین کرے گا تو اس سے کہہ دو کہ قندیل کا نکاح غزال سے پڑھا دے اور اسے

رخصت کر کے گھر لے جائے۔" راج دیو نے کہا اور راؤ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ارے کیوں مروا رہے ہو بے چارے کو۔"

"تب اسے حقیقت مان لینا ہو گی میرے خیال میں راؤ باقی سب کچھ بیکار ہے ہمیں قندیل کے علاج کے بجائے ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ان حالات میں تم بھی اندازہ لگا سکتے ہو کہ یہ کوئی مرض نہیں ہے بلکہ ان پراسرار کرداروں کی زندگی سے کوئی داستان وابستہ ہے۔" راج دیو نے کہا۔ راؤ سکندر کے چہرے پر کافی بحالی آ گئی تھی اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس وقت واقعی تمہارے علاوہ کسی اور کی ضرورت نہیں تھی راج تمہارے آنے سے کتنا سکون ملا ہے مجھے غم ہے تو یہ کہ اسے پرورش کرتے ہوئے بھول گئے تھے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اب نہ جانے کیا حالات ہوں؟ کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارے پاس رہے گی بھی یا نہیں۔ خدا نے بے اولاد رکھا ورنہ شاید اس کی کمی پوری ہو جاتی۔ سطوت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر کیا اثرات مرتب ہوں۔"

"سمجھداری سے کام لو سکندر! سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سطوت بھابی کو حقیقت کا علم کسی حال میں نہیں ہونا چاہئے بلکہ ابھی سے ان کے کان میں یہ بات ڈال دینا چاہئے کہ قندیل کو کسی بھی وقت علاج کے لئے غیرملک بھیجا جا سکتا ہے ڈاکٹروں کی رائے کا انتظار ہے۔"

"وہ کیوں؟"

"بھئی حالات کا کیا بھروسہ وہ جس طرح غائب ہو گئی تھی دوبارہ بھی ہو سکتی ہے اس وقت تم بھابی سے کہہ سکتے ہو کہ وہ زیر علاج ہے ہم ایک طرف سے ہی پریشان رہیں گے کم از کم دوہری الجھن کا شکار تو نہ ہوں گے۔"

راؤ سکندر اس بات پر غور کرنے لگا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "خدا تمہارا بھلا کرے یہ مشورہ بھی بہترین ہے مجھے تو صبر آ جائے گا کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا ہے کیا سطوت اس بات سے سنبھل جائے گی۔"

پھر اطلاع ملی کہ غزال اور کرنل صاحب آئے ہیں راج دیو نے سکندر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "ہمت اور ہوشیاری سے یہ داستان کرنل صاحب کو سنانی ہے میں ان

سے ملا نہیں ہوں لیکن اندازہ ہے کہ وہ کیسے انسان ہوں گے۔"

"تمہارا ان سے غائبانہ تعارف ہے آؤ چلیں۔" دونوں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ کرنل فیروز اور غزال نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا تھا۔ کرنل نے بغور راج دیو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ مسٹر راج دیو ہیں؟"

"آپ کا اندازہ بالکل غلط نہیں ہے کرنل فیروز! لیکن یہ اندازہ آپ نے کیسے قائم کیا؟"

راج دیو نے کرنل فیروز سے پرجوش مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر غزال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا۔ "ہیلو غزال۔"

"ہیلو سر۔" غزال نے گردن خم کر کے کہا۔

کرنل فیروز مسکراتا ہوا بولا۔ "بھئی فوج میں زندگی گزاری ہے اور فوجی زندگی بہت سے تجربات دیتی ہے لیکن اس شناخت میں ہم نے کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا راج دیو کا تذکرہ کچھ اس طرح راؤ سکندر کی زبانی سنا ہے کہ راج دیو کی پوری شخصیت ہمارے ذہن پر نقش ہو گئی ہے اور پھر اس وقت آپ دونوں کے چہروں پر جو محبت نظر آ رہی ہے وہ بھی اس بات کی غماز ہے کہ آپ راج دیو ہی ہو سکتے ہیں راؤ سکندر اس سے پہلے اتنے مطمئن نہ تھے۔"

"اوہ اچھا، بہت خوب بہر طور مجھے افسوس ہے کرنل صاحب! کہ اس سے پہلے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی براہ کرم تشریف رکھئے۔" کرنل فیروز نے بیٹھتے ہوئے راؤ سکندر سے کہا۔

"اب کیا کیفیت ہے؟"

"حسب معمول، میں نے بھی بہت دیر سے نہیں دیکھا۔ ویسے مجھے راج دیو کی آمد کا انتظار تھا میں نے انہیں بلانے کے لئے تار دیا تھا۔"

"یقیناً الجھن کے وقت دوست ہی کام آتے ہیں اور پھر راج دیو تو ایک ایسے دوست ہیں جن پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر راج دیو آپ نے ساری تفصیل سن لی ہو گی اس بچی کے لئے دل خون کے آنسو رو رہا ہے شاید راؤ سکندر نے یہ بھی بتا دیا ہو گا کہ میرا اس سے کیا ربط ہے اگر نہیں تو میری خواہش ہے کہ راج دیو کو تمام صورت حال بتا دی جائے۔"

"کرنل صاحب راج دیو سے تذکرہ ہو چکا ہے۔"

"نہ صرف یہ تذکرہ بلکہ کرنل فیروز کو بھی مجھ سے اچھی طرح روشناس کرا دیا گیا ہے راؤ سکندر دوستوں کے معاملے میں بہت خوش نصیب ہے کہ اسے آپ جیسا دوست ملا کرنل صاحب!"

"نہیں مسٹر راج دیو! مجھ سے پہلے راؤ صاحب کو آپ جیسا دوست مل چکا ہے۔" کرنل فیروز نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر کہنے لگے۔

"ہمیں مطلب پر آ جانا چاہئے۔"

"دراصل راؤ سکندر جس قدر ذہنی الجھن کے شکار تھے اسے صرف میں جانتا ہوں کرنل صاحب! ایک ایسی انوکھی کہانی ہماری ذات سے وابستہ ہے جس کے بارے میں ہم دونوں نے قسم کھا کر عہد کیا تھا کہ کبھی کسی کو یہ کہانی نہیں سنائیں گے لیکن بدقسمتی سے آج وہ وقت آ گیا ہے کہ میں نے راؤ سکندر کو دوسری قسم یہ دی ہے کہ یہ کہانی کم از کم کرنل فیروز کو ضرور سنا دی جائے۔"

"کہانی؟"

"ہاں کرنل! ایک ایسی انوکھی کہانی جس کا اس دور میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ کہانی بہت سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس وقت جب ایسی کہانیوں کا تصور کیا جا سکتا تھا چنانچہ یہ کہانی اس وقت سے آج تک جاری ہے میری ابھی راؤ سکندر سے گفتگو ہو رہی تھی۔ راؤ کی پریشانیاں عروج پر تھیں میں نے انہیں مشورہ دیا کہ کم از کم اچھے دوستوں کو شریک راز بنا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ اس وقت یہ منحوس کہانی میں آپ کو سنا رہا ہوں تاکہ آپ بھی اس میں شریک ہو جائیں اور صحیح فیصلے کر سکیں۔"

کرنل فیروز کا چہرہ تصویر حیرت بن گیا تھا غزال بھی متعجبانہ نگاہوں سے راج دیو کو دیکھ رہا تھا راج دیو نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ کہانی اس وقت شروع ہوئی تھی کرنل! جب مجھے اور راؤ سکندر کو مہمات کا شوق دیوانگی کی حد تک تھا ہم لوگ ہرچند کہ مصروف کار ہو گئے تھے۔ شادیاں ہو گئی تھیں ہماری، مسائل پیدا ہو چکے تھے لیکن جب بھی وقت ملتا تھا ہم کہیں نہ کہیں نکل جاتے تھے اور پھر ایک مہم میں ہمیں انتہائی حیرت ناک واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ بات ہندوستان کے شمالی علاقے کی ہے۔ ہم لوگ سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایک خاص علاقے میں جا نکلے تھے جو درائے گونڈا کے نام سے گونڈا ہی کی حیثیت سے

مشہور ہے۔ اس علاقے میں ہمیں اپنی زندگی کے خوفناک ترین حالات سے واسطہ پڑا اور پھر ہم ایک ندی کنارے جا نکلے جہاں ہمیں پانی میں بہتی ہوئی ایک لاش نظر آئی۔ ایک انسانی لاش جس کے نزدیک ایک زندہ بچی بھی موجود تھی۔ راج دیو نے اس وقت سے لے کر آج تک کی پوری داستان کرنل فیروز اور غزال کو سنائی اور پھر جب اس نے یہ انکشاف کیا کہ قندیل وہی بچی ہے جسے راؤ سکندر اپنے ساتھ لے آیا تھا اور اپنی اولاد کی طرح اس کی پرورش کی تھی اور اس پرورش میں راؤ سکندر کی تمام دلچسپیاں اس لئے بھی شامل ہو گئیں کہ اس کے ہاں اور کوئی اولاد نہیں تھی تو کرنل کا چہرہ قابل دید تھا۔ راج دیو نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس وہ لاش اور اس کی تمام چیزیں موجود ہیں لیکن میں خود بھی عجیب و غریب حالات کا شکار ہو چکا ہوں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس وقت راؤ سکندر کا تار مجھے ملا میں خود اپنی پریشانیوں کے سلسلے میں راؤ کے پاس آنے کا ارادہ رکھتا تھا مجھے جو پریشانیاں لاحق ہوئی ہیں ان کی مختصر تفصیل بھی سن لیجئے۔"

راج دیو نے لاش، سنہری سانپ وغیرہ کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ کرنل فیروز اور غزال عجیب سی نگاہوں سے راج دیو کو دیکھ رہے تھے پھر جب راج دیو خاموش ہوا تو بہت دیر تک خاموشی طاری رہی اور اس کے بعد کرنل نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ ہم اسے ایک پراسرار کہانی کہہ سکتے ہیں ایک ایسی کہانی جو دلچسپی کے لئے گھڑی جاتی ہے لیکن دو معزز لوگ یہ کہانی بیان کر رہے ہیں اس لئے میں اسے قطعی جھوٹ نہیں سمجھتا تاہم کچھ مذہبی نقطہ نگاہ سے اور کچھ ماحول کے لحاظ سے مجھے یہ سب کچھ عجیب محسوس ہو رہا ہے۔ فوجی زندگی میں مجھے بھی بے شمار پراسرار واقعات کا سامنا کرنا پڑا لیکن کہیں نہ کہیں ان کی توجیہہ مل جاتی ہے کہ وہ واقعہ کیوں پیش آیا تاہم ایک ایسی کہانی جس کی توجیہہ ہمارے سامنے نہ ہو باعث حیرت تو ہے لیکن ناقابل یقین نہیں کیونکہ اس کے راوی دو عزت دار لوگ ہیں۔"

"کوئی جھوٹی کہانی سنانے کی ضرورت بھی نہیں تھی ہمیں کرنل صاحب! میں جانتا ہوں کہ قندیل آپ کے بیٹے غزال سے منسوب کر دی گئی ہے لیکن جو واقعات پیش آئے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہیں آپ یہ نہ تصور فرمائیں کہ ہم یہ کہانی سنا کر آپ سے کسی قسم کی

معذرت کرنا چاہتے ہیں۔" کرنل فیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"قابل مبارکباد ہیں راؤ سکندر جنہیں اتنا سچا دوست ملا ہے مگر حقیقت یہ ہے راج دیو جی کہ اس کہانی پر ذرا سا الجھتے ہوئے مجھے خود بھی یہ خیال آیا تھا کہ کہیں آپ یہ بات تصور نہ فرمائیں۔ اس سلسلے میں، میں اتنا عرض کر دوں کہ راؤ سکندر نے مجھے یہ اعزاز بخش کر میری عزت افزائی کی ہے اور میں ہر حالت میں ہر قیمت پر یہ اعزاز قائم رکھنا چاہتا ہوں بھول کر بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ کہانی مجھے کسی اور مقصد کے تحت سنائی گئی ہے بس چونکہ زندگی میں ایسے واقعات پیش نہیں آئے اس لئے میں نے تھوڑا سا تعرض کیا تھا۔"

"معافی چاہتا ہوں کرنل صاحب بس یونہی ذرا ذہن پر کبیدگی طاری ہو گئی تھی۔" راج دیو نے کہا۔

"آپ اس میں حق بجانب ہیں کوئی بھی شخص یہ سوچ سکتا تھا لیکن اب آپ کو یہ کبیدگی ذہن سے مستقل طور پر نکال دینی چاہئے یقیناً یہ کہانی آپ کی سنائی ہوئی ہے اس لئے جھوٹی نہ ہو گی اور میں آپ دونوں پر پورا پورا یقین رکھتا ہوں لیکن ایک درخواست ہے آپ سے کہ کہانی جس انداز میں بھی آگے بڑھے کرنل فیروز کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ میں آپ دوستوں جیسی عظیم دوستی کے قابل تو نہیں ہوں لیکن اگر اس سلسلے میں اپنا کچھ فرض پورا کر سکا تو مجھے مسرت ہو گی جہاں تک غزال کے سلسلے کا تعلق ہے تو اس وقت میں یہ کہتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتا کہ میں اس حالت میں بھی قندیل سے اپنے بیٹے کا نکاح پڑھانے کے لئے تیار ہوں۔ وہ جیسی بھی ہے اگر مجھے مل جائے تو میں اسے اپنی خوش بختی کی انتہا سمجھوں گا اس کا جو علاج راؤ سکندر کرانا چاہتے ہیں میں اس کی ذمے داری قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میرا خیال ہے یہ الفاظ عجیب ضرور ہیں لیکن میری سچائی کا اظہار کر رہے ہیں۔"

"تب تو کرنل صاحب مجھے بھی اب یہ افسوس ہے کہ آپ سے پہلے ملاقات کیوں نہ ہوئی میں بھی آپ سے یہ بات کہتے ہوئے بڑا غرور محسوس کرتا ہوں کہ اگر قندیل آپ کی بہو بنے تو ہم دونوں کے سر فخر سے بلند ہو جائیں گے۔ براہ کرم آپ میری تھوڑی سی کبیدگی کو نظرانداز کر دیجئے گا۔"

"کر دی اب ہمیں ذرا دوسرے انداز میں گفتگو کرنی چاہئے یہ بتایئے راج دیو جی! کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہمیں قندیل کے علاج کے سلسلے میں کیا کرنا چاہئے؟"

"کرنل صاحب! میں جانتا ہوں کہ جو الفاظ میں کہہ رہا ہوں راؤ سکندر کبھی ان سے انحراف نہیں کریں گے میں پہلے ایک تجربہ کر لینا چاہتا ہوں میری رائے ہے کہ میں قندیل کو الہ آباد لے جاؤں اور وہاں اپنے نوادر خانے میں اسے وہ لاش دکھاؤں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس پر کیا رد عمل ہوتا ہے ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔ ہمارے علاقوں میں بہت سی پراسرار داستانیں بکھری ہوئی ہیں اور ان میں سے ساری داستانیں جھوٹی نہیں ہیں کہیں نہ کہیں کوئی سچائی مل ہی جاتی ہے چنانچہ ہم اس نظریئے کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔" کرنل فیروز پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے پھر بولے۔

"کیا مجھے یہ عزت بخشی جائے گی کہ میں بھی اس معاملے میں شریک ہو جاؤں بڑی بد قسمتی ہے میری کہ اب مجھے کچھ کہتے ہوئے جھجکنا پڑ رہا ہے۔"

"میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کرنل کہ آپ میرے ساتھ الہ آباد چلئے کاش میں یہ دعوت بہتر حالات میں دیتا لیکن مجبوریاں انسان کے ساتھ ہی ہوتی ہیں۔"

"تو پھر راج دیو جی میں اور غزال بھی آپ کے ساتھ چلیں گے ہم اس وقت تک اس مسئلے کو پس پشت نہیں ڈالیں گے جب تک ہمیں اس کا حل نہیں مل جاتا کیوں راؤ! آپ کو میری بات پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"نہیں کرنل میرا سر غرور سے اونچا ہو گیا ہے کہ میں ایسے ایسے دوستوں کی دوستی سے مالا مال ہوں۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

غزال اس دوران بالکل خاموش رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر ایک پیلاہٹ سی دوڑ گئی تھی وہ نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا شاید اسے اپنے دل کی دنیا لٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی لیکن بزرگوں کا احترام مانع تھا کہ وہ کچھ نہ بول سکا۔

کرنل فیروز نے راج دیو سے پوچھا۔

"کیا آپ نے اسے دیکھ لیا؟"

"نہیں ابھی تو میں اپنے دوست ہی کو سنبھالنے میں مصروف ہوں ویسے کیوں نہ آپ کی موجودگی میں، میں قندیل سے ملاقات

"راؤ اس کی اجازت دیں گے؟"

"آیئے کرنل صاحب۔" راؤ سکندر نے کہا اور چاروں اٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کمرے کے سامنے پہنچ گئے جو قندیل کا کمرہ تھا باہر سطوت جہاں موجود تھیں۔

"سو رہی ہے۔" سطوت جہاں نے کہا۔

"بھابی آپ نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے بیماری انسان کو ہی ہوتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ بعض بیماریاں پیچیدہ ہوتی ہیں۔ قندیل کی بیماری پیچیدہ ضرور ہے لیکن شکر ہے کہ خطرناک نہیں ہے۔ ہم اسے علاج کے لئے یورپ لے جائیں گے آپ اطمینان رکھیں یہ ٹھیک ہو جائے گی آپ کو ہمت سے کام لینا چاہئے۔" راج دیو نے کہا۔ "آیئے کرنل" اور سب دبے قدموں اندر داخل ہو گئے۔

قندیل بستر پر چت پڑی ہوئی تھی اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں چہرہ عجیب سی کیفیت پیش کر رہا تھا وہ سب بستر کے نزدیک کھڑے ہو گئے دفعتہ قندیل نے آنکھیں کھول دیں۔ بالکل یوں لگا تھا جیسے کسی لاش کی آنکھیں اچانک کھل گئی ہوں راج دیو سب سے آگے تھا اور اسی نے سب سے پہلے قندیل کی آنکھیں کھلتی دیکھی تھیں لیکن ان آنکھوں کو دیکھ کر وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا سنہری چمکدار اور پتلیوں سے بے نیاز آنکھیں جو اسے گھور رہی تھیں ان کے انداز میں ایک کرختگی تھی پھر قندیل کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے اس نے بدن کو حرکت دی اور کہنیوں کے بل اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ راج دیو کی طرف اٹھا ہوا تھا اور وہ دوسرے لوگوں سے بے نیاز تھی پھر اس کے حلق سے آواز نکلی۔

"ایشو بوناشوئے بارا ایشو بوناشوئے۔"

راج دیو نے تھوک نگل کر دوسروں کی طرف دیکھا پھر مشفق لہجے میں بولا۔ "قندیل بیٹی میں راج دیو ہوں۔ تمہارا چاچا راج دیو۔"

"ایشو بوناشوئے۔" قندیل گرجی۔

"یہ.....یہ کیا کہہ رہی ہے؟" راج دیو نے سکندر کی طرف دیکھا۔

"خدا جانے۔" راؤ سکندر گہری سانس لے کر بولا قندیل اسی طرح راج دیو کو دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دھم سے بستر پر گر پڑی۔ [illegible] نے آگے بڑھ کر اسے

بستر پر سیدھا کر دیا تھا اب قندیل میں کوئی تحریک نہیں تھی۔

"آؤ راج۔" سکندر نے کہا وہ سب اس کے کمرے سے نکل آئے ایک بار پھر ڈرائنگ روم میں نشست جم گئی تھی غزال نے پہلی بار زبان کھولی۔

"آپ نے ایک بات محسوس کی انکل راج؟"

"کیا بیٹے؟"

"جونہی آپ کمرے میں داخل ہوئے یوں لگا جیسے اسے کوئی احساس ہوا ہو اس نے اسی انداز میں آنکھیں کھولی تھیں اور پھر اس نے جو الفاظ کہے ان میں سوالیہ انداز تھا جیسے وہ آپ سے کچھ پوچھ رہی ہو۔"

"میں نے محسوس نہیں کیا تھا سچی بات ہے میں کسی قدر خوفزدہ ہو گیا تھا۔" راج دیو نے اعتراف کیا۔

"غزال کا کہنا درست ہے۔" راؤ سکندر بولا۔

"دوسری بار بھی اس نے وہی جملہ دہرایا تھا اور انداز بھی مختلف نہ تھا وہ کچھ پوچھ رہی تھی۔"

"مگر کیا۔" کرنل فیروز بولا اس سوال کا جواب کسی نے نہ دیا تھا تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد راج دیو نے کہا۔

"بہرحال میرا فیصلہ اٹل ہے قندیل کو الہ آباد لے چلتے ہیں اس کے بعد جو صورتحال ہو گی اس کے پیش نگاہ فیصلہ کریں گے۔" کرنل فیروز نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"مناسب خیال ہے یہ روانگی کب تک ہو گی۔"

"کل ہی چل دیں گے جب ایک فیصلہ کر لیا ہے تو دیر کرنے سے کیا فائدہ۔"

"میں اور غزال بھی آپ کے ساتھ چلیں گے دیو جی آپ لوگ بے فکر رہیں۔ میں تمام انتظامات بھی کر لوں گا۔" کرنل نے کہا اور پھر ان لوگوں سے اجازت طلب کر لی۔ راج دیو، راؤ سکندر انہیں باہر چھوڑنے آئے تھے جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو راج دیو نے کہا۔

"بے مثال انسان ہے راؤ! ایک اعلیٰ ظرف میں، اس کے یہ الفاظ کبھی نہ بھول سکوں گا کہ اس نے اس عالم میں اپنے بیٹے کے نکاح کی پیش کش کی تھی۔"

"خدا نے مجھے دوستوں کے معاملے میں بہت خوش قسمت رکھا ہے غزال کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"بہت پر عزم نوجوان ہے اور قندیل کو بہت چاہتا ہے۔" راؤ سکندر آہ بھر کر خاموش ہو گئے تھے تب راج دیو نے کہا۔

"اب فوراً انتظامات شروع کر دو خاص طور سے سطوت بھابی کو مطمئن کرنا ضروری ہے میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ تمہیں کیا کہنا ہے اس طرح سطوت بھابی مطمئن ہو جائیں گی باقی معاملہ تقدیر کا ہے جو بھی تقدیر میں ہوا۔"

"ٹھیک ہے۔" راؤ سکندر نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا پھر وہ راج کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر سطوت جہاں کے پاس پہنچ گیا۔

"سطوت قندیل کا سوٹ کیس تیار کر دو میرے لئے بھی چند جوڑے رکھ دینا ہم کل الہ آباد جا رہے ہیں۔"

"کیا طے کیا ہے آپ نے؟"

"علاج کرائیں گے قندیل کا اور تم اطمینان رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" سطوت جہاں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"بھئی تمہیں یہ تو اندازہ ہے کہ خدانخواستہ اسے کوئی موذی مرض نہیں ہے بس ذہنی خلل ہے جس کا اصل سبب دریافت کرنا ہے اور یہ سبب دریافت ہو جائے تو علاج باآسانی ہو جائے گا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ پہلے یہاں کوشش کئے لیتے ہیں اگر اس کوشش میں ہمیں ناکامی ہوئی تو پھر ہم اسے یورپ لے جائیں گے تم جانتی ہو یورپ میں تو بڑے بڑے ذہنی امراض کے معالج ہیں اندازہ یہی قائم کیا گیا ہے کہ کوئی ایسا ذہنی جرک لگا ہے قندیل کو جس سے اس کا ذہنی توازن منتشر ہو گیا ہے۔ بہتر طریقے سے علاج ہو گا تو وہ ٹھیک ہو جائے گی فی الحال ہم اسے الہ آباد لے جا رہے ہیں میں تم سے درخواست کرتا ہوں سطوت! کہ اب اس ناگہانی کے لئے خود کو تیار کر لو اور ہمت کے ساتھ وقت گزارو بات بالکل پریشان کن نہیں ہے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔" سطوت جہاں نے ایک سسکی سی لی اور مغموم لہجے میں بولیں۔

"خدا نے مجھے بے اولاد رکھا لیکن خدا ہی گواہ ہے کہ اس نے مجھے کبھی اس کا احساس نہ ہونے دیا۔ نجانے میری بچی کو کس کی نظر کھا گئی میں تو اب بھی کہتی ہوں کہ اس پر کوئی

سایہ ہو گیا ہے ارے کم از کم کسی مولوی وغیرہ کو دکھا لیتے تو میرا بھی اطمینان ہو جاتا مگر میری سنتا کون ہے۔"

"پگلی ہو تم۔ کیوں نہیں سنتے ہم تمہاری لیکن بس تم عورتوں کے انداز میں سوچ رہی ہو۔ وہ بات نہیں ہے جو تمہارے تصور میں ہے اگر ایسا ہوتا تو میں تم سے انحراف نہ کرتا مجھ پر اعتماد نہیں ہے تمہیں؟"

"کیوں نہیں یہ میں کب کہہ رہی ہوں۔" سطوت جہاں نے کہا۔

"تو بس راؤ سکندر کی بیوی بنو ہمت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرو چلو شاباش اب تیاریاں کرو ہمیں کل ہی روانہ ہونا ہے۔"

سطوت جہاں اس انداز سے کافی مطمئن نظر آنے لگی تھیں۔ بہرطور تیاریاں مکمل کر لی گئیں۔رات کو تقریباً آٹھ بجے غزال آگیا اور اس نے آکر بتایا کہ کل صبح ساڑھے دس بجے کی ٹرین سے الہ آباد کے لئے جانے کا بندوبست ہو گیا ہے اور باقی تمام انتظامات بھی کر لئے گئے ہیں۔ رات کے کھانے پر غزال کو روک لیا گیا۔ کھانے کی میز پر وہ سب پہنچ گئے تھے اور کھانا لگنے کا انتظار کیا جا رہا تھا کہ اچانک ہی ڈائننگ روم میں قندیل داخل ہو گئی۔ اس نے بال سنوارے ہوئے تھے۔ لباس البتہ وہی تھا غالباً منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر آئی تھی اور اس وقت بالکل معتدل نظر آ رہی تھی سب اسے دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔ ان حالات میں اس کی اس قدر بہتر کیفیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بہرطور ایک دم سنبھل کر اس کا استقبال کیا گیا۔ قندیل پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"مجھے کھانے کے کمرے میں نہیں بلایا گیا۔"

"اوہ بیٹے تمہاری طبیعت کچھ ناساز تھی نا ہم نے سوچا خود ہی کھانا کھا لیا جائے۔ ان سے نہیں ملو گی یہ تمہارے راج دیو چاچا ہیں۔"

"مل تو چکی ہوں۔" قندیل نے راج دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور راج دیو جلدی سے سنبھل گیا۔

"ہاں ہاں ہماری ملاقات ہو تو چکی ہے راؤ تمہاری بھی بھولنے کی عادت خوب ہے آؤ بیٹے بیٹھو۔"

غزال محبت بھری نگاہوں سے قندیل کو دیکھ رہا تھا۔ راج دیو کی نظر ایک بار غزال پر

پڑی تو وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل ہی دل میں اس نے سوچا تھا کہ یہ نوجوان قندیل کے لئے بہت بڑا محافظ ثابت ہو گا اس کی نگاہوں کا عزم بتاتا ہے کہ وہ قندیل کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہو جائے گا۔ بہرطور قندیل کھانے کی میز پر بیٹھ گئی۔ کئی دن کے بعد اس نے کھانے میں شرکت کی تھی اور اس وقت اس کی حالت جس قدر بہتر نظر آ رہی تھی وہ بھی قابل غور تھی اس اچانک بہتری کا سبب کیا ہو سکتا ہے سوچنے کے لئے تو بہت سی باتیں تھیں لیکن بہرطور اس وقت کوئی کسی بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کھانا شروع ہوا اور قندیل نے بالکل صحت مندوں کے سے انداز میں ان کے ساتھ کھانے میں شرکت کی۔ راج دیو کی نظریں بار بار قندیل کے چہرے کی جانب اٹھ جاتی تھیں لیکن وہ سر جھکائے کھانے میں مشغول تھی۔ سطوت جہاں بھی خوش نظر آ رہی تھی اور قندیل پر صدقے واری ہوئی جا رہی تھی بہرطور کھانا ختم ہوا تو راج دیو نے کہا۔

"قندیل بیٹے آپ کی بیماری کی خبر سن کر ہم یہاں آئے اور اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو اپنے ساتھ الہ آباد لے چلا جائے۔"

"اوہ اچھا' اچھا ہے انکل کچھ تبدیلی آب و ہوا ہو جائے گی میں الہ آباد جانے سے بہت خوش ہوں۔"

"کل ہی چل رہے ہیں ہم لوگ تمہارے لئے تیاریاں بھی کر لی گئی ہیں۔" راج دیو نے کہا اور قندیل مسکرانے لگی۔

"امی بھی چلیں گی الہ آباد۔"

"نہیں بیٹے امی بعد میں آ جائیں گی۔" راؤ سکندر جلدی سے بولا اور قندیل خاموش ہو گئی۔

"کیا خیال ہے یہاں سے اٹھا جائے؟" راج دیو نے غیر محسوس انداز میں غزال کو اشارہ کیا اور سب کرسیاں کھسکا کر کھڑے ہو گئے۔

غزال نے قندیل سے کہا۔ "آؤ قندیل باہر چہل قدمی کریں موسم بے حد خوشگوار ہے۔"

"ہاں تھوڑی سی چہل قدمی کرنا ضروری ہے۔" راج دیو نے کہا اور قندیل خاموشی سے غزال کے ساتھ باہر نکل آئی دونوں کوٹھی کے عقبی لان پر آ گئے۔

“اب کیسی طبیعت ہے قندیل؟” غزال نے پوچھا۔

“کچھ سمجھ میں نہیں آتا غزال‘ مجھے کیا ہو گیا ہے؟” قندیل نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

“تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟”

“مجھے۔” قندیل پرخیال انداز میں بولی چند لمحات خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ “میں نہیں جانتی غزال! یہ سب کیا ہے میں نے بہت سوچا ہے بہت غور کیا ہے مگر کچھ سمجھ نہیں پائی بس ایک شیشہ سا ٹوٹتا ہے میرے دماغ میں اور پھریوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں بے بس ہو گئی ہوں۔ کوئی اور میرے وجود پر حاوی ہوتا ہے۔ میری زبان سے بولتا ہے۔ میرے دماغ سے سوچتا ہے اور میں خاموش رہتی ہوں میں اسے دیکھتی رہتی ہوں وہ جو کچھ سوچتا ہے جو کچھ بولتا ہے میں اس میں مداخلت نہیں کر سکتی مگر ان لمحات میں مجھ پر ایک سرور سا طاری رہتا ہے مجھے اس کا بولنا اس کا سوچنا اچھا لگتا ہے اور غزال جب میں خود میں ہوتی ہوں میرا مطلب ہے جب وہ احساس مجھ پر طاری نہیں ہوتا تو میں ایک عجیب سی تشنگی محسوس کرتی ہوں بڑی بے کلی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے جیسے..... مجھے کسی کی تلاش ہے جیسے مجھ میں کچھ کم ہو گیا ہے جیسے میں نامکمل ہوں۔ مجھے اپنی تکمیل پسند ہے غزال! میں اسی احساس تلے رہنا چاہتی ہوں۔”

غزال گہری نگاہوں سے قندیل کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ “یہ احساس تمہیں کب سے ہے قندیل؟”

“کب سے؟” قندیل نے پرخیال انداز میں کہا اور اس کے بعد وہ دیر تک کچھ نہ بول سکی تھی غزال بھی خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔ کافی دیر کے بعد قندیل نے کہا۔

“فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے غزال۔ شاید یہ احساس مجھے ہمیشہ سے ہے۔ اس وقت سے جب میں نے سوچنا سیکھا میں خواب دیکھتی تھی کہ میں سو رہی ہوں پھر میرے بدن سے ایک چمکدار خول اتر جاتا تھا کوئی مجھ سے علیحدہ ہو جاتا تھا پھر میرا ہاتھ پکڑتا تھا مجھے اٹھا لیتا تھا اور غزال پھر میں نہ جانے کیا کیا دیکھتی تھی‘ نہ جانے کیا؟ مجھے بالکل یاد نہیں لیکن جو کچھ میں دیکھتی تھی اس سے مجھے خوشی ہوتی تھی اور جب میں جاگتی تو مجھے دکھ ہوتا کہ میں کیوں جاگ گئی۔ وہ..... وہ مجھے بہت اچھا لگتا تھا وہ سب کچھ۔ وہ مجھ میں اعتماد پیدا کرتا تھا مجھے احساس

ہوتا تھا کہ میں سب کچھ کر سکتی ہوں سب کچھ..... میں خود کو بہت طاقتور محسوس کرتی تھی اور غزال میں۔”

“ایک سوال کروں قندیل برا تو نہیں مانو گی۔”

“نہیں غزال۔ برا کیوں مانوں گی۔” وہ اپنائیت سے بولی۔

“قندیل میری کیا حیثیت ہے تمہاری نگاہ میں؟”

“کیا مطلب؟”

“میرے تمہارے درمیان ایک رشتہ ہے قندیل اور مستقبل میں اس کی تکمیل ہونے والی ہے اور کوئی اور تمہیں اتنا پسند ہے کہ تم خود کو اس میں ضم کرنا پسند کرتی ہو ان حالات میں میرا کیا ہو گا؟”

“کیسی باتیں کرتے ہو غزال۔ وہ..... وہ کوئی اور نہیں ہے وہ..... وہ میں خود ہوں۔ غزال اس کا تعلق تم سے بھی ہے کیونکہ میرا تعلق تم سے ہے میں بیمار ہوں غزال! مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو..... تو اسے میری بیماری قرار دینا مجھ سے بددل نہ ہونا بیماروں کا علاج کرتے ہیں ان سے ناراض نہیں ہوتے۔”

“میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں میری زندگی! تم جو کچھ بھی ہو میری ہو اگر ہمارے راستے میں کوئی دیوار آئی اور وہ دیوار ناقابل تسخیر ہوئی تو‘ تو میں اسے توڑنے کی کوشش میں جان دے دوں گا پیچھے نہ ہٹوں گا۔ یہ میرا عہد ہے قندیل چٹانوں سے زیادہ ٹھوس سمجھ لینا اسے۔”

“خدا کا شکر ہے زبان تو کھلی آپ کی۔ بہت جذباتی ہو گئے آپ۔” قندیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

“ہمیشہ تھا تمہارے لئے کب جذباتی نہیں تھا میں؟”

“الہ آباد چل رہے ہیں میرے ساتھ؟”

“ہر جگہ جاؤں گا کائنات کے آخری سرے تک تمہارے ساتھ سفر کروں گا قندیل۔”

“واہ آج تو مزا آ گیا‘ ایسی گفتگو پہلی بار سنی ہے بڑی اچھی لگ رہی ہے۔” قندیل ہنستی ہوئی بولی۔

راؤ سکندر اور راج دیو دور سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ راج دیو نے کہا۔ “کچھ محسوس

کر رہے ہو راؤ۔"

"کیا؟"

"وہ ہنس رہی ہے وہ خوش ہے اور میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آ رہا ہے کہ جب سے اس نے الٰہ آباد جانے کے بارے میں سنا ہے وہ نارمل ہوتی جا رہی ہے۔"

"اس سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہو تم؟"

"ہمیں یہ بات نظرانداز نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں اس لاش کے پاس ملی تھی اس کا لاش سے کیا رشتہ تھا کون جانے۔" راؤ سکندر نے گہری سانس لی اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"بہت بڑا المیہ ہے یہ راج! ہم بھول گئے تھے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے لیکن یہ امید بھی نہیں تھی کہ کبھی یہ سب کچھ یاد کرنا پڑے گا۔"

"حقیقتوں کو یاد رکھنا چاہئے اب خود کو مضبوط کرو نہ جانے آگے کیسے کیسے واقعات سے سابقہ پڑے۔"

دوسرے دن صبح آٹھ بجے کرنل فیروز اور غزال' راؤ کی کوٹھی پہنچ گئے قندیل بالکل ٹھیک تھی اس نے بڑی لگن سے تیاریاں کی تھیں اور اپنے پسندیدہ لباس سوٹ کیس میں رکھے تھے۔ دوران سفر بھی وہ خوش و خرم نظر آتی رہی تھی۔ سب سے باتیں کرتی رہی تھی لیکن اس کی یہ کیفیت بھی ان لوگوں کے لئے باعث خوشی نہیں تھی بہرحال وہ الٰہ آباد پہنچ گئے۔ راج دیو نے کسی کو آنے کی اطلاع نہیں دی تھی اس لئے اسٹیشن پر کوئی نہ تھا بہرحال دو تانگے کئے گئے اور دونوں تانگے راج دیو کی کوٹھی کی طرف چل پڑے راج دیو کسی سوچ میں گم تھا۔ سکندر بھی خاموش تھا راج دیو کی حویلی سامنے آگئی اور دفعتہ راج کے منہ سے آواز نکل گئی۔

"اوہ..... یہ پولیس..... یہ پولیس کیوں نظر آ رہی ہے؟"

راؤ سکندر بھی چونک پڑا کوٹھی کے گیٹ پر دو پولیس والے تعینات تھے اور کھلے ہوئے گیٹ کے دوسری طرف اور بھی پولیس والے نظر آ رہے تھے۔

تانگے حویلی کے سامنے رک گئے۔ راج دیو پھرتی سے نیچے کودا اور پولیس والوں کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا ہوا؟ کیا بات ہے۔ کیا ہو گیا یہاں؟"

"ڈکیتی، قتل، مگر تم کون ہو؟" ایک پولیس والے نے پوچھا۔

راج دیو اس کی بات کا جواب دیئے بغیر پلٹا اس دوران راؤ سکندر وغیرہ بھی نیچے اتر آئے تھے اور انہوں نے پولیس مین کے الفاظ سن لئے تھے۔ راج دیو نے کہا۔

"راؤ تم تانگے فارغ کر کے سب کو اندر لے آؤ میں ملازموں کو بھیجتا ہوں۔" یہ الفاظ کہہ کر راج اندر داخل ہونے لگا تو اسی پولیس مین نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم کون ہو۔ اندر پولیس کارروائی ہو رہی ہے۔ ہمارے افسروں کے حکم کے بغیر کوئی اندر نہیں داخل ہو سکتا۔"

"بھائی میں اس حویلی کا مالک ہوں اور میرا نام راج دیو ہے۔ یہ میرے مہمان ہیں جو دہلی سے آئے ہیں۔ سمجھ میں آگیا۔" راج دیو نے کہا اور پھر تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی پولیس کے کچھ افسر نوکروں کا میلہ لگائے کھڑے تھے اور ان سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ راج دیو تیزی سے ان کے قریب پہنچ گیا اور پھر اس نے ملازموں سے کہا۔

"باہر مہمان آئے ہوئے ہیں ان کا سامان اٹھاؤ اور انہیں اندر لے جاؤ۔ جاؤ سنا نہیں۔"

ملازم آگے بڑھے تو ایک پولیس افسر نے ڈنڈا سیدھا کر کے کہا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میرا نام راج دیو ہے۔"

"اوہ معاف کیجئے گا راج دیو جی۔" پولیس افسر نے جلدی سے کہا اور ملازموں کو جانے کی اجازت دے دی۔ اتنی دیر میں سب ہی اندر آ گئے تھے۔ راؤ سکندر قندیل کو لے کر اندر چل پڑا تھا۔ پاربتی اور گھر کے دوسرے لوگ حیران پریشان ایک جگہ جمع تھے ان دونوں کو دیکھ کر پاربتی خوش ہو گئی۔

"ارے قندی' میری بیٹی آئی ہے۔ آیئے بھیا جی۔" پاربتی نے آگے بڑھ کر قندیل کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے لپٹا لیا۔

"کیا ہوا ہے بھابی جی؟" راؤ نے پریشانی سے پوچھا۔

"ڈکیتی ہے بھیا جی رات کو تین بجے۔ گولیاں چلی ہیں دیپ چند کو قتل کر دیا گیا ہے۔" پاربتی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"کون دیپ چند؟"

"نوکر تھا بے چارا۔"

"اوہ۔ آپ لوگوں کو تو کوئی نقصان نہیں ہوا۔"

"نہیں بھیا بھگوان کی دیا سے ہم اندر سو رہے تھے جو کچھ ہوا باہر ہی ہوا ہے۔ میں نے تو ابھی تک کسی کو باہر نہیں جانے دیا۔"

"آپ لوگ آرام سے اندر بیٹھیں پریشان نہ ہوں میں ذرا باہر دیکھتا ہوں۔" راؤ سکندر باہر نکل گیا۔ باہر پولیس افسر راج دیو کو تفصیل بتا چکے تھے جو یوں تھی کہ رات کو تین بجے راج دیو کے نوادر خانے میں کچھ لوگوں نے داخل ہو کر کچھ اشیاء حاصل کیں نوادر خانے کے محافظوں نے ان سے مقابلہ کیا تو ڈاکوؤں نے ان میں سے ایک کو ہلاک کر دیا باقی دو ملازم مجبور ہو گئے۔ ڈاکو اپنا کام کر کے چلے گئے تو ملازموں نے گھر والوں کو اور گھر والوں نے پولیس والوں کو اطلاع دی۔ پولیس نے لاش تحویل میں لے لی اور اسے اسپتال بھجوا دیا۔ پھر انہوں نے نوادر خانے کا جائزہ لینا چاہا تو محافظ ملازموں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ مالک کی موجودگی کے بغیر وہ پولیس کو اندر نہیں داخل ہونے دیں گے۔ پولیس اپنا فرض پورا کرنا چاہتی تھی لیکن ملازم بھی اڑ گئے اور پھر انہوں نے نوادر خانے میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا ہے اور اندر ہی ہیں۔

راؤ سکندر نے کہا۔ "انہیں یہی ہدایت ہے آفیسر اس کا برا نہ منائیں۔ آیئے کرنل آپ یقیناً سفر سے تھکے ہوں گے لیکن تھوڑی دیر اور سہی' آؤ غزال۔"

راج دیو کا چہرہ تشویش کا آئینہ بنا ہوا تھا اسے دیپ چند کی موت کا بہت افسوس ہوا تھا اور اب وہ خود بھی نوادر خانے میں داخل ہونے کے لئے بے چین تھا چنانچہ سب پولیس افسروں کے ساتھ نوادر خانہ کی طرف چل پڑے۔

وفادار ملازم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے تھے جو انہوں نے کیا۔ ان کا ایک ساتھی ہلاک ہو چکا تھا لیکن وہ مالک کی وفاداری کے لئے مستعد تھے جب تک انہوں نے راج دیو کی آواز نہ سن لی دروازہ نہیں کھولا تھا۔ مالک کو دیکھ کر وہ رونے لگے تو راج دیو نے انہیں تسلیاں دیں اور ان کی وفاداری کو سراہا۔ پولیس آفیسر نوادر خانے کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گئے تھے اور اپنی کارروائی کر رہے تھے۔ ملازموں کو وہاں سے باہر بھیج دیا گیا۔ پولیس آفیسر نے راج دیو سے پوچھا کہ نوادر خانے سے کیا اشیاء نکالی گئی ہیں۔ ملازموں سے نمٹنے کے بعد راج دیو ان تمام قیمتی اشیاء کا جائزہ لینے لگا جو بلاشبہ بیش قیمت تھیں لیکن تمام ہی چیزیں اپنی جگہ موجود تھیں البتہ ایک جگہ نمایاں طور پر خالی نظر آ رہی تھی۔ وہ تابوت تھا جس میں لاش موجود تھی۔ سونے کا سانپ حیرت ناک طریقے سے لاش کے گلے میں پہنچ گیا تھا اور اسے دوبارہ اتارنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی وہ نقشہ بھی لاش کے ساتھ ہی موجود تھا جو چمڑے پر بنا ہوا تھا اور تینوں چیزیں غائب تھیں بلاشبہ اس نوادر خانے میں ان سے کہیں زیادہ مالیت کی بے شمار چیزیں موجود تھیں لیکن ڈاکوؤں نے انہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور تمام چیزیں اپنی جگہ موجود تھیں چنانچہ کم از کم جاننے والے یہ بات باآسانی کہہ سکتے تھے کہ یہ باقاعدہ ڈاکہ نہیں بلکہ ایک حیرت انگیز چوری ہے۔ تابوت کے عقبی حصے میں راج دیو کو ایک ایسی شے پڑی ہوئی ملی جس سے وہ چونکا تھا۔ یہ لاش کی گردن میں پڑا ہوا لکڑی کے زیوروں کا وہ توڑا تھا جو غالباً لاش کو اٹھاتے وقت ٹوٹ کر نیچے گر پڑا تھا۔ لکڑیاں بکھری ہوئی تھیں مخصوص ساخت کی یہ لکڑیاں کافی تعداد میں تھیں اور بہرطور ان کا تعلق اسی پراسرار لاش سے تھا۔ راج دیو نے پولیس افسروں کو مطمئن کرنے کے لئے کہا کہ جو شے چوری ہوئی ہے وہ بھی نوادرات سے تعلق رکھتی تھی۔ ایک حنوط شدہ لاش جس کی گردن میں سونے کا ایک زیور تھا۔ باقی اور کوئی شے چوری نہیں ہوئی ہے پولیس افسر نے اس سلسلے میں راج دیو کا بیان لکھا اور راج دیو نے سادہ سے الفاظ میں چوری کی تفصیلات بتا دیں مالیت وغیرہ کا اس نے کوئی تعین نہیں کیا تھا بس یہی کہا تھا کہ ڈاکہ زنی کرنے والے ڈاکو نہیں بلکہ صرف نوادرات کے چور تھے اور ایک نادر شے چرا کر لے گئے۔ پولیس نے اس سلسلے میں ان ملازموں کو مانگا تھا جو محافظ خانے میں موجود تھے لیکن راج دیو نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ خواب کے عالم میں بھی ان ملازموں پر شبہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان میں سے کسی کو

پولیس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ معاملہ بہت بڑے آدمی کا تھا اس لئے پولیس بھی اس پر اصرار نہ کر سکی اور اس کے بعد پولیس والے یہاں سے چلے گئے۔ راج دیو اور باقی تمام لوگ نوادر خانے ہی میں موجود تھے۔ کرنل فیروز اور غزال اس شاندار نوادر خانے کو دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کرنل نے کہا۔

"کم از کم یہ بات تو میری سمجھ میں آ گئی کہ وہی لاش چوری ہوئی ہے جس کا تذکرہ ہم لوگوں کے درمیان ہو چکا ہے۔"

"ہاں کرنل اور کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ لاش عین اس وقت چوری ہوئی جب کہ قندیل یہاں پہنچی۔"

کرنل فیروز نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ خود راج دیو بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکا۔ البتہ اس نے ایک بار پھر ان لوگوں کو بتایا کہ جو پراسرار واقعات یہاں ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کا بھی اس چوری ہی سے تعلق ہو۔ کیا کہا جا سکتا ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ قندیل کا یہاں لایا جانا بے کار ہو جائے۔ لکڑی کے اس زیور کو احتیاط سے سمیٹ کر محفوظ کر دیا گیا تھا اور اس بات کا شبہ بھی تھا راج دیو کو کہ کہیں وہ زیور حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے چنانچہ لکڑی کے ان زیورات کو نوادر خانے میں نہیں رکھا گیا تھا بلکہ راج دیو نے انہیں ایک لکڑی کی صندوقچی ہی میں بند کر کے اپنے کمرے میں محفوظ کر لیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اس کام سے فراغت حاصل کی اور اندر آ گئے راج دیو نے اس بات پر کرنل فیروز اور غزال سے معذرت کی تھی کہ یہاں آتے ہی انہیں بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑا۔ اس بات پر کرنل فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا کہ انہیں صرف اس بات کا افسوس ہے کہ راج دیو کا ایک ملازم مارا گیا ورنہ یہ پراسرار واقعات ان کی زندگی میں بہت دلچسپی کا باعث ہیں کیونکہ اس سے پہلے انہیں کبھی ایسے واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کے بعد اس چوری پر تبصرہ ہونے لگا۔ یہ بات باعث حیرت تھی کہ جو کوئی بھی نوادر خانے میں داخل ہو کر اس لاش کو چرانے کا باعث بنا تھا وہ کون ہو سکتا ہے اور اسے خصوصی طور پر اس لاش ہی سے دلچسپی کیوں پیدا ہوئی۔ راج دیو نے بتایا کہ بہت سے لوگ اس کے نوادر خانے کی سیر کر چکے ہیں اور اس کی تعریفیں کی جا چکی ہیں لیکن اس سے قبل کبھی ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ کسی نے نوادر خانے سے کچھ چرانے کی کوشش کی ہو یہ تصور بھی

راج دیو کے ذہن میں نہیں تھا کہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کرنل فیروز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غالباً چوروں کو یہ علم ہو گیا تھا کہ کرنل فیروز اس لاش کو دیکھنے آ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اسے اڑا دیا۔ ہم جانتے ہیں یہ ہمارے خلاف سازش ہے۔" اس تبصرے پر سب مسکرا اٹھے اور دیر تک اس سلسلے میں تبصرہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ راج دیو کو ان دوستوں کی آمد کی خوشی بھی تھی اور اس حادثے کا دکھ بھی' بے چارے ملازم کی موت کے سلسلے میں ظاہر ہے اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ راج دیو نے پولیس کے معاملات ٹیلی فون پر درست کر لئے ظاہر ہے ایک غریب آدمی کی موت کیا حیثیت رکھتی تھی تاہم اس کے لواحقین کے سلسلے میں راج دیو نے کوئی غفلت نہیں برتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ قندیل کا جائزہ بھی لیا جا رہا تھا جو بدستور نارمل تھی اور یوں لگتا تھا جیسے یہاں آنے کے بعد وہ بہت خوش ہو گئی ہو۔ راج دیو کے اہل خاندان سے خوب گھل مل گئی تھی۔ اس طرح دو دن گزر گئے۔ تیسری شام راج دیو نے خاص طور سے اپنے چند دوستوں کو مدعو کیا جن میں پروفیسر غوری اور بھرت چندر بھی تھے یہ لوگ جب یہاں پہنچے اور انہیں اس چوری کا علم ہوا تو انہوں نے کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس اہم واقعے کی اطلاع انہیں کیوں نہیں دی گئی۔ راج دیو نے معذرت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ خود ذہنی طور پر الجھا ہوا تھا کیا کہتا اور کیا نہ کہتا۔ یہ نشست بہت پرلطف رہی تھی اور وہ لوگ کافی ہشاش بشاش ہو گئے تھے لیکن دوسرے دن پھر سنسنی کا آغاز ہو گیا۔

"اس دن دو واقعات ہوئے تھے صبح کو تقریباً ساڑھے سات بجے قندیل' راج دیو کے کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے انتہائی حیرت ناک طریقے سے لکڑی کے زیورات کا یا لکڑی کے ان ٹکڑوں کا وہ چھوٹا سا صندوقچہ تلاش کر لیا جو راج دیو نے اپنی الماری میں محفوظ کر دیا تھا۔ اور اسے اپنے ساتھ لے گئی راج دیو جاگ گیا تھا اور بستر ہی میں انگڑائیاں لے رہا تھا کہ اس نے قندیل کو چوروں کی طرح اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس سے پہلے قندیل کبھی اس طرح اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی۔ راج دیو نے محسوس کیا کہ اس کا انداز کھویا کھویا سا ہے اور پھر جو کچھ ہوا اس نے راج دیو کو بری طرح چونکا دیا اور اس نے فوراً ہی دوسرے لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ کرنل فیروز' غزال اور سکندر حیران رہ گئے تھے۔

طے یہ ہوا کہ اس سلسلے میں قندیل کو کسی طرح یہ ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ اس کی اس کارروائی کا علم انہیں ہو چکا ہے ظاہر ہے اس میں کوئی مجرمانہ حرکت نہیں تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ اب قندیل کی کیا کیفیت رہتی ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور سے غزال کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ قندیل پر خصوصی نگاہ رکھے لیکن لکڑی کے ان ٹکڑوں یا بالفاظ دیگر زیورات کا کوئی تذکرہ نہیں آنا چاہئے۔ غزال نے اسی شام رپورٹ دی کہ قندیل ذہنی طور پر بالکل ٹھیک ہے لیکن دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے قندیل کے کمرے میں جھانکا تھا تو وہ لکڑی کے ان ٹکڑوں کو اپنے سامنے بستر پر سجائے کھوئی کھوئی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی اور یہ عمل تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر قندیل نے انہیں سمیٹا صندوقچی میں اسی طرح رکھا اور صندوقچی اپنی الماری میں محفوظ کر دی۔ لیکن شام کی ملاقات میں وہ بالکل مطمئن اور معمول کے مطابق نظر آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا کہ کیا کیا جائے۔ لاش کی چوری کے سلسلے میں پولیس کی طرف سے بھی کوئی اطلاع نہیں مل سکی تھی۔ بس ضمنی سی کارروائی ہو رہی تھی کیونکہ راج دیو نے خود ہی اس سلسلے میں کوئی بھاگ دوڑ نہیں کی تھی۔ دوسرا اہم واقعہ رات کو ساڑھے آٹھ بجے پیش آیا جب کہ ڈنر کے لئے تیاریاں کی جا رہی تھیں اور یہ لوگ خوش گپیوں سے فارغ ہوئے تھے۔ پروفیسر غوری اچانک ہی وہاں پہنچے تھے اور ان کے چہرے پر شدید تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے لیکن ان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ پروفیسر غوری نے راج دیو سے کہا۔

"راج دیو کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک تو تنہائی ضروری نہیں ہے لیکن اگر تم اپنے معاملات میں کچھ راز داری چاہتے ہو تو براہ کرم مجھے تنہائی میں کچھ وقت دو۔"

"ضرور پروفیسر' آئیے میرے کمرے میں تشریف لے آئیے۔" راج دیو نے کہا اور پروفیسر غوری کو اپنے بیڈ روم میں لے گیا پروفیسر غوری نے آہستہ سے کہا۔

"پروفیسر چارلس مورالس میرے پاس آئے ہوئے ہیں وہ تو ضد کر رہے تھے کہ میں انہیں تمہارے پاس لے آؤں لیکن کچھ مخصوص حالات کی وجہ سے میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا۔" "خیریت پروفیسر غوری؟"

"مورالس نے مجھے جو کہانی سنائی ہے وہ بے حد عجیب ہے اور اسی کہانی کے تحت میں تمہارے پاس دوڑا چلا آیا ہوں مورالس سے میری ملاقات شام کو سات بجے ہوئی ہے۔"

"یہی کہانی پروفیسر؟"

"تمہارے ہاں ہونے والی چوری کے سلسلے میں کچھ انکشافات ہوئے ہیں۔"

"اوہ۔" راج دیو چونک پڑا۔ پروفیسر نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"تھوڑا سا جرم میرا بھی ہے لیکن اس بات کے تم گواہ ہو راج دیو کہ میرے ذہن میں کوئی برائی نہیں تھی میں تو بس فخریہ طور پر تمہارے اس نوادر خانے کے تذکرے اپنے حلقے میں کرتا رہتا ہوں اور اسی جذبے کے تحت میں نے اس نوادر خانے کے بارے میں کچھ لکھا بھی تھا۔ پھر جب پروفیسر چارلس مورالس اور ان کے ساتھ کچھ دوسرے لوگ اس نوادر خانے کو دیکھنے کی آرزو میرے پاس لے کر پہنچے تو میں نے انہیں تم تک پہنچا دیا۔ پروفیسر چارلس مورالس ایک نفیس انسان ہیں اور ان کا ماضی بے داغ رہا ہے لیکن ان کے ساتھ ایک اور شخص ایڈمنڈ گارساں بھی تھا جس نے خود اپنے بارے میں بتایا تھا کہ اس کا تعلق بحری قزاقوں سے رہا ہے۔ یہاں سے جانے کے بعد پروفیسر چارلس مورالس کچھ دوسری جگہوں کی سیاحت کرتے ہوئے بھرت پور پہنچ گئے۔ بھرت پور میں گارساں نے انہیں ایک تجویز پیش کی۔ اس نے کہا کہ کسی طرح راج دیو کے نوادر خانے سے وہ لاش حاصل کر لینی چاہئے وہ بہت اہمیتوں کی حامل ہے اور اس کے ذریعے انہیں کوئی بڑا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جو ہو سکتا ہے کسی خزانے کی شکل میں ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی عظیم انکشاف کا حامل ہو۔ راج دیو کے لئے وہ لاش صرف ایک نادر شے کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اس لاش کے ساتھ جو ایک نقشہ ہے وہ ایک باقاعدہ تحریر ہے اور گارساں نے ایک ہی نظر میں یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ تحریر بے حد قیمتی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ تمام چیزیں وہاں سے حاصل کر کے وہ لوگ ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں لیکن راج دیو کو اس سلسلے ...... میں شریک کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ چارلس مورالس نے اس تصور کی شدید مذمت کی اور کہا کہ اگر ایسی کوئی بات ہے تو راج دیو کو اس میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کے تحت یہ بات بھی واضح ہو گئی تھی کہ خود راج دیو کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم اور نہ ہی وہ اس سلسلے میں کوئی خاص تحقیق کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چارلس مورالس کی اس بات کو گارساں نے ٹھکرا دیا اور کہا کہ اگر ایسی کوئی صورتحال راج دیو کو معلوم ہو گئی تو وہ اپنے طور پر ہی تمام کارروائی کرنے کی کوشش کریں گے اور ان لوگوں کو کوئی برتری

حاصل نہ ہو سکے گی کیونکہ یہ ہندوستان ہے اور یہاں ان لوگوں کے وسائل محدود ہیں بہرطور کئی بار گارساں نے اس سلسلے میں چارلس مورالس کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کی لیکن چارلس اس بات پر تیار نہ ہوئے اور پھر ایک دن گارساں ایک اور شخص سیسل براؤن کے ساتھ خاموشی سے غائب ہو گیا اور اس کے بعد چارلس مورالس کو اس کا پتہ نہ چل سکا۔ چارلس مورالس اسے کچھ دن تلاش کرتے رہے پھر اس تصور کے تحت کہ کہیں گارساں ان سے الگ رہ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرے وہ بیچارے مجبوراً میرے پاس پہنچے۔ یہ اطلاع دینے کے لئے کہ ہم یہاں اس لاش کے تحفظ کا معقول بندوبست کر لیں۔ انہوں نے مجھ سے اس کا تذکرہ کیا تو میں نے انہیں بتایا کہ واردات ہو چکی ہے اس بات پر وہ بے حد شرمندہ ہیں اور اپنے آپ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں کیونکہ گارساں ان کے ساتھ ہی یہاں آیا تھا۔"

راج دیو یہ تفصیل سن کر ششدر رہ گیا۔ اب اس بات میں کوئی شبہ ہی نہیں تھا کہ گارساں ہی اس کارروائی کا محرک تھا ویسے اس کی پراسرار شخصیت اب راج دیو کو یاد آ رہی تھی اور راج دیو کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ صورت حال کیا ہے۔ بہرطور اس نے پروفیسر غوری سے کہا کہ وہ فوراً چارلس مورالس سے ملنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی بندوبست کیا جائے تو پروفیسر غوری نے بتایا کہ مورالس انہی کے ہاں مقیم ہے اور انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ راج دیو اس سے ملاقات کر لے۔ راج دیو نے دوسرے لوگوں کو بھی اس واقعہ سے لاعلم رکھنا مناسب نہ سمجھا اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر غوری کو ساتھ لئے ہوئے ان سب کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے پروفیسر غوری کے انکشافات ان کے سامنے دہرا دیئے۔ کرنل فیروز کا چہرہ تجسس کی تصویر بن گیا۔ سب ہی حیران ہوئے تھے۔ پھر اس سلسلے میں یہ گفتگو کی جانے لگی کہ اب کیا ہونا چاہئے کرنل فیروز نے پروفیسر غوری سے سوال کیا۔

"کیا وہ صرف دو آدمی ہو سکتے ہیں پروفیسر! جنہوں نے یہاں یہ کارروائی کی؟"

"کیا عرض کیا جا سکتا ہے کرنل! میرا خیال ہے آپ لوگ بھی چارلس مورالس سے مل لیجئے۔ رات کی ایک کافی میرے ساتھ ہو جائے۔"

"تو پھر آپ ہمارے ساتھ ڈنر میں شرکت کیجئے۔" راج دیو نے پیش کش کی۔

"اس وقت نہیں راج دیو! تم سمجھتے ہو' پروفیسر چارلس میرے ہاں مقیم ہیں۔"

"اوہ ہم آپ کو مجبور نہیں کریں گے تو پھر یوں طے کئے لیتے ہیں کہ ڈنر کے بعد ہم لوگ وہاں پہنچ رہے ہیں۔"

"میں آپ کو ڈنر کی دعوت نہیں دے سکتا کیونکہ بالکل اتفاقی ملاقات ہے۔" پروفیسر غوری نے بے تکلفی سے کہا۔

"آپ اس کا تصور بھی نہ کریں پروفیسر! پلیز۔" راج دیو نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر ان سے رخصت ہو گیا سب کے چہرے تشویش کے آئینہ دار نظر آ رہے تھے۔ اس سلسلے میں بات چیت ہونے لگی۔ راؤ سکندر نے گارساں کے بارے میں راج دیو سے معلومات حاصل کیں اور راج دیو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی لوگ تھے جنہوں نے سب سے آخر میں اس نوادر خانے کو دیکھا تھا گارساں ایک پراسرار شخصیت کا مالک تھا لیکن میں نے کسی پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اسے صرف ایک مہمان ہی کی حیثیت دی تھی اور گارساں نے چمڑے کا وہ ٹکڑا بھی دیکھا تھا جس پر نقوش کندہ تھے لیکن تعجب کی بات ہے اس نے یہاں اس قسم کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔"

"ان لوگوں کو بارہا آزمایا جا چکا لیکن ہم سادہ دل لوگ کبھی ان پر کوئی شبہ نہیں کرتے۔" راؤ سکندر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"خیر یہ انفرادی بات بھی ہے انہی میں سے چارلس مورالس بھی ہے جس نے یہ اطلاع ہمیں دی ہے۔" راج دیو نے کہا اور راؤ سکندر منہ ٹیڑھا کر کے خاموش ہو گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"یوں لگتا ہے راج دیو کہ یہ لوگ ہمیں پرسکون نہیں رہنے دیں گے کوئی اور مہم ہمارا انتظار کر رہی ہے یقینی طور پر اگر ایڈمنڈ گارساں اس لاش کی تحقیقات کرنا چاہتا ہے اور اس نقشے کے ذریعے کہیں پہنچنا چاہتا ہے تو وہ جگہ گونڈا سوبارا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی اور گارساں کو گونڈا سوبارا میں ہمارا آمنا سامنا کرنا پڑے گا۔"

اس بات پر سبھی چونک کر راؤ سکندر کو دیکھنے لگے تھے راج دیو کی نگاہوں میں حیرت کے نقوش تھے پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"یار راؤ یہ بات تو تم نے سولہ آنے درست کہی ہے واقعی ہم اس بات کو کیسے نظر

انداز کر سکتے ہیں اوہ' گڈ' ویری گڈ۔ کرنل میں آپ کو بھی اس مہم کی دعوت دیتا ہوں اور غزال بیٹے تمہیں بھی یقینی طور پر۔ ہمیں اس سلسلے میں خاموشی نہیں اختیار کرنی چاہئے۔ بات اگر میرے نوادر خانے سے کسی چیز کے چوری ہو جانے کی ہوتی تو شاید میں اسے نظرانداز کر دیتا لیکن ہمارے سامنے ایک زندہ وجود بھی ہے جس کا نام قندیل ہے اور جو ان تمام واقعات سے براہ راست تعلق رکھتی ہے اور ہم قندیل سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں کیسے نظرانداز کیا جا سکتا ہے ان حالات کو بلکہ ایک طرح سے تو ہمیں ایڈمنڈ گارساں کا شکرگزار بھی ہونا چاہئے کہ اس نے یہ لاش چوری کر کے ہمارے ذہنوں میں یہ تحریک پیدا کر دی۔ راؤ میں تم سے بالکل متفق ہوں یقیناً ہمیں ایسا ہی کرنا ہو گا واہ لطف آ جائے گا خدا کرے قندیل درست رہے اور ہمیں اس کی طرف سے کوئی تشویش نہ ہو۔ بہرطور اس مسئلے کو حل تو کرنا ہی ہے۔"

"اور ڈنر کا وقت بھی نکلا جا رہا ہے ہمیں ڈنر کے بعد کافی پروفیسر غوری کے ہاں پہنچنا ہے۔" کرنل فیروز نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یقیناً کرنل آیئے ڈنر کر لیا جائے۔" راج دیو نے کہا اور اس کے بعد وہ ڈنر روم میں پہنچ گئے۔ جلدی جلدی کھانا کھایا گیا۔ قندیل حیرت انگیز طور پر پرسکون تھی اور ہنستی مسکراتی نظر آتی تھی۔ اس بات نے ان لوگوں کو کافی تقویت بخشی تھی ورنہ سب سے اہم مسئلہ یہی تھا لکڑی کے زیورات کے حصول کے بعد اس پر کوئی خاص رد عمل ظاہر نہیں ہوا تھا اور ابھی وہ معاملہ بالکل تاریکی ہی میں تھا کہ قندیل نے وہ زیورات کیسے پائے اور انہیں حاصل کرنے کے بعد ان سے کیا نتیجہ اخذ کیا یا اس پر کیا رد عمل ہوا۔ بہرطور ڈنر کے بعد وہ سب پروفیسر غوری کی رہائش گاہ کی جانب چل پڑے تھے۔

پروفیسر غوری' بھرت چندر اور چارلس مورالس ان لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔

"ہمیں کچھ دیر ہو گئی شاید....." راج دیو نے کہا۔

"دیر... ہم لوگ مضطرب تھے خاص طور سے پروفیسر چارلس جنہوں نے خود کو مجرم سمجھنے کا تہیہ کر لیا ہے۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"کیا مطلب...؟"

"یہ اس احساس سے سخت متاثر ہیں کہ گارساں کے ساتھ آپ سے ملے تھے۔"

"نہیں پروفیسر بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے ہم تو آپ کے شکرگزار ہیں کہ آپ نے ہمیں ایک بڑی الجھن سے نجات دلا دی ورنہ ہم اسی الجھن میں گرفتار رہتے کہ لاش چرانے والے کون ہیں اور ان کا مقصد کیا ہو سکتا ہے آپ کے اس انکشاف نے تو ہمیں اس الجھن سے نجات دلا دی ہے۔" راج دیو نے کہا۔

"مجھے گارساں کی اس حرکت کا دکھ ہے۔" چارلس مورالس نے کہا۔

"مسٹر گارساں کا موقف ہمارے سامنے آ چکا ہے انہوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے ایک انسانی زندگی کا خاتمہ کر کے اپنی مجرمانہ ذہنیت کے بارے میں بتا دیا ہے اور ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی ہو گی میں نے تو بہت سے لوگوں کو آزادانہ طور پر اپنے اس نوادر خانے کی سیر کرائی ہے اور کبھی اس خوف کا شکار نہیں رہا کہ کوئی یہاں سے کچھ چرانے کی کوشش کرے گا ورنہ شاید یہاں کے انتظامات مختلف ہوتے اور مسٹر گارساں یہاں داخل ہو کر آسانی سے باہر نہ نکل پاتے لیکن مسٹر چارلس! ہم نے ان کاوشوں کو صرف شوق تک محدود رکھا ہے۔ میں اور میرا دوست راؤ سکندر نہ جانے کہاں کہاں آوارہ گردی کرتے رہے ہیں لیکن ہم نے خزانے کبھی نہیں تلاش کئے کیونکہ ہمارے آبائی خزانے اتنے وسیع ہیں کہ ہم انہیں ہی خرچ کرنے کا صحیح راستہ دریافت نہیں کر پائے۔ اگر گارساں ہم سے یہ کہتا کہ وہ اس لاش کے پاس نکلنے والی تحریر کے بارے میں کوئی اندازہ لگا چکا ہے یا ان نقوش سے کوئی مقصد اخذ کر چکا ہے تو شاید ہم خود وہ تحریر' اس کی تمام مطلوبہ چیزیں اس کے حوالے کر کے کہتے کہ ہمیں بھی اس تحقیق میں شریک کر لے۔ ہم اسے شاید یہ پیشکش بھی کر دیتے کہ اگر اس کوشش سے اسے کوئی خزانہ دریافت ہو سکتا ہے تو وہ اپنا شوق پورا کرے ہم اپنے تجسس کا شوق پورا کریں گے مگر اس مجرمانہ ذہنیت کا کیا کیا جائے جس نے ایک زندگی سے کھیلنے میں بھی عار نہ سمجھی اور اب مسٹر چارلس یہ ضروری ہو گیا ہے کہ گارساں کے راستے روکے جائیں اور ہم اپنے ایک ساتھی کی موت کا حساب اس سے طلب کریں۔ یہ کام پولیس کے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے لیکن وہ ایک کارروائی ہو گی جس میں ظاہر ہے کہ پولیس اس شوق سے دلچسپی نہیں لے سکے گی جو ہمارے دل میں ہے اور گارساں کو صحیح جگہوں پر تلاش نہیں کیا جا سکے گا۔ ہم اپنے طور پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں لیکن مسٹر چارلس' گارساں آسانی سے اس جگہ تک نہیں پہنچ سکے گا جہاں سے وہ اپنا مقصد پا سکے ہاں اسے ہماری مدد

ضرور کرنا پڑے گی اس راز کے حل کے سلسلے میں۔ اس نے اپنی گردن میں خود ایک پھندا ڈال لیا ہے اور آپ دیکھئے گا کہ وہ پھندا کس طرح اسے مہنگا پڑتا ہے۔" راج دیو کا لہجہ کسی قدر تلخ ہو گیا تھا لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا یہ باتیں چارلس کے لئے نہیں تھیں یہ تو صرف اس کے مقصد کا اظہار تھا پروفیسر غوری نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہرطور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گارساں ہم میں سے نہیں ہے ہم تحقیق کے رسیا اس بات سے بہت خوش ہوتے کہ وہ اپنی واقفیت کا اظہار ہم پر کر دیتا اور ہم سے کوئی معاہدہ کر لیتا لیکن خیر یہ ایک الگ موضوع ہے۔ مسٹر چارلس اپنے طور پر ان حقیقتوں کو بتانے کے لئے یہاں آئے اور انہوں نے اپنا فرض پورا کیا۔"

"ہم خلوص دل سے مسٹر چارلس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔" راؤ سکندر نے کہا۔ چارلس خاموش تھا تھوڑی دیر تک یہ خاموشی طاری رہی پھر اس نے کہا۔

"گارساں کے ساتھ سیسل براؤن ہے اور میں ایک بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ گارساں نے اپنے لئے کچھ اور بھی مددگار طلب کئے ہوں گے اور وہ اگر اس مہم کو سرانجام دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو یقینی طور پر تنہا نہیں ہو گا اور اگر آپ لوگ اس کا تعاقب کرنا چاہیں تو میری طرف سے صرف ایک دوستانہ مشورہ ہے کہ اپنے آپ کو مضبوط اور محتاط رکھیں۔ جو شخص ایک انسانی زندگی سے کھیل سکتا ہے وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔" راؤ سکندر اور راج دیو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"موت و زندگی کا کھیل ہمارا آبائی کھیل ہے۔ مسٹر چارلس مورالس! اور ہم لوگ یہ کھیل بہت کھیلتے رہے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ اس کے بعد ہم نے نئی زندگی اپنا لی لیکن اگر مسٹر ایڈمنڈ گارساں ایک بار پھر ہمیں ہماری جوانی یاد دلانا چاہتے ہیں تو ہمیں جوان ہونے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔" راج دیو کی اس بات پر سبھی مسکرا دیئے۔

بہرطور بعد کا ماحول خوشگوار ہو گیا تھا یہ پروگرام یہاں ترتیب نہیں پا سکا کہ انہیں آئندہ کیا کرنا ہے بات صرف چارلس مورالس سے ملاقات کی تھی اور اس کے لئے پروفیسر غوری نے درخواست کی تھی چنانچہ یہ سب چلے آئے تھے۔ کافی دیر تک یہ نشست جاری رہی اور اس کی بعد سب وہاں سے واپس پلٹ پڑے۔ راج دیو کی کوٹھی میں سکون اور سناٹا

تھا کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جو قابل ذکر ہوتی ان سبھی کو ہر وقت قندیل کی فکر رہی تھی اور یہ وسوسے ان کے دل میں جاگزیں تھے کہ کہیں قندیل کی کیفیت پھر سے خراب نہ ہو جائے چنانچہ واپسی میں انتہائی دبے پاؤں ایک بار قندیل کے کمرے کا جائزہ لیا گیا وہ سکون کی گہری نیند سو رہی تھی چنانچہ یہ لوگ بھی پرسکون ہو گئے۔ دوسرا دن معمول کے مطابق گزرا۔ اس موضوع پر کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی پولیس کے چند افسران نے راج دیو سے ملاقات کر کے ملازم کی موت کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کیں لیکن یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی تھی کہ پولیس کو ان راستوں پر ڈالنا بے مقصد ہی ہو گا چنانچہ اس سلسلے میں اسے اپنی کارروائی کرنے دی جائے اور یہ لوگ جو کچھ کریں اپنے طور پر ہی کریں۔ ہر شخص کے ذہن میں اپنے اپنے طور پر خیالات تھے اس سلسلے میں سب سے عجیب پوزیشن بے چارے کرنل فیروز کی تھی۔ راج دیو اور راؤ سکندر تو براہ راست ان معاملات میں ملوث تھے لیکن کرنل فیروز صرف دوستی کے جذبوں سے مغلوب ہو کر ان کے معاملے میں الجھ گیا تھا اسی رات غزال نے اس سلسلے میں کرنل فیروز سے گفتگو کی اور کہنے لگا۔

"ڈیڈی میں کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا ہوں خاص طور سے آپ کے سلسلے میں۔"

"کیا؟" کرنل فیروز نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو ان تمام الجھنوں میں خاصی مشکلات پیش آ رہی ہیں اگر ایک بیٹے کی حیثیت سے میں اتنا بھی نہ جان سکوں تو اپنے آپ پر کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔" کرنل فیروز نے مسکراتی نگاہوں سے غزال کو دیکھا اور کہنے لگا۔

"بیٹے اگر اپنے آپ کو بہت زیادہ تجربہ کار سمجھنے لگے ہو تو میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے تجربہ تو عمر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ نوجوانی میں لاکھوں تجربات کر لئے جائیں پھر بھی کچھ پہلو تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں ڈیڈی۔"

"میں تمہیں سمجھا ہی رہا ہوں تم یقینی طور پر یہ سوچ رہے ہو کہ میں صرف تمہاری وجہ سے ان معاملات میں ملوث ہوا ہوں۔"

"ہاں ڈیڈی میرا یہی خیال ہے۔"

"تو بالکل درست خیال ہے یار۔ میں نے تمہیں بچپن سے پالا پوسا تمہاری تمام تکلیفوں اور راحتوں کا شریک کار رہا۔ اب اگر ایک معاملے میں تم الجھ گئے ہو تو ایک باپ کی حیثیت سے تمہارا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تھوڑی سی خود غرضی بے شک میرے اندر بھی ہے مثلاً یہ کہ اگر تم قندیل کا خیال چھوڑ کر یہ سوچو کہ زندگی کے راستے بہت مشکل ہوتے ہیں اور کسی ایک شخصیت کے لئے پوری زندگی ضائع نہیں کر دی جاتی تو میں بھی تمہاری سوچوں میں شریک ہو جاؤں گا اور تم سے کہوں گا کہ تمہارا یہ سوچنا درست ہے لیکن دل کی لگی اگر اس حد تک آگے بڑھ گئی ہے کہ تم زندگی کا آغاز اسی وقت کرو گے جب قندیل کا مسئلہ حل ہوجائے گا تو ایک باپ کی حیثیت سے اپنے بیٹے کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ تم تو اپنے دل سے مجبور ہو۔ تو میں اپنے دل سے مجبور ہوں ہاں اگر اب تم نے یہ گفتگو شروع کر ہی دی ہے تو مجھے اپنے آخری الفاظ بھی دے دو۔"

"جی ڈیڈی میں سمجھا نہیں؟" غزال نے کسی قدر شرمسار لہجے میں کہا۔

"قندیل کے بغیر زندگی گزار سکو گے؟ یہ فیصلہ کر سکو گے کہ تمہارے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے؟"

غزال کی گردن جھک گئی چند لمحات خاموش رہ کر اس نے کہا۔ "میں آپ کی خوشامد نہیں کروں گا ڈیڈی۔ بس اتنا کہوں گا کہ بلاشبہ آپ ایک منفرد باپ ہیں اور شاید ہی کسی کو اتنا سچا ساتھی' باپ کی حیثیت سے ملا ہو۔ ڈیڈی قندیل کے لئے میں زندگی کی آخری سرحد تک جانے کو تیار ہوں میں اس مسئلے کو خالصتاً" عشق کا مسئلہ نہیں کہہ سکتا۔ بس یوں سمجھئے کہ میرے دل کے تار کسی طور قندیل سے بندھے ہوئے ہیں اور جب بھی عقل سے کام لے کر یہ سوچتا ہوں کہ ان تمام کاوشوں کا نتیجہ کیا ہو گا تو میرا ذہن میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور دل صرف ایک بات کہتا ہے کہ قندیل نہیں تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔"

"ہوں۔ بہت اچھا کیا تم نے کہ اپنی دلی کیفیات سے مجھے آگاہ کر دیا لیکن ایک تجربے کار انسان کی حیثیت سے میں کچھ اور باتیں بھی تمہیں سمجھا دینا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تمہیں آسانی ہو۔ قندیل ایک پراسرار وجود ہے اور میں جانتا ہوں کہ ان شریف لوگوں نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا ہے غلط نہیں ہے۔ پھر بہت سے مشاہدات ہمارے سامنے بھی آ چکے ہیں یہ پراسرار وجود کیا کہانی رکھتا ہے اس کا فیصلہ تو ابھی ناممکن ہی ہے لیکن اس بات

کے امکانات ہیں کہ یہ اپنی حقیقتیں پانے کے بعد اس دنیا سے بالکل منحرف ہو جائے ان حالات میں تمہارے دل کی لگی کیا گل کھلائے گی اس بارے میں سوچا ہے؟"

"نہیں ڈیڈی اور یہ سوچ کر اپنے ذہن کو پراگندہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"گویا اندھے راستوں پر دوڑنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

"ہاں ڈیڈی زندگی میں ایک ہی فیصلہ کیا ہے اور میرا خیال ہے اس سلسلے میں مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تمہارا دل کبھی نہیں توڑوں گا بلکہ میں خود بھی تمہارا ساتھ دوں گا اور اس مسئلے میں تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی تنہا نہیں چھوڑوں گا تاکہ اگر کہیں مایوسیوں کے ہاتھوں نڈھال ہو کر تم گر پڑو تو کم از کم میں تمہیں سہارا دے کر وہاں سے اٹھا کر لا سکوں۔" غزال گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا اور کرنل فیروز اس کا چہرہ دیکھتا رہا پھر دفعتہً ہی کرنل فیروز کا گھن گرج والا قہقہہ گونج اٹھا اور غزال چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"واہ بیٹے واہ وادی عشق میں پہلے قدم پر ہی اتنی پریشانی اور اداسی طاری ہو گئی تم پر۔ ناکامی کا تصور اس وقت تک ذہن میں نہ آنے دو جب تک ناکامی اپنی آخری شکل اختیار کر کے سامنے نہ آ جائے۔ ہو سکتا ہے ناکامیوں کا وجود ہی نہ ہو۔"

غزال کے چہرے پر حیرت اور مسرت کی لہریں پھیل گئیں اس نے مسرور انداز میں کہا۔

"ڈیڈی کیا آپ کچھ پرامید ہیں اس سلسلے میں؟"

"سو فیصدی پر امید ہوں بیٹے محبت نے تو پتا نہیں کیاکیا گل کھلائے ہیں یہ تو ایک بہت چھوٹا سا معاملہ ہے۔ اپنے آپ کو پرعزم بناؤ' مضبوط رکھو اور یہ بات دل میں بٹھا لو کہ جو کچھ ہو گا تمہاری پسند کے مطابق ہو گا۔"

"ڈیڈی میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں آپ نے ہمیشہ مجھے عزم اور حوصلے بخشے ہیں اور میں آپ ہی کی رہنمائی میں اپنی شخصیت تشکیل کر پایا ہوں۔"

کرنل فیروز ہنسنے لگے پھر بولے۔ "ایک فوجی سے تم کبھی بزدلی کی توقع مت رکھنا کیا سمجھے اور تم ایک فوجی ہی کے بیٹے ہو۔"

غزال مسکراتا رہا اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں ڈیڈی میں ایک فوجی کا بیٹا ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد غزال' کرنل فیروز کے پاس سے اٹھ گیا۔ کرنل فیروز سے ہونے والی اس گفتگو نے اس کے ذہن سے الجھنوں کی ساری گرد صاف کر دی تھی اور وہ اب کافی مطمئن ہو گیا تھا اور اس وقت نجانے کیوں اس کا جی قندیل سے ملنے کو چاہا اور وہ قندیل کے کمرے کی جانب چل پڑا۔ اس کا اندازہ تھا کہ قندیل سو رہی ہو گی لیکن کمرے میں اس نے تیز روشنی دیکھی اور جب اس نے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو اسے ایک دم سے ذہنی جھٹکا سا لگا۔ قندیل کی کیفیت آج پھر کچھ مختلف سی تھی اور وہ زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے لکڑی کی ایک صندوقچی رکھی تھی جس میں وہی لکڑیوں کے ...... ٹکڑے موجود تھے جو لاش کے جسم پر زیور کی شکل رکھتے تھے قندیل ان ٹکڑوں کو آپس میں بجا بجا کر انہیں مختلف حصوں میں تقسیم کر رہی تھی اور زمین پر ایک عجیب سی شکل بنا رہی تھی۔ غزال نے دروازے کو تھوڑا سا دھکیلا اور پھر اندر داخل ہو گیا لیکن قندیل کو اس کے قدموں کی چاپ بھی محسوس نہ ہوئی تھی وہ بدستور سر جھکائے اپنے کام میں مشغول رہی اور غزال گہری نگاہوں سے اس کی اس مصروفیت کا جائزہ لیتا رہا۔ تبھی قندیل نے مسکراتے ہوئے گردن اٹھائی اور غزال کا دل دھک سے ہو گیا۔ قندیل کی آنکھیں سونے کی مانند چمک رہی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر ایک انتہائی بھیانک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اسی انداز میں غزال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سن رہے ہو یہ آوازیں' سن رہے ہو' محسوس کر رہے ہو انہیں دیکھا کیا کہہ رہے ہیں وہ۔ اوہ' اوہ' ہاں' ہاں' تمہاری آواز مجھ تک آ رہی ہے شامپورایا آکوشنالاؤماشاشاؤ پایا پیاؤ' ہویرا' ہویرا ہویرا۔"

قندیل کی آواز بھیانک ہوتی جا رہی تھی اور اس کی گونج پورے کمرے میں ابھر رہی تھی غزال کا دل دھک دھک کر رہا تھا قندیل ایک لمحے کے لئے رکی۔ جیسے کچھ سن رہی ہو پھر وہ گردن ہلا کر بولی۔ "ہویرا۔"

اس کے بعد اس نے گردن جھکا لی بال اس کے خوبصورت چہرے پر بکھر گئے۔ غزال سکتے کے سے عالم میں کھڑا تھا۔ قندیل کا یہ روپ اب اس کے لئے اجنبی نہیں تھا لیکن اسے قندیل جیسی شگفتہ مزاج اور سوشل لڑکی کو اس کیفیت میں دیکھ کر شدید رنج ہوتا تھا اور وہ اس الجھن کا شکار ہو جاتا تھا کہ اس کا یہ مرض درست بھی ہو گا یا نہیں۔ قندیل سے متعلق جو

کہانی اس نے سنی تھی وہ اس کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی لیکن وہ اسے جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ کہانی راؤ سکندر نے سنائی تھی جو قندیل کا وارث تھا وہ خود ان لوگوں میں اس لئے شامل ہو گیا تھا کہ کسی قیمت پر قندیل کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اور اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب وہ لوگ اپنی احمقانہ کاوشوں میں ناکام ہو جائیں گے تو پھر وہ خود قندیل کے علاج کی ذمہ داری قبول کرے گا اور اسے ملک سے باہر لے جائے گا خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ قندیل کا آخری دم تک ساتھ دے گا۔

قندیل اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر اس نے گردن جھٹکی اور چونکے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اب اسکی آنکھوں کی کیفیت درست ہو گئی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے سہارا دو غزال۔" اس نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور غزال بڑی چاہت سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دیتے ہوئے مسہری تک لے آیا۔

"وہ۔ وہ کون ہیں غزال؟ وہ مجھے کیوں پکارتے ہیں؟ اور آہ غزال مجھے یہ بتاؤ وہ کون ہیں....؟ کون ہیں وہ....؟"

غزال پریشان نظروں سے قندیل کو دیکھتا رہا' قندیل بہت الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔۔۔۔ پھر اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے غزال کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "میرے لئے پریشان ہو غزال۔۔۔ بہت پریشان ہو نا تم؟؟"

"میں تمہاری صحت یابی چاہتا ہوں قندیل۔۔۔ میں تمہیں اسی روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں جس میں دیکھ کر میں نے تمہیں مرکز زندگی بنا لیا تھا۔۔۔ میں ہر قیمت پر تمہیں صحت مند دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تمہاری بیماری کیا ہے تمہارے بارے میں جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا لیکن کہنے والے وہ لوگ ہیں جو۔۔۔ جو تمہارے یقینی مخلص ہیں جو مجھ سے پہلے تمہیں چاہتے تھے اور۔۔۔ اور اب بھی۔۔۔"

"کیا کہا جا رہا ہے میرے بارے میں۔۔۔؟" قندیل نے پوچھا۔

"نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں وہ تمہارے بارے میں۔۔۔ مجھے بتاؤ قندیل تم کیا ہو۔۔۔ آخر تم کیا ہو۔۔۔ کیا تمہیں کوئی اجنبی دنیا یاد آتی ہے کیا تم محسوس کرتی ہو کہ تمہارا تعلق ہم سے نہیں ہے کچھ اور لوگ تم سے متعلق ہیں۔۔۔؟"

"کون لوگ۔۔۔؟" قندیل نے کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہی تو میں نہیں جانتا۔۔۔ کاش میں جانتا ہوتا۔۔۔ کیا تمہیں کوئی لاش یاد ہے جو ایک تختے جیسی چیز پر لیٹی ہوئی تھی اور تم۔۔۔ تم اس کے ساتھ تھیں کیا تمہیں سونے کا سانپ یاد ہے کوئی ایسی چیز یاد ہے تمہیں۔۔۔؟"

"نہیں غزال۔۔۔ بالکل نہیں۔"

"وہ کونسی آوازیں ہیں جو تم سنتی ہو۔۔۔؟"

"آوازیں۔۔۔؟"

"ہاں کیا کہتی ہیں وہ آوازیں تم سے۔۔۔ اور تم ان سے گفتگو کرتی ہو۔۔۔ شامپورا یا کیا

ہے۔۔۔ مجھے بتاؤ قندیل۔۔۔ عالم ہوش میں مجھے بس ایک بار سب کچھ بتا دو اس کے بعد میری ذمہ داری۔۔۔ میں سب ٹھیک کر دوں گا۔"

قندیل خاموشی سے غزال کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "مجھے ضرور کچھ ہو گیا ہے غزال۔۔۔ میری کیفیت کچھ عجیب سی ہے یہ دنیا مجھے بہت اچھی لگتی ہے غزال' تم میرے محبوب ہو۔۔۔ تمہارے ساتھ حیات کی آخری منزل تک کا سفر میرے دل کی سب سے بڑی آرزو ہے۔۔۔ لیکن میرے دماغ کا ایک دروازہ بند ہے۔ اس بند دروازے کے پیچھے کچھ ہے غزال میں اپنے ذہن کے ایک ایک خلئے کو ٹٹول چکی ہوں مجھے اپنے وجود کے ذرے ذرے سے واقفیت ہے لیکن وہ ایک دروازہ۔۔۔ وہ ایک دروازہ بند ہے اس بند دروازے کے دوسری طرف کیا ہے غزال' تم میرے ذہن کا یہ چور دروازہ کھول دو۔۔۔ بس یہ دروازہ کھول دو۔۔۔ میں دوسری طرف دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔ میرے دل میں پیاس ہے تمہاری اس حسین دنیا کے ہر منظر سے مجھے پیار ہے لیکن میری روح میں ایک تشنگی ہے۔۔۔ ایک کسک ہے۔۔۔ تم ایک ایسے انسان کا تصور کر سکتے ہو جو بھوکا ہو اور پھر اس کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے سجا دیئے جائیں وہ شکم سیر ہو کر کھائے اس کا معدہ پر ہو جائے لیکن بھوک نہ مٹے اسے اپنا وجود خالی خالی معلوم ہو۔"

"ان آوازوں کا کیا مفہوم ہے قندیل؟؟"

"مفہوم۔۔۔؟" قندیل ذہن پر زور ڈالنے لگی۔ پھر بولی۔ "وہ مجھے کچھ یاد دلاتی ہیں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ بہت گداز ہوتی ہیں۔۔۔ سوز ہوتا ہے ان میں اور غزال وہ مجھے اپنی لگتی ہیں۔۔۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ مجھ سے بچھڑ گئی ہوں۔۔۔ وہ میری گمشدہ دنیا ہو۔۔۔ وہاں وہ ہیں جو مجھے کھو بیٹھے ہیں وہ مجھے پکارتے ہیں۔۔۔ وہ مجھے آوازیں دیتے ہیں۔۔۔ وہ کون ہیں غزال۔۔۔ میں کون ہوں۔۔۔ کیا میں تم میں سے نہیں ہوں؟؟"

غزال سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم جو کچھ بھی ہو قندیل۔۔۔ لیکن میری ہو صرف میری۔۔۔ اگر تمہاری کوئی دنیا ہے تو میری بھی ایک کائنات ہے۔۔۔ وقت اگر مجھ سے امتحان چاہتا ہے تو میں نے امتحانوں سے کبھی منہ نہیں موڑا۔۔۔ تمہارے لئے جنگ کروں گا اور تمہیں حاصل کروں گا۔۔۔ میں تمہارے وجود کا ہر دروزاہ کھول دوں گا۔۔۔ تمہیں ہر شے سے روشناس کرا دوں گا اور اس کے بعد تمہیں آواز دوں گا

پھر یہ آواز تمہارے دل کے دریچوں سے طوفان کی کڑک بن کر ٹکرائے گی اور تم کہو گی شاموپورالیا.... آموریا۔ آموریا تم کہو گی میں آ رہی ہوں غزال‘ میں آ رہی ہوں۔" غزال کا لہجہ بے حد عجیب ہو گیا۔

قندیل محبت بھری نظروں سے غزال کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا غزال تو.... تو.... کتنا اچھا ہوتا.... ہم دونوں.... ہم دونوں۔"

دیر تک غزال قندیل سے باتیں کرتا رہا۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد پروفیسر غوری اور بھرت چندر‘ راج دیو کی حویلی پہنچ گئے وہ دونوں بھی متجسس تھے اور اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ پروفیسر غوری نے کہا۔

"راج دیو جی آپ نے ہمیں اس لاش وغیرہ کے بارے میں تفصیل تو بتائی تھی لیکن ہمارے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ بہت ہی مختصر وقت میں یہ ایک عجیب کیفیت اختیار کر جائے گی۔ چارلس مورالس بے چارہ بڑا بددل واپس گیا ہے کہہ رہا تھا کہ اگر عام حالات ہوتے اور یہ صورت حال نہ ہوتی تو وہ خود بھی ہمارے ساتھ شرکت کرتا اور ان معلومات سے لطف اندوز ہوتا لیکن وہ کہتا تھا کہ اب وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ایسی کوئی فرمائش کر سکے کیونکہ اس کے ایک ساتھی نے زبردست مجرمانہ کارروائی کی ہے اور آگے بھی نجانے اس کے ذہن میں کیا ہو لیکن راج دیو جی‘ میں اور بھرت چندر اس موضوع پر بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے ہیں اور ہم نے اپنے طور پر سوچا کہ آپ سے معلومات حاصل کریں کہ آپ کا اس سلسلے میں کیا پروگرام ہے۔" راج دیو نے راؤ سکندر کی طرف دیکھا تو راؤ سکندر مسکرا کر بولا۔

"یہ بات تو آخری ہے پروفیسر غوری کہ ہم لوگ اس مسئلے کو نظر انداز نہیں کر سکتے.... ابتداء میں ہم نے اس کہانی کو مکمل طور پر راز میں رکھا تھا بلکہ آپ کو شاید اس بات پر حیرت ہو کہ قندیل کے بارے میں میری بیوی تک نہیں جانتی کہ اس کی شخصیت میں ایسی کوئی انوکھی بات پوشیدہ ہے لیکن اب وقت کا کیا کیا جائے جس نے یہ راز خود بخود کھول دیا ہے۔ ہم بلاشبہ طویل عرصے قبل اپنی مہمات کا یہ سلسلہ ترک کر چکے ہیں اور شاید اپنی مصروفیات کی وجہ سے دوبارہ اب کبھی اس طرف راغب نہ ہوتے لیکن حالات نے ہمارا

دامن نہیں چھوڑا اور مجبور کر دیا کہ ایک بار پھر کمربستہ ہو جائیں بہرطور ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ ہم گونڈا سوبارا کے جنگلات میں پھر سے جائیں گے اور اس اسرار کا سراغ لگائیں گے۔"

"تو کیا آپ لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے.... کون کون وہاں جا رہا ہے اور کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا....؟"

"ابھی تک نہیں پروفیسر غوری اگر آپ کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ آپ بھی ہماری اس مہم میں شریک ہو جائیں تو سب سے پہلے میں آپ کو اور بھرت چندر جی کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ ہماری اس مہم میں شرکت کریں بشرطیکہ آپ کے اپنے دل میں بھی یہ بات ہو اور آپ کے حالات اس کی اجازت دیں۔" پروفیسر غوری مسکرا دیا پھر اس نے کہا۔

"حقیقت یہی تھی راؤ سکندر جی کہ ہم دونوں بھی ان واقعات سے بے حد متاثر ہیں اور ہماری دلی خواہش تھی کہ ہم آپ سے اس کی فرمائش کریں.... بھرت چندر جی کا کہنا ہے کہ راج دیو پہلے ہی انوکھے واقعات کا شکار ہو چکے ہیں اور دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے.... ہو سکتا ہے راج دیو جی ہمیں اپنے ساتھ لے جانا پسند نہ کریں اس لئے یہ بات ان سے نہ کہی جائے مگر میں نے کہا کہ بھائی یہ تو تحقیق کا مسئلہ ہے.... ہمیں نہ تو کسی خزانے سے دلچسپی ہے اور نہ کوئی مہم سرانجام دے کر جھنڈا گاڑنے سے.... ہم تو صرف اس تجسس کا شکار ہیں کہ آخر یہ کہانی کیا ہے اگر اس سلسلے میں ہم کھل کر راج دیو جی سے اپنی اس خواہش کا اظہار کر دیں تو ایسی بری بات بھی نہیں راج دیو جی کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ ہیں انکار کر سکتے ہیں۔"

"نہیں پروفیسر غوری آپ جیسے دوستوں پر تو مجھے فخر ہے حقیقت یہی ہے کہ ہم لوگ پہلے بھی آپ کو یہ بات بتا چکے ہیں کہ ہم صرف مہم جو ہیں سیر و شکار‘ جنگلی درندوں سے پنجہ کشی اور جنگلوں کے اسرار کو جاننا ہمارا محبوب مشغلہ رہا ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ہماری رگوں میں لہو کی جگہ سیماب دوڑتا تھا بال بچوں کے چکر میں پھنس کر بالاخر وہ تمام مناظر نظر انداز کرنے پڑے لیکن ہمیں اس سلسلے میں بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں ہم قدیم زبانوں کو یا اشاراتی نقشوں کو نہیں پڑھ سکتے اور یہی وجہ ہے کہ میرے نوادر خانے میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اپنی ایک کہانی رکھتی ہیں لیکن جو کہانی مجھے معلوم ہو گئی بس وہ معلوم ہو گئی باقی کہانیوں کو جاننے کی نہ میرے اندر صلاحیت تھی اور نہ میں نے

اس سلسلے میں کوشش کی بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے میرے اس نوادر خانے کی سیر کی اور یہاں موجود اشیاء کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں سنائیں لیکن بس میں نے ان کی کہانیوں کو سن لیا اس سلسلے میں اور کوئی کارروائی نہیں کی لیکن یہاں مسئلہ ذرا مختلف ہو گیا ہے بالآخر ہماری رگوں میں دوڑنے والا خون چیلنج پسند ہے اور اس شخص ایڈمنڈ گارساں نے ہمیں اس کے لئے مجبور کر دیا کہ ہم ایک بار پھر اپنی جوانی کو آواز دے لیں چنانچہ ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہاں جائیں گے ہو سکتا ہے ایڈمنڈ گارساں سے بھی ملاقات ہو جائے اور اس ملاقات کے لئے ہمیں پوری تیاریاں کرنا ہوں گی آپ لوگ اگر ہمارے ساتھ شرکت کریں تو ہم بس ایک درخواست ضرور کریں گے آپ سے۔۔۔؟"

"کیا۔۔۔؟" بھرت چندر نے پوچھا۔

"بھئی حالات کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا آپ کو اپنے طور پر تمام حفاظتی تیاریاں کرنی ہوں گی گو ہم لوگ مل جل کر اپنے تحفظ کا بندوبست کریں گے لیکن پھر بھی کم از کم خطرہ ہر شخص کو اپنے اپنے طور پر ہی مول لینا ہو گا۔"

"آپ اطمینان رکھئے راج دیو جی ہم بھی چوہے نہیں ہیں اگر اس مہم میں کچھ اور بھی ضرورتیں پیش آئیں تو آپ ہمیں ان میں پیچھے نہیں پائیں گے۔"

"تو پھر میں بھی اپنے دوست راؤ سکندر کی مانند آپ کو اپنے ساتھ اس سفر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"بے حد شکریہ وہ مشکل آپ لوگوں نے حل کر دی جس کا حل ہم تلاش کر رہے تھے۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"تو میرا خیال ہے پروفیسر پھر اس سلسلے میں ایک فائنل میٹنگ ہو جائے کیونکہ تیاریوں میں بھی وقت لگے گا۔"

"میں آپ کو اپنے ہاں آج رات کو کھانے کی پیش کش کرتا ہوں۔" بھرت چندر نے کہا۔

"۔۔۔ہم یہ پیشکش قبول کرتے ہیں۔" راؤ سکندر مسکرا کر بولا۔

رات کے کھانے میں بھرت چندر نے بڑا اہتمام کیا تھا اور جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اس نے ان کا بڑا پرجوش خیر مقدم کیا وہ ایک متمول آدمی تھا اور بہت بڑا کاروباری بھی۔۔۔ یہی

وجہ تھی کہ راج دیو کی اس سے دوستی بھی ہو گئی تھی۔ بہرطور بھرت چندر کے شاندار ڈرائنگ روم میں اس میٹنگ کا آغاز ہو گیا اور اس سلسلے میں آخری کارروائیوں پر تبصرہ آرائی ہونے لگی۔ راؤ سکندر نے گونڈا سوبارا کے نقشے کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور پنسل سے ایک کاغذ پر وہ نشانات بنائے جہاں سے گونڈا سوبارا پہنچا جا سکتا تھا اس نے کہا کہ وسطی سوبارا میں داخل ہونے کے بعد دریائے گونڈا کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ہو گا اس سلسلے میں اس نے اپنے اس آخری سفر کی تفصیلات بھی بتائیں جو بے حد بھیانک تھیں تمام لوگ حیرت و دلچسپی سے اس مہم کی داستان سن رہے تھے۔ بھرت چندر نے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ لوگ وہاں کافی دور تک ہو آئے ہیں۔۔۔ ذرا یہ تو بتایئے کہ کیا وہاں جیپ گاڑیوں سے سفر کیا جا سکتا ہے میرا مطلب ہے کہ ہم ایک پرسکون سفر کے لئے بہتر بندوبست کیوں نہ کریں۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے جیپ گاڑیاں مخصوص جگہ تک تو جا سکتی ہیں لیکن آگے چل کر وہ بے کار ہو جائیں گی ان کے برعکس اگر ہم یہ سفر گھوڑوں پر کریں تو زیادہ موزوں ہو گا۔"

"کیا وہاں گھوڑوں کا حصول آسان ہے؟"

"افسوس اس بارے میں ہمیں تفصیلات نہیں معلوم لیکن میرے خیال میں یہ اتنا مشکل کام بھی نہ ہو گا اگر سوبارا میں ہمیں گھوڑے نہ مل سکے تو اس کے آس پاس کی بستیوں میں تلاش کر لیں گے اور انہیں قیمتاً خرید لیں گے یہ شاید اتنا مشکل کام نہ ہو کیونکہ اس علاقے میں گھوڑے کی سواری عام ہے۔"

"گویا یہ بات طے ہے کہ سفر گھوڑوں پر ہی کیا جائے گا۔"

"ہاں سوبارا کے جنگلوں کے اندر۔۔۔" راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا اور سب لوگ ہنس پڑے۔

"اس سفر کے لئے ہمیں کیا کیا ضرورتیں پیش آئیں گی ہمیں کیا کیا انتظامات کرنا ہوں گے؟"

"ضروریات زندگی کی وہ چیزیں جو ایسے سفر میں کام آ سکتی ہیں پہلے کی بات دوسری تھی بعض اوقات تو ہم دونوں دوست اس طرح بے سرو سامانی کی حالت میں نکل پڑتے تھے کہ

رائفلوں کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا لیکن اس بار صورت حال ذرا مختلف ہے ایک تو یہ ٹولی جوانوں کی ٹولی نہیں ہے اور ہمیں اپنی عمر کو بھی ذہن میں رکھنا ہو گا چنانچہ کچھ ایسی چیزیں ہمیں ضرور ساتھ لینا ہوں گی جو ہمارے لئے آرام بھی مہیا کر سکیں نمبر دو میں خاص طور سے ایڈمنڈ گارساں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو شخص اپنے مقصد کے حصول کے لئے ایک زندگی لے سکتا ہے وہ اپنے مقصد میں مداخلت پر مزید مجرمانہ کارروائی بھی کر سکتا ہے چنانچہ خصوصی طور پر ہمیں اسلحے کی جانب توجہ دینا پڑے گی ہمارے پاس بہترین اسلحہ ہونا چاہئے تاکہ کسی بھی خطرناک وقت سے نمٹ سکیں۔"

"میں اس کی تائید کرتا ہوں۔" کرنل فیروز نے کہا۔

"آپ تو یقیناً اس کی تائید کریں گے کرنل! کیونکہ آپ کو اپنی پرانی زندگی یاد آ گئی ہو گی ویسے بھی ہم یہ مہم کرنل کی نگرانی میں سرانجام دیں گے اور کرنل ہماری اس ٹیم کے سربراہ ہوں گے۔" راج دیو نے کہا۔

"ارے نہیں بھئی یہ کوئی فوجی مہم ہوتی تو میں ضرور اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی کرتا لیکن جنگل کی اس مہم میں تو دو تجربے کار شکاری موجود ہیں میری بھلا کیا گنجائش۔" کرنل فیروز نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خیر یہ مسئلہ طے ہو جائے گا یہ کوئی اہم بات نہیں ہے اس سلسلے میں کوئی اور اہم نکتہ؟"

"سب سے اہم۔" کرنل فیروز نے کہا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم صرف ایک مہم پر نہیں جا رہے اس علاقے میں داخل ہو کر ہم اس اسرار کو تلاش کریں گے جس کا تعلق اس لاش اور قندیل سے ہے لاش اور نقشہ ہمارے پاس نہیں ہے ہوتا بھی تو بیکار تھا کیونکہ ہم میں سے کوئی اسے جاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ان تمام حقیقتوں کو تلاش کرنے کے لئے ہمارا طریقہ کار کیا ہو گا....؟"

وہ سب متعجب نگاہوں سے کرنل کو دیکھنے لگے انہیں حیرت ہوئی کہ واقعی اس سب سے اہم موضوع پر انہوں نے گفتگو کیوں نہیں کی سبھی ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے تھے۔ پھر راؤ سکندر نے کہا۔

"واقعی راج دیو یہ موضوع تو سب سے اہم ہے نجانے کیوں ہم نے ابھی تک اس

توجہ نہیں دی۔" راج دیو بھی ہنسنے لگا اور پھر بولا۔

"بعض اوقات ایسا ہی ہوتا ہے' اپنے جوش میں ہم اس اہم بات کو نظرانداز کر گئے۔ شکریہ کرنل واقعی یہ سب سے اہم نکتہ ہے اور میرے خیال میں ہمیں اس پر مکمل گفتگو کرنی چاہئے میں آپ کو گونڈا سوبارا کے بارے میں تفصیلات بتا چکا ہوں ہم اس چھوٹی ندی کو تلاش کریں گے جس میں وہ لاش بہتی ہوئی آ رہی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اسی کی مخالف سمت ہمارا سفر جاری رہے گا اور ہم اسی ندی کے راستے سفر کرتے ہوئے یہ سراغ لگائیں گے کہ لاش کہاں سے آئی تھی اور قندیل کی کیا کہانی ہے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار میرے خیال میں موثر نہیں ہو سکتا اگر آپ کے ذہن میں اور کوئی تجویز ہے تو بتایئے۔"

"نہیں میں نے تو بس ایک خیال پیش کیا تھا۔ ظاہر ہے ہمیں اپنے ساتھ قندیل کو بھی لے جانا ہو گا اسے ان علاقوں میں کنٹرول کرنے کے لئے ہمیں خصوصی توجہ دینا ہو گی کیا معلوم کیا حالات پیش آئیں وہاں پہنچ کر' اس کی کیا کیفیت ہو' اس کا پورا پورا خیال رکھنا ہو گا۔ میرے خیال میں اور اس مسئلے میں کوئی اہم بات نہیں ہے ویسے کیا یہ ہمارے ساتھ گھوڑوں پر سفر کر سکے گی؟"

"بالکل' بشرطیکہ وہ ذہنی طور پر بہتر ہو دہلی میں وہ گھڑسواری کرتی رہی ہے۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

"کیا آپ اس بات سے متفق ہیں کرنل کہ ہمیں اسی انداز میں کام کرنا چاہئے؟"

"بالکل جب ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے تو پھر ہم اس ندی ہی کو رہبر بنائیں گے میرے خیال میں یہ موضوع یہاں ختم ہو جانا چاہئے۔ رہی بات اس نقشے کی جو ایڈمنڈ گارساں کے پاس ہے' تو ہمیں اس نقشے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔" کرنل فیروز نے جواب دیا۔

اس کے بعد دیر تک اس موضوع پر گفتگو ہوتی رہی اور پھر جب کوئی مزید موضوع نہ رہا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ یہ طے پا گیا تھا کہ راؤ سکندر اور کرنل فیروز دہلی واپس چلے جائیں غزال اور قندیل کو یہیں چھوڑ دیا جائے تاکہ غزال' قندیل کی نگرانی کرتا رہے۔ راج دیو' پروفیسر غوری اور بھرت جی انتظامات کریں پھر یہاں سے یعنی الہ آباد سے سفر کا آغاز کر دیا جائے اس کے لئے بھی راستے متعین کر لئے گئے تھے۔ الہ آباد سے جھانسی پہنچنا ہو گا اور

جھانسی سے رستوریہ' رستوریہ کے بعد سوبارا کی طرف رخ کیا جا سکتا ہے اور اس سلسلے میں کیا کیا طریقہ سفر ہوں گے اس کا بھی تعین کر لیا گیا تھا۔ قندیل کی حالت مسلسل بہتر تھی دہلی کی نسبت یہاں وہ بے حد پرسکون نظر آتی تھی اور کئی بار اسے لکڑی کے ان زیورات میں الجھے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ غزال نے خاص طور سے اس کا جائزہ لیا تھا کہ لکڑی کے ان ٹکڑوں کی موجودگی میں وہ کیا اندازہ لگاتی رہتی ہے اور اس کا کھویا کھویا پن کس کیفیت کا حامل ہوتا ہے۔ ایک بار راؤ سکندر نے بھی قندیل کی یہ کوشش دیکھی تھی اور بہت پہلے کا ایک واقعہ انہیں یاد آ گیا تھا جب قندیل چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کی مدد سے کچھ حسابات لگا رہی تھی اور پھر اس نے راؤ سکندر کے ایک دوست کی موت کی خبر دی تھی راؤ سکندر نے اس کا تذکرہ غزال سے بھی کر دیا لیکن غزال اس سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کر سکا تھا۔ بہرطور منصوبے کے مطابق راؤ سکندر اور کرنل فیروز دہلی واپس چل پڑے راستے میں وہ اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے اور کرنل فیروز نے اپنے فوجی تجربات کی بناء پر راؤ سکندر سے کہا تھا کہ بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہو گی خاص طور سے اس شکل میں کہ اس مہم میں ان کا واسطہ ایک دشمن سے بھی ہو گا جو اپنے طور پر کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور جس نے اپنا موقف یہ اختیار کیا تھا کہ اگر وہ راؤ سکندر اور رراج دیو سے مل کر یہ مہم سرانجام دے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی پہنچ خزانے تک نہ ہو سکے کیونکہ اس کے وسائل محدود ہیں۔ راؤ سکندر نے اس سے اس سلسلے میں سوال کیا تھا کہ کیا ایڈمنڈ گارساں کو وہ سہولتیں حاصل ہو سکتی ہیں جو اسے گونڈا سوبارا میں کامیابی دلا دیں جس پر کرنل فیروز نے کہا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ہو سکتا ہے ایڈمنڈ گارساں نے اپنے اور بھی مددگار تیار کر لئے ہوں۔ بہرطور اس بات کے امکانات بھی موجود تھے کہ جو کچھ انہوں نے سوچا ہے اس شکل میں سامنے نہ آئے لیکن احتیاط اولیت رکھتی ہے بالآخر وہ دہلی پہنچ گئے کرنل فیروز اپنی رہائش گاہ کی جانب چلے گئے اور راؤ سکندر نے اپنے گھر کا رخ کیا۔ یہاں کے معاملات میں کوئی خاص بات نہیں تھی سب کچھ پرسکون چل رہا تھا البتہ سطوت' قندیل کے لئے مضطرب تھی راؤ سکندر کو تنہا دیکھ کر وہ بے چینی سے بولی۔

"کیا ہوا قندیل کہاں ہے؟" راؤ سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے کہا۔

"قندیل کو میں الہ آباد میں چھوڑ آیا ہوں بہت بہتر حالت میں ہے اور اس دوران اس پر کوئی کیفیت نہیں طاری ہوئی۔ الہ آباد میں بہت سے اہم ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا اور اس کے مرض کو ایک ذہنی مرض قرار دیا ان کا کہنا ہے کہ یہ مرض شدید نوعیت کا نہیں ہے لیکن اگر اس کا موثر علاج نہ کیا جائے تو پھر مریض کے مستقل پاگل ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس موثر علاج کے لئے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ اسے یورپ لے جایا جائے اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں کچھ عرصے کے لئے اسے لے کر یورپ چلا جاؤں۔"

"میں بھی چلوں گی۔" سطوت نے کہا۔

"نہیں سطوت ممکن نہیں ہے بہتر علاج کے لئے یکسوئی ضروری ہوتی ہے اور پھر یہاں کے معاملات کے لئے بھی تو کوئی نہ کوئی نگران ہونا چاہئے۔ میں تم پر پورا اعتماد کرتا ہوں کہ تم یہاں کے حالات کو قابو میں رکھو گی۔ جہاں تک قندیل کا معاملہ ہے تو تمہیں اس بات کا اطمینان کر لینا چاہئے کہ اگر اس کا صحیح علاج ہو جائے تو پھر اس میں کوئی خامی نہیں رہے گی۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ تم خوشی سے مجھے اجازت دو کہ میں اسے علاج کے لئے یورپ لے جاؤں اور پھر اطمینان سے اس کا علاج کرانے کے بعد واپس آؤں۔"

سطوت نے معصومیت سے کہا۔ "اگر آپ یہ بہتر سمجھتے ہیں تو پھر جیسا آپ مناسب سمجھیں۔۔۔ مجھے تو اس کی صحت چاہئے۔" اس طرح راؤ سکندر نے خوش اسلوبی سے سطوت کو بھی مضطرب ہونے سے بچا لیا اور اپنے گونڈا سوبارا جانے کے سلسلے میں جواز بھی پیدا کر لیا۔ عام طور سے وہ بیوی سے جھوٹ بولنے کے عادی نہیں تھے لیکن ان حالات میں سطوت کو کچھ حقیقتیں بتائی بھی نہیں جا سکتی تھیں ہاں یہ وسوسہ دل میں ضرور تھا کہ اگر اپنی کوششوں میں وہ کامیاب نہ ہو سکے اور کسی طرح قندیل کو ہاتھ سے کھونا پڑ گیا تو اس کے بعد سطوت کو سنبھالنا مشکل کام ہو جائے گا لیکن قندیل کی زندگی کے لئے بھی تو یہ ضروری تھا کہ وہ اس راز سے پردہ اٹھا دیں۔ دونوں طرف خطرات تھے ادھر قندیل کی زندگی کے لئے اور ادھر سطوت کے لئے۔ یہ خطرات مول لینے کے علاوہ چارہ کار نہیں تھا۔ کرنل فیروز سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور اس سلسلے میں تمام انتظامات کئے جانے لگے پھر ایک دن وہ سطوت کو بہت سی تسلیاں اور ہدایتیں دے کر واپس الہ آباد چل پڑے۔ کرنل فیروز کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے ان تاثرات کے بارے میں انہوں نے راستے میں بتایا کہ فوجی زندگی

سے ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب تمام وقت پر سکون رہ کر گزاریں گے لیکن یہ مہم ان کے لئے بڑی دلکشی کی حامل ہے کیونکہ ایک بار پھر وہ اپنی اسی زندگی کو آواز دے رہے ہیں۔ راؤ سکندر بھی مسکرا دیا تھا اس نے کہا کہ وہ خود اب اس تن آسانی کی زندگی کا عادی ہو چکا ہے اور نہیں کہہ سکتا کہ اس مہم میں وہ اپنی پرانی روایات کس انداز میں برقرار رکھ سکے گا۔ الٰہ آباد پہنچے تو وہاں کچھ زیادہ ہی گہما گہمی نظر آئی - راج دیو' کرنل فیروز اور راؤ سکندر سے زیادہ پرجوش تھا۔ اس نے کافی سامان اکٹھا کر لیا تھا۔ پروفیسر غوری اور بھرت چندر کے بارے میں اس نے کہا کہ پروفیسر تو اس سلسلے میں بالکل ہی بے چارے سیدھے سادے انسان ثابت ہوں گے لیکن بھرت چندر اپنی زندگی میں خاصی ہنگامہ خیزیاں کر چکا ہے اور وہ دن رات ان سے رابطہ قائم رکھتا ہے اور طرح طرح کی باتیں کرتا ہے۔ غزال نے بتایا کہ قندیل بالکل پرسکون ہے اور بس کبھی کبھی وہ لکڑیوں کے ان زیورات میں کھو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ ان میں اپنا ماضی تلاش کر رہی ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تشویش ہوتی۔ تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور اب ان پر سفر سوار تھا۔ راج دیو نے بھی اپنے اہل خاندان کو ہدایات جاری کیں بے چارے ملازم کی موت کا مسئلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا اور پولیس نے خود ہی اسے ٹھیک ٹھاک کر لیا تھا چنانچہ راج دیو کے لئے کوئی الجھن نہیں بن سکی تھی بالآخر وہ جھانسی کے لئے چل پڑے۔ سفر بہت خوشگوار تھا اور سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ قندیل نے ان لوگوں سے مکمل تعاون کیا تھا چونکہ ان دنوں وہ ہوش و حواس کے عالم میں تھی اس لئے اس نے سوال کیا تھا کہ اب یہاں سے کہاں جایا جا رہا ہے۔ غزال کو چونکہ اس سلسلے میں سختی سے ہدایت کر دی گئی تھی کہ قندیل کو اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے چنانچہ غزال نے اس سے یہی کہا تھا کہ اس کی صحت یابی کے لئے سب لوگوں نے مشترکہ منصوبہ بنایا ہے کہ سیر و سیاحت کی جائے اور جنگلوں میں شکار کھیلا جائے۔ قندیل نے اس میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا تھا اور اب دوران سفر وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اس کے چہرے کی لٹی ہوئی رونقیں واپس آ گئی تھیں یوں بھی الٰہ آباد پہنچنے کے بعد اس پر کوئی شدید قسم کا دورہ نہیں پڑا تھا جس سے اس کی صحت کافی بہتر ہونے لگی تھی۔ بظاہر یہ سفر بہت خوشگوار تھا اور اس میں شریک تمام لوگ مطمئن تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی جب اس کے مقاصد پر غور کرتا تو الجھن کا شکار ہو جاتا۔ وہ ایک ایسے نامعلوم

مقصد کے لئے سفر کر رہے تھے جس کا کوئی نشان ان کے پاس نہ تھا حقیقی طور پر وہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ آگے چل کر کیا کریں گے صرف چند معروضات تھیں جن کا سہارا لیا گیا تھا ورنہ کوئی ٹھوس نکتہ نہیں تھا جس کے تحت یہ جدوجہد کی جا رہی ہو۔ پروفیسر غوری' بھرت چندر' کرنل فیروز اور غزال بے چارے اور بھی زیادہ کمزور پوزیشن رکھتے تھے کیونکہ انہیں تو جو کچھ معلوم ہوا تھا۔ راؤ سکندر اور راج دیو کی زبانی ہی معلوم ہوا تھا غزال کے بارے میں تو خیر یہ کہا جا سکتا تھا کہ دل کی لگی نے اسے مستقبل کے تمام اندیشوں سے بے نیاز کر دیا تھا اس کے لئے بس اتنا کافی تھا کہ جہاں قندیل جا رہی ہے وہیں وہ بھی جا رہا ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا لیکن اصل مسئلہ ان باقی تینوں حضرات کا تھا۔ راج دیو نے مسکراتے ہوئے یہ بات راؤ سکندر سے کہی۔

"راؤ کیا یہ بیوقوفوں کی ایک پوری ٹولی ایک نامعلوم تصور لے کر نہیں چل پڑی ہے ہم کیسے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ بغیر کسی نشان کے ہم کوئی منزل پا لیں گے مانتا ہوں کہ قندیل کی شخصیت پراسرار ہے اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ اپنی دنیا میں پہنچنے کے بعد قندیل کسی شکل میں ہماری رہنما بن سکتی ہے۔ یہ صرف ایک کہانی ہی تو ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قندیل ہماری کوئی مدد نہ کر سکے۔ ایسی شکل میں ہم کیا کریں گے؟"

راؤ سکندر بے اختیار مسکرا پڑا پھر اس نے کہا۔ "راج دیو سچی بات تو یہ ہے کہ میں اب اس سفر کے آغاز کے بعد یہ ساری باتیں بھول چکا ہوں یوں لگتا ہے زندگی کافی سال پیچھے چلی گئی ہو اور وہی وقت آ گیا ہو جب میں اور تم احمقوں کی طرح بیٹھ کر ان جنگلوں کے بارے میں سوچتے تھے جو ہمارے قدموں کی پہنچ سے باہر تھے ہمیں غصہ آتا تھا کہ ہماری آنکھیں انہیں کیوں نہیں دیکھ سکیں اور پھر ہم اسی غصے کے عالم میں نکل کھڑے ہوتے تھے اور اپنی دانست میں درختوں کی اس فوج کو تسخیر کرتے ہوئے دور تک نکل جاتے تھے۔ مجھے تو بس یوں لگتا ہے کہ اس دور میں دوبارہ پہنچ گیا ہوں۔ بے شک قندیل کا معاملہ میرے لئے بہت جذباتی ہے لیکن تمہیں شاید اس بات پر حیرت ہو کہ قندیل کے بے حد چاہنے کے باوجود جب تم سے ملاقات ہوئی اور ہم دونوں نے اس کے ماضی پر بحث کی تو میرے دل کو ایک قرار سا آ گیا۔ غالباً اندر سے یہ احساس بھی ابھر آیا کہ غلطی میری ہی ہے۔ قندیل واقعی ایک پراسرار وجود تھی اور آج بھی جب اس کے بارے میں یاد کرتا ہوں تو بہت سی ایسی باتیں یاد

آ جاتی ہیں جن کی کوئی توجیہہ نہ اس وقت ہو سکی تھی اور نہ آج تک ہو سکی ہے۔ میں اب سوچتا ہوں کہ اگر انہی دنوں میں اپنے آپ کو سنبھال لیتا اور قندیل کو ایک تحقیقی مسئلہ سمجھتا تو شاید اس وقت ان الجھنوں کا شکار نہ ہوتا تاہم اب میں نے الجھنوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا ہے اور اس بات سے مجھے ذرا بھی تشویش نہیں ہے کہ آگے کیا ہو گا۔ یاد ہے نا ہم اسی انداز میں سوچتے تھے اور اسی انداز میں عمل کرتے تھے اور سارے خطرات ہمارے سامنے سرنگوں ہو جاتے تھے۔"

راؤ سکندر کے ان الفاظ پر راج دیو مسکرانے لگا پھر بولا۔ "مجھے ہنسی ان بے چاروں پر آتی ہے جو اپنی لگن اپنے شوق میں ہمارے ساتھ چل پڑے ہیں ان کا کیا ہو گا؟"

"دنیا دیکھ لیں گے کیا حرج ہے؟" راؤ سکندر نے کہا اور راج دیو بے اختیار ہنس پڑا باقی لوگ اپنی اپنی گفتگو میں مصروف تھے اس لئے انہوں نے ان کی جانب توجہ نہیں دی ماضی کی بہت سی کہانیاں یاد آ گئی تھیں اور وہ ان کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔

راؤ سکندر نے کہا۔ "ہم سوبارا کے جنگلوں سے واپس آنے کے بعد کچھ اس طرح مصروف ہوئے کہ دوسری باتوں کی طرف سے توجہ ہی ہٹ گئی تم الٰہ آباد چلے گئے میں دہلی آ گیا۔ معاملات کچھ ایسے الجھ گئے کہ ہم لوگ وہ نہ رہے جو تھے تمہیں وہ واقعہ یاد ہے جب ہم جنگل میں تھے اور ایک رات ہمارے نزدیک ایک بھیڑیا آ گیا تھا شاید تم اس بات پر یقین نہ کرو راج دیو کہ بھیڑیئے کی کیفیت بے حد خراب ہو گئی تھی یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی سحر میں گرفتار ہو گیا ہوں اور جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ قندیل کی نگاہیں بھیڑیئے کی نگاہوں سے ملی ہوئی ہیں اور اس کے بعد جب ہم نے مداخلت کی اور قندیل کی توجہ ہٹی تو بھیڑیا اس طرح بھاگا جیسے کسی بہت بڑی مصیبت سے نکل گیا ہو وہ واقعہ بھی بھلانے کی چیز نہیں تھا لیکن وقت نے سب کچھ بھلا دیا۔ وہ بچپن ہی سے پراسرار تھی۔ میں نے اسے عجیب و غریب حالات میں دیکھا ہے اور اس سلسلے میں' میں اپنے ایک شکاری دوست کی موت کا واقعہ نہیں بھول سکتا جس کے بارے میں اس نے پیش گوئی کر دی تھی۔

راؤ سکندر' راج دیو کو وہ واقعہ سنانے لگا اور راج دیو گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر بولا۔ " اور اس کے باوجود تم نے کبھی حالات پر توجہ نہیں دی۔"

"ہاں بس یہی سمجھو۔" راؤ نے کہا۔

بالآخر وہ جھانسی پہنچ گئے جھانسی میں قیام کا سوال نہیں تھا۔ راؤ سکندر بھرت چندر کو لے کر نکل گیا اور یہ معلوم کرنے میں کوشاں ہو گیا کہ رستوریہ کے لئے سواری کہاں سے ملے گی۔ باقی لوگ سٹیشن پر ہی رک گئے تھے راؤ کو زیادہ پریشانی نہ ہوئی واپس آیا تو خوشخبری ہی لایا تھا۔

"ایک چھوٹی سی مشکل اور حل ہو گئی۔ جھانسی سے براہ راست سوبارا کے لئے بس سروس چل گئی ہے۔ اور ہمیں دوپہر کو دو بجے بس مل جائے گی جو شام کو آٹھ بجے تک ہمیں سوبارا پہنچا دے گی اس طرح سفر آسان ہو جائے گا۔"

اسٹیشن پر کھانے پینے کا بندوبست کیا گیا۔ قندیل کسی طور لڑکی نہیں ثابت ہو رہی تھی اور مستعدی سے ان کے کاموں میں شریک تھی۔ ٹھیک ڈیڑھ بجے سب بس اڈے پہنچ گئے البتہ بس کو دیکھ کر جان نکل گئی تھی اسے بس سے زیادہ بے بسی کہا جا سکتا تھا ٹوٹی پھوٹی بوسیدہ حال کرنل فیروز نے بس ڈرائیور سے پوچھا۔ "تمہیں یقین ہے کہ یہ سوبارا تک چلی جائے گی۔"

"آٹھ سال سے جا رہی ہے صاحب آج کونسی خاص بات ہو گئی۔"

"آٹھ سال پہلے یہ بس ہو گی۔" کرنل نے کہا۔

"نہیں صاحب آٹھ سال پہلے یہ اس سے بھی خراب حالت میں تھی۔ بس کے مالک کا کہنا ہے کہ ٹائر اور انجن ٹھیک ہونا چاہئے باقی سب بے کار ہے۔" ڈرائیور کا کہنا درست تھا بس چلی تو ایسی چلی کہ سب حیران رہ گئے۔ انجن بہترین اور بے آواز تھا لیکن باقی بس کی چیخیں کراہیں ناقابل برداشت تھیں۔ تیز رفتاری سے پوری باڈی ہچکولے کھا رہی تھی اور کسی بھی موڑ پر یوں محسوس ہوتا کہ اب انجن کا باڈی سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور اس کے ساتھ ہی سفر کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں بھی۔

چھ گھنٹے کے اس سفر نے جو اوورہالنگ کی تھی وہ یادگار تھی اور جب وہ چند مدھم روشنیوں کے درمیان بس سے اترے تو یوں لگتا تھا جیسے کائنات کا سفر کر چکے ہوں۔ سوبارا تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اکا دکا چراغ روشن تھے جہاں بس رکی تھی وہاں بھی دو چار آدمی نظر آ رہے تھے کسی قیام گاہ کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں تو پتہ چلا کہ اس کا کوئی تصور بھی نہیں ہے۔ بس اڈے پر ایک سمت ٹین کے کچھ شیڈ پڑے ہوئے تھے جہاں کچھ لوگ

بیٹھے حساب کتاب کررہے تھے انہوں نے خوشی سے انہیں شیڈ کے نیچے رات گزارنے کی اجازت دے دی۔ سامان کے انبار کے درمیان قندیل کے لئے جگہ بنا دی گئی باقی سب مرد میدان تھے۔ رفتہ رفتہ باقی لوگ بھی کاروبار بند کر کے چلے گئے صرف ایک آدمی بس کی صفائی ستھرائی کر رہا تھا۔

"سوبارا میں اس بس کے علاوہ اور کوئی اضافہ نہیں ہوا۔" راج دیو نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"تمہیں سراتو یاد ہے؟" راؤ سکندر نے پوچھا۔

"کیوں نہیں شر۔" راج دیو نے کہا اور ہنس پڑا۔

"ہو سکتا ہے یہیں ہو؟"

"میرے ذہن میں آیا تھا صبح کو اسے تلاش کریں گے۔"

"مل گیا تو بڑے کام کا ثابت ہو گا۔"

"یقیناً۔"

"میرے سامان میں جو ایک بڑا ہولڈال نظر آ رہا ہے جانتے ہو اس میں کیا ہے؟"

"کیا ہے؟"

"پرانے کپڑوں کے انبار نقلی زیورات' سگریٹوں کے ڈبے وغیرہ مجھے ماضی یاد آ گیا تھا اور میں نے مقامی لوگوں کے لئے یہ تحائف بھی ساتھ لے لئے تھے۔ ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ ممکن ہے سوبارا کی حالت کچھ بہتر ہو گئی ہو لیکن مجھے تو کوئی فرق نہیں نظر آ رہا۔"

"ہاں ان آبادیوں کی طرف کون توجہ دیتا ہے۔"

رات آہستہ آہستہ گزرتی جا رہی تھی پھر صبح کی روشنی نمودار ہو گئی سب لوگ پرسکون تھے صبح کے معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے لئے بھی آسانیاں تلاش کر ہی لی گئیں اور اس کے بعد شیڈ سے سامان ہٹا کر ایک بڑے درخت کے نیچے انبار کر دیا گیا۔ بستی کے لوگ حیران نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ راؤ سکندر اور راج دیو دوسرے لوگوں کو وہیں ٹھہرے رہنے کی ہدایت کر کے سراتو کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ماضی کا ایک ایک نشان ان کے ذہن میں موجود تھا اور سوبارا کے وہ تمام راستے دیکھتے ہوئے جا رہے تھے جنہیں وہ بہت پہلے دیکھ چکے تھے لیکن جہاں سے گزرتے یہ احساس ہوتا کہ سوبارا بالکل نہیں

بدلا ہے یہاں تک کہ سراتو کا وہ جھونپڑا بھی انہیں اسی حالت میں اور اسی جگہ مل گیا جہاں پہلی بار وہ سراتو کے پاس آئے تھے۔ البتہ جھونپڑے کے باہر بے شمار ننگ دھڑنگ بچے کھیل رہے تھے اور ماحول میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں تھی۔ راؤ سکندر نے وہاں موجود کسی آدمی سے سراتو کے بارے میں پوچھا تو اس نے جھونپڑے کی جانب اشارہ کر دیا اور راؤ سکندر بچوں کے درمیان سے گزرتا ہوا سراتو کے جھونپڑے پر پہنچ گیا پہلی ہی آواز پر جو شخص باہر نکلا وہ سراتو ہی تھا حیرت انگیز طور پر تندرست و توانا پہلے سے کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس میں اور سب سے دلچسپ بات یہ تھی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرط مسرت سے دیوانہ ہو گیا۔

"شاب آپ لوگ شاب ام آپ کا شرونٹ اور کا شرونٹ شر شراتو شراتو۔"

"پہچان لیا تم نے مجھے سراتو۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"کیوں نہیں پہچانتا شر ہم آپ کا شرونٹ رہا اور جنگل میں پانی اوہ شر ہم بہت خوش۔" سراتو نے کہا۔

"ہمیں بھی خوشی ہے کہ تم ہمیں مل گئے۔"

"ایڈونچر' ایڈونچر جنگل کے اندر جائے گا شر۔"

"ہاں بھئی تمہاری تلاش میں آئے تھے۔"

"شر شراتو آپ کا شرونٹ۔" سراتو سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک گیا اس کے مل جانے سے ان دونوں کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ راؤ سکندر نے کہا۔

"سراتو فی الحال تو ہمیں کچھ لوگوں کے ساتھ تمہارے پاس جھونپڑے کے باہر جگہ چاہئے اس کا بندوبست ہو جائے گا۔"

"شر شراتو آپ کا شرونٹ باقی لوگ کدھر ہے۔" سراتو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا بلکہ اس کی زبان پہلے سے کچھ بگڑ ہی گئی تھی - راؤ سکندر نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"ہمیں کچھ اور لوگوں کی بھی ضرورت ہو گی کیا تم کسی کو بلا سکتے ہو۔"

"کیوں نہیں شر ابھی بلاتا ہوں۔" سراتو نے کہا اور دوڑتا ہوا ایک سمت چلا گیا چند لمحات کے بعد وہ تین چار آدمیوں کے ساتھ ان کے سامنے پہنچ گیا اور یہ لوگ انہیں لے کر

چل پڑے راستے میں راؤ سکندر نے سراتو سے پوچھا۔ "وہ اس دوران کیا کرتا رہا ہے۔"

"کچھ نہیں شر اودھر محنت مزدوری نہیں ملتا بس جو کام مل جاتا کرتا۔ یہ شب ہماری بیوی کے بھائی ہیں۔"

"اوہو شادی کرلی تم نے۔"

"ہاں شر اور کچھ کام نہیں تھا تو ہم شادی کرلیا۔" سراتو نے جواب دیا اور دونوں ہنس پڑے۔"

"بچے وغیرہ بھی ہیں تمہاری۔"

"ہاں شر۔" سراتو شرما کر بولا۔

"گڈ کتنے بچے ہیں۔"

"فورٹین شر فورٹین۔" سراتو نے کہا اور دونوں چلتے چلتے رک گئے۔

"جھونپڑے کے باہر جو بچے کھیل رہے تھے وہ سب تمہارے تھے۔"

"شب ہمارے تھے شر۔" سراتو نے کہا اور راؤ سکندر چکرائی ہوئی نگاہوں سے راج دیو کو دیکھنے لگا راج دیو نے زبردست قہقہہ لگایا تھا پھر اس نے کہا۔

"یہ ہم سے زیادہ مصروف آدمی ہے راؤ' اس حساب سے ہم لوگ تو اب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے ہیں۔" دونوں قہقہے لگاتے رہے تھے۔

پھر وہ واپس اس جگہ پہنچ گئے جہاں باقی لوگ موجود تھے سراتو کا ان سے تعارف کرایا گیا اور سراتو کے ساتھ آنے والوں نے سارا سامان اٹھا لیا سراتو انہیں اپنے ساتھ جھونپڑے پر لے آیا تھا اور بہت خوش تھا۔ سیدھا سادا مخلص دیہاتی بساط بھر سب کچھ کر رہا تھا اس نے بہت سی سبزیاں لادیں اور اس کی بیوی کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی بچوں کی فوج بھی کام پر لگا دی گئی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد راؤ سکندر نے پوچھا۔ "سراتو ابھی چند روز قبل ادھر سے کچھ اور لوگ تو جنگل میں داخل نہیں ہوئے سفید چمڑی والے لوگ۔"

"لیش شر' لیش شر' دن ایک ہوگیا وہ شکاری شاب تھا۔ ان کے شاتھ وہ میم شاب بھی تھا شب انگلش مین تھا شکاری شاب نے گونڈا بینک پر ایک گینڈا شکار کیا ام ان کو بولا کہ ام شروش مانگتا تو وہ لوگ رفیوز کیا اور بولا۔ "نوبلیک مین تب ہم بھی ان شے بدلہ لیا ام ان کو

نہیں بولا کہ نو جیپ کار..... ہارش.....ہارش۔"

"کیا مطلب؟"

"شاب آپ جنگل دیکھا اودھر جیپ کار نئیں مانگتا گورا کام آتا ہے آئی مین ہارش ۔ ہارش۔"

"اور وہ لوگ جیپوں میں گئے ہیں۔"

"دو جیپ کار شر ایک دم فش کلاش والا۔"

"ان کی تعداد کتنی ہوگی؟"

"گیارہ مین شر ٹو میم شاب جوان والا۔" سراتو نے جواب دیا۔

"سب لوگ سفید فام تھے؟"

"شوفیڈ.....فوم؟" بات سراتو کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"مطلب یہ کہ انگلش مین۔"

"لیش شر..... لیش سب انگلش ہیں۔" سراتو نے جواب دیا اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ غزال' کرنل' پروفیسر غوری اور بھرت چندر دلچسپی سے سراتو کی باتیں سن رہے تھے بھرت چندر نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ چارلس مورالس کا کہنا درست تھا۔ گارساں نے اور لوگوں کو بھی بلوا لیا اور وہ صحیح راستے پر لگ گیا ہے۔"

"یقیناً.....!"

"سراتو اس بار تو ہمیں گھوڑے درکار ہوں گے سب کے لئے....."

"امارا شوشر' اریج کرے گا شر' نو پرابلم بٹ ان کا کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ شوری شر!"

یہ شوشر اصل میں سسر تھا جو کافی غور کرنے سے سمجھ میں آیا تھا۔ بہرحال سنسنی کا آغاز ہوگیا تھا اور یہ معلوم کرکے ان سب کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہوگیا تھا کہ ایڈمنڈ گارساں ان سے آگے سفر کر رہا ہے۔

کرنل فیروز، پروفیسر غوری اور دوسرے لوگوں کے لئے سراتو کی شخصیت بہت دلچسپ تھی اس کے گفتگو کے انداز پر سب کو ہنسی آتی تھی لیکن انہیں یہ اندازہ بھی ہو چکا تھا کہ وہ بڑا کار آمد آدمی ہے۔ اس دور دراز اور اجنبی آبادی میں وہ چراغ کا جن ہی ثابت ہو رہا تھا اور ان کی ہر مشکل کا حل بن گیا تھا۔ اس کے خلوص کا اندازہ بھی سب کو ہو گیا تھا بے چارے نے اوقات بھر جو کچھ اس کے پاس تھا ان کے حوالے کر دیا تھا۔ اپنی ہر آسائش ان کے لئے ترک کر دی تھی۔ اس کے لاتعداد بچے رات کو احاطے کے ایک گوشے میں درخت کے نیچے سو جاتے تھے اور بیوی ان کی دیکھ بھال کرتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ عورت ہونے کی حیثیت سے وہ قندیل کی خصوصی خدمت گزاری بھی کر رہی تھی اور قندیل اس سے بہت گھلی ملی نظر آ رہی تھی۔ بہت مختصر وقت میں وہ سراتو کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

ایڈمنڈ گارساں کے بارے میں پتہ چل جانے کے بعد سب ہی پرجوش ہو گئے تھے لیکن پھر اس سلسلے میں ایک میٹنگ ہوئی اور سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے پروفیسر غوری نے کہا۔

"یہ معلوم ہونے کے بعد کہ گارساں پوری تیاریوں کے ساتھ ان جنگلات میں داخل ہو گیا ہے ہمیں سخت محتاط ہونا پڑے گا۔ وہ مجرمانہ ذہنیت کا حامل ہے اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے میرے خیال میں ہمیں اسے آگے نکل جانے کا موقع دینا چاہئے تاکہ ہماری اس سے مڈبھیڑ کے امکانات کم ہو جائیں۔"

"اس کے پاس جو کچھ ہے اس کا حصول ہمارے لئے ضروری تو نہیں ہے؟" بھرت چندر نے پوچھا۔

"قطعی نہیں بھرت۔ میں اس نقشے سے سالہا سال دیکھ کر نہ سمجھ سکا تو اب اس سے کیا نتیجہ اخذ کر سکوں گا۔ ہاں ایک اور خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔" راج دیو نے کہا۔

"کیا؟"

"ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ اس ندی کو تلاش کریں گے جس سے ہم نے یہ چیزیں نکالی تھیں اور پھر اس کے بہاؤ کے مخالف سمت رخ کریں گے۔ اس سلسلے میں ایک اور خیال بھی ذہن میں آیا ہے وہ یہ کہ ہماری نسبت ایڈمنڈ گارساں اس بارے میں زیادہ جان چکا ہے اور ہم خاموشی اور احتیاط سے اس کا تعاقب کریں تو ممکن ہے ہمیں آسانی ہو۔"

"خطرہ رہے گا۔" بھرت چندر نے کہا۔

"یہ خطرہ تو مول لینا پڑے گا۔"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے راج۔" راؤ سکندر نے کہا اور سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ "بے شک گارساں اس نقشے کی مدد سے ہم سے کچھ زیادہ معلوم کر چکا ہے لیکن جو کچھ ہم نے دیکھا ہے وہ اس نے نہیں دیکھا یہ لاش ہمیں ندی سے ملی تھی اور خود بخود وہ اس ندی تک نہ پہنچ گئی ہو گی۔ کہیں سے تو اس کے سفر کا آغاز ہوا ہو گا۔ ہمارے لئے وہ ندی زیادہ معاون ہے اور صحیح معنوں میں ہمارا نقشہ وہی ہے۔ اگر گارساں ان راستوں پر مل جائے تو دوسری بات ہے ورنہ ہم اپنا راستہ اختیار کریں۔"

"بات سمجھ میں آ رہی ہے۔" کرنل فیروز نے کہا۔

"گویا اسے اپنے راستے جانے دیں۔" راج دیو نے کہا۔

"ہاں اگر براہ راست تصادم سے بچا جا سکے تو بہتر ہے اور اگر ہمارے دستے یکجا ہو جائیں تو پھر دیکھا جائے گا۔"

"بہتر یہی بات ہے میرے خیال میں کسی کو اعتراض نہیں ہو گا!" راج دیو نے کہا۔

"کسی بھی مسئلے میں ہمارے اعتراض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ہمارے رہنما تم دونوں ہو۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"گڈ۔ تو پھر کسی جلد بازی کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اطمینان سے تیاریاں کر کے سفر کریں گے۔"

"غیر ضروری تاخیر بھی مناسب نہیں ہو گی۔ سراتو کے ساتھ گھوڑوں کے حصول کے لئے ایک شخص جائے باقی لوگ یہاں آرام کریں۔"

"اس کے لئے میں خود کو پیش کرتا ہوں۔" کرنل فیروز نے کہا۔

"شکریہ کرنل۔ یہ مناسب رہے گا ویسے کم از کم ایک برتری ہمیں ضرور حاصل ہو گی۔" راؤ نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"اس جنگل کا کافی حصہ ہم نے دیکھا ہے۔ ابتدائی سفر میں جیپیں کار آمد ہو سکتی ہیں اور بلاشبہ اس طرح سفر کی رفتار تیز ہو گی لیکن ایک مخصوص حصے تک پہنچنے کے بعد جیپیں آگے بڑھانا ان کے لئے مصیبت بن جائے گا اور اس کے بعد وہ پیدل ہو جائیں گے جہاں تک جنگلات کے بارے میں میرا اندازہ ہے کوئی ایسی تبدیلی ان میں نہ ہوئی ہوں گی جن کی وجہ سے جیپوں کا سفر جاری رکھا جا سکے اس سلسلے میں سراتو بھی معاون ثابت ہو گا اور اس سے مزید معلومات حاصل کر لی جائیں گی۔"

"ہاں جب یہ فیصلہ کر لیا ہم نے کہ ہمیں ابتدائی طور پر ہی ایڈمنڈ گارساں سے ٹکرانا نہیں ہے تو پھر ہمیں اپنے طور پر یہ سفر جاری رکھنا چاہئے۔" اس بات پر سب متفق ہو گئے راج دیو نے کہا۔

"سراتو سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان لوگوں نے لاش کے سلسلے میں کیا کیا' آیا وہ لاش ان کے پاس ہی موجود ہے یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا۔"

"یہ ساری باتیں فوری طور پر ممکن نہیں ہیں لیکن رفتہ رفتہ ہمیں ان تمام چیزوں کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔" راؤ سکندر نے کہا۔

اس کے بعد اور کوئی ایسی بات نہ تھی جو کی جا سکے انہوں نے بستی کی سیاحت کا پروگرام بنایا۔ سراتو بے چارہ مسلسل مصروف رہتا تھا۔ گھوڑوں کے سلسلے میں اس سے ابھی بات نہیں کی گئی تھی اور اس کی پیش کش ذہن میں تھی۔ ہو سکتا ہے اس کا سسر واقعی گھوڑوں کا مناسب بندوبست کر سکے۔ ویسے سراتو کی بات غلط نہیں ثابت ہوئی تھی۔ دوسرے ہی دن انہوں نے سراتو سے اس بارے میں بات کی تو اس نے کہا کہ وہ ہر وقت اپنے سسر کے پاس جانے کے لئے تیار ہے جو یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہتا ہے۔ کرنل فیروز کی پیش کش برقرار تھی چنانچہ کرنل فیروز کو اختیارات دیئے گئے کہ گھوڑوں کے حصول کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرنا پڑے اس سے گریز نہ کیا جائے اور کرنل فیروز سراتو کے ساتھ چلے گئے۔ سراتو کے بچے سب کے لئے دلچسپی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ راج دیو

اپنے کہنے کے مطابق اس بار کافی سامان اپنے ساتھ لایا تھا اور اس نے اس سامان کا ایک بڑا حصہ نکال کر سراتو کی بیوی اور بچوں میں تقسیم کر دیا۔ سراتو کی بیوی پر سکتہ طاری ہو گیا تھا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کپڑوں کو دیکھنے لگی تھی جو اگر واقعی اس کی ملکیت بن جاتے تو شاید وہ بستی سوبارا کی سب سے امیر عورت ہو سکتی تھی اور وہ بستی سوبارا کی سب سے امیر عورت ہو گئی تھی کیونکہ یہ تمام کپڑے اس کے حوالے کر دیئے گئے تھے۔ راج دیو نے سراتو کی ضروریات محسوس کرتے ہوئے اس کی بیوی کو اور بھی بہت سی چیزیں دی تھیں اور آج کے لئے یہ عورت قطعی ناکارہ ہو گئی تھی۔ وہ بس کھوئے کھوئے انداز میں ایک گوشے میں بیٹھی ان اشیاء کو دیکھے جا رہی تھی اور اس کی اس کیفیت سے سب ہی لطف اندوز ہو رہے تھے ۔ سراتو کے بچے خوشی سے اچھلتے کودتے پھر رہے تھے حالانکہ ابھی ان میں سے کوئی کپڑا انہیں استعمال کے لئے نہیں ملا تھا۔ سراتو کی واپسی دوسرے دن ہوئی اور دوسرے دن وہ گھوڑوں سے لدا پھندا آیا تھا۔ سب کے استعمال کے لئے گھوڑے موجود تھے گو یہ بہت شاندار گھوڑے نہیں تھے لیکن پھر بھی جنگل سے پکڑے ہوئے تھے اور اچھے خاصے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ہی دو خچر بھی لائے گئے تھے جو کرنل فیروز کا کارنامہ تھا۔ بلاشبہ اس سلسلے میں دوسرے لوگوں کے ذہن میں بات نہیں آئی تھی لیکن کرنل فیروز نے بتایا کہ سراتو کے سسر کے پاس بڑے مضبوط قسم کے خچر موجود تھے اور اسی نے یہ مشورہ بھی دیا کہ جنگلوں میں داخلے کے لئے خچروں پر سامان لادنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ سامان کا وزن خچر ہی صحیح طور سے اٹھا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سراتو کے سسر نے کچھ اور بھی کارروائیاں کی تھیں مثلاً اس نے جڑی بوٹیوں کے ایسے مرہم دیئے تھے جو جنگل کی فضا میں بڑے کار آمد ہو سکتے تھے۔ یہ مرہم چھوٹے موٹے زخموں پر بھی کام کرتے تھے اور جنگلی کیڑوں کے کاٹے کے لئے بھی اکسیر تھے۔ سراتو نے بتایا کہ اس کا سسر حکیم بھی ہے اور جڑی بوٹیوں سے بہترین علاج کرتا ہے غرضیکہ سراتو کی ذات ان کے لئے درحقیقت چراغ کے جن ہی کی سی ثابت ہوئی تھی اس نے انہیں اتنی آسانیاں فراہم کر دیں جن کا یہ اس دور دراز بستی میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے سراتو کے اندر اور کوئی تبدیلی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو لیکن کم از کم اس کے وسائل بہت بڑھ گئے تھے اور یقینی طور پر تجربہ بھی جب کہ اس وقت وہ ایک لا ابالی سا نوجوان تھا جب یہ پہلی بار اس کے ساتھ سوبارا کے جنگلات میں داخل ہوئے تھے۔ جب یہ تمام تیاریاں

مکمل ہو گئیں تو اس کے بعد بستی سوبارا میں رکنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ ہاں سراتو نے دبی زبان میں راج دیو سے یہ ضرور کہا تھا کہ جو کچھ اسے دیا گیا ہے وہ اس کے لئے ناقابل یقین ہے۔

"اور جو کچھ تمہیں مزید دیا جائے گا سراتو وہ بھی تمہارے لئے ناقابل یقین ہو گا۔"

"شر میں آپ کا شرونٹ۔ آپ کا خادم بش اور کچھ نہیں۔" سراتو نے ممنونیت سے کہا تھا۔

تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں اور اس کے بعد یہ لوگ ایک صبح سوبارا کے جنگلات کی جانب چل پڑے۔ ہر طرح کے بندوبست کر لئے گئے تھے۔ سراتو نے تو اس بار واقعی کمال کر دکھایا تھا چنانچہ اس نے ایسی سبزیاں جو طویل عرصے تک چل سکتی تھیں اسٹور کر لی تھیں اور انہیں خچروں پر لاد دیا تھا اور بھی ایسی بے شمار چیزیں جو راستے میں کام آ سکتی تھیں اور اس بار یقیناً پہلے کی نسبت یہ سفر موثر اور شاندار تھا۔ گھوڑے بھی بظاہر دیکھنے میں خاص محسوس نہ ہوتے تھے لیکن جب وہ جنگل میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی شان دکھانا شروع کر دی۔ آغاز وہیں سے کیا گیا تھا جہاں سے پہلی بار وہ سوبارا کے جنگلات میں داخل ہوئے تھے۔ پروفیسر غوری' بھرت چندر' کرنل فیروز' غزال اور قندیل بہت خوش تھے۔ جنگل کی ایک ایک شے دیکھ کر ان کے چہرے پر حیرت کے نقوش بیدار ہو جاتے تھے۔ سراتو' راج دیو اور راؤ سکندر کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سفر کر رہا تھا اور کبھی کبھی ان سے باتیں بھی کرتا جاتا تھا گھوڑوں کو نہایت ست روی سے آگے بڑھایا جا رہا تھا اور انہیں دوڑانے کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی راج دیو نے کہا۔

"کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے یہاں کیوں سراتو۔ سوبارا کی روایات وہی ہیں۔"

"نہیں شر ان میں گریٹ چینج ہوا ہے۔" سراتو نے جواب دیا۔

"اوہو! وہ کیا؟"

"شر ابھی ادھر اور شوبارا شے آگے اور بھی بہت شا بشتی آباد ہو گیا ادھر ڈاکو لوگ چھوٹا چھوٹا بشتی میں ڈاکہ مار کر انشان لوگ کو نقصان پہنچاتا تھا۔ بٹ گورنمنٹ آف انڈیا ادھر آرمی اٹیک کیا اور ڈاکو لوگ شے ڈھشوں ڈھشوں ہوا۔ پھر ادھر بہت شا ڈاکو مارا گیا اور بہت شا گرفتار ہو گیا تب آش پاش کا بشتی والا خوش ہوا اور اش نے شوبارا کے آگے اپنا

گھر بنایا۔ شر ادھر بیش اور پچیس پچیس گھر پر بشتی آباد ہے اور وہ لوگ ادھر کھیتی باڑی کرتا۔"

"بہت خوب یہ تو واقعی ایک خوشگوار تبدیلی ہے یہ بستیاں کتنے فاصلے تک پھیلی ہوئی ہیں۔"

"زیادہ دور نہیں گیا وہ لوگ کیونکہ ادھر جانور لوگ کھترناک ہوتا۔ ابھی جب ڈاکو ان جنگلوں میں تھا تو جانوروں کو ختم کرتا بٹ شر جب ڈاکو ختم ہوا تو ان جانوروں کا راج ہو گیا اور ادھر زیادہ جانور آ گیا۔"

"اوہ گڈ ویری گڈ اس کا مقصد ہے کہ شکار کے ذرائع وسیع ہو گئے۔"

"شر یہ جانور لوگ بشتی والا کو نقصان پہنچاتا بٹ آش پاش ایمونیشن نہیں اش لئے وہ نقصان اٹھاتا۔"

"ہوں۔" راؤ سکندر کا چہرہ مسرت سے جگمگانے لگا راج دیو نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

"یہ تو تمہارے لئے خوشخبری ہے۔"

"ہاں ہے تو خوشخبری لیکن یہ انکشاف مزید احتیاط کی دعوت دیتا ہے۔"

"بے شک دوسروں کو اس سے آگاہ کرنا پڑے گا۔"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں دن کا سفر احتیاط سے کیا جائے رات کو جب کیمپ لگائیں گے تو درندوں کے بارے میں بھی احتیاط کر لیں گے۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

پورا دن گھوڑوں کا سفر جاری رہا اور انہوں نے تقریباً چار یا پانچ میل کا راستہ طے کیا یہاں تک کہ شام ہو گئی بہت ہی عمدگی سے یہ سفر کیا جا رہا تھا اور تمام لوگوں کے چہروں پر سکون بکھرا ہوا تھا۔ کرنل فیروز البتہ کسی خاص کام میں مصروف تھا اور گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے بھی اس کی نگاہیں ادھر ادھر بھٹکتی رہی تھیں بعض اوقات وہ اپنا گھوڑا ان سے کچھ فاصلے پر بھی لے جاتا تھا اس سلسلے میں جب پروفیسر غوری نے اس سے سوال کیا تو وہ ہنس کر بولا۔

"بھئی ہر شخص اپنی اپنی کارکردگی دکھانے کا خواہشمند ہوتا ہے میں ان جیپوں کے نشانات تلاش کر رہا ہوں جو ادھر سے گزری ہوں گی۔"

"اوہ۔ دلچسپ بات ہے کرنل۔"

"ہاں لیکن ابھی تک اس میں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی ہے۔ یہ زمین بلاشبہ ایسی ہے کہ اس پر کوئی نشان پڑنے کے بعد کئی دن تک رہ سکتا ہے لیکن غالباً ہمارا دوست ایڈمنڈ گارساں ادھر سے نہیں گزرا ہے۔"

"جنگل میں داخل ہونے کے لئے کوئی بھی راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے ویسے یہ درخت جس انداز میں اگے ہوئے ہیں ان کے درمیان سفر بہت آسان نہیں ہے اور جیپوں نے یقیناً ادھر کا رخ نہیں کیا ہو گا۔"

کرنل فیروز نے کوئی جواب نہیں دیا رات کے لئے کیمپنگ کی جگہ تلاش کر لی گئی اور اس کے بعد بہت عمدگی سے رات گزارنے کا بندوبست کیا گیا اس دوران خاص طور سے قندیل پر نگاہ رکھی گئی تھی اور وہ لوگ محسوس کر رہے تھے کہ قندیل ضرورت سے زیادہ ہشاش بشاش ہے سب ہی سے گفتگو کرتی رہی تھی اور جنگلوں کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کرتی رہی تھی۔ غزال کے سپرد چونکہ اس کی نگرانی مکمل طور سے کر دی گئی اس لئے وہ قندیل کے ساتھ ہی ساتھ رہا تھا اور قندیل نے اس سے بھی اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ رات کے لئے خاص طور سے بندوبست کرتے ہوئے راج دیو نے تمام لوگوں کو بتا دیا کہ سراتو کے کہنے کے مطابق ان جنگلات میں درندوں کا وجود پایا جاتا ہے اور ہر لمحہ ہوشیار رہنا ہو گا۔ چنانچہ رات کے پہرے کا خصوصی طور پر بندوبست کر دیا گیا دو شفٹوں میں ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ پہلی شفٹ کی ڈیوٹی غزال اور پروفیسر غوری کی تھی۔ پروفیسر غوری نے اپنے ہاتھوں میں رائفل تھامی اور ہنستے ہوئے بولے۔

"یہ رائفل میں صرف اس شرط پر چلا سکتا ہوں کہ غزال میرے پیچھے رہیں اور جب رائفل سے مجھے دھکا لگے تو وہ مجھے گرنے سے بچا لیں اگر اس میں گھوڑا دبانے کی آسانی نہ ہوتی تو میں اسے کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لیتا ہاں نشانے کی ذمہ داری نہیں لی جا سکتی البتہ دھماکے سے جانور تو بھاگ ہی جائے گا۔" پروفیسر غوری کی اس بات پر سب لوگ ہنسنے لگے تھے غزال نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں پروفیسر میں ایک فوجی کا بیٹا ہوں۔ آپ بس رائفل سنبھالے میرے ساتھ ہوشیار رہیں۔ باقی سارے کام میں خود کر لوں گا۔"

سراتو نے بھی اپنی خدمات پیش کی تھیں لیکن اسے دوسری شفٹ کے لئے منتقل کر دیا گیا تھا حالانکہ سراتو پہلے سفر میں ان کے لئے بہت زیادہ محتاط نہیں ثابت ہوا تھا لیکن اس وقت اور اس وقت میں بہت نمایاں فرق ہو چکا تھا۔ رات کا یہ حصہ بخیر و خوبی گزر گیا اور اس کے بعد انہوں نے سراتو اور بھرت چندر کو جگا دیا اور ان لوگوں نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ یوں صبح ہو گئی بالکل پکنک کا سا ماحول تھا ناشتہ وغیرہ کیا گیا اور اس کے بعد گھوڑوں کے سفر کا آغاز ہو گیا۔ قندیل کو گھوڑے کے سفر میں کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔ وہ بہت خوش دلی سے یہ سفر کر رہے تھے اور کئی بار اس نے راؤ سکندر اور دوسرے لوگوں سے گفتگو کی تھی اور اس سفر سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ دوپہر گزری تو وہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں والے ایک جنگل میں پہنچ گئے جس کے دوسری جانب کچھ جھونپڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ جھونپڑیوں کی بائیں سمت اچھا خاصا سبزہ زار پھیلا ہوا تھا اور یہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا دریائے گونڈا یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور اس سے ایک چھوٹی سی نہر کاٹ کر یہاں لائی گئی تھی جو اس علاقے کو سیراب کرتی تھی ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ بستی کے پاس ہی قیام کر لیا جائے اور باقی سفر ملتوی کر دیا جائے کسی نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا تھا البتہ انہوں نے بستی سے تقریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر اپنا کیمپ لگا دیا تھا۔ بہت پرفضا جگہ تھی بائیں سمت درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور تاحد نگاہ پھیلا ہوا تھا وہ جنوبی سمت سے اس طرف آئے تھے اور اب انہیں اسی سمت سفر کرنا تھا جدھر درختوں کا یہ سلسلہ پھیلا ہوا تھا بستی داہنے ہاتھ کو تھی یہاں سے وہ بستی کی کارروائیاں دیکھتے رہے۔ بستی والوں نے بھی ان اجنبی لوگوں کو دیکھ لیا تھا چنانچہ کئی عورتیں اور بچے اس طرف نکل آئے اور دور ہی دور سے ان لوگوں کو دیکھتے رہے۔ بستی والوں سے کوئی خاص بات معلوم نہیں کرنی تھی چنانچہ انہوں نے بھی ان کی جانب توجہ نہیں دی اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں آس پاس اگی ہوئی تھیں۔ شام کے تقریباً چھ بجے تھے کہ راؤ سکندر نے دو بوڑھے آدمیوں کو دیکھا جو ایک جھاڑی کے پاس خاموش بیٹھے ان کی جانب دیکھ رہے تھے ان کے بال بکھرے ہوئے تھے، جسموں پر برائے نام لباس تھے اور وہ کچھ اس طرح خاموش بیٹھے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا غالباً کھانے پینے کی کسی شے کی تلاش میں تھے راؤ سکندر نے کھانے پینے کی کچھ اشیاء اپنے ساتھ لیں اور ان بوڑھوں کی جانب بڑھ گیا۔ راؤ سکندر

کے قریب پہنچنے پر بھی وہ دونوں نہ چونکے تو راؤ نے ان سے کہا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟" تب وہ پریشانی سے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے تب ہی راؤ سکندر کو احساس ہوا کہ وہ دونوں نابینا ہیں۔ عجیب پراسرار سی شکلیں تھیں بہرطور راؤ سکندر نے کھانے کی اشیاء انہیں دیتے ہوئے کہا۔

"یہ کھانے کی چیزیں ہیں لو اور یہاں سے چلے جاؤ۔"

بوڑھوں نے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔ راؤ سکندر نے وہ اشیاء ان کے جسموں پر رکھ دیں اور واپس پلٹ پڑا۔ اسے کوئی خاص احساس نہیں ہوا تھا لیکن ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتہ ہی اس نے اپنے داہنے ہاتھ پر سیاہ رنگ کا ایک عظیم الجثہ ریچھ دیکھا جو کسی درخت کے عقب سے نمودار ہوا تھا۔ ریچھ نے راؤ سکندر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں آ رہا تھا چلتے چلتے رک جاتا اور زمین پر کچھ سونگھنے لگتا۔ راؤ نے دور ہی سے اس کا نشانہ لیا اور چند لمحات اسی طرح خاموشی سے گزر گئے۔ پھر دفعتہ ریچھ کے انداز میں تیزی پیدا ہوئی اور وہ وحشیانہ انداز میں خوخیاتا ہوا راؤ کی طرف دوڑا۔ راؤ نے اس پر فائر کر دیا مگر یوں لگتا تھا جیسے ریچھ پر کوئی اثر نہ ہوا ہو۔ وہ اپنے بھیانک دانت کچکچاتا ہوا راؤ پر حملہ آور ہوا اور راؤ نے اس کے حملے سے بچنے کے لئے ایک سمت چھلانگ لگا دی۔ ریچھ اپنے ہی زور میں آگے نکل گیا تھا چند ہی سیکنڈ کے بعد وہ پلٹا مگر اتنی دیر میں راؤ اس کا صحیح نشانہ باندھ چکا تھا اس کی رائفل سے دوسری گولی نکلی اور وحشی ریچھ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ فائرنگ کی وہ آوازیں سنتے ہی دوسری جانب ایک دم سب لوگ ہوشیار ہو گئے اور رائفلیں لے کر اسی طرف دوڑ پڑے لیکن ریچھ مر چکا تھا راج دیو اس کے قریب پہنچا اور اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو گویا تم نے اپنا کام شروع کر دیا بڑا شاندار ریچھ ہے اور میں تمہیں اس نئے سفر میں بلکہ نئی مہم میں پہلے شکار کی مبارک باد دیتا ہوں۔" راؤ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے ریچھ کو دیکھتا رہا۔

"راج پھر بولا۔ "کیا بات ہے خاموش کیوں ہو؟"

"اوہ! نہیں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اس شکار سے کچھ پرانی یادیں تازہ ہو گئی ہیں۔" راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کرنل فیروز اور غزال نے بھی راؤ کو مبارک باد دی

تھی۔ راؤ نے بوڑھوں کے بارے میں کچھ بتانے کے لئے ادھر گردن گھمائی لیکن پھر چونک پڑا۔ اب وہ دونوں بوڑھے وہاں موجود نہ تھے کھانے پینے کی جو اشیاء انہیں دی گئی تھیں وہ اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔

"ارے۔ وہ کہاں گئے؟" راؤ کے منہ سے نکلا۔

"کون؟"

"دو بوڑھے آدمی۔ اس جگہ بیٹھے تھے۔" راؤ نے کہا۔ اور سب اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگے۔ بوڑھوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ غالباً ریچھ کو دیکھ کر بھاگ گئے تھے۔ راؤ انہیں بوڑھوں کے بارے میں بتانے لگا۔

"بستی کے لوگ ہوں گے۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے!" بھرت نے کہا۔

"وہ کچھ عجیب سے تھے یا پھر ممکن ہے میرا وہم ہو۔" راؤ نے بات ختم کر دی۔ گو وہ بستی کے قریب تھے اور تھوڑے فاصلے پر زندگی رواں دواں تھی لیکن ریچھ کے تجربے نے یہ بات واضح کر دی کہ یہ جگہ محفوظ نہیں ہے اور یہاں بھی پوری احتیاط رکھنی ہے۔ چنانچہ پہرے کا بندوبست کر دیا گیا اور پھر سب لوگ کھانے پینے سے فارغ ہو کر خوش گپیاں کرنے لگے۔ پروفیسر غوری نے کہا۔

"میرے لئے یہ سب کچھ بہت عجیب ہے۔ آج تک قدیم زبانوں اور قدیم اشیاء کا تجزیہ کرتے ہوئے بے شمار داستانیں بھی پڑھی ہیں لیکن میں خود کبھی ان داستانوں کا کوئی کردار نہیں رہا۔"

"راج دیو کی زبانی راؤ سکندر کی زندگی کے بہت سے شکار کے واقعات سنے تھے۔ یہ اندازہ نہیں تھا کہ کبھی انہیں شکار کرتے ہوئے بھی دیکھوں گا۔ لیکن راؤ جی آپ کو ان درندوں سے دشمنی کب اور کیوں ہوئی۔" بھرت چندر نے پوچھا۔

"درندوں سے دشمنی تو ہونی چاہئے بھرت جی۔" راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

رات گزر گئی اور دوسرے دن پھر آگے کا سفر شروع ہو گیا آج کے سفر میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا تھا ہاں شام کو بادلوں کا رنگ دیکھ کر راج دیو اور راؤ سکندر متفکر ہو گئے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے چہرے دیکھے اور راؤ بولا۔

"بادل چھا رہے ہیں دیو۔"

"میں بھی وہی دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ تو خطرناک بات ہو گئی تمہیں وہ ہولناک سیلاب یاد ہے؟"

"ہاں!" راج نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میرے خیال میں علاقہ بھی وہی ہے۔"

"اب کیا کیا جائے؟"

"بادلوں کا رنگ دیکھتے ہیں اس کے بعد آگے بڑھنے کا فیصلہ کریں گے ویسے اگر صورت حال خطرناک ہو گئی تو واپسی ہی مناسب رہے گی۔ خواہ کہیں رک کر انتظار کرنا پڑے۔"

دوسرے لوگوں کو اس خطرے سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا لیکن آگے کا سفر ملتوی کر دیا گیا۔ بادل گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ کیمپ لگا دیا گیا راؤ اور راج متفکر سے تھے۔ راؤ کسی کام سے قندیل کی چھولداری میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ قندیل لکڑی کے وہ ٹکڑے لئے بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ ٹھیک تھا لیکن وہ کچھ کھوئی کھوئی سی تھی۔ راؤ سکندر کو دیکھ کر وہ بجھے بجھے انداز میں بولی۔

"نہیں تشویش بیکار ہے کچھ نہیں ہو گا۔"

"کس سلسلے میں قندیل؟" راؤ نے کہا اور قندیل چونک پڑی۔

"مجھ سے کچھ کہا ڈیڈی؟"

"کونسی تشویش کی بات کر رہی ہو قندیل؟"

"تشویش؟" قندیل نے سوالیہ نظروں سے راؤ کو دیکھا اور راؤ گہری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے قندی؟"

"ٹھیک ہوں ڈیڈی بہت اچھا لگ رہا ہے۔ شہروں میں رہتے رہتے تو دل اکتا گیا تھا۔ یہاں ان جنگلوں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے۔" قندیل کا کھویا کھویا پن اچانک درست ہو گیا۔

"چلو باہر چلو' غزال کہاں ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں ڈیڈی آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"تم ابھی کہہ رہی تھیں کہ تشویش بے کار ہے کچھ نہیں ہو گا۔"

"میں کہہ رہی تھی؟"

"شاید میں نے غلط سنا ہو گا۔ آؤ باہر چلیں۔" راؤ نے کہا اور قندیل' راؤ کے ساتھ باہر نکل آئی اس نے لکڑیوں کے ٹکڑے سنبھال کر رکھ دیئے تھے۔ راؤ نے باہر قدم رکھا تو چند پانی کے قطرے اسکے بدن پر پڑے اور اس کا دل تھرا اٹھا' دور آسمان پر بجلی چمک رہی تھی۔ سامنے ہی غزال نظر آ گیا۔ اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"انکل بارش ہونے والی ہے۔"

"ہاں تم قندیل کو سنبھالو۔ یہ اکیلی بیٹھی تھی۔" راؤ سکندر نے کہا اور تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا راج دیو کے پاس پہنچ گیا جو سراتو سے بات کر رہا تھا۔ سراتو کہہ رہا تھا۔

"نو شر۔ ڈونٹ وری۔ بارش نہیں پڑے گا۔"

"مگر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو سراتو آسمان بادلوں سے لدا کھڑا ہے اور بوندیں آنے لگی ہیں ادھر بجلی بھی چمک رہی ہے۔" راج دیو نے کہا۔

لیکن سراتو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "آپ کو پہلا والا بارش یاد آتا شر۔ یہ بارش نہیں ہوئیں گا شراتو آپ کو ٹھیک بولتا شر۔"

"کیسے ٹھیک بول سکتے ہو تم۔" راؤ نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "شر اش ٹائم ہم ناتجربہ کار تھا بٹ اب جانتا کہ کونشا بارش ہوئیں گا کونشا نہیں ہوئیں گا شر ڈونٹ وری ڈونٹ وری۔" سراتو نے کہا اور راؤ سکندر' راج دیو کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں بھی اسی سلسلے میں پریشان ہوں کیا سراتو کی بات پر یقین کیا جا سکتا ہے؟"

"کیسے یقین کیا جا سکتا ہے راج دیو؟"

"تو پھر کیا کیا جائے؟"

"بہتر ہے کہ چاروں طرف کا جائزہ لے لیا جائے ہمیں کہاں پناہ مل سکتی ہے۔"

"شر شراتو بالکل ٹھیک بولتا بارش نہیں ہوئے گا۔" سراتو نے پھر کہا اور راج دیو اور راؤ سکندر گردن ہلانے لگے پھر انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہے سراتو لیکن اس کے باوجود تم ذرا جلدی جلدی ایسی جگہوں کی تلاش کرو جہاں اگر بارش ہو جائے تو ہم پناہ لے سکیں۔"

"او کے شر او کے۔" سراتو نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا راج دیو' راؤ سکندر نجانے کب تک بادلوں کا رنگ دیکھتے رہے تھے۔ بوندا باندی مسلسل ہو رہی تھی اور باقی

لوگ جنگل کی اس بارش سے لطف اندوز ہو رہے تھے یہ لوگ بھی اس بارش سے لطف اندوز ہوتے اگر انہیں ایک ہولناک تجربہ نہ ہوا ہوتا لیکن سراتو یہ بات جس اعتماد سے کہہ رہا تھا وہ بھی قابل غور تھی ہو سکتاہے ایسا ہی ہو دل میں یہی دعائیں مانگ رہے تھے وہ دونوں کہ تیز بارش نہ ہو ورنہ سارا کیا دھرا چوپٹ ہو جائے گا ویسے ان سے زیادہ خطرہ آگے جانے والوں کو تھا یعنی ایڈمنڈ گارساں اور اسکے ساتھیوں کو کیونکہ وہ اس بارش کی ہولناکی سے واقف بھی نہیں تھے لیکن سراتو کا کہنا درست ہوا۔ آدھی رات اسی بوندا باندی میں گزر گئی اور اس کے بعد آسمان پر تارے نکل آئے اور ان لوگوں نے سکون کی سانس لی۔ واقعی سراتو کا کہنا ہی درست ہوا تھا اس کے علاوہ راؤ سکندر کو قندیل کے الفاظ بھی یاد تھے اور ان کا موازنہ وہ ان الفاظ سے کر رہاتھا جن میں قندیل نے اس کے ایک شکاری دوست کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔ قندیل کی اس وقت کی کیفیت کم از کم اس جیسی ہی تھی جیسی اس وقت تھی جب وہ لکڑیوں کے ٹکڑوں سے کھیل رہی تھی۔ راج دیو اور راؤ سکندر نے دوسروں کو بتائے بغیر رات کو جاگنے کی ڈیوٹی اپنے سپرد لے لی تھی لیکن ان کے دل میں اصل خطرہ بارش کا تھا جو صبح ہوتے ہوتے بالکل ٹل گیا اور صبح کا سورج بھی کافی چمکدار تھا چنانچہ ان لوگوں نے مطمئن انداز میں آگے کے سفر کا آغاز کر دیا۔ گھوڑے تیز رفتاری سے نہیں دوڑائے جاتے تھے اور ایک طرح سے تفریحی کیفیت ہی برقرار رکھی گئی تھی۔ قندیل اس سلسلے میں کافی دلچسپی لے رہی تھی اور غزال کا ساتھ اس کے لئے بہت دلکشی کا حامل تھا جس کا احساس سب ہی کو ہو رہا تھا ویسے لکڑی کے ٹکڑے اس نے اپنی جان کے ساتھ لگا کر رکھے ہوئے تھے اور انہیں ہمیشہ اپنے سینے کے ساتھ رکھتی تھی۔ سفر کا یہ دن دوپہر کو ڈھائی بجے تک پر سکون رہا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے انہوں نے ایک جگہ منتخب کی اس دوران اتفاق ہی تھا کہ انہیں کوئی بستی نہ کوئی درندہ نظر آیا لیکن آگے کچھ آثار مل رہے تھے کہ کوئی آبادی ضرور موجود ہے۔ ڈھائی بجے کے بعد راؤ سکندر نے رائفل سنبھال لی اور اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ راج دیو بھی مسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور پھر کرنل فیروز بھی اپنی رائفل سنبھالے قریب آ گئے۔

"بھئی آپ حضرات اگر کسی درندے سے دشمنی کا ارادہ باندھ رہے ہیں تو ہم بھی تو آپ ہی کے دوست ہیں بہت پہلے بندوق چلاتے تھے اور دشمنوں کا شکار کرتے تھے آج اگر

کسی درندے کا شکار ہمیں بھی کرا دیا جائے تو کم از کم زندگی میں ایک یادگار رہے گا۔" راج دیو اور راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا اور پھر راؤ ہنس کر بولا۔

"بے چارے پروفیسر غوری درندوں کے لئے پریشان نظر آتے ہیں ان کے خیال میں ہم لوگ ان درندوں کو بلا وجہ نقصانات پہنچا رہے ہیں۔"

کافی دور نکل آئے تھے یہ تینوں باتیں کرتے ہوئے۔ راج دیو اور راؤ سکندر کی نگاہیں ہر جھاڑی ہر درخت کا جائزہ لے رہی تھیں ماحول اب کافی خوفناک ہو گیا تھا اور اصل جنگل شروع ہو گیا تھا اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس سے آگے جانے کے بعد جنگل کا یہ حصہ کچھ اور گھنا کچھ اور ہولناک ہو جائے گا چنانچہ اب صحیح معنوں میں سفر کا آغاز ہوا تھا۔ ویسے پچھلی بار جو مناظر ان کے سامنے آئے تھے اس وقت ان کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ جنگل کچھ اور گھنا کچھ اور خوفناک ہو گیا تھا حالانکہ اس وقت جو سیلاب ان کے سامنے آیا تھا اس نے درختوں میں بھی تباہی مچا دی تھی اور لاتعداد درخت زمین بوس ہو گئے تھے لیکن اب ان کا نام و نشان بھی نہیں ملا تھا یقینی طور پر مقامی باشندوں نے ان کی سوکھی ہوئی لکڑیاں خرچ کر لی ہوں گی اور جنگل صاف کر دیا ہو گا۔ وہ لوگ آگے بڑھتے رہے پھر دفعتہ ہی کرنل فیروز کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور انہوں نے راج دیو کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہر چند کہ میں ذات کا قصائی نہیں ہوں لیکن گوشت کی بو سے کچھ واقفیت ہے میری۔"

"اوہ، تو کیا آپ بھی؟"

"ہاں کیا مطلب؟" کرنل فیروز نے کہا۔

"آپ بھی سڑے ہوئے گوشت کی بو محسوس کر رہے ہیں۔"

"ہاں، ہاں بالکل اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ اس سمت ہے۔" کرنل فیروز نے ہوا کو سونگھتے ہوئے ایک جانب اشارہ کیا اور تینوں محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگے جنگل میں اس قسم کی بو حیرت ناک نہیں تھی کیونکہ درندے جانوروں کا شکار کر کے ان کی لاشیں اسی طرح چھوڑ دیا کرتے تھے لیکن بہرطور کسی درندے کی تلاش میں یہ بو سونگھتے ہوئے آگے بڑھنا ان کی فطرت کے عین مطابق تھا اور اس کے بعد وہ بڑی بڑی جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے پاس پہنچ گئے جہاں سے یہ بو آ رہی تھی۔ راج دیو اور راؤ سکندر نے اپنے شکاری تجربے

کی بنیاد پر کرنل فیروز کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ لاش کے پاس درندہ بھی موجود ہو سکتا تھا اور پھر یہ اندازہ لگا کر کہ درندہ وہاں موجود نہیں ہے راج دیو نے پہلے جھاڑیاں ہٹائیں اور اس کے فوراً بعد دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"انسانی لاش ہے۔" اس نے جواب دیا اور پھر تینوں جھاڑیوں میں گھس گئے۔ جھاڑیوں میں انہیں جو کچھ نظر آیا وہ واقعی حیرت ناک تھا۔ انسانی لاش کے چند ٹکڑے ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں تھوڑے سے کپڑوں کی دھجیاں بھی تھیں جو گہری براؤن رنگ کی تھیں پھر انہیں ایک انسانی سر بھی نظر آیا جو ایک جھاڑی میں اٹکا ہوا تھا اور یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے کہ یہ سر کسی سفید فام انسان کا تھا ان کے چہروں پر شدید تجسس نظر آ رہا تھا۔ اس سفید فام کے بارے میں ایک ہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ کسی بھی طور ایڈمنڈ گارساں کا ساتھی ہو سکتا ہے۔ جھاڑیوں میں خون کے دھبے اور انسانی جسم کے ٹکڑوں سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ لاش زیادہ پرانی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے دو دن ہوئے ہیں راؤ سکندر اور راج دیو آس پاس کی چیزوں کی جانب متوجہ ہو گئے او کرنل فیروز کے حلق سے ایک آواز نکل گئی اور راؤ سکندر اور راج دیو چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے کرنل؟"

"جیپوں کے ٹائروں کے نشانات دیکھو یہ بہت مدھم رہ گئے ہیں لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں مجھ سے زیادہ انہیں کون پہچان سکتا ہے۔"

راج دیو اور راؤ سکندر نے بھی وہ نشانات دیکھے اور دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ یہ جیپوں کے ٹائروں ہی کے نشانات ہیں گاڑیاں ادھر سے گزری ہیں اور وہ اندازہ لگانے لگے لاش کے آس پاس کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ یہ شخص کون ہے اور اس کا نام وغیرہ کیا ہے بہرحال چہرہ دیکھ کر یہ احساس ہو جاتا تھا کہ وہ سو فیصدی ایڈمنڈ گارساں ہی کا کوئی ساتھی ہے اور ایک اندازہ انہوں نے قائم کر لیا۔ وہ یقیناً گارساں کا کوئی ساتھی تھا جو کسی درندے کا شکار ہو گیا۔ گارساں کے ساتھی بدحواسی کے عالم میں بھاگ گئے اور اپنے ساتھی کے لئے کچھ نہ کر سکے۔ درندے نے اطمینان سے اپنے شکار کو چٹ کر لیا تھا۔

اس ہولناک واقعے نے انہیں بہت متاثر کیا تھا اور وہ ایک عجیب سی سنسنی محسوس کر

رہے تھے۔ اس کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر کے وہ واپس پلٹ پڑے۔ واپس آتے ہوئے وہ اسی موضوع پر بات کرتے رہے تھے۔ "اگر یہ شخص گارساں کا ساتھی ہی تھا تو اب ان لوگوں کے حواس بھی بگڑ چکے ہوں گے اور وہ یقیناً خوفزدہ ہوں گے۔" کرنل نے کہا۔

"اس سے زیادہ ہمیں اس بات کا خیال رکھنا ہے کرنل کہ وحشی درندہ آس پاس ضرور موجود ہو گا ہرچند کہ وہ اپنے شکار کو چٹ کر چکا ہے لیکن وحشی جانور کو انسانی خون کی چاٹ لگ جائے تو پھر وہ بہت دور سے انسان کی بو سونگھ لیتا ہے۔"

"ایں' ہاں یقیناً۔" کرنل نے متاثرہ لہجے میں کہا۔ راج دیو بولا۔

"راؤ آج ایک تبدیلی کئے لیتے ہیں۔"

"کیا؟"

"ابتدائی رات میں تم کسی کے ساتھ جاگو گے اور دوسرے حصے میں' میں!"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" راؤ سکندر نے کہا۔ کرنل نے اس گفتگو میں دخل نہ دیا تھا۔

سورج غروب ہوتے ہی جنگل مین روایتی چل پہل شروع ہو گئی۔ پرندے تو بے شک اپنے گھونسلوں مین دبک جاتے ہیں اور دوسری صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں بولتے لیکن جنگل کے دوسرے باسی ایک ایک کر کے بیدار ہونے لگتے ہیں۔ الوؤں کی ہو ہو' بندروں کی خوش فعلیاں' جنگلی خرگوشوں کی بھاگ دوڑ' مینڈکوں اور جھینگروں کے سر تال سب جاگ اٹھتے ہیں اور جنگل میں ایک عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ خاص طور سے بندر وحشی درندوں کے لئے بہترین چوکیدار ہوتے ہیں اور بہت دور سے اس کے بارے میں اطلاع دے دیتے ہیں۔ اس وقت بھی یہ سماں تھا کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو سراتو بھی آ بیٹھا۔

"شر آگے شاید رشتہ بدلنا ہو گا۔"

"کیوں؟" راؤ نے پوچھا۔

"میں دلدل کا بو سونگھتا۔"

"کیا یہ وہی راستہ نہیں ہے سراتو جہاں سے ہم پہلے گزرے تھے؟"

"وہی ہے شر مگر۔ دلدل ضرور ہے۔"

"تمہارے خیال میں ہم اس ندی تک کب پہنچ سکتے ہیں جہاں ہمیں وہ لاش ملی تھی؟"

"شر ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا' گونڈا کا کنارہ ابھی نہیں آیا۔ جدھر گونڈا راستہ بدلے گا

ادھر سے نارتھ سائڈ چلنا ہو گا ابھی وہ جگہ دور ہے۔" سراتو نے جواب دیا۔

رات بھیگتی جا رہی تھی اور فضا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔ راؤ اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو گیا تھا اور اس کی نظریں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں کرنل فیروز بھی اس سے چند گز کے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا دونوں خاموش تھے اچانک کافی فاصلے پر کسی پرندے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی اور راؤ چوکنا ہو گیا۔ یہ پھڑپھڑاہٹ بے معنی نہ تھی۔ راؤ کی نگاہیں اس جگہ جم گئیں جہاں سے اسے یہ آواز سنائی دی تھی۔ پھر اس نے کرنل کی طرف دیکھا اور سرگوشی کے انداز میں اسے آواز دی۔ لیکن کرنل کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا اس وقت پوزیشن تبدیل بھی نہیں کی جا سکتی تھی کرنل کے بارے میں اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اونگھ گیا ہے۔ اس وقت کرنل کو ہوشیار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی وقت بندروں کے خوخیانے کی آواز ابھری اور راؤ کو یقین ہو گیا کہ درندہ پاس ہی موجود ہے۔ راؤ کے اعصاب تن گئے اور اس کی ساری شکاری حسیں جاگ گئیں اس کے کان ایک ایک آہٹ کو سن رہے تھے اور اس نے پتوں کے چرچرانے کی آوازیں صاف سنی تھیں وہ سانس روکے تیار بیٹھا تھا اور درندے کو دیکھ لینے کے لئے کوشاں تھا۔ کئی بار اس نے جھاڑیاں ہلتی دیکھی تھیں وہ جانتا تھا کہ درندے بھی کس قدر ہوشیار ہوتے ہیں اور اگر انہیں شکاری کے چوکنا ہونے کا اندازہ ہو جائے تو وہ خود بھی شکاری کو دھوکا دیتے ہیں۔ اس وقت بھی ایسی ہی کیفیت کا احساس ہو گیا تھا یکایک کہیں دور سے اک سانبھر کی بھیانک آواز ابھری اور پھر اس کے بے تحاشا دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور اعصاب شکن چیخ نے راؤ سکندر کا دل دہلا دیا۔ یہ آواز انسانی ہوتے ہوئے بھی غیر انسانی تھی بالکل بلی کی سی غراہٹ ابھری تھی اور پھر دھماچوکڑی مچ گئی۔ آواز چھولداری کی طرف سے ہی سنائی دی تھی کوئی دھم سے گرا تھا۔ پھر ایک دہشت بھری مردانہ چیخ ابھری۔ سب سے پہلے کرنل اچھل کر چھولداری کی طرف بھاگا اس نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے ٹارچ روشن کر لی تھی، پھر دوسرے بھی اٹھ گئے۔ راؤ پر دہری ذمہ داری عائد ہو گئی تھی ادھر تو اسے درندے پر نگاہ رکھنی تھی اور ادھر یہ ہنگامہ آرائی بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ پھر بہت سی دہشت بھری آوازیں سنائی دیں اور راؤ کے اعصاب ساتھ نہ دے سکے اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور یکے بعد دیگرے دو فائر جھاڑیوں کی طرف کر دیئے۔ یہ درندے کو بھگانے

کی کوشش تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے چھولداری کی طرف دوڑ لگا دی تھی۔ دوسرے لوگ بھی جاگ گئے تھے اور ٹارچوں کی روشنیاں ایک ہولناک منظر اجاگر کر رہی تھیں دو انسان آپس مین گتھم گتھا تھے۔ ان میں ایک تو قندیل تھی اور دوسرا' اسے راج دیو' یا راؤ سکندر کے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکا تھا۔ یہ دونوں اندھے بوڑھوں میں سے ایک تھا۔ قندیل نے اسے بری طرح دبوچ رکھا تھا اور وحشت زدہ انداز میں اسے بھنبھوڑ رہی تھی اس کے دانتوں سے خون ٹپک رہا تھا اور بوڑھا لہولہان تھا۔

غزال نے صورت حال کا اندازہ لگا کر ان دونوں پر چھلانگ لگا دی اور بوڑھے کو قندیل سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اس میں کامیابی کے قریب ہی تھا کہ قندیل نے اسے دیکھا اس کی آنکھیں دہک رہی تھیں پھر اس نے غزال کو ایک جھٹکا دیا اور غزال اچھل کر دور جا گرا قندیل نے پھر اپنے شکار کو دبوچ لیا اور بوڑھے کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے وہ صاف محسوس کر رہے تھے کہ بوڑھا بھاگ جانے کے چکر میں ہے لیکن قندیل بالکل بلیوں کے سے انداز میں اس سے چمٹی ہوئی تھی اور بوڑھا اس سے زیر ہو گیا تھا ویسے وہ یہ بھی محسوس کر رہے تھے کہ خود بوڑھا قندیل کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کر رہا ہے اور صرف مدافعت میں مصروف ہے مگر اس کی ایک نہ چل رہی تھی۔ راؤ نے بمشکل تمام کہا۔ "راج ادھر دیکھو سامنے جھاڑیوں میں درندہ ہے۔" یہ الفاظ ادا کر کے وہ خود قندیل کے قریب پہنچا اور اس بوڑھے کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ بمشکل تمام وہ اس میں کامیاب ہو سکا تھا۔ لیکن ایک لمحے میں ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ اب بوڑھا بے جان ہے۔ قندیل نے جھک کر بوڑھے کی مٹھیاں کھول دیں اور ان میں سے کوئی شے نکالنے لگی۔ راؤ نے دیکھا وہ لکڑیوں کے وہی ٹکڑے تھے جو لاش کے بدن پر زیور کی شکل میں موجود تھے اور اب قندیل کی تحویل میں تھے!

ہر شخص جاگ گیا تھا اور سکتے کی سی کیفیت میں تھا۔ غزال قندیل کے دھکے سے بری طرح گرا تھا اور شاید دوبارہ قندیل کے پاس آنے کی جرات نہیں کر سکا تھا۔ اتنی دیر میں راؤ سکندر' بوڑھے کو قندیل کی گرفت سے نکالنے میں کامیاب ہو چکا تھا لیکن بوڑھا زندہ نہ تھا۔ ادھر راج دیو نے راؤ کے الفاظ سنے تھے اور درندے کے شکار کے لئے چوکس ہو گیا تھا لیکن اگر درندہ جھاڑیوں میں موجود بھی تھا تو اس ہڑبونگ سے وحشت زدہ ہو کر بھاگ گیا تھا بندروں کی آوازیں بھی بند ہو گئی تھیں۔ قندیل نے لکڑی کے ٹکڑے سمیٹے اور اپنی چھولداری میں داخل ہو گئی۔

"کرنل یہ انہی دونوں بوڑھوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں' میں نے تذکرہ کیا تھا ہو سکتا ہے دوسرا بوڑھا بھی آس پاس موجود ہو۔"

"غزال' تم قندیل کے پاس بیٹھ جاؤ۔ اسے کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔" کرنل نے کہا۔

غزال بے اختیار قندیل کی چھولداری کی طرف دوڑ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ قندیل بیمار ہے اور اس بیماری کے عالم میں وہ کچھ بھی کر سکتی ہے لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ چنانچہ وہ چھولداری میں داخل ہو گیا۔ قندیل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے غزال کو دیکھا لیکن کچھ نہ بولی۔ باہر بوڑھے کی تلاش ہو رہی تھی۔ دوسرا بوڑھا کہیں نہ ملا ہر شخص مسلح ہو کر اسے تلاش کر چکا تھا۔ اس دوران راؤ سکندر نے بوڑھے کی لاش کی تلاشی بھی لے ڈالی تھی لیکن اس کے پاس سے کچھ برآمد نہ ہو سکا تھا۔ کرنل فیروز نے خیال ظاہر کیا کہ ممکن ہے دونوں بوڑھوں کا تعلق ایڈمنڈ گارساں سے ہو اور اس نے لاش کے زیور حاصل کرنے کے لئے انہیں متعین کیا ہو۔ کرنل کی یہ بات کافی وزن رکھتی تھی۔ لیکن راج دیو نے کہا۔

"ان بوڑھوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ کرنل کم از کم یہ سفید فام نہیں

ہیں۔"

"مقامی لوگ بھی اس کے لئے کام کر سکتے ہیں۔"

"سراتو بتا سکے گا کہ کیا ان کا تعلق سوبارا سے ہے۔"

"نہیں شر شوبارا کے ہر آدمی کو میں جانتا ہوں اس آدمی کو میں نے ادھر کبھی نہیں دیکھا۔"

"ویسے کرنل کا کہنا درست لگتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ جس طرح ہم لوگ جانتے ہیں کہ گارساں اس جنگل میں داخل ہوا ہے اسی طرح گارساں بھی ہماری موجودگی سے واقف ہے۔ راؤ سکندر کے ان الفاظ سے کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا۔ رات آنکھوں میں گزر گئی۔ بوڑھے کی لاش کو جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا تھا۔ پھر ضروری تیاریوں کے بعد یہ جگہ چھوڑ دی گئی۔ راؤ سکندر اور راج دیو رائفلیں سنبھالے ہوشیاری سے سفر کر رہے تھے۔ ہر طرح چوکس رہنا ضروری تھا ایک طرف جنگلی درندوں کا خیال تھا جن کے آثار جگہ جگہ مل رہے تھے۔ دوسری طرف ایڈمنڈ کی طرف سے کسی کارروائی کا خطرہ بھی تھا چنانچہ سخت احتیاط کی جا رہی تھی۔ غزال کی مستقل ڈیوٹی قندیل پر لگا دی گئی تھی اور غزال اس کے ساتھ تھا۔ اب تک کے سفر میں غزال بالکل خاموش تھا۔ بہت دیر کے بعد قندیل نے خود اسے مخاطب کیا۔"

"غزال بہت خاموش ہو۔"

"تم ہی کچھ بات کرو قندیل۔"

"تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں غزال۔"

"کہو!"

"میں ان دنوں کچھ عجیب کیفیت محسوس کر رہی ہوں غزال' بہت عجیب شاید تم یقین نہ کرو۔"

"مجھے تمہاری ہر بات پر یقین ہوتا ہے قندیل۔"

"تمہیں مجھ پر اعتماد ہے غزال؟"

"ہاں قندیل!" غزال نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"مگر بدقسمتی سے مین ان دنوں اپنی ذات کا اعتماد کھو چکی ہوں۔ میرا ذہن غزال مجھ سے

باغی ہو گیا ہے۔ میں اپنا تعین کرتی ہوں کہ میں کیا ہوں میں خود کو یاد کرتی ہوں۔ اپنے آپ
کو یقین دلاتی ہوں کہ میں قندیل ہوں صرف قندیل' راؤ سکندر کی بیٹی۔ اندر سے ایک آواز
ابھرتی ہے کہ میں کچھ اور بھی ہوں۔ میرا دماغ چٹخنے لگتا ہے یوں لگتا ہے جیسے میرے تحت
الشعور میں ہلچل ہو رہی ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے مجھ سے۔ وہ میرے اس خیال کی نفی کرنا
چاہتا ہے مگر اس آواز کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں سب کچھ
جانتی ہوں لیکن وہ کیا ہے جو میں جانتی ہوں میں نہ جانے کب سے اس کرب کا شکار ہوں۔
بس ایک گوشہ' میرے دماغ کا ایک گوشہ تاریک ہے غزال اگر یہ گوشہ روشن ہو جائے تو.....
تو سب ٹھیک ہو جائے گا' مجھے روشنی کی تلاش ہے میں ان نامربوط خوابوں کو جوڑنا چاہتی
ہوں' یہ خواب جڑ گئے تو..... تو...." اس کا سانس پھولنے لگا۔ غزال خاموش رہا تھا۔ دونوں
کے گھوڑے ست ہو گئے تھے۔ غزال' قندیل کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس
نے کہا۔

"تمہیں ان خوابوں کے کچھ نقوش بھی یاد نہیں رہتے قندیل' وہ کیسے خواب ہیں کیا
ہوتا ہے ان میں؟"

"پتہ نہیں غزال کیا ہوتا ہے۔ میرا دوسرا وجود ایک انوکھی دنیا دیکھتا ہے وہ اس دنیا سے
مانوس ہوتا ہے مگر میں اس دنیا میں اجنبی ہوتی ہوں۔ میرا دوسرا وجود ہر بات سمجھتا ہے مگر
مجھے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ اس وقت میں نڈھال ہو جاتی ہوں۔ بری طرح تھک جاتی
ہوں۔"

"ایک سوال کروں قندیل' سوچ کر جواب دینا۔"

"ضرور....."

"پچھلی رات..... پچھلی رات تم نے ..... تم نے کس کو سزا دی تھی۔ وہ ایک بوڑھا
آدمی تھا۔"

"بوڑھا آدمی....." قندیل نے سوچ بھرے لہجے میں کہا۔ دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔ "
وہ میں نہیں تھی مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔ وہ ترشے را تھا۔"

"کون.....؟"

"ترشے را..... ایشا بے اون مارش ترے۔ وہ..... اوہ وہ کے بون حاسں کرنا چاہتا تھا۔"

قندیل نے بے اختیار لکڑی کے وہ زیور ٹٹولے جو اس کے پاس محفوظ تھے۔

"کے بون....." غزال بولا۔

"رش تریرا..... رش تریرا....." قندیل نے وہ زیور غزال کو دکھاتے ہوئے کہا۔ اور
غزال سرد نگاہوں سے قندیل کو دیکھتا رہا۔ جب قندیل نے اور کچھ نہ کہا تو وہ خود ہی بولا۔

"لکڑی کے یہ زیور کیسے ہیں قندیل تم ان کی حفاظت کیوں کرتی ہو؟"

"یہ کے بون ہیں۔ یہ مجھے سب کچھ بتاتے ہیں۔ ان سے روشنی پھوٹتی ہے اور اس
روشنی میں مجھے راستے نظر آتے ہیں۔ ان سے اٹھنے والی خوشبو۔ غزال یہ کیسی خوشبو ہے؟
یوں لگتا ہے جیسے یہ میرے بدن کی خوشبو ہو۔ کہیں میری روح کی خوشبو ہو' مجھے اس خوشبو
سے پیار ہے غزال۔ میں غزال' میں اپنے ذہن کے ان الجھاوؤں سے پریشان ہوں۔ میرے
اس دوسرے وجود کی وجہ کیا ہے۔ غزال کیا میں بیمار ہوں؟"

"تم ٹھیک ہو جاؤ گی قندیل۔"

"بعض اوقات میں سوچتی ہوں تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو گے؟"

"میں تمہارے بارے میں کیا سوچتا ہوں گا....." غزال نے عجیب سی مسکراہٹ سے کہا۔

"ہاں غزال اب میں ایک پاگل لڑکی ہوں۔" قندیل کے منہ سے ایک سسکی کے سے
انداز میں نکلا۔

"تم جو کچھ بھی ہو قندیل' میں تم پر مٹ جاؤں گا' میں ان تمام پراسرار قوتوں کو شکست
دے دوں گا یہ میرا عزم ہے تمہیں بھی ایسا دوسرا انسان نہیں ملے گا قندیل آزمالینا۔"

"خداوند عالم مجھے کسی دوسرے انسان کا تصور بھی نہ دے۔ غزال ایک بات کہوں؟"

"ہاں ضرور کہو۔"

"غزال میں'..... غزال تم' مجھ سے شادی کر لو۔ مجھے غزال نہ جانے کیا کیا خیال آتے
ہیں۔ میں غزال میں' میں وہ سب کچھ الفاظ میں نہیں کہہ سکتی جو میں سوچتی ہوں۔ تم مجھ
سے شادی کر لو غزال۔ ہو سکتا ہے تمہاری زندگی کا ایک حصہ بن کر میں تقسیم نہ ہو سکوں۔
پھر غزال تم۔ تم میری زندگی کے مالک بن جاؤ گے۔"

غزال کا دماغ جھنجھنا کر رہ گیا۔ عجیب الفاظ تھے انوکھا تصور تھا۔ شادی مگر کیسے۔ کیا یہاں
ان جنگلوں میں۔ اس وحشتناک ماحول میں۔ شادی شادی۔ ایک فائر کی آواز ابھری اور سب

اچھل پڑے۔ گھوڑوں نے کنوتیاں بدلیں اور سب نے لگامیں کھینچ لیں۔ رائفلیں سیدھی ہو گئیں۔ فائر کرنے والا سراتو تھا۔ جو اپنے گھوڑے کا رخ بدل کر عقب میں دیکھ رہا تھا۔ راج دیو نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سراتو کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ فائر سراتو کی رائفل سے ہوا ہے۔ سراتو اس کے قریب پہنچتے ہی بولا۔

"شر' شر' چیتا' وہ ایک خطرناک چیتا تھا میں نے اش پر گولی چلائی ہے۔"

"کہاں" راج دیو نے رائفل سیدھی کر کے کہا۔ کوئی چیز عقبی درختوں کی جڑوں میں اگی ہوئی جھاڑیوں میں اچھلی تھی اور راج دیو کو یقین ہو گیا کہ سراتو نے کوئی کارروائی کر ڈالی ہے۔ لیکن دعوے سے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ جس چیتے پر اس نے گولی چلائی ہے۔ وہ ہلاک ہو گیا ہے اور راج دیو جانتا تھا کہ زخمی چیتا کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی تیز نگاہیں تھوڑی دور تک جائزہ لیتی رہیں اس دوران راؤ سکندر بھی اس کے پاس پہنچ گیا تھا اور راج دیو نے اسے صورت حال بتا دی تھی۔ پھر وہ دونوں گھوڑے سے اتر کر پوزیشن لیتے ہوئے اس جانب بڑھنے لگے جہاں اب بھی کچھ آہٹیں سنائی دے رہی تھیں اور گھاس ہل رہی تھی۔ انہوں نے گہری نگاہوں سے جھاڑیوں میں دیکھا۔ لیکن پھر انہیں اندازہ ہو گیا کہ ہلنے والی چیز کم از کم چیتا نہیں ہے کیونکہ اس کا حجم نظر آنا چاہئے تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے اور وہاں انہوں نے ایک بندر کو خون میں لت پت دیکھا۔ اس کے نچلے دھڑ میں گولی لگی تھی اور وہ اپنے اگلے دونوں ہاتھوں سے بدن کو گھسیٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ راج دیو اور راؤ سکندر نے گہری سانس لی۔ اس دوران سراتو بھی ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے بھی بندر کو دیکھا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"شر بائی گوڈ' بائی گوڈ' وہ چیتا تھا' شر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں' وہ چیتا ہی تھا۔"

راؤ نے سراتو کا چہرہ دیکھا' سراتو بہرطور جنگلوں کا باسی تھا ایسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو سکتا لیکن اب چیتے کو کہاں تلاش کیا جاتا' ہو سکتا ہے سراتو نے چیتے پر گولی چلائی ہو اور کوئی بندر درمیان میں آ گیا ہو' چیتے کا آس پاس پتہ نہیں تھا' دونوں واپس پلٹ پڑے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے' اس کے بعد یہ طے کیا گیا کہ راؤ سکندر بالکل پیچھے رہے اور سراتو کے ساتھ عقب کا جائزہ لیتا رہے اور راج دیو اس قافلے کے آگے آگے سفر کرے۔

غزال اور قندیل کی گفتگو اس ہنگامے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی اور اس کے بعد ان لوگوں نے کافی فاصلہ تیز رفتاری سے طے کیا' تاکہ کسی ایسی کھلی جگہ جا پہنچیں جہاں اگر چیتا ان کا تعاقب کر رہا ہے تو ان کی نگاہوں میں آ جائے راستے اب دشوار گزار ہونے لگے تھے۔ بعض جگہ جنگل کے درختوں میں لمبی لمبی جٹائیں لٹکی ہوئی تھیں' جو راستے روک رہی تھیں اور ان جٹاؤں کو کاٹے بغیر آگے کا سفر مشکل تھا۔ البتہ یہ آسانی تھی کہ یہ جٹائیں زیادہ نہیں تھیں اور کافی کافی فاصلے پر تھیں۔ جب جٹاؤں کا یہ سلسلہ طویل ہو گیا تو انہوں نے تھوڑا سا رخ تبدیل کر دیا۔ جنگل کے ہولناک مناظر' جانوروں کی آوازیں اور سنسنی خیز ماحول سب کو خاموش کئے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ سورج سروں پر سے گزر گیا اور جب شام ہوئی تو انہیں قدرے ایک صاف ستھرا علاقہ نظر آیا جو چھوٹی موٹی جھاڑیوں سے ضرور بھرا ہوا تھا لیکن زمین ہموار تھی اور اس پر سلیٹی رنگ کی ہلکی ہلکی ریت بکھری ہوئی تھی۔

قیام کے لئے یہی جگہ منتخب کی گئی اور گھوڑے خالی کر دیئے گئے۔ چھوٹی چھوٹی چھولداریاں نصب کر لی گئیں اور زندگی کے معمولات میں دلچسپی لی جانے لگی۔ سراتو اور کرنل فیروز رائفلیں تھامے ہوئے ڈیوٹی پر مستعد ہو گئے' کیونکہ جوں جوں جنگل گھنا ہوتا جا رہا تھا اور آبادی کے نقوش ختم ہو چکے تھے ان کی مستعدی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ ویسے بھی دونوں شکاریوں کی نظروں نے یہ بات بھانپ لی تھی کہ جنگل میں جانوروں کی کافی تعداد موجود ہے جو پہلے کی نسبت زیادہ تھی' اور خونخوار درندوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ وقت کا انتظار کریں کسی بھی لمحہ ان کی طرف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ پروفیسر غوری اور بھرت چندر خاص طور سے اس کیفیت سے متاثر تھے کیونکہ وہ عام ہی دنیا کے لوگ تھے' خاص طور سے پروفیسر غوری تو کچھ خوفزدہ سا بھی تھا اور غالباً یہ سوچ رہا تھا کہ اس نے اس مہم میں حصہ لے کر جلد بازی سے کام لیا ہے' یہ سب کچھ اس کے بس کی بات نہیں تھی' البتہ سفر میں اسے کوئی ایسی دقت نہیں ہو رہی تھی جو جسمانی طور پر اسے پریشان کر دے' بس درندوں کا ہر لمحہ خوف اس کے لئے جاں گسل تھا' بہرحال رات کے کھانے کی تیاریاں ہوئیں اور اس کے بعد وہ لوگ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد ہو گئے۔

"تقریباً رات کے ساڑھے بارہ بجے تھے' آسمان پر چاند نہیں نکلا تھا اور ستاروں کی مدھم روشنی ایک پراسرار خاموشی مسلط کئے ہوئے تھی۔ راج دیو' کرنل فیروز کے ساتھ اپنی ڈیوٹی

پر مستعد تھا اور کرنل فیروز اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہا تھا۔ کرنل کا خیال تھا کہ فوجی مہمات میں یہ لطف نہیں آتا' اس وقت ذرا کیفیت مختلف ہوتی ہے جبکہ یہاں ماحول سے لطف اندوز ہونے کے مواقع میسر ہیں۔ اچانک ہی کرنل فیروز نے راج دیو کو ایک سمت متوجہ کیا اور راج دیو چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں کہیں کہیں جھنڈ کی شکل میں بھی موجود تھیں اور کرنل فیروز کا اشارہ ایسے ہی ایک جھنڈ کی طرف تھا' راج دیو کرنل فیروز کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا پھر بولا۔

"کیا بات ہے کرنل' کچھ دیکھا ہے آپ نے....؟"

"ہاں..... دو چمکتے ہوئے جگنو نظر آئے ہیں مجھے۔" کرنل فیروز نے کہا۔ دو جگنوؤں کی بات نے راج دیو کو چونکا دیا وہ سمجھتا تھا کہ یہ دو جگنو کیا ہوتے ہیں' چنانچہ اس نے رائفل کا گھوڑا چڑھا لیا اور اس طرف دیکھنے لگا۔ ابتدا میں اسے کچھ نظر نہ آیا' لیکن پھر اس کی نگاہوں نے بہ آسانی ان دو چمکتی ہوئی سرخ آنکھوں کو دیکھ لیا' جن کے بارے میں راج دیو کو بخوبی اندازہ تھا' یقیناً سراتو کا کہنا درست تھا' چیتا بڑی ہوشیاری سے ان کا تعاقب کر رہا تھا حالانکہ بعد کے راستے میں چیتے کی موجودگی کے امکانات نہیں ملے تھے' لیکن جنگل کے جانور بھی کم ہوشیار نہیں ہوتے اور وہ جانتے ہیں کہ ماہر شکاریوں کا تعاقب کس طرح کیا جاتا ہے' یہاں تک کامیابی سے سفر کر کے چیتا ان کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن اس نے جگہ کا انتخاب صحیح نہیں کیا تھا اور یہاں سے وہ شکار ہو سکتا تھا۔

راج دیو ایک چست و چالاک شکاری کی مانند چیتے کی آنکھوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اتنے ہی فاصلے سے چیتے پر حملہ کر دیا جائے' تاکہ اگر وہ ہلاک نہ ہو سکے اور زخمی ہو کر آگے بڑھے تو اسے دوسرے فائر کا نشانہ بنایا جا سکے کیونکہ جھاڑیوں کے اس جھنڈ کے آس پاس کی جگہ صاف ستھری تھی اور اگر چیتا جھاڑیوں سے نکل کر بھاگتا ہے تب بھی خاص طور سے راج دیو کی نگاہوں میں آ سکتا ہے۔

چنانچہ وہ تیار ہو گیا۔ اس نے کرنل کو بھی اشارہ کیا اور اس کے بعد چیتے کی دونوں آنکھوں کا نشانہ بنا کر درمیان میں فائر کر دیا۔ رائفل کی ہولناک آواز نے ماحول کا سناٹا بری طرح مجروح کر دیا' جھاڑیوں میں چھپے ہوئے پرندوں نے پر پھڑپھڑائے اور اس کے ساتھ ہی راج دیو کھڑا ہو گیا۔ اس نے دفعتہ کسی سیاہ دھبے کو جھاڑیوں میں سے اچھل کر عقبی سمت

جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

جانور نے انتہائی چالاکی کا ثبوت دیا تھا اور سامنے آنے کی بجائے جھاڑیوں کے عقب میں دوڑتا چلا گیا تھا' تاکہ رائفل کی زد پر نہ آ سکے' لیکن راج دیو نے احتیاطاً ایک اور فائر بھی کر دیا' اور اس کے بعد ہوشیاری سے ادھر دیکھنے لگا۔ یہ ایک فطری چیز تھی کہ سونے والے فائر کی اس آواز سے جاگ اٹھیں چنانچہ سب ہی جاگ گئے اور صورت حال معلوم کرنے کے لئے نکل آئے' سب نے اپنی اپنی رائفلیں سنبھال لی تھیں لیکن راج دیو سے ابھی باز پرس نہیں کی گئی تھی' راج دیو چند لمحات ساکت رہا۔ پھر اس نے کرنل فیروز سے کہا کہ وہ ٹارچ سنبھال لے اور اس کے بعد راؤ سکندر کو وہاں مستعد کر کے وہ آگے بڑھنے لگا اس نے اندازہ لگایا تھا کہ جھاڑیوں کے عقب میں اور بھی جھاڑیاں ہو سکتی ہیں اور چیتا اس سمت گیا ہے' چنانچہ وہ آہستہ آہستہ ایک ایک قدم چونکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر جھاڑیوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ کرنل فیروز نے ابھی ٹارچ روشن نہیں کی تھی۔ لیکن تاروں کی چھاؤں میں انہوں نے عقبی سمت کا جائزہ لیا۔ عقبی سمت میں تقریباً ایک فرلانگ تک جو جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں تمام جھاڑیاں چھوٹی چھوٹی تھیں اور ایک بھی جھاڑی' ایسی نہیں تھی جس میں درندہ پناہ لے سکے۔ وہ تھوڑی دیر تک ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ درندہ انہیں کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ راج دیو نے یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ درندہ اگر ہلاک نہیں ہوا ہے تو کیا زخمی بھی نہیں ہوا' کرنل فیروز کے ہاتھ سے ٹارچ لی اور زمین پر ٹارچ کی روشنی ڈالنے لگا۔ اس کی نگاہیں خون کے دھبے اور قدموں کے نشانات تلاش کر رہی تھیں۔ جھاڑیوں کے بالکل عقب میں اسے قدموں کے جو نشانات نظر آئے انہوں نے راج دیو کو پاگل کر دیا۔ یہ صاف صاف انسانی قدموں کے نشانات تھے۔ سو فیصدی' انسانی پاؤں' جو دور تک چلے گئے تھے۔ راج دیو پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان نشانات کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے جھاڑیوں کے جھنڈ میں گھسنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ یہ ایک خطرناک کام تھا۔ لیکن کرنل فیروز کو وہیں مستعد کر کے وہ جھاڑیوں میں گھس گیا۔ جھنڈ اتنے وسیع بھی نہیں تھے کہ اسے بہت زیادہ دقت ہوتی۔ اس نے تمام جھاڑیاں کھنگال ڈالیں' لیکن جھاڑیوں میں کچھ نہیں تھا۔ یعنی وہ دو سلگتی ہوئی آنکھیں جو یقینی طور پر کسی جانور کی تھیں' غائب ہو چکی تھیں' لیکن یہ انسانی قدم جو بالکل تازہ تھے' کم از کم راج دیو کی نگاہیں اس سلسلے میں دھوکہ نہیں کھا سکتی

تھیں، جھاڑیوں سے نکلنے کے بعد اس نے کرنل فیروز کو ساتھ لیا اور جہاں تک بہ آسانی جا سکتا تھا، وہاں تک گیا۔ قدموں کے نشانات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا، وہ دور تک چلا گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ جو کوئی بھی تھا دوڑتا ہوا کافی قوت سے آگے نکل گیا ہے۔ پھر راج دیو خود ہی رک گیا اور اس نے کہا۔

"آیئے کرنل واپس چلیں۔"

"مگر راج دیو یہ تو ..... یہ تو انسانی قدموں کے نشانات ہیں۔"

"ہاں...."

"تو کیا وہ کوئی انسان تھا....؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کرنل۔"

"لیکن وہ آنکھیں، کیا کسی انسان کی آنکھیں اس طرح چمک سکتی ہیں....؟"

راج دیو نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ راج دیو سے صورت حال معلوم کی جا رہی تھی لیکن راج دیو خاموش تھا۔ البتہ کرنل فیروز کے لئے یہ واقعہ اتنا حیرت ناک تھا کہ وہ ایک لمحہ برداشت نہ کر سکے اور سب کو تفصیلات بتانے لگے۔ حیرت کی بات تھی، سب ہی حیران ہو گئے، لیکن اس پراسرار معمے کا کوئی حل دریافت نہیں ہو سکا تھا، نتیجے میں خاموشی کے سوا اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ البتہ کافی دیر تک اس بارے میں چہ میگوئیاں ہوتی رہیں، پھر راؤ سکندر نے کہا۔

"جنگل کی زندگی میں یہ واقعات عام ہوتے ہیں لیکن ہمارے پاس اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں ہوتا کہ ہم ہر انوکھے واقعے کو بھول جانے کی کوشش کریں اور رات کی نیندیں مجروح نہ کریں چنانچہ آپ لوگ سو جایئے یہی بہتر ہے دوسرے دن کے لئے چاق و چوبند رہنا ضروری ہے۔"

کسے نیند آئی اور کسے نہ آ سکی یہ تو وہی لوگ جانتے تھے لیکن راؤ سکندر اور راج دیو کرنل فیروز کے ساتھ مل کر اس پراسرار واقعے پر اچھی طرح غور کرتے رہے تھے۔ شکاری زندگی میں نیندوں کا تصور ذرا مشکل ہی ہو جاتا ہے۔ کتنا سونا ہے اور کتنا نہیں سونا۔ یہ بات ایک شکاری ہی جانتا ہے البتہ عام لوگوں کے لئے یہ تصور ہی بڑا عجیب ہے کہ سوئے بغیر کئی کئی دن تک سفر جاری رکھا جائے۔ البتہ یہ ضرور طے کر لیا گیا تھا کہ جب تھکن زیادہ ہو

جائے گی تو پھر ایک دو دن کسی جگہ باقاعدہ قیام کر کے نیندیں پوری کر لی جائیں گی تاکہ آگے کے سفر کے لئے کوئی دقت درپیش نہ ہو۔ راؤ سکندر اور راج دیو آپس میں بہت سے موضوعات پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ یہ پراسرار واقعات ان کے لئے باعث حیرت نہیں تھے کیونکہ سب ہی جانتے تھے کہ، وہ ایک پراسرار وجود کا معمہ حل کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ البتہ انسانی ذہن عجائبات کو آسانی سے قبول نہیں کرتا اس لئے ان کے الفاظ میں حیرت ضرور شامل رہتی تھی۔ یہ تصور بھی قائم کیا گیا تھا کہ ایڈمنڈ گارساں ان راستوں سے نہیں گزرا ہے کیونکہ اس چمکدار ریت پر جیپ کے ٹائروں کے نشانات لازمی ہونے چاہئے تھے جو اب تک کے سفر میں انہیں نظر نہیں آئے تھے۔ ہو سکتا ہے ایڈمنڈ گارساں ان سے زیادہ مناسب راستوں پر سفر کر رہا ہو لیکن وہ انسان کون تھا جو ان کا تعاقب کر رہا ہے اور وہ انسان ہے یا درندہ وہ چمکتی ہوئی آنکھیں کم از کم راج دیو تو نہیں بھول سکتا تھا۔ جس کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ وہ کسی وحشی درندے کی آنکھیں ہی ہو سکتی ہیں لیکن قدموں کے نشانات کے ملنے کے بعد اس معمے کا کوئی حل ان کے پاس نہیں تھا۔ دوسرے دن ذرا دیر سے سفر شروع کیا گیا کیونکہ دن کی روشنی میں بھی ان انسانی قدموں پر تحقیق کی گئی تھی اور راج دیو، بھرت چندر کے ساتھ ان قدموں کے نشانات پر دور تک گیا تھا۔ یہ سفر گھوڑوں پر کیا گیا تھا۔ نشانات کا سلسلہ لامتناہی تھا۔ تقریباً ڈیڑھ میل تک وہ چلے گئے تھے اور قدموں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔ یہ نشانات یہاں سے بھی آگے بڑھ گئے تھے اس سے زیادہ دور جانا مناسب نہیں تھا چنانچہ راج دیو وہاں سے واپس پلٹ پڑا اور اس کے بعد ناشتہ وغیرہ کر کے آگے سفر شروع کر دیا گیا۔ سراتو کو ان دونوں نے اپنے درمیان میں لے لیا تھا اور وہ اپنے اس مسئلے کا حل چاہتے تھے جو رات ہی کو ان کے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ راج دیو نے کہا۔

"سراتو یہ وہ جگہ بالکل نہیں ہے جہاں سے ہم گزرے تھے۔"

"کب شر؟" سراتو نے سوال کیا۔

"اس وقت جب ہم اس چھوٹی سی ندی سے واپس آئے تھے سیلاب کے دوران تو ظاہر ہے راستوں کا تعین ہی نہیں ہو سکا تھا لیکن ندی سے واپسی پر ہم کم از کم ان راستوں سے نہیں گزرے تھے جب ہم وہ لاش لے کر آئے تھے۔" سراتو کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر اس نے کہا۔

"شر میں سچ بولتا۔ یہ وہی راشتہ ہے بٹ ایشا ہو سکتا کہ کوئی دوشرا شیلاب ادھر ایشا کیا۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جن راستوں کا تم نے تعین کیا تھا ہم انہی پر آگے بڑھ رہے ہیں۔"

"یش شر' یش شر' شراتو یہی بولتا۔" سراتو نے کہا۔

"اور تمہیں پورا اعتماد ہے۔"

"شر ام کوشش کرتا۔" سراتو نے جواب دیا اور راج دیو پرخیال انداز میں راؤ سکندر کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"اس بات کے امکانات ہیں کہ جنگلوں میں تبدیلیاں ہوئی ہوں سراتو تم ہمارے ساتھ جنگل کے اس حصے تک جانے کے بعد کبھی اس ندی تک دوبارہ پہنچے۔"

"نو شر' نو شر۔" سراتو نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے کوئی ضرورت ہی نہیں پیش آئی ہو گی۔ بہرحال چلتے رہیں' کیا حرج ہے' ہمیں تو ان جنگلوں کی خاک چھانی ہی ہے۔"

سفر کے کئی دن گزر چکے تھے اور اب یہ ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ کچھ طویل قیام کیا جائے چنانچہ متفقہ فیصلے کے تحت ایسی جگہ کا انتخاب کیا جانے لگا جہاں وہ لوگ کچھ دن تک کیمپ قائم کر سکیں۔ حالانکہ ہر شخص چاہتا تھا کہ اب قیام کر لیا جائے لیکن بہتر جگہ کی تلاش میں ہی کافی سفر طے ہو گیا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جا سکتا۔ تب وہیں ایک جگہ منتخب کر لی گئی جہاں اس وقت سب موجود تھے ابھی یہاں سامان وغیرہ خچروں سے اتارا جا رہا تھا کہ اچانک سراتو دوڑتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اس نے کہا۔

"شر' شر' درختوں کا وہ جھنڈ' ادھر پانی۔" سراتو کی آواز پر سب نے اسے چونک کر اسے دیکھا راج دیو نے پوچھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا سراتو؟"

"شر ادھر جھیل ہے جھیل درختوں کے اش طرف۔"

"کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"شر پانی' پانی کا خوشبو۔"

"پانی کی خوشبو۔" راج دیو نے دلچسپی سے سراتو کو دیکھا ان میں سے کسی نے بھی پانی کی خوشبو محسوس نہیں کی تھی لیکن بہرطور راج دیو اور راؤ سکندر یہ بات جانتے تھے کہ سراتو جنگلوں کا باسی ہے۔ چنانچہ پہلے یہ طے کیا گیا کہ گھوڑوں کو دوڑا کر سراتو کے بیان کی تصدیق کر لی جائے سراتو خود بھی ان کے ساتھ تھا اور بلاشبہ درختوں کے اس جھنڈ کی دوسری طرف ایک اچھی خاصی وسیع و عریض جھیل نظر آ رہی تھی۔ راؤ سکندر نے پرخیال انداز میں داہنا گال کھجاتے ہوئے کہا۔

"راج جھیل بہت عمدہ ہے لیکن کیا تم اس بات کو نظرانداز کر دو گے کہ جنگلی درندوں کا مسکن بھی یہی ہو گا کم از کم پانی پینے کے لئے وہ یہاں ضرور آتے ہوں گے اس حساب سے یہاں رکنا مناسب ہو گا؟"

"وہ تو ٹھیک ہے راؤ لیکن اس جھیل سے فائدہ نہ اٹھانا بھی تو غیر مناسب ہو گا میرے خیال میں اگر۔"

"میری رائے اس سے ذرا مختلف ہے۔" راؤ سکندر نے درمیان سے راج دیو کی بات کاٹ دی۔

"کیا؟"

"ہم کیمپ یہیں لگاتے ہیں جھیل کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں ہے کل دن کی روشنی میں جھیل کے پانی سے فائدہ اٹھا لیا جائے گا۔"

بہرطور یہ بات شکاری جانتے ہی تھے کہ ویران جنگلوں میں جھیلوں کے کنارے قیام کا کیا نتیجہ ہوتا ہے چنانچہ کیمپ اسی جگہ رہنے دیا گیا۔ دوسرے لوگ تو پانی کے لئے ترس رہے تھے۔ اتنے دن کے سفر میں نہانے وغیرہ کا کوئی بندوبست ہی نہیں ہو سکا تھا چنانچہ جھیل کا نام سن کر سب ہی کے منہ میں پانی آ گیا تھا۔ لیکن ابھی اس پانی کو منہ سے دور ہی رہنا چاہئے تھا یہ دو ماہر شکاریوں کا فیصلہ تھا چنانچہ یہیں کیمپ قائم کر لیا گیا۔ جھیل کا کنارہ تو ایک الگ بات تھی ویسے ہی یہاں بہت سے ایسے مناظر دیکھ لئے گئے جن سے یہ اندازہ ہوا کہ واقعی جھیل کے کنارے قیام کرنا بے حد خطرناک ہو گا۔ چاند آج بھی آسمان پر نہیں تھا لیکن آسمان اتنا شفاف تھا کہ اس پر ٹمٹماتے ہوئے ستارے اچھی خاصی روشنی بکھیر رہے تھے اور تھوڑے

فاصلے کی چیز بھی دیکھی جا سکتی تھی۔ بہت زیادہ رات بھی نہیں گزری تھی۔ ان لوگوں نے کوئی آگ وغیرہ روشن نہیں کی تھی لیکن بہرطور پہرے کا معقول بندوبست تھا۔ ابھی تمام لوگ آپس میں گفتگو اور چہل قدمیاں ہی کر رہے تھے کہ اچانک ہی کچھ عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں اور ان آوازوں کو دوسرے لوگ سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں لیکن راج دیو اور راؤ سکندر فوراً رائفلیں سنبھال کر مستعد ہو گئے تھے۔ انہوں نے تھوڑے ہی فاصلے پر چرخوں کا ایک جوڑا دیکھا جو آہستہ آہستہ ان ہی کی جانب بڑھ رہا تھا' سب نے دم سادھ لئے ذرا سی آہٹ ہوتی اور چرخوں کے کان کھڑے ہو جاتے راج دیو چند لمحات سوچتا رہا۔ ان کے شکار سے کوئی فائدہ نہیں تھا' گولی چلانے کا خطرہ اس وقت مول لینا مناسب نہیں تھا' ہو سکتا ہے آس پاس جنگلی جانور ہوں' اسی طرح خاصی دیر گزر گئی۔ چرخوں کا جوڑا ان کے قریب آنا چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر دفعتہ ہی راج دیو نے راؤ کا شانہ دبایا اور راؤ سکندر کی نگاہیں راج دیو کے اشارے کی جانب اٹھ گئیں..... ایک قوی ہیکل شیر جنگلی درختوں کے جھنڈ سے نکل کر قدم بقدم چرخوں کے جوڑے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کھلے میدان میں ابھی تک اس نے آدھا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ اس کی نگاہ کسی اور جانب اٹھ گئی' اس نے غالباً گھوڑوں کو دیکھ لیا تھا' جو ایک سمت بندھے ہوئے تھے' اور پھر وہ اتنے زور سے دھاڑا کہ چرخ دہشت سے بری طرح چیختے ہوئے بھاگ اٹھے۔ شیر نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا اور پھر وہ چرخوں کے پیچھے چل پڑا۔ گویا بھپکی دے رہا ہو چرخ اس طرح دوڑ رہے تھے' جیسے کوئی بلا ان کے پیچھے لگ گئی ہو' لیکن اس نے زیادہ دور تک ان کا تعاقب نہیں کیا اس کی نگاہوں میں گھوڑوں کی زیادہ اہمیت تھی۔ وہ رک گیا اور اپنی جگہ کھڑے ہو کر' گھوڑوں کی جانب دیکھنے لگا۔

راؤ اور راج دیو نے نشانے باندھ لئے تھے شیر کے بارے میں انہیں یہ اندازہ تھا کہ وہ چند قدم آہستہ آہستہ آگے بڑھے گا اور اس کے فوراً بعد ہی گھوڑوں پر چھلانگ لگا دے گا۔ چنانچہ وہ دونوں پوری طرح ہوشیار تھے لیکن گھوڑوں کی چھٹی حس نے بھی انہیں خبردار کر دیا تھا کہ خطرہ سر پر موجود ہے' چنانچہ وہ بے چین نظر آ رہے تھے۔ سراتو نے اس موقع پر سمجھ داری کا ثبوت دیا اور گھوڑوں کے پاس پہنچ کر کھڑا ہو گیا بہرطور وہ ایک بہادر آدمی تھا اور یہ جاننے کے باوجود کہ شیر گھوڑوں کی طرف متوجہ ہے اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں

ڈال دیا تھا..... اس صورت میں راؤ سکندر اور راج دیو کی ذمہ داری زیادہ بڑھ گئی تھی۔ شیر ان کے اندازے کے مطابق آہستہ آہستہ چند قدم آگے بڑھا۔ تمام لوگ دہشت بھری نگاہوں سے جنگل کے بادشاہ کی یہ کیفیات دیکھ رہے تھے' پھر دفعتہ ہی شیر کے حلق سے ایک اور خوفناک دھاڑ نکلی اور اس نے گھوڑوں کی طرف چھلانگیں مارنا شروع کر دیں۔ لیکن راج دیو اور راؤ سکندر بھی ہوشیار تھے۔ اور بلاشبہ وہ آج بھی اتنے ماہر شکاری تھے جتنے کسی زمانے میں ہوتے تھے' چنانچہ دونوں کی رائفلوں نے بیک وقت گولیاں اگلیں اور یہ دونوں گولیاں شیر کے جسم کے دو مختلف حصوں میں پیوست ہو گئیں۔ شیر کی ایک خونخوار دھاڑ سنائی دی اور وہ ایک لمبی زقند لگا کر زمین پر گرا۔ چند لمحات زمین پر تڑپتا رہا' اس کے بعد پھر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا' اور اس بار اس کا رخ ان دونوں کی جانب تھا' کرنل فیروز' پروفیسر غوری اور بھرت چندر کے حلق سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل گئیں' لیکن دوسری دونوں گولیاں شیر کے دماغ پر پڑی تھیں اس نے الٹی قلابازی کھائی اور کئی قلابازیاں کھاتا ہوا ان سے تقریباً پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر آ گیا۔ اس وقت بھی اس کی وحشتناک آنکھیں ان کی جانب نگراں تھیں اور وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ پنجوں کے بل بیٹھتا چلا گیا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس کی تھوتھنی زمین پر جا لگی' گولیوں نے اس کا بھیجا اڑا دیا تھا۔

راج دیو اور راؤ سکندر اس کی جانب دوڑ پڑے کرنل فیروز کے حلق سے ایک آواز نکلی لیکن پھر اس نے اپنا منہ بند کر لیا۔ ظاہر ہے اس مسئلے میں وہ انہیں نہیں ٹوک سکتا تھا۔ وہ سب شیر کے قریب پہنچ گئے۔ بہت خوفناک شیر تھا کافی دیر تک اس کا جائزہ لیا گیا پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر تک اسی پر تبادلہ خیال کیا گیا اور پھر غیر متعلقہ لوگوں کو آرام کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔ پہرے کی ذمہ داری راج دیو اور راؤ سکندر نے سنبھال لی تھی۔ اس وقت یہی ضروری تھا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ طویل قیام کے لئے یہ جگہ قطعی غیر موزوں ہے کیونکہ جھیل کی وجہ سے یہاں جانوروں کا دباؤ زیادہ رہے گا اس لئے کہیں اور کیمپ لگایا جائے۔

رات کے دوسرے پہر کا آغاز ہی ہوا تھا کہ دفعتہ سونے والے جاگ گئے اچانک گولیاں چلنے کی آوازیں ابھری تھیں اور چند لمحات میں ان آوازوں نے شدت اختیار کر لی تھی۔ ابھی

ان کی سمت کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن یہ آوازیں سب کے لئے حیرت کا باعث تھیں۔
راؤ سکندر نے چیخ کر دوسرے لوگوں سے کہا کہ وہ کھڑے نہ ہوں کیونکہ گولیوں کا رخ ادھر بھی ہو سکتا ہے اس کی ہدایت پر سب نے عمل کیا اور وہ سب کہنیوں کے بل زمین پر اوندھے لیٹ گئے۔ کرنل فیروز نے سب کو رائفلیں سنبھالنے کی ہدایت کر دی تھی اور پھر وہ اپنی رائفل سنبھالے ان کے قریب پہنچ گیا۔

"کیا یہ آواز جھیل کی جانب سے آ رہی ہے کرنل؟"

"نہیں ان کا مرکز دائیں سمت ہے۔"

"فاصلہ کتنا ہو گا؟"

"تقریباً ڈیڑھ میل۔"

"آپ کو یقین ہے؟"

"ہاں۔" کرنل نے پراعتماد لہجے میں کہا وہ فوجی آدمی تھا اور اس سلسلے میں اس کے تجربے پر شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا۔ "ان کی تعداد کسی طور پر پندرہ بیس سے کم نہیں ہے۔"

"کون لوگ ہو سکتے ہیں؟" راج پرخیال انداز میں بولا۔

"ایک ہی طرف ذہن جا سکتا ہے یعنی ہمارے دوست گارساں کا قافلہ۔ لیکن وہ گولیاں کس پر چلا رہے ہیں۔"

"کم از کم اس طرف نہیں۔" کرنل نے جواب دیا۔

فائرنگ مسلسل دس منٹ تک پوری شدت سے ہوتی رہی۔ جنگل کا ہولناک سناٹا بری طرح مجروح ہو گیا تھا۔ جنگلی جانور وحشت زدہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ سوتے ہوئے پرندے چیختے ہوئے فضا میں بلند ہو گئے تھے جنگلی جانوروں کے قدموں کی دھمک بھی سنائی دے رہی تھی کبھی کبھی شیر کی دھاڑ بھی گونج اٹھتی ایک عجیب سی افراتفری کا عالم تھا۔ پھر گولیوں کی آوازیں بند ہو گئیں لیکن انہوں نے بہت سے جانوروں کو سائے میں دوڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ مستعد تھے کہ جانوروں کے یہ غول بدحواسی میں ادھر کا رخ کریں تو انہیں سنبھالا جا سکے لیکن خوش قسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ وہ مستعدی سے ماحول پر نگاہ جمائے ہوئے تھے اور اس وقت تک یہ مستعدی کم نہ ہوئی جب تک یہ آواز معدوم نہ ہو گئی۔

"کرنل فیروز آہستہ سے بولا۔ "اب کیا ارادہ ہے راؤ؟"

"کچھ نہیں کرنل آرام کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم اس وقت کسی حماقت کا مظاہرہ نہیں کریں گے صبح سے پہلے یہاں سے ہلنا بھی مناسب نہیں ہو گا۔"

"ہوں۔" کرنل نے کہا۔ "ایک گروہ کے بارے میں تو یہ اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے کہ وہ ایڈمنڈ گارساں کا گروہ ہو سکتا ہے لیکن دوسرا گروہ؟"

"ممکن ہے ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی ہو۔"

"سب کچھ ممکن ہے۔"

"تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" راج بولا۔

"تمام امکانات کو نگاہ میں رکھنا ہو گا راج۔ کوئی دھوکا بھی ہو سکتا ہے اس بات کے امکانات بھی تو تھے کہ ہم ان آوازوں کا راز معلوم کرنے کے لئے بے اختیار دوڑ پڑتے اور اس کے بعد کیا ہوتا سوچا جا سکتا ہے۔"

"اوہ!" راج نے آہستہ سے کہا اور خاموش ہو گیا۔

باقی رات بڑی بے سکون گزری تھی۔ دوسری صبح طے کیا گیا کہ پہلے جھیل کا رخ کیا جائے اس کے بعد کرنل کی تعین کردہ سمت میں بڑھ کر دیکھا جائے کہ کیا صورت حال ہے تجسس سب کو تھا لیکن سبھی کو جلد بازی کے مظاہرے سے روک دیا گیا تھا۔ چنانچہ اطمینان سے چھولداریاں اکھاڑی گئیں اور پھر جھیل کی طرف بڑھنے لگے۔ جھیل کا منظر دن کی روشنی کے باوجود بے حد خوفناک تھا۔ جانوروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ درندوں کے پنجوں کے نشانات نظر آ رہے تھے لیکن جھیل بے حد شفاف تھی چنانچہ سب ہی مچل گئے۔ قندیل کا احترام مانع تھا چنانچہ اسے وہاں سے کچھ فاصلے پر لے جایا گیا اور اس کے بعد باقی لوگ لباس اتار اتار کر جھیل میں کود گئے۔ صاف شفاف پانی میں کافی دیر تک چہلیں ہوتی رہیں پھر غزال اور راج دیو کو نہانے کا موقع دیا گیا اور سب سے آخر میں جھیل کے چاروں طرف گھیرا ڈال کر رخ تبدیل کر لئے گئے اور قندیل کو بھی پانی میں اترنے کی اجازت دے دی گئی۔

درمیان داخل ہو گیا اور پھر صرف تیس سیکنڈ کے بعد وہ باہر نکل آیا اب ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو بلا رہا تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی سب نے گھوڑوں کی لگامیں چھوڑ دیں اور آن کی آن میں تین چٹانوں کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے جو چیز انہیں نظر آئی وہ خون کی ایک موٹی لکیر اور زمین پر کسی زخمی کے گھسٹنے کے نشانات تھے۔ وہ سب ہی گھوڑوں سے نیچے کود گئے اور تیزی سے راج دیو کے پاس پہنچ گئے پھر راج دیو کے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئی انہوں نے خود ہی اس کو دیکھ لیا تھا جس کے سنہرے بال بکھرے ہوئے تھے اور جو مردانہ لباس میں ملبوس تھی۔ اس کا پورا لباس خون میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ زندہ ہے۔" راج دیو نے انکشاف کیا۔

"اوہ یہ خون؟" کرنل فیروز نے کہا۔

"گولیاں پیٹ میں لگی ہیں۔" راج نے جواب دیا۔

لڑکی کو چٹانوں کے درمیان سے باہر لے آیا گیا اور سراتو کی مدد سے اس کے زخموں کی دیکھ بھال کی گئی راؤ اور راج اس کے زخموں کا جائزہ لے رہے تھے باقی لوگ رائفلیں سنبھالے ہوئے مستعد تھے۔ دونوں گولیاں پیٹ میں رہ گئی تھیں اور پار نہ ہو سکی تھیں یہ تشویشناک بات تھی لڑکی کسی یورپی ملک سے تعلق رکھتی تھی اور کافی توانا تھی۔ عارضی طور پر اس کے زخموں پر مرہم رکھ کر پٹیاں کس دی گئیں اور اسے ایک بستر سا بنا کر لٹا دیا گیا۔

کافی مشکل صورت حال درپیش تھی۔ سب جانتے تھے کہ وہ ایڈمنڈ کی ساتھی ہے لیکن ہر بات سے قطع نظر وہ انسان تھی اور ایک انسانی زندگی کا معاملہ تھا۔ سب مشورہ کرنے بیٹھ گئے۔

"کیا کرنا چاہئے؟"

"گولیاں پیٹ میں ہیں۔ کچھ کرنا ضروری ہو گا۔"

"خون بھی کافی بہا ہے۔ غالباً یہ زخمی ہونے کے بعد گھسٹتی ہوئی ان چٹانوں کے درمیان آئی ہے۔"

"لیکن کیا کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ اس عالم میں واپسی کا سفر کر سکتی ہے بستی بھی قریب نہیں ہے۔"

"بستی میں اسپتال تو نہ ہو گا۔"

"شرکاری ڈسپنسری ہے شربٹ ادھر ڈاکٹر نہیں ہوتا۔" سراتو نے کہا۔

"اسپتال کہاں ہے سراتو؟"

"اش کے لئے رائے پور جانا ہو گا۔"

"او مائی گاڈ۔ اس میں تو ایک ہفتہ سے زیادہ لگ جائے گا۔" راؤ نے پریشانی سے کہا۔

"اور اس عالم میں ایک ہفتہ۔" کوئی فیصلہ نہ ہو پا رہا تھا حالانکہ اس کا تعلق دشمنوں سے تھا لیکن اس عالم میں دشمنی برقرار نہیں رکھی جا سکتی تھی اور پھر اسے اس عالم میں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا یہ بھی بے حسی کی بدترین مثال تھی اور یہ لوگ اس مثال کو دہرانا نہیں چاہتے تھے۔ کرنل فیروز نے تجویز پیش کی۔

"میری رائے میں ہم اسے ساتھ لے کر آگے بڑھیں اور اگر وہ لوگ نظر آ جائیں تو اسے ان کے حوالے کر دیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ کسی ایسی آفت میں گھر گئے ہوں کہ اسے چھوڑے بغیر چارہ کار نہ ہو اور اسے دوبارہ پا کر انہیں خوشی ہو۔ یہ الفاظ میں بالکل مجبوری کے عالم میں کہہ رہا ہوں ایک انسانی زندگی بچانا بیشک سب سے اہم کام ہے لیکن ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں اگر ہم اپنی اس مہم کو ادھورا چھوڑ کر واپس چلتے ہیں تب بھی اتنے ہی دن درکار ہوں گے جتنے دن یہاں آنے میں لگیں گے بلکہ احتیاط کے پیش نگاہ اس سے بھی کچھ زیادہ دن لگ جائیں گے اس دوران جو ہونا ہے ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔"

"کیا؟"

"گولیاں پیٹ میں لگی ہیں۔ اگر انہوں نے کوئی نازک حصہ متاثر نہیں کیا ہے تو یہ بچ بھی سکتی ہے۔ گولیاں اکثر جسم کے مختلف حصوں میں رہ جاتی ہیں اور انسان پوری عمر گزار لیتا ہے۔"

"اس سے زیادہ کچھ ممکن بھی نہیں ہے کرنل! بس اتنا ہی کیا جا سکتا ہے۔" راؤ نے کہا۔

چنانچہ ایک سٹریچر بنایا گیا اور لڑکی کو اس پر لٹا دیا گیا۔ اس کے بعد دیگر چیزوں کا جائزہ لیا گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ ان کا مقابلہ کس سے ہوا تھا اور وہ کون لوگ تھے۔ سراتو کی کھوج نے جیپ کے نشانات تلاش کو لئے اور وہ چیخ چیخ کر ان سب کو نشانات

کے بارے میں بتانے لگا۔ سب نے یہ نشانات دیکھے وہ جیپوں کے نشانات تھے اس سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ لڑکی ایڈمنڈ کی ساتھی ہی ہے۔ گویا ایڈمنڈ کے دو ساتھی ہولناک حادثوں کا شکار ہو گئے ایک وہ مرد جسے کوئی وحشی درندہ چبا گیا اور دوسری یہ لڑکی۔

پروفیسر غوری نے بھرت چندر سے کہا۔ "بھرت ایک انکشاف میرے پیٹ میں بہت دیر سے گڑبڑ کر رہا ہے۔" اور بھرت چندر چونک کر پروفیسر کو دیکھنے لگا۔ "یہ تین چٹانیں پھول کی پتیوں کی مانند ہیں وہ نقشہ جس میں مختلف نقش بنے ہوئے تھے ان تین چٹانوں کا اظہار بھی کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"اوہ۔ گڈ اس کا مطلب ہے کہ ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ بات تو دوسرے لوگوں کو بتانا ضروری ہے۔" بھرت چندر نے کہا۔ سب ہی اس انکشاف سے خوش ہوئے تھے۔

"یہ بھی تو سوچئے حضرات کہ ایڈمنڈ صحیح راستے پر ہے۔" راؤ نے کہا۔

"یقیناً اس نے نقشے کی تفصیلات معلوم کرنے کا کوئی معقول بندوبست ضرور کیا ہو گا اور پھر وہ نقشہ اس کے پاس موجود ہے۔"

"یہ جگہ طویل قیام کے لئے بری نہیں لیکن رات کا ہنگامہ بھی اس میں کھٹک رہا ہے اور اسے مخدوش قرار دیا جا سکتا ہے چنانچہ یوں کیا جائے کہ آج کا سفر اور کر لیا جائے اس کے بعد پہلی مناسب جگہ ہم قیام کر لیں گے۔ اس طرح زخمی لڑکی کی دیکھ بھال بھی ہو جائے گی اور ہم تھکن اتار لیں گے یوں تو ان علاقوں کو کہیں بھی غیر مخدوش نہیں کہا جا سکتا۔" راؤ سکندر نے کہا۔ کسی نے اعتراض نہیں کیا اور پھر سب وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ لڑکی کے زخموں کی احتیاط کی وجہ سے سفر بہت سست رفتار رہا اور شام کو چار بجے تک وہ صرف چند میل جا سکے پھر ایک جگہ بھی مناسب سی نظر آ گئی علاقہ چٹانی ہی تھا لیکن صاف ستھرا اور کسی حد تک محفوظ بھی تھا۔ اس دوران انہیں جیپوں کے نشانات ملتے رہے تھے لیکن تاحد نگاہ کوئی گاڑی نظر نہیں آئی تھی۔

طویل قیام کے لئے منتخب جگہ چھولداریاں وغیرہ نصب کر لی گئیں چٹانوں میں مورچے بنا لئے گئے اور اس کے بعد دوسرے معمولات کا آغاز ہو گیا۔

راؤ نے کہا۔ "ہم لوگ پے درپے کچھ ایسے واقعات کا شکار رہے کہ ابھی تک جنگل کی

زندگی کا لطف بھی نہیں اٹھایا جا سکا۔ میرے خیال میں اس قیام کے دوران ہرن وغیرہ تلاش کریں گے تازہ گوشت کو ترس گئے ہیں۔"

"درندہ جاگ اٹھا۔" راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ماحول میں کوئی خاص بات نہ تھی سپاٹ سپاٹ جگہ تھی۔ قندیل کافی ہمدردی سے زخمی لڑکی کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی ہر شخص ہی اس کے لئے دکھی تھا لیکن یہ بھی ایک ٹھوس سچائی تھی کہ وہ کتنا ہی ایثار کرتے اس کے لئے کوئی معقول بندوبست نہیں کر سکتے تھے۔ واپسی کا بھی کوئی موثر فائدہ نہیں تھا چنانچہ اسے تقدیر پر چھوڑ دیا گیا تھا ہاں حتی المقدور اس کی دیکھ بھال کی جا رہی تھی۔ قندیل اس واقعے کے بعد سے بالکل نارمل تھی اور اس وقت بھی لڑکی کے پاس ہی سو رہی تھی۔ رات کا آخری پہر بھی گزر گیا چاند چمکنے لگا تھا تبھی لڑکی کو ہوش آ گیا اور اس نے پانی مانگا۔ قندیل فوراً اٹھ گئی اور اس نے بڑی محبت سے اسے پانی پلایا۔ سب ہی جاگ گئے تھے۔ لڑکی پانی پینے کے بعد دیر تک آسمان کو تکتی رہی۔ اس کے چہرے پر سوچ کے گہرے سائے نظر آ رہے تھے۔ پھر اس کے انداز میں اضطراب پیدا ہو گیا اور اس کے حلق سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔

"گھبراؤ نہیں۔ بالکل نہ گھبراؤ۔ تم محفوظ ہو۔ ہم سب تمہارے دوست اور ہمدرد ہیں۔ تمہیں ہمارے پاس کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" غزال نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں کہاں ہوں۔ آہ وہ سب کہاں ہیں۔ کیا وہ سب مارے گئے۔ کیا تم نے.....تم.....تم" وہ پھٹی پھٹی نظروں سے غزال کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم نے سب کو مار دیا؟"

"نہیں..... ہم ان میں سے کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم تو شکاری ہیں تمہیں تین چٹانوں کے درمیان زخمی پڑے دیکھا تو ہم اٹھا لائے۔ تمہارے ساتھی تو تمہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔"

"پانی۔ مجھے پانی دو۔" اس نے کہا۔

"پروفیسر اسے کافی دی جا سکتی ہے؟" غزال نے پوچھا۔

"زخم پیٹ میں ہیں، مگر پانی بھی تو دینا ہی ہو گا۔ میرے خیال میں کافی دے دو۔" کافی تیار ہو رہی تھی۔ لڑکی کو کافی پلائی گئی اور اس کے چہرے پر بشاشت نظر آنے لگی۔ اس نے

شکر گزار نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ تمہارے پیٹ میں گولیاں لگی ہیں۔" کرنل فیروز نے کہا۔ "گولیاں۔ ہاں... آں.... آں..." وہ رونے لگی۔ "میں زخمی ہو گئی تھی اور وہ..... وہ مجھے..... میں نے ماٹلر کے پاؤں پکڑ لئے تھے مگر اس نے اپنی جان بچانے کے لئے مجھے دھکا دیا اور..... وہ ..... مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ سب چلے گئے حالانکہ میں' میں" وہ سسکنے لگی۔

"خود کو سنبھالو اور ہمیں بتاؤ کہ ہم تمہارے لئے کیا کریں۔"

"کچھ نہیں پلیز۔ کچھ نہیں مجھے یہیں چھوڑ دو۔ میں خود کو سزا دینا چاہتی ہوں۔ پاپا کہتے تھے کہ وہ ایک خود غرض انسان ہے اس پر بھروسہ کرنا غلط ہے مگر میں نے کہا تھا۔ پاپا آپ خود غرض ہیں وہ نہیں اور..... اور مجھے مرجانا چاہئے۔ مجھے۔"

سب ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر غوری نے کہا۔

"تم ہمارے بارے میں کیا جانتی ہو؟"

"میں نے اندازہ لگا لیا ہے۔ آپ لوگ.... آپ لوگ گارساں کی پارٹی کے لوگ نہیں۔ لیکن..... آئی ایم سوری۔ آپ مجھے یہیں چھوڑ دیں پلیز۔ آپ لوگ مجھے یہیں چھوڑ دیں۔"

"تمہارا کیا نام ہے بیٹی؟" کرنل فیروز نے کہا۔

"ہلینا' ہلینا گراہم۔"

"سنو ہلینا' ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں چھوڑ دیں۔ تم جو کچھ بھی ہو انسان ہو۔ ہم تو تمہیں واپس لے جا رہے تھے لیکن تمہارے زخموں کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ تمہاری حالت بہتر ہو جائے تو مکمل طور پر آزاد ہو گی۔ اگر تم واپس جانا چاہو گی تو تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر گارساں کے پاس جانا چاہو گی تو تمہیں اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

"نہیں۔ میرا اب ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو ماٹلر کے ساتھ آئی تھی۔"

"ماٹلر کون ہے؟"

"ایک خود غرض اور بے غیرت انسان.... میرا اب اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

سب ہی کے ذہنوں میں تجسس تھا اور وہ لڑکی سے بہت کچھ پوچھنا چاہتے تھے گارساں کے بارے میں اس کے ساتھیوں کے بارے میں' اس شخص کے بارے میں جسے کسی جانور

نے ہلاک کر دیا تھا۔ بہت سے سوالات تھے ان کے ذہن میں جن کا جواب اس لڑکی سے مل سکتا تھا لیکن اتنی گفتگو کرنے کے بعد اس کے چہرے پر نقاہت ٹپکنے لگی تھی اور آواز میں کمزوری محسوس ہونے لگی تھی چنانچہ اس سے مزید گفتگو کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ذہن کے آخری گوشوں میں یہ احساس بھی تھا کہ ہو سکتا ہے لڑکی جانبر نہ ہو سکے۔ گارساں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں کوئی بھی وحشی صفت اور خود غرض نہیں تھا' نہ ہی کسی خزانے کی تلاش میں جا رہا تھا جس کی وجہ سے ان کے دل میں مکاری ہو' انسانی ہمدردی کو اولیت دی گئی اور یہی وجہ تھی کہ ہلینا کے ساتھ یہ تمام لوگ بڑی محبت سے پیش آ رہے تھے چنانچہ اس کی اس کیفیت کے پیش نگاہ اس سے مزید سوالات کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ قندیل چونکہ خاص طور سے لڑکی کی جانب متوجہ نظر آ رہی تھی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اس پورے گروہ میں پہلی بار ایک لڑکی کا اضافہ ہوا تھا اس لئے قندیل کی فرمائش پر ہلینا کو قندیل کی چھولداری میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں قیام کے سلسلے میں چونکہ یہ طے کیا گیا تھا کہ اس جگہ کافی وقت گزارا جائے گا بشرطیکہ کوئی خاص حادثہ نہ پیش آئے۔ چنانچہ تمام ہی لوگ ذرا طویل قیام کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ راؤ سکندر شکار کے لئے بے چین تھا لیکن اب تک انہوں نے ایک خاص طریقہ کار رکھا تھا یعنی اگر کسی کو کہیں فاصلے پر جانا ہو تو راؤ سکندر یا راج دیو میں سے ایک آدمی دوسرے لوگوں کے پاس ضرور رہتا تھا تاکہ ایک شکاری کی حیثیت سے وہ جنگل کے معاملات پر نگاہ رکھے اور کسی خطرے سے نمٹنے کے لئے معقول ہدایات دے سکے۔ یہ ترکیب آج تک کارگر رہی تھی اور وہ کسی خطرناک حادثے سے بچے ہوئے تھے۔ راؤ کی بے چینی دیکھ کر راج دیو نے ہنستے ہوئے اسے اجازت دے دی اور کہا کہ آج وہ شکار کا گوشت کھلائے۔ راؤ خوش ہو گیا تھا یوں تو ان لوگوں میں سے تمام ہی لوگ سیر و شکار کے رسیا تھے اور ان جنگلوں میں آمد کا مقصد بھی یہی سب کچھ تھا سوائے قندیل کے مسئلے کے لیکن اعتدال سے کام لیا جا رہا تھا جہاں تک غزال کا تعلق تھا اب تک وہ ایک عام ساتھی کی حیثیت سے سفر کرتا رہا تھا حالانکہ نجانے اس کے ذہن میں کیا کیا ہو گا لیکن قندیل کی قربت اسے باقی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز تھی چنانچہ شکار کے لئے جن لوگوں کا انتخاب ہوا وہ راؤ سکندر' بھرت چندر اور سراتو تھے باقی لوگوں نے بخوشی انہیں جانے کی اجازت دے دی تھی کرنل فیروز نے ذمے داری لی تھی کہ

وہ پوری احتیاط کے ساتھ کیمپ کی نگرانی کریں گے۔ راج دیو اور غزال وغیرہ بھی مستعد تھے
پروفیسر غوری نے بھی ہنستے ہوئے اپنی خدمات پیش کی تھیں اور کہا تھا۔
"بھئی میں جانتا ہوں کہ تم لوگوں کے درمیان میں ایک بوڑھے بیل کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اطمینان رکھو اس بوڑھے بیل کے سینگ بھی ضرورت پڑنے پر بہت تیز ثابت ہوں گے۔"

سراتو، راؤ اور بھرت چندر گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑے۔ تینوں نے رائفلیں سنبھالی ہوئی تھیں اور انہوں نے جنوبی علاقے کا رخ کیا تھا جہاں جنگلوں کے آثار دور سے نظر آ رہے تھے۔ گو فاصلہ کافی تھا اور میدانی حصہ عبور کرتے ہوئے انہیں بہت دیر لگی تھی لیکن جنگلوں میں داخل ہوئے تو راؤ کی باچھیں خوشی سے کھل گئیں۔ بھرپور جنگل تھا۔ ہر قسم کے لوازمات سے آراستہ اور خاص بات یہ تھی کہ ایک چھوٹا سا برساتی نالہ ادھر سے گزرتا تھا جو اس وقت خشک پڑا ہوا تھا لیکن برسات میں اس سے بہہ کر دوسری سمت جانے والا پانی ایک وسیع و عریض گڑھے میں جمع ہو گیا تھا اور اس کی کیفیت ایک جھیل کی سی ہو گئی تھی۔ گو یہ پانی گہرا سبز اور کائی زدہ تھا لیکن بہرحال ایسے جنگلوں میں پانی کی موجودگی ہی بڑی بات ہوتی تھی اور اس کے اطراف میں شکار کا مل جانا یقینی ہوتا تھا۔ جنگل میں داخل ہونے کے بعد ان لوگوں نے اپنی رفتار ست کر دی۔ انسانی قدموں سے پاک علاقہ تھا اور یہ محسوس ہوتا تھا جیسے یہاں کبھی انسانی قدم نہ پہنچے ہوں۔ جانوروں کا بھرپور راج تھا۔ بے شمار سوکھے ہوئے ڈھانچے جو مختلف جانوروں کے تھے بکھرے پڑے ہوئے تھے اور ان کے درمیان خشک پتے سرسرا رہے تھے ماحول کافی بھیانک تھا لیکن ایک مہم جو اور ایک شکاری کے لئے ایسا ہی ماحول دلکش ہوتا ہے راؤ سکندر نے پرمسرت نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"بھرت چندر جی علاقہ بہت عمدہ ہے ذرا اس طرف دیکھئے۔" اس نے اشارہ کیا اور راؤ سکندر کے اشارے پر بھرت چندر نے اس طرف دیکھا۔ مکڑیوں کی ایک لمبی قطار ایک سمت چلی جا رہی تھی لیکن یہ مکڑیاں انتہائی حیرت ناک تھیں ان کی لمبائی چوڑائی تین تین انچ سے کم نہیں ہو گی اور ان کی پشت پر سبز اور بھورا نشان نظر آ رہا تھا۔
"ہو سکتا ہے یہ آدم خور مکڑیاں ہوں حالانکہ اس علاقے میں کبھی آدمخور مکڑیوں کے بارے میں سنا نہیں گیا۔"

سراتو نے فوراً ہی کہا۔
"شر، یہ مکڑیاں آدم خور نہیں ہیں لیکن بہت زہریلی ہوتی ہیں۔"
"ہاں سراتو تم ان کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو گے۔"
"نہیں شر، میں نئیں جانتا بٹ ایک ٹائم ایشا مکڑی ایک مین کو کاٹا تو اش کا پورا بدن پانی ہو گیا ٹب میرے کو ایشا معلوم ہوا۔"

وہ لوگ آگے بڑھتے رہے اور گھاس روندتے کانٹوں سے بچتے بچاتے بالاخر اس جوہڑ کے قریب پہنچ گئے اس جوہڑ کے نزدیک بھی کسی نیل گائے کی ہڈیاں تقریباً پانی سے تیس گز دور ایک درخت کے نیچے بکھری ہوئی تھیں۔ کھوپڑی الگ تھی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ جنگلی چیونٹوں اور بے شمار کیڑے مکوڑوں کے علاوہ سرخ رنگ کی چار پانچ مکڑیاں بھی اس لاش سے چمٹی ہوئی ہیں بہرطور اطراف کے مناظر کافی ہولناک تھے۔ راؤ سکندر نے ایک خاص بات محسوس کی کہ اس وقت جانور نظر نہیں آ رہے اور ماحول پر مکمل سناٹا طاری ہے اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی کہ جوہڑ کے آس پاس کوئی وحشی جنگلی جانور موجود ہے جس کی وجہ سے باقی جانور بھاگ گئے ہیں۔ اس نے رائفل اتار کر ہاتھ میں لے لی اور محتاط نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا بھرت چندر اور سراتو بھی اس کی اس کیفیت سے مستعد ہو گئے تھے۔ بھرت چندر نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔
"کچھ دیکھا ہے راؤ؟"
"نہیں چندر جی لیکن یہ پراسرار خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔" راؤ نے جواب دیا ور بھرت چندر اپنے بدن میں سنسنی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر وہ جوہڑ سے بائیں سمت ست روی سے چل پڑے اور ذرا سی دیر کے بعد راؤ سکندر نے ہاتھ اٹھا کر ان لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ گھوڑے بھی کان کھڑے کرنے لگے تھے۔ راؤ سکندر آہستگی سے گھوڑے سے نیچے اتر گیا اور سراتو نے اس کے گھوڑے کی لگام تھام لی ابھی راؤ سکندر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اچانک ہی اس کی نگاہ سیاہ چیونٹیوں کی ایک لمبی قطار پر پڑی جو درختوں کی جانب جا رہی تھیں اس نے اس غور سے دیکھا تو اسے درختوں کے پاس ایک جانور کی لاش پڑی نظر آئی۔ غالباً جنگلی بھینسا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کچھ اور بھی دیکھ لیا تھا۔ ایک خونخوار گلدار لاش کے عین پیچھے چپ چاپ کھڑا اس کی جانب گھور رہا تھا۔ گلدار کو

دیکھ کر راؤ سکندر ایک دم مستعد ہو گیا اور دم سادھ کر گلدار کا جائزہ لینے لگا چند لمحات خاموشی رہی۔ پھر گلدار نے دبے پاؤں بھینسے کی لاش کے گرد چکر لگایا اور اس کا پچھلا حصہ کھانا شروع کر دیا۔ گوشت چبانے اور ہڈیاں کڑکڑانے کی آوازیں سراتو اور بھرت چندر کے کانوں تک بھی پہنچ رہی تھیں۔ گلدار اپنے کام میں مصروف رہا۔ اس نے راؤ سکندر کو نظر انداز کر دیا تھا۔ راؤ سکندر نے اس کا نشانہ باندھا اور ابھی وہ فائر بھی نہیں کر پایا تھا کہ دائیں جانب سے ایک چرخ اچھلتا کودتا ہوا نمودار ہوا۔ گلدار نے چرخ کو دیکھا اور چند قدم آگے بڑھ کر غرایا۔ گلدار کی آواز سن کر چرخ زور سے چلایا اور بدحواسی میں بھاگتا ہوا سیدھا راؤ سکندر کی طرف دوڑ پڑا۔ بے اختیاری میں راؤ سکندر نے چرخ پر فائر جھونک دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چرخ تو وہیں ڈھیر ہو گیا اور گلدار گرجتا غراتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا۔ دیر تک اس کی آواز سنائی دیتی رہی تھی راؤ سکندر کو بڑا ہی افسوس ہوا بس ذرا سی کسر رہ گئی تھی لیکن اس کم بخت چرخ نے سارا کام بگاڑ دیا تھا۔ بہرحال گلدار دور بھاگ گیا تھا اور اندازے کے مطابق ابھی اس بات کے امکانات بھی نہیں تھے کہ وہ واپس ادھر پلٹے گا۔ گلدار کی ایک خاص عادت ہے کہ وہ شکار کو کھاتے ہوئے دوسرے چکروں میں نہیں پڑتا یہی وجہ تھی کہ شاید اس نے پہلے بھی راؤ سکندر کو دیکھ کر نظرانداز کردیا تھا اب ظاہر ہے یہاں رک کر اس کا انتظار تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ اس کے بعد یہ جگہ چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا گیا اور ان لوگوں نے فوری طور پر رخ تبدیل کر دیا۔ راؤ سکندر جانتا تھا کہ یہ جگہ بے حد مخدوش ہو گئی ہے۔ وہ خود تو محتاط رہ سکتا تھا لیکن گلدار کی یہ فطرت بھی تھی کہ وہ چھپ کر اپنا انتقام لینے کے لئے کوشش کرتا ہے اور کسی اونچے درخت پر چڑھ جانا اس کے لئے مشکل کام نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شکاری کی ہوشیاری اور مستعدی نے اسے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ اب اس جوہڑ سے جتنی دور نکل سکتا ہے نکل جائے۔ گلدار جس سمت گیا تھا اس کی مخالف سمت انہوں نے سفر شروع کر دیا اور پھر کافی فاصلے پر پہنچ گئے۔ سراتو اور بھرت چندر کسی قدر خوفزدہ انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ گلدار کو دیکھ کر ان پر جو دہشت طاری ہوئی تھی اور اس کے زندہ بچ جانے سے جو خوف پیدا ہوا تھا ابھی اس نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا لیکن اس کے بعد پھر انہیں سنبھلنا پڑا سراتو نے تھوڑے فاصلے پر پڑی ہوئی کوئی شے دیکھی اور شر شر کرنے لگا۔ راؤ سکندر اس کے اشارے کی جانب متوجہ ہوا اور اسے بھی ایک دم

ہوشیار ہو جانا پڑا یقینی طور پر وہ انسانی بدن تھے چمکدار دن کی روشنی میں صاف نظر آ رہے تھے۔ گھوڑوں نے لمبی لمبی زقندیں بھریں اور وہ ان انسانوں کے قریب پہنچ گئے۔ راؤ سکندر گھوڑے سے کود گیا تھا۔ وہ دو افراد تھے عجیب سے لباس میں ملبوس' عجیب سے چہروں کے مالک۔ ان کے چہروں پر نوکیلی اور اوپر کو اٹھی ہوئی مونچھیں تھیں قلمیں ٹھوڑیوں تک آ رہی تھیں۔ بال لمبے لمبے تھے بدن قوی ہیکل تھے اور ان کی لاشیں زیادہ پرانی نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ یہ اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ جنگلی جانوروں کا شکار ہوئے ہیں۔ انکے جسم خون آلود ضرور تھے لیکن ادھڑے ہوئے نہیں تھے۔ راؤ سکندر نے غور سے دیکھا تو اسے ان دونوں کے جسموں پر گولیوں کے نشانات نظر آئے۔ کئی کئی گولیاں ان کے جسموں میں لگی تھیں اور وہ انہی گولیوں سے ہلاک ہوئے تھے راؤ سکندر نے متحیرانہ انداز میں بھرت چندر کی طرف دیکھا اور اسی وقت سراتو کی آواز نکلی۔

"شر' شر' یہ شردھانئے ہیں شردھانئے۔" راؤ سکندر نے سوالیہ نگاہوں سے سراتو کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا۔

"دریائی لٹیرے شر' دریائے لٹیرے ان کا یہی حلیہ ہوتا ہے۔"

"اوہ لیکن ان کے جسموں میں گولیوں کے نشانات۔" اچانک ہی بھرت چندر بول اٹھا۔

"اگر یہ دریائی لٹیرے ہیں۔ راؤ سکندر تو پھر ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ یہ گارساں اور اس کے ساتھیوں کی گولیوں کا شکار ہوئے۔ ممکن ہے رات کے معرکے میں زخمی ہو گئے ہوں اور کسی نہ کسی طرح بھاگ کر یہاں آ گئے ہوں اور پھر انہوں نے دم توڑ دیا ہو۔اس طرح یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے کہ رات کو گارساں اور اس کے ساتھی کن لوگوں سے الجھے تھے۔ مائی گاڈ اس کا مقصد ہے کہ ان دریائی لٹیروں نے گارساں کی پارٹی پر حملہ کیا تھا ویسے تمہارا کیا خیال ہے بھرت چندر۔ کیا ہم لوگ میرا مطلب ہے کہ کیمپ والے محفوظ ہیں۔"

"محفوظ تو نہیں کہا جا سکتا راؤ لیکن اس بات کے امکانات نہیں ہیں کہ دن کی روشنی میں یہ ہم پر حملہ آور ہوں۔"

"پھر بھی محتاط رہنا ضروری ہو گا۔ یہ صرف دو بحری لٹیرے ہیں جو ہلاک ہوئے ہیں اور ہو سکتا ہے یہ دوبارہ اس سمت کا رخ کریں جب ان کا مقصد لوٹ مار ہے تو اس کے لئے کوئی فرق تو نہیں ہو گا ان کی نگاہوں میں جہاں سے بھی لوٹ مار کر سکیں۔"

"ہاں کم از کم اس طرح ہمیں ہوشیار رہنا پڑے گا۔"

اس کے بعد راؤ کسی قدر مضمحل ہو گیا تھا۔ شکار کا وہ ولولہ اور جوش جو وہاں سے آتے ہوئے اس کے دل میں تھا کسی قدر سست پڑ گیا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے تحفظ کا خیال اس کے ذہن میں آ گیا تھا اور شاید وہ وہیں سے واپس لوٹ جانے کا فیصلہ کر رہا تھا لیکن اس کی خوش قسمتی ہی تھی کہ ایک سانبھر ہنکارتا ہوا اس کے نشانے پر آ گیا اور راؤ سکندر نے بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی مناسب سمجھی۔ سانبھر کو اس نے شکار کر لیا اور یہ کام نہایت آسانی سے ہو گیا تھا۔ گولی چلنے کی آواز نے پرندوں کو درختوں سے اڑا دیا تھا اور تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ گیدڑوں کا کوئی غول جو آس پاس ہی چھپا ہوا تھا چیختا چلاتا وہاں سے دوڑ پڑا تھا اور صورت حال اس وقت پھر ذرا پریشان کن ہو گئی تھی کیونکہ ان آوازوں پر گلدار یا آس پاس موجود کوئی اور درندہ اس طرف متوجہ ہو سکتا تھا واپسی کا سفر انتہائی محتاط طور پر کیا گیا۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان آ گئے۔ یہاں کے حالات پرسکون تھے اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ سب نے خوش دلی سے راؤ سکندر کے شکار کا استقبال کیا اور سب ہی حسب توفیق اس کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تازہ گوشت کا شوق سبھی کو تھا چنانچہ قہقہے اڑنے لگے۔ ہلینا اس دوران قندیل کے ساتھ اس کی چھولداری ہی میں تھی اور قندیل بڑی محبت اور دلچسپی سے اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ شکار کے گوشت کو مزے سے اڑاتے ہوئے راؤ سکندر نے ان لوگوں کو اپنے اس شکار کے بارے میں تفصیل بتائی گلدار کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد شردھانیوں کی لاشوں کے بارے میں بتایا جسے سن کر سبھی چونک پڑے تھے۔

"اور تم اتنی دیر کے بعد ان کا تذکرہ کر رہے ہو۔" راج دیو نے کہا۔

"جلدی بھی کر دیتا تو تم کیا کر لیتے؟"

"نہیں میرا مطلب ہے کافی اہم بات ہے کیا اس بات کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ یہ دریائی لٹیرے دوبارہ اس طرف کا رخ کریں اور ہمیں بھی ایڈمنڈ کے گروہ کی طرح ان کا مقابلہ کرنا پڑے؟"

"اگر ایسا ہو جائے راج دیو تو کیا کرو گے؟" راؤ سکندر نے کہا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کیوں نہ یہ جگہ چھوڑ دی جائے اور ہم ان کے علاقوں سے دور

نکل جائیں۔"

"نوشر' نوشر' وہ اش علاقے میں دور تک جاتے ہیں زیادہ تر وہ بشیوں کا رخ کرتے ہیں ادھر انہوں نے سمجھا ہو گا کہ آشانی شے شکاریوں کو لوٹ لیں گے۔ ان شے دور دور تک کا راشتہ محفوظ نہیں ہے۔ ہو شکتا ہے وہ ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے ہوں۔" سراتو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور سبھی مسکرا پڑے تب راؤ سکندر بولا۔

"بے کار ہے راج دیو جنگل کی زندگی ہمارے لئے تو اجنبی نہیں ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہاں سے چند فرلانگ کے فاصلے پر مصیبتیں کس طرح ہمارے استقبال کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ یہ سب کچھ بے کار ہے اپنی پسند کا وقت گزارو۔ یہ جگہ ہم نے قیام کے لئے منتخب کی ہے تو بس ٹھیک ہے۔ یہیں وقت گزاریں گے اور اس کے بعد آگے کی صعوبتوں کا جائزہ لیں گے اور اگر مصیبت آنی ہی ہے تو اسے نہ یہاں روکا جا سکتا ہے نہ یہاں سے آگے۔"

"انکل ٹھیک کہتے ہیں۔ راج دیو جی ہمیں کہیں اور کسی بھی جگہ کسی بھی حادثے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے خود پر خوف مسلط کر کے مہم جوئی تو کچھ بہتر نہیں لگتی۔" غزال نے کہا اور راج دیو مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"سوری میں نے واقعی غلط بات کہی تھی۔" اس کے بعد یہی فیصلہ کیا گیا کہ اطمینان سے جتنے دن قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے اتنے دن یہاں قیام کیا جائے اور اگر اس دوران شردھانیوں کا سامنا کرنا پڑ جائے تو بہرطور ان سے جنگ کی جائے۔ یہ مسئلہ تو کہیں بھی پیش آ سکتا ہے۔ اس کے بعد تمام لوگ اپنے اپنے طور پر تفریحات میں مصروف ہو گئے۔ طے یہ کیا گیا کہ جب تک یہاں قیام ہے شکار کی تلاش جاری رہے گی۔ گلدار کے سلسلے میں بھی بندوبست کر لیا گیا تھا اور اس کے لئے یہ دو تجربے کار شکاری کافی تھے۔ چیتے کے بارے میں یہ اندازہ تھا کہ ایک بار اگر وہ کوئی سن گن پا لیتا ہے تو پھر آس پاس چکراتا ہی رہتا ہے تاوقتیکہ اسے کامیابی نہ حاصل ہو جائے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس سے پہلے شکاری کو کامیابی حاصل ہو جائے۔ چنانچہ گلدار کے استقبال کا معقول بندوبست کر لیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ شکار کو جاتے ہوئے خاص طور سے خیال رکھا جائے۔

شام ہو گئی' ہلینا کو ہر شخص ہی نے باری باری جا کر دیکھا تھا۔ وہ بہت دیر تک سوتی رہی تھی اور پھر جاگ گئی تھی۔ سراتو اور قندیل نے اس کے زخموں کو دیکھا تھا اور ان پر وہی مرہم رکھ دیا تھا جو بظاہر عام قسم کی جڑی بوٹیوں کا بنا ہوا تھا اور ایک معمولی چیز بڑی بڑی کار آمد اور قیمتی چیزوں پر حاوی ہو جاتی ہے چنانچہ اسے استعمال تو اسی انداز میں کیا جا رہا تھا کہ جیسے بات ٹالی جا رہی ہو اور صرف ایک فرض پورا کیا جا رہا ہو لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ اس کے اثرات بہت ہی انمول ثابت ہوں۔

وہ رات بالکل پرسکون گزر گئی کوئی واقعہ کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو باعث تشویش ہوتی اور دوسری صبح پہلے دن سے زیادہ خوشگوار تھی کیونکہ پورا دن اور پھر رات بھر آرام کر کے تقریباً تمام ہی لوگ چاق و چوبند ہو گئے تھے راج دیو نے آج کے شکار کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور اپنے ساتھ بھرت چندر اور کرنل فیروز کو لے لیا۔ باقی لوگ یہیں رہے تھے چنانچہ راج دیو شکار کے لئے نکل گیا اور یہ لوگ مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ قندیل کو ایک بہترین مشغلہ ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ زیادہ تر ہلینا کی دیکھ بھال کر رہی تھی اور ہلینا سے اس کی کافی گفتگو ہوتی رہی تھی۔ یورپ کے بارے میں اور دوسرے نجانے کون کون سے معاملات کے بارے میں۔

راج دیو راؤ سکندر سے اچھا شکاری ثابت ہوا اور وہ آج دو بہترین اور تومند ہرن لے کر آیا اور اس کے بعد ہرن کے لئے کام ہونے لگا۔ راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے راج دیو کے کان میں سرگوشی کی۔

”راج دیو گوشت خوری کی بری عادت میں نے تمہیں ڈال دی ہے لیکن بھرت چندر کیا سوچتا ہو گا کہ اس کا ایک ہم مذہب کس طرح جانوروں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔“

”بھلے آدمی تم نے بھرت چندر کو گوشت چباتے ہوئے نہیں دیکھا تھا سانبھر کی ران ادھیڑ کر رکھ دی تھی اس نے۔“

”ارے ہاں وہ بھی تو گوشت خور ہے۔“ راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ویسے راؤ یہ علاقہ ابھی تک تو کافی پرسکون ثابت ہوا ہے تمہارا کیا خیال ہے؟“

”ہو سکتا ہے یہاں ہمیں کوئی مشکل ہی نہ پیش آئے۔“ راؤ سکندر نے جواب دیا۔

”ہوں' بات کچھ بھی نہیں ہے مشکلات سے تو ہم جس طرح گزرے ہیں اس کا تمہیں

بھی اندازہ ہے بس میں ذرا ان دو خواتین کی وجہ سے الجھتا رہتا ہوں پہلے ایک مسئلہ تھا اب دو ہو گئی ہیں۔“

”ہاں راج اور ایک حیرت انگیز بات تم نے محسوس کی ہو گی۔“

”کیا؟“

”ہلینا بہتری کی جانب مائل ہے گویا گولیوں نے کوئی ایسی جگہ تلاش کر لی ہے جہاں وہ محفوظ ہو گئی ہیں اور ہو سکتا ہے ان سے نقصان نہ پہنچے۔“

”اس بات کے امکانات ہیں کرنل سے میری اس موضوع پر ذرا تفصیلی بات چیت ہوئی تھی۔ کرنل نے کہا تھا کہ بعض اوقات گولیاں اپنے لئے کوئی ایسی جگہ بنا لیتی ہیں جہاں سے انسانی جسم کو نقصان نہیں پہنچتا۔ کرنل نے مجھے کئی فوجیوں کے واقعات سنائے جن کے جسموں میں کئی کئی گولیاں آج تک موجود ہیں اور وہ بالکل تندرست و توانا ہیں۔“

”لیکن اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ درست ہو گئی تو ہم کیا کریں گے؟“

”یہ اس پر منحصر ہے کہ ہم نے نیک نیتی سے اسی اپنے درمیان جگہ دی ہے اور میرا خیال ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے اور اپنے ساتھیوں کے درمیان جانا چاہے تو ہم اسے کسی بھی ایسی جگہ جہاں اس بات کے امکانات ہوں گے کہ ایڈمنڈ زیادہ دور نہیں ہے اسے ایڈمنڈ کے حوالے کر دیں گے اور اگر وہ یہ نہ چاہے تو پھر ظاہر ہے انسان کی حیثیت سے اسی اپنے ساتھ رکھنا ہی پڑے گا اور جب ہم یہاں سے واپس جائیں گے تو اسے اس کی پسند کی جگہ بھیج دیں گے۔“

”بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہ بن جائے۔“

”کس طرح؟“

”وہ بہرحال ہمارے دشمنوں سے تعلق رکھتی ہے۔“

”ہاں میں نے بھی یہ سوچا تھا لیکن بہرحال اسے کوئی نقصان پہنچانا بھی ممکن نہیں ہے۔“

ہلینا کو تیسرے دن بخار ہو گیا۔ اتنا تیز تھا کہ وہ جھلس کر رہ گئی سب کو تشویش ہو گئی لیکن سراتو کو معلوم ہوا تو وہ الٹی بات کرنے لگا۔ ”شراب یہ ٹھیک ہو گئی۔“

”کیسے سراتو؟“

"شر میرا شوشر ونڈر فل ہے جڑی بوٹیوں کا ماہر شرگونتی کو جنگلی ریچھ نے زخمی کردیا تھا اش کا آنتیں ٹوکری میں رکھ کر لایا گیا تھا میرا شوشر اش کا علاج کیا۔ گونتی کی حالت خراب ہوتا گیا۔ میرا شوشر بولا اگر اس کو بخار ہو گیا تو وہ ٹھیک ہو جائے گا شب لوگ اس کا مذاق اڑایا۔ گونتی کا کلر بلیک ہو گیا۔ بٹ اش کا بعد وہ ٹھیک ہو گیا۔ شوشر بولا۔ اس کا دوا نے ریچھ کے پنجوں کا زہر فنش کیا اور اپنا کام کیا ایشا ہی یہ ہوتا ہے شر۔"

"ہو سکتا ہے سراتو تمہاری بات ہی درست ہو۔" راؤ نے کہا اور سراتو کی بات ہی درست نکلی ہلینا لوہے کی طرح تپتی رہی پورے بیس گھنٹے اس کی کیفیت خراب رہی پھر اس کا بخار خود بخود اتر گیا اور وہ نیم غشی کے عالم میں پڑی رہی۔ مزید چند گھنٹوں کے بعد وہ بہتر حالت میں آ گئی۔ اس وقت بھی قندیل اسی کے پاس تھی۔

"تم لوگ فرشتہ ہو کیا؟" اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" قندیل بولی۔

"میرا تم سے کیا تعلق ہے بلکہ میں تو تمہارے دشمنوں کے گروہ کی ایک فرد ہوں اور تم نے مجھ پر جو توجہ صرف کی ہے وہ تو.....وہ تو....."

"بہرحال تم انسان ہو۔" قندیل نے جواب دیا۔ اسی وقت غزال اندر داخل ہو گیا۔

"غزال ہلینا تمہارے بارے میں کچھ کہہ رہی ہے۔"

"میرے بارے میں۔"

"ہاں اس کا خیال ہے تم فرشتے ہو جو دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہو۔"

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ویسے اب کیا حال ہے ہلینا کا؟"

"یہ خود کو بہت بہتر محسوس کر رہی ہے۔"

"میرے خیال میں مزید ایک دو روز میں یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔" غزال نے کہا۔

ہلینا پرخیال نظروں سے غزال کو دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس کے بعد اس نے کچھ نہ کہا ہاں اس رات جب سب لوگ کھانے پینے سے فراغت حاصل کر کے خوش گپیاں کر رہے تھے وہ خود ہی چھولداری سے باہر نکل آئی۔ سب لوگ چونک کر اسے دیکھنے لگے اور پھر اسے اپنے درمیان جگہ دی۔

"میں ٹھیک ہو گئی ہوں۔" ہلینا نے کہا۔

"ہاں اور ہم تمہیں نئی زندگی کی مبارکباد دیتے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے میرے لئے یہ سب کیوں کیا۔ یہ جان کر بھی کہ میں آپ کے دشمن کی ساتھی ہوں۔"

"ہم کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے ہلینا۔ ایڈمنڈ بے وقوف تھا کہ اس نے یہ حرکت کی۔ وہ سب کچھ چوری کے مجرمانہ انداز میں حاصل کیا ہم اسے ویسے بھی دے سکتے تھے بشرطیکہ وہ کچھ اظہار کرتا۔ وہ خزانہ حاصل کرتا اور ہم صرف تحقیق کرتے خزانے ہمارے لئے بہت ہیں اور ہم میں سے کوئی کسی خزانہ کے لئے مضطرب نہیں ہے۔"

"ہاں میں نے یہ محسوس کیا ہے اور وہ اس کا نتیجہ بھگت رہا ہے۔"

"کیسے؟"

"اس کا گروہ ستائیس افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں چودہ افراد اس کی قیادت مسترد کر چکے ہیں جنگل کی صعوبتوں سے گھبرا کر وہ واپس جانا چاہتے ہیں ایڈمنڈ نے ان کے ہتھیار چھین لئے ہیں اور اسے ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے۔"

"گویا ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی ہے؟"

"زبردست۔ لوئس کو اگر ہتھیار مل گئے تو وہ ان کے لئے موت بھی ثابت ہو گا۔"

"لوئس کون ہے؟"

"یورپ کا ایک جرائم پیشہ۔ لیکن اب وہ خزانہ نہیں چاہتا دوسرا گروہ اسی کا ہے۔ اس کے گروہ کا ایک آدمی شیر کا شکار ہو گیا تھا جس کے بعد سے وہ سب بد دل ہو گئے۔ مگر ایڈمنڈ نے انہیں واپسی کی اجازت نہیں دی اور چالاکی سے انہیں قید کر لیا۔ اب وہ قیدیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"گویا زبردستی کی جا رہی ہے ان کے ساتھ۔"

"ہاں لیکن لوئس کچھ کر کے رہے گا۔ ایڈمنڈ کا پورا گروہ عجیب نفسانفسی کا شکار ہو گیا ہے۔ سب ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ مہم جان کھونے کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"ہلینا! ایڈمنڈ کے ساتھ ایک انسانی لاش تھی۔ ایک عورت کی لاش۔ اسے اس نے کس طرح محفوظ کیا ہے؟" راؤ سکندر نے پوچھا۔

"اوہ یقیناً تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو گا۔ لاش اب اس کے پاس کہاں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ ایک عجیب کہانی کے ساتھ غائب ہو گئی۔ میں اسے کہانی اس لئے کہہ رہی ہوں کہ میں اس پر اسرار واقعے کی عینی گواہ نہیں ہوں۔" ہلینا نے کہا اور سب سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ یہ انکشاف بے حد انوکھا تھا۔

سب کی نظریں ہلینا پر جمی ہوئی تھیں - وہ اس کہانی کو جاننا چاہتے تھے۔ ہلینا چند لمحات کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "لاش ایک تابوت میں تھی اور ایڈمنڈ دن رات اس کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کا مددگار پروفیسر حشمت بے ہے یہ ترکی کا باشندہ' جو قدیم زبانوں پر عبور رکھتا ہے اور خاص طور سے مصریات کا ماہر ہے - دونوں آپس میں لاش کے بارے میں گفتگو کرتے رہتے تھے ان کا خیال تھا کہ لاش جاگ رہی ہے۔"

"جاگ رہی ہے؟" راج دیو بے اختیار بول اٹھا۔ اسے وہ لمحات یاد آ گئے جب اس نے لاش میں کچھ تبدیلیاں دیکھی تھیں۔

"ہاں یہ انہیں کے الفاظ تھے۔ وہ ایسا محسوس کر رہے تھے۔ بہرحال یہ بات انہوں نے عام نہیں کی تھی اس لئے کہ دوسرے خوف زدہ نہ ہو جائیں میں نے اتفاق سے ان کی باتیں سن لی تھیں اور صرف مائر کو ان کے بارے میں بتایا تھا۔"

"مائر کون ہے؟"

"ایک خود غرض انسان جس نے مجھے خواب دکھائے تھے اور میں صرف اسی کی وجہ سے یہاں آ گئی تھی۔ وہ ایڈمنڈ گارساں کا رشتے دار بھی ہے بہترین نشانہ باز ہونے کی وجہ سے گارساں نے اسے اپنی ساتھ لے لیا تھا۔ وہی لاش کا نگران تھا۔"

"بات لاش کی ہو رہی تھی۔" کرنل فیروز نے یاد دلایا۔

"ہاں ایک تاریک رات میں اچانک ہنگامہ ہو گیا تھا۔ بعد میں مجھے وہ حیرتناک داستان سننے کو ملی۔ پروفیسر حشمت بے اور گارساں لاش کے تابوت کے پاس موجود تھے لیکن ہم خوفزدہ ہو گئے تھے۔ دفعتہ انہیں تابوت کے پاس کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں تب انہوں نے یہاں دو بوڑھے آدمیوں کو دیکھا جو نابینا تھے انہوں نے تابوت کا ڈھکن کھولا تھا۔ ٹارچوں کی تیز روشنی میں انہوں نے بوڑھوں کو دیکھ کر للکارا۔ اور بوڑھے اندھوں کی طرح ایک

دوسرے کو ٹٹولنے لگے۔ لیکن پھر گارساں اور حشمت بے کی گھگھی بندھ گئی۔ کیوں کہ انہوں نے لاش کو تابوت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر وہ سہارا لے کر تابوت سے باہر نکل آئی اور دونوں بوڑھے میری طرح بھاگ اٹھے۔ لاش کے منہ سے کچھ الفاظ بھی نکلے تھے۔ اس کے بعد لاش آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جنگل کی تاریکیوں میں گم ہو گئی۔ وہ سب پتھر کے بت بن گئے تھے۔ پھر انہیں ہوش آیا تو وہ بدحواسی کے عالم میں جنگل میں بھاگ دوڑ کرنے لگے لیکن نہ تو انہیں لاش ملی اور نہ ہی وہ دونوں بوڑھے نظر آئے۔"

"بوڑھوں کے بارے میں انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کون تھے۔" راؤ سکندر نے کہا۔ "کیا وہ نابینا بوڑھے ایڈمنڈ کے ساتھی نہیں تھے؟"

"قطعی نہیں' بعد میں ایڈمنڈ نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ آپ کی پارٹی کے لوگ ہو سکتے ہیں۔" ہلینا نے بتایا۔

"لاش کے گلے میں ایک سنہری سانپ تھا اور ایک چمڑے کی دستاویز۔ وہ ایڈمنڈ کے قبضے میں ہیں۔"

"نہیں وہ لاش کے ساتھ چلی گئیں۔"

"اوہ تب پھر ایڈمنڈ راستوں کا انتخاب کیسے کر رہا ہے۔"

"دستاویزات کی مدد سے پروفیسر حشمت بے اور ایڈمنڈ گارساں نے ایک الگ نقشہ تیار کر لیا ہے - وہی ان کا معاون ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے ہلینا - اس حملے کے بعد ان پر کیا رد عمل ہو گا۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں بس ایک بات بتا سکتی ہوں کہ اس گروہ میں ہر شخص خود غرض ہے وہ سب صرف اپنے بارے میں سوچ رہے ہیں کوئی کسی سے مخلص نہیں ہے۔ لوئس اپنے گروہ کے ساتھ خزانے کے چکر میں آ گیا تھا لیکن وہ جنگل کی زندگی سے ناواقف ہے اور پے درپے پیش آنے والے واقعات سے گھبرا گیا ہے۔ وہ واپس جانا چاہتا ہے لیکن ایڈمنڈ گارساں مجبور کر رہا ہے یہاں تک کہ گروہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور ایڈمنڈ نے تمام ہتھیار اپنے قبضے میں کر لئے تاکہ لوئس کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ لوئس بھی خار کھائے ہوئے ہے اور کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا ہے ممکن ہے خونریز تصادم۔"

ہلینا خاموش ہو گئی۔ اس نے اپنی معلومات کے مطابق انہیں سب کچھ بتا دیا تھا اور

انہیں کم از کم تمام صورت حال معلوم ہو گئی تھی۔ کرنل نے کسی خیال کے تحت ایک اور سوال کیا۔

"ہلینا تمہارا کہنا ہے کہ ان کی تعداد ستائیس کے قریب ہے۔"

"ہاں۔"

"لیکن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ان کے پاس دو جیپیں ہیں۔"

"ہاں جیپوں کا سفر ان کے لئے مصیبت بن گیا ہے اول تو یہ کہ دونوں جیپیں پرانے ماڈل کی ہیں اور ان میں اکثر خرابیاں ہوتی رہتی ہیں وہ تو لوئس کے ساتھیوں میں دو اچھے مکینک بھی ہیں جو کام چلا رہے ہیں دوئم یہ کہ پرانی ہونے کی وجہ سے وہ جیپیں زبردست پٹرول خرچ کر رہی ہیں اور پٹرول کا اتنا ذخیرہ ان کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے جیپوں میں ٹرالیاں لگوا لی ہیں جن میں کھانے پینے کا سامان اور پٹرول بھرا ہوتا ہے۔ پٹرول کا ایک ٹن لیک کر گیا جس کی وجہ سے ساتھ رکھا ہوا کھانے پینے کا بہت سا سامان خراب ہو گیا اور پھر دو جیپوں پر جب تیرہ تیرہ اور چودہ چودہ افراد لد جاتے ہیں تو ان کی رفتار بھی بہتر نہیں ہوتی اور ان میں خرابیاں زیادہ پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ ایڈمنڈ اس بات پر سخت افسردہ ہے کہ اس نے گھوڑوں کے بجائے جیپوں کا استعمال کیوں کیا۔ بہرطور سخت پریشانی کا شکار ہیں وہ لوگ جہاں کھلے اور سپاٹ میدان نظر آ جاتے ہیں وہاں جیپوں کے انجن بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر وہ لوگ انہیں دھکیل کر آگے بڑھاتے ہیں تاکہ ناہموار راستوں پر یا ایسی جگہ جہاں سے اپنی برق رفتاری سے نکل جانا ہو جیپیں کارآمد ثابت ہو سکیں۔ آپ لوگ یقین کیجئے۔ ایڈمنڈ گارساں نے ابھی بہت بڑا فاصلہ نہیں طے کیا ہے لیکن اب تک کے سفر ہی نے اسے نڈھال کر دیا ہے۔ میں اکثر مائر سے کہتی تھی کہ وہ کس عذاب میں گرفتار ہو گیا ہے۔ لیکن مائر کی آنکھوں میں بھی خزانے کی چمک ہے اور وہ ایک سنہرے مستقبل کے لئے سب کچھ فراموش کر چکا ہے کمینہ کہیں کا۔" ہلینا چند لمحات آزردہ رہی پھر اس نے کہا۔

"آپ لوگ آپ لوگ میری وجہ سے کس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔ کاش اس کا موقع نہ آتا میں نہیں جانتی کہ آپ لوگ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ کیا ہو گا میرا۔ میں' میں۔"

"دیکھو ہلینا ہم لوگ خود بھی اس سے زیادہ تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتے کہ جس طرح ہمارے ساتھ دوسرے لوگ موجود ہیں اسی طرح تم بھی سفر جاری رکھو۔ اگر ہم اس مہم سے

زندہ واپس پلٹ سکے تو جہاں تم چاہو گی پہنچا دیا جائے گا۔ تمہاری حالت تو اب کافی بہتر ہے۔ یقیناً تم بالکل ٹھیک بھی ہو جاؤ گی اس سے زیادہ تمہارے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔" راج دیو نے صاف لہجے میں کہا۔

"یہی آپ کا بہت بڑا احسان ہے ورنہ میرا تعلق جن لوگوں سے ہے انہیں سامنے رکھتے ہوئے یہ مشکل تھا کہ آپ میرے لئے یہ سب کچھ کرتے۔" ہلینا کی اس بات کا جواب کسی نے نہیں دیا۔ پھر بھرت چندر ہی پوچھ بیٹھا۔

"تم نے کہا تھا بلکہ شاید ہمیں دوسرے ذرائع سے بھی معلوم ہوا تھا کہ ایڈمنڈ کے گروہ میں دو خواتین ہیں دوسری کون ہے؟"

"پروفیسر حشمت کی بیٹی شائل۔" ہلینا نے جواب دیا۔ بہرطور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس پر بہت زیادہ گفتگو کی جاتی۔ یہاں کئی دن کا قیام ہو چکا تھا اور اب تقریباً تمام ہی لوگ خوب اچھی طرح ستا چکے تھے۔ ویسے بھی یہ جگہ اتنی دلکش نہیں تھی کہ یہاں زیادہ قیام کرنے کو جی چاہے چنانچہ طے کیا گیا کہ یہاں سے آگے بڑھا جائے اور اس کے لئے تیاریاں ہونے لگیں۔ ان لوگوں کے درمیان گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ہلینا کا بیان بھی خاصا سنسنی خیز تھا خاص طور پر لاش کے فرار کے معاملے میں۔ راج دیو نے سب کو بتایا کہ خود اس نے لاش میں ایسی تبدیلیاں دیکھی تھیں جن کے تحت اسے احساس ہوتا تھا کہ اس کے بدن میں جنبشیں ہوتی ہیں حالانکہ اتنے عرصے سے وہ لاش اس کے نوادر خانے میں محفوظ تھی اور اس میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی تھی۔ اس بات کو قندیل کی کیفیت سے بھی مماثلت دی جا رہی تھی گویا دونوں جگہ تبدیلیاں ہوئی تھیں اور ان تبدیلیوں کی یقینی طور پر کوئی خاص وجہ تھی اس پراسرار بوڑھے کا تذکرہ بھی درمیان میں آ گیا تھا جس کا ایک ساتھی قندیل کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ گویا انہوں نے وہ لاش بھی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ نجانے وہ بوڑھے کیا حیثیت رکھتے تھے۔ ہلینا کی باتوں میں سچائی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے اس سلسلے میں کسی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بہرحال تیاریاں ہوئیں اور اس کے بعد آگے کا سفر شروع کر دیا گیا۔ خاموش اور پرسکون سفر جس میں کوئی ہنگامہ خیزی نہیں تھی لیکن شکاریوں کی نگاہیں اطراف میں بھٹک رہی تھیں۔ جگہ جگہ ان جیپوں کے نشانات بھی تلاش کئے جا رہے تھے۔ شردھانئے بھی ذہن میں تھے۔ غرض اپنے طور پر مستعد رہنے کے

لئے جو بھی کچھ کیا جا سکتا تھا وہ کیا جا رہا تھا۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک بار پھر جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سوبارا کے ان جنگلات کا یہ حصہ کسی بھی طرح شناسا نہیں محسوس ہوتا تھا اور اس سلسلے میں اکثر ان لوگوں کی سراتو سے بات چیت ہوتی رہتی تھی سراتو بیچارے کے سپرد بھی کوئی ایسی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ جنگل میں انہیں صحیح راستہ دکھائے گا۔ بس وہ بھی تکے پر ہی چل رہا تھا اور اب وہ بھی دعوے سے یہ بات نہیں کہہ پا رہا تھا کہ یہ راستہ اسی ندی کی سمت جاتا ہے جس میں لاش ملی تھی۔ یہ بات زیر بحث آئی تھی کہ ہو سکتا ہے وہ ندی کسی عارضی نالے کی حیثیت رکھتی ہو کیونکہ بہرطور زبردست بارش کے بعد ہی وہ نظر آئی تھی اور اب اس لئے انہیں دوبارہ نہ مل پائی ہو کہ ان دنوں بارشیں نہیں ہو رہی تھیں۔ لیکن بارش کا تذکرہ ہی انکے لئے خطرناک ثابت ہوا۔ جنگل بہت زیادہ گھنے نہیں تھے لیکن بہرطور انہیں خطرناک جنگلات کہا جا سکتا تھا اور جگہ جگہ جنگلی جانوروں کے نشانات مل رہے تھے۔ شیر' چیتے وغیرہ۔ ابھی تک ہاتھی نظر نہیں آیا تھا۔ ریچھ بھی مل چکا تھا۔ دوسرے چھوٹے جانور بھی موجود تھے۔ چیتلوں کے غول بھی نظر آ جاتے تھے ایک دفعہ انہیں جنگلی بھینسوں کی ایک ڈار بھی نظر آئی یہ غول کی شکل میں بہت خطرناک ہوتے ہیں اور اگر ان کا رخ ادھر ہو جائے تو پھر بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اور تقریباً ستر اسی بھینسوں پر مشتمل خطرناک ارنے بھینسوں کا یہ غول ایک اور سمت نکل گیا تھا۔ غرض جنگل کی وہ تمام بہاریں سامنے تھیں لیکن بارش کا نام لینا ہی غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا انہوں نے' بارش کے تبصرے کے بعد کہ آسمان پر گھٹائیں چھانے لگیں اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہلکی ہلکی بوندیں پڑنے لگیں۔ ویسے تو بارش ایک خوشگوار موسم تصور کیا جاتا ہے لیکن سوبارا کے جنگلات میں دریائے گونڈا کی جو تباہ کاریاں راج دیو اور راؤ سکندر نے دیکھی تھیں انہوں نے انہیں سخت خوفزدہ کر دیا تھا۔ اس وقت تو بس تقدیر ہی تھی کہ وہ زندہ بچ گئے ورنہ سیلاب کے ہولناک ریلے کا اس سے خوفناک مظاہرہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی کسی نے دیکھا ہو۔ بارش میں البتہ تیزی نہیں پیدا ہوئی تھی۔ دوسرے لوگ تو اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ لیکن راؤ سکندر اور راج دیو کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ البتہ سراتو نے ان کے قریب پہنچ کر کہا تھا۔

"شر یہ بارش تیز نہیں ہو گا۔"

"ابے تو چپ ہو جا بکواس کرتا ہے شر شر اور اگر تیز ہو گئی تو کیا ہو گا؟؟"

"شر تیز نہیں ہو گا۔" سراتو نے کہا اور راؤ سکندر ہنسنے لگا۔

"خدا کرے تیری ہی بات درست نکلے۔" اور خدا نے وہی کیا۔ بارش کی بوندیں کافی دیر تک برستی رہی تھیں لیکن وہ تیز نہ ہوئی اور اسی اثناء میں شام ہو گئی جس جگہ رات ہوئی تھی وہ خاصی خراب جگہ تھی۔ اطراف میں گھنی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں چاروں طرف درخت تھے۔ یہ گھنی جھاڑیاں جنگلی درندوں کو چھپ کر قریب آنے میں مدد دے سکتی تھیں۔ لیکن ان کا سلسلہ اتنا طویل تھا کہ اگر ان سے آگے بڑھ کر بہتر جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی بھی جاتی تو نجانے کتنا فاصلہ طے کرنا پڑتا۔ چنانچہ یہیں ڈیرہ ڈال دیا گیا اور محتاط رہنے کا فیصلہ کیا گیا۔ معمولات زندگی جاری ہو گئے تھے۔ ہلینا کی شمولیت سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ حالانکہ جگہ بہت خراب تھی لیکن رات بخیر و خوبی گزر گئی اور دوسرے دن سفر کی رفتار کافی تیز رکھی گئی تاکہ اس علاقے سے دور نکل جائیں۔ سورج ڈھلنے سے کافی پہلے وہ اس جنگل سے باہر نکل آئے پتھریلا اور ناہموار علاقہ تھا۔ جگہ جگہ گہرے گڑھے اور نوکیلی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہاں پہنچ کر سفر کی رفتار سست کر دی گئی۔ یوں بھی سنگلاخ زمین پر گھوڑوں کے ٹھوکریں کھانے کا خدشہ تھا۔ اچانک ہی راج دیو کی نگاہ ہلینا پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ ہلینا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور پسینے سے بھیگا ہوا تھا اور وہ بار بار نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا رہی تھی۔ راج دیو نے اپنا گھوڑا ہلینا کے قریب کر دیا۔

"کیا بات ہے ہلینا۔"

"بہت، بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ شاید میرے۔ میرے زخم۔ میرے زخم۔"

راج دیو نے چیخ کر تمام گھوڑے رکوا دیئے۔ اور پھر خود بھی اتر گیا۔ اس نے سہارا دے کر ہلینا کو اتارا۔ وہ گری پڑ رہی تھی۔ نیچے اترتے ہی اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں اور وہ پتھریلی زمین پر لیٹ گئی۔ اب اس کی تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی تھی۔ وہ ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگی۔ گھوڑوں کے تیز رفتار سفر نے شاید اس کے زخم ہرے کر دیئے تھے۔ اب آگے بڑھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا وہیں ڈیرہ ڈال دیا گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ ہلینا کی چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں بمشکل تمام اس کی بینڈیج تبدیل کی گئی۔ نیا مرہم لگایا گیا لیکن اندرونی معاملہ تھا اس لئے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ وہ

سب اس کے لئے افسردہ ہو گئے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ ہلینا اب بری طرح نڈھال ہو گئی تھی۔ چند گھنٹوں کے اندر اندر اس کا رنگ جھلس گیا تھا۔ اسی پریشانی میں رات ہو گئی۔ کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ کیا جا سکا کسی کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہلینا اب بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ کرب و اذیت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ ماحول بے حد بھیانک تھا۔ تاحد نگاہ چٹانیں نظر آ رہی تھیں بعض جگہ۔ تو ان چٹانوں میں تحریک نظر آنے لگتی تھی لیکن بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا کہ نظری دھوکا ہے۔ لیکن وہ روشنی نظری دھوکہ نہیں تھی۔ یہ عجیب روشنی نہ جانے کہاں سے ابھر رہی تھی بس یوں لگتا تھا جیسے زمین سے ابل رہی ہو۔ بھرت چندر نے اسے سب سے پہلے دیکھا تھا۔ بہت ہی مدھم روشنی تھی۔

"راج دیو۔ یہ کیا ہے۔"

"روشنی!" راج دیو بغور اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہاں مگر یہ زمین سے نکلتی محسوس ہو رہی ہے۔"

"ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"میرا خیال ہے نظرانداز کرو۔"

"کیا مطلب۔"

"تمام معاملات جاننے کے لئے نہیں ہوتے اور پھر یہ جنگل ہے!" بھرت چندر نے کسی قدر کپکپاتے لہجے میں کہا اور راج دیو ہنس پڑا۔

"تمہارا مطلب ہے کوئی سحر، کوئی جادو۔"

"نہیں راج۔ ہر چیز کا مذاق نہیں اڑاتے۔"

"معاف کرنا بھرت چندر۔ جانی پہچانی چیزیں تو ہمارے شہروں ہماری بستیوں میں سب ہی ہوتی ہیں۔ انہی اجنبی کہانیوں کے لئے تو جنگل اور صحراؤں کا رخ کیا جاتا ہے۔ آؤ بھرت چندر دیکھیں اس روشنی کا راز کیا ہے۔" بھرت چندر نے گہری گہری چند سانسیں لیں اور مسکراتا ہوا بولا۔

"یہ تو الٹی آنتیں گلے پڑ گئیں۔ بہرحال چلو۔" دونوں گھوڑے پر سوار ہوئے اور سست روی سے روشنی کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ باقی لوگ مسلسل ہلینا میں الجھے ہوئے

تھے، خود ان کے ذہن بھی اس واقعے سے کافی متاثر ہوئے تھے لیکن اس کا کوئی حل بھی تو نہیں تھا ان کے پاس، ہلینا کی اچانک جو کیفیت ہو گئی تھی، اس سے اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ مر نہ جائے، لیکن کوئی بھی ذریعہ نہیں تھا ان کے پاس، جس سے ہلینا کو کوئی فائدہ پہنچایا جا سکتا چنانچہ تن بہ تقدیر ہو گئے تھے، ہلینا کی تیمار داری خود راؤ سکندر قندیل اور غزال کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے سپرد باہر کی ذمہ داریاں تھیں چنانچہ وہ اپنا کام کر رہے تھے۔ وہ روشنی پر نگاہیں جمائے آگے بڑھتے رہے ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکی تھی کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اس کے قریب پہنچتے جا رہے تھے کیونکہ درختوں کا علاقہ نہیں تھا، اور اطراف کا اچھی طرح سے جائزہ لیا جا چکا تھا چنانچہ درندوں وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں تھا، تھوڑی دیر کے بعد بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے، جو روشنی کا مرکز تھی اور پھر راج دیو کے حلق سے ہنسی نکل گئی۔ کیونکہ روشنی کا راز ان کے سامنے آ گیا تھا۔ یہاں جس جگہ وہ پہنچے تھے وہ میدانی علاقہ تقریباً ختم ہو جاتا تھا اور یہاں سے ڈھلان شروع ہو جاتے تھے۔ ڈھلان میں ایک بستی نظر آ رہی تھی اور اس بستی میں موجود گھر روشن تھے، چونکہ بستی ڈھلان میں تھی اور اس کے مکانات وہاں سے نظر نہیں آ سکتے تھے، لیکن روشنی بلند ہو رہی تھی، یہ تھا اس روشنی کا راز۔ بستی تقریباً ساٹھ، ستر مکانات پر مشتمل تھی اور یہ مکانات اچھے خاصے نظر آ رہے تھے، یعنی یہ مقامی آبادی کے عسرت زدہ جھونپڑے نہیں محسوس ہوتے تھے۔ وہ لوگ کنارے پر کھڑے اس آبادی کو دیکھتے رہے، تب ہی بھرت چندر نے راج دیو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"راج اگر ہم ہلینا کو یہاں لے آئیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے آبادی میں اس کے علاج کا کوئی ذریعہ نکل آئے۔"

"سوبارا کی آبادی میں تو کوئی اسپتال نہیں اور تم جنگل کی اس بستی میں کسی ڈاکٹر کی توقع کر رہے ہو۔"

"نہیں ڈاکٹر کی بات نہیں کر رہا تھا میں۔ میرا خیال تھا کوئی ایسا..... آخر یہ لوگ بھی تو کسی طرح جیتے ہی ہوں گے۔"

راج دیو کچھ سوچنے لگا، پھر اس نے کہا، پتہ نہیں رات کے اس حصے میں ہم بستی والوں کے پاس پہنچیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں۔ بھرت چندر خاموش ہو گیا۔ لیکن پھر

نجانے کیوں راج دیو کا دل چاہا کہ یہ عمل کر کے دیکھ لیا جائے، لیکن راؤ سکندر کے مشورے کے بغیر وہ یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ تھوڑی دیر بستی کا جائزہ لینے کے بعد وہ وہاں سے واپس چل پڑے اور اپنے کیمپ پہنچ گئے۔

راؤ سکندر سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو وہ بھی کیمپ سے باہر نکل آیا۔ ہلینا کی حالت تشویش ناک تھی اور وہ لوگ اس بے چاری کے لئے کچھ بھی نہ کر پا رہے تھے راؤ سکندر نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ اس جنگلی بستی میں بھلا اس کے علاج کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے، پھر کرنل فیروز اور دوسرے لوگوں سے بھی پوچھا گیا، اور کرنل فیروز نے کہا کہ کوشش کر لینے میں کیا ہرج ہے البتہ طے یہ ہوا کہ تمام لوگ بستی میں داخل نہ ہوں اور صرف ہلینا کو لے جایا جائے، یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ بستی والے کیسے لوگ ہوں گے، سراتو سے بھی مشورہ کیا گیا تو سراتو نے کہا۔

"شر بعض جگہ ایسا وید لوگ نظر آ جاتا جو بڑا فنٹاسٹک ہوتا۔ ہو سکتا ہے ادھر کوئی وید مل جائے۔"

"تو تمہاری رائے ہے کہ ہم اسے ادھر لے چلیں۔"

"لیش شر، لیش شر۔" سراتو نے کہا۔ اس کے گفتگو کرنے کے انداز پر ہمیشہ ہی ہنسی آ جاتی تھی، لیکن اس وقت سب ہی تشویش زدہ تھے، ہلینا حالانکہ بالکل ہی غیر شخصیت تھی۔ لیکن بہرطور انسان تھی، اور اب ان کے درمیان تھی۔ طے یہ ہوا کہ راج دیو، کرنل فیروز، بھرت چندر وہاں چلے جائیں اور ہلینا کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ ہلینا کو ساتھ لے جانے کے لئے انہوں نے ایک اسٹریچر سا بنا لیا تھا۔ باقی لوگوں کے سپرد یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ کیمپ کی نگرانی کریں، لیکن پھر راؤ سکندر نے ایک اور ترمیم کی۔

"تم لوگ سراتو کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ ہماری زبان سمجھ لیں گے اور ہمارا مقصد جان لیں گے۔"

راؤ سکندر کی اس بات سے سب نے اتفاق کیا اور سراتو کو بھی ساتھ لے لیا گیا.... وہ لوگ تیز رفتاری سے ہلینا کو اسٹریچر پر ڈالے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ڈھلانوں کا آغاز ہوتا تھا، یہ ڈھلان زیادہ خطرناک نہیں تھے، بستی والوں نے شاید انہیں دیکھ لیا تھا، کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد بہت سی عورتیں، بچے اور چند بوڑھے لوگ اس

طرف آ کھڑے ہوئے تھے۔ جدھر سے یہ لوگ ڈھلان طے کر رہے تھے' یہ بات بھی سوچ لی گئی تھی کہ بستی والوں سے کس طرح پیش آنا ہے سراتو سب سے آگے تھے' اس نے ان لوگوں کو دیکھا جو رات کی تاریکی میں غول بیابانی نظر آ رہے تھے' وہ سب خاموش اور ساکت کھڑے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے' تب سراتو نے آگے بڑھ کر مقامی زبان میں اپنا مدعا ظاہر کیا.... اور یہ زبان سمجھ لی گئی۔

وہ بوڑھے آدمی آگے بڑھ آئے۔اور انہوں نے اسٹریچر پر لیٹی ہوئی ہلینا کو دیکھا' پھر ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ان لوگوں میں کوئی جوان نظر نہیں آ رہا تھا یا تو بہت زیادہ بوڑھے تھے' یا پھر عورتیں اور بچے تھے' کسی نے سراتو کو کوئی جواب نہیں دیا تھا اور خاموشی سے ان کی صورتیں دیکھتے رہے۔ راج دیو نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اگر آپ لوگ ہماری اس ساتھی لڑکی کی کوئی مدد کر سکتے ہیں تو ہم آپ کو آپ کا منہ مانگا انعام دیں گے۔" سراتو نے یہی جملے مقامی زبان میں ادا کئے۔ لیکن وہ ساکت و جامد کھڑے رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ہی عقب سے کچھ ہل چل سی پیدا ہوئی اور ایک بوڑھی عورت آگے بڑھ آئی' جس کے بال بکھرے ہوئے اور لمبے تھے۔ بدن پر پورا لباس تھا' چہرہ بہت زیادہ مدقوق اور جھریوں سے بھرا ہوا تھا' آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن انتہائی تیز تھیں۔ عجیب سی شکل لگ رہی تھی اس کی' دوسرے لوگوں کو ہٹاتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور ہلینا کے اسٹریچر کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے جھک کر ہلینا کا چہرہ دیکھا اور چند لمحات اسی طرح جھکی رہی اور پھر اس کے بعد ان لوگوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا باقی لوگوں نے فوراً ہی بوڑھی عورت کو راستہ دے دیا تھا' اور بوڑھی عورت انہیں لئے ہوئے بستی میں داخل ہو گئی۔ بستی ہی کے درمیانی حصے میں ایک ویسا ہی مکان بنا ہوا تھا جیسے دوسرے مکانات نظر آ رہے تھے' بوڑھی عورت نے مکان کا دروازہ کھولا اور ان لوگوں کو اندر آنے کا اشارہ کر دیا۔ راج دیو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر پہنچ گیا تھا' ایک جگہ بوڑھی عورت نے اسٹریچر رکھنے کے لئے کہا پھر بڑی تیزی سے اندر گئی اور دو مشعلیں جلا کر لے آئی۔ اس نے دونوں مشعلیں زمین میں گاڑ دیں اور پھر گھٹنوں کے بل ہلینا کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ اس کا جائزہ لے رہی تھی پھر اس نے ہلینا کا لباس اس کے بدن سے ہٹا دیا۔ یہ لوگ تھوڑے سے جھجکے تھے لیکن یہ نازک لمحات تھے' اس لئے مجبوراً وہ بوڑھی عورت کی

کارروائی دیکھتے رہے۔ بوڑھی عورت نے ہلینا کے زخم دیکھے پٹیاں وغیرہ نوچ کر پھینک دیں اور پھر زخموں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ چند لمحات اسی طرح گزر گئے۔ بوڑھی عورت پاگل لگ رہی تھی اور انہیں خدشہ تھا کہ کہیں یہ تجربہ خطرناک نہ ثابت ہو۔ گھر کے باہر کے حالات کسی کو نہیں معلوم تھے لیکن مدھم مدھم آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ بوڑھی کے گھر کے دروازے کے باہر لوگ بھی موجود ہیں پھر دفعتہ بوڑھی اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئی وہ لوگ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھ رہے تھے۔ بوڑھی واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں پیلے رنگ کے کچھ پتے دبے ہوئے تھے جنہیں اس نے ہتھیلی پر مسلا اور پھر ہلینا کی ناک کے دونوں نتھنوں میں اندر تک انہیں ٹھونس دیا۔ بھرت چندر کے انداز میں ایک لمحے کے لئے اضطراب پیدا ہوا تھا لیکن راج دیو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرسکون رہنے کے لئے کہا۔ بوڑھی چند لمحات اسی طرح ہلینا کا چہرہ دیکھتی رہی اور اس کے بعد اس نے پھر اس کے زخموں پر انگلیاں پھیرنا شروع کر دیں۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی انگلیوں پر دباؤ ڈالتی جا رہی تھی اور زخموں سے خون بہنے لگا تھا۔ بھرت چندر گھبرا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا اور راج دیو کے عقب میں آیا۔ وہ یہ کارروائی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ بوڑھی عورت کے ہاتھوں کی انگلیوں کا دباؤ آہستہ آہستہ ان زخموں پر بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پھر دفعتہ راج دیو کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔ بوڑھی عورت نے اپنی انگلیاں زخموں میں اتار دی تھیں اور طاقت لگا کر کچھ کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے راج دیو کے انداز میں بھی اضطراب پیدا ہوا کیونکہ زخموں سے بھل بھل کر کے خون بہنے لگا تھا لیکن بوڑھی مسلسل اپنے ہاتھوں کو جنبش دے رہی تھی۔ راج دیو نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بوڑھی عورت کی یہ کارروائی دیکھتا رہا چند منٹ اسی طرح گزر گئے بوڑھی نے ہلینا کو ادھیڑ کر رکھ دیا تھا لیکن اس کا نتیجہ جو ظاہر ہوا وہ اتنا حیرت ناک تھا کہ راج دیو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں بوڑھی نے چند ہی لمحات کے بعد خون میں ڈوبی ہوئی کوئی چیز باہر نکال لی تھی۔ یہ رائفل کی گولی تھی اس نے گولی نکال کر ایک سمت رکھ دی اور پھر دوسرے زخم میں اسی انداز میں انگلیاں ڈالنے لگی۔ یہ طریقہ علاج ناقابل یقین تھا لیکن راج دیو کو یہ اندازہ ہو گیا کہ واقعی کچھ ہو رہا ہے' تھوڑی ہی دیر کے بعد زخم سے دوسری گولی بھی نکال لی گئی تھی۔ ہلینا کے بدن میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی تھی اس کا مطلب تھا کہ ناک میں جو پتے

ٹھونسے گئے ہیں وہ بے ہوش کر دینے والے تھے اور ہلینا دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر تھی لیکن ہاتھوں سے اس طرح گولیاں نکال لینا دنیا کا حیرت انگیز ترین کارنامہ تھا۔ بوڑھی اس کے زخموں کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے آہستہ سے ان زخموں کو ہتھیلی سے صاف کر دیا۔ خون اب بھی بہہ رہا تھا اور ہلینا کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی زردی کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔ بوڑھی نے اچانک ہی اپنے حلق سے ایک آواز نکالی اور بہت سا تھوک ہلینا کے ان زخموں پر تھوک دیا بھرت چندر نے کراہیت سے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن سراتو بڑی عقیدت سے بوڑھی کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ بوڑھی عورت نے انتہائی غلیظ انداز میں یہ تھوک اس کے زخموں پر مل دیا اور پھر ناک سے وہ پتے نکال لئے جو اس نے ٹھونسے ہوئے تھے۔ ان پتوں کو کھول کر اس نے وہ پتیاں ان زخموں پر چپکا دیں اور پھر اپنے غلیظ دانتوں کی نمائش کرنے لگی - اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سراتو نے اس سے کچھ کہا اور بوڑھی عورت نے اس کا کوئی جواب دیا تب سراتو نے کہا۔

"یہ کہتی ہے کہ اب ہم چاہیں تو ان زخموں پر پٹیاں لپیٹ سکتے ہیں۔" راج دیو اور بھرت چندر نے کانپتے ہاتھوں سے ہلینا کے زخموں پر پٹیاں کس دی تھیں لیکن جو کچھ ان کے سامنے آیا تھا وہ اتنا حیرت انگیز تھا کہ وہ کچھ بول نہیں پا رہے تھے بوڑھی نے سراتو سے مدھم لہجے میں کچھ کہا اور سراتو نے کہا۔

"شر یہ کہتی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو مریض کو یہاں رکھ سکتے ہیں۔"

"کیا خیال ہی بھرت چندر جی؟"

"مجھ سے بات نہ کرو راج دیو میری حالت خراب ہو رہی ہے۔"

"اوہ خود کو سنبھالو بھرت' کچھ بھی نہیں ہے لیکن تم نے اپنی آنکھوں سے رائفل کی گولیاں دیکھی ہیں ویسے یہ بستی عجیب ضرور ہے لیکن لوگ بے ضرر معلوم ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے باقی لوگوں کو بھی یہیں بلا لیا جائے۔"

اس کام کے لئے بھرت چندر ہی کو جانا پڑا تھا اور وہ خوشی سے وہاں سے چل پڑا تھا۔ راؤ سکندر کو اس نے یہ کہانی سنائی اور راج کی خواہش پر انہوں نے وہاں سے کیمپ ہٹا لیا پھر وہ ان گہرائیوں میں آ گئے ہلینا کو بوڑھی کے پاس ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور باقی رات جاگتے

ہوئے ہی گزری تھی وہ اس انوکھی بستی کے بارے میں باتیں کرتے رہے تھے اور دوسری صبح انہوں نے اس بستی کو بغور دیکھا بستی میں صرف بوڑھے مرد نظر آ رہے تھے یا پھر بوڑھی اور جوان عورتیں تھیں اور بچے تھے۔ کوئی بھی جوان آدمی یہاں نہیں نظر آیا تھا۔ یہ بات باعث حیرت تھی سراتو علی الصباح بوڑھی کے گھر پہنچ گیا تھا اسے ہلینا کی خبرگیری کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن وہ واپس آیا تو انگشت بدنداں رہ گئے کیونکہ ہلینا اس کے ساتھ تھی اور اپنے قدموں سے چل کر یہاں تک آئی تھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے بوڑھی عورت بھی آ رہی تھی۔

"ناقابل یقین۔" راؤ سکندر آہستہ سے بولا۔ سراتو قریب پہنچا تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ خوفزدہ ہے اس کے خوف کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سر یہ بوڑھی عورت اپنا انعام لینے آئی ہے۔"

"کیا انعام مانگتی ہے یہ؟" راج دیو نے پوچھا۔

"یہ تو پتہ نہیں۔" سراتو نے کہا پھر اس نے بوڑھی عورت سے پوچھا تو اس نے ایک رائفل کی طرف اشارہ کر دیا۔

"رائفل۔ یہ بوڑھی اس کا کیا کرے گی؟"

"دے دیں شر' جلدی کریں۔" سراتو نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا اور راج دیو نے رائفل بوڑھی کو تھما دی۔ بوڑھی نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کارتوسوں کی طرف بھی اشارہ کیا اور راج دیو حیرت سے بولا۔

"مائی گاڈ۔ یہ تو ہتھیاروں سے واقف معلوم ہوتی ہے۔"

"دے دیں شر' جلدی کریں۔" سراتو پہلے کے سے انداز میں بولا اور تھوڑے کارتوس بوڑھی کو دے دیئے گئے۔ بوڑھی اپنا انعام لے کر وہاں سے چلی گئی تھی اس کے جاتے ہی سراتو بولا۔ "جلدی کریں شر' جلدی یہاں سے نکل چلیں یہ شردھانیوں کی بستی ہے۔"

"کیا؟"

"ہاں شر' یہاں کوئی جوان آدمی نہیں ہے۔ شب کوٹ مار کو گیا۔ جلدی کریں شر اگر وہ واپس آ گئے تو ہم سب فنش ہو جائے گا۔ ہری اپ!"

اور اس کے بعد وہ سر پر پاؤں رکھ کر یہاں سے بھاگے تھے ہلینا حیرت انگیز طور پر بہتر نظر آ رہی تھی۔ گو کہ کرنل فیروز نے اسے اپنی ساتھ گھوڑے پر بٹھایا ہوا تھا اور بڑی احتیاط سے گھوڑا دوڑا رہا تھا لیکن ہلینا نے اس سے کہا تھا۔

"آپ اطمینان سے سفر کریں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اب میرے زخموں کی جگہ وہ بھاری پن بھی نہیں ہے جو پہلے محسوس ہوتا تھا۔" ہلینا کی اس بات سے کرنل کو اطمینان ہوا تھا اور اس نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی تھی وہ اس وقت تک سفر کرتے رہے جب تک کر سکتے تھے۔ بھوکے پیاسے دوڑ پڑے تھے اور سب ہی کو سخت بھوک لگ رہی تھی لیکن وہ اس بستی سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے پہاڑی مناظر بدل رہے تھے اور جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے ماحول خوشگوار ہوتا جا رہا تھا۔ کہیں کہیں درخت بھی نظر آ رہے تھے اور زمین پر سرسبز جھاڑیاں گری ہوئی تھیں کہیں راستے ناہموار اور اونچے نیچے تھے دور سے زمین سپاٹ نظر آتی تھی لیکن اچانک ہی کوئی گہری دراڑ نمودار ہو جاتی اور انہیں گھوڑے سنبھالنے پڑتے۔ اچانک راؤ سکندر نے کہا۔

"میرے خیال میں ہم وہاں سے کافی دور نکل آئے ہیں۔ اب کچھ پیٹ پوجا ہو جائے ورنہ آگے بڑھنا مشکل ہو جائے گا۔"

یہ سب کی آرزو تھی چنانچہ تمام گھوڑے رک گئے اور سب نیچے اتر آئے عارضی قیام تھا چنانچہ صرف کھانے پینے پر توجہ دی گئی اور اشیاء تقسیم کی جانے لگیں سامنے ہی بندروں کا ایک غول نظر آ رہا تھا جو کھانے پینے کی اشیاء کی تلاش میں تھا اور ان سے کچھ فاصلے پر رک گیا تھا۔

"ان سے ہوشیار رہنا ذرا سی نظر چوکی اور یہ اپنا کام کر جائیں گے۔" راج دیو نے کہا۔

"ہمارے بھائی بند ہیں۔" بھرت چندر نے کہا۔

"ہلینا کو دیکھو' بالکل ٹھیک نظر آ رہی ہے۔" راؤ نے قندیل کے پاس بیٹھی ہوئی ہلینا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ طریقہ علاج شاید زندگی بھر نہ بھلایا جا سکے۔ تم نے نہیں دیکھا راؤ کہ اس نے کس طرح ان زخموں پر انگلیاں پھیرتے پھیرتے اپنی دونوں انگلیاں ان سوراخوں کے اندر داخل کر دی تھیں۔ بھرت چندر کی تو حالت ہی خراب ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ ایک انوکھا طریقہ کار

ہے۔"

"زمانہ قدیم میں انسان بہرطور جیتے تھے۔ بے شک وہ ان مسائل سے دوچار نہیں تھے لیکن جو مسائل انہیں درپیش تھے ان کا حل ان کے پاس موجود تھا۔"

"ارے ہاں ہم نے یہ بات تو اس سراتو سے پوچھی ہی نہیں کہ اسے اس بستی پر شردھانیوں کی بستی کا شبہ کیوں کر ہوا تھا۔"

"شر وہ شردھانیوں ہی کی بشتی تھی۔ شردھانیوں کا ایک خاش نشان ہوتا ہے آدھا مڑا ہوا خنجر وہ نشان اش بشتی میں جگہ جگہ موجود تھا اور پھر میں یہ شوچتا کہ ادھر جوان لوگ کیوں نہیں۔ شب شمجھ میں آ گیا شرویشے یہ تعجب کا بات ہے کہ بشتی والا لوگ ہم کو نہیں لوٹا۔"

"ہو سکتا ہے ہمارے پاس موجود ہتھیاروں نے انہیں اس سے باز رکھا ہو۔"

"نو شر ایشا نئیں بوڑھا لوگ عورت لوگ آشانی شے زندگی گزارتا۔"

"بہرحال تم نے سب کو خوفزدہ کر دیا سراتو۔"

"شر اگر وہ لوگ واپس آ جاتا تو پھر ہمارا ادھر شے نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔" ان لوگوں نے سراتو کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ کافی دیر تک وہ وہاں آرام کرتے رہے۔ گھوڑے بھی گھاس چر رہے تھے اور آس پاس ہی موجود تھے انکی آوازیں بار بار ابھرنے لگی تھیں پھر کچھ آوازیں کہیں اور سے سنائی دیں۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں تھیں لیکن ان لوگوں نے محسوس کر لیا کہ یہ ان کے گھوڑں کی آوزیں نہیں ہیں۔ راج دیو نے تڑپ کر رائفل اٹھالی تھی اور سنسنی خیز نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ آوازیں دوسرے لوگوں نے بھی سنی تھیں لیکن .. جگہ نظر نہیں آ رہی تھی جہاں سے یہ آوازیں ابھر رہی تھیں۔ چند ہی لمحات کے بعد اندازہ لگایا گیا کہ آگے پھر اسی قسم کی گہرائی ہے جیسی ایک گہرائی سے انہوں نے روشنی ابھرتی دیکھی تھی کرنل فیروز' راؤ سکندر اور راج دیو رائفلیں سنبھالے برق رفتاری سے اس جانب بڑھنے لگے باقی لوگوں نے فوراً ہی گھوڑوں کو کنٹرول کرنا شروع کر دیا تھا اور سبھی مستعد ہو گئے تھے۔ یہ تینوں آگے بڑھتے رہے اور ان کے اندازے کے مطابق آگے ویسی ہی گہرائیاں تھیں جیسی گہرائیوں میں انہوں نے ایک بستی دیکھی تھی لیکن ان گہرائیوں میں کوئی بستی آباد نہیں تھی۔ البتہ دو تین گھوڑے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے دوڑتے

پھر رہے تھے لیکن جو سب سے حیرت ناک چیز انہوں نے دیکھی وہ دو الٹی ہوئی جیپیں تھیں جن میں سے ایک جیپ ایک بڑی چٹان سے ٹکرا کر چکنا چور ہو گئی تھی اور دوسری صرف الٹ گئی تھی اور اس کے اطراف میں ان کے ساتھ جڑی ہوئی ٹرالیاں پڑی ہوئی تھیں جو الٹ گئی تھیں۔ تین گھوڑے جن کی پشت خالی تھی زقندیں مارتے پھر رہے تھے ایک پتھر پر ایک انسانی لاش بھی اوندھی پڑی ہوئی نظر آئی اور چند ہی لمحات کے بعد انہیں صورت حال کا اندازہ ہو گیا۔ یہ جیپیں یقینی طور پر ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھیوں کی تھیں لیکن یہاں لاشیں وغیرہ زیادہ نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اس سنسنی خیز منظر نے ایک بار پھر انہیں دہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ ایک عجیب سا سناٹا محسوس کر رہے تھے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ آنکھیں ان کی نگرانی کر رہی ہوں اور یقینی طور پر کوئی خاص واقعہ پیش آنے والا ہو۔ سوبارا کے ان جنگلات میں اتنی ہنگامہ خیزیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اس کا تصور کسی کے ذہن میں نہیں تھا لیکن کیا کیا جا سکتا تھا اور اب وہ یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ ان کا دوسرا قدم کیا ہونا چاہئے یہ بہت تشویشناک اور سنسنی خیز بات تھی کہ ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی جیپوں سے محروم ہو چکے تھے لیکن وہ ہیں کہاں اگر شردھانیوں سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ بظاہر وہاں اس ایک لاش کے علاوہ کوئی اور لاش نہیں نظر آ رہی تھی۔ ہاں اگر ان الٹی ہوئی جیپوں کے نیچے کچھ لاشیں ہوں تو دوسری بات ہے۔ وہ دور دور تک نگاہیں دوڑاتے رہے چاروں طرف ہولناک خاموشی اور سناٹے کا راج تھا گھوڑے بھی دوڑتے ہوئے دور نکل گئے تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ ایڈمنڈ گارساں کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھک گئی۔" کرنل فیروز نے کہا۔

"ہاں میرا خیال ہے یہاں اس کا شردھانیوں سے زبردست معرکہ ہوا ہے اور اسے جیپوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔"

"لیکن یہ واقعہ شاید پچھلی رات کا ہے کیونکہ گولیوں وغیرہ کی آوازیں تو آئی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے ویسے اب یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ لاش بھی ایک ہی نظر آ رہی ہے۔" کرنل نے کہا اور پھر اچانک وہ اچھل پڑے کئی فائر ہوئے اور گولیاں ان کے آس پاس پتھروں اور چٹانوں سے ٹکرا کر اچٹ گئیں پتھروں کی کرچیاں اڑ کر ان کے جسموں سے ٹکرائی تھیں۔

ایک لمحے تک تو وہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکے لیکن دوسرے لمحے سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ گولیوں کی دوسری باڑھ چلی اور اس بار بس تقدیر نے ساتھ دیا تھا ورنہ تینوں ڈھیر ہو گئے ہوتے۔ کرنل فیروز نے راؤ سکندر کو زور سے دھکا دیا اور راج دیو اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس طرح وہ دونوں گولیوں سے بچ گئے تھے۔ خود کرنل فیروز بھی زمین پر لیٹ گیا اور گولیاں ان کے سروں سے گزر گئیں۔ اس بار وہ گولیوں کی سمت کا اندازہ بھی لگانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہ گولیاں اس چھوٹی سی وادی کے دوسرے سرے پر نظر آنے والی چٹانوں کے عقب سے چلائی گئی تھیں۔ ابھی وہ اس بارے میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پائے تھے کہ عقب سے بھی گولیوں کی آوازیں ابھریں اور کیمپ میں افراتفری پھیل گئی۔ کچھ چیخیں سنائی دیں اور شاید غزال نے بھی جوابی کارروائی شروع کر دی تھی۔ کرنل فیروز جو سامنے چٹانوں کے پیچھے چھپے ہوئے حملہ آوروں سے دو دو ہاتھ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا فوراً بولا۔

"راؤ اسی طرح جھکے جھکے پیچھے ہٹو، کیمپ کمزور ہے وہ لوگ نقصان اٹھا جائیں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ کرنل فیروز خود پوزیشن لیتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا، اور چند لمحات کے بعد ہی اس نے ایک محفوظ جگہ منتخب کر کے وہاں سے کیمپ پر نگاہ ڈالی۔ پھر اس نے تینوں کو دیکھا جو احتیاط سے جگہ تبدیل کر کے اسی سمت آ رہے تھے جدھر کرنل موجود تھا ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ اس بات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیمپ کے گرد گھیرا ڈال رہے ہیں۔ کرنل نے رائفل سیدھی کر لی۔ اس سے قبل کہ وہ اپنی پوزیشن درست کریں۔ انہیں ٹھکانے لگانا ضروری تھا چنانچہ کرنل نے شست باندھ کر فائر کئے اور ان میں سے دو کو ڈھیر کر دیا۔ تیسرے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی تھی لیکن کیمپ کی طرف سے آنے والی ایک گولی نے اسے چاٹ لیا۔ کرنل فیروز نے عقب میں دیکھا اور ایک بار پھر اپنی جگہ چھوڑ دی۔

ادھر کیمپ میں واقعی پوزیشن کمزور تھی اور شردھانئے زبردست دباؤ ڈال رہے تھے۔ ادھر ان کی تعداد بھی کافی تھی اور مقابلے پر پروفیسر غوری بھرت چندر سراتو اور غزال جیسے لوگ تھے۔ رائفلیں تو سب کے پاس تھیں لیکن صحیح طور پر مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا غزال نے البتہ ایک فوجی کا بیٹا یا ایک محبوبہ کا محافظ ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا تھا اور وہ جگہ بدل بدل کر بڑی چابک دستی سے فائرنگ کر رہا تھا۔ سراتو بھی خوف زدہ انداز میں گولیاں چلا رہا تھا۔

دفعتہ ایک نیزہ سراتو کی رائفل میں لگا اور رائفل سراتو کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔ سراتو کے حلق سے چند بے اختیار آوازیں نکل گئی تھیں۔ اس نے بدحواسی سے رائفل کے دھوکے میں دوسری طرف سے پھینکا ہوا نیزہ اٹھا لیا اور اسے رائفل کی طرح پکڑ کر ٹرائیگر تلاش کرنے لگا۔ پھر چیخا۔ "اندوگوشے....!" نہ جانے ان الفاظ کا مفہوم کیا تھا لیکن اسی وقت ایک شردھانئے نے اس پر چھلانگ لگائی اور سراتو دہشت سے چت گر پڑا۔ اس طرح چوڑی انی والا نیزہ خود بخود سیدھا ہو گیا اور شردھانیا سیدھا انی پر گرا۔ چونکہ پوری قوت سے چھلانگ لگائی تھی اور شردھانیا سیدھا نیزے پر گرا تھا نیزے کا دوسرا سرا زمین پر ٹک گیا تھا اس لئے انی شردھانئے کے سینے سے پار ہو کر کمر کے دوسری طرف نکل گئی۔ شردھانیا سراتو پر ہی ڈھیر ہو گیا تھا۔ اس کا خون اچھل کر سراتو کو نہلانے لگا اور سراتو کی آنکھیں دہشت سی بند ہو گئیں۔

کرنل فیروز، راؤ سکندر اور راج دیو کیمپ پہنچ گئے۔ دوسری طرف گہرائیوں میں مقابلہ کرنے کی بجائے انہوں نے کیمپ پر آ کر ہی جنگ کرنا مناسب سمجھا تھا اور ان کے آنے سے صورت حال سنبھل گئی۔ انہوں نے اتنی زبردست فائرنگ کی کہ شردھانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سکوت چھا گیا۔ کچھ دیر انتظار کیا گیا۔ پھر یہ اندازہ لگایا گیا کہ شردھانئے واقعی فرار ہو گئے یا کوئی حکمت عملی اختیار کر رہے ہیں لیکن اندازہ ہوا کہ اب وہ موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ پہلے کیمپ میں نقصانات کا جائزہ لیا گیا۔ غزال اور راؤ اب بھی رائفلیں سنبھالے مستعد تھے۔ دونوں لڑکیاں ایک چھوٹے ابھرے ہوئے تودے کی پناہ میں تھیں۔ پروفیسر غوری اور بھرت چندر بالکل ٹھیک تھے لیکن سراتو...!؟

راج دیو نے اسے دیکھا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اوہ مائی گاڈ سراتو سراتو۔" راج دیو کے منہ سے یہ الفاظ اس طرح نکلے تھے کہ سبھی اس جانب متوجہ ہو گئے اور پھر سبھی نے سراتو کی یہ کیفیت دیکھی۔ سراتو تو خون میں نہایا ہوا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور ایک شردھانیا اس کے اوپر پڑا ہوا تھا جس کے سینے میں نیزہ پیوست تھا۔ سبھی کے دلوں میں دکھ پیدا ہو گیا سراتو بہرطور ایک دلچسپ شخصیت کا مالک تھا اور اس سفر میں اس نے بھرپور مدد کی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر شردھانئے کی لاش سراتو پر سے ہٹائی اور اس کے جسم کے زخم ٹٹولنے لگے لیکن ابھی راج دیو نے اس کے جسم کو تھوڑا سا پلٹا ہی تھا کہ سراتو نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس بے اختیارانہ کوشش میں راج دیو بھی اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکا اور ایک لمحے کے لئے حیران ہو کر خود بھی پیچھے ہٹ گیا۔ سراتو وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا چند لمحات کے بعد اس کی نگاہ شردھانئے کی لاش پر پڑی اور اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی.....

"اوہ شر، شرمیں اش کو مارا۔" یہ الفاظ کہہ کر وہ ایک بار پھر لمبا ہو گیا اور شاید بے ہوش ہو گیا۔

راج دیو کے حلق سے ایک ہذیانی سا قہقہہ نکل گیا تھا اور اب صورت حال ان کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ سراتو جس خون میں نہایا ہوا تھا وہ اس کا نہیں بلکہ شردھانئے کا تھا۔ اس واقعے نے ایک لمحے میں ان پر عجیب سا اثر کیا اور وہ سب ہی ہشاش بشاش ہو گئے۔ سراتو کی زندگی بچ جانے سے انہیں خوشی ہوئی تھی۔ اس کے بے ہوش بدن کو اٹھا کر چھولداری میں لے جایا گیا۔ لباس تبدیل کرایا گیا۔ وہ صرف بے ہوش ہوا تھا اور اس کے جسم پر کوئی معمولی سی خراش بھی نہیں تھی اس کے بعد شردھانیوں کے سلسلے میں کارروائی ہونے لگی۔ انہیں انتہائی افسوس تھا کہ ان کے ہاتھوں سات شردھانئے مارے گئے تھے۔ ویسے یہ بات صاف ظاہر تھی کہ شردھانیوں کا ان سے کوئی براہ راست تصادم نہیں تھا۔ وہ صرف لوٹ مار کے لئے ان تک پہنچے تھے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان کی تعدلو کتنی تھی۔ راج دیو اور راؤ سکندر وغیرہ پر وادی کی طرف سے جو حملہ ہوا تھا اس کے بارے میں بھی صحیح اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ شردھانئے تھے یا ایڈمنڈ گارساں کے ساتھی کیونکہ گارساں کی دونوں جیپیں الٹی ہوئی پڑی ملی تھیں۔ وہ دیر تک اطراف میں گھوم گھوم کر شردھانیوں کے بارے میں جائزہ لیتے رہے۔ شردھانئے شاید سارے کے سارے گھوڑوں پر سوار نہیں تھے۔ ان اطراف میں خالی

گھوڑے نظر نہیں آ رہے تھے جبکہ وادی میں انہوں نے گھوڑے دیکھے تھے اور گھوڑے ظاہر ہے شردھانیوں ہی کے تھے یقینی طور پر ان کے سوار ایڈمنڈ گارساں کے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے تھے ویسے سوبارا کے ان جنگلات میں شردھانیوں کا ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو جانا بے حد خطرناک تھا اور کہیں بھی ان سے ہونے والے تصادم میں نقصان ہو سکتا تھا۔ بھرت چندر نے کہا کہ وادی میں الٹی ہوئی جیپوں کی تلاشی لی جائے پتہ نہیں ان جیپوں کے نیچے کتنے لوگ دبے ہوئے ہوں۔ اس بات کی مخالفت پروفیسر غوری نے کی تھی اس نے کہا۔ "اگر ایسی کوئی بات ہے بھی تو ہمارے لئے بے مقصد ہوگی بہتر یہ ہے کہ اس ہولناک جگہ کو چھوڑ دیا جائے۔ مجھے سخت اختلاج ہو رہا ہے - یہ لٹیرے بالاخر انسان ہی تھے۔"
پروفیسر غوری! ہمیں ان حالات کا سامنا کرنا ہی پڑے گا اپنی بقاء بھی تو ضروری ہے۔ راؤ سکندر نے جواب دیا۔ بہرطور وادی میں اتر کر جیپوں وغیرہ کی تلاشی کا کوئی پروگرام نہیں بنایا گیا اور اس جگہ کو فوراً چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ سب ہی اس فیصلے سے متفق تھے۔ سراتو کو بھی تھوڑی دیر کے بعد ہوش آ گیا تھا اور راؤ سکندر نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس نے صرف ایک ہی آدمی مارا ہے چھ اور شردھانئے ہلاک ہوئے ہیں۔ سراتو کی کیفیت دیر تک بگڑتی رہی تھی لیکن اس نے سفر میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی اور یہ لوگ اس وقت تک آگے بڑھتے رہے جب تک ان میں سکت رہی۔ آدھی رات کے قریب ہو چکی تھی۔ آسمان پر چاند کا سفر جاری تھا اور اطراف میں چھدرے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ ان جنگلوں میں کہیں کہیں جانوروں کے آثار بھی نظر آ جاتے تھے لیکن کچھ ایسی کیفیت طاری تھی ان سب پر کہ انہوں نے صرف اپنی حفاظت کے لئے رائفلیں سنبھالے رکھیں۔ یہاں تک کہ ایک تیندوا بھی ان کے سامنے سے گزر گیا جسے وہ باآسانی شکار کر سکتے تھے لیکن راج دیو یا راؤ سکندر کے ذہن پر خون سوار نہیں ہوا۔ آدھی رات کے بعد ان میں تھکن کے آثار نمایاں ہو گئے تھے لیکن طے یہ کیا گیا کہ آگے بڑھتے رہا جائے اور دن کی روشنی میں آرام کیا جائے موسم بھی کسی قدر گرم محسوس ہو رہا تھا۔ اس فیصلے پر بھی کسی کو اعتراض نہ ہوا۔ البتہ سفر کی رفتار ابتداء کی نسبت کچھ سست پڑ گئی تھی اور پھر چھدرے جنگلوں کا یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور ان کے سامنے پہاڑی ٹیلے اور ابھری ہوئی چٹانیں آ گئیں۔ ایک جانب انہوں نے صبح کے دھندلکے میں ایک عجیب سا کھنڈر دیکھا جو درحقیقت کھنڈر نہیں تھا بلکہ کوئی پہاڑی ٹیلہ

تھا جو کافی وسیع و عریض تھا لیکن ہوا کی کاٹ نے اسے بہت پتلا کر دیا تھا اور اس میں تین درے بنے ہوئے تھے۔ بالکل آر پار سوراخ تھے اور دور سے دیکھنے پر یہی محسوس ہوتا تھا کہ کسی عمارت کا سامنے کا حصہ ہے لیکن صبح کے دھندلکے' دن کی روشنی میں تبدیل ہوئے تو انہوں نے حقیقت حال کو جانا کہ وہ کھنڈر نہیں بلکہ پہاڑی ٹیلہ ہے۔ کافی اچھی اور صاف ستھری جگہ تھی سامنے ہی بھورے رنگ کا کسی قدر پیلاہٹ مائل میدان سا بکھرا ہوا تھا جس میں جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اس ٹیلے کے نیچے ٹھنڈی چھاؤں بھی نظر آ رہی تھی اور قیام کے لئے اس سے صاف ستھری جگہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جتنا فاصلہ انہوں نے ان گھنٹوں میں طے کیا تھا اتنا فاصلہ پچھلے کئی دنوں میں طے نہیں ہو سکا تھا۔ بس کچھ تو شردھانیوں کا خوف کچھ ماحول کی وحشت انہیں مجبور کرتی رہی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دور نکل جائیں اور اسی وحشت کے عالم میں وہ اتنا فاصلہ طے کر کے یہاں تک آ گئے تھے۔ اس کھنڈر نما ٹیلے کے پاس پہنچ کر انہیں بہت سکون محسوس ہوا اور انہوں نے وہیں قیام کا بندوبست کر لیا۔ ہوا کی کاٹ نے عجیب عجیب کرشمے دکھائے تھے۔ گول دروازے جو دور سے دو نظر آتے تھے اوپر سے کافی چوڑے تھے۔ انہوں نے ان دروازوں کا بہترین استعمال کیا اور ان کے تینوں حصے آباد کر لئے۔ کھانے پینے کی تیاریاں ہوئیں اور ہر شخص اپنے اپنے طور پر کسی نہ کسی کام میں مصروف ہو گیا۔ غزال نے شیو بنانے کا سامان نکال لیا اور راؤ سکندر اپنی رائفل صاف کرنے لگا۔ سراتو وغیرہ کھانے کی تیاریوں میں مصروف تھے بالاخر یہ ناشتہ یا کھانا سب کے سامنے لگا دیا گیا اور وہ کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ دور دور تک کا جائزہ لیا جا چکا تھا اور یہ اندازہ قائم کر لیا گیا تھا کہ یہ جگہ محفوظ ترین ہے۔ سورج آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا اور دھوپ کی تمازت بڑھ گئی لیکن ٹھنڈی ہوائیں بھی ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھیں جن کی وجہ سے دھوپ کی تپش انہیں بہت زیادہ پریشان نہ کر سکی۔ راؤ سکندر اور راج دیو ایک چٹانی دیوار سے ٹیک لگا کر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئے اور انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ رات بھر کی تھکن کا نتیجہ تھا کہ ان پر ہلکی سی غنودگی طاری ہو گئی۔ ماحول میں کوئی ایسی بات نہیں پیدا ہوئی جو باعث تشویش ہوتی۔ شردھانیوں کی موت ابھی تک ان پر اثر انداز تھی اور وہ اندرونی طور پر خود کو کچھ افسردہ محسوس کر رہے تھے۔ بہرطور شردھانئے بے گناہ تھے بس لوٹ مار کا جذبہ انہیں' ان تک لے آیا تھا اور مجبوراً انہیں ہلاک کرنا پڑا تھا

ورنہ وہ خود ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتے۔

سورج آسمان کی بلندیوں پر پہنچ گیا اور سب ہوشیار ہو گئے۔ اب کھانے پینے کو تو کسی کا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن راج دیو کے کہنے پر کافی تیار کی گئی اور سب کو اجازت دی گئی کہ جسے بھوک ہو وہ جو چاہے کھا سکتا ہے پھر کرنل فیروز' بھرت چندر اور راج دیو وغیرہ ایک ساتھ بیٹھ گئے اور اس سفر کے بارے میں تبصرہ آرائی ہونے لگی۔ راج دیو نے کہا کہ ایڈمنڈ گارساں ہم سے زیادہ پریشانیوں کا شکار ہے اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا یعنی وہ جیپوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ راؤ سکندر کہنے لگا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو ہم ان گولیوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے جو وادی کے دوسرے کنارے سے ہم پر چلائی گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی جیپوں کی حفاظت کر رہے ہوں اور شردھانیوں سے نمٹنے کے بعد انہوں نے دوبارہ جیپوں کو حاصل کر لیا ہو۔"

"جیپیں جس حالت میں پڑی ہوئی تھیں۔اس سے تو یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ ناقابل استعمال ہو گئی ہیں۔ بہرطور ایڈمنڈ گارساں سوبارا کے ان جنگلات میں اپنی زندگی کے بدترین دور سے گزر رہا ہے خاص طور سے شردھانیوں سے جنگ اس کے لئے شدید نقصان دہ ثابت ہوئی ہے اور اس کی آدھی قوت اسی طرح ضائع ہو گئی ہے۔" چند لمحات کے لئے خاموشی چھا گئی وہ ان پراسرار واقعات کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ راج دیو نے کہا۔

"اب اس بات پر تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہم وہ راستہ بھول گئے ہیں جس پر ہمیں وہ ندی ملی تھی اور یہ ایک مشکل کام تھا اس وقت ہم نے راستہ یاد رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ ویسے سکندر کیا تم سوبارا کو اس کی روایات کے مطابق نہیں پا رہے؟"

"ہاں یہ ایک پراسرار جنگل ہے۔"

"سراتو نے بتایا تھا کہ چھوٹی آبادیوں کی شکایت پر یہاں پولیس کارروائی ہوئی تھی لیکن یہ لٹیرے تو موجود ہیں۔"

"پولیس بھی ایک حد تک کارروائی کر سکتی ہے لٹیرے زیادہ گھنے جنگلوں میں گھس گئے ہوں گے۔"

"مجھے ایک خطرہ ہے۔"

"کیا....؟"

"ان کے آدمی ہمارے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ تم نے دیکھا وہ مسلسل گارساں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اب وہ ہمیں بھی نظرانداز نہیں کریں گے۔"

"ہاں انہیں ذہن میں رکھنا ہو گا!"

"دلچسپ بات یہ ہے کہ قندیل پرسکون ہے حالانکہ اسی کی وجہ سے یہ سب کچھ شروع کیا تھا۔" راج دیو نے کہا اور راؤ سکندر مسکرانے لگا۔ "میں تم سے متفق نہیں ہوں راج....!"

"کیوں....؟"

"یہ سب کچھ قندیل کی وجہ سے تو نہیں ہوا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ اس واقعے کا سہارا پا کر ہمارے اندر کے وہ مہم جو جاگ اٹھے تھے جنہیں وقت نے سلا دیا تھا۔ ہم اپنے احساسات کو ذمے دار بتاتے رہے حالانکہ جنگل ہمیں آواز دے رہے تھا....!" راؤ کے ان الفاظ پر راج بھی ہنس پڑا۔

"ممکن ہے راؤ ایسا ہی ہو' لیکن یار کچھ بوڑھے نہیں ہو گئے ہم؟ ہماری کارکردگی اور امنگ وہ نہیں رہی جو تھی۔"

"قدرتی بات ہے لیکن جو سست روی چل رہی ہے وہ بہتر نہیں ہے کچھ تیزی پیدا کرو مزا نہیں آ رہا۔ ہم احتیاط زیادہ کر رہے ہیں۔" راؤ نے کہا اور راج گردن ہلانے لگا۔

شام ہو گئی۔ دن جس طرح گرم گزرا تھا سورج کے ڈھلنے کے ساتھ ٹھنڈک بھی اسی رفتار سے اتری تھی اور موسم بے حد خوشگوار ہو گیا تھا شام کے دھندلکوں میں یہ سرخ کھنڈرات عجیب شکل اختیار کر گئے تھے۔ دن بھر آرام کیا گیا تھا اس لئے سب ہی چاق و چوبند ہو گئے تھے چنانچہ وہ ٹولیاں بنا کر چٹانوں کے درمیان چہل قدمی کرنے لگے۔ غزال اور قندیل دور نکل آئے تھے۔ غزال نے قندیل سے کہا۔

"اب تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے قندیل....؟"

"ٹھیک ہوں غزال۔ کوئی خاص بات نہیں۔ ویسے خود پر تعجب ہوتا ہے۔ میں سوچتی ہوں غزال کہ میری وہ زندگی بھی تو بری نہیں تھی مطمئن تھی خوش تھی اور پھر تمہاری قربت نے اور بھی سکون دیا تھا۔ انسان کتنا بے اختیار ہے۔ غزال مجھے میری کہانی سناؤ۔ میرا

تمہارا معاملہ دوسروں سے مختلف ہے ہمارے درمیان دل سے دل تک کے سچے راستے ہیں مجھے میرے بارے میں بتاؤ.....!"

"تم اپنے بارے میں سب کچھ تو جان چکی ہو قندیل۔"

"میں؟" قندیل حیرت سے بولی۔

"نہیں غزال، مجھے، مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں جاننا چاہتی ہوں غزال! میں اپنے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں۔ یہ میری دلی آرزو ہے۔" غزال عجیب سی نگاہوں سے قندیل کو دیکھنے لگا پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"سب سے زیادہ بدقسمت تو میں ہوں قندیل جس نے تمہیں دل و جان کی گہرائیوں سے چاہا۔ میرا خیال تھا کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں کہ مجھے میری محبت اس آسانی سے مل جائے گی جس آسانی سے دوسروں کو یہ خوش بختی نصیب نہیں ہوتی لیکن تمہاری..... تمہاری....." غزال جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔

"دیکھو غزال میری کہانی کچھ بھی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کہانی جو میرے ذہن میں بند ہے کسی بھی وقت منظر عام پر آ جائے لیکن غزال میں تمہاری زندگی سے کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ دنیا کی کوئی قوت مجھے اس فیصلے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہاں سانسوں کی شرط لازمی ہے زندہ رہوں گی غزال! تو تمہاری بن کر رہوں گی ورنہ اس زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لوں گی۔"

"نہیں قندیل میں تمہاری زندگی چاہتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ ہم ان جنگلوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اگر تمہاری یہ کیفیت نہ ہوتی تو تمہاری کہانی تو بھولی جا سکتی تھی لیکن اب ہم تمہاری حقیقتوں کو تم تک پہنچانا چاہتے ہیں اور اس کے بعد قندیل جب تم اپنے آپ کو جان لو گی تو میں، میں پھر تمہیں کہیں اور نہ جانے دوں گا۔ کوئی مجبوری ہمارے راستے میں حائل ہوئی تو میں اس مجبوری کو ختم کر دوں گا۔" قندیل محبت بھری نگاہوں سے غزال کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تم نے میری بات پر کوئی توجہ نہیں دی غزال۔"

"کونسی بات قندیل؟"

"میں نے تم سے کچھ کہا تھا۔ دیکھو غزال میں تم سے آج بہت صاف لہجے میں گفتگو

رہی ہوں محبت کے مختلف روپ ہوتے ہیں ان میں پانے کی طلب بھی ہوتی ہے اور دوسرے بہت سے جذبے بھی۔ میں تمہارے بارے میں یہ دعویٰ کر سکتی ہوں کہ تم محبت کے جذبوں میں پاکیزگی کے قائل ہو اور دو مختلف صنفوں کی قربت کو صرف محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہو جسموں کا ملاپ ہمارے تصور سے بہت دور کی چیز ہے اور ہم میں سے کوئی محبت کو یہ رنگ دینے کے لئے بے تاب نہیں ہے۔ روحوں کا ملاپ ہی اصل ملاپ ہوتا ہے۔ یہ جملے لاتعداد بار دہرائے گئے ہیں۔ لیکن ہر بار تازہ محسوس ہوتے ہیں اور ہم ان کی تازگی اور پاکیزگی سے منکر نہیں ہو سکتے۔ میں چاہتی ہوں غزال کہ اپنی ذہنی کیفیت پر کوئی ضرب پڑنے سے پہلے میں تمہاری کہلاؤں اور کم از کم یہ جذبے میرے سینے میں زندہ رہیں کہ میری زندگی کسی سے منسلک ہو چکی ہے غزال مجھے اس سے فائدہ پہنچے گا یقین کرو مجھے اس سے فائدہ پہنچے گا۔"

غزال چونک کر قندیل کو دیکھنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کرنا قندیل مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"مطلب یہ کہ پہلے بھی یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہو چکی ہے میں نے اسے صرف ایک جذباتی کیفیت محسوس کیا تھا۔ کچھ خوف اور ہیجان۔ یہی تصور تھا میرے ذہن میں اور اسی کی وجہ سے میں نے اس مسئلے کو آگے نہیں بڑھایا لیکن اگر تم سنجیدہ ہو تو پھر اطمینان رکھو ہم یہ کام کر لیں گے۔"

"میں بالکل سنجیدہ ہوں غزال قطعی سنجیدہ۔"

"تو پھر ٹھیک ہے قندیل یہ مسئلہ حل کر لیا جائے گا۔" کافی دیر تک وہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ غزال اس بات سے خوش تھا کہ قندیل اب تقریباً بالکل ٹھیک محسوس ہوتی تھی اور اپنی اس وحشتناک کیفیت سے نکل چکی تھی۔ جب کافی وقت گزر گیا تو اس نے قندیل سے آرام کرنے کے لئے کہا اور وہ اپنی چھولداری میں چلی گئی۔

پہلا پہر تھا اور ماحول پر وحشت طاری تھی جن لوگوں کی جاگنے کی ڈیوٹی تھی وہ جاگ رہے تھے لیکن جو سونے کے لئے لیٹ گئے تھے وہ بھی نیند سے دور تھے۔ اچانک باہر کچھ آوازیں سنائی دیں اور آرام کرنے والے چونک پڑے۔ پھر ایک فائر کی آواز نے چٹانوں میں

ہلچل مچا دی۔ چاروں طرف بکھری ہوئی چٹانیں اس آواز کو نشر کر رہی تھیں ایک ہی خیال ذہنوں میں پیدا ہوا۔ شروھانئے! ہر ایک نے رائفل سنبھال لی لیکن فوراً ہی سب مقابلہ کرنے نہیں دوڑ پڑے تھے بلکہ نہایت ہوشیاری سے رینگتے ہوئے ایسی چٹانوں کی آڑ لے رہے تھے جہاں وہ محفوظ طریقے سے شروھانیوں سے مقابلہ کر سکیں۔ سب کی متجسس نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اس ایک فائر کے بعد دوسرا فائر نہیں ہوا۔ لیکن اس کے بعد اچانک ہی مسلسل کئی فائر ہوئے اور گولیاں بالکل آس پاس ٹکرائیں جواب میں رات کے جاگنے والوں نے بھی فائرنگ شروع کر دی' یہ کرنل فیروز اور سراتو تھے۔ سراتو تو خیر جس طرح بھی فائرنگ کر رہا تھا لیکن کرنل فیروز ایک فوجی کی نگاہ سے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ دراصل دونوں نے ایک سائے کو چٹانوں میں بھٹکتے دیکھا تھا اور اس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ بھی نہ لگا پائے تھے کہ سائے نے فائرنگ شروع کر دی تھی اور اب وہ جگہ بدل بدل کر ان پر فائرنگ کر رہا تھا۔ حیرت انگیز طور پر اس نے فاصلہ کم کر لیا تھا۔ ایک فائر کرنے کے بعد اس نے دراصل انہیں اس سمت الجھا لیا' جدھر سے اس نے فائر کیا تھا اور اس کے بعد چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا ان کے بالکل قریب پہنچ گیا..... کرنل فیروز اور سراتو یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ فائرنگ ایک آدمی کیوں کر رہا ہے' دوسرے لوگ کس منصوبہ بندی میں مصروف ہیں۔ لیکن اندھا دھند فائرنگ نے انہیں چونکا دیا۔ بہرطور وہ محفوظ مقام پر تھے۔ اور مقابلہ باآسانی کر سکتے تھے۔ کرنل فیروز نے سراتو سے کہا کہ وہ دوسرے لوگوں کو اس سلسلے میں تفصیلات بتائے اور اس کے بعد وہ خود ایک بلند چٹان کی طرف جانے کی کوشش کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ایک ایسی جگہ سنبھال لی جہاں سے وہ حملہ آوروں کا بخوبی مقابلہ کر سکتے تھے۔

دوسرے تمام لوگوں کے بارے میں بھی انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ وہ ہوشیار ہیں اور اپنی اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے ہیں حملہ آور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فائرنگ کر رہا تھا اور چند لمحات کے بعد انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ صرف ایک ہے.... لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ کرنل فیروز کی تیز نگاہیں اس چٹان کا جائزہ لے رہی تھیں جہاں سے فائرنگ کی جا رہی تھی۔ بہت سے شعلے چٹانوں کے عقب سے نمودار ہوئے اور اس کے بعد ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وہ سب ہی مستعد تھے اور گہری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ

رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ حملہ آور ایک بار پھر جگہ تبدیل کرے گا اور وہ اس کی سمتوں سے باخبر رہنا چاہتے تھے کافی دیر تک جب کوئی فائر نہ ہوا تو انہوں نے بے چینی سے پہلو بدلا اور اپنی اپنی جگہ تبدیل کرنے لگے۔ کرنل فیروز کو یہ احساس بھی نہ ہو سکا کہ راؤ سکندر اور راج دیو کہاں سے کہاں نکل گئے ہیں' وہ چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے کافی فاصلے پر پہنچ گئے تھے تاکہ ہر طرف سے مقابلہ بہتر انداز میں کیا جا سکے لیکن حملہ آور ایک دم خاموش ہو گیا تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ سناٹا چیخ رہا تھا اور چاروں طرف سے عجیب و غریب سرسراہٹیں ابھر رہی تھیں وہ لوگ اس احساس کا شکار تھے کہ شروھانئے کسی خاص چال کے تحت انہیں گھیر رہے ہیں' سب سے زیادہ پریشانی اسی بات کی تھی کہ اگر شروھانیوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر کر منظم حملہ کیا تو صورت حال ان کے لئے خطرناک ہو جائے گی اس سلسلے میں بہتر اقدامات ضروری تھے۔ غزال نے ایک اور قدم اٹھایا وہ آہستہ آہستہ ان بلندیوں پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا جہاں سے دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ غزال نے ادھر پہنچ کر چاروں طرف نگاہ ڈالی لیکن دور دور تک آسیب زدہ چٹانیں خاموش تھیں۔ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پیچھے دوسرے لوگ اپنی کارروائیاں کر رہے تھے اور ٹارچیں روشن کر کے دور دور تک پھیل گئے تھے۔ وہ بھی شروھانیوں کو تلاش کر رہے تھے۔ ٹارچوں کی روشنیاں چاروں طرف لہراتی رہیں لیکن بے سود کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اس زبردست فائرنگ کو نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آخر کوئی نہ کوئی تو تھا مگر جو بھی تھا کہاں گیا۔ غزال بدستور اپنی جگہ موجود تھا اور گہری نظروں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اچانک اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ایک جگہ اسے غیر مانوس سی تحریک نظر آئی۔ آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تحریک کو نظرانداز نہ کر سکا یہ وہ جگہ تھی جہاں انہوں نے سامان رکھا ہوا تھا۔ اس جگہ کسی انسان کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی کیا وہ انسان ہی تھا۔ جائزہ لینے والوں نے آس پاس کی چٹانوں کی آڑ لے رکھی تھی ان کے خیال میں کوئی اس حصار کو توڑ کر اندر نہیں آ سکتا تھا لیکن آنے والا اندر آ چکا تھا.....!؟

غزال جس جگہ موجود تھا وہاں سے وہ آسانی سے اس شخص کو نشانہ بنا سکتا تھا لیکن اس طرح فائر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اس بلند چٹان کے دوسری طرف سے اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ بے آواز اس طرف رینگنے لگا۔ بلندی

سے آہٹ کے بغیر اترنا سخت خطرناک تھا اس لئے اسے احتیاط برتنا پڑ رہی تھی لیکن غزال کو اس چور کے اجنبی ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کافی بلندی سے اس شخص پر چھلانگ لگائی تھی اور اسے دبوچ بیٹھا تھا۔ اس کے شکار کے حلق سے کریہہ چیخ نکل گئی لیکن وہ بھی جاندار آدمی تھا۔ غزال کی گرفت سے نکلنے کے لئے اس نے غزال کی پسلیوں پر کھڑے ہاتھوں کی ضرب لگائی اور غزال کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ مچھلی کی طرح اس کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ لیکن غزال نے نیچے گر کر اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور ان میں بل دے کر اسے پھر گرفت میں لے لیا۔ یہ جدوجہد دوسروں سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور سب ہی روشنیاں جلا کر اس طرف دوڑ پڑے۔ اجنبی وجود طریق جنگ سے واقف تھا اس لئے بدن کو بل دے کر غزال کی گردن پکڑ لی اور اسے دبانے لگا لیکن غزال کے اندر بھی اب وحشت نمودار ہو گئی تھی۔ اس نے اجنبی شخص کی ٹانگیں چھوڑ کر اس کے سینے میں گھٹنا مارا اور اپنی گردن چھڑا لی پھر اس نے اسے کمر پر لاد کر زمین پر دے مارا۔ اور اسی وقت راج دیو نے اپنی رائفل کی نالی زمین پر پڑے ہوئے اجنبی کے سینے پر رکھ دی۔

”تمہاری دوسری جنبش تمہارے لئے صرف موت لائے گی!“ راج دیو کی غراہٹ ابھری۔

اجنبی نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ ٹارچ کی روشنی نے اس کا احاطہ کر لیا تھا۔ وہ گندے خون آلود لباس میں ملبوس کوئی غیر ملکی تھا جس کے دونوں گال پھولے ہوئے تھے۔ شیو بڑھی ہوئی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ نیلی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اسے گرفت میں لے کر سیدھا کیا گیا۔ راؤ نے اس کے لباس کی تلاشی لے ڈالی چند کارتوسوں کے علاوہ اس کے پاس اور کچھ نہیں تھا۔ پھر اسے سیدھا بٹھا دیا گیا۔ تب انہوں نے دیکھا کہ اس کے کھلے ہوئے منہ سے ڈبل روٹی کے ٹکڑے گرنے لگے۔ یہ منظر بے حد عبرتناک تھا وہ ان کے سامان سے کھانا چرا رہا تھا۔

”اسے کھانا کھلاؤ..!“ راؤ نے آہستہ سے کہا۔ اور سب چونک پڑے۔ سراتو نے صورت حال کو سمجھ لیا کھانے کے سامان سے کافی چیزیں نکال کر اس کے سامنے رکھی گئیں اور وہ کسی جانور کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔ وہ سب اسے دیکھ رہے تھے لیکن ماحول سے بے خبر نہیں تھے۔ ٹارچیں بجھا دی گئیں تھیں۔ سراتو نے اسے پانی پیش کیا جسے اس نے جھپٹ لیا

اور پورا گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔ جو کچھ اسے دیا گیا تھا اس نے سب کھا لیا اور پھر اسی جگہ زمین پر لیٹ گیا۔ احتیاطاً اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے گئے تھے اور اس کے بعد دیر تک اس کے بارے میں تبصرہ آرائیاں ہوتی رہی تھیں۔ لیکن اس کی بارے میں صحیح انکشاف صبح کو ہلینا نے کیا۔ اس نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

”یہ مائر ہے۔“

مائر کا نام آشنا تھا۔ ویسے بھی انہوں نے یہی نظریہ قائم کیا تھا اس کے بارے میں کہ وہ آفت زدہ گارساں کا ساتھی ہے۔ مائر بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ اس پر نیم غشی کی سی کیفیت طاری تھی لیکن بظاہر کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی تھی جس سے یہ اندازہ ہو کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہے جسم پر چھوٹی چھوٹی چند خراشیں ضرور تھیں لیکن وہ بھی ایسی نہیں تھیں جو کسی طرح تشویش ناک ہوتیں۔ بہرطور اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا گیا اب ان کے لئے یہاں رکنا بے جواز تھا اور آگے بڑھنا ضروری لیکن مائر کا مسئلہ درمیان میں آ گیا تھا۔ اس کی بے ہوشی کے دوران ہی ہلینا نے اس کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور وہ لوگ عجیب سے احساسات کا شکار ہو گئے۔ کم از کم مائر کو وہ اپنے ساتھ سفر کرنے کی دعوت نہیں دے سکتے تھے۔ ہلینا تو لڑکی تھی اور اسے بے ضرر سمجھ لیا گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ خفیہ طور پر ہلینا پر نگاہ بھی رکھتے تھے کیونکہ کسی بھی مرحلے پر مار نہیں کھانا چاہتے تھے۔ مائر تقریباً دس بجے ہوش میں آ گیا اور اس نے ان لوگوں کا انتہائی شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس کی زندگی دشمن ہونے کے باوجود بچا لی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ تین دن سے بھوکا اور پیاسا تھا اور اس کی ذہنی قوتیں جواب دے چکی تھیں اسے صرف کھانے کی تلاش تھی اور اس سے زیادہ اسے اور کچھ نہیں درکار تھا۔ ہلینا کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ اس نے ہلینا سے بہت زیادہ معافیاں مانگیں لیکن ہلینا بدستور اس سے نفرت کا اظہار کرتی رہی۔ اس نے کہا کہ مائر وہ ہے جس نے اپنی زندگی کے خوف سے اسے ٹھکرا دیا تھا۔ یہ مرحلہ بھی شام تک ہی چلتا رہا اور آج کا سفر تقریباً ملتوی ہی ہو گیا۔ وقت اتنا گزر چکا تھا کہ آگے بڑھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا وہ لوگ بھی کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کر رہی تھے اور اپنے طور پر مشورے کر رہے تھے۔ مائر نے کسی نہ کسی طرح ہلینا کو راضی کر لیا لیکن اس کے بعد راؤ سکندر نے جو فیصلہ دیا وہ کافی سخت تھا

اس نے سرد اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"مسٹر مائلر آپ بہرطور ایڈمنڈ گارساں کے ساتھی ہیں اور ہم کسی بھی قیمت پر آپ کو اپنے ساتھ رکھنا پسند نہیں کریں گے ۔ اصولاً تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے۔ لیکن آپ کے ساتھ ایک اچھا سلوک کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کو ایک آدھ گھوڑا دے دیا جائے اور کھانے پینے کا اتنا سامان کہ آپ آگے سفر جاری رکھ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی ہماری آپ سے درخواست ہے کہ ہلینا کو اپنے ساتھ لے جایئے اور اس کے بعد آپ کا جہاں دل چاہے جا سکتے ہیں - مائلر چند لمحات خاموش رہا پھر اس نے افسردگی سے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھ یہ سلوک بھی انتہائی شرافت کا آئینہ دار ہے۔ میں اس کے لئے تیار ہوں اپنے کئے کی تلافی بھی چاہتا ہوں اور ہلینا کو اس مصیبت میں پھنسانے کا ذمے دار بھی میں ہی ہوں۔ چنانچہ یہ میری ذمے داری ہے کہ میں اسے لے کر یہاں سے نکل جاؤں۔ سوری ہلینا لالچ میں جو کچھ مجھ سے ہو چکا ہے اس کی واپسی تو کسی طور ممکن نہیں ہے لیکن اب میں اس کا ازالہ کرنے کا خواہشمند ہوں اور تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔

مائلر کی خوشامد درآمد سے ہلینا کافی حد تک رام ہو چکی تھی اور اس سے زیادہ ان لوگوں پر اور کوئی بار بھی نہیں ڈالا جا سکتا تھا چنانچہ اس نے یہ صورتحال منظور کر لی اور ان لوگوں نے مائلر سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ چلتے ہوئے مائلر نے انہیں بتایا کہ ایڈمنڈ گارساں بڑی کسمپرسی کا شکار ہے لوئس پر اس کا کنٹرول بدستور ہے ورنہ لوئس اس سے باغی ہو چکا ہے اور اب ایڈمنڈ گارساں کو دو محاذ پر کام کرنا پڑ رہا ہے ایک طرف شردھانیوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا انتقام لیں گے اور وہ مسلسل ایڈمنڈ گارساں کا پیچھا کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ مائلر نے بتایا کہ ایڈمنڈ گارساں کی دونوں جیپیں تباہ ہو چکی ہیں اور اب وہ پیدل سفر کرنے پر مجبور ہے ان کے پاس کھانے پینے کے ذخائر بھی بہت کم رہ گئے ہیں اور راشن بندی کر دی گئی ہے بہت تھوڑی سی خوراک ان لوگوں کو دی جاتی ہے اور اس وقت ان لوگوں کے پاس صرف چند دنوں کی خوراک باقی ہے گارساں بہت خونخوار ہو چکا ہے اپنے بارے میں مائلر پہلے ہی بتا چکا تھا کہ شردھانیوں سے جنگ کے وقت گارساں سے بچھڑ گیا تھا لیکن اس نے کہا تھا کہ اب وہ گارساں کے پاس نہیں جائے گا بلکہ

یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس جگہ قیام طویل ہو گیا تھا اور اب یہاں سے دل اکتا گیا تھا اس لئے ان دونوں کے جانے کے بعد سب نے فیصلہ کیا کہ یہ جگہ چھوڑ دی جائے۔ رات کا سفر علاقے میں خطرناک نہیں سمجھا گیا تھا سب تازہ دم تھے چنانچہ گھوڑے کس لئے گئے اور سفر شروع ہو گیا۔ ایک گھوڑے کی کمی اس طرح پوری کر لی گئی تھی کہ پروفیسر غوری کرنل فیروز کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا۔ سب تیز رفتاری سے سفر کر رہے تھے۔ راستے میں طے ہوا کہ اب سفر کا انداز یہی رکھا جائے یعنی جب بھی کوئی مناسب جگہ نظر آئے دل کھول کر آرام کیا جائے۔ اور اس آرام کے بعد جب سفر کیا جائے تو بھی طوفانی ہی ہو۔ کیونکہ اس چٹانی خطے میں انہوں نے کافی طویل قیام کر لیا تھا اس لئے باقی سفر نہ صرف یہ کہ رات بھر جاری رہا بلکہ دوسرے دن بھی وہ مسلسل سفر کرتے رہے اور شام کو چار بجے کے قریب ایک ایسے علاقے میں داخل ہو گئے جو بہت سرسبز و شاداب تھا اور جس کو دیکھ کر ان کا دل خوش ہو گیا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک آبشار نظر آ رہا تھا اور اس آبشار تک پہنچنا ضروری تصور کر لیا گیا تھا۔ کیونکہ اس کے اطراف بہت خوبصورت تھے اور پھر پانی کی ضرورت بھی پیش آ گئی تھی۔ آبشار کو دیکھ کر ان کا جی مچل گیا تھا ۔ گھوڑوں نے بھی انہی جیسی فطرت کا مظاہرہ کیا اور پانی کی جانب تیز رفتاری سے دوڑنے لگے۔ عام حالات میں یہ سفر خاصا لمبا ہو جاتا لیکن تقریباً پینتیس منٹ کے اندر یہ لوگ آبشار تک پہنچ گئے۔ آبشار کے پانی سے بننے والی چھوٹی سی ندی بہت صاف و شفاف تھی اور اس کی تہہ میں خوبصورت پتھر بہتے نظر آ رہے تھے۔ گھوڑوں نے فوراً ہی پانی میں منہ ڈال دیا ۔ اور باقی لوگ بھی اس جگہ پہنچنے کے بعد ماحول کی سنگینی بھول گئے اور غسل کی تیاریاں کرنے لگے۔ راؤ سکندر اور راج دیو بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔ لیکن تھوڑی بہت عقل سے بھی کام لیا گیا تھا۔ جنگل کے اس وحشتناک علاقے میں بلاشبہ یہ جگہ بہت خوبصورت تھی۔ لیکن انسانوں کی پہنچ سے دور اس جگہ قدرت کے کیا کیا خوفناک راز چھپے ہوئے تھے اس بات کو بالکل ہی نظرانداز نہیں کیا گیا۔ چنانچہ کرنل فیروز نے اپنے آپ کو سنبھالا اور رائفل لے کر ایک بلند جگہ بیٹھ گیا تاکہ اطراف پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ اس کی نگاہوں نے آس پاس بھٹکتے ہوئے ایسے جانوروں کو بھی دیکھ لیا جن کو شکار کر کے ان کا گوشت حاصل کیا جا سکتا تھا۔ راج دیو وغیرہ چونکہ ابھی غسل میں مصروف تھے اس لئے

انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی کافی دیر تک پانی میں، چہلیں ہوتی رہیں اور سورج پہاڑیوں میں ڈوب گیا۔ تب وہ سب تازہ دم ہو گئے۔

راؤ سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ اس طویل اور مسلسل سفر کا نتیجہ بہت عمدہ نکلا ہے اور جو طریقہ کار راستے میں طے کیا گیا تھا اب اس پر اسی انداز میں عمل ہو گا۔ کرنل فیروز نے اسے شکار کی طرف متوجہ کیا تو راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ سب کچھ دیکھ چکا ہے اور بہت سے بے چارے جانوروں کی شامت آنے والی ہے دونوں نے طے کیا کہ اس جگہ خوراک کا اچھا خاصا ذخیرہ کر لیا جائے گا۔ بہت دور درختوں میں ہرے ہرے سیب نما پھل بھی لٹکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ راج دیو کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ایڈمنڈ گارساں کا اس سمت رخ نہیں ہوا ورنہ اس کی خوراک کی قلت دور ہو جاتی....!"

وہ بے چارہ درحقیقت ایک جرم کر کے بہت سی مصیبتوں میں گرفتار ہو چکا ہے اور اپنی مجرمانہ ذہنیت کی سزا بھگت رہا ہے ورنہ اگر صرف مہم جوئی کا معاملہ ہوتا تو اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ اس وقت ان کے ساتھ ہوتا۔ تازہ دم لوگ خوش و خرم تھے اور دیر تک اپنے کاموں میں مصروف رہے تھے۔ سراتو نے غزال کے ساتھ مل کر چھولداریاں سنبھالیں تو راؤ سکندر نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں غزال رک جاؤ۔ ہم یہاں کیمپ نہیں لگائیں گے۔ اور غزال رک گیا۔ شکاری جانتے تھے کہ کیمپ کہاں لگانا چاہئے۔ انہوں نے آبشار سے دور ٹھکانہ بنایا تھا اسی رات غزال نے کرنل فیروز سے کہا ڈیڈی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔"

"بظاہر ڈیڈی یوں لگتا ہے جیسے آپ بھی اس سفر کی دلچسپیوں میں گم ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ نے اپنی پرسکون زندگی میں یہ کیفیت کیوں گوارہ کی ہی۔"

"تمہارا یہ احساس ہی میرا انعام ہے۔"

"آپ ایک مثالی باپ ہیں ڈیڈی آپ کی اسی محبت سے مجھے جرات ہوئی ہے ڈیڈی میں قندیل سے نکاح کر لینا چاہتا ہوں۔" کرنل فیروز چونک پڑا دیر تک وہ غزال کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"یہاں اس جنگل میں' ان حالات میں۔"

"ہاں ڈیڈی۔"

"قندیل تیار ہے۔"

"ہاں ڈیڈی۔"

"تم نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔ میں صرف پند باتیں کہنا چاہتا ہوں غزال! قندیل ایک پراسرار کہانی ہے جب تک اس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ اور پھر تمہیں وہ پراسرار بوڑھا یاد ہے جسے اس نے قتل کر دیا تھا۔"

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے ڈیڈی' سب کچھ یہ ضروری ہے آپ یقین کریں اس کے پس پردہ کوئی نفسانی جذبہ نہیں ہے ہم مذہبی یکجائی چاہتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں اور مجھے اعتراض نہیں ہے ٹھیک ہے مگر راؤ سے بات کرنی پڑے گی۔ ٹھیک ہے ویسے کل ہی راؤ سے بات کروں گا ہو سکتا ہے اسے اعتراض ہو ویسے بھی یہ کچھ عجیب سی خواہش ہے لیکن ٹھیک ہے دیکھیں راؤ کیا کہتا ہے...."

راؤ سکندر کرنل کی بات سن کر حیران رہ گیا تھا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اور آپ نہایت سنجیدگی سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟"

"واقعی میں سنجیدہ ہوں۔" کرنل نے کہا۔

"لیکن یہ آپ کو سوجھی کیا۔ ماحول میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں یا کوئی حکمت عملی ہے؟"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے عزیزم' لیکن ان دونوں کا یہی فیصلہ ہے۔ غزال کا کہنا ہے کہ قندیل بھی یہی چاہتی ہے۔"

"اوہ ان حالات میں کیا یہ ممکن ہے؟"

"بالکل ممکن ہے آخر اس میں قباحت کیا ہے ہم سب مسلمان ہیں بس قاضی کی سند نہیں ہے لیکن وہ ضروری بھی نہیں' میں نکاح پڑھا سکتا ہوں۔"

"ویسے مشغلہ دلچسپ ہے لیکن کرنل آپ واقعی عظیم انسان ہیں انسان دوستی اور ایک باپ کی شفقت کا مظاہرہ آپ نے جس انداز میں کیا ہے میں اس سے بہت متاثر ہوں۔ اپنی ایک کمزوری کا اظہار آپ پر کرنا چاہتا ہوں۔ قندیل کا ایک دور میرے لئے ان تمام دلچسپیوں کا حامل رہا جو ایک باپ کو اپنی اولاد سے ہو سکتی ہیں۔ میں درحقیقت قندیل کا ماضی بھول گیا تھا اور اس وقت یہ خیال بھی دل میں آ رہا تھا کہ کبھی ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ پھر کچھ دن قندیل کے سلسلے میں سخت پریشانیوں میں گزرے اور یہ کسی باپ ہی کی طرح پریشانیاں ہیں پھر راج دیو کے ہاں کا واقعہ پیش آیا اور ماضی زندہ ہو گیا۔ اس کے بعد کرنل! دل میں ایک ٹھہراؤ سا پیدا ہو گیا۔ یہ اندازہ ہو گیا کہ قندیل ایک سربستہ راز ہے وہ جنگل میں ملنے والی ایک پراسرار شے ہے اور میں اس کا باپ نہیں ہوں۔ سطوت آج بھی اسے ماں کی طرح چاہتی ہو گی لیکن میں سنبھل گیا ہوں۔ آفرین ہے آپ پر کہ ان ساری حقیقتوں سے بے

نیاز ہو کر یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہیں۔ کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہمارے اس سفر کا انجام کیا ہو گا؟"

کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں راؤ میرے جیسے دوسرے فوجیوں کی ریٹائرمنٹ کے بعد کیا کیفیت ہوتی ہو لیکن میں..... میں نے محاذ جنگ پر لاتعداد زندگیوں کو موت سے ہمکنار کیا ہے۔ ہائی کمان کے احکامات ہی ہمارا ایمان ہوتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مجھے ایسے بہت سے چہرے یاد آئے جو میرے ہاتھوں زندگی سے محروم ہوئے تھے اور دل میں ایک عجیب سی خلش پیدا ہو گئی اور اس کے بعد مجھے ہر ذی روح سے محبت ہو گئی۔ شاید یہ ان احساسات کا کفارہ ہو۔ قندیل بھی انسان ہے ایک بہت پیاری بچی جسے میں نے ہنستے مسکراتے دیکھا ہے۔ وہ زندگی سے بھرپور تھی۔ پھر وہ بیمار ہو گئی اور میرا دل اس کے لئے دکھنے لگا۔ میرا غزال اسے چاہتا ہے دو دلوں کے پیار کو میں مصلحتوں کے ہتھیار سے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ مستقبل ہمیشہ انسان کی پہنچ سے دور رہا ہے۔ اور ہم صرف مصلحت کا شکار ہو کر دو آرزوؤں کو کیوں قتل کریں۔ مجھے یہ مصلحتیں بالکل ہائی کمان کی طرف سے ملنے والا حکم محسوس ہوتی ہیں پھر مجھے یاد آتا ہے کہ میں ریٹائر ہو چکا ہوں اور آزاد ہوں۔ اور راؤ بڑا سکون ملتا ہے اس احساس سے کہ اب میں کوئی زندگی لینے کے لئے مجبور نہیں ہوں۔"

راؤ سکندر مسکراتی نظروں سے کرنل کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے کرنل تیاریاں کریں۔"

سب ہی دلچسپی لے رہے تھے اور اپنے طور پر تیاریاں کر رہے تھے آبشار کا نزدیکی خطہ سب کو پسند تھا۔ چند اصول طے کر لئے گئے۔ راج دیو نے دو ہرن شکار کر کے کھانا تیار کرایا سیب نما جنگلی پھل ڈھیر کر دیئے گئے۔ پھر خصوصی رسمیں انجام دی گئیں۔ پروفیسر غوری نے قندیل سے کہا۔

"بیٹی قندیل تم نے ایک مسلم گھرانے میں پرورش پائی ہے تمہارا نام قندیل ہے لیکن تم جان چکی ہو کہ تم راؤ کی بیٹی نہیں ہو۔ غزال مسلمان ہے اور ایک مسلمان لڑکی سے اس کی شادی ہو سکتی ہے کیا تم اپنی خوشی سے اس مذہب کو قبول کرو گی۔"

"ہاں!" قندیل نے کہا۔

"تو کلمہ پڑھو.....!" پروفیسر غوری نے تین بار قندیل کو کلمہ پڑھایا اور اس کے بعد نکاح

خواں کے فرائض پروفیسر غوری نے ہی سرانجام دیئے اور دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا گیا۔ ضیافت اڑائی گئی‘ قہقہے لگائے گئے‘ مبارکبادیں دی گئیں‘ دونوں کے لئے ایک چھولداری وقف کر دی گئی۔ شفاف آسمان پر پورا چاند جگمگا رہا تھا۔ غزال نے رائفل سنبھالی اور قندیل کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس حسین آبشار کے قریب پہنچ گیا جس کا سفید پانی چاند کی سنہری کرنیں قبول کر کے سنہری ہو گیا تھا۔ دونوں ایک پتھر پر بیٹھ گئے وہ چھولداری کے عقبی حصے سے باہر نکل آئے تھے قندیل نے مسکراتے ہوئے کہا.....

"غزال! کیسا لگ رہا ہے...؟"

"بتا نہیں سکتا انسان کے احساسات ہی اسے خوشی اور غم کا شکار کرتے ہیں اور یہ اندر دھڑکنے والا دل ان تمام احساسات کو مختلف اشکال میں قبول کرتا ہے۔ ہم عید مناتے ہیں۔ یہ دن عام دنوں ہی کی مانند تو ہوتا ہے۔ کیا خصوصیت ہوتی ہے اس دن میں لیکن وہ خصوصیت درحقیقت ہمارے وجود میں پوشیدہ ہوتی ہے اور ہم عید کو عام دنوں سے بالکل مختلف محسوس کرتے ہیں۔ یہی کیفیت اس وقت میری ہے درحقیقت قندیل میں تم سے خلوص دل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ مَیں نے تمہیں ایک مرد ہی کی مانند چاہا ہے اور ظاہر ہے میرے جذبات و احساسات میں بھی مستقبل کے وہ تمام حسین خواب موجود ہیں جو ایک شوہر کو اپنی بیوی کے وجود سے منسلک محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن قندیل آرزوؤں بھری یہ رات قطعی طور پر مجھے اس انداز میں متاثر نہیں کر رہی جس طرح ایک شوہر اپنی بیوی کی قربت کے تصور سے متاثر ہوتا ہے ہماری روحوں کا ملاپ ہو گیا ہے۔ جسموں کے ملاپ کے لئے کوئی اور وقت متعین کریں گے لیکن تمہاری اجازت کے ساتھ۔"

قندیل ہنس پڑی اس نے کہا۔ "گویا میرا فیصلہ بالکل درست تھا غزال۔ یقین کرو یہ ایک امتحان تھا تمہارے لئے اور میں مسرت سے پھولی نہیں سما رہی کہ تم اس امتحان میں کتنے مکمل نکلے۔ مجھے معاف کرنا غزال میری زندگی سے جو کہانی اچانک وابستہ ہو گئی ہے میں اس سے بہت متاثر ہوں۔ اور شدید الجھنیں ہیں میرے ذہن میں۔ میں نہیں جانتی کہ میرا مستقبل کیا ہے لیکن ہم روحوں کے اس ملاپ کو اپنے درمیان ایک مضبوط بندھن کی حیثیت دیتے ہیں اور یہاں قطعی ہمارا یہ مقصد نہیں تھا کہ اس جنگل میں منگل منائیں۔ غزال تم نے یہ الفاظ کہہ کر میرے دل کی گہرائیوں میں اپنا جو مقام بنایا ہے میں تمہیں اس کے بارے

میں الفاظ میں نہیں بتا سکتی۔ یہ میری خواہش تھی غزال کہ ہم زندگی کی ان مسافتوں میں گم نہ ہو جائیں جو دو دلوں کی طلب ہوتی ہے بلکہ اپنی روحوں کو ایک دوسرے رشتے سے منسلک کر کے ہمیشہ کے لئے اس خوف سے آزاد ہو جائیں کہ ہمارے درمیان کوئی دوری ہو سکتی ہے۔ غزال میں تم سے ایک بیوی کی حیثیت سے یہ لمحات مانگ رہی ہوں مجھے وقت دو موقع دو کہ میں اپنے آپ کو پہچان لوں۔"

غزال مسکراتی نگاہوں سے قندیل کو دیکھنے لگا پھر بولا۔ "شکر ہے کہ اس رات کا پہلا تحفہ تمہیں پسند آیا۔"

دونوں آدمی رات تک وہیں بیٹھے ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے اور اس کے بعد چھولداری کی جانب چل پڑے جبکہ دوسری جانب سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پہرہ دینے والے بہرطور مستعد تھے لیکن اتنے فاصلے پر جا بیٹھے تھے کہ کسی کو مداخلت کا احساس نہ ہو۔ قندیل نے غزال کے بازو پر سر رکھا اور گہری نیند سو گئی۔ نجانے کتنی دیر تک غزال اس کی قربت کی خوشبو محسوس کرتا رہا اور اس کے دل کی دھڑکنیں بڑھتی رہیں۔ پھر نیند نے اس کے ذہن میں بھی سکون کا بسیرا کر دیا تھا۔

دوسری صبح بھی اس کھیل کو حقیقی رنگ دینے کے لئے خاصی تفریحات کی گئیں۔ اس دن خاص طور سے کرنل فیروز نے شکار پر جانے کا منصوبہ بنایا تھا اور جانا بھی کیا شکار ہی کافی موجود تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کرنل فیروز نے ایک سانبھر شکار کیا اور دو ہرن۔ اس کے بعد گوشت تیار کیا گیا اور پھر بڑے شاندار طریقے سے دوپہر کی ضیافت اڑائی گئی۔ جسے ولیمے کا نام دیا گیا تھا۔ آبشار کے کنارے مزید تین دن تک قیام کیا گیا کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس سے آگے ماحول کیسا ہو گا اور پھر وہاں سے بوریا بستر سمیٹ لیا گیا۔ یہ حسین سرسبز خطہ تقریباً بارہ گھنٹے تک ان کا ساتھ دیتا رہا تھا اور اس کے بعد بھوری زمین نمودار ہونے لگی تھی جو یہ احساس دلا رہی تھی کہ آگے کا علاقہ بنجر اور خشک ہے لیکن سوبارا کے ان جنگلات میں انہیں اس وقت تک آگے بڑھنا تھا جب تک کہ کوئی مناسب صورت حال درپیش نہ ہو اور یہ پتہ نہ چل جائے کہ قندیل کی حقیقت کیا ہے۔ بھوری زمین پر اگی ہوئی جھاڑیاں حشرات الارض کا مسکن تھیں اور یہاں خاص طور سے انہیں محتاط رہنا پڑا تھا کیونکہ ان جھاڑیوں میں انہوں نے ناگ پھنکارتے ہوئے دیکھے تھے۔ روایتی سبز رنگ کا پہاڑی بچھو بھی

یہاں نظر آیا تھا جو سانپ سے زیادہ ہولناک ہوتا ہے اور گھوڑوں نے خاص طور سے اس علاقے سے گزرتے ہوئے خوف کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ رات کو بھی آرام نہ کیا گیا۔ اور وہ لوگ آگے بڑھتے رہے ۔ اس طرح سفر کا تعطل ختم ہو گیا تھا اور جتنے دن انہوں نے آرام و سکون سے گزارے تھے ان کی کسر ان چوبیس گھنٹوں میں پوری ہو گئی تھی لیکن چوبیس گھنٹوں کے بعد بھی ماحول میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی بدنما پہاڑی ٹیلے چھوٹی چھوٹی چٹانوں سے اٹے ہوئے ان کے اطراف میں بکھرے تھے کہیں گہری کھائیاں نظر آتیں اور کہیں ناہموار بلندیاں۔ البتہ جھاڑیوں کا وہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا جن کے درمیان حشرات الارض موجود تھے اور اس طرح اب وہ ایک ایسے علاقے میں تھے جہاں چھوٹے چھوٹے نوکیلے پتھر بکھرے ہوئے تھے چند کھائیاں عبور کرنا پڑی تھیں چند بلندیاں طے کرنا پڑی تھیں پہاڑی ٹیلوں نے جگہ جگہ راستے روکے تھے اور انہیں راستے کاٹنے پڑے تھے لیکن جس جگہ اب انہوں نے قیام کیا تھا وہاں قدرے بہتر ماحول تھا۔ پہاڑی پتھروں میں کم از کم سانپوں کا وجود نہیں ہو سکتا تھا ہاں وہ ہولناک بچھو جو انہوں نے چٹانوں میں دیکھے تھے خدشہ تھا کہ یہاں بھی ہوں اور ان بچھوؤں سے محفوظ رہنے کے لئے مناسب جگہ ضروری تھی۔ چنانچہ یہ طے کیا گیا کہ ان پتھروں کو دور دور تک صاف کر لیا جائے اور اس کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا گیا۔ سورج نمودار نہیں ہوا تھا اور ماحول میں صبح کی مخصوص کیفیت طاری تھی۔ انہوں نے قیام کے لئے بہتر جگہ بنا لی۔ ویسے یہاں وہ بچھو بھی نظر نہیں آئے تھے۔ دور دور تک دیکھ لیا گیا تھا چنانچہ کسی قدر سکون ہو گیا ایک پہاڑی ٹیلہ ان کی پشت پر تھا اور اسی کی آڑ میں قیام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ ساری تیاریاں کرنے کے بعد ان لوگوں نے کھانے پینے کی اشیاء نکال لیں۔ ایک چھولداری بھی لگا دی گئی تھی۔ باقی چھولداریاں طے کر کے رکھی گئی تھیں تاکہ بہت زیادہ دیر نہ لگے۔ تھکن ان کے جسموں پر سوار تھی اور وہ سب کھا پی کر آرام کرنا چاہتے تھے۔

بہرطور یہ تمام تیاریاں ابھی جاری تھیں کرنل فیروز اور بھرت چندر یونہی ٹہلنے کے لئے نکل گئے تھے اور پھر اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ گئے لیکن یہاں پہنچنے کے بعد دفعتہ ہی ان کے قدم رک گئے تھے۔ ٹیلے کے دوسری جانب وسیع و عریض گہرائی تھی جو دور تک چلی گئی تھی اس گہرائی میں مٹیالے رنگ کی بھوری گھاس اگی ہوئی تھی لیکن جس چیز کو دیکھ کر ان

کے قدم رکے تھے وہ تقریباً اٹھارہ گھوڑے تھے جو اس وادی میں گھاس چر رہے تھے اور ایک جگہ ان اٹھارہ گھوڑوں کے سواروں کا مجمع تھا۔ کرنل فیروز اور بھرت چندر نے خود کو پوشیدہ کر لیا اور ان لوگوں کو بغور دیکھنے لگے تصور یہی تھا ذہن میں کہ وہ ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی ہیں۔ اگر ان کے پاس گھوڑے نہ ہوتے۔ گو ان کا فاصلہ کافی تھا لیکن ان کی حرکات و سکنات اور ان کے حلئے اب آنکھوں میں واضح ہوتے جا رہے تھے اور چند ہی لمحات کے بعد ان کی جسامتوں اور لباس سے یہ اندازہ لگا لیا گیا کہ وہ شردھانئے ہیں۔ کرنل فیروز نے بھرت چندر سے کہا۔ "راج دیو اور راؤ سکندر کو بھی یہیں بلا لاؤ۔"

بھرت چندر خاموشی سے دوسری جانب رینگ گیا اور پھر اس نے ان لوگوں کو صورت حال بتائی۔ راؤ سکندر اور راج دیو نے پروفیسر غوری اور غزال وغیرہ کو اس بات کے لئے ہوشیار کر دیا کہ کوئی آہٹ نہ ہو۔ گھوڑوں کی آوازیں بند رکھی جائیں اور اس کا طریقہ یہی ہو سکتا تھا کہ ان کے قریب کھڑے ہو جایا جائے اور اس کے بعد وہ دونوں بھی ٹیلے کے قریب پہنچ گئے اور سنسنی خیز نگاہوں سے ادھر کا ماحول دیکھنے لگے شردھانئے کسی خاص رسم میں مصروف تھے۔ ان کے درمیان ایک الاؤ روشن تھا جس کے شعلے یہاں سے بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک دائرے میں کھڑے ہو گئے ان کی درمیان الاؤ کے قریب ایک قوی ہیکل جوان کو صاف دیکھا جا سکتا تھا اور یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ان کا سردار ہے۔ وہ سب الاؤ میں کوئی چیز ڈالنے لگے اور فضا میں دھوئیں کے بادل بلند ہو گئے سب کی سنسنی خیز نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ شردھانیوں نے اپنے اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد آگ کے گرد دوزانو ہو کر سجدے کئے۔ سراتو بھی رینگتا ہوا اس سمت آ گیا تھا کیونکہ اس کے سپرد کوئی ذمے داری نہیں لگائی گئی تھی۔ شردھانیوں نے اس سجدے سے فارغ ہونے کے بعد خاص قسم کی پٹیاں نکالیں۔ ان میں سے ایک پٹی انہوں نے اس قوی ہیکل سردار کی پیشانی پر باندھی اور پھر باقی شردھانئے بھی کسی خاص رسم کی ادائیگی کے انداز میں اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی پٹیاں سردار کے بازوؤں سے باندھنے لگے سراتو نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"شر.... شر یہ لوگ قسم کھا رہے ہیں۔"

"کیا کھا رہے ہیں....؟" بھرت چندر نے پوچھا۔

"قسم۔ آگ کا قسم۔" سراتو نے جواب دیا۔

"مگر کس سلسلے میں؟"

"یہ کیشے بول سکتا لیکن یہ ان کا بہت خوفناک رشم ہوتا جب وہ کوئی ایشا کام کرنا چاہتا جو بہت غخت ہو تو وہ قسم کھاتا ہے اور شر.... شر یہ شب اچھا نئیں۔"

راؤ سکندر اور راج دیو نے سراتو کامطلب سمجھ لیا تھا اور وہ خود بھی یہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ یہ انتقام کی قسم بھی ہو سکتی ہے بہرطور اس بات سے وہ بھی پریشان ہوئے کیونکہ شردھانئے ان کے ہاتھوں بھی ہلاک ہو چکے تھے۔ شردھانئے اپنی یہ رسم پوری کرتے رہے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد اس سے فارغ ہو گئے۔ پھر وہ سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو ٹیلے کی آڑ میں پوشیدہ کر لیا - لیکن ان کی نگاہیں اس جانب نگراں تھیں۔ البتہ یہ دیکھ کر انہیں خوشی کا احساس ہوا کہ وہ اس سمت نہیں آئے تھے بلکہ اس گہری وادی کی دوسری جانب نکل گئے تھے۔ سب گہری گہری سانسیں لینے لگے اور اس کے بعد وہاں سے واپس آ گئے یہاں آنے کے بعد ایک باقاعدہ میٹنگ ہوئی اور طے کیا گیا کہ وادی میں اتر کر اس جانب نہ بڑھا جائے جدھر شردھانئے گئے ہیں بلکہ یہاں سے بائیں سمت کے لئے راستہ کاٹ دینا چاہئے چنانچہ تیاریاں ہوئیں اور اس کے بعد ان کے گھوڑے بائیں سمت کی جانب سفر کرنے لگے وہ کسی بھی منزل کا تعین نہیں کر پائے تھے۔ بس جدھر منہ اٹھا چلے جا رہے تھے۔ اور اس بات کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی کہ اگر لاش کے پاس موجود نقشے کی کوئی نقل ان کے پاس ہوتی تو اس سے بڑا کام نکل سکتا تھا لیکن کوئی بھی اپنا مقصد ترک کرنے کے لئے تیار نہیں تھا گھوڑوں کی رفتار ایک بار پھر تیز ہو گئی اور انہیں یہاں دوڑنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ البتہ یہ ان کی خام خیالی تھی کہ انہوں نے شردھانیوں سے اپنا بچاؤ کر لیا تھا تقریباً ڈھائی گھنٹے کا سفر طے ہوا تھا کہ اچانک ہی ان کے کانوں میں زبردست فائروں کی آوازیں گونجیں اور سب نے اپنے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں۔ ان کی دہشت زدہ نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ یہ آوازیں کس سمت سے آ رہی ہیں۔ لیکن زیادہ انتظار بھی نہ کرنا پڑا۔ شردھانیوں کا ایک گھوڑے سوار غول اچانک ہی دور سے نمودار ہوا اور پھر اس کا رخ انہی کی سمت ہو گیا۔

"پوزیشن۔" کرنل دھاڑا۔

اور سب نے گھوڑے چھوڑ دیئے وحشی لٹیرے طوفان کی مانند اڑتے آ رہے تھے اور ان کا انداز بے حد خوفناک تھا وہ مسلسل رائفلیں سیدھی کئے فائر کر رہے تھے۔ کرنل نے فوراً صف بندی کر دی - وہ راج دیو اور بھرت چندر کے ساتھ آگے بڑھا اور اس نے زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ شردھانئے رائفلوں کی زد میں آ گئے تھے اور پہلے معرکے میں ان میں سے تین کے گھوڑوں نے قلابازیاں کھائی تھیں جبکہ ان کی دقیانوسی رائفلوں کی رینج اتنی نہ تھی کہ گولیاں ان لوگوں تک پہنچ سکتیں۔ ان تین آدمیوں کی موت نے شردھانیوں کے طوفان کو روکا اور انہوں نے اچانک گھوڑوں کے رخ بدل دیئے۔ اس بدلے ہوئے رخ کے ساتھ وہ کسی قدر پیچھے ہٹ گئے تھے کرنل نے غزال کو آواز دی اور اپنی رائفل اسے دیتے ہوئے کہا۔

"اندھا دھند فائرنگ مت کرنا ان کی رائفلوں کی مار کم ہے جونہی وہ منظم ہو کر ادھر رخ کریں فائرنگ شروع کر دینا تھوڑی دیر تک انہیں دور رکھنا ہے۔"

"او کے ڈیڈ۔" غزال نے کہا اور رائفل سنبھال لی۔ کرنل فوراً پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ میرا شعبہ ہے راج اس لئے میرے ساتھ تعاون کرو....!"

"خوشدلی سے کرنل...." راج اور راؤ نے بیک وقت کہا۔

"پہلی پوزیشن پر صرف تین آدمی رہنے دو۔ پروفیسر آپ راؤ کے ساتھ اس ٹیلے کے پاس آ جائیں یہاں سے دور دور تک دیکھا جا سکتا ہے۔ اور قندیل بیٹی تم گھوڑوں کے ساتھ رہو۔ گھوڑے اس جگہ سے نہیں ہٹنے چاہئیں۔ سراتو تم قندیل کے ساتھ رہو۔"

"ٹھیک ہے انکل گھوڑے نہیں ہٹیں گے۔" قندیل نے کہا۔

اس کام سے فارغ ہو کر کرنل نے اپنے لئے بھی ایک جگہ منتخب کر لی اس دوران شردھانئے ایک بار پھر منظم ہو گئے تھے اور انہوں نے پھر اسی سمت یلغار کر دی۔ لیکن وہ غلطی انہوں نے دوبارہ دہرائی تھی اور اس کا نتیجہ بھی ان کے حق میں خراب ہی نکلا۔ غزال وغیرہ نے انہیں سامنے کی طرف سے بھون کر رکھ دیا تھا۔ البتہ اپنے مزید چند آدمیوں کی موت کے بعد انہوں نے گھوڑوں کے رخ بدل دیئے اور پیچھے کی طرف مڑ گئے۔ غزال نے فوراً فائرنگ بند کر دی تھی۔

شردھانیوں کے گھوڑے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے.... بھرت چندر نے خوش ہو کر

کہا۔ "بھاگ گئے....!"

"نہیں انکل.... یہ بھول کر بھی نہ سوچیں۔" غزال نے کہا۔

کوئی بیس منٹ بڑے صبر آزما گزرے اور پھر اچانک راؤ اور پروفیسر غوری کے ٹیلے سے فائرنگ کی آواز ابھری اور کرنل نے چونک کر ادھر دیکھا۔ شردھانئے اس طرف سے نمودار ہوئے تھے۔

"راؤ فائرنگ تیز کرو....! غزال رخ بدل دو وہ بائیں سمت سے بھی آئیں گے۔"

کرنل کی یہ پیشین گوئی بظاہر بے معنی تھی لیکن یہ ایک فوجی کا تجربہ تھا شردھانئے دوسری طرف سے بھی نمودار ہوئے تھے۔ چنانچہ ادھر بھی فائرنگ شروع کر دی گئی کرنل نے راؤ کی سمت سنبھالی تھی اس بار شردھانئے زیادہ قریب آ گئے تھے چنانچہ ان کی چلائی ہوئی گولیاں بھی ان تک پہنچ رہی تھیں۔ اس ہولناک صورت حال کو روکنے کے لئے اتنی ہی خوفناک فائرنگ کرنی پڑی۔ اس بار شردھانئے زیادہ ہوشیار تھے اور اپنے گھوڑوں کو مسلسل ادھر ادھر حرکت دے رہے تھے اس کے علاوہ چونکہ وہ قریب آ گئے تھے اس لئے ان کی گولیوں سے بچنا بھی ضروری تھا جس کی وجہ سے ان کے نشانے خطا ہو رہے تھے۔ قریب آ جانے کے بعد انہوں نے نیزوں کا استعمال بھی شروع کر دیا تھا۔ وہ صحیح نشانے تو نہیں لے پا رہے تھے لیکن نیزے ایک خاص انداز میں فضا میں اچھال رہے تھے اور یہ نیزے راؤ وغیرہ کے آس پاس ہی گر رہے تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد یہ لوگ ایک خطرناک صورت حال سے دوچار ہو گئے۔ شردھانیوں کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے ان کی یلغار بھی خوفناک تھی۔ کرنل اس جنگ کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

اچانک ایک تبدیلی ہوئی۔ شردھانئے اندازہ لگا چکے تھے کہ ان کے دشمنوں کے مورچے کہاں ہیں اور انہوں نے اپنی تعداد سے فائدہ اٹھا کر انہی مورچوں پر پوری توجہ جھونک دی تھی۔ طریق جنگ میں وہ بھی کورے نہیں تھے چنانچہ انہوں نے اپنی فائرنگ اتنی تیز کر دی تھی کہ دشمن کو نشانہ لینے کا موقع نہ مل سکے۔ اسی طرح وہ فاصلہ کم کرتے جا رہے تھے اور کچھ ہی وقت جا رہا تھا کہ وہ ان کے قریب آ کر دست بدست جنگ شروع کر دیتے تبدیلی یہ ہوئی کہ اچانک ہی شردھانیوں پر ایک نئے رخ سے فائرنگ شروع ہو گئی اور اس فائرنگ سے چار شردھانئے ہلاک ہو گئے۔ ان کی ہولناک چیخوں اور گھوڑوں کی ابتری نے دوسرے

شردھانیوں کو چونکا دیا اور ایک لمحے کے لئے ہٹ جانے والی توجہ نے انہیں ہولناک حادثے سے دوچار کر دیا کرنل اور راؤ سکندر نے وحشیانہ انداز میں ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور شردھانیوں کے گھوڑے بھڑک گئے۔ انہوں نے رخ بدلا اور اپنے سواروں کو لے بھاگے۔ عقب سے پھر فائرنگ کی گئی لیکن کسی نے بھی شردھانیوں کا نشانہ نہیں لیا تھا ورنہ بھاگنے والوں کو نشانہ بنانا مشکل نہ تھا۔ ہاں انہیں بھگانے کے لئے یہ فائرنگ کار آمد ثابت ہوئی تھی۔ وہ سب بہت دور چلے گئے تھے تب انہوں نے فائرنگ روکی تھی....! نیا مورچہ کھولنے والے سراتو اور قندیل تھے اور اس وقت انہوں نے کمال کیا تھا۔ سراتو کے ہاتھ میں رائفل تھی اور اس پر نیم غشی کی کیفیت طاری تھی۔ وہ رائفل لئے جھوم رہا تھا غزال نے اسے پکڑا تو وہ وحشت زدہ انداز میں چیخ پڑا۔

"ایک مارا.... دو مارا.... تین مارا.... چار ہو" اور پھر اس نے خوف زدہ ہو کر یہ رائفل پھینک دی اور غزال سے لپٹ گیا۔ غزال نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کر دیا تھا۔

"اسے کیا ہو گیا...." بھرت چندر حیرت سے بولا۔ اور اس نے قندیل کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے بھرت چندر کو جھٹکا سا لگا اسے قندیل کی آنکھوں میں پتلیاں نہیں نظر آئی تھیں بلکہ ان کی سفیدیوں میں اسے بجلیاں کوندتی محسوس ہوئی تھیں۔ دوسرے لوگ اس وقت قندیل کے اس کارنامے کو سراہنے کی بجائے آئندہ کی حکمت عملی کے بارے میں سوچ رہے تھے یہاں رکنا مناسب نہیں تھا کیونکہ دریائی لٹیرے یہ جگہ دیکھ گئے تھے اور اس بات کے امکانات تھے کہ وہ کسی نئی حکمت عملی سے یہاں حملہ کریں گے۔ ان کی تعداد کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں قائم کیا جا سکا تھا۔

"اچانک کرنل چیخا.... "ارے گھوڑوں کو دیکھو وہ بالکل خاموش ہیں اور یہ..... کرنل نے جملہ پورا نہ کیا اور خود گھوڑوں کے پاس پہنچ گیا پروفیسر غوری بھی اس کے ساتھ تھا۔ گھوڑے ساکت کھڑے تھے ان کے جسموں میں کوئی جنبش نہیں تھی ان کا یہ انداز کچھ غیر حقیقی سا محسوس ہوا تھا۔ کرنل کو بھی حیرت ہوئی اس نے ایک گھوڑے کی ایال تھپتھپائی تو چونک کر الف ہو گیا اور پھر جیسے یہ پتھرائے ہوئے گھوڑے ہوش میں آ گئے۔ لیکن ان کی آنکھیں دہشت زدہ تھیں۔

سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ نہایت پھرتی سے سامان بار کیا گیا اور پھر ہنگامی تیز

رفتاری سے آگے کا سفر شروع کر دیا گیا راستہ پھر بدل دیا گیا تھا۔ تقریباً پینتالیس منٹ تک یہ سفر خاموشی سے جاری رہا لیکن انہیں پھر گھوڑوں کی لگامیں کھینچنا پڑیں۔ ہوا کے ساتھ فائروں کی دھائیں دھائیں سنائی دی تھی اور وہ دہشت زدہ انداز میں کسی بھی سمت سے شردھانیوں کے نمودار ہونے کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ پہلے بھی شردھانئے اسی انداز میں نمودار ہوئے تھے - فائرنگ شدید سے شدید تر ہوتی گئی لیکن انہیں شردھانئے نظر نہ آئے۔ کرنل نے کچھ بھانپ لیا تھا اس لئے اس نے بائیں سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ادھر اس طرف۔" اور سب اس طرف چل پڑے کسی نے تعرض نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی سوری' وہ آگے بڑھتے رہے ایک ایک سمت پر نگاہ رکھی جا رہی تھی۔ پھر سورج ڈھلے تک کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ دیر تک وہ فائروں کی آوازیں سنتے رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں پیچھے رہ گئی تھیں۔ اور انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ شردھانئے کسی اور سے الجھے ہوئے تھے اور وہ ایڈمنڈ گارساں کے علاوہ کون ہو سکتا تھا۔ اس کیفیت سے فائدہ اٹھا کر وہ دور سے دور نکل جانا چاہتے تھے۔ ان دریائی لٹیروں کو قتل کرنے کی خوشی کسی کو نہ تھی لیکن مجبوری تھی۔ وہ بری طرح پیچھے لگ گئے تھے اور ذرا سی چوک انہیں المناک حادثوں سے دوچار کر سکتی تھی۔

سورج دور درختوں کے پیچھے روپوش ہو گیا لیکن ابھی تاریکی نہیں پھیلی تھی۔ اچانک راج دیو نے کہا۔ "یہ آواز کیسی ہے؟"

"پانی....!" بھرت چندر بولا۔

"ہاں یقیناً؟" اور پھر انہوں نے بہت دور تک دریا بہتے ہوئے دیکھا وسیع و عریض چٹیل میدان کے آخری سرے پر دریا بہتا ہوا نظر آ رہا تھا ان کے داہنے ہاتھ پر ایک بلند و بالا پہاڑی سلسلہ نظر آ رہا تھا جو اس میدان کے آخری سرے تک چلا گیا تھا۔ گھوڑے آگے بڑھتے رہے اور پانی کی آواز تیز ہوتی گئی۔

"کیا یہ آواز غیر معمولی نہیں ہے؟" راؤ سکندر نے کہا۔

"کیا مطلب....؟"

"بہتے ہوئے دریاؤں کی آواز اتنی تیز تو نہیں ہوتی۔"

"ہو سکتا ہے اس کا بہاؤ بہت تیز ہو۔" راج دیو بولا اور اس کا اندازہ انہیں میدان کے

آخری سرے پر پہنچ کر ہو گیا۔ دریا کا بہاؤ تھا کہ قیامت جھاگ اڑاتا ہوا پانی قیامت خیز رفتار سے بہہ رہا تھا اور فضا میں پھواروں کی دیوار سی بلند ہوتی محسوس ہوتی تھی۔ پہاڑی سلسلہ یہاں آ کر دوسری طرف گھوم گیا تھا اور یہ حصہ گول سا ہو گیا تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی عظیم الشان قلعے کی فصیل ہو جس کی ہولناک گہرائیوں میں دریا بہہ رہا ہو۔ اس دریا نے ان کا راستہ روک لیا تھا۔ دائیں طرف یہ پہاڑی فصیل کے ساتھ بہتا چلا گیا تھا اور بائیں سمت سیدھی لکیر بناتا جا رہا تھا۔ داہنی طرف تو رخ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور بائیں سمت یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کتنا سفر کرنا پڑے اور کہاں سے یہ دریا پایاب ہو۔

گھوڑے پانی کو دیکھ کر بے چین ہونے لگے کرنل نے کہا۔ "کیا خیال ہے راؤ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں ہے کہ ہم بائیں سمت سفر اختیار کریں۔"

"دریا عبور کرنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" راج دیو نے کہا۔

"اس جگہ سے....؟" راؤ حیرت سے بولا۔

"بہاؤ بہت تیز ہے۔" کرنل نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ناقابل عبور۔"

"دوسری صورت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ میرا مطلب ہے بائیں سمت چلتے رہیں اور جہاں سے دریا پایاب ہو وہاں سے اسے عبور کر لیں۔"

"یہی ایک صورت ہے یہ تیز بہاؤ اس پہاڑی فصیل کی وجہ سے بھی....."

پروفیسر غوری پہاڑی کی طرف دیکھ کر بولا۔ مگر اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا وہ پہاڑی کی بلندی پر دیکھ رہا تھا - اس کے ادھورے جملے پر غور نہ کیا گیا راؤ سکندر بولا۔

"پروفیسر کا کہنا درست ہے مگر شام ہو چکی ہے اور یہاں قیام کیا جا سکتا ہے۔"

"کیا یہ جگہ مناسب ہو گی؟"

"ان ویرانوں میں کونسی جگہ مناسب ہے کوئی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے؟" راؤ سکندر نے کہا۔

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔"

"پھر بسم اللہ...." کرنل سب سے پہلے گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی گھوڑوں کی پشت خالی کر دی تھی لیکن یہاں قیام کے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا

گیا تھا۔ گھوڑے پانی کی طرف بڑھ گئے اور کنارے کے پانی میں منہ ڈال دیئے۔

"کھانا....!" راج دیو نے نعرہ لگایا اور اس سلسلے میں بھی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اندھیرا اب تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا اور ماحول خوفناک تاریکی کے غلاف میں لپٹتا جا رہا تھا۔ یہ لوگ الٹا سیدھا کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ شردھانیوں کو اب نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا اور ہر لمحہ ان کی آمد سے چوکنا رہنے کی ضرورت تھی۔ اب وہ اس موضوع پر بات بھی نہیں کر رہے تھے کیونکہ یہ سب کچھ اب ناگزیر تھا۔

پروفیسر غوری نے منہ چلاتے ہوئے بھرت چندر سے کہا۔ "بھرت مجھے اپنی زندگی کا ایک انوکھا تجربہ ہو رہا ہے۔"

"کیا....؟"

"اپنے پیشے اور شوق کی مناسبت سے میں نے پراسراریت کو کبھی زندگی سے خارج نہیں کیا اور کیا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ بیکراں خلا یہ لامحدود کہکشاں جیتی جاگتی پراسراریت نہیں ہے کیا؟ یہ سب اسی طرح زندگی کے بے شمار رموز ہیں جنہیں کوئی تحقیق نہیں کھول سکی۔ مصر، بابل یونان اور ہندوستان، اسرار کے خزانوں سے بھرے ہوئے ہیں، میں نے خود لاتعداد عقدوں پر کام کیا ہے لیکن یہ دور عمل کے راستوں سے گزر رہا ہے مجھے پہلی بار خود ایک کردار کی حیثیت ملی ہے اور جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کا تجزیہ نہیں کر پا رہا۔"

"یقیناً پروفیسر، سب کچھ بے حد عجیب ہے بلکہ بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم سب ہی کسی سحر میں گرفتار ہوں اسی کے زیر اثر عمل کر رہے ہوں ورنہ یہ پرصعوبت سفر اور ہم خاص طور سے میں نے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن سب کچھ ہونے کے باوجود دل پر وہ دہشت طاری نہیں ہوئی جو ہو جانی چاہئے تھی۔" بھرت چندر نے کہا۔

"میں خود خاص باتیں بتانا چاہتا تھا۔"

"کیا....؟"

"دیکھا تو سب نے تھا مگر محسوس نہیں کیا۔"

"کوئی اہم بات تھی؟"

"تھی اور ہے۔ اول تو یہ کہ جب شردھانیوں سے مقابلے کے لئے صف بندی ہوئی تھی تو قندیل کو گھوڑوں کی نگرانی سونپی گئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ گھوڑے نہیں بھڑکیں

گے چنانچہ گھوڑے خاموش رہے نہ صرف خاموش رہے بلکہ پتھرا گئے اور جھنجھوڑنے پر ہوش میں آئے۔ جیسے سحرزدہ ہو گئے ہوں۔"

"اوہ میں نے غور نہیں کیا تھا۔"

"میں نے اچھی طرح غور کیا تھا نمبر دو بے وقوف سراتو نے رائفل سے کئی شردھانئے مار دیئے اور اسے جب احساس ہوا تو وہ خوف سے بدحواس ہو گیا گویا اس نے حواس کے عالم میں یہ عمل نہیں کیا تھا۔"

"ہاں واقعی....!"

"نمبر تین اور سب سے اہم چیز اس پہاڑ کی چوٹی ہے دیکھو اس کا اوپری حصہ ایک ہلال کی مانند ہے دیکھو اوپر میں نے کچھ عرصہ قبل بتایا تھا کہ اپنی پیشہ ورانہ آنکھ سے میں نے بھی اس نقشے کو دیکھا تھا جو لاش کے پاس موجود تھا گو اس وقت سے اسے ذہن میں محفوظ رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا لیکن تم جانتے ہو بھرت چندر پوری زندگی اسی میں گزری ہے اس لئے ذہن سے محو نہ ہو سکا۔ وہ تین چٹانیں جو آپس میں سرگوشیاں کر رہی تھیں اور جن کے درمیان بلینا ملی تھی وہ اس نقشے میں موجود تھیں اور یہ ہلالی پہاڑ یہ بھی نقشے میں تھا۔ مع اس دریا کے۔"

"اوہ!" بھرت چندر نے حیرت سے کہا۔

"دراصل حیرت اس بات پر ہے کہ ہم کسی تعین کے بغیر سفر کر رہے ہیں حالات کے تحت راستے بدل رہے ہیں لیکن کسی غیرمرئی قوت کے زیر اثر صحیح سمتوں میں سفر کر رہے ہیں۔ ہماری سمتیں نقشے کے مطابق ہیں۔"

"بلاشبہ حیرت انگیز بات ہے۔"

"قندیل ایک پراسرار وجود ہے ایک انوکھی داستان ہے وہ۔ نہ جانے یہ کہانی کیا ہے۔"

"کرنل نے اسے اپنے بیٹے سے منسلک کر دیا ہے۔"

"ہاں کرنل ہی کا دل گردہ ہے عام لوگ یہ جرات نہ کر پاتے۔"

"کون کہہ سکتا ہے یہ بھی ایک سحر ہو...."

"خدا ہی جانے۔" پروفیسر نے پانی کا گلاس اٹھا کر حلق سے لگا لیا۔ کھانے سے فراغت ہو گئی تھی اور سب دریا کے کنارے بیٹھ گئے۔

غزال اور قندیل بھی دوسروں سے الگ تھلگ نہیں تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہونے کے باوجود اپنے جذبات پر قابو رکھا تھا۔ اور کہیں بھی ان کی کیفیت سے یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہو رہے ہیں اس تیز و تند دریا کو عبور کرنے کے سلسلے میں بحث ہو رہی تھی اور بہت سی باتیں سوچی جا رہی تھیں آگے کی جانب سفر کرنا اور ایسی جگہ تلاش کرنا جہاں دریا کا پاٹ چوڑا ہو اور پانی کی روانی سست پڑ گئی ہو۔ ایک طرح سے مشکل کام قرار دیا جا رہا تھا۔ کیونکہ اصل مسئلہ شردھانیوں کا تھا۔ اب تک بہت سے شردھانئے ان کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے تھے اور ان کا ضمیر خوش نہیں تھا ان میں سے کوئی بھی اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے وحشت خیزی پر آمادہ ہونے والوں میں سے نہیں تھا بس یہ زندگی بچانے کا مسئلہ تھا کہ شردھانیوں سے اس انداز میں جنگ کرنا پڑی ورنہ ان سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں تھا یہاں تک کہ راج دیو اور راؤ سکندر تو ایڈمنڈ گارساں سے بھی اس قسم کی جھڑپ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے جس میں انسانی زندگیوں کے زیاں کا اندیشہ ہو ایڈمنڈ گارساں نے جو مجرمانہ حرکت کی تھی اس کے لئے وہ قانون کا مجرم تھا اور یہ لوگ اپنے طور پر اسے کوئی سزا نہیں دینا چاہتے تھے جبکہ شردھانئے تو ایک طرح سے بالکل ہی الگ تھلگ کی چیز تھے لیکن کیا کہا جاتا وہ سب یہی سوچ رہے تھے کہ شردھانیوں سے جس قدر کم مڈبھیڑ ہو بہتر ہے اور اس کے لئے راج دیو نے یہی تجویز پیش کی تھی کہ آگے بڑھنے کی بجائے کوئی ایسی حکمت عملی اختیار کی جائے جس کے تحت یہیں سے دریا عبور کیا جا سکے۔ اس نے کہا۔

"رات گزارنے میں کوئی حرج نہیں ہے صبح کو ایک کوشش کریں گے ہمارے پاس مضبوط رسہ موجود ہے اور دریا کا پاٹ اتنا چوڑا نہیں ہے کہ رسے کی لمبائی ہمارا ساتھ نہ دے سکے اس کے علاوہ گھوڑے تیرنا جانتے ہیں اور ہمارے تمام گھوڑے چاق و چوبند اور طاقتور ہیں چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی پہلے دریا عبور کرنے کی کوشش کرے گا ہم رسے کا ایک سرا اس کی کمر سے یا گھوڑے سے باندھ دیں گے اور اسے دریا میں اتار دیں گے۔ وہ گھوڑے کی مدد سے دریا عبور کر جائے تو پھر دوسری طرف پہنچنے کے بعد وہ اس قسم کا بندوبست کر دے کہ یہ رسہ دوسری جانب باندھ دیا جائے۔ پھر ایک ایک آدمی گھوڑے پر بیٹھ کر رسے کو پکڑتے ہوئے دریا عبور کرے۔ میرا خیال ہے اس میں تھوڑی سی دقت تو

ضرور ہو گی لیکن اگر ایسا ہو جائے تو تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔"

راؤ سکندر نے راج دیو کی تجویز سے اتفاق کیا تھا کرنل البتہ کسی قدر متفکر نظر آ رہا تھا اس نے کہا۔ "لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا صرف رسے کی مدد سے دریا کے اس تیز و تند بہاؤ کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔"

"ہم سب جو یہاں ہوں گے کرنل اور ایک آدمی کو اس طرف بھیجا جائے گا میں اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کرتا ہوں۔" راج دیو نے کہا۔

"یہ مطلب نہیں ہے بھائی پیش کرنے کا جہاں تک معاملہ ہے تو ایک فوجی کی پوری زندگی ہی ایسی مہمات میں صرف ہوتی ہے اور میں اس سلسلے میں تھوڑی سی تربیت بھی لئے ہوئے ہوں چنانچہ مجھ سے بہتر آدمی کوئی نہیں رہے گا اور میں بڑی خوشی سے اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کرتا ہوں۔"

"خیر اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ڈیڈی جب تک میں موجود ہوں آپ لوگوں کو اس طرح کی کسی الجھن میں ڈالنا میری غیرت کے لئے ایک گالی ہے۔" غزال نے کہا۔

"بھئی بات جذباتی گفتگو کی نہیں ہو رہی کام اگر کرنا ہے تو ہم میں سے کوئی بھی ایک کر لے گا۔" راؤ سکندر نے بھی درمیان میں مداخلت کی۔

"اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ پروگرام موزوں رہے گا؟"

"آگے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ شردھانیوں سے پھر جنگ ہو گی۔"

"یہ تو سب مجبوری ہے وہ خود ہی ہم سے بھڑ رہے ہیں پتہ نہیں بیچارے ایڈمنڈ کا کیا حال ہو گا۔"

"میرا خیال ہے وہ بدترین حالات کا شکار ہو گا۔ بے وقوف نے غلط منصوبہ بندی کر کے نہ جانے کتنے افراد کی زندگی خطرے میں ڈال دی۔"

اچانک سراتو کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اور وہ سب چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سراتو عجیب حرکات کر رہا تھا اس کی گردن ٹیڑھی ہو رہی تھی بدن پر تشنج سا طاری تھا اور وہ کھسک کر ان کے پاس آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے اسے کیا ہوا...؟" راؤ کے منہ سے نکلا اور اس نے تیزی سے سراتو کے قریب پہنچ کر اسے گود میں اٹھا لیا۔ کیا بات ہے سرلتو کیا ہو گیا تمہیں.....!"

"شا...شار...اوہ ہو ہو..." سراتو نے اپنے بے جان ہاتھ کی انگلی اٹھانے کی کوشش کی۔ "او...او... شر...او..." بمشکل تمام اس کی انگلی سیدھی ہو سکی۔

تب راؤ کو احساس ہوا کہ کوئی اشارہ کر رہا ہے۔ راؤ نے اس کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا اور خود بھی چونک پڑا۔ فصیل نما پہاڑی کی بلندیوں پر اس کی چوٹی سے کافی نیچے ننھے منے بے شمار جگنو چمک رہے تھے۔ ننھی ننھی روشنیوں کی ایک لمبی قطار متحرک تھی اور بل کھاتی ہوئی سست رفتاری سے نیچے آ رہی تھی....!"

روشنیوں کی قطار کے نیچے اترنے کی رفتار سست تھی۔ غالباً یہ ڈھلان خطرناک تھی۔ تمام لوگ چند لمحات کے لئے ذہنی طور پر معطل ہو گئے تھے۔ وہ سکوت کے عالم میں یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ سراتو نے ہی انہیں اس سحر سے آزاد کیا۔

"شر، شروہ شردھانئے ہیں۔"

"لعنت ہے ان پر، انہوں نے بلا وجہ بیر باندھ رکھا ہے۔" راؤ سکندر نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ان کی تعداد کا اندازہ لگا رہے ہو راؤ....!" راج دیو نے کہا۔

"اس بار کمبخت بہت زیادہ ہیں۔" راؤ نے اسی انداز میں کہا۔

"نیچے پہنچنے میں انہیں دیر لگے گی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہمیں کچھ کر لینا چاہئے۔" راج دیو نے کہا۔

"ایں....ہاں....ہاں۔" راؤ سکندر جیسے چونک پڑا اور پھر اس نے چاروں طرف دیکھ کر کہا...."دو ہی صورتیں ہیں، یا تو ہم اس تیز رفتار دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نکل جائیں اور پھر وہیں سے آگے کا سفر کریں یا اس کے بہاؤ کی سمت دوڑ پڑیں اور دور نکلنے کی کوشش کریں۔"

"کیا دریا کو عبور کرنے کا خطرہ مول لیا جا سکتا ہے؟"

"ہمیں یہ دریا عبور کرنا ہو گا راؤ....." اچانک پروفیسر غوری نے کہا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ پروفیسر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا...."حالانکہ ہم کسی راستہ کا تعین کر کے آگے نہیں بڑھ رہے لیکن جگہ جگہ ہمیں وہ نشانات مل رہے ہیں جن کی نشاندہی اس نقشے میں کی گئی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی غیر محسوس قوت ہماری رہنمائی کر رہی ہے۔ اس نے بے شمار واقعات اور حادثات کے باوجود ہمیں راستہ سے نہیں ہٹنے دیا۔ میری پیش

گوئی ہے کہ ہمیں ہماری منزل ضرور ملے گی۔"

"آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں پروفیسر....؟" راؤ نے کہا۔

"سرجوڑے بیٹھی تین چٹانیں جن کے درمیان ہمیں وہ لڑکی ملی تھی اور اس کے بعد یہ ہلالی چٹان جو دریا کنارے کی اس چوٹی پر ہے۔ میں نے بہرحال وہ نقشہ دیکھا تھا۔"

"میرے خیال میں تبصرہ آرائی کا وقت نہیں ہے۔ ہم یہ سب کچھ بعد میں سوچ سکتے ہیں پہلے یہاں سے آگے بڑھنے کے بارے میں فیصلہ کر لیا جائے۔" کرنل نے بلندیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ روشنیوں کی قطار پراسرار انداز میں غروب ہوتی جا رہی تھی۔

"غالباً وہ کوئی موڑ مڑ رہے ہیں۔"

"دریا عبور کرنا مناسب ہو گا۔ اس سمت وہ ہمارا تعاقب کر سکتے ہیں۔ اس وقت موقع ہے کہ ہم دریا عبور کر لیں۔" راج دیو نے کہا۔

"انکل میں تجربے کے طور پر دریا میں اترتا ہوں اس کے بہاؤ کا اندازہ ہو جائے گا۔" غزال نے کہا اور اپنے گھوڑے کو تیار کرنے لگا۔ "آپ میری کمر میں ایک رسہ باندھ دیں میں گھوڑے کو دریا میں اتارتا ہوں' اگر یہ بہ آسانی دریا عبور کر گیا تو میں اس رسے کو دوسری طرف کسی مضبوط جگہ باندھ دوں گا اور آپ لوگ اس کے سہارے گھوڑوں سمیت دریا عبور کر لیجئے گا بصورت دیگر اگر بہاؤ ناقابل عبور ہوا تو مجبوری ہے۔ پھر ہم یہی راستہ اختیار کریں گے۔"

"میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"انکل میں تیراکی میں تمغے حاصل کر چکا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں گھوڑے کا خطرہ مول لینا پڑے گا۔ میری کمر میں رسہ تو بندھا ہو گا بہاؤ بہت خطرناک ہوا تو آپ لوگ مجھے واپس کھینچ لیجئے گا۔" غزال نے کہا۔

بادل نخواستہ یہ تجویز منظور کر لی گئی تھی۔ غزال دیر کئے بغیر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا۔ راج دیو نے ایک مضبوط رسہ غزال کی کمر سے باندھ دیا اور غزال نے گھوڑے کا رخ دریا کی طرف کر لیا۔ راج دیو نے رسہ اپنی کمر میں بھی لپیٹ لیا تھا اس کا دوسرا سرا احتیاط کے طور پر کرنل اور راؤ نے پکڑ لیا اور پھر غزال نے گھوڑے کو پانی میں اتار دیا۔۔ سمجھدار جانور نے تھوڑا سا احتجاج کیا لیکن مالک کی رضا کے سامنے خاموش ہو گیا۔

شردھانئے ایک موڑ گھوم کر پھر نمودار ہوتے جا رہے تھے۔

کنارے سے چند قدم آگے بڑھتے ہی غزال کو بہاؤ کی قوت کا اندازہ ہونے لگا۔ گھوڑے کے قدم اکھڑنے لگے تھے۔ غزال نے سوچا کہ گھوڑا اگر تیرنا شروع کرے تو یہ مشکل حل ہو جائے گی چنانچہ اس نے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ مار مار کر اسے آگے بڑھانا شروع کر دیا۔

کنارے پر کھڑے لوگ مختلف کیفیات کا شکار تھے۔ راج دیو آہستہ آہستہ کنارے کی سمت آ رہا تھا۔ عقب میں کھڑے لوگ بھی رسے کے سرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے غزال کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ غزال گھوڑے کے قدم اکھڑ جانے کی وجہ سے تھوڑی دیر تک تو بہاؤ کی سمت چلتا رہا اور اس کے بعد اس نے اچانک گھوڑے کا رخ تبدیل کر دیا۔ راج دیو کو یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ غزال کی کیفیت کیا ہے اور گھوڑے کے پاؤں پانی میں اکھڑ چکے ہیں اچانک ہی ایک شدید جھٹکا لگا۔ گھوڑا رخ بدلنے کی وجہ سے دریا کے درمیانی سمت پہنچا تھا اور پانی کے ریلے نے اسے اٹھا کر پوری قوت سے آگے پھینکا تھا۔ راج دیو کی کمر میں رسہ بندھا ہوا تھا اور وہ کنارے پر تھا چنانچہ اس شدید جھٹکے سے اس کے پاؤں بھی زمین سے اکھڑ گئے اور وہ تین چار فٹ اونچا اچھل کر دریا کے کنارے پانی میں گر پڑا جبکہ باقی لوگوں کے ہاتھوں سے اس جھٹکے کی وجہ سے رسہ چھوٹ گیا تھا۔ کنارے پر کھڑے لوگوں کو ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا کہ غزال کا گھوڑا اب پانی کے بہاؤ کی زد میں ہے لیکن اس سے زیادہ خطرناک صورت حال راج دیو کی تھی۔ دہشت بھری چیخوں کے ساتھ دوسرے لوگوں نے برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے رسے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن صرف ایک لمحے میں رسے کا آخری سرا بھی کنارے سے دوسری طرف پہنچ گیا اور انہوں نے خوف بھری نگاہوں سے غزال کے گھوڑے کو دریا کے بہاؤ پر بہتے ہوئے دیکھا۔ عقب میں راج دیو رسے کے ساتھ پانی پر گھسٹتا چلا جا رہا تھا۔ وہ کئی بار پانی کی سطح پر ابھرا لیکن اس کے بعد پانی میں غروب ہو گیا۔ کنارے پر کھڑے لوگ بے اختیار چیخ رہے تھے اور ان کے چہرے خوف اور دہشت سے بگڑ گئے تھے سراتو نے پہاڑ کی سمت دیکھا۔ مشعلیں جو پہلے ننھے ننھے جگنوؤں کی مانند نظر آ رہی تھیں۔ اب واضح ہو گئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی شردھانیوں نے اپنی مخصوص وحشت ناک آواز میں چیخنا شروع کر دیا تھا۔ غزال اور راج دیو تو چند ہی لمحات کے بعد نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور کنارے پر کھڑے لوگ دیوانوں کی طرح چیختے

رہے اور پھر ان کی چیخوں پر سراتو کی بھاری آواز حاوی ہو گئی۔

"شرش، شردھانئے آ گئے۔" انہوں نے پلٹ کر شردھانیوں کو دیکھا۔ چیخوں کی آوازیں تو ان کے کانوں میں بھی آ رہی تھیں۔ شردھانئے اس وقت زیادہ وحشت ناک ہو رہے تھے اور ان کی تعداد کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ مشعلوں کی جو لمبی قطار انہوں نے پہاڑ کی بلندیوں سے اترتے ہوئے دیکھی تھی وہ یہ ظاہر کرتی تھی کہ اس بار شردھانیوں نے اپنی پوری قوت جمع کر لی ہے اور اب صرف ایک ہی راستہ تھا کہ زندگی بچانے کے لئے وہ لوگ دریا کے کنارے کنارے دوڑیں تمام سامان زمین پر انبار تھا۔ صرف گھوڑے تھے جنہیں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ شردھانئے اب دامن کے آخری سرے تک پہنچ گئے تھے اور اس کے بعد اگر وہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس طرف آتے تو یہاں پہنچنے میں انہیں چند لمحات سے زیادہ نہ لگتے۔ راؤ سکندر کے ذہن پر دیوانگی طاری تھی لیکن اس وقت دیوانگی کا مظاہرہ بہت خوفناک ثابت ہو سکتا تھا چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کی جانب چھلانگ لگائی۔ یہاں فطرت انسانی کا وہ اہم جزو سامنے آ گیا جس کے تحت چاہے غیر شعوری طور پر سہی اپنی زندگی مقدم ہو جاتی ہے اور شاید اس وقت ہر شخص پر یہی کیفیت طاری تھی سوائے کرنل فیروز کے کیونکہ اس کا بیٹا پانی کے بہاؤ کی نذر ہو گیا تھا۔ تاہم ایک بہادر فوجی ہونے کی حیثیت سے اس نے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھا۔ قندیل سحر زدہ سی دریا کے پانی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ دوسرے لوگ اپنے اپنے گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو چکے تھے کرنل پھرتی سے آگے بڑھا اور اس نے خود بھی ایک گھوڑا سنبھال لیا۔ پھر دوسرے لمحے اس نے قندیل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کے پھول جیسے بدن کو اپنے سامنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔

اس دوران بھرت چندر، پروفیسر غوری، سراتو اور راؤ سکندر اپنے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا چکے تھے چنانچہ کرنل نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی وہ وحشت کے عالم میں گھوڑے کو دوڑا رہا تھا دوسری جانب شردھانیوں نے فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اگر ان کی بندوقیں قدیم انداز کی نہ ہوتیں تو یقینی طور پر یہ لوگ شردھانیوں کی رینج میں آ گئے تھے لیکن ان کی توڑے دار بندوقیں اور ناقص ہتھیار بہت زیادہ کارآمد ثابت نہ ہو پائے اور ان کے گھوڑے زقندیں بھرتے ہوئے دریا کے کنارے کنارے بے جگری سے دوڑنے لگے۔ اس وقت تمام ہی لوگ صورت حال سے وحشت زدہ ہو چکے تھے اور ان کی اس بھاگ دوڑ میں عقل و

دانش کا دخل نہیں رہا تھا چنانچہ ہر شخص ایک دوسرے سے بے نیاز زندگی بچانے کی فکر میں سرگرداں تھا۔ یہاں فطرت انسانی کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ اقدار، مروت تمام چیزیں ان کے وجود میں اب بھی موجود تھیں لیکن ایثار کے جذبے اس ہنگامی کیفیت کی نذر ہو گئے تھے چنانچہ جس کا جدھر منہ اٹھ رہا تھا وہ دوڑ رہا تھا تاہم دریا کے کنارے کو انہوں نے نہیں چھوڑا تھا۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آگے چل کر راستہ کیا رخ اختیار کر جائے گا۔ وہ راستوں کا تعین بھی نہیں کر رہے تھے اور اس وقت ان کی زندگی بچانے کا دارومدار صرف گھوڑوں کے شانوں پر آ پڑا تھا۔ چنانچہ وہ بھی مالک کے اشارے پر جان کی بازی لگا کر دوڑ رہے تھے یہ جانے بغیر کہ آگے کیا ہے۔ خوش قسمتی سے دریا کے کنارے سپاٹ تھے اور یہاں گھوڑوں کے دوڑنے میں کوئی ایسی رکاوٹ درپیش نہ تھی جس سے گھوڑوں کو دوڑنے میں تکلیف ہوتی۔ کرنل فیروز، قندیل کو سنبھالے ہوئے تھا اور وہ تمام لوگ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے جو اس کے ساتھ دوڑے تھے اس کے گھوڑے نے ذرا سا رخ تبدیل کر لیا تھا اور دریا کے سپاٹ کنارے کو چھوڑ کر وہ بائیں سمت کافی دور نکل گیا تھا لیکن کرنل نے ہوش و حواس پر قابو پاتے ہی گھوڑے کے رخ کو تبدیل کرنا شروع کر دیا اور تھوڑی دور پہنچنے کے بعد اس نے وہی سیدھ اختیار کر لی جدھر دوسرے لوگ دوڑ رہے تھے لیکن فاصلہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا شردھانیوں کی گولیوں کی دھائیں دھائیں جنگل کے سناٹے کو مجروح کر رہی تھی۔ اور یہ آواز پانی کے شور پر حاوی تھی شردھانیوں کے بارے میں یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ پھیل کر تعاقب کر رہے ہیں یا وہ بھی ان لوگوں کی سیدھ ہی میں دوڑ رہے ہیں لیکن ان کی چلائی ہوئی گولیوں میں سے ایک بھی گولی ابھی تک کرنل فیروز کے آس پاس سے نہیں گزری تھی وہ آتشیں ہتھیاروں کا ماہر تھا اور ان کی صورت حال کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا چنانچہ اسے یہ علم چند لمحات کے بعد ہی ہو گیا کہ شردھانئے یقینی طور پر صرف کنارے پر ہیں۔ قندیل کو بچانے کی ذمہ داری اب اس پر تھی اور اس نے دوسری تمام باتیں چند لمحات کے لئے ذہن سے نکال دی تھیں۔ وہ صرف برق رفتاری سے اپنے گھوڑے کی لگامیں سنبھالے ہوئے گھوڑے کو آگے ہی آگے بڑھا رہا تھا اور اس کی کوشش یہی تھی کہ باقی لوگوں سے جا ملے لیکن دوسرے لوگوں کے گھوڑوں کے قدموں کی چاپ یہاں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ

فاصلہ خاصا زیادہ ہوگیا ہے۔ وہ گھوڑا دوڑاتا رہا اور رفتہ رفتہ اسے یہ احساس ہوا کہ بندوق کی آوازیں اب معدوم ہوتی جا رہی ہیں نیچے چٹانی زمین تھی لیکن مٹی اتنی سخت نہیں تھی کہ گھوڑوں کے کھر زخمی ہو جاتے۔ وہ تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا رہا اور پھر اسے سامنے ہی درختوں کا سلسلہ نظر آیا۔ گویا ایک بار پھر جنگل شروع ہو چکا تھا۔ یہاں گھوڑے کی رفتار کو کنٹرول کرنا ضروری تھا۔ اس برق رفتاری سے دوڑتا ہوا گھوڑا کسی درخت سے ٹکرا بھی سکتا تھا اور اس کے گھوڑے سمیت ان کا جو حشر ہوتا اس کا اندازہ کرنل کو بخوبی تھا چنانچہ اس نے گھوڑے کی رفتار ست کرنا شروع کر دی اور جنگل کے سرے سے اندر داخل ہوتے ہوئے گھوڑا کافی حد تک اس کے قابو میں آگیا۔ وفادار جانور اپنے مالک کا تحفظ کرنا بھی جانتا تھا چنانچہ وہ خود بھی اپنی رفتار کو سنبھال رہا تھا اور درختوں سے بچتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ کرنل نے اپنے ذہن کے دروازے بند کر لئے تھے کچھ سوچنا سمجھنا اس وقت کسی بھی خوفناک حادثے کو جنم دے سکتا تھا۔ بس اس کے ذہن میں ایک ہی مقصد تھا قندیل کو گھوڑے کی پشت پر جمائے رکھے اور شردھانیوں کی گرفت سے نکل جائے بظاہر اس میں کامیابی ہی نظر آ رہی تھی کیونکہ اب نہ تو شردھانیوں کے گھوڑوں کی آوازیں تھیں نہ ان کے چیخنے کی آوازیں اور نہ ہی فائروں کی آوازیں لیکن اس سے ایک اور خطرہ لاحق ہوگیا تھا وہ یہ کہ کرنل اپنے لوگوں سے کافی دور نکل آیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان سے جدا ہو جائے۔

گھوڑے کی رفتار اب کافی حد تک ست ہو گئی تھی کیونکہ آگے جنگل گھنے سے گھنا ہوتا جا رہا تھا اور درخت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ کرنل گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ گھوڑے کو درختوں کے درمیان سے نکالتا ہوا جس حد تک ممکن ہو سکا آگے بڑھا اب چاروں طرف ہولناک سناٹے کا راج تھا اور دور دور تک کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ کرنل کے حساس کانوں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ وہ دریا سے کافی دور ہو چکا ہے پانی کا وہ شور جو جنگل میں پھیلا ہوا تھا اب معدوم ہو چکا تھا گھوڑے کو ست رفتاری سے آگے بڑھاتے ہوئے کرنل یہ فیصلہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے تمام ہی ساتھی منتشر ہو گئے تھے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ راؤ سکندر' بھرت چندر' سراتو اور پروفیسر غوری کا کیا ہوا کیونکہ وہ شردھانیوں کی زد پر تھے پھر اسے غزال اور راج دیو کا خیال آیا اور اس کے سینے

سے جیسے کوئی چیز نکلتی محسوس ہوئی۔ غزال' اس کا بیٹا اس کی آرزوؤں کا مرکز۔ ایک دلیر اور بہادر فوجی ہونے کی حیثیت سے کرنل کو اپنے اعصاب پر قابو تھا لیکن چند لمحات کے لئے غزال کے تصور سے اس کا وجود معطل ہوگیا اور اس کا دل سینے میں پھڑپھڑانے لگا اس نے اپنی آنکھوں سے غزال کو پانی کی لہروں پر بہتے ہوئے دیکھا تھا۔ راج دیو بھی غزال کے ساتھ ہی گھستا چلا گیا تھا۔ اس طوفانی دریا میں کہیں چٹانیں بھی ہوں گی اور کہیں ایسی جگہ بھی جہاں انسانی زندگی ممکن نہ ہو کیا غزال تو کیا غزال۔ اس کے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی اور اچانک ہی اس نے قندیل کا ہاتھ اپنے شانے پر محسوس کیا۔

"آگے بڑھیے انکل رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" قندیل سرد لہجے میں بولی اور کرنل اس کا چہرہ دیکھنے لگا قندیل کے تاثرات تو رات کی تاریکی کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہ آ سکے لیکن اس کا انداز پرسکون تھا جب کہ ایک لڑکی ہونے کی حیثیت سے اسے زیادہ مضطرب ہونا چاہئے تھا۔ پھر کرنل کو خیال آیا کہ قندیل کوئی عام لڑکی نہیں ہے بہرطور وہ اس کی ذمے داری تھی اور اس وقت کوئی ایسا احساس مناسب نہیں تھا کیونکہ کرنل کو' قندیل کو بھی سنبھالنا تھا البتہ وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ کسی بھی طرح اپنے بقیہ ساتھیوں سے جا ملے چنانچہ شدید اعصابی اور جسمانی تھکن کے باوجود اس نے ایک بار پھر گھوڑے کو داہنی سمت ڈالنے کی کوشش کی اور رفتہ رفتہ اسے آگے بڑھاتا رہا۔ وہ خود بھی گھوڑے کو کنٹرول کر رہا تھا اور اسے درختوں سے بچاتا ہوا آگے بڑھا رہا تھا بہت سے وسوسے بہت سے خیالات اس کے دل میں تھے آگے کسی بھی جگہ وحشی جانوروں سے سامنا ہو سکتا تھا اور ان سے نمٹنے کے لئے کرنل کے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن صرف یہ سوچ اسے روک نہیں سکتی تھی۔ وہ بڑی پامردی سے حالات کا مقابلہ کرتا آگے بڑھتا رہا۔ قندیل بالکل خاموش تھی۔ کافی دیر اسی طرح سفر کرتے گزر گئی لیکن جنگل کا یہ سلسلہ ختم نہ ہوا نہ جانے دریا سے کتنا فاصلہ ہو چکا تھا شکر تھا کہ اس دوران کسی جنگلی جانور سے مڈبھیڑ نہ ہوئی تھی اور سفر پرسکون تھا پھر ایک چٹانی دیوار نے ان کا راستہ روک لیا دیوار بالکل سیدھی تھی اور اس پر چڑھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اس کے دامن میں چھوٹے تنوں والے عجیب سے درخت پھیلے ہوئے تھے جن میں رس بھری کی قسم کے پھل لٹک رہے تھے مگر بغیر پتوں والے۔ فضا میں میٹھی میٹھی بو پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں آ کر کرنل رک گیا۔ اس نے دیوار کا جائزہ لیا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر

گھوڑے کو دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھانے لگا۔ گھوڑا بھی محتاط نظر آ رہا تھا کرنل ساعت
کی پوری قوت صرف کر رہا تھا کہ پانی کا شور سنائی دے جائے۔ ہو سکتا ہے یہ چٹانی دیوار اس
کے اور دریا کے درمیان حائل ہو لیکن.....دور دور تک کوئی آواز نہ تھی دیوار کا سلسلہ بھی
طویل ترین تھا گھوڑے کی رفتار بہت سست تھی چنانچہ کرنل نیچے اتر آیا اور اس کی لگامیں پکڑ
کر چلتا رہا۔ پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دیوار گھوم گئی تھی اور اسی طرح نہ جانے کہاں
تک چلی گئی تھی۔ کرنل رک گیا۔ اب اس میں آگے بڑھنے کی سکت نہ رہی تھی.....!

ادھر کرنل فیروز اور قندیل اس مصیبت کا شکار تھے دوسری طرف راؤ سکندر، پروفیسر
غوری، سراتو اور بھرت چندر زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ شردھانیوں نے کرنل
فیروز کا راستہ کٹتے ہوئے تو نہیں دیکھا تھا، لیکن وہ سامنے دوڑنے والے گھوڑوں کا تعاقب کر
رہے تھے۔ مجبوری کی حالت میں ان لوگوں کو اس افراتفری کے عالم میں بھاگنا پڑا تھا اور ان
کا کافی سامان عقب میں رہ گیا تھا، بس راؤ سکندر اور بھرت چندر کے پاس دو رائفلیں تھیں،
جو انہوں نے نہ جانے کس طرح سنبھالے رکھی تھیں اور اس افراتفری کے عالم میں دوڑتے
ہوئے، وہ بس یہی رائفلیں اپنے ساتھ لا سکے تھے۔ یہ دو رائفلیں ان لوگوں کے لئے بیکار
تھیں اور اب صرف ایک ہی چارہ کار تھا کہ گھوڑوں کو طوفانی رفتار سے دوڑاتے رہیں اور
جس طرح بھی ممکن ہو سکے شردھانیوں کی حدود سے باہر نکل جائیں۔

شردھانئے مسلسل ان کا تعاقب کر رہے تھے لیکن ان کی گولیاں ان تک نہیں پہنچ پا
رہی تھیں البتہ گھوڑوں کو ایک ہی رفتار سے دوڑاتے رہنا بھی کار دارد تھا اور اس وقت وہ
اپنی تمام تر توجہ اسی پر صرف کئے ہوئے تھے۔ کئی بار راؤ سکندر نے پلٹ کر دیکھا تھا اور
اسے شردھانئے اپنے تعاقب میں لگے نظر آئے تھے۔ ان کی مشعلیں اب بجھ چکی تھیں لیکن
آسمان کی قدرتی روشنی میں وہ نظر آ رہے تھے راؤ سکندر کو اچانک ہی ایک احساس ہوا تھا۔
وہ یہ کہ شردھانیوں کی پوری تعداد ان کا تعاقب نہیں کر رہی ہے بلکہ یہ تعداد بہت کم رہ گئی
ہے۔ شاید وہ اطراف میں پھیل کر انہیں گھیرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار
نہیں تھا کہ جس حد تک بھی ہو سکے وہ زیادہ سے زیادہ دور نکل جائیں اور اسی کوشش میں
نجانے کتنا وقت گزر گیا۔ تمام گھوڑے مسلسل ایک ہی رفتار سے دوڑ رہے تھے اور اب ان
میں تھکن کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن کم بخت شردھانیوں نے اب بھی پیچھا

نہیں چھوڑا تھا۔ اور جب بھی ان کی جانب نگاہ اٹھتی وہ اپنی اسی رفتار سے دوڑتے نظر
آتے۔ آگے چل کر راستے کی کیفیت بھی تبدیل ہو گئی تھی، انہوں نے دریا کا کنارہ نہیں
چھوڑا تھا لیکن اب وہ جس جگہ موجود تھے، وہاں ہموار راستے کی بجائے پتھریلی چٹانیں نظر آ
رہی تھیں، بعض جگہ اونچے اونچے ٹیلے بھی تھے، جو دور تک بکھرے ہوئے تھے یہ نہیں کہا
جا سکتا تھا کہ آگے چل کر یہ راستہ کیا رخ اختیار کر جائے گا بعض ٹیلے دریا کے وسط میں بھی
نظر آ رہے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ یہاں دریا کا بہاؤ کم ہے،
راؤ سکندر نے ایک لمحے کے لئے دل میں سوچا کہ کاش پانی سے گزرنے کا تجربہ کرنے کی
بجائے وہ سامنے ہی آگے بڑھتے رہتے اور اس طرح کوئی ایسی جگہ تلاش کر لیتے، جہاں سے
دریا پایاب ہوتا۔ یہ ٹیلے اسی بات کا مظہر تھے کہ یہاں دریا کا پاٹ چوڑا ہو چکا ہے اور اسکے
بہنے کی رفتار کسی قدر مدھم تھی۔ لیکن اب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا، شردھانئے کسی بھی
قیمت پر انہیں چھوڑنے کو تیار نہیں تھے اور مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے
تھے۔ ہاں ان کی فائرنگ میں اب شدت نہیں رہی تھی، بس وہ وقتاً فوقتاً نشانہ لے کر
گولیاں چلاتے اور چند لمحات کے لئے خاموش ہو جاتے۔ شاید وہ اب انہیں زندہ پکڑنا چاہتے
تھے۔

کافی دور نکلنے کے بعد اچانک انہیں ایک گہرائی میں اترنا پڑا۔ درے کی شکل کی یہ گہرائی
زیادہ نہیں تھی۔ لیکن اتنی تھی کہ ان کے گھوڑے شردھانیوں کی نگاہوں سے محفوظ ہو گئے
تھے۔ لیکن پھر اچانک ہی راؤ سکندر کے کانوں نے "دھائیں، دھائیں" کی آوازیں سنیں اور
اس کے کانوں نے یہ آواز پہچان لی، شردھانیوں کی توڑے دار بندوقوں کی آواز ذرا مختلف
ہوتی تھی لیکن یہ نئی فائرنگ کی جو آواز تھی، اس میں جدید ترین رائفلوں کا استعمال کیا جا رہا
تھا پھر ایک دو دھماکے بھی ہوئے جن کے بارے میں راؤ سکندر نے اندازہ لگایا کہ وہ یقیناً
دستی بموں کے دھماکے ہیں۔ راؤ سکندر کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے دوسرے
لوگوں نے بھی یہ کیفیت محسوس کر لی تھی، پروفیسر غوری نے گردن گھما کر کہا۔

"راؤ اس تبدیلی کو محسوس کر رہے ہو۔ اوہو، دیکھو، غالباً وہ چیخوں کی آدزیں ہیں، یقینی
طور پر شردھانئے۔ یقینی طور پر.....؟" پروفیسر غوری اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

رائفلوں کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئیں اور ان میں انسانوں کی چیخیں بھی

ابھرتی رہیں' یہ چیخیں واضح طور پر سنائی دے رہی تھیں۔ اور اب اس میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ شردھانئے کسی اور سے نبرد آزما ہو گئے ہیں لیکن وہ کون تھے' جنہوں نے اس وقت ان لوگوں کی ایسی بھرپور مدد کی تھی۔

گھوڑے غیر ارادی طور پر روک لئے گئے تھے اور وہ صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ دفعۃً ہی راؤ سکندر کو داہنی سمت ایک ایسی جگہ نظر آئی جس سے گزر کر اوپر پہنچا جا سکتا تھا اور اس نے فوراً ہی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس طرف دوڑا دیا' چند ہی لمحات کے بعد وہ اس درے سے باہر نکل آیا تھا' باقی لوگوں نے بھی اس کی تقلید کی اور وہ دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگے۔ جہاں سے اس درے کا آغاز ہوتا تھا' وہیں پر شردھانیوں کو روک لیا گیا تھا اور وہ جو کوئی بھی تھے شردھانیوں پر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ نہ صرف فائرنگ کر رہے تھے بلکہ ان کے پاس بموں کی اچھی خاصی تعداد معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ کئی بار لپکتے ہوئے شعلوں میں انہوں نے شردھانیوں کو گھرے ہوئے دیکھا تھا دھماکے بھی سنائی دے رہے تھے' سب کے چہرے حیرت کی تصویر بنے ہوئے تھے' پھر انہوں نے اچانک ہی اپنی رائفلوں کو محسوس کیا اور راؤ سکندر آہستہ سے بولا۔

"پروفیسر اگر ہم تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس ٹیلے کے عقب میں پہنچ جائیں تو میرا خیال ہے اپنی مدد کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔"

بھرت چندر کہنے لگا۔ "اس کے برعکس اگر ہم یہاں سے آگے بڑھ جائیں تو کیا حرج ہے؟"

"میرا خیال ہے بھرت چندر ایسا نہ کریں۔ بلکہ اس وقت ان لوگوں کی مدد کرنا مناسب ہے' جنہوں نے شردھانیوں کو ہمارے تعاقب سے روک دیا ہے.... اگر وہ لوگ شردھانیوں سے مرعوب ہو گئے تو شردھانئے اس کے بعد بھی ہمارے پیچھے لگے رہیں گے۔ آؤ بھرت چندر ہم ان کی مدد کریں۔ پروفیسر آپ اور سرالو تم یہیں رکو' کیونکہ تمہارے پاس رائفلیں نہیں ہیں۔"

بھرت چندر شاید دل سے یہ بات نہیں چاہتا تھا اور یہاں سے نکل جانے کا خواہش مند تھا لیکن راؤ سکندر سے اختلاف نہ کر سکا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا اس بڑے ٹیلے کے نزدیک پہنچ کر انہوں نے گھوڑے چھوڑے اور بڑے اطمینان سے ٹیلے پر چڑھ گئے' ٹیلے کی

بلندیوں سے آس پاس کے منظر نمایاں نظر آ رہے تھے۔ ان کے مددگار بڑی بڑی چٹانوں کی عقب میں تھے اور انہوں نے شردھانیوں کا راستہ بند کر دیا تھا۔ وہ شردھانیوں پر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے اور شردھانئے منتشر نظر آ رہے تھے' کئی گھوڑے مرے پڑے ہوئے تھے' یقیناً ان کے نزدیک شردھانیوں کی لاشیں بھی ہوں گی۔ پھر انتظار کئے بغیر راؤ سکندر اور بھرت چندر نے بھی شردھانیوں پر فائرنگ شروع کر دی اور شردھانئے چونکہ اس طرف متوجہ نہ تھے اس لئے بری طرح ان کی گولیوں کا شکار ہو گئے' جبکہ سامنے والوں سے بچنے کے لئے انہوں نے کئی جگہ آڑ لے رکھی تھی' راؤ سکندر اور بھرت چندر تاک تاک کر آڑ میں چھپے ہوئے شردھانیوں کو نشانہ بنانے لگے اور شردھانیوں کے قدم اکھڑ گئے وہ بہت سی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے' اور چند لمحات کے بعد ایک بھی شردھانیہ وہاں موجود نہ رہا' لیکن چٹانوں کے عقب میں جو لوگ تھے ان کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

راؤ سکندر اور بھرت چندر نگاہیں جمائے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہی انہیں اپنے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"تم گولیوں کی زد پر ہو' سب سے پہلے اپنی رائفلیں پھینک دو' اگر اس میں ایک لمحے کی تاخیر کی تو دونوں کو شکار کر لیا جائے گا۔"

انہوں نے وحشت زدہ نگاہوں سے پلٹ کر دیکھا تو چار آدمی ان کے عقب میں موجود تھے' زبان انگریزی استعمال کی گئی تھی اور لہجہ غیر ملکی تھا' چنانچہ یہ اندازہ لگانے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی کہ یہ ایڈمنڈ گارساں کے ساتھی ہوں گے۔

راؤ سکندر نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا' پھر بھرت چندر کو اشارہ کر کے بولا.... "رائفل ان کے حوالے کر دو بھرت۔"

بھرت چندر نے فوراً ہی اپنی رائفل اچھال دی تھی۔ کیونکہ اس نے بھی ان کی تنی ہوئی رائفلوں کو دیکھ لیا تھا' جن کا رخ ان کی جانب تھا اور جن کی تعداد چار تھی۔ نیچے والوں نے فوراً ہی ان کی رائفلیں لپک لی تھیں۔ پھر انہیں دوسرا حکم دیا گیا۔

"اب اطمینان سے نیچے آ جاؤ' کوئی حرکت نہیں کرو گے تو نقصان بھی نہیں پہنچے گا' خبردار ہاتھ بلند رکھو' پہلے تمہاری تلاشی لی جائے گی' اس کے بعد تم پر اعتبار کیا جائے گا۔"

راؤ سکندر اور بھرت چندر نیچے اتر آئے' فوراً ہی دو آدمی ان کے قریب پہنچ گئے۔ اور

انہوں نے ان کی جیبوں میں جو کچھ تھا نکال کر اپنے قبضے میں لے لیا۔ راؤ اور بھرت ان کے چہرے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے اور انہیں اپنے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ اطراف کی چٹانوں میں چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور یہ چار افراد یقینی طور پر پہلے سے یہیں کہیں موجود تھے' بہرطور فوراً ہی ان دونوں کے ہاتھ پشت پر کر کے رسیوں سے کس دیئے گئے اور اس کے بعد وہ ان کے شانوں پر دباؤ ڈال کر انہیں آگے بڑھانے لگے۔

راؤ سکندر نے کہا۔ "تم لوگ شردھانیوں کو ذہن میں رکھو ہمارے آپس کے معاملے تو آپس میں ہی طے ہو سکتے ہیں' لیکن اگر شردھانئے یہاں پہنچ گئے تو....؟"

"وہ اب نہیں پہنچیں گے۔ ہم نے ان میں سے سب ہی کو شکار کر لیا ہے' باقی جو لوگ بچے تھے۔ انہیں تم نے مار دیا اور جو بھاگے ہیں وہ آسانی سے ادھر کا رخ نہیں کریں گے' کیونکہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو موت کا مزہ چکھتے دیکھا ہے۔"

راؤ سکندر اور بھرت چندر نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ اور چاروں آدمی انہیں ساتھ لئے ہوئے درے کی دوسری جانب بڑھنے لگے' تھوڑی دیر کے بعد وہ اس حصے میں پہنچ گئے' جہاں چٹانوں کے عقب میں ان کے ساتھی موجود تھے۔ وہ سب چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے اور راؤ سکندر اور بھرت چندر کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد آٹھ نو سے کم نہیں تھی' باقی چار یہ تھے' گویا وہ کافی لوگ تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گئے ایک آدمی نے گھوڑے بھی سنبھال رکھے تھے۔ دوسری طرف موجود لوگوں میں سے ایک نے کہا۔

"صرف دو....؟"

"ہاں.... اس طرف یہ دو ہی تھے...."

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" جس شخص نے یہ سوال کیا تھا اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اس طرف۔" راؤ سکندر فوراً بولا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ پروفیسر غوری اور سراتو تو بالکل بیکار ثابت ہوں گے یا کہیں وہ فرار ہونے کی کوشش نہ کریں اس طرح وہ کرنل فیروز کی طرح ان سے جدا ہو جائیں گے۔

راؤ سکندر کے اشارے پر تین چار آدمی اس جانب دوڑ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی نگاہوں سے دور ہو گئے تب وہ شخص جس نے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھا

اور راؤ سکندر اور بھرت چندر کے قریب پہنچ گیا۔

بھرت چندر کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔ "ایڈمنڈ گارساں....!"

راؤ سکندر نے چونکہ ایڈمنڈ گارساں کو نہیں دیکھا تھا' لیکن بھرت چندر پہلے اسے دیکھ چکا تھا اس لئے فوراً ہی اس نے پہچان لیا تھا' اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس شخص نے سن لئے اور اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچ گئے۔

"ہاں میں ایڈمنڈ گارساں ہوں۔" اس نے سینہ تانتے ہوئے کہا اور پھر قریب آ کر بھرت چندر کا چہرہ غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مسٹر بھرت چندر۔" اور اس کے بعد وہ راؤ سکندر کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا....."

یہ چہرہ اجنبی ہے....! یہ کون ہے مسٹر بھرت چندر....؟"

"میرا نام سکندر ہے۔" راؤ سکندر نے کہا۔

اور گارساں گردن ہلانے لگا۔ راؤ نے اسے بہت غور سے دیکھا یہ شخص خود کو بحری قزاقوں کی نسل سے کہتا تھا اس کے اجداد قزاق ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ خود شکل سے ڈاکو نظر آتا تھا۔ راؤ کو تعجب ہوا کہ راج دیو جیسے زیرک انسان نے اس شخص کے بارے میں دھوکہ کیسے کھایا تھا۔ ان سے ہر بات کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ گارساں نے اپنے ساتھیوں سے ان کے ہتھیاروں کے بارے میں پوچھا اور ان دونوں کی رائفلیں انہیں پیش کر دی گئیں۔ گارساں کے بکھرے ہوئے ساتھی یکجا ہو گئے تھے۔ پھر وہ بھی آ گئے جو پروفیسر غوری اور سراتو کو لینے گئے تھے۔ غوری اور سراتو ان کی قبضے میں تھے۔

"صرف دو...." گارساں غرایا۔ "اور کہاں ہیں؟"

"یہی دو تھے۔"

"اور کہاں ہیں؟" گارساں نے دھاڑ کر پوچھا اس بار مخاطب راؤ اور بھرت تھے۔

"منتشر ہو گئے۔" راؤ نے جواب دیا۔

"کب....؟ کیسے....؟"

"شردھانیوں نے حملہ کیا تھا۔" راؤ نے پوری تفصیل ایڈمنڈ کو بتا دی اور وہ بے بسی سے تلملانے لگا۔ وہ کہنے لگا۔

"افسوس .... افسوس کچھ امید بندھی تھی وہ بھی ختم ہو گئی باقی شردھانئے تمہارا اسباب

لوٹنے کے لئے رک گئے ہوں گے اوہ ہمیں تمہاری نہیں تمہاری خوراک کی ضرورت تھی وہ بھی گئی....وہ بھی گئی۔ اوہ تم سب گدھے ہو۔"

"ہمارا اسلحہ بھی ان کے ہاتھ لگ گیا۔" راؤ نے کہا۔

"اسلحہ کی کوئی کمی نہیں ہے میرے پاس' انبار ہیں اس کے مگر خوراک۔ خوراک!" گارساں عجیب سے لہجے میں بولا پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "انہیں باندھ کر یہاں بٹھا دو۔"

رسیوں کے ٹکڑے سے ان کے ہاتھ کس دیئے گئے کسی نے تعرض نہیں کیا تھا۔ رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ انہیں یہاں بٹھانے کے بعد دو آدمی ان پر پہرہ دینے لگے۔ گارساں اپنے بقیہ ساتھیوں کے ساتھ اس طرف چل پڑا جہاں شروھانیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں وہ شاید ان کی تلاشی لینے گیا تھا۔ چاروں قیدی خاموش بیٹھے ہوئے تھے ان کے چہرے تشویش و پریشانی کے آئینہ دار تھے ہر شخص اپنے طور پر ان حالات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

تمام شیرازہ منتشر ہو گیا تھا۔ راؤ سکندر' پروفیسر غوری' بھرت اور سراتو یہاں پھنس گئے تھے۔ کرنل فیروز اور قندیل ادھر بھٹک رہے تھے لیکن غزال اور راج دیو درحقیقت موت کے سفر پر تھے تیز و تند دریا انہیں تنکے کی طرح بہائے لئے جا رہا تھا۔ غزال کو پانی میں اترتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ غلطی ہو گئی۔ طوفانی دریا ناقابل تسخیر ہے لیکن جوانی کے جوش میں اس نے وہیں سے واپس ہونے کے بجائے گھوڑے کو گہرے پانی کی طرف موڑ دیا اور اس کا نتیجہ ایک لمحے میں ظاہر ہو گیا۔ گھوڑے نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن پانی کے ہولناک ریلے نے اسے الٹ دیا اور غزال اس کی پشت سے جدا ہو گیا۔ کمر سے بندھے ہوئے رسے کو ایک جھٹکا لگا لیکن اس کے بعد کچھ نہ ہوا اور پانی اسے آغوش میں لئے دوڑ پڑا۔ غزال نے حواس قائم رکھنے کی کوشش کی اور پیراکی کے اصولوں کو آزما کر اپنا بدن ڈھیلا کر دیا۔ طاقتور پانی سے جنگ کسی طور ممکن نہیں تھی ایک لمحے میں ہاتھ پاؤں ٹوٹ سکتے تھے لیکن پانی کا شور کانوں کے پردے پھاڑے دے رہا تھا اس کی زبردست رگڑ بدن پیسے دے رہی تھی او وہ خود کو پانی کی سطح پر برقرار نہ رکھ پا رہا تھا۔ پانی کبھی اسے ڈبو دیتا کبھی ابھار دیتا اور یوں فن پیراکی کے تمام اصول بے کار ہو گئے تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد ہوش و حواس

مفلوج ہونے لگے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں اور پھر وہ صرف پانی کے رحم و کرم پر رہ گیا۔ جوان اور قوی بدن البتہ یہ سب کچھ برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اس لئے بے ہوشی طاری نہیں ہوئی تھی لیکن نیم غشی کی کیفیت ضرور تھی اور ہاتھ پاؤں ہلانے کی سکت نہیں رہی تھی۔ بار بار کمر میں بندھے رسے کو جھٹکا لگتا تھا البتہ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ نہ جانے کتنی دیر تک اس انوکھے سفر کی رفتار یہی رہی اس کے بعد یوں لگا جیسے یہ شور کم ہونے لگا ہو لیکن یہ سب کچھ بس خواب کی سی کیفیت میں تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور ذہن میں بار بار سناٹے چھا جاتے تھے اس کے بعد مسلسل سکون چھاتا گیا۔ آگے بڑھنے کی رفتار بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔ ایک بار پھر کمر کو جھٹکا لگا اور حواس کی آخری جدوجہد بھی ختم ہو گئی۔

پھر اس وقت ہوش آیا جب سورج کی کرنیں آنکھوں میں چبھنے لگیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور جلدی سے بند کر لیں۔ ڈھیلوں میں چمک سی مار گئی تھی اور آنکھوں میں درد ہونے لگا تھا۔ دیر تک دوبارہ آنکھیں کھولنے کی ہمت نہ ہو سکی اور وہ اسی طرح پڑا رہا تمام حسیں آہستہ آہستہ جاگتی جا رہی تھیں۔ اسے پانی کا احساس ہوا جو اس کے بدن کو چھوتا ہوا گزر رہا تھا۔ پھر اس کے ہاتھوں نے کوئی سہارا تلاش کرنے کی کوشش کی اور تھوڑے سے پانی کے نیچے اسے زمین کا سہارا مل گیا۔ اس نے زمین پر ہاتھ لگا کر اٹھنے کی کوشش کی تو دفعتہ اسے کانوں کے قریب پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔ کوئی بڑے پروں والا پرندہ قریب ہی سے اڑا تھا۔ پروں کی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی اور بدبو کا ایک بھبکا ناک میں چڑھ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ چھتری جیسے چوڑے پروں والا گدھ اس کے سر سے گزر کر کچھ فاصلے کے ایک پتھر پر جا بیٹھا تھا۔ اس نے سہمی ہوئی نظروں سے اس بدصورت پرندے کو دیکھا اور جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن کمر اچانک کھنچنے لگی اور وہ ایک سمت لڑھک گیا۔ تب اس نے کمر میں بندھے ہوئے رسے کو دیکھا اور رسے پر نگاہ پڑتے ہی حواس کے تمام دروازے کھل گئے۔ سب کچھ یاد آ گیا اور اس نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ تیز رفتار دریا یہاں پہنچ کر دور دور تک بکھر گیا تھا جہاں تک نظر جاتی تھی پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ کہیں گہرا کہیں اتھلا' چاروں طرف اونچے نیچے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ غالباً یہاں زمین اونچی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے دریا کی روانی سست پڑ

گئی تھی اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر پانی کی "شرر شرر" کافی زور دار تھی۔ اور یہاں سے جھاگ اڑ رہے تھے۔ انہیں جھاگوں کے پاس ایک لمبے نوکیلے لیکن مضبوطی سے زمین میں گڑے ہوئے پتھر میں اس کے رسے کا درمیانی سرا الجھ گیا تھا۔ دریا میں بکھرے پتھروں پر بہت سے گدھ بیٹھے بھوکی نظروں سے اسے گھور رہے تھے۔

خوف کی ایک لہر اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ یہ مردہ خور اسے چٹ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس بار اس نے خود کو پوری طرح سنبھال کر بدن سیدھا کیا اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔ رسہ کچھ ڈھیلا پڑا تو ایک بار پھر اس کے قدم اکھڑنے لگے۔ رسہ دوسری طرف سے کھنچ رہا تھا۔ اس نے جھرجھری لے کر بدن کو سنبھالا اور رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ پھر وہ اسی کی قوت کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔ پانی اس کے ٹخنوں سے کچھ اونچا تھا۔ تھوڑی دور چل کر وہ گھٹنوں تک آ گیا۔ پھر جب وہ پانی میں گڑی ہوئی اس نوکیلی چٹان کے پاس پہنچا تو اس نے ایک اور سنسنی خیز منظر دیکھا۔ رسی کے دوسرے سرے سے بندھا ہوا راج دیو تیزی سے بہتے ہوئے پانی میں نظر آ رہا تھا..... پانی اسے گھسیٹ رہا تھا یہی وجہ تھی کہ رسہ ڈھیلا ہوتے ہی دوسری طرف کھنچنے لگا تھا۔ اس طرف پانی گہرا اور اس کا بہاؤ تیز تھا۔ دونوں پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے اور یہاں اس نوکیلی چٹان نے ان کی مدد کی تھی رسہ درمیان سے اس چٹان میں اٹک گیا تھا اگر دونوں سیدھ میں ہوتے تو بہتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ راج دیو شاید ہوش میں نہیں تھا اس لئے بے سدھ نظر آ رہا تھا۔

غزال نے فوراً کارروائی شروع کر دی اور راج دیو کو پوری قوت سے گھسیٹنے لگا۔ راج دیو کے قوی ہیکل بدن کو گہرے پانی کے بہاؤ سے نکالنے کے لئے اسے سخت محنت کرنی پڑی تھی لیکن وہ اس میں کامیاب ہو گیا تھا۔

راج دیو کو بہاؤ سے بچا کر غزال نے گہری سانس لی..... اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ زندہ ہے اب اس کے علاوہ چارہ کار نہ تھا کہ وہ اسے اٹھا کر کنارہ تلاش کرے۔ حالانکہ خود اس کے اعصاب بھی کشیدہ تھے اور جسمانی قوتیں بھرپور طور پر ساتھ نہ دے پا رہی تھیں لیکن یہ سب کچھ تو کرنا ہی تھا۔

بمشکل تمام اس نے راج دیو کو شانوں پر اٹھایا اور کنارے کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ دریا کے وسیع و عریض پھیلاؤ کو دیکھ کر دہشت طاری ہوتی تھی وہ درخت دو فرلانگ سے

کم دور نہ ہوں گے جو کنارے کا نشان دے رہے تھے لیکن اسکے علاوہ چارہ کار نہیں تھا۔ غزال لرزتے قدموں سے چل پڑا۔ بھوکے گدھ غصے سے چیختے ہوئے ان کے گرد منڈلانے لگے تھے۔

قندیل اس دوران بالکل خاموش رہی تھی۔ کرنل کی کوششوں پر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا نہ ہی اس نے اپنے طور پر کوئی مشورہ دیا تھا۔ کرنل نے گھوڑے سے اتر کر اسے بھی سہارا دیا اور پھر گھوڑے کو ایک پتھر سے باندھ دیا۔ قندیل خاموشی سی ایک پتھر سے پشت لگا کر بیٹھ گئی۔ کرنل چاروں طرف نظریں دوڑاتا رہا پھر خود بھی گہری سانس لے کر قندیل سے کچھ فاصلے پر جا بیٹھا۔ رات آہستہ آہستہ سفر کر رہی تھی۔ ماحول پر مکمل خاموشی طاری تھی اور کہیں سے کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ہو سکتا ہے دن کی روشنی میں کوئی کام بن جائے۔ رات میں راستوں کا تعین کرنا بھی تو مشکل تھا۔ کرنل نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس کی نگاہیں قندیل کی جانب اٹھ گئیں۔ وہ بے چینی سے گردن پٹخ رہی تھی۔

کرنل چند لمحات اسے دیکھتا رہا.... پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا' قندیل چونک کر کرنل کی صورت دیکھنے لگی تھی۔

"قندیل بیٹے!" کرنل نے محبت بھرے انداز میں اسے آواز دی.... اور قندیل کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اگر ہو سکے تو تم تھوڑی دیر آرام کر لو.... تھکن سے بیمار نہ ہو جاؤ...."

قندیل نے کوئی جواب نہ دیا' وہ جلتی نگاہوں سے کرنل کو دیکھتی رہی' پھر اس نے پتھر سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ کرنل اس کی کیفیت کا صحیح طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا لیکن اسے یہ اچھی طرح احساس تھا کہ قندیل بھی غزال کو چاہتی ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کی رفاقت اسی محبت کے ناطے قبول کی ہے۔ ہو سکتا ہے قندیل کے ذہن میں غزال کا تصور ہو۔ بہرطور وہ چند لمحات قندیل کے پاس بیٹھا رہا اور پھر وہاں سے اٹھ کر دوبارہ اپنی جگہ آ بیٹھا.... اب تک کا وقت جدوجہد میں گزرا تھا اور وہ دوبارہ ان لوگوں کو پانے کے لئے کوشاں رہا تھا..... لیکن اب جب یہاں آ کر بیٹھا تو دل پر ایک عجیب سی کیفیت کا حملہ ہوا۔

غزال.... غزال.... غزال.... جس کے لئے اس نے یہ تکلیف دہ سفر کیا تھا' ہاں یہ ایک ٹھوس سچائی تھی کرنل اس دنیا میں اپنے بیٹے سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا تھا۔ ایسے تعاون کرنے والے باپ مشکل ہی سے ہوتے ہیں۔ یونیورسٹی میں جب غزال اور قندیل تعلیم حاصل کرتے تھے' تو کرنل نے دو تین بار قندیل کو دیکھا تھا' ویسے بھی راؤ سکندر سے اس کے اچھے تعلقات تھے' لیکن ان تعلقات میں مزید قربت قندیل کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد جب قندیل ایک انوکھی بیماری کا شکار ہو گئی' تو کرنل نے تشویش سے اپنے اکلوتے بیٹے کے مستقبل کے بارے میں سوچا۔ اسے یہ اندازہ تھا کہ غزال قندیل کو بہت چاہتا ہے' کیا غزال قندیل کی جدائی برداشت کر سکے گا۔ جب اس نے غزال کو اس جانب مائل پایا کہ قندیل کسی بھی کیفیت کا شکار ہو وہ اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گا.... تو کرنل فیروز خود بھی دل و جان سے اس جانب متوجہ ہو گیا اور اس کے بعد وہ پراسرار واقعات سامنے آئے۔ قندیل کی کہانی کرنل فیروز کے علم میں آئی۔ کرنل فیروز نے ایک باپ کی حیثیت سے بارہا یہ سوچا کہ کہیں غزال کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے.... لیکن بیٹے کی کیفیت ذہن میں آتی تو وہ یہ بھی سوچتا کہ کہیں قندیل سے جدائی بیٹے کے لئے زندگی بھر کا روگ نہ بن جائے' چنانچہ اس نے اپنے دل و دماغ کے خلاف فیصلہ کیا اور ہر طرح غزال کا ساتھ دینے لگا..... یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی پرسکون زندگی چھوڑ کر جنگلوں کا رخ کیا' حالانکہ فوجی زندگی سے ریٹائرمنٹ کے بعد وہ باقی زندگی سکون و آرام سے گزارنا چاہتا تھا اور اس نے اس کے لئے معقول بندوبست کر لیا تھا' لیکن تقدیر کے فیصلے انسانی فیصلوں سے مختلف ہوتے ہیں اور تقدیر جو بھی فیصلہ کرتی ہے' وہی آخری فیصلہ ہوتا ہے چنانچہ ایک بار پھر اسے مہم جویانہ زندگی کی جانب آنا پڑا تھا..... لیکن جس کے لئے اس نے یہ سب کچھ کیا تھا وہ ایک ایسی کیفیت کا شکار ہو کر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوا تھا کہ کرنل کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا.... اب جو سکون سے بیٹھ کر سوچا تو دل کی وحشت بڑھتی چلی گئی۔ وہ پرشور دریا.... وہ ہولناک بہاؤ.... اور غزال کا اس میں تنکے کی مانند بہہ جانا' راج دیو جیسے قوی ہیکل آدمی کا اپنے آپ کو نہ سنبھال پانا' اس بات کا مظہر تھا کہ غزال زندگی سے موت کی جانب روانہ ہو چکا ہے۔ کرنل فیروز کے دل سے ایک سرد آہ نکل گئی۔

"آہ غزال کیا.... کیا ان جنگلوں میں لا کر تم مجھ سے دور ہو جانا چاہتے ہو' کیا تم.... کیا

تم.... آہ کیا یہ سچ تھا کہ تم اس لڑکی کی نحوست کا شکار ہو جاؤ گے۔" اس کے دل کی کیفیت بدلی۔ لیکن اس نے اس بدلی ہوئی کیفیت سے اپنے آپ کو نکال لیا۔ "نہیں یہ انسانی معاملات نہیں ہیں' تقدیر کے کھیل کچھ اسی قسم کے ہوتے ہیں' یہ لڑکی بے چاری بے گناہ ہے۔" بہت سے احساسات کرنل کو تڑپاتے رہے' اور وہ اپنی آنکھوں کی کوریں صاف کرتا رہا۔ کاش اسے کسی طرح غزال کا پتہ چل جائے' کاش' مگر کیسے کیا اس جنگل میں اب تنہائی کے علاوہ کچھ نہ ہو گا--- پتہ نہیں وہ لوگ شردھانیوں کے چنگل سے نکل آئے یا ان کا شکار ہو گئے۔ فضا میں ہلکی سی نمی پیدا ہو گئی تھی' شبنم پڑ رہی تھی اور ماحول بھیگتا جا رہا تھا' کرنل کے ذہن پر ایک غنودگی سی طاری ہو گئی۔ یہ تھکن کا نتیجہ تھا۔ وہ نجانے کتنی دیر اس غنودگی کے عالم میں رہا کہ دفعتہ ہی اس کے کانوں میں کچھ آوازیں گونجیں یہ بھیڑیوں کے بھونکنے کی آوازیں تھیں' کرنل سنبھل کر بیٹھ گیا۔ وہ ان آوازوں کو سنتا رہا' اس نے ایک نگاہ قندیل کی جانب دیکھا' اور ایک بار پھر اسے چونکنا پڑا۔

قندیل سو نہیں رہی تھی۔ اب وہ اس پتھر سے تھوڑے فاصلے پر دوزانو بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سامنے وہی لکڑیاں پھیلی ہوئی تھیں' جنہیں کرنل بھی کئی بار دیکھ چکا تھا۔ قندیل انہماک سے لکڑیوں پر جھکی ہوئی تھی اور دور سے بھیڑیوں کے بھونکنے کی آوازیں فضا میں ابھر رہی تھیں۔ لیکن ان آوازوں کا فاصلہ کافی تھا اور بظاہر دور محسوس ہوتا تھا تاہم کرنل کا ہوشیار رہنا ضروری تھا' پھر قندیل آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی' کرنل کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ یہ چمکتا ہوا چہرہ کسی انسان کا چہرہ نہیں تھا۔ ایک عجیب سی چمک اس چہرے پر تھی اور اس کی آنکھوں سے روشنی سی پھوٹتی محسوس ہو رہی تھی' وہ ایک ایک قدم گن گن کر آگے بڑھی اور ایک اونچے پتھر پر جا کر کھڑی ہوئی' پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا دیئے اور اس کے بعد کرنل نے ایک اور آواز سنی' یہ بھیڑیوں ہی کے بھونکنے کی آواز تھی۔ لیکن اتنی طویل کہ کرنل کو سانس کی اس قوت پر حیرت ہونے لگی۔

یہ آواز قندیل کے حلق سے نکل رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بدستور فضا میں پھیلے ہوئے تھے دور بھونکنے والے بھیڑیئے خاموش ہو گئے تھے لیکن قندیل کے حلق سے یہ آوازیں مسلسل نکل رہی تھیں۔ اور رات کے اس ہولناک سناٹے میں اگر کوئی کچے دل کا انسان اس کیفیت کو دیکھ لیتا تو یقینی طور پر اس کے دل کی حرکت بند ہو جاتی۔ قندیل ایک پراسرار وجود

محسوس ہو رہی تھی۔ کئی بار اس کے حلق سے وہ آوازیں نکلیں' اور اس کے بعد اس نے دونوں ہاتھ نیچے گرا دیئے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی واپس اپنی جگہ آ بیٹھی اور لکڑیوں کو پھر سے الٹ پلٹ کرنے لگی۔ کرنل بڑے پریشان انداز میں قندیل کو دیکھ رہا تھا آخر اس لڑکی کی پراسرار کہانی کیا ہے' یہ کیا چیز ہے کچھ سمجھ میں تو آئے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ لیکن قندیل سے مخاطب ہونا اس وقت اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ دلیری اپنی جگہ ایک الگ حیثیت رکھتی ہے' لیکن جو پراسرار واقعات کرنل کے سامنے آ رہے تھے' ان میں مداخلت اس کے لئے ممکن نہ ہوئی' بہت دیر تک وہ قندیل کو دیکھتا رہا۔ قندیل نے لکڑیاں سمیٹیں انہیں احتیاط سے رکھا اور پھر اسی پتھر سے جا کر پشت لگا لی شاید اب وہ سو رہی تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد کرنل نے اسے ایک جانب لڑھکتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے اور گہری نیند سو گئی۔ کرنل ٹھنڈی سانس لے کر آسمان کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر صبح کی روشنی آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد سورج کے آثار نظر آنے لگے۔

صبح ہو گئی تھی۔ کرنل نے چہرہ زور سے جھٹکا اور اٹھ کھڑا ہوا کچھ بھی تھا زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو سنبھالنا تو ضروری ہی تھا۔ قندیل اسی طرح بے سدھ سو رہی تھی اس کے انداز میں بہت معصومیت تھی۔ کرنل کی خواہش تھی کہ وہ فوراً ہی اپنی ساتھیوں کی تلاش شروع کر دے لیکن یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔ دن کی روشنی میں بھی اس نے اس ماحول کو دیکھا تھا اور اسے بالکل اجنبی پایا تھا۔ دریا کا شور کہیں سنائی نہیں دے رہا تھا۔ بہرطور قندیل کو جگائے بغیر وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر کسی خیال کے تحت ان درختوں کی جانب بڑھ گیا' جن پر وہ رس بھری قسم کے پھل لگے ہوئے تھے پیٹ کی آگ ہر آگ سے زیادہ شدید ہوتی ہے اور کرنل کو شدید بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے ایک پھل توڑ کر چکھا اور اسے لذیذ پا کر بہت سے پھل توڑ لئے۔ وہ ان پھلوں کو کھانے لگا بلاشبہ یہ اسی کی ہمت تھی کہ ایسے دلدوز سانحے کے باوجود اس نے اپنے آپ کو قابو میں رکھا تھا۔ نجانے کیوں اندر سے اسے ایک اعتماد سا ابلتا محسوس ہو رہا تھا۔ غزال اس آسانی سے موت کا شکار نہیں ہو گا' جس طرح وہ بھٹکتا ہوا اس طرف آ نکلا ہے اس طرح غزال کو بھی کنارہ مل جائے گا۔ یہ اپنے آپ کو بہلانا نہیں تھا بلکہ اس کی دلی کیفیت اسی کا اظہار کر رہی تھی پھر وہ اس وقت چونکا' جب اسے قندیل کی آواز سنائی دی۔ قندیل جاگ گئی تھی اور اسے دیکھ رہی تھی۔ اس

نے دوبارہ کرنل کو پکارا۔

"انکل ' انکل۔" اور کرنل بہت سے پھل ہاتھ میں لئے اس کی جانب پلٹا' قندیل کے ہونٹوں پر ایک پرسکون مسکراہٹ تھی اور وہ بالکل نارمل نظر آ رہی تھی' کرنل فیروز کے ہاتھوں میں یہ پھل دیکھ کر وہ ہنس پڑی۔

"آپ نے کھائے انکل۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں بیٹے۔ لو تم بھی کھا لو بھوک لگ رہی ہو گی۔"

قندیل نے خوشی سے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور کرنل نے وہ پھل اس کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ قندیل بڑے مطمئن انداز میں یہ پھل کھانے لگی تھی۔ اس وقت وہ صحیح الدماغ معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ اس نے اس ماحول سے ذرا بھی تشویش کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اور اس طرح مطمئن نظر آ رہی تھی جیسے سب کچھ معمول کے مطابق ہو۔ کرنل تشویش بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی کیفیت سے یہ احساس ہوتا تھا کہ قندیل اس وقت درست نہیں ہے۔ پھل کھانے کے بعد قندیل نے گردن ہلائی اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگی' پھر وہ آہستہ سے بولی۔ "آیئے انکل اس طرف چلیں۔"

کرنل چونک کر قندیل کو دیکھنے لگا تو اس نے پراعتماد انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں انکل تشویش کی کوئی بات نہیں ہے' یہ سب کچھ سب کچھ میرا اپنا ہے۔ میں.....میں....." وہ ایک دم سے جیسے چونک سی پڑی' پھر کرنل کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

"آیئے نا' گھوڑا کھول لیجئے۔"

کرنل خاموشی سے آگے بڑھا اور اس نے گھوڑے کو پتھر کی گرفت سے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گئے تھے' قندیل جس طرح مطمئن اور مسرور نظر آ رہی تھی اس سے کرنل کو کچھ اور زیادہ تشویش ہو گئی تھی۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد قندیل نے اچانک کہا۔ "اگر آپ غزال کے لئے پریشان ہیں انکل تو اس پریشانی کو ذہن سے نکال دیں۔ وہ زندہ ہے ٹھیک ہے۔ میرا حساب یہی کہتا ہے۔"

کرنل بری طرح چونک پڑا تھا۔

○

اس انوکھی داستان کے تمام کردار اب تین حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے راج دیو او

راؤ سکندر نے جوانی کے عالم میں بہت سی مہمات سرانجام دی تھیں۔ بڑے بڑے سرکش اور وحشی جانور ہلاک کئے تھے بہت سے پریشان کن حالات کا شکار ہوئے تھے لیکن سوبارا کے ان جنگلات میں برسہا قبل جس کہانی کا آغاز ہوا تھا وہ آج بھی جاری تھی اور غور کرنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اس کہانی میں کہیں بھی کوئی سکتہ پیدا نہیں ہوا۔ قندیل راؤ سکندر کے پاس تھی اور راؤ سکندر نے صرف راؤ غضنفر کو قندیل کے بارے میں بتایا تھا سطوت جہاں کو اس نے اس لئے اس راز سے آگاہ نہیں کیا تھا کہ وہ بے اولاد تھی اور اس نے قندیل کو اپنی اولاد کی مانند ہی پرورش کیا تھا بلکہ وہ محرومی کے اس احساس سے نکل آئی تھی جو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ عورت' عورت ہی ہوتی ہے اگر قندیل کے حصول کی کہانی سطوت جہاں کو معلوم ہو جاتی تو پتہ نہیں اس کے احساسات کیا ہوتے۔ چنانچہ راؤ سکندر نے اس راز کو اپنے دل ہی میں گھونٹ کر رکھا تھا۔ لیکن سوبادا کے جنگلات سے آغاز ہونے والی یہ کہانی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی۔ قندیل کے بچپن کی کیفیات اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی جوانی کی سرحدوں میں داخل ہونا اور پھر اس کے اندر یہ تمام کیفیت پیدا ہو جانا اس کہانی کی مسلسل کڑیاں تھیں اور پھر ایک وقت بالاخر ایسا آ گیا۔ جب یہ کہانی اپنے انجام کی جانب چل پڑی۔ راؤ سکندر نے اس طویل عرصے کے دوران کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ کہانی کوئی اور موڑ اختیار کرے گی۔ اس کے ذہن میں تو بس یہی خیال تھا کہ قندیل جو کوئی بھی ہے اس کی اولاد کی حیثیت سے منظر عام پر ہے اور وہ اس کے ذریعے اپنے تمام تصورات کی تکمیل کرے گا بہرطور اس کے بعد قندیل کی شخصیت ایک نیا روپ دھار گئی تھی اور راؤ نے ایک مخلص انسان کی طرح اسے منجدھار میں چھوڑنا پسند نہیں کیا تھا اور اسے اس کی حقیقتوں کی طرف لے آیا تھا لیکن سوبارا کے جنگلات میں جاری ہونے والی یہ کہانی اب ایک ایسا رخ اختیار کر چکی تھی کہ خود راؤ سکندر کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب اسے کونسے راستے پر لے جائے اس کی اپنی تمام صلاحیتیں بے کار ہو گئی تھیں' مہم جو زندگی کے لئے جوانی بھی ازحد ضروری ہے اس کا احساس اب اسے ہو رہا تھا۔ واقعی گزرنے والا وقت بہت سی تبدیلیاں رونما کرتا ہے اور انسان کی صلاحیتیں وہ نہیں رہ جاتیں جو جوانی کے عالم میں ہوتی ہیں بے شک تجربہ بڑھ جاتا ہے لیکن صرف تجربہ ہی کارآمد نہیں ہوتا اس کے لئے جسمانی صلاحیتیں بھی ضروری ہوتی ہیں۔ ایڈمنڈ گارساں کی قید میں آنے کے بعد اس کی سمجھ

میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ حالات نے ایک دم جو تبدیلی اختیار کی تھی اس نے ان سب ہی کے دل و دماغ معطل کر دیئے تھے۔ غزال کے بارے میں سوچتا تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا۔ راج دیو کی یاد آتی تو دل ہولنے لگتا کیا اس کا بہترین دوست اس کا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ کیا قندیل کی زندگی کی کہانی کا ایک باب دریا کی گہرائیوں کی نذر ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو اس کے بعد کیا ہو گا۔ یہ تصور بے حد اذیت ناک تھا اور راؤ سکندر اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے بہت دفعہ اس بارے میں سوچ چکا تھا۔ ایڈمنڈ گارساں کی کیفیت جنونیوں کی سی تھی اور اس کا لباس تار تار تھا۔ ان سب کے حلیے بری طرح خراب ہو رہے تھے۔ وہ خوراک سے محروم ہو گئے تھے کہیں ان کی یہ دیوانگی کوئی ہولناک رخ نہ اختیار کر جائے۔ راؤ سکندر کے ساتھ جو لوگ تھے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا کہ جو اپنے طور پر کسی دلیری کا مظاہرہ کر سکے۔ پروفیسر غوری ایک مرنجا مرنج قسم کا آدمی تھا بے چارے کی تقدیر ہی خراب تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ ان جنگلوں میں آ پھنسا تھا۔ بھرت چندر بھی اس دنیا کا انسان نہیں تھا۔ باقی رہ گیا سراتو تو وہ بذات خود ایک بے وقوف سا آدمی تھا چنانچہ اب تمام تر ذمہ داری راؤ سکندر ہی کے شانوں پر تھی۔ کرنل فیروز اور قندیل کا بھی پتہ نہیں تھا۔ وہ دونوں نجانے کس طرف نکل گئے اس طرح سب ہی منتشر ہو گئے مگر سب سے زیادہ غم غزال اور راج دیو کا تھا ان دونوں پر کیا بیتی' کیا دریا کی تیز و تند لہریں انہیں زندگی کی جانب واپس آنے دیں گی۔ کہیں وہ کسی پتھر سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائیں۔ آہ اگر یہ کہانی اس انداز میں ختم ہوئی تو یہ تاریخ کا بہت بڑا المیہ ہو گا۔ ہنستے بستے لوگ کسی لالچ کے بغیر ایک مقصد کی تلاش میں نکلے تھے اور ایک معمہ حل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا یہ انجام کچھ اچھا تو نہ تھا۔ راؤ سکندر نے گردن جھٹکی اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ ایڈمنڈ گارساں کے ساتھی ان پر پہرہ دے رہے تھے۔ ایڈمنڈ گارساں اور دوسرے لوگوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اس طرح رات آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی اور پھر دوسری صبح راؤ سکندر اور اس کے ساتھیوں نے ایڈمنڈ گارساں اور اس کے وحشی ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ سب ایک جگہ بیٹھے ہوئے اونگھ رہے تھے۔ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ رات کو وہ کس وقت واپس آ گئے جب کہ راؤ سکندر ایک لمحے کے لئے بھی نہ سویا تھا۔ بہرحال ان کے بارے میں بہت زیادہ جستجو بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ راؤ سکندر کو تو اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کسی طرح ایڈمنڈ گارساں سے نجات حاصل کی جا سکے۔ اپنے طور پر وہ

اس شخص کا دشمن نہیں تھا لیکن اسے اس کی قید میں رہنا بھی پسند نہیں تھا۔

پھر دوسری صبح اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی ان گھوڑوں کو پکڑ لائے جن پر یہ لوگ سوار ہو کر یہاں تک پہنچے تھے۔ وہ نجانے کیا کرنا چاہتے تھے۔ راؤ سکندر کے ساتھ دوسرے تمام لوگ بھی ہوشیار ہو گئے تھے اور ان لوگوں کی کارروائیاں دیکھ رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹانگیں اور ہاتھ ایک مخصوص انداز میں باندھے جا رہے تھے اور اس کے بعد گھوڑوں کو زمین پر گرا لیا گیا۔ راؤ سکندر کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی تھی اس نے ایڈمنڈ گارساں کے ہاتھ میں ایک لمبا چھرا دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایڈمنڈ گارساں نے وہ چھرا ایک گھوڑے کی گردن پر پھیر دیا۔ راؤ سکندر نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایک کے بعد دوسرے گھوڑے کو گرایا گیا اور اسے بھی اسی انداز میں ذبح کر دیا گیا۔ صورت حال راؤ سکندر ہی کی نہیں سب کی سمجھ میں آ چکی تھی۔ انہیں یہ علم تھا کہ ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی خوراک سے محروم ہیں اور اس وقت یہ گھوڑے انہوں نے خوراک کے حصول کے لئے ہی ذبح کئے ہیں۔ وہ لوگ گھوڑوں پر مصروف رہے راؤ سکندر یا اس کے ساتھی کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے بلکہ اب انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ زندگی بدترین صعوبتوں سے دوچار ہونی والی ہے دوسری جانب ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی تمام تیاریوں میں مصروف رہے لکڑیاں جمع کی گئیں اور گھوڑوں کا گوشت ان پر بھونا جانے لگا۔ آدھا کچا آدھا پکا گوشت۔ وہ لوگ بری طرح بھوکے معلوم ہوتے تھے اور بڑی خوشی سے اس گوشت کو ہڑپ کر رہے تھے۔ کافی دیر تک وہ لوگ اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے رہے اور اس کے بعد ایڈمنڈ گارساں نے گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا راؤ سکندر کی طرف بھی بھیجا جسے راؤ سکندر نے شکریہ کے ساتھ مسترد کر دیا۔ ایڈمنڈ گارساں نے اس سلسلے میں کوئی ضد نہیں کی تھی کھانے پینے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ مسکراتا ہوا راؤ سکندر کے پاس آ بیٹھا اور اس نے مسکراتے ہوئے پروفیسر غوری کو مخاطب کیا۔

"تم دونوں کو تو میں جانتا ہوں۔ بھرت چندر اور پروفیسر غوری تم لوگ اس وقت راج دیو کے ساتھ تھے جب میں نے اس پراسرار کہانی کو سنا تھا اور راج دیو کے نوادر خانے میں وہ سب کچھ دیکھا۔ سنو سنو کیا نام ہے تمہارا۔ تم ان سب میں ذرا نمایاں محسوس ہوتے ہو۔"

"سکندر۔" راؤ سکندر نے جواب دیا۔

"ہاں' ہاں اوہو' کتنی بڑی ہستی کو میں بھول گیا تو ڈیئر راؤ سکندر درحقیقت راج دیو بھگی نوادر گاہ میں' میں نے ایک عظیم الشان نقشہ دیکھا اور مجھے حیرت ہوئی کہ اب تک اس نقشے کو نظرانداز کیوں کر دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ لوگ اس کے اہل ہی نہیں ہیں لیکن اس خزانے کو دنیا کی نگاہوں سے دور رکھنا بھی تو ایک اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے اس کے لئے کوششوں کا آغاز کیا۔ اپنے کچھ دوستوں کو ہندوستان بلایا اور خزانے کے سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ مجھے یہ نقشہ حاصل کرنے کے لئے کافی محنت کرنا پڑی اور غالباً تم لوگ میری کارروائیوں کے نتیجے ہی میں میرے تعاقب میں چل پڑے۔ مسٹر سکندر اب تک میں کامیابی کی نجانے کتنی منازل طے کر چکا ہوتا اگر میرا دوست لوئس میرا مخالف نہ ہو جاتا۔ وہ کمبخت کمینہ کتا' درحقیقت میرے لئے عذاب بن گیا تھا اور میں۔" ایڈمنڈ گارساں نے قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "لیکن وہ جرائم پیشہ بنا تھا جب کہ میں پیدائشی جرائم پیشہ تھا ایک بحری قزاق کا بیٹا جو تمام عمر قزاقی کرتا رہا۔ میری ابتداء غلط کر دی گئی تھی لیکن بالاخر وقت مجھے اسی نہج پر لے آیا اور میں نے وہ مقام پا لیا جس پر مجھے ہونا چاہئے تھا اور اب خزانہ میرے علاوہ اور کوئی نہیں حاصل کر سکے گا۔ سنو' سنو مسٹر سکندر' پروفیسر غوری اور بھرت چندر اور یہ جو بے وقوف آدمی ہے تم سب سنو' لوئس میرے پاس سے فرار ہو چکا ہے اور ہمارے حالات بہتر نہیں ہیں۔ ہمارے پاس خوراک کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس وقت اصل مسئلہ ہمارے لئے خوراک ہی ہے۔ گو بہت سی تبدیلیاں پیدا ہو چکی ہیں لیکن وہ راستے اب بھی میرے ذہن میں ہیں جن کو طے کر کے ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں تم دونوں اگر مرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں موت پیش کئے دیتا ہوں لیکن زندگی کے خواہاں ہو تو میرا ساتھ دو۔ جو کچھ بھی تم چاہو گے مجھے منظور ہو گا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں خزانے کے حصول میں کامیاب ہو گیا تو پوری دیانت داری کے ساتھ تمہیں تمہارا حصہ دوں گا ویسے بھی ان جنگلات میں ہم زندگی اور موت سے آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں تم اگر میرے ہاتھوں نہیں مرو گے تو اپنی کسی اور جدوجہد میں مرجاؤ گے چنانچہ بہتر یہی ہے کہ میرا ساتھ دو۔ بولو کیا خیال ہے تمہارے دل میں اس خزانے کے حصول کی خواہش نہیں ہے؟" راؤ سکندر نے ایک نگاہ پروفیسر غوری اور بھرت چندر کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کیوں نہیں ایڈمنڈ گارساں اگر خزانے کی خواہش ہمارے دل میں نہ ہوتی تو ہم یہ پرصعوبت سفر کیوں اختیار کرتے؟"

"تو پھر اطمینان رکھو۔ میں تمہارا ساتھی ہوں۔ میں تمہیں وہ خزانہ دوں گا۔" ایڈمنڈ گارساں سینے پر ہاتھ مارنے لگا۔ راؤ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گارساں کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "میرے پاس اس خزانے کا نقشہ ہے اور اچھا ہے تم لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ وہ کتا مجھ سے غداری کر گیا لیکن مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے اوہ میری جان پروفیسر غوری تم بھی تو قدیم زبانوں کے بارے میں جانتے ہو ظاہر ہے تمہارا تعلق بھی انہی تمام چیزوں سے ہے میرے پاس اس نقشے کی نقل موجود ہے جو لاش کے پاس سے دستیاب ہوا تھا تم اس سے راستوں کا تعین کر سکو گے۔"

پروفیسر غوری' راؤ سکندر کے انداز دیکھ چکا تھا بظاہر یہی محسوس ہوتا تھا کہ راؤ سکندر' ایڈمنڈ گارساں سے تعاون کرنے پر آمادہ ہے اور غوری کے خیال میں بھی یہی مناسب تھا کیونکہ وہ نہتے تھے' تعداد میں کم تھے جبکہ ان کے سامنے ایڈمنڈ جیسا وحشی انسان موجود تھا جو شرافت کا لبادہ اتار کر اب اپنی اصلی کیفیت میں آ گیا تھا چنانچہ اس کی پسند کی گفتگو کرنا ہی مناسب تھا پروفیسر غوری نے کہا۔

"کیوں نہیں مسٹر ایڈمنڈ گارساں ظاہر ہے میری زندگی بھی اسی میں گزری ہے۔"

ایڈمنڈ نے قہقہہ لگایا اور آہستہ سے بولا۔ "میں جانتا ہوں میں جانتا ہوں کہ تقدیر خزانے میرے حوالے کرنے پر تلی ہوئی ہے اور میرے علاوہ اور کوئی اسے حاصل نہیں کر سکتا ٹھہرو' ٹھہرو' میں تمہیں اس خزانے کے نقشے کی نقل دکھاتا ہوں پروفیسر غوری مگر رکو۔ ڈیئر مسٹر سکندر تم لوگ جن راستوں سے سفر کر رہے ہو ان میں تم نے کچھ ایسی چیزیں ضرور دیکھی ہوں گی جو اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ ہم صحیح راستے پر ہیں کیا ایسی کوئی چیز دیکھی تم نے؟"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔" پروفیسر غوری نے فوراً جواب دیا۔

"مثلاً مثلاً مجھے بتاؤ۔" ایڈمنڈ گارساں نے پروفیسر غوری کو گھورتے ہوئے کہا۔

"سرجوڑ کر بیٹھی ہوئی تین چٹانیں اور وہ ہلالی چٹان جو دریا کے کنارے بلندیوں پر تھی وہ اس بات کا اظہار کرتی ہیں کہ ہم صحیح راستوں پر ہیں۔"

ایڈمنڈ گارساں نے ایک اور قہقہہ لگایا اور آگے بڑھ کر پروفیسر غوری کا شانہ تھپکتے ہوئے بولا۔ "اب مجھے بالکل اطمینان ہے پروفیسر حشمت بے سمجھتا تھا کہ اس کے بغیر کام چلنا ممکن نہیں ہے، لیکن وہ جن کی تقدیر میں یہ خزانہ لکھا گیا ہے اپنے راستے خود منتخب کر لیتے ہیں اور میرے راستے منتخب ہیں تمہارا کیا خیال ہے ڈیئر سکندر۔"

"بالکل ٹھیک ہم اب تمہارے ساتھی ہیں۔" راؤ سکندر نے کہا۔ "میرا خیال ہے تم بھی تھوڑا سا گوشت کھا لو ہمیں سب سے زیادہ نقصان ان وحشی جنگلیوں سے پہنچا ہے جو شاید لٹیرے ہیں ورنہ ہمارا یہ سفر اتنا بے سکون نہ ہوتا۔ آہ، ان کی وجہ سے سب کچھ ضائع ہو گیا۔ اور وہ بزدل کتا انہی کی وجہ سے پریشان ہو گیا۔"

"کون....؟" راؤ سکندر نے بے اختیار پوچھا۔

"لوئس...لوئس وہ....شہری چوہا، خزانے یوں نہیں مل جاتے ہیں میرے ساتھ بہت لوگ تھے مگر ان میں سے کچھ اس سفر سے بد دل ہو گئے اور واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔ مجبوراً مجھے ان کے ساتھ سختی کرنی پڑی۔ میں نے لوئس کو نہتا کر کے قیدی بنا لیا مگر ایک بار ان لٹیروں کے حملے کے دوران وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اب کتوں کی موت مارا جائے گا ان جنگلات میں۔"

"پروفیسر حشمت بے کون ہے؟"

"غدار، بہت بڑا غدار۔ میں جانتا ہوں اس نے لوئس کو فرار ہونے میں مدد دی ہے میں ہی اس سے دھوکا کھا گیا وہی میری رہنمائی کر رہا تھا۔ مگر اب پروفیسر غوری یہ کام کرے گا۔"

ایڈمنڈ کافی بہتر نظر آنے لگا تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھ کھول دیئے گئے لیکن انہوں نے گھوڑوں کا گوشت نہیں کھایا تھا۔ ایڈمنڈ نے نقشہ پروفیسر کے سامنے رکھ دیا اور پروفیسر جائزہ لینے لگا پھر بولا۔ "ہم نے اس ہلالی چٹان کے پاس سے دریا کے کنارے کنارے سفر کیا ہے اب یہاں سے ہمیں شمال کا رخ کرنا پڑے گا۔"

"اس نے بھی یہی کہا تھا۔"

"کس نے....؟"

"حشمت بے نے۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ چلو آگے بڑھیں۔ زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے وہ لٹیرے..... انہوں نے ہمیں برباد کر دیا۔"

"فکر مت کرو ایڈمنڈ.....میں تمہیں اس نقشے کے سہارے اس جگہ تک لے جاؤں گا جہاں خزانہ موجود ہے۔" پروفیسر غوری نے کہا اور ایڈمنڈ پروفیسر سے لپٹ گیا۔ اس نے پروفیسر کے رخسار چوم لئے اور بولا۔ "تم میرے لئے اس کائنات کا سب سے قیمتی سرمایہ ہو پروفیسر۔ چلو تیاریاں کرو۔" اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور وہ سب چیزیں سمیٹنے لگے۔ راؤ نے انہیں کہا۔ "اس وقت یہی سب کچھ مناسب ہے پروفیسر....."

○

غزال راج دیو کو شانے پر لئے آگے بڑھتا رہا۔ دریا کا چوڑا پاٹ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا مردہ خوروں نے الگ پریشان کیا ہوا تھا۔ وہ غول کے غول بنا کر اڑ رہے تھے اور غصے سے چیختے پر پھڑپھڑاتے اس کے اوپر سے گزر رہے تھے۔ خوراک کے اس طرح نکل جانے پر انہیں بہت غصہ تھا اور وہ وحشی ہوتے جا رہے تھے۔ کئی بار غزال لڑکھڑایا پاؤں کے نیچے چھوٹے پتھر آ جاتے تھے۔ ایک بار اس زور سے پاؤں مڑا کہ اس کے گھٹنے نیچے جا ٹکے۔ پانی کا چھپاکا ہوا اور اس نے بمشکل تمام راج دیو کو گرنے سے بچایا۔ اچانک وہ راج دیو کی آواز سن کر چونک پڑا۔

"غزال۔"

اور پھر راج دیو غزال کے شانے سے نیچے اتر آیا غزال خوشی سے اچھل پڑا تھا۔ "انکل آپ ہوش میں آ گئے۔"

"ہاں غزال مجھے تمہارے شانے پر ہی ہوش آ گیا تھا معاف کرنا کچھ دیر میں حالات نہ سمجھ سکا تھا۔"

"اوہ انکل اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے خدا کا شکر ہے آپ ہوش میں آ گئے۔ آپ زخمی تو نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔" راج دیو نے کہا اور غزال کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے پیروں کو جھٹک رہا تھا۔ اسی دوران دو چار گدھوں نے غوطہ لگا کر ان کے قریب سے گزرنے کی کوشش کی تو غزال نے جھک کر پانی سے ایک پتھر نکال لیا۔ لیکن راج دیو نے جلدی سے غزال کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"ہرگز نہیں بیٹے، ہرگز نہیں۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ہمارے ہاتھوں معمولی سا زخمی

ہو گیا تو یوں سمجھ لو آن کی آن میں ہمارے گوشت سے خالی پنجر یہاں پڑے ہوں گے۔"

غزال رک گیا۔ راج دیو نے کہا۔ "ان وحشتناک علاقوں میں یہ مردہ خور سب سے خطرناک چیز ہوتے ہیں اور پھر جہاں ان کے گروہ ہوتے ہیں وہاں یہ زندہ انسانوں پر حملہ کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور اگر زخمی ہو جائیں تو دیوانے ہو جاتے ہیں۔ خاموشی سے آگے بڑھتے رہو' ہماری تحریک ہی انہیں ہم سے دور رکھے گی۔"

غزال نے پتھر واپس پھینک دیا ور پھر راج دیو کا جائزہ لینے لگا۔ راج دیو اپنے بدن کو مسلسل جنبش دے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی کمر سے رسے کی گرہ کھول لی غزال نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ راج دیو اس کا لچھا بنانے لگا پھر اس نے وزنی رسہ اپنے شانے پر ڈال لیا اور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "میرا اس رات زندہ بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے۔ کیا تم بھی بے ہوش ہو گئے تھے؟"

"ہاں انکل۔"

"دریا نے ہمیں بہت دور لا پھینکا ہے۔ پتہ نہیں ہم کتنی دور نکل آئے بھگوان جانے ان لوگوں پر کیا بیتی ویسے یہ علاقہ بہت وحشتناک ہے آؤ آگے بڑھو۔ تم تھک گئے ہو گے۔"

"نہیں انکل میں ٹھیک ہوں۔" غزال نے افسردہ لہجے میں کہا اور دونوں آگے چل پڑے۔

دلی کیفیت راج دیو کی بھی بہتر نہ تھی لیکن اب غزال کا دل بری طرح اچھلنے لگا تھا اب تک وہ غیر یقینی کیفیت کا شکار تھا اس نے گزرے ہوئے لمحات کے بارے میں زیادہ نہیں سوچا تھا وقت ہی نہ ملا تھا لیکن راج دیو کے ہوش میں آنے کے بعد اس کے الفاظ پر غزال کو سب کچھ یاد آ گیا تھا۔ اور اب اس پر خوف اور پریشانی کا غلبہ تھا۔ دونوں پانی میں چلتے رہے۔ مردہ خور گدھ بالآخر ان سے مایوس ہو گئے تھے اور اب وہ ان کے قریب نہیں آ رہے تھے لیکن دریا کے ہر اونچے پتھر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

راج دیو نے کہا۔ "اور یہاں دریا کا پاٹ پھیل نہ گیا ہوتا تو ہم رک نہ سکتے تھے۔"

"ہاں' ہم اسی وجہ سے بچ گئے۔"

"کچھ اندازہ ہے ہم کتنی دیر تک تیرتے رہے۔"

"کچھ اندازہ نہیں ہے انکل۔ مجھے بھی روشنی میں ہی ہوش آیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ساری رات گزر گئی۔"

"ہاں یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"تیز رفتار پانی میں رات بھر کے سفر کا مطلب ہے کہ ہم میلوں دور نکل آئے۔" راج دیو بولا لیکن غزال نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ راج دیو نے چونک کر غزال کو دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔ "تم پریشان ہو....."

"ہاں انکل اب کیا ہو گا؟" غزال نے اپنی کیفیت چھپائی نہیں تھی۔

راج دیو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "چند باتیں کہہ رہا ہوں غور سے سننا۔ میں اور راؤ سکندر جب جوان تھے تو ہمیں شہروں اور آبادیوں کی زندگی پسند نہیں تھی۔ آبادیوں میں زندگی مفلوج ہوتی ہے ہم اسے دہشت ناک علاقہ تصور کر رہے ہیں لیکن زندگی بار بار موت کے قریب سے نہ گزرے تو زندگی ہی کیا۔ زندگی کا حسن تو ایسی ہی جگہوں پر نمایاں ہوتا ہے۔ موت کے شکنجے سے نکل کر جب زندگی کا یقین ہوتا ہے تو یہ اور دلکش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہم جدوجہد کریں گے سو ایک بار پھر زندگی پا لیں گے ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور اس کی ایک مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ اس تیز و تند دریا میں بہہ کر زندہ بچ جانا کیا معنی رکھتا ہے یہی نا کہ ہمیں زندہ رہنا ہے جس طرح ہم لوگ اس خوفناک حادثے میں محفوظ رہے اسی طرح وہ لوگ بھی بچ گئے ہوں گے تم اطمینان رکھو ہمیں ضرور ملیں گے۔ اگر تمہیں قندیل کا خیال ہے تو میں تمہیں پروفیسر غوری کا ایک انکشاف یاد دلاؤں گا۔ یاد ہے تمہیں۔"

"کیا انکل؟"

"اس نے کہا تھا کہ بے شمار حادثوں کے باوجود ہمارے راستے نہیں بدلے اور کوئی پراسرار قوت ہمیں انہی راستوں پر لے جا رہی ہے۔ جگہ جگہ اس کے نشانات مل رہے ہیں۔"

"ہاں انکل مجھے یاد ہے۔"

"مہم جوئی یہی چیز ہوتی ہے بیٹے اس لئے جوانی میں ہم اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکتے تھے اور لاتعداد خوفناک واقعات ہمیں پیش آتے تھے پھر جب ہم اپنی بستیوں میں واپس لوٹتے تو لطف آتا تھا۔ میں نے تو اس عمر میں آبادی چھوڑی ہے۔ وہاں میرا

گھر ہے میرے بچے ہیں۔ وہ سب میری واپسی کے منتظر ہیں اور میں ان سے دوبارہ ملاقات کا خواہاں ہوں میں جانتا ہوں کہ میں واپس جاؤں گا ان سے ملوں گا۔ اسی طرح تم بھی اس بات پر یقین رکھو کہ ہم سب ایک بار پھر اکٹھے ہو جائیں گے۔ اپنی یہ مہم سرانجام دیں گے اور انوکھی کہانیاں لے کر گھر جائیں گے۔"

"آپ بہت باحوصلہ ہیں۔"

"ہاں بیٹے ایک مہم جو کا باحوصلہ ہونا سب سے ضروری ہوتا ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو گھر کا بستر کیا برا ہوتا ہے۔ قندیل کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور ہم اسے واپس اپنی دنیا میں لے جائیں گے۔"

دونوں دریا کے چوڑے پاٹ سے باہر آ گئے۔ سامنے سرسبز زمین پھیلی ہوئی تھی چھوٹے چھوٹے درختوں کی پتیاں تھیں جن کے درمیان سفید خرگوش کلیلیں بھر رہے تھے۔

"بہت خوبصورت علاقہ ہے۔" راج دیو نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ غزال بھی ماحول کا نظارہ کر رہا تھا۔ راج دیو کے الفاظ نے اسے بہت حوصلہ بخشا تھا وہ ان سب کے لئے مضطرب تھا لیکن یہ بھی سچائی تھی کہ تقدیر کے لکھے اٹل ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ دونوں یقینی موت سے بچ گئے تھے اسی طرح ہو سکتا ہے قدرت نے ان لوگوں کی بھی مدد کی ہو۔ حوصلہ کئے بغیر چارہ کار نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں سبز گھاس پر لیٹ گئے علاقہ درحقیقت بے حد حسین تھا۔ زمین پر اگی ہوئی گھاس دریا کے قریب ہونے کی وجہ سے انتہائی سرسبز تھی اور صاف ستھری بھی۔ اس سبز گھاس پر سفید خرگوشوں کی کلیلیں بہت اچھی لگ رہی تھیں۔ راج دیو نے اٹھ کر اپنا لباس اتارا اور اسے گھاس پر پھیلا دیا۔ پھر اس نے غزال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "لباس سکھا لو غزال بدن پر چبھ رہا ہو گا۔" غزال نے بھی راج دیو کی تقلید کی تھی اور اس کے بعد وہ دونوں زمین پر چت لیٹے رہے اس طرح ان کے تھکے ہوئے اعضاء کو کافی سکون ملا تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ دریا کے پتھروں پر بیٹھے ہوئے گدھوں نے ابھی تک ادھر کا رخ نہیں کیا تھا لیکن پھر زیادہ دیر ایسا نہ ہو سکا ایک گدھ اڑتا ہوا اس سمت آیا تھا اور پھر چیخیں مارتا ہوا واپس پلٹ گیا تھا۔ راج دیو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ گدھ ہیں کہ گدھے۔ ایک بار پھر غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ اٹھو بھائی لباس پہن لو' میں تمہارے لئے شکار کا بندوبست کرتا ہوں۔ سنو ہم زمانہ قدیم کے انسان کی مانند آگ

روشن کریں گے' پتھروں کے دو ٹکڑے دریا سے نکال لاؤ۔"

دریا زیادہ دور نہیں تھا۔ غزال نے راج دیو کی ہدایت پر عمل کیا۔ لیکن یہ شکار کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ گدھ پھر ان کے آس پاس اڑنے لگے اور اس بار جھلاہٹ میں غزال نے ایک پتھر فضا میں اچھال دیا اور گدھ چیختا ہوا واپس اڑ کر دریا میں پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک پر جا بیٹھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر دوسرے تمام گدھ بھی واپس پلٹ گئے تھے۔ غزال دو پتھروں کو خشک کرتا ہوا اس طرف واپس آ گیا جدھر راج دیو موجود تھا۔ اس دوران راج دیو بھی خاص قسم کے نوکیلے پتھر تلاش کرتا رہا تھا۔ اس نے چھ سات پتھر جمع کر لئے۔ پھر غزال سے بولا۔

"اس وقت ہمیں درندگی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ لیکن مجبوری ایسی ہی چیز ہوتی ہے۔ یہ معصوم خرگوش بہت خوش و خرم پھر رہے ہیں' اپنی موت سے بے پروا لیکن مجبوری ہے۔"

غزال نے کوئی جواب نہ دیا۔ راج دیو کے کہنے پر اس نے اسی علاقے میں خشک گھاس تلاش کی اور دریائی پتھروں ہی سے کام چلایا گیا گھاس ان پتھروں کے درمیان جمع کر لی گئی' کچھ موٹی ٹہنیاں بھی چھوٹے چھوٹے درختوں سے دستیاب ہو گئی تھیں۔ اور پھر جب پتھروں کی مسلسل رگڑ سے گھاس نے آگ پکڑ لی تو یہ ٹہنیاں بھی سلگنے لگیں۔ راج دیو نے اس کارروائی کو بغور دیکھا اور اسکے بعد وہ ایک پتھر ہاتھ میں تولنے لگا۔ ایک بڑے اور کالے رنگ کے خرگوش کو اس نے نشانہ بنایا اور پتھر پوری قوت سے اس کے ہاتھ سے نکل کر خرگوش کے سر پر پڑا' خرگوش فضا میں کئی فٹ اونچا اچھلا اور پھر زمین پر آ پڑا۔ راج دیو اس کے پاس پہنچ گیا اس نے زخمی خرگوش کو گردن دبا کر ہلاک کیا اور اس کے بعد ہاتھوں ہی سے اس کی کھال کھینچنے لگا یہ وحشت ناک منظر غزال کے لئے خوشگوار نہیں تھا۔ لیکن ایک شکاری کے لئے یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ جنگل میں شکار کرتے ہوئے ان تمام واقعات کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔ یہ مہارت ایک شکاری کے ہاتھوں کو ہی حاصل ہو سکتی تھی عام لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں تھا۔ راج دیو نے خرگوش کی کھال اتار کر اس کی آلائش صاف کی اور غزال کی طرف بڑھا دیا۔ غزال نے خرگوش کو ایک لکڑی میں اڑس کر جلتی ہوئی آگ پر رکھ دیا۔ راج دیو اب دوسرے خرگوش کو تاکنے لگا تھا اور پھر اس نے مہارت سے دوسرے خرگوش کو بھی شکار کر لیا اور اسے صاف کر کے غزال کے حوالے کر دیا۔ خون آلود ہاتھ اس

نے دریا کے پانی میں دھو لئے اور پھر زمین پر چت لیٹ گیا۔ غزال نے دوسرے خرگوش کو بھی آگ پر رکھ دیا۔

راج دیو نے کہا۔ "پہلے میں گوشت نہیں کھاتا تھا۔ راؤ نے مجھے گوشت کھلایا اور پھر تو جانوروں کی شامت ہی آگئی۔"

دونوں نے خرگوش چٹ کر لئے دریا کا پانی پیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ راج دیو تھوڑی دیر کے بعد ہی خراٹے لینے لگا۔ لیکن غزال کو نیند نہ آئی اس کا ذہن ان لوگوں میں الجھ گیا تھا۔ کیا ہوا ہو گا۔ کیا گزری ہو گی ان پر۔ قندیل' کرنل اور...... اور .... اس نے کروٹ بدلی۔ اس کا جاگتے رہنا ضروری تھا۔ راج دیو ان مردہ خوروں کو بھول گیا تھا لیکن غزال نے اس خطرے کو نظرانداز نہیں کیا تھا۔

اچانک اسے آہٹ سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔ پہلے اس نے فضا میں نگاہیں دوڑائیں لیکن گدھ قریب نہیں تھے پر اس کا خیال خرگوشوں کی طرف گیا جو یہاں کافی تعداد میں موجود تھے۔ لیکن یہ آہٹ کسی خرگوش کی بھی نہ تھی۔ وہ پلٹا اور پھر بری طرح چونک پڑا۔ اس کے اعصاب کشیدہ ہو گئے چند لمحات کے لئے وہ بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ جو کچھ اسے نظر آیا وہ ناقابل یقین تھا۔

غزال خوف بھری نظروں سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھتا رہا۔ جو بلند و بالا قد و قامت کی مالک تھی - اس کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا خد و خال انتہائی جاذب نگاہ تھے خاص طور سے ہونٹوں کی تراش اور پرکشش آنکھوں کی نیلاہٹ بے مثال تھی۔ بلند و بالا قد کے ساتھ بھربھرا سڈول جسم جس سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ اپنے بدن کے تناسب کو کنٹرول کرنے کے لئے محنت کرتی ہے یا پھر یہ قدرت کی دین تھی ورنہ لباس سے وہ کسی وحشی نسل کی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے زیریں بدن کا کچھ حصہ کسی جانور کی کھال سے ڈھکا ہوا تھا اس پر چوڑے پتوں کو پھیلا کر جسم پوشی کی گئی تھی اوپری بدن پر بھی یہی ترکیب آزمائی گئی تھی۔ سر پر مختلف قسم کے پرندوں کے پر سجائے گئے تھے اور کھلے ہوئے بدن کے بعض حصوں کو رنگین مٹی سے رنگا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی پانچ فٹ لمبا سا نیزہ تھا جس کی انی اسی لکڑی میں تراشی گئی تھی۔ ننگے پاؤں تھی اور غزال سے کچھ فاصلے پر کھڑی وہ بھی اسے متعجبانہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے زاویہ بدل کر سوئے ہوئے راج کو دیکھا اور پھر گردن اٹھا اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگی جیسے کسی اور کو تلاش کر رہی ہو۔

جنگلی لڑکی۔ غزال نے سوچا۔ یقیناً اس کا قبیلہ بھی یہیں کہیں آباد ہو گا۔ غزال کی ہمت نہ ہوئی کہ اسے مخاطب کرے۔ کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ پھر کیا کیا جائے۔ اس نے چند لمحات اسی طرح گزارے پھر فیصلہ کیا کہ راج دیو کو جگا لیا جائے۔ راج دیو کو پکارنے کے لئے اس نے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ لڑکی کے ہونٹوں سے "شی" کی آواز نکلی اور غزال رک کر اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی نے یہ آواز نکال کر ہونٹوں پر انگلی رکھ لی اور غزال خاموش ہو گیا۔ لڑکی نے اسے اٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر ایک طرف مڑ گئی۔ دو قدم چل کر اس نے پلٹ کر غزال کو دیکھا اور منہ بنا کر اسے اپنے ساتھ ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ غزال پریشان سی کیفیت میں اٹھ کھڑا ہوا اس کا ذہن کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا تھا۔ تاہم وہ لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا

لیکن اس کی نظریں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں کہیں راج دیو کسی لاعلمی میں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ لیکن لڑکی زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ سبز گھاس پر چلتی ہوئی وہ کچھ فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس پہنچ گئی پھر اس نے رک کر مسکراتی نظروں سے غزال کو دیکھا اور اپنے نیزے سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کون ہو تم؟" غزال کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

جواب میں لڑکی نے بھی کچھ کہا جو غزال کی سمجھ میں نہ آ سکا۔ اور وہ گہری سانس لے کر خود کو سنبھالنے لگا۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ لڑکی کا تعلق اسی علاقے کے کسی قبیلے سے ہے۔

"میں تمہاری زبان نہیں سمجھتا!" غزال نے کہا اور پھر اشارے سے لڑکی کو اپنے الفاظ کا مفہوم سمجھایا۔ لڑکی مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ بھی بے حد دلکش تھی سفید دانت موتیوں کی مانند چمک رہے تھے۔ اس نے حسین نیلی آنکھوں سے غزال کو دیکھتے ہوئے گردن خم کی۔ اور اپنے نیزے کی انی سے اس نے ایک گول دائرہ سا بنایا۔ چھوٹے درختوں سے کچھ پتے توڑ کر اس نے تین تین پتے تین جگہ رکھے اور پھر غزال کو اس دائرے میں آنے کے لئے کہا۔ غزال کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا لیکن وہ دو قدم چل کر اس دائرے میں ضرور آ گیا تب اسے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"کیا اب تم میرے الفاظ کا مفہوم سمجھ رہے ہو۔" یہ جملہ انگریزی زبان میں کہا گیا تھا۔ غزال اچھل پڑا۔ اس کے منہ سے حیرت کی وجہ سے آواز نہیں نکل پائی تھی۔

"کیا اب بھی تم میری بات نہیں سمجھ پا رہے؟"

"تم، تم کون ہو؟" غزال نے بمشکل کہا۔

"قسطیرہ!" لڑکی نے جواب دیا۔

"یہ دائرہ کیسا ہے؟"

"یہ سیارکا ہے۔ ایک عمل جس سے ایک دوسرے کے خیالات اپنی زبان میں سمجھ آ جاتے ہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"جیسے تم نے دیکھا اور سنا۔" لڑکی بولی۔

"اس دائرے سے نکلنے کے بعد کیا میں تمہارے الفاظ کا مفہوم سمجھ سکوں گا؟" لڑکی کے ہونٹوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "کیا تم اس کا تجربہ نہیں کر چکے ہو تاہم اگر تم مزید تجربہ کرنا چاہتے ہو تو اس دائرے سے باہر آ کر دیکھو۔" غزال حالانکہ ذہنی بحران کا شکار تھا لیکن یہ انوکھی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اس نے دائرے سے باہر قدم رکھا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "تم کچھ بولو میں سمجھنے کی کوشش کروں گا۔"

پتہ نہیں لڑکی خود بھی اس کے الفاظ کا مفہوم سمجھی یا نہیں لیکن اس نے اسی زبان میں غزال سے کچھ کہا جس زبان میں وہ پہلے بولی تھی اور غزال سمجھ نہیں سکا تھا۔ غزال متحیر رہ گیا اور ایک بار پھر دائرے کے اندر آ گیا۔

"واقعی یہ انوکھی بات ہے لیکن تم نے اپنا مکمل تعارف نہیں کرایا۔"

"میں قسطیرہ ہوں اور یہیں اس جنگل میں رہتی ہوں۔"

"تمہارا قبیلہ بھی کیا یہیں کہیں آباد ہے؟" غزال نے سوال کیا۔

"قبیلہ۔" لڑکی نے متحیرانہ نگاہوں سے غزال کو دیکھا۔ "یہ کیا ہوتا ہے؟"

"تمہارے ساتھ اور کوئی نہیں ہے تم تنہا ہو یہاں؟"

"نہیں میں تنہا نہیں ہوں یہ درخت میرے ساتھی ہیں دریا میں بکھرے ہوئے پتھر، سبز گھاس پر کلیلیں کرتے ہوئے خوبصورت چھوٹے چھوٹے جانور، فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندے سب ہی تو میرے ساتھی ہیں۔"

"کیا؟" غزال کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "ان کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے؟"

"اور کیا ہونا چاہئے تھا میں قسطیرہ ہوں ان پتھروں کی مخلوق۔" اس نے سامنے دریا میں پڑے ہوئے پتھروں کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"تمہاری بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی پتھروں کی مخلوق سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"تعجب ہے مجھے خود تمہاری باتیں انوکھی لگ رہی ہیں۔ بہت عرصے پہلے جب سورج کی تیز شعاعیں زمین کے سینے کو جلا رہی تھیں کہ ایک پتھر تڑخا اور دو ٹکڑے ہو گیا وہ دیکھو وہ

سامنے ہے۔" لڑکی نے ایک سمت اشارہ کیا۔ ایک بڑی چٹان جو پانی میں ڈوبی ہوئی تھی درمیان سے دو حصوں میں تقسیم تھی اور اس کے دونوں حصے دو سمتوں میں گرے ہوئے تھے۔

"تو پھر کیا ہوا؟"

"میں انہی پتھروں میں پیدا ہوئی..... اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔ ان چھوٹے چھوٹے پتھروں کی مانند۔ پھر سرد و گرم ہواؤں نے مجھے بڑا کیا' سورج کی شعاعوں نے میرے وجود کی ترتیب کی اور میں اتنی بڑی ہو گئی۔ تم اس دریا میں پڑے ان پتھروں کو دیکھ رہے ہو۔ بظاہر تمہیں یہ بے جان محسوس ہوں گے' لیکن یہ سب مجھ سے باتیں کرتے ہیں' یہ میرے ساتھی ہیں میرے دوست۔" لڑکی نے کہا۔

غزال حیرت زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ سوبارا میں داخل ہونے کے بعد جو حالات پیش آئے تھے۔ انہوں نے ان سب کو چکرا کر رکھ دیا تھا اور ہر چیز اجنبی اجنبی محسوس ہوتی تھی چنانچہ جو واقعہ بھی پیش آتا ان لوگوں کے لئے حیرت ناک ہوتا تھا لیکن یہ قسطرہ تو سب سے زیادہ ہی تعجب خیز تھی۔ غزال بے وقوفوں کی طرح اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی کی آنکھوں میں مسکراہٹوں کی بجلیاں چمک رہی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔ "تم نے میرے بارے میں تو جان لیا' لیکن اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"مم....میں' میرا نام غزال ہے۔"

"کیا تم کہیں دور سے آئے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں اس دریا میں بہتا ہوا۔"

"اوہ کوغل کی مانند۔"

"کوغل کیا ہوتا ہے؟"

"بڑے بڑے خوبصورت پھول جو جنگلی درختوں سے ٹوٹ کر پانی میں آ گرتے ہیں اور پھر بہتے ہوئے اس طرف آ جاتے ہیں۔ - - - - تم ایک خوبصورت پھول ہو تم سے زیادہ خوبصورت پھول میں نے کبھی نہیں دیکھا آہ تم تو بالکل کوغل جیسے ہو۔"

"کیا اس سے قبل تم نے کسی انسان کو نہیں دیکھا؟"

"یہ انسان کیا ہوتا ہے؟" لڑکی نے سوال کیا اور غزال کے ہونٹوں پر بے اختیار

مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کوغل۔" اس نے جواب دیا لڑکی بھی ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔ "کیا تم اس دائرے کے بغیر میری بات نہیں سمجھ سکتے ایسے تو ہمیں باتیں کرنے میں بڑی مشکل پیش آئے گی۔ تم بہت خوبصورت ہو بہت ہی انوکھے۔ میں نے ایسا کوغل اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تمہارے ساتھ ایک اور بھی ہے مگر تم میرا مطلب ہے تمہاری نمود کیسے ہوئی؟"

"جیسے تمہاری ہوئی ایسے نہیں ہوئی۔" غزال نے ایک گہری سانس لے کر دائرے کے اندر ہی گھاس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ لڑکی بھی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی تھی۔ غزال گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا بہت سے سوالات اس کے ذہن میں مچل رہے تھے۔ یہ انوکھی مخلوق اگر سچ کہہ رہی ہے تو یہ دنیا کی سب سے حیرت انگیز بات تھی۔ اچانک ہی اس نے پوچھا۔ "اگر تم صرف پتھروں کے درمیان رہی ہو تو پھر تمہیں گفتگو کا یہ طریقہ کیسے آیا اور تم نے یہ کیسے جانا کہ کسی دائرے کے اندر کسی کو بٹھا کر اس سے گفتگو کی جا سکتی ہے؟"

"آہ میں نہیں جانتی لیکن یونہی ہوتا ہے جب مجھے کسی پرندے یا جانور سے بات کرنی ہوتی ہے تو میں اس کے گرد دائرہ بنا دیتی ہوں پھر وہ جو کچھ سوچتا ہے مجھے اپنے طور پر سنائی دیتا ہے اور میری سمجھ میں آ جاتا ہے۔"

غزال اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ دیکھ رہا تھا لڑکی لفظ ادا کر رہی تھی ہونٹوں کی جنبش اسی کیفیت کا اظہار کرتی تھی اور چہرے کے تاثرات بھی انہی الفاظ کا مفہوم ادا کر رہے تھے جبکہ لڑکی دائرے سے باہر جو کچھ بولتی اس میں اس کے الفاظ بے معنی ہوتے۔ اس بات نے غزال کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ جدید دنیا کے ایک انسان کی حیثیت سے اس نے کہانیاں تو بے شمار سنی تھیں لیکن انہیں کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی کیا اس بات پر یقین کرے یا پھر یا پھر۔ اور اب اس کے ہوش و حواس بہتر کیفیات اختیار کرتے جا رہے تھے۔ اس نے لڑکی کو گ[illegible]تے ہوئے کہا۔ "معاف کرنا مجھے تمہاری باتوں پر یقین نہیں آتا یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم مجھے بے[illegible]قوف بنا رہی ہو۔"

"بے وقوف کیسے بنایا جاتا ہے؟" لڑکی نے معصومیت سے سوال کیا اور غزال اس کے سوال کا جواب نہیں دے سکا چند لمحات خاموش [illegible] اس نے پوچھا۔ "پتھروں کی مخلوق۔ یہ بتاؤ تمہارا طرز زندگی کیا ہے' کیسے جی[illegible] تھا۔ اس سفر کے بعد رات؟

"درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں اور پینے کے لئے پانی بس۔ یہی دونوں چیزیں میری زندگی ہیں۔"

"کیاان پتھروں کے درمیان تمہارا دل نہیں گھبراتا؟"

"جب دل گھبراتا ہے تو جانوروں کو اپنے نزدیک جمع کر لیتی ہوں اور ان سے باتیں کرتی رہتی ہوں۔" لڑکی نے کہا۔

غزال کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی لیکن اب اس کے حواس اعتدال پر آ گئے تھے۔ اس نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمہارے ہاتھوں میں یہ ہتھیار؟"

"یہ ہتھیار تو نہیں ہے۔ یہ تو ایک ضرورت ہے جب جانور سرکشی پر آمادہ ہوتے ہیں تو میں انہیں اس لکڑی سے بھگا دیتی ہوں۔"

اچانک ہی غزال کے کانوں میں ایک آواز ابھری اور وہ چونک کر عقب میں دیکھنے لگا آواز انسانی ہی تھی کوئی کسی کو پکار رہا تھا۔ لڑکی ایک لمحے کے لئے چونکی لیکن پھر اس نے اپنے آپ کو اس آواز سے بے تعلق کر لیا۔

"یہ کون چیخ رہا ہے؟" غزال نے پوچھا۔

"کہاں؟" لڑکی نے حیرت سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم یہ آواز نہیں سن رہیں؟"

"یہ گن تیرہ ہے۔ ہوائیں جب چاروں طرف چلتی ہیں تو ایسی آوازیں فضا میں بلند ہونے لگتی ہیں۔"

"لیکن یہ انسانی آواز ہے۔" غزال نے کہا ایک بار پھر اسے وہی آواز سنائی دی تھی لیکن اس آواز کا مفہوم واضح نہیں ہو سکا تھا۔"

"تم پریشان نہ ہو یہ گن تیرہ ہوا کی آواز ہے اس پر توجہ دینا بے مقصد' ویسے تم نے مجھے اپنے بارے میں مزید کچھ نہیں بتایا صرف نام کی حد تک میں تمہیں جانتی ہوں تمہارا یہ ساتھی کون ہے؟"

"میرا خیال ہے میں اپنے ساتھی کو بھی جگا ہی لوں وہ بھی تم سے مل کر بہت خوش ہو گا اور میری نسبت وہ زیادہ تجربے کا [illegible] تمہیں تمہارے سوالات کے صحیح جواب دے سکے گا۔" غزال نے [illegible] سی انسان کو نہیں [illegible]ار کئے بغیر دائرے سے باہر نکل آیا۔ لڑکی اسی [illegible] کیا ہوتا ہے؟" لڑکی نے سوال

طرح خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہی تھی چند لمحات کے بعد غزال' راج دیو کے پاس پہنچ گیا اور اس نے راج دیو کو جھنجھوڑ کر جگا دیا راج دیو اچھل کر بیٹھ گیا۔

"خیریت' خیریت کیا ہوا؟"

"انکل آیئے آپ کو پتھروں کی مخلوق سے ملاؤں۔" غزال نے کہا اور راج دیو کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس نے فاصلے پر درختوں کے جھنڈ کی طرف اشارہ کیا اور راج دیو کا بازو پکڑ کر اس طرف چل دیا۔ راج دیو کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ پتھروں کی مخلوق کیا چیز ہے لیکن جب غزال درختوں کے اس چھوٹے جھنڈ کی دوسری جانب پہنچا تو لڑکی وہاں موجود نہیں تھی۔ غزال چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ سپاٹ میدان سنسان پڑے ہوئے تھے۔ وہ آواز بھی اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔ غزال کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "غائب ہو گئی.... نن.... نجانے کہاں غائب ہو گئی؟"

راج دیو نہ سمجھنے والے انداز میں غزال کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا ذہن ابھی تک نیم غنودہ تھا۔ غزال پریشانی سے دور دور تک نظریں دوڑاتا رہا۔ اس دوران راج دیو خود کو سنبھال چکا تھا۔

"قصہ کیا ہے۔" راج دیو نے پوچھا۔

"اوہ انکل' وہ ایک لڑکی تھی' یہاں مجھے ملی تھی' وہ' وہ۔" اچانک غزال خاموش ہو گیا۔ کافی فاصلے پر چند لوگ نظر آئے تھے جو تیز قدموں سے چلتے ہوئے اسی سمت آ رہے تھے ان کی تعداد چھ سات کے قریب تھی۔

○

راؤ سکندر اس سفر کے دوران ایڈمنڈ گارساں کا جائزہ لیتا رہا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ گارساں بے وقوف نہیں ہے۔ اس نے بظاہر ان لوگوں کو مکمل آزادی دے رکھی ہے لیکن ان کی طرف سے پوری طرح ہوشیار ہے۔ اس کے ساتھی ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کے پاس ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ویسے شردھانیوں کے سلسلے میں اگر گارساں ان کی مدد نہ کرتا تو یقیناً انہیں نقصان اٹھانا پڑتا۔ اس وقت وہ ان سے مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے تھے۔

گارساں کا رویہ ان کے ساتھ برا نہیں تھا۔ اس سفر کے بعد رات کے قیام میں اس نے

کہا۔ "میں اور میرے ساتھی مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہیں لیکن مہم جوؤں پر ایسا وقت پڑتا ہی رہتا ہے۔ میرے بھوکے ساتھی کل تک سارا گوشت چٹ کر جائیں گے بہتر ہے تم اس میں سے اپنا حصہ لے لو۔"

"شکریہ گارساں۔ ہم لوگ یہ گوشت کھا نہ سکیں گے۔"

"مگر تمہاری خوراک کا مسئلہ۔"

"کل دن کی روشنی میں اسے حل کرنے کی کوشش کریں گے۔" راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

گارساں خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھی آرام سے سو گئے تھے۔ انہوں نے پہرے وغیرہ کا بندوبست بھی نہ کیا تھا۔ کچھ فاصلے پر یہ لوگ ایک جگہ موجود تھے۔ رات سرد ہو گئی تھی اور چاروں طرف ہو کا عالم تھا۔ کسی کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ طویل ترین خاموشی کو سراتو نے توڑ دیا۔

"شر آگے جنگل ہے۔ ہو سکتا ہے شامنے والا ٹیلہ کے پیچھے جنگل ہو۔"

"کیسے اندازہ لگایا!" راؤ نے پوچھا۔

"شر ہوا کا شاتھ درخت کا خوشبو آتا۔" سراتو نے جواب دیا اور راؤ سکندر گردن ہلانے لگا۔ اسے بھی اس بات کا تھوڑا بہت احساس ہوا تھا۔

سراتو نے خاموشی کا یہ سلسلہ توڑا تو سب ہی بولنے لگے۔ پروفیسر غوری نے کہا۔ "راؤ' آپ کا کیا خیال ہے' ہمارے بچھڑے ہوئے ساتھی کس کیفیت میں ہوں گے.....؟"

"اگر ہم ان کے بارے میں جذباتی ہو گئے پروفیسر' تو سب ہی ناکارہ ہو جائیں گے' ایک عجیب سی بات ہے میری ذہن میں وہ یہ کہ قدرت ہر شخص کو بہترین قوت مدافعت عطا کرتی ہے' سب ایک دوسرے کے سہارے تلاش کرتے ہیں' لیکن جب سہارے ختم ہو جاتے ہیں تو خود پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے' اور آپ یقین کیجئے' پروفیسر یہ میرا تجربہ ہے کہ جب انسان خود پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے اندر خدا کی طرف سے ودیعت کردہ قوتیں ہزار گنا بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم تو صرف مشیت کے فیصلوں پر انحصار کرتے ہیں' ہمارے سامنے سب سے تشویش زدہ پہلو غزال اور راج دیو ہے اور میں یہ بات کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا کہ مجھے ان کی زندگی کی امید نہیں ہے۔ تیز و تند دریا کے دھارے نجانے

آگے جا کر کیا کیا شکلیں اختیار کر چکے ہوں گے اور ظاہر ہے دو کمزور انسان پانی کی اس بے پناہ قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تاہم اگر قدرت کو ان کی زندگی منظور ہے تو شاید وہ کسی قدرتی معجزے سے بچ جائیں۔ لیکن ہم ان کے سلسلے میں خوش فہم نہیں ہیں۔ باقی رہا قندیل اور کرنل فیروز کا معاملہ' تو پروفیسر شاید آپ میری بات پر ہنسیں' لیکن نجانے کیوں مجھے ایک یقین سا ہے کہ قندیل کی کہانی اس طرح ختم نہیں ہو جائے گی' بقول آپ کے کچھ نادیدہ قوتیں ہماری رہنمائی کر رہی ہیں اور میں آپ کی اس بات سے مکمل طور پر متفق ہوں' ہو سکتا ہے کرنل ہمیں دوبارہ مل جائیں' ویسے چونکہ وہ دونوں ساتھ گئے ہیں اس لئے میرے خیال میں کرنل بھی قندیل کے ساتھ محفوظ ہیں او یہ اچھی بات ہے کہ ان میں سے کوئی تنہا نہیں ہے۔ یقینی طور پر وہ رات کے اندھیرے میں راستہ بھٹک کر کہیں دور جا نکلے ہیں اور ہمیں تلاش نہیں کر پائے۔ لیکن اس بات کے امکانات ہیں کہ آگے چل کر ان سے ملاقات ہو جائے۔"

پروفیسر غوری اور بھرت چندر نے راؤ سکندر سے کوئی اختلاف نہیں کیا تھا' پھر بھرت چندر نے کہا۔ "اور اس موجودہ مصیبت کے بارے میں کیا خیال ہے راؤ؟"

"میں سمجھتا ہوں بھرت جی' یہ برا نہیں ہے۔ ہم چاروں طرف سے بے دست و پا ہو چکے تھے' بے شک ہمارے پاس کچھ ہتھیار وغیرہ تھے' لیکن شردھانیوں کا مسئلہ بہت شدت اختیار کر گیا تھا' ہم چار افراد بلکہ شاید ہمارا پورا گروہ بھی ساتھ ہوتا تو ہم کامیابی سے ان کی بڑی تعداد کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے' ان لوگوں کے مل جانے سے کم از کم ایک دشمن کی طرف سے تو تھوڑا بہت اطمینان ہوا۔ مقابلہ کریں گے' باقی وہی سب کچھ' مشیت پر چھوڑنا پڑے گا۔"

"ایڈمنڈ کے سلسلے میں آخری رویئے کا کیا فیصلہ کیا آپ نے مسٹر راؤ؟" پروفیسر غوری نے سوال کیا۔

"جن لائنوں پر ہم نے عمل شروع کیا ہے پروفیسر میرے خیال میں وہ موزوں ترین ہے' ایڈمنڈ کے ساتھ ہمیں مکمل تعاون کرنا ہو گا' یہی ہمارے مفاد میں بہتر ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ اس سے ہماری کچھ اور مفاہمت ہو سکے کہیں کسی جگہ اس سے انحراف مناسب نہیں ہو گا' ہرچند کہ وہ اپنے آپ کو مہذب دنیا کا انسان کہتا ہے اور جیسا کہ بھرت چندر جی

آپ نے اور پروفیسر غوری نے دیکھا تھا کہ وہ ایک محقق کی حیثیت سے راج دیو کی نوادر گاہ میں پہنچا تھا۔ لیکن اس وقت وہ ایک جرائم پیشہ وحشی معلوم ہوتا ہے ہو سکتا ہے جنگل کے مصائب نے اور اس کے مجرمانہ ارادوں نے یا خزانے کے لالچ نے اس کے ذہن میں وحشت ابھار دی ہو ، لیکن اگر ہم اس وحشت کو کنٹرول کریں تو اس میں ہمیں ناکامی نہیں ہو گی' اس سے قدم قدم پر تعاون کرنا پڑے گا' خواہ اپنی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور باقی سب کچھ تو حالات پر چھوڑنا ہی مناسب ہو گا' حالات صحیح فیصلہ کریں گے کہ آگے کیا ہونا ہے۔"

پروفیسر غوری یا کسی دوسرے آدمی نے اختلاف نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ذریعہ بھی تو نہیں تھا' پھر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہیں سب سے زیادہ اہم مسئلہ غزال اور راج دیو کا ہی تھا۔ جس پر ان کے دل دکھ سے بھر جاتے تھے۔ رات کے کسی حصے میں سب ہی گہری نیند سو گئے اور پھر صبح کو سورج کی کرنوں نے انہیں جگا دیا۔ ایڈمنڈ کے ساتھی گھوڑا کھا رہے تھے اور جانوروں کی طرح بڑے بڑے گوشت کے ٹکڑے لئے انہیں چباتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو مست کر لیا تھا یہ لوگ اس وقت بھی ان کی ان مستیوں میں شریک نہ ہوئے۔

ایڈمنڈ نے پروفیسر غوری سے کہا۔ "ہیلو ڈیئر پروفیسر' بھوک نے یقینی طور پر تمہیں نڈھال کر دیا ہو گا' میری طرف سے ایک اور پیشکش۔"

"نہیں شکریہ ایڈمنڈ...."

"لیکن پروفیسر تمہیں زندہ رہنا ہے' اگر بھوک سے نڈھال ہو کر تم موت کی جانب گامزن ہوئے' تو میں تمہیں زمین کی مٹی کھلا کر بھی زندہ رکھوں گا' سمجھے...."

پروفیسر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایڈمنڈ نے یہاں تھوڑی دیر تک تیاریاں کرنے کے بعد آگے کا سفر اختیار کیا' راستے میں راؤ سکندر نے اس سے کہا۔ "ایڈمنڈ کیا تم ہمیں ہتھیار نہ دو گے....؟"

"کیوں نہیں' کیوں نہیں..... لیکن ابھی تمہیں ان کی ضرورت کیا ہے....؟"

"میرا خیال ہے ان ٹیلوں کے دوسری جانب جنگل ہونا چاہئے' درختوں کی خوشبو فضاؤں میں رچی ہوئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس طرف ہمیں شکار بھی مل جائے گا۔"

"اوہ' اچھا' اچھا.... اطمینان رکھو۔ ٹیلوں کے دوسری طرف پہنچنے کے بعد میں تمہیں

ہتھیارر دے دوں گا۔ دراصل راؤ سکندر معاف کرنا' میں یہ بات کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ ہم ابھی تمہاری طرف سے شبے کا شکار ہیں' کہیں یوں نہ ہو کہ تم ہمارے خلاف نبرد آزما ہو جاؤ...."

راؤ سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی' اس نے کہا۔ "ایڈمنڈ تم مہذب دنیا کے انسان ہو' وحشی اور جنگلی نہیں ہو...... تم جانتے ہو کہ ہم چار افراد تم سے انحراف کر کے کسی بڑے فائدے میں نہیں رہیں گے بلکہ اس کے برعکس ہم تمہاری مدد سے خزانے کا حصول چاہتے ہیں جو لوگ ہمارے درمیان سے گم ہو گئے' وہ بھی اسی کوشش میں تھے لیکن ظاہر ہے ان جنگلوں میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتا' ہم میں سے ہر شخص کو اپنے طور پر اپنے آپ پر بھروسہ کرنا ہو گا' ایسی حالت میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ بلاوجہ زندگیوں کا زیاں ہو گا۔"

ایڈمنڈ' راؤ سکندر کو دیکھتے ہوئے پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "کہتے تو تم ٹھیک ہو.... ٹھیک ہے ہتھیار لے لو۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور ان کی رائفلیں ان کو واپس کر دی گئیں اور اس کے ساتھ ہی ایمونیشن وغیرہ بھی۔

ایڈمنڈ بظاہر مطمئن نظر آ رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود محسوس کیا گیا' کہ اس کی نگاہیں ان لوگوں پر تھیں۔ سفر جاری رہا' پیدل سفر تھا اس لئے بہت زیادہ تیز رفتاری سے نہیں کیا جا سکتا تھا' البتہ جب وہ ٹیلوں کے دوسری طرف پہنچے تو سراتو اور راؤ سکندر کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ایک بار پھر انہیں گھنے جنگل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

یہاں پہنچ کر صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور ایڈمنڈ نے پروفیسر غوری سے کہا۔ "ہاں پروفیسر' آگے کی سمت کا تعین کرو۔"

"وہ نقشہ مجھے دکھاؤ گارساں۔" پروفیسر نے کہا اور گارساں نے اپنے جسم پر پہنے ہوئے لباس کے اندرونی حصے سے ایک نقشہ نکال لیا' جو اصل نہیں تھا بلکہ اس کی نقل تیار کی گئی تھی۔ یہ نقشہ پروفیسر غوری کے سامنے پھیلا دیا گیا اور پروفیسر غوری اس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ ایڈمنڈ گارساں اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ راؤ سکندر اور سراتو جنگل میں چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہے تھے سراتو نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "شر.... شر....!"

راؤ سکندر نے اس طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں' وہ نیل گائے

تھی' جو قد آدم جھاڑیوں میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ راؤ سکندر نے رائفل سنبھالی اور سراتو کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ چند لوگوں نے اس کی کارروائی کو گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ لیکن شاید وہ سمجھ نہیں سکے تھے کہ راؤ سکندر کیا کر رہا ہے۔ دوسری طرف پروفیسر غوری نقشوں پر نشانات لگا رہا تھا۔ وہ ان معاملات میں بہت زیادہ ماہر نہیں تھا' لیکن جو کچھ اندازہ اس نے لگایا تھا اس کی بنا پر اب تک وہ صحیح راستوں پر آ رہے تھے۔

نقشے پر بنی ہوئی مدہم مدہم لکیریں اس بات کی نشاندہی کرتی تھیں کہ دریا کے ساتھ ساتھ وہ جس سمت آئے ہیں وہی صحیح رخ ہے۔ پروفیسر غوری ایڈمنڈ گارساں کو اس بارے میں بتاتا جا رہا تھا۔ پھر فائر کی آواز سن کر سب ہی چونکے گارساں نے تڑپ کر رائفل اٹھا لی تھی..... لیکن فائر کرنے والا راؤ سکندر تھا' جو تیزی سے اس جانب دوڑ پڑا تھا' سراتو کو اس نے اس جانب بھیج دیا تھا' سراتو نے قریب آتے ہوئے کہا۔

"شر' شر' چاقو....چاقو..."

"کیا آپ کے پاس ایک چھری یا چاقو مل جائے گا' مسٹر گارساں۔"

گارساں نے خاموشی سے اپنے لباس سے ایک لمبا چاقو نکال کر سراتو کے حوالے کر دیا اور سراتو اس جانب دوڑ گیا' جہاں راؤ سکندر نے نیل گائے مار گرائی تھی اور پھر تو ایک جشن سا برپا ہو گیا۔ نیل گائے کو گھسیٹ کر لایا گیا۔ راؤ سکندر اسے اسلامی طریقہ کار کے مطابق پہلے ہی ذبح کر چکا تھا۔ ایڈمنڈ گارساں نے نقشہ سمیٹا وہ بھی خوش نظر آ رہا تھا۔ اس نے راؤ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے' جیسے تم ایک بہترین شکاری ہو....."

راؤ سکندر نے کوئی جواب نہ دیا۔ نیل گائے کو دیکھ کر ان کی بھوک چمک اٹھی تھی اور سب ہی جلد از جلد اس کا تیاپانچہ کرنا چاہتے تھے' لمبے چاقو کی مدد سے راؤ سکندر نے نیل گائے کو صاف ستھرا کیا۔ اس دوران باقی افراد اسے بھوننے کا بندوبست کر چکے تھے۔ ایڈمنڈ گارساں کے ساتھی بھی اس کام میں برابر کے شریک تھے۔ بہرطور ان لوگوں کو خوراک کے سلسلے میں ترجیح دی گئی۔ موٹی تازی نیل گائے میں ویسے بھی کافی گوشت تھا' چنانچہ ان لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا' البتہ پانی کے سلسلے میں ذرا احتیاط کرنا پڑی تھی کیونکہ ایڈمنڈ گارساں کے پاس پانی کی مقدار بہت کم تھی۔ شکم سیر ہونے کے بعد وہ لوگ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ ایڈمنڈ گارساں آہستہ آہستہ چلتا ہوا راؤ سکندر کے پاس آ گیا تھا۔

"پروفیسر غوری کا کہنا ہے کہ ہمارے راستے درست ہیں راؤ....؟ اس کا مطلب ہے کہ تقدیر ہمارا ساتھ دے رہی ہے' مجھے تم جیسے ہی کسی ساتھی کی ضرورت تھی شکار کے سلسلے میں ہم ہمیشہ ہی احتیاط رکھیں گے اور اپنے پاس خوراک کا ذخیرہ رکھیں گے....آہ۔ بدقسمتی سے میرا سب کچھ لٹ چکا ہے اور اس وقت یہ مسئلہ ہمارے لئے انتہائی سنگین نوعیت رکھتا ہے' ویسے راؤ سکندر تمہارا مجھ سے ابھی تک مکمل تعارف نہیں ہو سکا....؟"

"مسٹر گارساں آپ نے خود ہی اس سلسلے میں ہمیں اس کا موقع نہیں دیا۔"

"تو اب بتاؤ کیا کیفیت ہے....تم....میرا مطلب ہے راج دیو کے گروہ میں تمہاری کیا حیثیت تھی....؟"

"شاید تمہیں یہ سن کر حیرت ہو ایڈمنڈ گارساں کہ راج دیو کی نوادر گاہ میں تم نے جو کچھ دیکھا اس کے حصول میں میرا برابر کا حصہ تھا۔"

"کیا مطلب....؟" ایڈمنڈ گارساں چونک پڑا.....

"میں تمہیں مختصراً پوری کہانی سناتا ہوں۔ اس سے تمہیں اپنے مقصد کی تکمیل میں بھی تھوڑی بہت مدد ملے گی۔ میں اور راج دیو بہت قدیم دوست ہیں اور سوبارا کے جنگلات میں جس وقت وہ لاش اور اس کے ساتھ لیٹی ہوئی لڑکی مجھے ملی' تو ہم دونوں ہی ساتھ تھے اور تیسرا فرد ہمارے ساتھ وہ شخص ہے جسے ہم سراتو کے نام سے پکارتے ہیں اور وہ جو اس جگہ آرام کر رہا ہے۔

"ہم نے یہ لاش ندی سے نکالی اور اس کے بعد راج دیو نوادر کے شوق میں لاش اپنے ساتھ لے گیا' جبکہ وہ بچی جو اس لاش کے ساتھ موجود تھی' میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔"

"آں خان خان' اخوہ میری یادداشت بھی کس قدر خراب ہو گئی ہے۔ راج دیو نے راؤ سکندر کی کہانی بھی تو سنائی تھی' مگر مجھے یاد نہ آ سکی....تو یہ لڑکی....؟"

"ہاں وہ اس سفر میں ہمارے ساتھ تھی اور شردھانیوں کے اس آخری حملے میں ہم سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے' راؤ سکندر نے پوری کہانی تفصیل سے ایڈمنڈ گارساں کو سنا دی۔ ایڈمنڈ گارساں بیٹھا ہوا راؤ سکندر کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں' پھر اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "آہ کاش کاش وہ لڑکی ہمارے ساتھ ہوتی لاش کو تو ہم نہ سنبھال سکے' لیکن لڑکی ہمارے کام آ سکتی تھی۔ لیکن لاش ہم سے جدا ہو گئی

اور اسے جدا کرنے میں کسی کا ہاتھ نہیں تھا' شاید تمہیں اس حیرتناک واقعہ کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو راؤ سکندر.... لیکن لاش ہم تابوت میں اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس تصور کے ساتھ کہ شاید وہ ہماری رہنمائی کرے لیکن وہ اچانک ہی غائب ہو گئی۔" ایڈمنڈ نے بھی پورا واقعہ سنا دیا اور راؤ سکندر نے بھی اس بات کا اظہار نہ کیا کہ اسے پہلے سے یہ کہانی معلوم تھی۔ تب ایڈمنڈ گارساں کہنے لگا۔

"اور اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اور کوئی ہمیں ملے یا نہ ملے لیکن وہ لڑکی ضرور ملنی چاہئے۔ واقعی۔ واقعی ہمارا کام اب اپنے راستے پر آگے بڑھنا ہی نہیں بلکہ اس لڑکی کی تلاش بھی ہے۔ کیا خیال ہے تھوڑی دیر کے بعد ہم آگے کے سفر کا آغاز کر دیں۔ ویسے بھی ابھی ہم نے سفر کیا ہی کتنا ہے۔ میں تمہاری خوراک کے سلسلے میں پریشان تھا اور اب یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔"

"ہمیں کوئی اعترض نہیں ہے۔" راؤ سکندر نے جواب دیا' ایڈمنڈ گارساں پرخیال اندزاز میں رخسار کھجاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔

○

کرنل غیر معمولی سکون کا مظاہرہ کر رہا تھا' قندیل کے الفاظ نے اسے کچھ اطمینان تو دلایا تھا لیکن ان الفاظ پر مکمل یقین کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس یقین کی بنیاد نہیں تھی۔ قندیل ایک پراسرار شخصیت ضرور تھی اور حالات نے اس بات کو ثابت کر دیا تھا کہ اس کی زندگی سے کوئی بہت ہی پراسرار کہانی وابستہ ہے۔ راؤ سکندر اور راج دیو یا دوسرے چند افراد قندیل کی اس پراسرار کیفیت پر اپنے مشاہدات کی بنا پر یقین رکھتے تھے اور اس کی کچھ پیش گوئیاں بقول ان کے بالکل درست ثابت ہوئی تھیں۔ لیکن کرنل ایک عملی انسان تھا اور ایک عملی انسان کے لئے اس قسم کی کہانیاں غیر یقینی ہوتی ہیں تاہم جو واقعات پیش آئے تھے وہ بھی کرنل کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھے' ان تمام باتوں کے علاوہ انسانی فطرت بھی کرنل پر حادی ہو گئی تھی اور وہ قندیل کے لئے ہی نہیں اپنی ذات کے لئے بھی جدوجہد کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

ان جنگلات میں بیٹے کے غم میں باآسانی جان دینے کی بجائے جدوجہد کر کے مرنا کرنل کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اس کے لئے وہ سرگرم عمل تھا اور اس نے قندیل پر بھی اپنی کمزوری

کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ البتہ کچھ پراسرار مشاہدات اسے سوچنے پر ضرور مجبور کر رہے تھے - وہ محسوس کر رہا تھا کہ ان جنگلوں میں انہیں تنہا رہ جانے کی وجہ سے جو دقتیں پیش آ سکتی ہیں' وہ نہیں پیش آ رہی تھیں بلکہ معاملات کچھ اس طرح ہموار ہوتے جا رہے تھے کہ بعض اوقات تو ان کی سچائی پر یقین کرنا بھی مشکل ہو جاتا تھا اس سفر کی نجانے کونسی رات تھی کہ ایک اور پراسرار حادثہ پیش آیا۔

کرنل نے رات کو ایک جگہ قیام کیا تھا' قندیل معمول کے مطابق مطمئن و مسرور اس کے ساتھ تھی۔ پھلوں کے ذخیرے سے انہوں نے کچھ پھل معدے میں اتار کر شکم سیری کر لی تھی اور اس کے بعد کرنل تھکا تھکا سا ایک درخت کی جڑ میں زمین پر لیٹ گیا تھا۔ قندیل معمول کے مطابق لکڑیوں کے کھیل میں مصروف ہو گئی۔ وہ ان لکڑیوں کو ادھر سے ادھر کر رہی تھی اور جیسے اپنی زندگی کے وجود سے واقف ہو رہی تھی کہ اچانک ہی کرنل کے گھوڑے نے اچھل کود مچانا شروع کر دی۔ وہ ایک درخت سے بندھا ہوا تھا اور اچانک ہی وحشت زدہ ہو گیا تھا.... کرنل شکاری نہیں تھا ورنہ گھوڑے کی اس کیفیت سے یہ اندازہ ضرور لگا لیتا کہ کوئی خونخوار درندہ پاس ہی موجود ہے' پھر دونوں واقعات ایک ساتھ ہی ہوئے تھے۔ دفعتہ ہی گھوڑے نے اپنی بندشیں توڑ لی تھیں اور اچھل کر ایک طرف زقند لگا دی تھی اور اس وقت سامنے والے درخت کی شاخ سے ایک ہولناک غراہٹ سنائی دی تھی اور کرنل کی نگاہیں اس جانب اٹھ گئی تھیں رات کی تاریکیاں اتنی گہری نہ تھیں کہ سیاہ رنگ کی وجہ سے وہ ہیولا بھی نظر نہ آ سکتا جس میں دو چمکدار بلب لٹکے ہوئے تھے کرنل کا خون شک ہو گیا۔ کالے رنگ کے اس ہولناک چیتے کو اس نے درخت کی ایک شاخ پر دیکھا تھا اور گھوڑا اسی چیتے کو دیکھ کر بے چین ہو گیا تھا' یہاں تک کہ جان بچانے کے خوف سے فرار ہو گیا تھا۔ چیتے کو دیکھ کر کرنل کے اوسان خطا ہو گئے۔ خونخوار چیتا انہی کی جانب گھات لگا رہا تھا۔ کرنل نے بے چین نگاہوں سے قندیل کی جانب دیکھا جو لکڑیاں سمیٹ رہی تھی اور اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ کرنل کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی لیکن قندیل اس جانب متوجہ نہ ہوئی۔ اس نے گردن گھما کر سیاہ چیتے کو دیکھا اور دفعتہ ہی سیاہ چیتے نے ایک ہولناک غراہٹ کے ساتھ چھلانگ لگا دی۔ کرنل بے دست و پا ہو گیا تھا۔ اب یقینی موت اس کے سامنے تھی' لیکن اس وقت اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب

کہ چیتے کی یہ چھلانگ اسے کرنل پر نہیں بلکہ زمین پر لے گئی۔ زمین پر گر کر چیتا' چند لمحات اسی طرح تڑپا جیسے اسے گولی مار دی گئی ہو وہ غراتے ہوئے اپنی دم دانتوں میں دبا رہا تھا اور ایسے لگ رہا تھا جیسے اس سے اٹھا نہ جا رہا ہو' پھر بمشکل تمام وہ اپنے پنجے پر کھڑا ہوا اور اس کے بعد بے بسی کے عالم میں چکر لگانے لگا۔ اس کے انداز سے وحشت نمایاں تھی پھر جیسے وہ کسی عذاب سے چھوٹ گیا ہو۔ اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کی خوفناک وحشت خیزی نے کرنل کو لرزہ براندام کر دیا تھا لیکن چیتے کے اس طرح بھاگ جانے کی وجہ کرنل کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ حیران نگاہوں سے دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ چیتے کا اب کہیں پتہ نہیں تھا۔ تب اس نے گھوم کر قندیل کی طرف دیکھا۔ قندیل آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی اور پھر اس نے آہستگی سے کہا۔ "انکل ہم کچھ آگے نکل آئے ہیں۔ بائیں سمت چلنا ہے ہمیں بائیں سمت۔"

"گھوڑا..... گھوڑا۔" کرنل کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی' گھوڑے کا بھی اب نام و نشان نہیں تھا۔ قندیل نے آہستہ سے کہا۔ "ہمیں گھوڑے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی' وہ دیکھئے اس طرف..... اس جانب..... کچھ نظر آ رہا ہے آپ کو..... آیئے کرنل اس طرف چلتے ہیں۔"

قندیل نے کرنل کا ہاتھ پکڑا..... کرنل کے اعصاب کشیدہ تھے لیکن نجانے کیوں اس کے قدم قندیل کے ساتھ ساتھ اٹھنے لگے اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اچانک ہی اس کی قوت ارادی اس کا ساتھ چھوڑ گئی ہو اور وہ چند لمحات کے لئے اپنے آپ میں نہ رہا ہو' اسی کیفیت میں وہ قندیل کے ساتھ چلتا رہا' آہستہ آہستہ آسمان پر روشنی ہوتی جا رہی تھی اور چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا تھا۔ مدہم مدہم روشنی میں کرنل کو تقریباً ایک گھنٹے کا سفر کرنا پڑا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد کچھ بہتر ہو گیا لیکن ابھی تک اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی تھی۔ پھر اس نے پانی کی ہلکی سی آواز سنی۔ بہت ہی مدہم مدہم سی آواز' جیسے کوئی سبک رو سی ندی ہلکی ہلکی آواز کے ساتھ بہہ رہی ہو اور پھر یہ چھوٹی سی ندی اس کے سامنے آ گئی۔

قندیل نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے کرنل فیروز کو دیکھا اور آہستہ سے بولی۔ "دیکھا' پہچانا اسے' یہ گومیلا ہے۔"

قندیل ندی کے کنارے دوزانو بیٹھ گئی۔ لیکن کرنل کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔

اس کے بعد؟

طلسم زادی

کا دوسرا حصہ پڑھیں۔

طلسم زادی
2
ایم اے راحت

کرنل فیروز اس چھوٹی سی ندی کا جائزہ لے رہا تھا جس کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا اور جس کی روانی بہت سست تھی۔ اس کا پانی حیرت انگیز طور پر شفاف تھا۔ اس کی یادداشت نے سہارا دیا اور اسے یاد آیا کہ راج دیو اور راؤ سکندر ایک ندی کی تلاش میں تھے جس کے بارے میں انہوں نے بتایا تھا کہ وہ پراسرار لاش انہیں ندی سے ملی تھی۔ اس کے ذہن میں فوراً یہی خیال آیا تھا کہ یہ وہی ندی ہے۔

قندیل دوزانو ندی کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

"یہ گومیلا ہے انکل۔" اس نے پھر کہا۔

"تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو قندیل؟" کرنل نے پوچھا اور قندیل جیسے چونک پڑی۔ اس نے پہلے ندی کے کناروں کو دیکھا دوسری طرف لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی پھر اس کی آنکھیں دور دور تک کا جائزہ لینے لگیں اور پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم اس کے بارے میں کیا جانتی ہو قندیل؟" کرنل نے پھر پوچھا۔

"انکل یہ.....یہ انکل یہ گومیلا ہے۔ یہ گومیلا ہے دیکھو اس کا پانی دیکھو۔ اس میں میری خوشبو رچی ہوئی ہے۔ یہ انکل یہ.....میں.....انکل یہ گومیلا ہے۔ ہاں.....یہ.....یہ" اچانک قندیل رو پڑی۔ "یہ..... مگر اس سے آگے کیا ہے اس کے بعد کیا ہے۔ مجھے یاد کیوں نہیں آتا۔ بولو اور کیا ہے۔ آگے کیا ہے۔" قندیل کی آواز تیز ہوتی گئی اور پھر وہ حلق پھاڑ کر چیخنے لگی۔ "جواب دو..... مجھے جواب دو۔ بتاؤ اور کیا ہے؟" اس نے اپنے بال نوچ ڈالے وہ اپنی کنپٹیوں پر گھونسے مارنے لگی۔ وہ بار بار یہی چیخ رہی تھی۔ "بتاؤ آگے کیا ہے اور کیا ہے۔ مجھے یاد کیوں نہیں آتا۔"

کرنل خاموشی سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے قندیل کو خاموش کرنے کی کوشش

بھی نہیں کی تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی قندیل روتے روتے نڈھال ہو گئی تھی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن اس کی سسکیاں بلند ہو رہی تھیں۔ وہ بچوں کی طرح ہمک رہی تھی۔ کرنل نے زمین پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ اس کی کیفیت بہتر نہ تھی وہ زخم کھایا تھا سینے پر کہ بس اسی کا جگر تھا کہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ یہ اس کی غیر معمولی قوت برداشت تھی کہ اپنی آنکھوں سے غزال کے دریا میں بہہ جانے کا منظر دیکھ کر بھی زندہ تھا کہ نہ صرف زندہ تھا بلکہ قندیل کا ساتھ دے رہا تھا اس کی دلجوئی کر رہا تھا۔ لیکن کبھی کبھی اس کا دل ڈوبنے لگتا تھا۔ اسے احساس ہوتا تھا کہ اس نے دیوانگی کا ثبوت دیا ہے۔ اس بے سروپا داستان پر یقین کر لیا اور احمقوں کی طرح سب کے ساتھ دوڑ پڑا۔ غزال کو سنبھالا بھی جا سکتا تھا۔ اسے سمجھایا بھی جا سکتا تھا وہ تو سرپھرے تھے جو اس دور میں پراسرار کہانیوں میں خود کو کھپائے ہوئے تھے۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ وہ میرا بیٹا..... میرا غزال۔ کیا میں تنہا اپنی دنیا میں جاؤں گا غزال۔ کہاں ہے تو۔ کیا ہوا میرے بچے..... کیا بیتی تجھ پر؟"

پہلی بار..... پہلی بار کرنل سسک پڑا۔ اسے غزال بے طرح یاد آیا تھا۔ "غزال میرے بچے۔ کیا بیتی تجھ پر غزال؟" بے اختیار اس کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔

اور ان آوازوں کو سن کر قندیل چونک پڑی۔ اس نے آنکھیں کھول کر کرنل کو دیکھا۔ بغور دیکھتی رہی۔ پھر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کرنل کے پاس پہنچی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"انکل۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"پاگل ہو گیا تھا میں۔ آہ میں پاگل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں کی روشنی کھو دی۔"

"روشنی۔" قندیل نے آہستہ سے کہا۔

"غزال مر چکا ہے۔ اس طوفانی دریا کے بہاؤ میں اس کے زندہ رہنے کا کیا امکان ہے۔"

"نہیں انکل۔ کے بون جھوٹ نہیں بولتے۔ دیکھو انکل۔ دیکھو انہیں دیکھو۔" قندیل نے ساری لکڑیاں نکال کر کرنل کے سامنے ڈال دیں۔

"میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔ میری دیوانگی نے مجھے برباد کر دیا میں حالات کو سنبھال سکتا تھا مگر۔ مگر!" کرنل روتے ہوئے کہہ رہا تھا مگر قندیل اب اس کی باتوں پر غور نہیں کر رہی تھی وہ لکڑیوں کے ٹکڑوں کو دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ "یہ کے بون ہیں انکل۔ دیکھو یہ

سب بے رنگ اور بھدے ہیں مگر انکل ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو اور اسے غزال کا نام دے دو۔"

"تم..... تم پاگل ہو قندیل کسی کا کچھ نہیں گیا۔ کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ میری دنیا اجڑ گئی میرا چراغ بجھ گیا۔ راج دیو مہم جو تھا وہ سب کچھ اس کا شوق تھا۔ راؤ سکندر لاولد تھا جب اسے علم ہوا تو اس کے ذہن میں تحقیق جاگ اٹھی۔ اس کا خون کا کوئی رشتہ نہ تھا باقی لوگ بھی اپنے شوق کی تکمیل کر رہے تھے مگر میں..... میرا غزال۔"

قندیل نے جیسے کرنل کی باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں سنی تھی کرنل کے خاموش ہونے کے بعد اس نے کہا۔ "تم ان میں سے ایک کو غزال تصور کر لو انکل اس میں زندگی دوڑ جائے گی اور اگر غزال زندہ نہیں ہے تو وہ تاریک ہو جائے گی سیاہ پڑ جائے گی۔ دیکھ لو انکل۔ لو دیکھ لو۔ بولو یہ غزال ہے۔" اس نے ایک لکڑی اٹھا کر کہا۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو قندیل۔ خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔" کرنل نے کہا۔

"یہ غزال ہے یہ بے پایہ ہے۔" قندیل لکڑیاں اٹھا اٹھا کر کرنل کے سامنے لانے لگی۔

"پلیز قندیل..... پلیز۔" کرنل نے کہا۔

"رے یا تورے شا۔ آکاؤ۔ ای اوناتوشے۔" قندیل خونخوار لہجے میں بولی اور کرنل چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"رے تورے شارے تورے۔ یہ غزال ہے۔ یہ..... یہ۔"

"ہاں..... یہ غزال ہے۔" کرنل دانت پیس کر بولا۔

اس وقت ایک لکڑی کا ٹکڑا قندیل کے ہاتھ میں تھا۔

"آکاؤ..... ری اونا توشے۔" اس نے ٹکڑا کرنل کے ہاتھ پر رکھ دیا اور اچانک کرنل چونک پڑا۔ لکڑی کا یہ بے رنگ ٹکڑا اچانک چمکنے لگا تھا۔ یہ نظری دھوکا نہ تھا۔ لکڑی کرنل کے ہاتھ میں چمک رہی تھی اور اس کی روشنی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"ایناور تاؤ شو' ایناور تاؤشو۔" قندیل نے بدستور غراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" کرنل آہستہ سے بولا۔

"وہ..... زندہ ہے تم..... انکل تم تنہا اس کے مالک نہیں ہو۔ وہ میرا بھی ہے وہ زندہ

ہے۔" قندیل نے کہا اس کا لہجہ بدل گیا تھا اور کرنل حیرت سے چمکتی ہوئی لکڑی کو دیکھتا رہا۔

"یہ سب کیا ہے قندیل۔"

"غزال زندہ ہے انکل۔ اس کی فکر مت کرو' وہ زندہ ہے' میں مر رہی ہوں۔ انکل میرے ذہن کے دروازے کھول دو۔ کوئی میری مدد کیوں نہیں کرتا کوئی بھی مجھے نہیں بتاتا میں کون ہوں۔ میری کہانی کہاں سے شروع ہوئی ہے۔ مجھے میری شناخت کرا دو میں سب سے زیادہ مظلوم ہوں۔ مجھے بتا دو میں کون ہوں۔ بس ایک بار بتا دو وہ جو میرے سینے میں دھڑکتے ہیں وہ کون ہیں۔ یہ ہوائیں میری شناسا کیوں ہیں۔ یہ آوازیں کس کی ہیں جو مجھے پکارتی ہیں۔ وہ کس کا پیار ہے جو مجھے یاد آتا ہے۔ رونے والے کون ہیں انکل وہ جو میرے لئے روتے ہیں۔ کون مجھے اتنے پیار سے آواز دیتا ہے۔ میں ابھی کچھ نہیں ہوں میں کسی کے بدن کا حصہ نہیں ہوں۔ کوئی مجھے اپنا خون نہیں کہتا۔ غزال سے میں نے شادی کی ہے خود کو یہ باور کرانے کے لئے کہ میں بھی کسی کی آرزو ہوں۔ کوئی نہ ملا انکل.....کوئی نہ ملا تو میرے پاس صبر تو ہے جینے کا سہارا تو ہے یہ سوچ کر جی لوں گی کہ غزال تو میرا ہے۔"

قندیل کچھ اس طرح سسک سسک کر روئی کہ کرنل کا دل پانی پانی ہو گیا۔ غمزدہ دل بھر آیا اور اس نے قندیل کا سر سینے سے لگا لیا۔

"نہیں بیٹی نہیں قندیل۔ نہیں میری بچی۔ میں ہوں تیرا۔ تو سچ کہتی ہے غزال زندہ ہے اگر وہ زندہ نہ ہوتا تو میری کمر خم ہو جاتی۔ میرے اعضاء ٹوٹ جاتے میں نڈھال ہو جاتا میرے اندر جدوجہد مر جاتی۔ مگر یہ سب کچھ نہیں ہے۔ غزال واقعی زندہ ہے اور تو میرے غزال کی دلہن ہے تیری حفاظت مجھ پر فرض ہے میں تیرے لئے جان دے سکتا ہوں۔"

بہت دیر تک دونوں جذباتی رہے۔ پھر قندیل نے کہا۔ "انکل میرے ذہن کے بند کواڑ کیوں نہیں کھلتے۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے مجھے سب کچھ یاد ہے میری کہانی میرے تحت الشعور میں بند ہے بس کبھی کوئی خانہ روشن ہوتا ہے تو ایک جھلک سی نظر آ جاتی ہے اور میں تڑپ کر رہ جاتی ہوں۔ میں اپنی پوری کہانی جاننا چاہتی ہوں۔ میں بھی تو بے قصور ہوں انکل بتائیے میرا کیا قصور ہے؟"

کرنل خاموشی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا رہا پھر اس نے کہا۔ "یہ کے بون کیا ہیں قندیل؟"

"یہ انکل یہ بچپن سے میرے ساتھی ہیں۔ لکڑیوں کے چند ٹکڑے خواہ وہ کہیں بھی ہوں کسی بھی شکل میں ہوں مجھ سے باتیں کرتے ہیں دلاسہ دیتے ہیں انکل یہ میری رہنمائی کرتے ہیں۔"

"مگر یہ تو تمہارے پاس بہت بعد میں آئے۔"

"اصل چیز ان کی تعداد ہے ان کی ترتیب ہے میں چھوٹی سی تھی تو انکل یہ میرے سامنے آئے یہ مجھے بہلاتے تھے یہ مجھے دنیا جہان کی کہانیاں سناتے تھے۔"

"تم کبھی کبھی ایک نامانوس زبان بولنے لگتی ہو۔"

"یہ نامانوس زبان۔"

"ہاں ایناور تاشو اور شارے تورے۔"

"ایناور تاشو شارے تورے میں نہیں جانتی انکل اس کا مفہوم کیا ہے شاید یہ اس وقت کی زبان ہو جب میرے ذہن کے بند دریچے کھلتے ہیں۔"

"تم نے اس ندی کو گومیلا کہا ہے۔"

"ہاں یہ گومیلا ہی تو ہے۔"

"تم کیسے جانتی ہو؟" کرنل نے سوال کیا اور قندیل کچھ سوچنے لگی دیر تک خاموش رہی پھر اس نے کہا۔ "آیئے انکل آگے چلیں۔"

"کہاں؟"

"آیئے.... آگے کچھ فاصلے پر.... یا شاید زیادہ فاصلے پر پھلوں کے درخت ہیں ندی کا پانی راستہ کاٹ کر ایک طرف جاتا ہے اور وہاں ایک کشتی چھپی ہوئی ہے انکل.... آیئے پلیز۔"

قندیل نے جھک کر لکڑیاں سمیٹیں انہیں اپنے لباس میں محفوظ کیا اور آگے بڑھنے لگی اس نے کرنل فیروز کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا اور اسے گھسیٹ رہی تھی.....وہ ندی کے کنارے کنارے چل پڑے۔ کرنل فیروز پھر تذبذب کا شکار ہو گیا تھا۔ قندیل واقعی اب اجنبی نہیں تھی۔ راؤ سکندر نے اسے بچپن سے پرورش کیا تھا لیکن ان حالات کا شکار ہونے کے بعد اس کی کیفیت بھی بدل گئی تھی اور وہ تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا جبکہ قندیل اب کرنل کی عزت تھی اس کے بیٹے کی بہو تھی اس کی نسلوں کا وقار تھی۔ لکڑی کے ٹکڑے کی روشنی واہمہ نہیں تھی کرنل نے ہوش و حواس کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

وہ قندیل کے ساتھ چلتا رہا۔ ابھی دور دور تک پھلوں کے درخت نہیں نظر آ رہے تھے گنگناتی ندی چوڑی نہیں ہوئی تھی نہ ہی کہیں اس کی گہرائی زیادہ تھی بعض جگہ تو اس کی تہہ بھی نظر آ جاتی تھی۔ قندیل دوڑنے کے سے انداز میں چل رہی تھی کرنل بھی اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ پھر کرنل کو محسوس ہوا کہ ندی ڈھلان کی طرف جا رہی ہے اور اس کا بہاؤ بھی تیز ہوتا جا رہا ہے آگے چل کر وہ باقاعدہ شکل اختیار کر گئی اور اب اس کا شور بھی سنائی دے رہا تھا۔

"آپ تھک گئے انکل؟" قندیل نے پوچھا۔

"نہیں بیٹے.....!"

"ہم رکیں گے نہیں انکل۔ رکے تو.....تو فاصلے زیادہ ہو جائیں گے۔"

"چلتی رہو۔" کرنل نے کہا.....قندیل صحت مند تھی تو کرنل بھی فوجی آدمی تھا اور فوج زندگی نے اسے بہت کچھ دیا تھا وہ قندیل سے کسی طور پیچھے نہیں رہا تھا۔

شام ڈھلی اور سورج چھپ گیا پھر وہ ایک موڑ گھومے اور اس کے بعد تقریباً تین فرلانگ چل کر قندیل نے پرمسرت لہجے میں کہا.....وہ دیکھئے انکل....."

کرنل خود بھی درختوں کے وہ جھنڈ دیکھ رہا تھا جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے سرسبز درخت چھ سات فٹ سے اونچے نہیں تھے اور ان پر پیلے پیلے سنگترے جیسے پھل جھول رہے تھے۔ کرنل کی رفتار کچھ سست ہوئی تو قندیل نے کہا.....ابھی ان پتوں والے درختوں کے پاس چلنا ہے انکل.....وہ جو نظر آ رہے ہیں۔"

پتوں والے یہ درخت ندی کے کنارے سے شروع ہو کر دور تک چلے گئے تھے ان کے پتے کیلے کے پتوں کی مانند چوڑے اور پھیلے ہوئے تھے اور اس طرح آپس میں جڑے ہوئے تھے کہ ان کے درمیان نہیں دیکھا جا سکتا تھا کچھ دیر کے بعد قندیل اس جگہ پہنچ گئی۔ وہ پتوں کو ہٹا ہٹا کر کچھ دیکھ رہی تھی۔ کرنل فیروز نے خود بھی آگے بڑھنا چاہا لیکن قندیل نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں انکل وہاں پانی ہے۔"

کرنل رک گیا پھر قندیل پرمسرت لہجے میں بولی۔ "دیکھئے انکل کشتی..... کشتی۔"

کرنل فیروز نے بھی کشتی دیکھ لی تھی ایک درخت کے تنے کو درمیان سے کھوکھلا کر کے

اسے کشتی کی شکل دی گئی تھی اس میں پتوار بھی رکھے ہوئے تھے۔ "ہمیں یہ کشتی ان پتوں کے درمیان سے گھسیٹتے ہوئے ندی تک لے جانی ہے اس سے ہم آگے کا سفر کریں گے۔"

کرنل فیروز عجیب نگاہوں سے قندیل کو دیکھ رہا تھا اس کے ذہن میں شیشے سے چٹخ رہے تھے۔ یہ کشتی' قندیل نے اس کے بارے میں بہت پہلے بتا دیا تھا۔ اس کا کہنا درست نکلا اور.....اس نے غزال کے بارے میں بھی کہا ہے۔ اس کا مطلب ہے' اس کا مطلب ہے کہ.....کرنل کا دل کھل اٹھا تھا اسے قندیل پر اعتماد ہوتا جا رہا تھا۔

○

راج دیو اور غزال نے ان لوگوں کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی - جو مہم جو معلوم ہوتے تھے اور خستہ حال تھے سب کے لباس بوسیدہ تھے لیکن دریا کی قربت نے انہیں صاف ستھرا کر دیا تھا البتہ سب ہی کی داڑھیاں اور بال بڑھے ہوئے تھے۔

راج دیو نے آہستہ سے کہا....."غزال ان کے ہتھیار دیکھو۔"

غزال نے بھی اس بات پر غور نہیں کیا تھا۔ ان میں سے کئی کے ہاتھوں میں لمبی مضبوط لکڑیاں تھیں کچھ نے مگدر قسم کی لکڑیاں سنبھالی ہوئی تھیں دو کے ہاتھوں میں نیزے تھے لیکن ان کی انیاں بھی انہی لکڑیوں کی بنی ہوئی تھیں غزال کو اس لڑکی کا نیزہ یاد آ گیا جو بالکل ان جیسا تھا۔

"اوہ' غزال..... میرا خیال ہے یہ لوگ۔" راج دیو نے کچھ اظہار کرنا چاہا لیکن اس کا جملہ ادھورا رہ گیا تھا ان میں سے ایک قوی ہیکل شخص نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو فرینڈز..... میرا خیال ہے تم راج دیو کے گروہ کے لوگ ہو اگر ایسا ہے تو لوئس ڈی پارلو کا سلام قبول کرو اور ساتھ ہی دوستی کا ہاتھ لیکن ایڈمنڈ گارساں کی طرف سے نہیں میں اس سے علیحدہ ہو چکا ہوں۔"

"اوہ!! مسٹر لوئس مجھے علم ہے کہ آپ کے اور ایڈمنڈ کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور اس نے سارے ہتھیار اپنے قبضے میں کر کے آپ کو قیدی بنا لیا تھا....!" راج دیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آہ! تم تو بہت باخبر معلوم ہوتے ہو۔ اس جنونی گدھے نے ہم سب کی زندگیاں موت

کے گھاٹ اتار دی ہیں اور ہم سب....." لوئس نے رک کر دور دور تک نظریں دوڑائیں پھر
بولا۔ "لیکن تمہارے دوسرے ساتھی کہاں ہیں۔ کیا یہاں سے دور....؟"

راج دیو نے جواب دینے کے لئے ایک لمحے کے لئے سوچا لوئس ڈی پارلو کے بارے
میں اس نے جو کچھ سنا تھا وہ بہتر نہ تھا اور چونکہ وہ اتنا غیر متوقع طور پر سامنے آیا تھا کہ راج
یا غزال کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے لیکن ان حالات میں یہ دونوں کچھ اور کر بھی نہیں سکتے
تھے کوئی نئی کہانی بھی ممکن نہیں تھی کیونکہ سوبارا کے جنگلات میں اس وقت صرف دو بیرونی
گروہ سرگرم عمل تھے چنانچہ اس نے کسی قدر افسردگی سے کہا۔ "ہم دونوں ایک حادثے کے
تحت اپنے گروہ سے جدا ہو گئے ہیں۔"

"وہ حادثہ کیا تھا اوہ گویا یہاں صرف تم دونوں ہو مگر میں بھی کتنا بے وقوف ہوں آؤ
ہمارے کیمپ میں چلو وہاں پہنچ کر گفتگو ہو گی۔ آؤ ہم کسی طور تمہارے مخالف نہیں ہیں بلکہ
تم دونوں سے ملاقات کر کے تو میری ایک آرزو پوری ہوئی ہے۔" پارلو نے کہا۔

راج دیو نے غزال کو دیکھا اور پھر گردن ہلا دی۔ لوئس اپنے آدمیوں کو اشارہ کر کے
واپس پلٹ پڑا راج دیو کو موقع مل گیا اور اس نے اردو میں غزال سے کہا...."غزال معافی
چاہتا ہوں۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ میں تم سے کوئی مشورہ بھی نہ کر سکا۔"

غزال چونک پڑا۔ اس نے راج دیو اور لوئس ڈی پارلو کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی
تھی اور اس پر توجہ بھی دی تھی لیکن اس کا ذہن اس لڑکی میں بھٹک رہا تھا جو اپنے آپ کو
پتھروں کی مخلوق بتاتی تھی۔ غزال اندازہ لگا رہا تھا کہ لڑکی ان لوگوں میں سے بھی ہو سکتی ہے
اور اگر ایسی بات نہیں تھی تو اس نے یہاں کسی کی موجودگی کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا۔ جب
کہ لوئس ڈی پارلو اور اس کے ساتھی بھی یہاں موجود تھے۔ لڑکی نے کہا تھا کہ وہ پہلی بار
کسی انسان کو دیکھ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے الفاظ میں بناوٹ تھی اور وہ
جھوٹ بول رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کی پر اسرار کیفیت' غزال دہری
الجھنوں کا شکار تھا لیکن راج دیو کے الفاظ اس نے سنے تھے۔ راج دیو نے پھر کہا....

"تم کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے ہو غزال....؟"

"سوری انکل۔ ہاں میں کچھ سوچ رہا تھا۔"

"میں کہہ رہا تھا کہ تم سے مشورہ کئے بغیر میں نے اپنے آپ کو لوئس پر ظاہر کر دیا۔

ہو سکتا ہے تمہیں اس پر اعتراض ہو۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے انکل اور آپ مجھ سے کہیں زیادہ تجربہ کار ہیں جو کچھ
آپ کرنا چاہیں بے خوف و خطر کریں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ظاہر ہے ان نامساعد
حالات میں ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑنا بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ ہم بھی
نہتے ہیں اور پھر لڑائی کا کوئی جواز بھی نہیں ہے۔ ہوشیاری سے کام چلایا جائے تو بہتر ہے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے کہ عارضی طور پر ان لوگوں کا سہارا حاصل کیا جائے بلکہ
انہیں کچھ اس قسم کے راستے دکھائے جائیں کہ یہ ہمیں اپنے دوسرے ساتھیوں تک پہنچنے
میں مدد دیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے انکل لیکن ان میں سے کوئی ہماری باتیں سن تو نہیں رہا۔" راج دیو
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو اس کے امکانات نہیں ہے کیونکہ یہ سب غیر ملکی ہیں اور یقینی طور پر اردو
داں نہ ہوں گے۔" غزال نے گردن ہلا دی۔

پھر دونوں خاموش ہو کر ان کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ فاصلہ بہت زیادہ نہیں طے کرنا
پڑا تھا۔ آگے درختوں کے جھنڈ کے دوسری جانب بقول لوئس ڈی پارلو کے اس کا کیمپ تھا
اور یہ کیمپ دیکھ کر ہنسی آتی تھی بس تھوڑے بہت سامان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ نہ سر
پر کچھ تھا اور نہ زمین پر۔ یہاں اور بھی تین افراد موجود تھے گویا لوئس بھی اچھے خاصے
آدمیوں کے ساتھ تھا۔ لوئس وہاں پہنچ کر غزال کی جانب دیکھ کر مسکرانے لگا پھر بولا۔

"پہلے تمہاری خاطر مدارت کریں بیٹھ جاؤ۔"

دونوں وہیں درختوں کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ لوئس بھی ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا اور
چند لمحات کے بعد وہ لوگ المونیم کے مگوں میں کوئی گرم چیز لے آئے۔ لوئس نے انہیں یہ
قہوہ ٹائپ کی چیز پیش کرتے ہوئے کہا....

"اگر تم نے یہاں ان جنگلوں میں یہ شے دریافت نہیں کی تو یوں سمجھ لو کہ کچھ نہ
پایا۔ اس کے سامنے چائے یا کافی بے حقیقت ہے اور یہ خالص میری دریافت ہے۔"

راج دیو نے اس گرم چیز کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا...."کمال کی شے ہے۔ غزال
واقعی دیکھو اس میں مٹھاس بھی ہے ہلکی سی اور اس کے علاوہ چائے کا مزا بھی۔"

دونوں اس سیال کو پینے لگے۔ راج دیو نے تحسین آمیز لہجے میں لوئس سے کہا۔۔۔۔”یہ تمہاری بہترین دریافت ہے۔ کمال کیا ہے تم نے۔“

لوئس فخریہ انداز میں ہنسنے لگا پھر بولا۔۔۔۔”میں بہترین صلاحیتوں کا مالک ہوں اپنا تعارف خود ہی تم لوگوں سے نہیں کراؤں گا تو پھر تم میرے بارے میں کیسے جانو گے لیکن آہ کتنی عجیب بات ہے میں تو ابھی تک تم دونوں کے نام سے بھی واقف نہیں ہو سکا۔“

”ایک اور دلچسپ بات ہے مسٹر لوئس وہ یہ کہ آپ نے مجھ سے پہلا سوال یہی کیا تھا کہ کیا میرا تعلق راج دیو کے گروہ سے ہے۔۔۔۔؟“

”ہاں میں نے یہی سوال کیا تھا تم سے۔۔۔۔؟“ لوئس سوالیہ انداز میں بولا۔

”تو پھر میرا نام راج دیو ہے اور یہ میرے ساتھی غزال۔“

لوئس ڈی پارلو اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا اور پھر اس نے اپنا ہاتھ راج دیو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔۔۔۔”اوہ میرے خدا تم واقعی راج دیو ہو۔ ویری گڈ ویری گڈ۔ ایڈمنڈ گارساں نے مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں۔ تمہاری ہی نوادر گاہ سے ایڈمنڈ گارساں نے وہ لاش حاصل کی تھی جس میں خزانے کا نقشہ پوشیدہ تھا۔“

”ہاں اس چور نے میری نوادر گاہ میں ایک دوست کی حیثیت سے داخل ہو کر چور کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور میرے ایک آدمی کو قتل کر کے وہ لاش وہاں سے نکال لایا تھا۔“

لوئس ہنسنے لگا تھا پھر بولا۔۔۔۔”خیر اتنی قیمتی شے کو اس طرح کسی نوادر گاہ میں بند کر دینا بہت اچھی بات تو نہیں تھی لیکن ایڈمنڈ گارساں جیسے آدمی کو اس طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ چلو چھوڑو لعنت بھیجو ہاں تو تم اس حادثے کے بارے میں بتا رہے تھے جس نے تمہیں تمہارے ساتھیوں سے جدا کر دیا۔“

”ہاں مسٹر لوئس شردھانیوں کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں؟“ جواب میں لوئس نے شردھانیوں کو موٹی موٹی گالیاں دینی شروع کر دی تھیں اور پھر وہ گالیوں سے فارغ ہوا تو بولا۔۔۔۔

”انہوں نے ہماری زندگی برباد کر کے رکھ دی - انہی کی وجہ سے تو میرے اور ایڈمنڈ گارساں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔“

”ہم بھی انہی شردھانیوں کا شکار رہے ہیں۔“ راج دیو نے تمام واقعہ تفصیل سے سنا دیا

اور لوئس پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔۔۔۔”تم لوگ بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی لیکن اب کیا کیا جائے۔ تم نے دریا کے راستے بہت طویل سفر کیا۔ کیا آسانی سے تم اپنے ساتھیوں کو تلاش کر سکو گے؟؟“

”ہماری خواہش تو یہی ہے مسٹر لوئس بلکہ اب تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس سلسلے میں ہماری مدد کریں۔“ راج دیو نے کہا۔

لوئس پرخیال انداز میں ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔ ”میں خود جن حالات کا شکار ہوں ڈیئر مسٹر راج دیو ان کے تحت میری اور میرے ساتھیوں کی زندگی تلخ ہے۔ تاہم ہم ایک دوسرے سے اتنا تعاون ضرور کر سکتے ہیں کہ تم مجھے سوبارا کے جنگلات سے نکلنے کا راستہ بتاؤ۔ ہم واپسی کا سفر طے کریں گے اور اس کے بعد ہو سکتا ہے تمہارے ساتھی بھی تمہیں مل جائیں۔ دریا کے کنارے کنارے سفر بہترین رہے گا کیونکہ اس دریا کے ساتھ بہتے ہوئے تم اس طرف آئے ہو گویا یہاں سے ہم وہاں تو پہنچ سکتے ہیں جہاں سے تمہارے اس دریائی سفر کا آغاز ہوا اس کے بعد راستے تلاش کر لئے جائیں گے۔ میں صرف اور صرف واپس جانا چاہتا ہوں۔“ لوئس نے کہا اور راج دیو نے گردن ہلا دی۔

”میں ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہوں مسٹر لوئس آپ مطمئن رہیں میں آپ کو سوبارا سے واپسی کے راستے دکھاؤں گا۔“

”اوہ میرے دوست میرے دوست میں واقعی اس سلسلے میں بے حد پریشان ہوں۔“ لوئس نے کہا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور بولا۔ ”تم لوگ آرام کرو‘ میں کچھ کام میں مصروف ہوں۔ ہم ابھی ایک دو دن یہیں قیام کریں گے کیونکہ یہاں شکار موجود ہے اور ہم لوگ ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی ہیں چنانچہ یہاں کچھ دن آرام کے بعد واپسی کے سفر کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔“

وہ راج دیو کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی۔۔۔۔۔۔ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

”ہمیں پوری طرح ان سے تعاون کرنا ہو گا غزال۔“ راج دیو نے کہا۔

”لیکن انکل ان کا مل جانا غنیمت ہے۔“

”ہاں نہایت ہوشیاری سے ہم انہیں اپنے ساتھیوں کی تلاش کے سلسلے میں استعمال کر

سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں بہت ہوشیاری سے کام کرنا ہو گا۔ لوئس کے بارے میں تمہیں علم ہو گا کہ اسے ایک جرائم پیشہ شخص کہا گیا ہے اس سے تعاون ہی کار آمد ہو گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے اس سے مکمل تعاون کیا جائے اور موقع کا منتظر رہا جائے۔ کاش ہمارے ساتھی ہمیں مل جائیں پتہ نہیں وہ بے چارے کن مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔" راج نے گہری سانس لے کر کہا۔

رات ہو گئی۔ اس دوران وہ لوئس کے ساتھیوں کا جائزہ لیتے رہے تھے۔ وہ بیزار بیزار نظر آتے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ حالات کے بوجھ کو بحالت مجبوری گھسیٹ رہے ہوں۔ ان کے پاس ساز و سامان بھی نہ تھا ہتھیاروں سے بھی خالی تھے ایسی حالت میں ظاہر ہے ان پر بیزاری ہی طاری ہونی چاہئے تھی۔ انہیں رات کے کھانے میں بدمزہ پھل خرگوش کا گوشت اور وہی قہوہ ملا تھا جو بلاشبہ لوئس کی بہترین دریافت تھی اور چائے جیسے خواص رکھتی تھی۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو لوئس ان کے پاس آ بیٹھا۔ "میرے ساتھی مجھ سے نالاں ہیں۔ تم نے اندازہ لگایا ہو گا۔"

"نہیں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے۔ مگر ایسا کیوں ہے۔"

"اسی گارساں کتے نے ہمیں کتے کی موت ہی مارنے کی کوشش کی ہے۔ غلطی میری بھی ہے۔ میں ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ پیرس کی پرفضا دنیا میں سکون کی زندگی گزار رہا تھا کہ مجھے گارساں کا پیغام ملا۔ اس نے کہا تھا کہ سرزمین ہندوستان کا ایک بیش بہا خزانہ ہمارا انتظار کر رہا ہے اور وہ یہ خزانہ اپنے دوست لوئس کے بغیر حاصل نہیں کرنا چاہتا چنانچہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فوراً ہندوستان پہنچ جاؤں۔ اور یہ ذلیل انسان میرا پرانا شناسا ہے۔ دراصل یہ خود تو تہذیب یافتہ بن گیا لیکن اس کے آباؤاجداد لٹیرے رہے ہیں اور اکثر موقعوں پر اس نے میری مدد سے بہت سے لوگوں کو تلاش کیا ہے۔ چنانچہ مجھے اس پر اعتبار آ گیا اور میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اپنے گروہ کے افراد کے ساتھ ہندوستان پہنچ گیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد مسٹر راج دیو اس نے مجھے آپ کی کہانی سنائی اور بتایا کہ یہ لاش اس کے قبضے میں ہے اور اس کے پاس سے جو خزانے کا نقشہ برآمد ہوا ہے' اس میں ایک ایسے عظیم الشان خزانے کی تفصیل ہے جس کے حصول کے بعد ہم فرانس کے دولت مند ترین لوگوں

میں شامل ہو جائیں گے۔ خزانوں کا شوق کسے نہیں ہوتا۔ میں نے اس سے مزید تفصیلات معلوم کیں تو اس نے مجھے بتایا کہ ان خزانوں کے حصول کے لئے جنگلات میں سفر کرنا پڑے گا اور اس نے اس کے لئے بہترین انتظامات کئے ہیں اور ایسے لوگوں کو طلب کر لیا ہے جو اس خزانے کے حصول میں بہترین مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ خزانوں اور قدیم زبانوں کے ماہر پروفیسر حشمت بے بھی ترکی سے بلوائے گئے تھے اور ہم سب نے مل کر منصوبہ بندیاں کی تھیں۔ لیکن میں جنگلوں کی دنیا کا انسان نہیں ہوں۔ جبکہ شہروں میں مجھے کوئی مشکل سے مشکل کام سونپ دو اور پھر لوئس کا تماشہ دیکھو۔ لیکن یہ جنگل....." لوئس نے پھر ایک گالی بکی اور بولا۔ "ان جنگلوں نے مجھے بے دست و پا کر کے رکھ دیا ہم لوگ جنگلوں میں داخل ہو گئے' کچھ عرصے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ راج دیو پارٹی بھی ہمارے تعاقب میں پہنچ گئی ہے ایڈمنڈ گارساں نے بتایا کہ لاش حاصل کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں ایک قتل بھی ہو گیا ہے۔ چنانچہ راج دیو اپنے ساتھ مقامی انتظامیہ کے افراد بھی لا سکتا ہے جو ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش بھی کریں گی اور اگر ایسا نہیں ہے' تب بھی وہ مقامی آدمی ہے اور زیادہ وسائل کے ساتھ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس سے محفوظ رہنا بھی ضروری ہے۔ جنگل میں داخل ہونے کے کچھ عرصے کے بعد ہم جنگل کے حادثات کا شکار ہونے لگے' جیپوں کے راستے دشوار گزار تھے اور پھر وحشی و جنگلی جانور...ایڈمنڈ گارساں نے خزانے کے حصول کے لئے مہم جوؤں کو تو طلب کر لیا تھا لیکن کوئی ماہر شکاری ہمارے ساتھ نہیں تھا جو جنگلی درندوں سے ہمارا تحفظ کر سکتا۔------ میرا ایک آدمی ایک خوفناک درندے کا شکار ہو گیا اور اس کے بعد میرے حوصلے پست ہو گئے' ہم جنگل میں آزادانہ طور پر سفر نہیں کر پا رہے تھے بلکہ ایک سمت ہمیں درندوں سے اپنا تحفظ کرنا پڑتا تھا اور دوسری سمت تمہاری پارٹی کا خدشہ رہتا تھا' جس کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ کتنے افراد پر مشتمل ہے اور کیا وسائل رکھتی ہے' نیز یہ کہ کہیں اس کے ساتھ انتظامیہ کے افراد تو نہیں ہیں.... میں تو کچھ عرصے کے بعد ہی بد دل ہو گیا تھا' اور میں نے ایڈمنڈ گارساں سے کہا تھا کہ اس کے انتظامات مکمل نہیں ہیں.....اور اس مہم میں ہمیں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔ لیکن ایڈمنڈ گارساں مجھے تسلیاں دیتا رہا اور اس نے کہا کہ چند ہی دنوں کے بعد ہم حالات پر پوری طرح قابو پا لیں گے۔ راج دیو پارٹی ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہم اسے تباہ کر

دیں گے۔ یہ تمام سلسلے چلتے رہے کہ اس کے بعد شردھانیوں کی مصیبت آ پڑی۔ ہمارے ساتھ مسلسل حادثات پیش آ رہے تھے' شردھانیوں نے تو ہمیں بالکل ہی بے دست و پا کر دیا اور میں نے ایڈمنڈ گارساں سے کہا کہ میں اس مہم میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا' مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے' میں نے اسے یہ بھی پیش کش کی کہ وہ خود بھی میرے ساتھ واپس چلے..... اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ایک آدمی ہمیں راستہ بتانے کے لئے دے دیا جائے باقی رہ جانے اور اس کا کام.....ایڈمنڈ گارساں نے اس وقت مجھ سے نہایت دوستانہ گفتگو کی۔ لیکن راتوں رات اس نے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لئے اور صبح مجھ سے کہا کہ اگر میں نے واپس جانے کی کوشش کی تو اس کے نتائج خطرناک بھی نکل سکتے ہیں۔ بہتر ہے کہ میں اس کے ساتھ سفر کرتا رہوں۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایڈمنڈ گارساں پوری طرح بدعہدی پر آمادہ ہے اور ایسے بدعہدوں سے دوستیوں کے حوالے بے کار ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ میں بھی کسی مناسب موقع کا انتظار کروں گا۔ لیکن وہ شیطان مجھے یہ موقع دینے کے لئے تیار نہیں تھا' اور میں اپنی تمام تر کوششوں میں ناکام رہا۔ ایک طرح سے میں اس کا آزاد قیدی بن گیا تھا۔ وہ خود بھی کافی حد تک پریشان اور جھنجلایا ہوا تھا اور اب تو اسکی حالت اور بھی زیادہ خراب ہو گئی ہو گی کیونکہ میں اس سے الگ ہو چکا ہوں اور پروفیسر حشمت بے نے بھی میرا ساتھ دیا ہے۔ پروفیسر حشمت بے اس کے لئے ان راستوں کی تلاش میں بہت اہمیت کا حامل تھا' لیکن وہ بھی یہ بات جانتا تھا کہ ایڈمنڈ گارساں جنونی ہے اور دوستوں کے ساتھ دوستانہ سلوک رکھنے کا روادار نہیں ہے بلکہ ان جنگلوں میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنا رویہ بالکل ہی تبدیل کر لیا تھا۔ بالآخر شردھانیوں نے حملہ کیا اور ہماری گاڑیاں وغیرہ تباہ ہو گئیں۔ لیکن اس دوران مجھے اور میرے ساتھیوں کو ایڈمنڈ گارساں کی اس قید سے آزاد ہونے کا موقع مل گیا اور ہم منصوبے کے تحت یہاں سے فرار ہو گئے.....مجھے صرف واپسی کے راستوں کی تلاش ہے میں ایسے خزانوں پر لعنت بھیجتا ہوں جو زندگی کے دشمن بن جائیں جو غلطی میں نے کی ہے اب اس کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں' میرے تمام ساتھی بھی بد دل ہیں' اور درحقیقت ان کی مجھ سے ناراضگی بجا ہے' کیونکہ وہ میری آواز پر میرے ساتھ دوڑے چلے آئے تھے لیکن یہاں میں ان کے لئے زندگی کا تحفظ نہیں حاصل کر سکا اور وہ سب میرے ساتھ مصیبت کا شکار ہیں' سب سے بڑی مشکل

ہمارے پاس ہتھیاروں کا نہ ہونا ہے' کسی بھی صورت میں میں ہتھیار حاصل نہیں کر سکا' اور اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ یہ جگہ بہت اچھی ہے اس لحاظ سے کہ یہاں شکار بھی موجود ہے اور پانی بھی' ہم کئی دن سے یہاں مقیم ہیں اور یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے اس خوف کا شکار ہیں کہ کہیں آگے چل کر کسی اور عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔ یوں یہ وقت گزر رہا ہے مسٹر راج دیو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری آمد بہت سی مصیبتوں کا حل بن سکتی ہے' تم یقیناً یہاں سے واپسی کا راستہ جانتے ہو گے۔"

"ہم دونوں' میں اپنی اور اپنے دوست راؤ سکندر کی بات کر رہا ہوں۔ پہلی بار ان جنگلوں کے ابتدائی حصوں میں آئے تھے اور وہیں سے واپس لوٹ گئے تھے۔ یہ راستے میرے لئے بھی اجنبی ہیں' لیکن میں سمجھتا ہوں واپسی کے راستوں کی تلاش بہت مشکل نہ ہو گی۔"

"آہ کاش! ہمارے پاس ہتھیار ہوتے۔ اصل خوف شردھانیوں کا ہے وحشی اور جنگلی مخلوق۔" لوئس دانت پیسنے لگا۔

○

راؤ سکندر کے منصوبے پر عمل جاری تھا۔ یہ لوگ گارساں سے خوب گھل مل گئے تھے پروفیسر غوری اکثر گارساں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ جاتا تھا اور نقشہ سامنے رکھ لیا جاتا تھا۔ گارساں کا سب سے محبوب مشغلہ اس خزانے کے بارے میں گفتگو تھی اور پروفیسر غوری اسے ایسے خزانوں کی داستانیں سناتا تھا ایسی ایسی انوکھی داستانیں کہ ایڈمنڈ کی رال ٹپکنے لگتی تھی۔

"آہ پروفیسر' اس خزانے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میرے خیال میں ڈیئر ایڈمنڈ ہمیں ایک بہت بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"وہ کیا؟"

"اس عظیم الشان خزانے کو لاد کر جنگلوں کا سفر' اور اس کے بعد ہندوستان سے اس کی یورپ منتقلی۔"

"تمہارے خیال میں وہ اتنا بڑا ہو سکتا ہے۔" گارساں کی آواز گھٹ رہی ہوتی تھی۔

"شاید تصور سے بھی زیادہ۔"

"میرا یہ دماغ منصوبہ سازی کی مشین ہے' میں اس خزانے کو حاصل کر کے کسی دوسری جگہ پوشیدہ کروں گا اور پھر اس کا اتنا حصہ ساتھ لے لوں گا جتنا لے کر واپسی ممکن ہو' اس کے بعد خزانہ آہستہ آہستہ منتقل ہو گا۔"

"سخت محنت کرنا ہو گی گارساں۔"

"اوہ' میں یہ سب کچھ کر لوں گا پروفیسر میری جان بس تم مجھے وہاں تک پہنچا دو ایک بار' بس تم مجھے اس کی شکل دکھا دو۔" گارساں نے نشہ آلود لہجے میں کہا کئی بار اس نے شدت جوش میں پروفیسر کو چوم بھی لیا تھا۔

"کاش ہم اس لڑکی کے حصول میں کامیاب ہو جائیں یوں سمجھ لو کہ وہ اس خزانے کی چابی ہے۔"

"یقیناً حالات سے یہی اندازہ ہوتا ہے' فکر مت کرو ہم اس کے لئے جنگل کھنگال ڈالیں گے' مگر تمہارے خیال میں وہ لڑکی زبان کھول دے گی؟"

"سو فیصدی امکانات ہیں۔ ہمارے دو ساتھی جو دریا میں بہہ گئے تھے ان میں سے ایک بہت اہم ہے' یعنی غزال۔ قندیل نے اسے خزانے کی تفصیل بتانے کا وعدہ کیا تھا وہ اس سے محبت کرتی ہے اور اس نے اپنے محبوب کو خزانے کا تحفہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے حصول کے بعد ہم ان دونوں کی تلاش بھی کریں گے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ ضرور تلاش کریں گے۔ لیکن وہ بے وقوف لڑکی خزانہ اپنے محبوب کو نہ دے سکے گی کیونکہ وہ میری ملکیت ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اس کا اظہار مناسب نہیں ہو گا یہ بات تو ہم صرف دل میں رکھیں گے۔"

"پروفیسر میرے عظیم دوست سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہی ہو گا۔ فکر مت کرو۔"

اس سے زیادہ اور کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ گارساں مسلح تھا اور اس وقت انہیں اس کی ضرورت بھی تھی لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے اہم ترین مسئلہ اب غزال' راج دیو اور قندیل اور کرنل کی تلاش تھا اور وہ مل جائیں تو کوئی منصوبہ بندی کی جائے ورنہ سب کچھ بیکار تھا۔ اور اس کے لئے بڑی ہوشیاری سے گارساں کو تیار کر لیا گیا تھا۔ سو وہ بھی اپنے

مقصد کے حصول کے لئے بڑی تندہی سے تلاش کا کام کر رہا تھا اب تک کافی سفر کیا جا چکا تھا۔ اس دوران راؤ سکندر نے کئی شکاری کارنامے سرانجام دیئے تھے اور پوری ہوشیاری سے بروقت خونخوار درندوں کو شکار کر کے کئی انسانی زندگیاں بچائی تھیں جس کی داد ایڈمنڈ گارساں نے بھی دی تھی بسا اوقات اس نے کہا تھا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے اسے پہلے ہی پروفیسر اور راؤ سے رابطہ کر لینا چاہئے تھا ایسا ہو جاتا تو اس وقت صورت حال مختلف ہوتی۔ خوش قسمتی سے آگے کے سفر میں حالات بھی درست رہے تھے انہیں شکار ملتا رہا تھا۔ ایک جگہ پانی کا ایک چشمہ بھی ملا تھا جس میں گندھک بھی شامل تھی لیکن اس طرح پانی بے ضرر ہو گیا تھا چنانچہ جتنا ممکن ہو سکا اس کا ذخیرہ کر لیا گیا۔

یہ رات بھی گھنے درختوں کے درمیان ایک جگہ منتخب کر کے گزارنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور معمول کے مطابق انتظامات کر لئے گئے تھے۔ کوئی اہم بات نہ تھی لیکن رات کے دوسرے پہر سراتو نے قریب سوتے ہوئے راؤ کو جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

"کیا بات ہے؟"

"شر۔ گڑبڑ ہے۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔"

"کیسی گڑبڑ۔"

"میرے کو نئیں معلوم۔ بٹ۔ شر کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔"

سراتو نے کہا اور راؤ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رات کے گہرے سناٹے کو گھورنے لگا۔

راؤ سکندر دیر تک تاریکیوں میں گھورتا رہا کوئی اور ہوتا تو شاید جھلا جاتا خاص طور سے اس لئے کہ اسے نیند سے جگا دیا گیا تھا لیکن راؤ سکندر اور راج دیو' سراتو پر پورا بھروسہ کرتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ جنگلوں کا کیڑا ہے اس کی یہ بے چینی بے مقصد نہیں ہے۔ دونوں گہری گہری سانسیں لیتے رہے۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا بس ہواؤں کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں یا پھر ایڈمنڈ گارساں کے کچھ ساتھیوں کے خراٹے لینے کی آوازیں فضا کے سناٹے کو مجروح کر رہی تھیں اس وقت شاید ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھیوں کے فرشتوں کو بھی ہوش نہیں تھا اس سفر کے دوران کئی ایسی راتیں آئی تھیں جب ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی گھوڑے بیچ کر سو گئے تھے ان لمحات میں اگر راؤ سکندر اور اس کے ساتھی راتوں رات فرار ہونا چاہتے تو انہیں کوئی دقت نہ ہوتی۔ اس سلسلے میں آپس میں مشورہ بھی ہوا تھا اور سب کی ایک ہی رائے تھی کہ فرار ہونے سے کچھ حاصل نہ ہو گا سوائے اس کے کہ گارساں کے ساتھی پیچھا کریں گے اور اس کے بعد خونریزی ہو گی ایک سمت شردھانئے تھے جو ان سب ہی کے پیچھے لگے ہوئے تھے تو دوسری سمت گارساں کی ٹولی کو دشمن بنا لینا دانشمندی نہیں تھی۔ ان لوگوں کے پاس سے فرار ہو کر بھی وہ کیا حاصل کر لیتے اس بات کا یقین سبھی کو تھا کہ راج دیو اور غزال یا کرنل اور قندیل اپنے اپنے طور پر اپنا تحفظ کر رہے ہوں گے بشرطیکہ خدا نے انہیں زندگی کا موقع دیا ورنہ یہ لوگ نہ تو انہیں بچا سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں وقت سے پہلے تلاش کر کے کوئی بہتر مقصد حاصل کر سکتے ہیں اور اگر ایڈمنڈ گارساں کے تعاون سے یہ سفر جاری رہے اور ان لوگوں میں سے کوئی مل جائے تو زیادہ بہتر ہے مقصد اپنی یہ مہم جاری رکھنا تھا اور اس کی انتہا کو پہنچنا تھا بعد کے حالات تو بعد ہی میں دیکھے جا سکتے تھے چنانچہ راؤ سکندر یا اس کے ساتھیوں نے فرار ہونے کے بارے میں غور کرنا چھوڑ دیا تھا ادھر شاید ایڈمنڈ گارساں کو بھی ان پر اعتماد ہو گیا تھا یا پھر

اس نے سوچا تھا کہ اگر یہ لوگ فرار ہو گئے تو کیا حاصل کریں گے۔ چنانچہ وہ بھی اب ان کی طرف سے مطمئن اور لاپروا نظر آتا تھا یہاں تک کہ اس نے انہیں ہتھیاروں کے استعمال کی اجازت بھی دے دی تھی اور اب یہ لوگ آزادانہ طور پر اپنے ساتھ ہتھیار رکھتے تھے اور ایڈمنڈ گارساں کو اس سے فائدہ ہی حاصل ہوا تھا ایک سمت وہ پروفیسر غوری کو راستوں کی تلاش کے سلسلے میں اپنا معاون پاتا تھا تو دوسری سمت راؤ سکندر ایک بہترین شکاری ثابت ہوا تھا اور اس کے ذریعے ایڈمنڈ گارساں کو بے شمار فوائد حاصل ہو چکے تھے چنانچہ اب وہ مطمئن ہی رہتا تھا۔ راؤ سکندر نے سوچا کہ ایڈمنڈ گارساں کو جگا دیا جائے تو اس سے کچھ حاصل نہ ہو گا سوائے شرمندگی کے بظاہر کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جو باعث توجہ ہوتی سراتو خود بھی آنکھیں پھاڑ رہا تھا اور سماعت کی پوری قوت صرف کر رہا تھا اچانک ہی وہ پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"شر شر آپ نے سُنا۔"

"نہیں۔"

"دبے قدموں کا آواز' ایسا لگتا کوئی چلتا۔" سراتو نے کہا اور اسی وقت راؤ سکندر کو بھی یہ آواز سنائی دے گئی عقبی سمت سے آئی تھی کوئی درندہ بھی ہو سکتا ہے کہیں ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے چنانچہ راؤ سکندر نے اپنی جگہ تبدیل کر دی وہ آہستگی سے اٹھا اور رائفل سنبھالے گھٹنوں کے بل آگے بڑھنے لگا وہ عقبی سمت کا جائزہ لینا چاہتا تھا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ سراتو کے انداز میں کسی قدر خوف پایا جاتا تھا۔ راؤ سکندر چند لمحات سن گن لیتا رہا اور پھر کچھ اور آگے بڑھ آیا اب وہ کھڑے ہو کر جھکا جھکا آگے بڑھ رہا تھا پھر وہ ان لوگوں سے چند قدم دور نکل آیا جو زمین پر سو رہے تھے یہاں چھوٹے چھوٹے چھدرے درختوں کی بھرمار تھی راؤ ان پتوں کے بارے میں اندازہ لگانے لگا جن سے آوازیں ابھر رہی تھیں۔ پھر اچانک ہی ایسی آوازیں اسے اپنے بائیں سمت سنائی دیں اور ویسی ہی دائیں سمت بھی اور راؤ کے بدن نے ٹھنڈا پسینہ چھوڑ دیا۔ یہ درندے نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ درندے کسی غول کی شکل میں نہیں آتے اور ان کے قدموں کی آواز اتنی محتاط بھی نہیں ہوتیں۔ پھر وہ کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ اچانک ایک ضرب اس کے سر کے پچھلے حصے پر پڑی اور اس کے حلق سے بے اختیار آواز نکل گئی۔ ساتھ ہی درخت پر سے کسی نے

چھلانگ لگائی تھی اور راؤ کو رگیدتا ہوا نیچے لے آیا تھا۔ رائفل راؤ کے ہاتھ سے چھوٹی تو نہیں تھی لیکن کودنے والے نے ایک ہاتھ سے رائفل دبالی تھی اور دوسرے ہاتھ سے راؤ کو سنبھالنے میں مصروف تھا اس نے کسی مہلک ہتھیار سے راؤ پر وار نہیں کیا تھا بلکہ جو ضرب راؤ کے سر کے پچھلے حصے پر پڑی تھی وہ بھی کسی ٹھوس چیز ہی سے لگائی گئی تھی۔ راؤ نے اپنے اوپر حملہ آور کو بالاخر پیروں پر سنبھال کر دوسری طرف اچھال دیا لیکن اسکے ساتھ ہی کسی دوسری سمت سے دو تین آدمی اور نکل آئے اور انہوں نے راؤ کو جکڑ لیا تبھی راؤ کے حلق سے دھاڑ نکلی۔

"گارساں' سراتو حملہ ہوگیا ہے' حملہ ہو گیا ہے۔"

راؤ سکندر کی پہلی ہی چیخ سن کر سراتو زمین پر گر پڑا تھا اور اس کی آواز بند ہو گئی تھی لیکن ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھیوں نے راؤ سکندر کی آوازیں سن لیں اور وہ سب تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن اچانک ہی ان کے جسموں سے بندوقوں کی نالیں آ لگی تھیں بہت سوں کے جسموں پر نیزوں کی انیاں چبھ رہی تھیں رات کے گہرے اور تاریک سناٹے میں انہیں اپنے چاروں طرف غول بیابانی نظر آرہے تھے وہ بھوتوں جیسے ہی لگ رہے تھے۔ کالے کالے سایوں کی شکل میں لیکن ان کے ہتھیاروں نے ایڈمنڈ گارساں کے ایک ایک ساتھی کو اپنی زد پر لے رکھا تھا اور ایک ایک آدمی پر کئی کئی آدمی مسلط نظر آتے تھے چنانچہ ایڈمنڈ گارساں کی وحشت خیزی بھی کام نہ آ سکی۔ وہ احمق نہیں تھا کہ حالات کا اندازہ لگائے بغیر کوئی ایسی کارروائی کر ڈالتا جو سب کے لئے مہلک ثابت ہوتی چنانچہ اس نے ہاتھ بلند کر دیئے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے ساتھیوں نے بھی۔ سراتو کی گردن پر بھی ایک درانتی رکھی ہوئی تھی اور ایک بھیانک شکل کا آدمی اس کے نزدیک بیٹھا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ سراتو کو صرف اس کی آنکھوں کی سفیدی ہی نظر آ رہی تھی - غرض یہ کہ ایڈمنڈ گارساں کے ایک ایک ساتھی کو بڑی کامیابی سے قابو کر لیا گیا تھا اور قابو میں کرنے والے احمق نہیں تھے وہ ہتھیاروں کا استعمال بھی جانتے تھے اور ہتھیاروں کی موجودگی سے بھی واقف تھے چنانچہ آن کی آن میں دوسرے کئی آدمیوں نے ان لوگوں کے ہتھیار سنبھال لئے اور پیچھے ہٹ گئے اب ایڈمنڈ گارساں یا اس کے کسی ساتھی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا اور یہ سارے کے سارے ہتھیار جو کافی تعداد میں تھے ان لوگوں کے قبضے میں جا چکے تھے راؤ

سکندر کے سر پر ضرب ضرور لگی تھی لیکن وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا یہ اس کی قوت ارادی بھی تھی اور جسمانی طاقت بھی کہ وہ اس وار کو سہہ گیا تھا اور اب تاریکی سے مانوس آنکھیں صورت حال کا بخوبی جائزہ لے سکتی تھیں۔ یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ اس بار شردھانیوں نے اپنے روایتی شور شرابے کے بجائے ان پر شب خون مارا تھا اور نہایت کامیابی سے ان پر قابو پا لیا تھا وہ شردھانیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے تھے پھر ان سب کے ہاتھ رسیوں سے کسے جانے لگے۔ راؤ سکندر کے ہاتھ سب سے پہلے عقب میں باندھ دیئے گئے اور بندش اتنی سخت تھی کہ کلائیوں کی کھال پھٹی جا رہی تھی وہ جانتا تھا کہ باقی لوگوں کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہو گی۔ ایڈمنڈ گارساں اور اس کے ساتھی بالکل خاموش تھے بس ہاتھ کسواتے وقت ان کے حلق سے آوازیں نکلی تھیں۔ لیکن جدوجہد کسی نے نہیں کی تھی۔ راؤ سکندر اسی بات سے خوفزدہ تھا کہ کہیں ایڈمنڈ گارساں ان سے مقابلہ نہ شروع کر دے اس مقابلے کی شکل میں ان لوگوں کی فوری ہلاکت یقینی ہو جاتی۔ شردھانئے بھی خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے تھے۔ اور انہوں نے بھی شور شرابا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی ان سب کو باندھنے کے بعد ایک جگہ بٹھا دیا گیا اور شردھانئے ہتھیار سنبھالے ان کے گرد گشت کرنے لگے کسی نے کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی تھی اور وقت بڑی تیزی سے گزرتا جا رہا تھا یہاں تک کہ رات کی تاریکیاں صبح کی دھندلاہٹوں سے ہم آہنگ ہونے لگیں اور اب شردھانیوں کے لباس وغیرہ نظر آنے لگے وہ بالکل پرسکون تھے اور شاید صبح ہونے کا ہی انتظار کر رہے تھے کچھ اور دیر گزری تو ان لوگوں نے دور ہی سے کچھ گھڑسواروں کو آتے ہوئے دیکھا۔ یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کہ وہ بھی شردھانئے ہی تھے۔ گھڑسوار قریب آ گئے اور گھوڑوں سے اتر کر انکے سامنے پہنچ گئے۔ ان میں دو آدمی نمایاں حیثیت رکھتے تھے ایک تقریباً پینسٹھ یا ستر سالہ قوی ہیکل آدمی تھا جس کا لباس دوسروں سے مختلف تھا دوسرا ایک نوجوان آدمی تھا جو خد وخال سے شردھانی ہی تھا لیکن اس کے اندر کوئی ایسی خاص بات تھی جسے محسوس کیا جا سکتا تھا' الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ دونوں بھی ان لوگوں کو گھورتے رہے اور پھر انہوں نے گرفتار کرنے والوں میں سے ایک کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا اور ان سے کچھ باتیں کرنے لگے ان کی مدھم مدھم آوازیں ان کے کانوں تک گونج رہی تھیں۔ راؤ سکندر نے سراتو سے کہا۔

"سراتو یہ کونسی زبان بولتے ہیں؟"

"شوباری' شر' شوباری۔" سراتو نے جواب دیا۔

"کیا ان کی زبان ہماری سمجھ میں آ سکے گی؟"

"نوشر بالکل نہیں۔" سراتو نے جواب دیا اور راؤ سکندر ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ نوجوان آدمی آگے بڑھا اور ان سب کو گھورنے لگا پھر اس نے انتہائی صاف زبان میں کہا۔ "تمہارا لیڈر کون ہے؟"

ایڈمنڈ گارساں اور دوسرے لوگ تو یہ زبان نہیں سمجھ سکے تھے لیکن راؤ سکندر کا منہ حیرت سے کھل گیا اس نے نوجوان کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ۔"

اشارہ ایڈمنڈ گارساں کی طرف تھا اور نوجوان شردھانی کی نگاہیں گارساں کی جانب اٹھ گئیں گارساں نے کسی قدر سہمے ہوئے لہجے میں راؤ سکندر سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہا ہے یہ۔ کیا کہہ رہا ہے؟"

"یہ مجھ سے لیڈر کے بارے میں سوال کر رہا ہے اور میں نے بتا دیا ہے کہ لیڈر تم ہو۔"

"اوہ مائی گاڈ۔" ایڈمنڈ گارساں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا نوجوان ایڈمنڈ گارساں کے سامنے پہنچ گیا تھا اسی وقت راؤ سکندر نے کہا۔

"شردھانی جوان یہ وہ زبان بھی نہیں سمجھ سکے گا جو تم بول رہے ہو یا میں بول سکتا ہوں۔" نوجوان شردھانی نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس بار اس نے نہایت شگفتہ انگریزی میں ایڈمنڈ گارساں سے کہا۔ "تو تم ان کے لیڈر ہو۔"

ایڈمنڈ گارساں اچھل پڑا تھا راؤ سکندر کا چہرہ بھی حیرت کی تصویر بنا ہوا تھا۔ پروفیسر غوری اور بھرت چندر بھی متعجبانہ نگاہوں سے اس شردھانی جوان کو دیکھ رہے تھے اور اب انہیں اندازہ ہوا تھا کہ اس کا چہرہ دوسروں سے مختلف کیوں محسوس ہو رہا ہے۔ یقیناً وہ ان کے درمیان تعلیم یافتہ تھا ایڈمنڈ گارساں نے ایک دم اپنے آپ کو سنبھالا اور بولا۔ "ہاں میں ان کا لیڈر ہوں۔"

"تمہارے ساتھ بہت لوگ تھے وہ کہاں گئے۔"

"سب منتشر ہو گئے کئی حادثات کا شکار ہو گئے۔" ایڈمنڈ گارساں نے جواب دیا۔

"کیا وہ ان جنگلوں سے نکل گئے؟"

"نہیں ان جنگلوں سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے وہ یہیں بھٹک رہے ہیں۔"

"کیا ان کے پاس ہتھیار موجود ہیں؟" نوجوان نے پھر سوال کیا۔

"نہیں وہ سب نہتے ہیں بالکل نہتے۔" ایڈمنڈ گارساں خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"سنو تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا کیونکہ تم ہمارے کئی ساتھیوں کو قتل کر چکے ہو اس لئے تم کسی رو رعایت کے مستحق نہیں ہو۔ ہاں اس وقت تک ہم سے تعاون کرو جب تک ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں ہو سکتا ہے تمہارے لئے بہتری کا کوئی راستہ نکل آئے لیکن شرط یہی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شرارت نہ کرے کسی ایک کی حرکت باقی سب کی موت بن سکتی ہے اب تمہیں ہمارے ساتھ سفر کرنا ہے نہایت خاموشی سے یہ سفر کرتے رہو اور کسی قسم کی کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش نہ کرو کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں مسٹر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ظاہر ہے اب ہم تمہارے قیدی بن چکے ہیں۔" ایڈمنڈ گارساں نے جواب دیا۔

"تو پھر تم سب کھڑے ہو جاؤ۔" نوجوان شردھانی بولا اور ایڈمنڈ گارساں کے اشارے پر تمام لوگ کھڑے ہو گئے انہیں حلقے میں لے لیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے آگے بڑھنے لگے۔

○

کرنل فیروز کے بدن میں نئی زندگی دوڑ گئی۔ اس احساس نے اسے شگفتہ کر دیا تھا کہ قندیل کی پراسرار کیفیت بے معنی نہیں ہے کم از کم اتنی عقل تو تھی کرنل فیروز کو بھی کہ وہ صورت حال کا اندازہ لگا سکتا بے شک قندیل سے متعلق لاتعداد کہانیاں ایک فوجی ہونے کی حیثیت سے اس کے حلق سے نہیں اترتی تھیں تاہم اس نے ابتدا ہی سے ان کہانیوں سے اتفاق کیا تھا اور دوسروں کے ساتھ شریک ہو گیا تھا خاص طور پر قندیل سے غزال کی دلچسپی نے اسے حقائق سے آنکھیں بند کر لینے پر مجبور کر دیا تھا یہ اس کی غزال سے محبت کی انتہاء تھی جس کا اظہار عملی طور پر یوں ہوا تھا لیکن اس کے بعد جو کچھ بیتی اس نے اس کے حوصلے بھی پست کر دیئے تھے۔ غزال کی گمشدگی کے بعد تو اس کی حالت بہت ہی خراب ہو

گئی تھی جس کے لئے یہ سب کچھ کیا اگر وہی اس دنیا میں نہ رہا تو اس سے بڑا المیہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ تمام باتیں اس کے لئے ناقابل فہم تھیں لیکن اب اسے ان پر اعتماد ہوتا جا رہا تھا کم از کم قندیل کا ماضی اس کے علم میں تھا اور وہ جانتا تھا کہ قندیل سوبارا کے ان جنگلات میں اس سے پہلے کبھی نہیں آئی صرف وہ کہانی اس کے علم میں تھی کہ قندیل کو سوبارا کے جنگلات ہی سے لے جایا گیا تھا اور اب قندیل کے انوکھے انکشافات اور اس کی شخصیت کے بہت سے پراسرار پہلو کرنل فیروز کو یہ یقین دلا رہے تھے کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور اور اس کی انتہا یہ کشتی تھی جس کی نشاندہی قندیل نے کی تھی کوئی بھی ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کشتی کو تلاش کیا جا سکے یا پہلے سے کسی کو اس کے بارے میں معلوم ہو لیکن جو کچھ تھا اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ بہرطور قندیل کی ہدایت کے مطابق اس کشتی کو ندی کے بہاؤ کی جانب لے جایا گیا اور پھر قندیل نے کرنل کو اشارہ کیا اور خود بھی کشتی میں سوار ہو گئی۔ کشتی گو جنگلی طرز پر بنی ہوئی تھی لیکن اس میں اتنی گنجائش تھی کہ یہ دونوں آرام سے اس میں پھیل کر بیٹھ سکیں چنانچہ کرنل کشتی میں بیٹھ گیا اور کشتی کو تھوڑا سا کنارے کی سمت سے پتوار کے ذریعے دھکیل دیا گیا۔ کشتی سبک روی سے ندی کے پانی میں بہنے لگی تھی اس انوکھے سفر کا آغاز بس اچانک ہی ہو گیا تھا۔ کرنل نے اس آغاز سے پہلے یہ نہیں سوچا تھا کہ یہ سفر کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن کشتی میں بیٹھنے کے بعد اس کے ذہن میں یہ وسوسے سر ابھارنے لگے کہ اس سفر کا اختتام کہاں ہو گا اس نے قندیل کا مطمئن چہرہ دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر رہ گیا بہرطور جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا خود اس کے پاس بھی کوئی تجویز نہیں تھی کہ اس کے مطابق عمل کیا جاتا۔ یہاں تو سب کچھ حالات کے تحت ہی ہو رہا تھا اور ان حالات میں اسے قندیل پر ہی اکتفا کرنا پڑا تھا اس کی نگاہیں ندی کے دونوں جانب بھٹک رہی تھیں جہاں مناظر تبدیل ہوتے جا رہے تھے۔ بعض جگہ ندی کی چوڑائی اور کم ہو جاتی اور بڑی بڑی لمبی گھاس جو کناروں سے دونوں سمتوں سے جھک آتی ایک عجیب سی شکل اختیار کر لیتی اور اس کے درمیان سے گزرتے ہوئے انہیں اپنے چہروں کو تیز دھار جیسی گھاس سے بچانا پڑتا ایسے موقع پر وہ کشتی میں چھپ جاتے تھے پھر کوئی دس بارہ منٹ کے سفر کے بعد ندی کا پاٹ چوڑا ہونے لگا کہیں بھی وہ زیادہ چوڑا نہیں ہو سکا تھا۔ کرنل سحر زدہ سا تھا فوجی مہمات میں بے شک اسے بہت سے عجیب و غریب حالات سے گزرنا پڑا تھا لیکن یہ مہم اس

کی زندگی کا ایک ناقابل فراموش واقعہ تھی وہ سب کچھ بھول کر ندی کے اطراف کے سحر میں گم ہو گیا جہاں مناظر لمحہ لمحہ بدل رہے تھے۔ حالانکہ کشتی کی رفتار بہت تیز نہیں تھی' اور وہ ڈگمگائے بغیر اس طرح سفر کر رہی تھی جیسے کوئی نئی کار کسی خوبصورت چکنی سڑک پر چلی جا رہی ہو پھر کرنل کو جنگل میں درندے نظر آئے ان میں سے بعض ندی کے کنارے پانی پیتے ہوئے ملے تھے' ایک جگہ ہاتھیوں کا غول چنگھاڑتا ہوا دکھائی دیا اور کرنل کو بس یوں محسوس ہوا جیسے کوئی فلم اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہی ہو' وہ ساکت و جامد بیٹھا رہا تھا اور ابھی تک اس نے قندیل سے اس سفر کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا' پھر جب کافی دیر گزر گئی اور سورج ڈھلنے لگا تو کرنل کو بے چینی محسوس ہوئی اور اس نے قندیل سے سوال کیا۔

"تمہیں اس کشتی کے بارے میں معلوم تھا اور تم یہ بھی جانتی تھیں کہ ہمیں اس کشتی سے سفر کرنا ہو گا لیکن اس سفر کا اختتام کہاں ہے؟"

قندیل چونک پڑی اس نے اس طرح گردن گھما کر دونوں سمت دیکھا جیسے پہلی بار اسے اس ماحول کا اندازہ ہوا ہو اور پھر اس کی آنکھوں میں کشمکش کے آثار نظر آنے لگے وہ اپنے ذہن پر زور دے رہی تھی' چند لمحات اسی طرح گزرے پھر اس نے کہا انکل میں نہیں جانتی کہ یہ سفر کہاں ختم ہو گا؟ لیکن یہ سفر ہمیں کرنا تھا یہ ضروری تھا میں صرف یہ جانتی ہوں کہ یہ کشتی میرے لئے تیار کی گئی تھی اور مجھے اس میں بیٹھ کر اس ندی میں سفر کرنا ہو گا۔"

"یہ احساس تمہیں کیسے ہوا قندیل؟"

"میں نہیں جانتی انکل' آپ یقین کریں میں نہیں جانتی۔"

"اوہ' کہیں ہمیں کوئی اور حادثہ نہ پیش آ جائے اگر یہ سفر طویل ہوا تو ہم نے تو کھانے پینے کے لئے بھی کوئی بندوبست نہیں کیا۔"

قندیل نے کوئی جواب نہ دیا۔ کرنل کے ہوش دلانے پر وہ اس طرح ہوش میں آ گئی تھی جیسے اب تک خواب کے عالم میں یہ سب کچھ کرتی رہی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "انکل مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"نہیں قندیل خود کو سنبھالو ہمیں ان جنگلات میں ان حالات کا سامنا تو کرنا ہی تھا... اگر تم اب بھی اپنی ذہنی کیفیت کے مطابق اس سفر کا آغاز نہ کرتیں تب بھی ہم وہیں بھٹک رہے ہوتے۔ دیکھو پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے.... میں تو اب اپنے آپ کو طلسم ہوشربا

کے دور میں محسوس کر رہا ہوں اور یہاں میری اپنی سوچ کچھ بھی نہیں رہی.... ٹھیک ہے زندگی ایک بار ہی ملتی ہے اور پھر جب زندگی کو ایک مخصوص سمت لے جانے کے لئے کوئی راستہ نہ ہو تو پھر قدرت پر ہی انحصار کیا جاتا ہے اور اس وقت میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

قندیل کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اب وہ کرنل کی بات نہ سن رہی ہو۔

سورج تیزی سے ڈھلان کی جانب جا رہا تھا اور سرمئی کجلاہٹیں فضاؤں میں اترتی آ رہی تھیں کناروں پر پھیلے ہوئے درخت دھندلاہٹوں میں گم ہوتے جا رہے تھے۔ تاریکی تیزی سے اترتی رہی اور کشتی کا یہ پراسرار سفر جاری رہا پھر چاروں طرف گہرا اندھیرا پھیل گیا۔

قندیل بالکل خاموش تھی اور کرنل فیروز سہمی ہوئی نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھ رہا تھا جس میں اب کچھ واضح طور پر نظر نہیں آ رہا تھا بس دھندلے دھندلے سے سائے تھے جو اسے اپنے اطراف میں بکھرے ہوئے محسوس ہوتے تھے' یوں لگتا تھا جیسے ساری کائنات ایک پراسرار تاریک خلاء میں تبدیل ہو گئی ہو اور کرنل کسی خلائی جہاز میں بیٹھا ست روی سے خلاء کا سفر طے کر رہا ہو..... اگر قندیل اسے نظر نہ آتی تو یونہی محسوس ہوتا جیسے اس کائنات میں اس کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا ہو۔ پھر ایک ہلکی ہلکی آواز فضا میں گونجنے لگی اور کرنل نے چونک کر اپنا ذہن اس آواز کی جانب مرکوز کر دیا ایک سرسراہٹ سی تھی جس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا تھا۔

کرنل خاموشی سے اس آواز کو سنتا رہا پھر اچانک اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بادل ان کی جانب لپک رہا ہو کشتی اس بادل میں داخل ہوتی جا رہی تھی کرنل نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا قندیل ذرا پلٹ کر دیکھو' یہ کیا ہے۔"

تاریک دھوئیں کا غول بدستور اس جانب بڑھ رہا تھا' قندیل نے پلٹ کر دیکھا' اور خاموشی سے اس کی جانب گردن گھمائے دیکھتی رہی۔ کرنل کی وحشت زدہ نگاہیں بھی اسی سیاہ طوفان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ جو برق رفتاری سے منہ کھولے انہیں نگلنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر کشتی اس تاریک طوفان میں داخل ہو گئی اور کرنل کو وہ گونج یہاں شدید محسوس ہونے لگی جسے وہ دیر سے سنتا رہا تھا اور اچانک ہی صورت حال ان پر منکشف ہوئی۔

وہ تاریک بادل نہ تھے جو ان کی جانب آ رہے تھے بلکہ کوئی عظیم الشان پہاڑی سلسلہ تھا' جس سے یہ ندی گزرتی تھی۔ پہاڑوں میں بنا ہوا یہ محرابی دروازہ قدرتی تراش ہی کا نتیجہ تھا اور کشتی اس محرابی دروازے سے اندر داخل ہو گئی تھی چٹانوں سے یہ گونج منتشر ہو رہی تھی اور اب اس کے بارے میں اندازہ لگایا جا سکتا تھا یقینی طور پر پانی کسی خاص چیز سے ٹکرا رہا تھا۔ ویسے بہاؤ میں کوئی انتشار نہیں تھا البتہ کشتی کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی کرنل کو خوف محسوس ہوا کہ یہاں انہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ جائے ہو سکتا ہے ندی کا بہاؤ کسی خاص سمت مڑ رہا ہو اور کشتی کا توازن برقرار نہ رہ سکے تاریکی کی وجہ سے وہ صورت حال کو سنبھال بھی نہیں سکتے تھے۔ کرنل دہشت کے عالم میں گہری گہری سانسیں لیتا رہا آواز اب بہت زیادہ تیز ہو گئی تھی اس پہاڑی سلسلے میں داخل ہوئے انہیں چار یا پانچ منٹ گزر چکے تھے اور کشتی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی کرنل اب کچھ مایوس سا ہو گیا تھا یقینی طور پر کوئی ایسی صورت حال ہے جو آگے چل کر کسی خوفناک حادثے میں بدل سکتی ہے لیکن وہ اپنے آپ کو بے دست و پا پا رہا تھا کیا کہہ سکتا تھا تاریکی کی خوفناک چادر ان پر مسلط تھی اور اس پہاڑی کٹاؤ میں داخل ہونے کے بعد تو ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا' پانی کی آواز بتاتی تھی کہ وہ پتھروں سے ٹکرا رہا ہے اور یقینی طور پر وہاں سے اپنا رخ بدل رہا ہے اور آواز اس کی نشاندہی کرتی تھی....

اضطراب کے یہ لمحات شدید سے شدید تر ہوتے رہے پھر اچانک انکے جسموں کو ایک زور دار جھٹکا لگا اس کے ساتھ ہی درخت کے تنے سی بنی ہوئی کشتی کسی چٹان سے ٹکرائی تھی اور ایک دم رک گئی تھی کشتی کا رک جانا انتہائی حیرت ناک تھا کرنل کی گہری گہری سانسیں ابھرتی رہیں' قندیل پراسرار طور پر خاموش تھی کرنل نے ایک ہاتھ دونوں آنکھوں پر رکھ لیا اور چکراتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتا رہا۔ کشتی میں ہلکی ہلکی جنبش ضرور تھی۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ وہاں سے آگے نہیں بڑھے گی اس تمام صورت حال کا کوئی جائزہ بھی نہیں لیا جا سکتا تھا' کیونکہ بے پناہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی کرنل وقت کا انتظار کرنے لگا' اب دیکھئے کیا واقعہ رونما ہوتا ہے' قندیل کی کوئی آواز اسے سنائی نہیں دی تھی' پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹایا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے بینائی اس تاریکی میں بھی اپنے لئے جگہ بنا چکی ہو..... وہ اپنے چاروں طرف اس پہاڑی کٹاؤ کو دیکھ رہا

تھا جو ناہموار تھا اور جگہ جگہ چٹانیں سروں پر لٹکی ہوئی محسوس ہوتی تھیں' کشتی جس جگہ رکی تھی وہاں سے نیچے وہ خوفناک ندی گہرائیوں میں چلی جاتی تھی اور ایک بڑی سی چٹان کے نیچے سے گزر رہی تھی' پانی یقینی طور پر کشتی کو تنکے کی طرح ان گہرائیوں میں بہالے جاتا اگر چٹان اسے جگہ دیتی۔ کشتی اس چٹانی پلیٹ فارم سے ٹکرا کر رک گئی تھی جو اس سے صرف دو فٹ اونچا تھا اور اس کے نیچے یقینی طور پر ندی کو گزرنے کے لئے بہت تھوڑی سی جگہ ملی تھی کرنل بے اختیار کشتی میں کھڑا ہو گیا اس وقت زندگی بچانے کے لئے اس چٹانی پلیٹ فارم پر ہی چڑھ جانا ضروری تھا جس کی وسعت کے بارے میں ابھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکا تھا اس نے بے اختیار قندیل سے کہا۔

"قندیل اوپر آ جاؤ اوپر آ جاؤ' کہیں یوں نہ ہو پانی کا زور ہمیں اس کشتی سمیت اس خلاء سے گزار دے جو اس چٹان کے نیچے موجود ہے۔"

قندیل نے تعرض نہ کیا۔ کرنل نے پہلے اسے سہارا دے کر چٹانی پلیٹ فارم پر چڑھایا اور پھر خود بھی اوپر آ گیا.... کنارے پھسلواں تھے' یقینی طور پر چٹان پر کائی جمی ہوئی تھی' جو اس پانی سے ٹکرانے کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ کرنل قدم سنبھالے ہوئے اس پھسلواں پلیٹ فارم پر آگے بڑھتا رہا۔ خوف یہ تھا کہ اگر اس سے پھسل کر نیچے جا گرے تو پھر بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چٹانوں کی یہ درز' کشتی کے لئے سد راہ ثابت ہوئی تھی' لیکن دو انسانوں کا اس درز سے گزر جانا بہت آسان تھا۔ چنانچہ کرنل قندیل کو سنبھالے ہوئے آگے بڑھتا رہا..... کوئی دس بارہ فٹ کے بعد انہیں کائی اور پھسلن سے نجات مل گئی اور وہ خشک جگہ پہنچ گئے۔ کرنل کو یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ تھوڑے فاصلے پر چل کر چٹان دیوار کی شکل نہ اختیار کر گئی ہو' کیونکہ اس پھسلن پر کسی بھی وقت کوئی حادثہ بھی ہو سکتا تھا.... لیکن یوں لگتا تھا جیسے یہ پلیٹ فارم کافی وسیع ہو کائی اور پھسلن سے نجات حاصل کرنے کے بعد کرنل نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں اور شدت حیرت سے گنگ رہ گیا' جسے وہ ایک چوڑی چٹان سمجھا تھا وہ تو ایک لق و دق میدان کے مانند تھی جو اس پہاڑی کٹاؤ میں تاحد نظر پھیلا ہوا تھا اور دونوں سمت ہی نہیں بلکہ سامنے کی طرف سے بھی یہ پتھریلا سلسلہ نہ جانے کہاں تک چلا گیا تھا اس خوفناک جگہ آنے کے بعد اب کوئی اور سوچ تو بے مقصد ہی تھی' کوئی تصور ذہن میں نہیں لایا جا سکتا تھا' واپسی کی راستے بھی مسدود تھے' بھلا ندی کے بہاؤ پر واپسی کا

سفر طے کر کے اس چٹانی طلسم سے کیسے نکلا جا سکتا تھا۔

چنانچہ بہتر یہی تھا کہ اس چٹان کا دوسرا سرا تلاش کیا جائے ذہن دوڑانے سے کرنل نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہو سکتا ہے اس پہاڑی سلسلے کے دوسرے سرے پر وہ ندی پھر سے مل جائے' جس سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچے تھے لیکن اس کا دوبارہ مل جانا بھی بے سود تھا کیونکہ آگے کا سفر کیسے کیا جا سکتا تھا کشتی بے شک اس چٹان سے ٹکرا کر رک گئی تھی لیکن کیا اس وزنی درخت کے تنے کو اس پھسلن زدہ جگہ سے کسی طور اوپر اٹھایا جا سکتا ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اس پھسلن زدہ جگہ پر تو اپنے جسم کو ہی سنبھالنا آسان نہیں تھا اور پھر درخت کا وہ تنا جو پانی کے سینے پر پھسلتا ہوا یہاں تک آیا تھا اتنا ہلکا بھی نہیں تھا کہ ایک یا چند افراد اسے اوپر اٹھا سکیں۔ تاہم کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا' چنانچہ کرنل قندیل کا ہاتھ پکڑے ہوئے سیدھ میں آگے بڑھتا رہا۔ یہ عظیم الشان پہاڑی خول دنیا کا حیرت ناک عجوبہ تھا۔ عام حالات میں اگر اس کے بارے میں سوچا جاتا تو عقل شاید اسے تسلیم نہ کرتی ایک پوری ندی پہاڑی سرنگ میں سما گئی تھی اور اس کے بعد پہاڑوں کے نیچے سے گہرائیوں میں داخل ہو کر دوسری جانب نکل گئی تھی گویا ان پہاڑوں نے ندی کے سفر کا راستہ مکمل طور سے روک دیا تھا' زیادہ سے زیادہ دوسری سمت سے آنے والا ان پہاڑی چٹانوں تک پہنچ سکتا تھا' جو ندی کے راستے میں حائل تھیں' لیکن کسی بھی ذریعے سے وہ آگے کی جانب سفر نہیں کر سکتا تھا' چٹانوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے انہیں تقریباً ڈیڑھ منٹ گزر گیا تب کرنل نے محسوس کیا کہ اب یہ چٹانی سلسلہ سکڑتا جا رہا ہے اور وسعتیں اتنی نہیں رہ گئی ہیں جتنی عقب میں تھیں' یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جسے صرف ایک گورکھ دھندہ کہا جا سکتا تھا' چٹانیں یہاں تنگ ہو گئی تھیں' کرنل نے ایک لمحے کے لئے رک کر قندیل کو دیکھا' لیکن اپنے آئندہ اقدامات کے بارے میں قندیل سے کوئی سوال کرنا بے معنی ہی تھا۔ چنانچہ اس نے قندیل کا ہاتھ پکڑا اور اس سرنگ نما دہانے سے اندر قدم رکھ دیا۔ دفعتہ ہی ان کے کانوں میں ایک عجیب سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔ یہ بھنبھناہٹ بہت مدہم تھی لیکن جوں جوں ان کے قدم آگے بڑھ رہے تھے بھنبھناہٹ تیز ہوتی جا رہی تھی کرنل اس پر غور کرنے لگا اسے بس یہی محسوس ہوا جیسے لاتعداد انسان بہت مدہم لہجے میں ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے ہوں لیکن ان آوازوں کا کوئی مفہوم نہیں

تھا۔ کرنل کے قدم رک گئے اور وہ دھڑکتے دل پر قابو پانے کی کوششیں کرنے لگا ان
آوازوں کا راز سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ قندیل اس کے ساتھ ایک بے جان وجود کی مانند تھی
خود اس کے منہ سے ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ چند لمحات رکنے کے بعد کرنل کے
قدم پھر آگے بڑھنے لگے اور بھنبھناہٹوں کی آوازیں مسلسل اس کے کانوں میں گونجتی رہیں
اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ یہ بھنبھناہٹیں انسانی آوازیں ہی تھیں لیکن
رات کی گہری تاریکیوں میں اسے وہ انسان نہیں نظر آ رہے تھے جن کی یہ آوازیں تھیں۔
خوف دہشت اور پریشانی آخری حدوں کو چھو رہی تھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا پیچھے ہٹنا
بھی بے معنی ہی تھا اور آگے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کیا ہے پھر اچانک ہی
ایک مدھم سی روشنی کی شعاع چھت کی بلندیوں سے نیچے اترنے لگی اور کرنل کی دہشت
زدہ نگاہیں اس جانب اٹھ گئیں۔

○

لوئس دیر تک راج دیو سے باتیں کرتا رہا تھا اور راج دیو نے اسے یہی اطمینان دلایا تھا
کہ وہ بالآخر سوبارا سے نکلنے کے راستے تلاش کر لے گا ان حالات میں یہی ضروری تھا پھر
راج دیو نے غزال سے کہا۔

”بہت احتیاط سے انہیں ہینڈل کرنا ہے - تم نے میری باتوں سے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ
میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔“

”کسی حد تک انکل۔“

”اس کے علاوہ چارہ کار بھی کیا ہے ہم دو افراد کچھ بھی نہیں کر سکتے جبکہ جنگل خطرات
سے پر ہے ان لوگوں کو ساتھ لیکر جنگلوں میں بھٹکیں گے اور اپنے ساتھیوں کو تلاش کریں
گے اگر یہ ممکن نہ بھی ہو سکا تو بھی ممکن ہے راستہ مل جائے۔“

”لیکن انکل‘ وہ لوگ...... میرے ڈیڈی‘ قندیل اور دوسرے۔“ غزال افسردہ لہجے میں
بولا۔

”نہیں غزال‘ میرے بیٹے میں بالکل خود غرض نہیں ہوں۔ میں ان سب کی زندگی کا
خواہاں ہوں اگر اس دوران بھی ہمیں نہ ملے تو میں گونڈا سوبارہ جاؤں گا اور حکومت سے مدد
کی درخواست کروں گا مجھے یقین ہے کہ میں بھرپور امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں

گا اور ہم بہتر وسائل کے ساتھ انہیں تلاش کر سکیں گے۔ دوسری صورت میں غزال میں
تمہاری پیش کی ہوئی ہر تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی
جائے۔“

”نہیں انکل میں جانتا ہوں۔“ غزال نے کہا۔

”یہ بہت مناسب رہے گا اتفاقات ہمیں ان لوگوں کے سامنے لے آئے ہیں اور تم نے
اندازہ لگا لیا ہو گا کہ یہ لوگ نیم جنونی کیفیت کا شکار ہیں ان سے انحراف کیا تو یہ ہمارے
دشمن بن جائیں گے۔ انکی تعداد ہم سے زیادہ ہے اور پھر ہم تو بالکل ہی نہتے ہیں۔ یوں بھی
ان سے جنگ بے عقلی ہو گی۔“

غزال نے راج دیو سے اختلاف نہیں کیا۔ واقعی کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ
میں تمہیں ایک بات اور بتا دوں واپسی کے راستوں سے زیادہ عدم واقفیت کا اظہار بھی نہیں
کرنا ہے ورنہ ان کی ہم سے دلچسپی ختم ہو جائے گی دوسری صورت میں ہمیں مراعات حاصل
رہیں گی۔ اس کے لئے میں نے سوچا ہے کہ لوئس کے ساتھ مل کر راستوں کے نقشے بناؤں
گا اور ہوشیاری سے انہیں ان راستوں پر لے جاؤں گا جن پر ہمارے ساتھی ہمیں مل سکتے
ہیں۔“

”مجھے آپ سے مکمل اتفاق ہے انکل۔“ غزال نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہتر ہے ذہن کو سکون دیکر سونے کی کوشش کرو‘ میں جانتا ہوں تم کس قدر پریشان
ہو گے لیکن ایک مہم جو کی حیثیت سے میں کچھ باتیں ضرور کہوں گا۔ زندگی ایک بار ملتی ہے
موت بھی ایک بار آتی ہے موت اگر طاقتور ہے تو زندگی طاقتور ترین۔ وہ موت سے لڑنا
جانتی ہے وہ لوگ آسانی سے موت کا شکار نہ ہوں گے اور موت وقت کی تابع ہے لوگ ہم
سے زیادہ برے حالات کاشکار نہ ہوئے ہوں گے لیکن دیکھ لو ہم زندہ ہیں۔ میں نے اپنی
زندگی میں لاتعداد بار موت کو بہت قریب سے دیکھا ہے وہ زندگی سے خوفزدہ رہتی ہے۔“

راج دیو کروٹ بدل کر لیٹ گیا۔

غزال چت لیٹا آسمان کو گھورتا رہا اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا وہ اپنے ذہن کو ان
خیالات سے آزاد نہ کرا سکا - کرنل فیروز یوں تو پوری زندگی ایک مثالی باپ ثابت ہوئے تھے
انہوں نے غزال کی ساری زندگی آسائش سے بھر دی تھی کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی لیکن

اس مرتبہ انہوں نے انتہا کر دی تھی ایک انسان کسی بھی رشتے کے تحت اس سے بڑا ایثار نہیں کر سکتا تھا اس نے قندیل کو چاہا کرنل نے اس کی خواہش کے سامنے سر جھکایا کرنل کا معیار غزال کے لئے عمدہ سی لڑکی مہیا کر سکتا تھا غیر معیاری تو راؤ سکندر بھی نہ تھا لیکن جب قندیل کی ذہنی حالت بدلی تو کرنل اس رشتے سے منہ موڑ سکتے تھے لیکن وہ ایک اچھے باپ ہی نہیں اچھے انسان بھی تھے۔ انہوں نے خود غرضی سے کام نہ لیا اور غزال کے دل کی طلب کو مدنگاہ رکھتے ہوئے قندیل سے انحراف نہ کیا۔ غزال اچھی طرح جانتا تھا کہ کرنل صرف اس کی وجہ سے اس مہم جوئی پر آمادہ ہوئے تھے اور انہوں نے زندگی داؤ پر لگا دی تھی انہوں نے قندیل کو صرف اس کی خواہش پر اس کی زندگی میں شامل کر دیا تھا وہ جانتا تھا کہ کرنل کو اس کی گمشدگی پر کتنا تردد ہو گا آہ' خدا انہیں زندگی عطا کرے۔ اور قندیل۔ کیا اس کی پراسرار کیفیت کا حل مل جائے گا آخر کون ہے وہ.....؟

چاروں طرف مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی آسمان پر ستارے کھلے ہوئے تھے چاند بادلوں سے اٹھکیلیاں کر رہا تھا۔ اطراف کے درخت خوفزدہ محسوس ہو رہے تھے اور دور سے پانی کی مسلسل شرر شرر سنائی دے رہی تھی۔ ہوائیں ایک پر سرور موسیقی بکھیرتی پھر رہی تھیں۔ اس نے محسوس کیا کہ راج دیو سو چکا ہے اس کی سانسیں تیز ہو چکی تھیں لوئس کے ساتھی بھی بے خبر لگ رہے تھے۔

"انکل۔" اس نے آہستہ سے رج دیو کو پکارا لیکن راج دیو کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ نیند کا دور تک پتہ نہیں تھا۔ ذہن شدید الجھنوں کا شکار تھا۔ راج دیو کی نصیحتیں اپنی جگہ لیکن دل کمبخت کو کیا کرتا جس میں ایک طرف کرنل فیروز کا خیال تھا تو دوسری طرف قندیل کا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ قندیل اگر تم پراسرار قوتوں کی مالک ہو تو میرے ڈیڈی کی حفاظت کرنا۔ اگر انہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ دل کی بے چینی نے زیادہ بے کل کیا تو اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور ٹہلتا ہوا دور نکل گیا۔ خوف کی ایک لہر ماحول کو دیکھ کر دل میں بیدار ہوئی تھی لیکن پھر خود پر ہنس دیا۔ اب خوف کی کیا گنجائش ہے۔ اس کے بعد کس شے کا خوف پیدا ہو سکتا ہے وہ آگے بڑھتا رہا اور کافی فاصلہ طے کر کے دریا کنارے پہنچ گیا۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں پانی کی سفید دھاریں جگنوؤں کی طرح چمک رہی تھیں۔ خوبصورت گول پتھر پانی کے ساتھ لڑھک لڑھک کر جگہ

تبدیل کر رہے تھے۔ اور ان کی سرسراہٹیں حسین آوازیں پیدا کر رہی تھیں وہ ایک پتھر پر بیٹھ کر ان لڑھکتے ہوئے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو دیکھنے لگا۔ انسانی آبادیوں سے دور انسانوں کے ذہن کے تصور سے بھی دور ان ویرانوں میں پتھروں کا یہ کھیل نہ جانے کب سے جاری ہو گا' آبادیوں کے رہنے والے مصنوعی زندگی کے رسیا ان قدرتی مناظر کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے حالانکہ یہ ایک الگ زندگی ہے اس زندگی کی اپنی کہانیاں ہیں۔ مہذب بستیوں کے لئے خوفناک لیکن اپنے طور پر قانون قدرت کی مظہر۔ اور یہی ایک جگہ کیا گھنے درختوں کے درمیان جب صبح کا آغاز ہوتا ہے جب پرندے اپنے گھونسلوں سے نکل آتے ہیں۔ چھوٹے جانور اپنے بلوں سے نکل کر خوراک کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں سورج کے ساتھ ان کی زندگی کا سفر چھوٹی چھوٹی کہانیوں سے عبارت' وحشی درندے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے شکار کی تلاش میں اور.....اور.....

لیکن سوچ کا یہ سفر جاری نہ رہ سکا۔ اچانک ایک آہٹ ہوئی اور اسی وقت چاند بادلوں کی اوٹ سے نکل آیا۔ چاندنی زمین پر سمٹ آئی اور اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ اس کی حسین آنکھوں میں ستارے ٹمٹما رہے تھے۔

"لکشیا بورے باؤ تا....." اس کی نغمہ بار آواز ابھری اور غزال اسے دیکھتا رہ گیا۔

یہ وہی سنگ زادی تھی جو اس پر سحر چاندنی میں بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے گردن جھٹکی جیسے اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا ہو۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر غزال کے پتھر کے گرد ایک دائرہ بنایا اور بڑے دل آویز انداز میں بولی۔

"کوغل۔"

غزال سحر زدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ماحول بھی کچھ ایسا ہی تھا چاندنی میں نہائے دریا کے پتھروں کے درمیان بہنے والے پانی کی شرر شرر اس میں تڑپتی سنہری کرنیں۔ چاروں طرف ہو کا عالم، خاموش سوئے ہوئے درخت اور وہ جو اس چاندنی کی ہی تخلیق معلوم ہوتی تھی۔

پتھروں میں بہہ کر آنے والے پھول چاند کی وادی میں خوش آمدید۔" اس نے کہا۔

غزال اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھے رہو۔ بیٹھے رہو اس دائرے سے نکل کر ہمارے درمیان زبان کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تم، تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

"کب؟"

"جب میں اپنے ساتھی کو جگانے گیا تھا۔"

"سورج نے کہا کہ میرا اجنبی نگاہوں میں آنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے میں کرنوں کی آڑ میں ہو گئی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سورج میرا باپ ہے وہی میری رہنمائی کرتا ہے اور میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتی ہوں مجھے منع کیا جاتا ہے کہ اجنبی نگاہوں کے سامنے نہ آؤں اور جو میں نہیں جانتی سورج مجھے بتا دیتا ہے۔"

"کل تم سنگ زادی تھیں اور آج سورج کی بیٹی بن گئیں۔" غزال نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا تم مجھ پر یقین نہیں کرتے۔ تمہارے ذہن میں میرے لئے کوئی شک ہے۔ سورج

کے وجود سے زمین پر نمود ہوتی ہے اس کے بدن کی گرمی زمین سے پانی کھینچتی ہے اور پھر وہ اس پانی کو بلندیوں پر لے جا کر زمین پر برسا دیتا ہے۔ اس طرح زمین پر کونپلیں پھوٹ آتی ہیں۔ میں بھی ایک کونپل تھی یہ درخت اور زمین جیسے سورج کا راز ہوں سو میں نے غلط تو نہ کہا تھا۔ یہ راز سب کو تو نہیں بتایا جا سکتا۔"

"مجھے کیوں منتخب کیا گیا؟"

"تم کوغل ہو۔ میری پسند۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"تمہیں یہاں اور کوغل نہیں نظر آئے۔" غزال بے اختیار ہنس کر بولا۔

"کوغل؟" وہ حیرت سے بولی۔

"ہاں ذرا اس طرف دیکھو۔ ان چٹانوں کے دوسرے سرے پر.... وہاں بہت سے کوغل اگے ہوئے ہیں تعجب ہے تم نے انہیں نہیں دیکھا۔"

"اوہ وہ ان میں سے کوئی تم جیسا نہیں ہے۔ تم ان سے الگ ہو اور پھر سورج نے مجھے ان کے قریب جانے کی اجازت نہیں دی۔"

"کل تم کہہ رہی تھیں کہ تم نے اپنا جیسا پہلی بار دیکھا ہے۔"

"تمہاری باتوں سے میری دل آزاری ہو رہی ہے۔ تم مجھے تسلیم کرنے سے گریز کر رہے ہو۔" اس کی مسکراہٹ مضمحل ہو گئی۔

"تمہارے ہاتھوں میں یہ نیزہ ان جیسا ہے۔ ایسے ہتھیار انہوں نے اپنے لئے بنائے ہیں۔"

"کیا میں تمہیں بری لگتی ہوں۔ تمہاری باتوں میں پیار کے بجائے طنز ہے۔" وہ اداسی سے بولی۔

"تم سچائی کی منزلوں میں آ جاؤ۔ میں تم سے دلچسپی سے باتیں کروں گا۔" غزال نے کہا اور پھر چونک پڑا۔

سامنے سے ایک پتھر کے لڑھکنے کی آواز آئی تھی۔ غزال نے ایک بڑی چٹان سے ایک شخص کو نیچے کودتے ہوئے دیکھا۔ پتھر اس کے ساتھ نیچے آیا تھا۔ غزال کی پوری توجہ آنے والے کی طرف ہو گئی۔ پھر اس نے گردن گھمائے بغیر کہا۔ "دیکھو ایک اور کوغل ہمارے پاس...." لیکن اچانک ہی اسے احساس ہوا کہ لڑکی غائب ہے۔

وہ اچھل پڑا۔ لڑکی کا پراسرار وجود اب اس کے سامنے نہیں تھا۔ آنے والا تیزی سے غزال کے پاس آ گیا۔ پھر وہ اچھل کر ایک پتھر پر چڑھ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ غزال کی نظریں بھی آس پاس بھٹک رہی تھیں لیکن چاروں طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ آنے والے کو غزال نے پہچان لیا تھا وہ لوئس کے آدمیوں میں سے ایک تھا۔ اس نے کئی پتھروں پر چڑھ کر لڑکی کو تلاش کیا اور اس میں ناکام رہ کر غزال کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

وہ کافی تنو مند اور خونخوار آدمی تھا۔ دن میں غزال نے اسے لوئس کے آدمیوں میں شامل دیکھا تھا لیکن سب لوگوں سے ان کا تعارف نہیں ہوا تھا اس کی خونخوار آنکھیں، غزال کو گھورتی رہیں اور پھر اس کی بھاری آواز ابھری۔

”میرا نام ہڈسن ہے۔“

”ہیلو۔“ غزال نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”نو جیتے جاگتے انسان میرے ہاتھوں موت کی آغوش میں پہنچ چکے ہیں کیا سمجھے؟ لندن کے زیر زمین حلقوں میں مجھے لیوپرڈ کہا جاتا ہے۔“

”بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر مسٹر لیوپرڈ یا مسٹر ہڈسن۔“ غزال نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

”ان پنجوں کی چوڑائی دیکھ رہے ہو ان کی گرفت میں جو گردن آ گئی وہ دوبارہ واپس مڑ کر اپنی جگہ نہیں پہنچ سکی۔“ وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا اور غزال کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

”اب اس بکواس کا مقصد بھی بتا دو۔“ اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”وہ لڑکی یہاں کیا کر رہی تھی؟“ ہڈسن نے پوچھا۔

”جھک مار رہی تھی اور تم بھی میرے خیال میں جھک ہی مار رہے ہو جو بکواس تم نے کی ہے اس کا جواب میں تمہیں اسی وقت دے سکتا ہوں لیکن بہتر یہی ہے کہ دماغ ٹھنڈا رکھو۔ جن نو جیتے جاگتے انسانوں کو تم نے موت کی آغوش میں سلایا ہے ان میں سے ایک بھی مجھ جیسا نہ ہو گا اگر چاہو تو پہلے اس کا فیصلہ کر لیں اس کے بعد باقی باتیں کریں گے۔“

”ابھی تم سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔“

”تو پھر اس دشمنی کا آغاز کیوں کر رہے ہو تم جو کوئی بھی ہو لندن کے لیوپرڈ یا فرانس کے اژدھے مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ رہا اس لڑکی کا سوال تو میں خود تم سے اس

کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ مجھے ابھی تم لوگوں میں شامل ہوئے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گزرے۔“ ہڈسن کے چہرے پر کسی قدر نرمی کے آثار نظر آئے پھر اس نے کہا۔

”وہ سفینہ ہے۔“

”آگے بڑھو۔“ غزال لاپروائی سے بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”میرا مطلب ہے اس سے آگے بتاؤ اس کے بارے میں کیا وہ تمہارے گروہ میں شامل ہے؟“

”ہاں وہ ترکی نژاد ہے اور پروفیسر حشمت بے کی بیٹی ہے۔“

”اوہ۔“ غزال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہو گئی ہڈسن جلدی سے بولا۔

”اور میں اسے چاہتا ہوں۔“

”بڑی خوشی ہوئی میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔“

”میں کسی طور یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اسے کسی دوسرے کے قریب دیکھوں اور سنو تم دوبارہ اس سے ملنے کی کوشش نہیں کرو گے۔“

”ڈیئر مسٹر ہڈسن میری اس سے ملاقات دوسری بار ہوئی ہے لیکن تم سے گفتگو کرتے ہوئے مجھے کچھ دقت محسوس ہو رہی ہے کیونکہ تمہاری باتیں غیر دوستانہ ہیں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اس لڑکی سے متاثر ہوا ہوں تو اس غلط فہمی کو دل سے نکال دو۔“

”اوہ تو تم، تو تم۔“

”قطعی نہیں میں اس سے کل چند لمحات کے لئے ملا تھا اور اس وقت وہ خود ہی سنگ زادی بن کر میرے سامنے آئی تھی اور مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اب تم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ کسی پروفیسر حشمت بے کی بیٹی ہے۔ اس کا نام سفینہ ہے اور وہ ترکی نژاد ہے کل جب ہم یہاں پہنچے تھے تو میرے ہوش میں آنے کے بعد وہ میرے سامنے ایک عجیب و غریب لباس میں آئی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ انہی پتھروں میں پیدا ہوئی ہے اور انسان نہیں ہے آج وہ اپنے آپ کو سورج زادی بتا رہی تھی لیکن میں اسے جو کچھ سمجھ سکا ہوں اسے میرے ذہن ہی میں رہنے دو۔ تم اگر اسے چاہتے ہو تو اس پر مجھے

کوئی اعتراض نہیں ہے تمہاری تسلی کے لئے ایک بار پھر میں اپنے الفاظ دہرا دوں کہ میرے دل میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں پیدا ہوئی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے دوست دراصل میں اسے تمہارے قریب دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا وہ ایسی شرارتوں کی عادی ہے نت نئی شرارتیں سوچتی رہتی ہے۔ یہاں ان حالات میں ظاہر ہے مسٹر لوئس، پروفیسر حشمت بے کو کسی مشکل کا شکار نہیں ہونے دیتے اور اسے صورت حال کا کوئی اندازہ نہیں ہے ورنہ اس کی شرارتیں باقی نہ رہتیں۔ ہم سب زندگی اور موت کی مشکل میں گرفتار ہیں لیکن اس نے ابھی ان مشکلات کو قبول نہیں کیا۔ فطرتاً بہادر لڑکی ہے اور اپنے آپ میں مست رہنا جانتی ہے۔ ویسے مردوں کو بے وقوف بنانا اس کی ہابی ہے اور یقیناً اب تمہارے چکر میں ہو گی کیونکہ تم نئے آدمی ہو۔"

"گویا وہ یہاں کئی لوگوں کو بے وقوف بنا چکی ہے۔"

"ہاں اس کی کوششیں جاری رہتی ہیں تفریح پسند ہے لیکن زمانے کی شناسا نہیں ہے کسی بھی وقت اس کی کوئی حماقت اسے لے ڈوبے گی اور اس کے بعد۔"

"ٹھیک ہے، اطمینان رکھو کم از کم تمہیں میری ذات سے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ ویسے تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے اس سنگ زادی کی حقیقت بتا دی میں نے تو پہلے ہی اسے غیر انسانی مخلوق تسلیم نہیں کیا تھا لیکن اس جنگل کا پرسحر ماحول مجھے الجھائے ہوئے ضرور تھا۔"

ہڈسن کا انداز ایک دم بدل گیا اور اس نے اپنا ہاتھ غزال کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اب تک جو تلخ گفتگو ہوئی اس کے لئے میں تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں لیکن سفینہ اس نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔ میرا تعلق یورپ سے ہے اور ہمارے ہاں کسی کی قربت مشکل نہیں ہوتی لیکن اس ترکی حسینہ نے میرے ہوش و حواس چھین لئے ہیں۔ خیر مجھے یقین ہے کہ تم نے اس غلط فہمی کے لئے مجھے معاف کر دیا ہو گا۔ آؤ واپس چلیں وہ چھلاوے کی مانند پھرتیلی ہے۔ دیکھو پتھروں کی آڑ میں کس طرح غائب ہوئی کہ اب اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔" ہڈسن نے کہا۔

غزال اس کے ساتھ واپس پلٹ پڑا۔ ہڈسن خاموشی سے دوسرے لوگوں تک آ گیا تھا تب غزال نے کہا۔

"سنو ڈیئر مسٹر ہڈسن اگر وہ کبھی تمہیں میرے قریب نظر آئے تو کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا۔ میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں اور مجھے ان حماقتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تاہم اس کی ان شرارتوں کا جواب دینے کے لئے اگر کبھی میں اس کے قریب نظر آؤں تو کسی غلط فہمی کو دل میں جگہ نہ دینا۔"

ہڈسن ہنسنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "آرام کرو جو ناخوشگوار گفتگو ہوئی ہے ایک بار پھر اس کے لئے تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

غزال نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہڈسن آگے بڑھ گیا پھر وہ ایک جگہ زمین پر بیٹھ گیا۔ غزال راج دیو کے پاس آ بیٹھا تھا جس کے خراٹے مسلسل ابھر رہے تھے اور اسے بسنت کی کچھ خبر ہی نہیں تھی غزال زمین پر لیٹ گیا۔ زمین ٹھنڈی تھی اور آسمان پر چاند کی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔

تیز روشنی نیند کو آنکھوں میں داخل ہونے نہیں دے رہی تھی لیکن غزال سونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا نام سفینہ تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگل کے اس پرسحر ماحول میں اس نے اپنی شخصیت سے غزال کو ڈانواں ڈول کر دیا تھا۔ کم از کم اس حد تک کہ وہ کافی پراسرار معلوم ہو رہی تھی اور اس کا حسن بھی سحر خیز تھا لیکن غزال اس حیثیت سے اس سے متاثر نہیں ہوا تھا البتہ جنگل کی یہ پراسرار مخلوق اسے عجیب لگی تھی۔ دیر تک وہ اس کے بارے میں سوچتا رہا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں نیند آنا ضروری تھا ورنہ دوسرا دن کہولت کا شکار گزرتا۔ لوئس، ہڈسن اور ان تمام دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوا وہ بالآخر گہری نیند سو گیا۔

دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج کی کرنوں نے تباہی مچا دی تھی۔ اسے جاگنے کے فوراً بعد لڑکی کے الفاظ یاد آئے بڑا شاعرانہ تخیل تھا۔ زمین سورج کی محبوبہ ہے۔ غزال مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ راج دیو بھی جاگ گیا تھا۔ راج دیو کے چہرے پر ویرانی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اداس نگاہوں سے اردگرد کے ماحول کو دیکھا اور پھر گردن جھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ غزال بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ دونوں دریا کی جانب چل پڑے اور راج دیو پانی میں داخل ہو گیا کم از کم یہاں یہ بہترین سہولت حاصل تھی غزال کا بھی جی نہانے کو چاہا اور کافی دیر تک وہ دونوں پانی میں رہے اور اس دوران ان کے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی

تھی۔

پھر لوئس ہی کا ایک آدمی وہاں پہنچا اور اس نے کہا۔ "کیا تم دونوں ناشتہ نہیں کرو گے مسٹر لوئس تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

راج دیو نے گردن ہلائی اور اس کے بعد دونوں لوئس کی جانب چل پڑے۔ ناشتے میں وہی پھل اور چھوٹے جانوروں کا گوشت شامل تھا۔ لوئس نے ناشتہ ان کے ساتھ ہی کیا تھا۔ اس کے انداز میں بڑی اپنائیت تھی۔ ناشتے کے بعد وہ تو راج دیو سے باتیں کرتا ہوا ایک سمت چل پڑا اور غزال اپنی جگہ کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر وہ بھی چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھ گیا تھا یہاں کے معمولات ہی کیا تھے۔ بس صبح ہوتی' شام ہو جاتی اور لوگ کاہلوں کے سے انداز میں اپنی جگہ بیٹھے رہتے' لیٹے رہتے' دھوپ پھیل جاتی تو سائے دار جگہ تلاش کر لیتے۔ غزال خود بھی اسی طرح آگے بڑھنے لگا۔ کافی فاصلے پر اسے ایک درخت کی شاخ پر کوئی بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اور غزال چونک کر اسے دیکھنے لگا اس نے بخوبی پہچان لیا وہی لڑکی تھی لیکن اس وقت وہ پتلون اور شرٹ میں نظر آ رہی تھی۔ بالوں کا اسٹائل بھی تبدیل کر لیا گیا تھا۔ پیروں میں ٹخنوں سے اونچے بوٹ تھے اور انداز میں بڑی لاپروائی پائی جاتی تھی۔ درخت کی جس شاخ پر وہ بیٹھی ہوئی تھی وہ نیچے جھک آئی تھی۔ غزال نے دلچسپی سے اسے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ اس جانب چل پڑا۔

○

ایڈمنڈ گارساں کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی شردھانیوں کے نرغے میں وہ خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے اور انہیں سفر کرتے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شردھانی انہیں کہیں بہت دور لے جانا چاہتے ہوں۔ سب سے دکھ کی بات یہ تھی کہ ان کے ہتھیار شردھانیوں کے قبضے میں جا چکے تھے اور اس سلسلے میں ایڈمنڈ گارساں اپنے ساتھیوں کو مسلسل گالیاں دیتا رہا تھا اسے اس بات کا غم تھا کہ وہ مقابلہ کئے بغیر دشمنوں کے قبضے میں آ گئے اس نے غراتے ہوئے کہا تھا۔

"کتے کے بچو تم سب مجھ سے بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہو تم میں سے ایک کو بھی یہ احساس نہ رہا کہ وہ ہوشیار رہے ہم اپنے بیڈروم میں تو نہیں تھے کہ اتنے سکون کی نیند سو جائیں اگر ہمیں ان کی آہٹیں مل جاتیں تو یقیناً ہم ان سے مقابلہ کرتے اور ان پر فتح حاصل

کر لیتے اب تم سب ان کے ہاتھوں کتے کی موت مارے جاؤ گے۔" ایسی باتیں ایڈمنڈ گارساں اس سفر کے دوران کئی بار کر چکا تھا اس کا موڈ بہت خراب تھا اور وہ بہت مضمحل نظر آ رہا تھا پھر ایک بار اس نے رک کر کہا۔ "آخر یہ سفر کتنا طویل رہے گا۔ اس کی کوئی انتہا بھی ہے یا نہیں؟"

لیکن جواب دینے والا کوئی نہیں تھا وہ دونوں سربراہ جو گھوڑوں پر سوار تھے کافی آگے بڑھ گئے تھے۔ گو وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے تھے لیکن فاصلہ اتنا رکھا گیا تھا کہ یہ لوگ انہیں مخاطب نہ کر سکیں۔ گارساں کے رکنے پر ایک شردھانی نے آگے بڑھ کر بندوق کا دستہ گارساں کی پنڈلی پر مارا اور وہ اچھل پڑا۔ وہ سب سے زیادہ تیز رفتاری سے چلنے لگا تھا لیکن اس کی زبان مغلظات اگل رہی تھی۔ ادھر راؤ سکندر' پروفیسر غوری' بھرت چندر اور سرالتو ایک ساتھ آگے بڑھ رہے تھے اور اب تک مسلسل خاموش رہے تھے۔ مستقبل کے بہت سے وسوسے ان کے دلوں میں آ رہے تھے لیکن کوئی چارہ کار بھی تو نہیں تھا۔

پروفیسر غوری نے ایک بار آہستہ سے کہا تھا۔ "زندگی کی انتہا موت ہے اور موت کے بارے میں بڑے بڑے دلچسپ قصے سنے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ موت کے لئے وقت اور جگہ کا تعین ہوتا ہے۔ دیکھو راؤ سکندر ہماری موت کہاں لکھی ہوئی ہے۔"

راؤ سکندر نے بے خوفی سے جواب دیا تھا۔ "پروفیسر جب یہ بات مقدر ہے کہ زندگی کا اختتام موت کی شکل میں ہوتا ہے تو موت کہیں اور کسی بھی جگہ آئے ہمیں اس کا استقبال تو کرنا ہی پڑے گا۔"

اس کے بعد کسی نے کوئی گفتگو نہیں کی تھی اب تک کے سفر میں کھانے پینے کی کسی چیز کا تصور بھی نہیں کیا گیا تھا۔ سورج کی تمازت بڑھتی جا رہی تھی شاید یہ مسلسل سفر کرنے کا نتیجہ تھا کہ دھوپ انہیں عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی شدید لگ رہی تھی۔ بدن پسینے میں شرابور ہو رہے تھے اور پیاس کی شدت بڑھ گئی تھی ایڈمنڈ گارساں غرا کر بولا۔ "گدھے کے بچو تھوڑا سا پانی تو پلا دو ورنہ نتیجے کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔"

لیکن ساتھ چلنے والے تمام "گدھے کے بچے" خاموشی سے آگے بڑھتے رہے اور گارساں کی بڑبڑاہٹیں مدھم ہونے لگیں۔ پروفیسر غوری اچانک ہنس کر راؤ سکندر سے بولا۔

"کتنی عمدہ بات ہے کہ انسان ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہو۔ زبان سے

واقفیت بہت سے حادثوں کو جنم دیتی ہے۔ اگر یہ لوگ ایڈمنڈ گارساں کی باتوں کا مطلب سمجھ لیتے تو شاید گدھوں ہی کی طرح لاتیں مار مار کر اسے ہلاک کر دیتے۔"

راؤ سکندر بھی ہنسنے لگا تھا پھر اس نے اچانک ہی سراتو کو مخاطب کر کے کہا۔ "سراتو کیا تم شردھانی زبان نہیں سمجھ سکتے ہو؟"

"شمجھ شکتا چیف شمجھ شکتا بٹ تھوڑا تھوڑا۔"

"یہ لوگ جو کچھ گفتگو کریں گے تم سمجھ لو گے۔"

"تھوڑا تھوڑا چیف تھوڑا تھوڑا۔"

"تو سنو سراتو تمہیں خاص طور سے ہوشیار رہنا ہے آنے والے وقت کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہو لیکن چالاکی سے کام کرنا زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ بھی گفتگو کریں بظاہر تم اس سے بے تعلق رہنا لیکن اس پر غور کرتے رہنا اور اگر کوئی سنجیدہ بات ہو تو فوراً ہمیں اس سے آگاہ کرنا۔ عام حالات میں تم یہ ظاہر کرو گے جیسے تم ان کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔"

"لیش شر، لیش شر۔" سراتو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

پھر سورج آسمان کے بیچوں بیچ پہنچا تھا کہ ان کی اس مشکل کا حل نکل آیا۔ وہ ایک گھنے جنگل میں داخل ہوئے تھے اور درختوں کے گھنے سایوں کے نیچے انہیں سورج سے امان مل گئی تھی لیکن یہاں دوسری مشکلات موجود تھیں جن علاقوں میں یہ سفر کر رہے تھے۔ وہاں لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی اور بعض جگہ یہ گھاس کانٹوں دار تھی اور جسم کے کھلے ہوئے حصے اس سے متاثر ہو رہے تھے جبکہ شردھانیوں کے لباس ایسے تھے کہ وہ گھاس کے کانٹوں سے بچے ہوئے تھے ایڈمنڈ گارساں نے اس سلسلے میں بھی فریاد کی لیکن اب یہ فریاد کس سے کی جاتی۔ دونوں سردار آگے بڑھ چکے تھے اور اب نگاہوں سے معدوم ہو گئے تھے۔ باقی جو لوگ ساتھ چل رہے تھے وہ صرف ان پر کڑی نگاہ رکھنا جانتے تھے اور کوئی بات سمجھ نہیں پاتے تھے بلکہ ذرا سے ٹھٹکنے پر ان کی بندوق کا کندا ٹھٹکنے والے پر پڑتا اور وہ آگے بڑھنے پر مجبور ہو جاتا جنگلوں کا یہ سلسلہ بھی زیادہ طویل نہ تھا اور اس کے بعد اس کا اختتام جس جگہ ہوا اسے دیکھ کر سبھی کو حیرت ہوئی تھی ایک بہت بڑی پیالے نما وادی ان کے سامنے

تھی جس کی وسعتوں میں چاروں طرف دیواریں ابھری ہوئی تھیں اور بعض جگہ یہ دیواریں ناقابل عبور تھیں۔ قدرتی وادی تھی لیکن اس کا پھیلاؤ جنگل کے اندر ہوا تھا یعنی وادی کے چاروں طرف جنگلی درخت نظر آ رہے تھے اور ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کہ کہاں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وادی کے اندر انہیں ایک بستی آباد نظر آئی اور یقیناً یہ شردھانیوں کی بستی تھی۔ ایسی ہی ایک وادی میں وہ ایک بار شردھانیوں کو دیکھ چکے تھے جو ماتھوں پر پٹیاں باندھ کر بقول سراتو کوئی بہت بڑی قسم کھا رہے تھے لیکن وہ وادی اس جیسی نہیں تھی بس ایک گہرائی تھی جبکہ یہاں اس وادی کی تراش بالکل انسانی ہاتھوں کا کارنامہ معلوم ہوتی تھی لیکن اس میں جگہ جگہ ابھری ہوئی چٹانیں اور ان چٹانوں میں نکلی ہوئی کونپلیں اس بات کا اظہار کرتی تھیں کہ اس کی تراش میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ محفوظ جگہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وادی کا پھیلاؤ اتنا وسیع و عریض تھا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ تاحد نگاہ چھتری نما نوکدار جھونپڑے پھیلے ہوئے تھے اور ان کی ساخت بہت ہی عجیب تھی۔ ان کی وسعت بھی زیادہ نہیں تھی بس اتنی تھی کہ ایک جھونپڑی کے نیچے تین چار آدمی قیام کر سکیں البتہ جھونپڑیوں کے باہر اسی گولائی میں احاطے ضرور بنائے گئے تھے اور یہ طرز تعمیر یقینی طور پر انتہائی منفرد تھا۔ اس میں ذہانت بھی کارفرما تھی اور جنگلی پن بھی نمایاں تھا۔ راستے چھوڑے گئے تھے جھونپڑوں کو قطاروں کی شکل میں بنایا گیا تھا۔ بعض جگہ صرف بلند و بالا احاطے بکھرے ہوئے تھے جنہیں بانسوں اور گھاس پھونس سے گھیر دیا گیا تھا۔ تمام کے تمام جھونپڑے ایک ہی سائز کے تھے اور ان کے درمیان چلتے پھرتے لوگ نظر آ رہے تھے جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ ان کے لباس زیادہ تر جانوروں کی کھال پر مشتمل تھے لیکن بہت سے لوگ باقاعدہ لباس بھی پہنے ہوئے تھے اور ان میں بدن ڈھکنے کی تمام تر صلاحیتیں موجود تھیں۔ گویا شردھانی عورتیں جسم پوشی ضروری سمجھتی تھیں اور ان میں کوئی وحشت نمایاں نہیں تھی ایک مخصوص جگہ سے ان لوگوں کو نیچے اتارا گیا اور یہ سنبھل سنبھل کر اترتے ہوئے بالآخر وادی میں داخل ہو گئے۔ پھر ان کا رخ تبدیل کر دیا گیا اور پہاڑی دیوار کے کنارے کنارے سفر کراتے ہوئے انہیں ایک ایسے احاطے میں لایا گیا جو اچھا خاصا وسیع تھا اور اس کے چاروں طرف کانٹے دار جھاڑیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ یہ گویا شردھانیوں کا قید خانہ تھا احاطے کے دروازے سے انہیں اندر داخل کر دیا

گیا اور اس کے بعد باہر سے احاطے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ ایڈمنڈ گارساں زمین پر چت لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور گہری سانسیں لے رہا تھا جس راستے سے انہوں نے سفر کیا تھا وہاں کی نسبت یہاں ٹھنڈک تھی۔ گو سورج اب بھی چمک رہا تھا لیکن احاطے پر سایہ تھا اور سورج کی تپش سے وہ متاثر نہیں معلوم ہوتا تھا یا پھر وادی کی یہ گہرائیاں خود ہی کافی ٹھنڈی تھیں اور پہاڑی دیواروں کی وجہ سے وہاں کا موسم باہر کے موسم سے کافی مختلف تھا۔ گارساں کے ساتھی بھی اسی طرح زمین پر لیٹ گئے وہ سب نڈھال نظر آ رہے تھے جبکہ راؤ کے باقی تین ساتھی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے حیرت کی بات یہ تھی کہ سراتو بھی نارمل تھا دیر تک خاموشی طاری رہی پھر پروفیسر غوری نے کہا۔

"گارساں کا بد دل ہونا ٹھیک نہیں ہے راؤ۔ یہ شردھانی کچھ بھی کر سکتے ہیں ان کی نسبت ہمیں گارساں کی زیادہ ضرورت ہے مجھے تو یہ احساس ہو رہا ہے کہ گارساں کے بقیہ ساتھی بھی اسے چھوڑنا چاہتے ہیں۔"

"صورت حال کچھ عجیب ہو گئی ہے پروفیسر' یہ اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہماری یہ مہم ناکام ہو گئی ہے جو مقصد ہم لے کر چلے تھے وہ تقریباً ختم ہو گیا۔ اب ہم اگر کسی طرح ان شردھانیوں کی قید سے آزاد بھی ہو جائیں تو کیا کریں گے۔ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر واپسی کے سفر کے لئے غیرت اجازت نہیں دیتی۔ انہیں تلاش کرنے کے لئے وسائل نہیں ہیں اور پھر یہ قید۔ غزال اور راج دیو کے بارے میں جب سوچتا ہوں تو صرف ایک احساس ہوتا ہے۔ صرف ایک احساس وہ یہ کہ وہ اگر اب بھی زندہ ہیں تو قدرت کا ایک ایسا معجزہ ہمارے سامنے آئے گا جس پر مشکل ہی سے یقین کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہولناک دریا مجھے یاد ہے اس میں تو چٹانیں بھی سلامت نہیں رہ سکتیں کسی گوشت پوست کے وجود کا زندہ رہ جانا ناممکنات میں ہے باقی رہ گئے کرنل اور قندیل' نہ جانے وہ کہاں گم ہو گئے۔"

"ایک بات بتائیے راؤ سکندر۔" اچانک بھرت چندر نے کہا اور سب اسے دیکھنے لگے۔

"یہ شردھانئے ہمیں ہی گرفتار کر کے لائے ہیں نا؟"

"ظاہر ہے۔"

"اگر کسی طرح انہیں کوئی لالچ دلایا جائے اور کہا جائے کہ ان جنگلوں میں جو لوگ غائب ہو گئے ہیں ان کے پاس کوئی قیمتی شے موجود ہے تو کیا یہ ان لوگوں کو تلاش نہ کریں

گے اس طرح ہمیں دو فائدے حاسل ہو سکتے ہیں نمبر ایک تو یہ کہ وہ ہمیں فوری طور پر کوئی نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے دوسری بات یہ کہ اگر لالچ میں آگئے تو ان لوگوں کو تلاش کر لائیں گے۔ اس طرح ممکن ہے ہم پھر یکجا ہو جائیں مشترکہ طور پر ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہو بہتر ہے ورنہ زندہ بچ جانے والے ہمیشہ کرب کا شکار رہیں گے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ جس طرح ایڈمنڈ گارساں' پروفیسر غوری کے جال میں پھنس کر خزانے کے لالچ میں ہمارا دوست بن گیا ہے بالکل یہی کوشش ان شردھانیوں کے ساتھ کی جائے خوش قسمتی سے ان میں ایک ایسا بھی موجود ہے جو ہماری زبان بھی سمجھتا ہے۔"

بھرت چندر کی بات قابل غور تھی۔ چند لمحات بعد راؤ نے کہا۔ "ہاں اچھی تجویز ہے بشرطیکہ ہمیں اس کا موقع ملے۔"

"گارساں کو کنٹرول کرنا ضروری ہے کہیں وہ دیوانگی میں کوئی حماقت نہ کر بیٹھے!" پروفیسر غوری نے کہا۔

"میں اس سے بات کرتا ہوں۔" راؤ سکندر نے کہا اور پھر اٹھ کر گارساں کے پاس جا بیٹھا۔

"تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو گارساں؟" گارساں نے آنکھیں کھول دیں غصیلی نظروں سے راؤ کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم خوش ہو؟"

"یہ سب کچھ غیر معمولی نہیں ہے شردھانئے اسی طرح ہمارا تعاقب بھی کر رہے تھے اور ہم اس کے لئے تیار تھے کہ کسی بھی وقت ان کے قیدی بن جائیں۔ ہرچند کہ ہم ان سے مقابلہ کرتے رہے ہیں لیکن اس کے لئے بھی تیار رہے ہیں کہ کسی بھی وقت ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں اس صورت میں بھی ہم اپنے تحفظ کے لئے ایک لائحہ عمل رکھتے تھے۔"

"کیا؟"

"یہ جنگلی ہیں۔ اگر بہت ذہین ہوتے تو ان جنگلوں میں نہ رہتے اس لئے ذرا بھی موقع ملنے پر ہم انہیں شیشے میں اتار سکتے ہیں ہاں اگر کوئی جلد بازی ہو گئی تو پھر اس نقصان کا ازالہ نہ ہو سکے گا۔"

"اوہ نفع نقصان سے پہلے ہی کچھ ہو جائے گا مجھے یقین ہے آہ تمہارے ساتھی بھی کچھ نہ کر سکے بظاہر تو یوں لگتا ہے جیسے ہم بھوک سے ہی مر جائیں گے۔ میری کیفیت۔" وہ

اچانک رک گیا۔ "وہ دیکھو' وہ دیکھو' کمال ہو گیا' واہ۔"

اچانک گارساں قلقاری مار کر اٹھ بیٹھا۔ راؤ سکندر نے گردن گھما کر دیکھا بہت سے شردھانی اندر داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے لکڑی کے بنے ہوئے طشت ہاتھوں میں اٹھا رکھے تھے جن پر بھنے ہوئے گوشت کے بڑے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے ان سے اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔ چند طشتوں میں جنگلی پھل بھی نظر آ رہے تھے۔ مٹی کے بہت سے برتنوں میں دودھ تھا۔ گارساں کے دوسرے ساتھیوں میں بھی زندگی دوڑ گئی اور وہ ندیدوں کی طرح ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے یہ چیزیں ان کے سامنے رکھ دی گئیں اور گارساں کے ساتھی ان پر ٹوٹ پڑے۔

"او کتو' او جانورو انسان بنو' دوسرے لوگ بھی ہیں پیچھے ہٹو ورنہ ایک ایک کو گولی مار دوں گا سوری راؤ۔ سوری فرینڈز یہ کئی روز بھوکے رہ کر پاگل ہو چکے ہیں لو تم بھی گوشت لو۔"

"ہم صرف پھل لیں گے گارساں' کیوں پروفیسر' کیوں بھرت؟"

"بالکل پتہ نہیں کونسے جانور کا گوشت ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" گارساں بولا ویسے بھی گارساں کے ساتھیوں نے پھلوں پر توجہ نہیں دی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے یہ پھل اور دودھ استعمال کیا وہ یہاں بھینس دیکھ چکے تھے اس لئے دودھ پینے میں کسی کو عار نہ ہوا شکم سیر ہونے کے بعد گارساں بھی چونچال نظر آنے لگا تھا۔

شام ہونے لگی تھی اور اس کے ساتھ ہی خنک ہوائیں چلنا شروع ہو گئی تھیں جو رات کو کافی سرد ہو گئیں موسم اتنا سرد کہیں نہیں محسوس ہوا تھا ان لوگوں کو اس سرد موسم سے کافی پریشانی ہوئی تھی کسی نہ کسی طور صبح ہو گئی۔ سورج کے ساتھ موسم بدل گیا تھا۔ ویسے احاطے کے گرد رات بھر شردھانیوں کا پہرہ رہا تھا۔ صبح کو انہیں باقاعدہ ناشتہ دیا گیا تھا جو پھلوں وغیرہ پر مشتمل تھا دن کو گیارہ بجے انہیں وہی نوجوان نظر آیا جو تعلیم یافتہ تھا۔ اس کے ساتھ بہت سے مسلح شردھانی تھے ان سب کو احاطے سے باہر آنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔ تعلیم یافتہ شردھانی نے کہا کہ کیا تم لوگ شردھانی بستی دیکھنا چاہتے ہو؟

"ہم تمہارے قیدی ہیں اس لئے تم سے کسی خواہش کا اظہار بے معنی ہے ہمارے

لئے۔" راؤ نے کہا۔

"تم ہمارے دشمن ہو تم نے ہماری بہت سے ساتھیوں کو ہلاک اور بہت سوں کو زخمی کیا ہے۔ اس کے بعد کیا ہم تمہیں دوست سمجھ سکتے ہیں آؤ سردار تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

سب لوگ خاموشی سے ان کے نرغے میں چل پڑے راستے میں ایڈمنڈ نے راؤ سے کہا۔ "تم نے مجھے لیڈر بنایا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ لیڈر کی حیثیت سے تم سردار سے گفتگو کرو۔ تم جو کچھ اس سے کہو گے وہ میری نمائندگی ہو گی اور ہم تم سے انحراف نہیں کریں گے۔"

"جیسا تم پسند کرو ایڈمنڈ۔" راؤ نے کہا۔

"اور پھر اس وقت لیڈر کوئی نہیں ہے ہم سب قیدی ہیں۔"

"نہیں ڈیئر ایڈمنڈ۔ تم بہرحال ہمارے لیڈر ہو ان حالات سے بہرحال ہمیں نجات مل جائے گی اس کے بعد ہم تمہاری ہی رہنمائی میں کام کریں گے۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"پروفیسر غوری یا بھرت چندر کو راؤ کے اس انداز میں گفتگو کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا وہ جانتے تھے کہ راؤ بے حد ذہین اور موقع شناس ہے ایڈمنڈ کے مزاج کو وہ سمجھ چکا ہے اور جانتا ہے کہ کس طرح ان حالات سے نمٹا جا سکتا ہے۔ البتہ ایڈمنڈ نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "نہ جانے تم اس قدر پرامید کیوں ہو۔"

"یہ میرا مذہب ہے ڈیئر ایڈمنڈ۔ جب حالات ہمارے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہم خود کچھ کرنے کے قابل نہیں رہتے تو ہمارے چہرے آسمانوں کی جانب اٹھ جاتے ہیں اور ہم اپنی الجھن اس کے سپرد کر دیتے ہیں جو ہمارا تخلیق کنندہ ہے اور جس نے ہم سے کہا ہے کہ مایوسی گناہ ہے۔"

"اوہ ان حالات میں بھی تم مذہب کی ٹانگ پکڑے ہوئے ہو۔" ایڈمنڈ گارساں نے کہا اور راؤ سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ایڈمنڈ گارساں مذہب ہمارا سہارا ہوتا ہے بہتر ہے تم اس موضوع پر گفتگو نہ کرو۔"

ایڈمنڈ گارساں ہونٹ سکوڑ کر خاموش ہو گیا تھا شردھانی بستی ان کی نگاہوں کے سامنے

تھی چھوٹے بچے نظر آ رہے تھے اور کہیں کہیں عورتیں بھی جن میں نوجوان لڑکیاں بھی تھیں۔ بوڑھی عورتیں بھی تھیں لیکن ایک بات ان لوگوں نے محسوس کی وہ سب کے سب پروقار تھے۔ نوجوان لڑکیوں کی آنکھوں میں چھچھورا پن نہیں تھا وہ سادہ نگاہوں سے قیدیوں کو دیکھتیں اور نظرانداز کر کے آگے بڑھ جاتیں۔ راؤ سکندر گہری نگاہوں سے اس ماحول کا جائزہ لیتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ شردھانی نوجوان ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ بستی کافی وسیع و عریض تھی۔ ان کا سفر بالآخر ایک ایسی جگہ ختم ہوا جہاں ایک اور بہت بڑا احاطہ پھیلا ہوا تھا۔ شردھانی نوجوان نے انہیں اس احاطے کے دروازے سے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اب یہ تو اندر جا کر ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ دوسری سمت کیا ہے اور ان کی تقدیر ان کے مستقبل کے لئے کیا فیصلہ کئے ہوئے ہے احاطے میں ایک عجیب سی کیفیت نظر آئی جگہ جگہ بانسوں پر چھتیں بنا دی گئی تھیں احاطہ کافی وسیع و عریض تھا اور بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان چھتوں کے نیچے شردھانی نظر آ رہے تھے لیکن جو انوکھا منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آیا وہ بڑا تعجب خیز تھا چھتوں کے نیچے زمین پر گھاس بچھی ہوئی تھی اور اس گھاس پر زخمی شردھانی نوجوان پڑے نظر آ رہے تھے۔ ان کے معالج ان کا علاج کر رہے تھے۔ گویا یہ اسپتال تھا جس کی تصدیق ساتھ آنے والے شردھانی نوجوان نے کر دی وہ کہنے لگا۔

”یہ ہماری علاج گاہ ہے اور تمہیں یہ علاج دیکھ کر یقیناً حیرت ہو گی کیونکہ میں تمہاری دنیا کا طریقہ علاج دیکھ چکا ہوں آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ ہم لوگ اپنے زخموں کا علاج کس طرح کرتے ہیں۔“

شردھانی نوجوان کی رہنمائی میں یہ لوگ ایک چھت کے نیچے پہنچے یہاں ایک ایسا شردھانی نوجوان موجود تھا جس کی آنکھ کی جگہ گہرا غار نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تھی لیکن اس غار پر کوئی دوا وغیرہ نہیں رکھی گئی تھی بلکہ ایک بوڑھا شردھانی آنکھ کے قرب و جوار کے گوشے صاف کر رہا تھا پھر آہستہ آہستہ اس نے اپنے ہاتھوں کو دھو کر اپنی ایک انگلی آنکھ کے اس غار میں داخل کر دی ایڈمنڈ لگارساں نے منہ بنا کر رخ تبدیل کر لیا تھا لیکن راؤ سکندر اور دوسرے لوگ بغور اس طریقہ علاج کو دیکھ رہے تھے شردھانی زخمی نوجوان ہوش میں تھا لیکن بالکل پرسکون غالباً اس کی آنکھ کا یہ زخم سن کر دیا گیا تھا پھر وہ آنکھ کے اس غار سے چھوٹے چھوٹے گوشت کے ٹکڑے نکالنے لگا جنہیں وہ انتہائی احتیاط سے

لکڑی کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر رکھتا جا رہا تھا قریب ہی ایک بھورے رنگ کا سیال رکھا ہوا تھا جسے بار بار وہ اس آنکھ میں ٹپکا دیتا تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور اس نے لکڑی کا وہ گول ٹکڑا اپنے ایک اور ساتھی کی جانب بڑھا دیا۔ شردھانی نوجوان وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ ایک اور چھت کے نیچے ایک ایسا شخص نظر آیا جس کا داہنا پاؤں ران کے پاس سے کاٹ دیا گیا تھا شردھانی نوجوان نے کہا۔

”اس کی ایک ٹانگ تمہاری چلائی ہوئی گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھی اور اس قابل نہیں تھی کہ وہ جسم پر موجود رہے چنانچہ اسے کاٹ دیا گیا اور اب اس کی جگہ نئی ٹانگ لگا دی جائے گی۔“

”کیا تم لوگ اس طریقہ علاج میں کامیاب ہو؟“ راؤ سکندر نے بے اختیار پوچھا۔

صدیوں سے ہمارے ہاں یہی طریقہ علاج رائج ہے اور تمہارے ہاں کے طریقہ علاج سے کہیں زیادہ کامیاب ہے۔“

گویا دوسری ٹانگ اس کے جسم سے منسلک کر کے تم اسے دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل بنا سکتے ہو۔“ راؤ سکندر نے پوچھا اور شردھانی نوجوان ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

”نہ صرف چلنے پھرنے کے قابل بلکہ یہ معمول کی زندگی گزارے گا اور بالکل پہلے کی مانند ہو گا۔“

راؤ سکندر نے تحسین آمیز انداز میں گردن ہلائی اور وہ شردھانی نوجوان کے ساتھ وہاں سے بھی آگے بڑھ گئے انہوں نے بہت سے زخمی شردھانی نوجوانوں کو دیکھا اور اس عجیب و غریب طریقہ علاج پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

”تمہاری جدید سائنس کی عمر ہی کیا ہے۔ انسان تو اربوں سال سے جی رہا ہے اور تم سے بہتر انداز میں جیتا رہا ہے تم اپنے آج کے طریقہ علاج کو موثر کہتے ہو یہ سب کچھ وہ ہے جو صدیوں سے کام آتا رہا ہے۔“

”میں کہتا ہوں ان تمام فضولیات سے ہمارا کیا تعلق ہے ہمیں یہ سب کچھ کیوں دکھایا جا رہا ہے؟“ گارساں چیخ کر بولا اور نوجوان نے گردن ہلا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا کر بولا۔

”تعلق ہے مسٹر۔ ان سب کو جو نقصان پہنچا ہے اسے تم پورا کرو گے۔ جس کی آنکھ

ضائع ہوئی ہے اسے تمہاری آنکھ درکار ہے بس کے پاؤں ضائع ہوئے ہیں اسے تمہارے پاؤں۔"

○

سنہری روشنی کے اترنے کا انداز عجیب تھا لیکن چند ہی لمحات کے بعد روشنی کی لاتعداد شعاعیں چھت سے نیچے اتر آئیں تب کرنل کی سمجھ میں صورت حال آسکی ان طلسمی غاروں سے اوپر چاند نکل آیا تھا اور بلندیوں کے سوراخوں سے اس کی شعاعیں اندر آگئی تھیں۔ عظیم الشان غاروں کا یہ سلسلہ روشن ہوا تو یہاں کا منظر اجاگر ہوگیا۔ روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ ہی بھنبھناہٹوں کی آوازیں بند ہوگئی تھیں۔ انہیں بے شمار انسانی بدن نظر آئے جو ان غاروں میں جگہ جگہ سجدہ ریز تھے۔ پھر ایک گونجدار انسانی آواز ابھری۔

"ترورا شودیا آبوناکے۔ ترورا شودیا آبوناکے۔" آواز بے حد ہولناک تھی۔ کرنل نے گہری سانس لی اور آہستہ سے بولا۔

"اس کا کیا مطلب ہوا اس نے یہ سوال خود سے کیا تھا لیکن قندیل فوراً بول اٹھی۔

"وہ کہہ رہا ہے چاند کے پجاریو اٹھ جاؤ دیوتا کے درشن کرو وہ ہمارے درمیان آگیا ہے۔" کرنل فیروز نے چونک کر قندیل کو دیکھا اور ایک بار پھر کانپ کر رہ گیا قندیل کا چہرہ بھی چاند ہی کی طرح دمک رہا تھا اس کی آنکھیں ننھے منے قمقموں کی مانند روشن تھیں اور اس میں سیاہ پتلیوں کا کوئی نشان نہیں تھا۔ کرنل سہم کر رہ گیا تھا اس طلسمی دنیا میں اسے اپنا وجود بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے اور اس احساس نے اس کے جسم پر منوں وزن لاد دیا اس کے اعصاب ساتھ چھوڑتے جارہے تھے۔

رفتہ رفتہ سجدہ کرنے والے اٹھ کھڑے ہوئے یہ بلند و بالا قامت کے قوی ہیکل مرد تھے جن کے جسموں پر برائے نام لباس تھے اور یہ لباس بھی بس پتوں یا کھالوں سے بنے ہوئے تھے۔ غاروں کے اس وسیع و عریض طلسم کدے میں چاندنی نے بھی کمال دکھایا تھا یوں لگتا تھا جیسے چھت کے سوراخوں کا یہ نظام خصوصی طور پر قائم کیا گیا ہے غار کا گوشہ گوشہ بقعہ نور بن گیا تھا دیواروں میں غاروں کے دوسرے چھوٹے چھوٹے دہانے نظر آرہے تھے پھر ایک ایسے ہی چھوٹے دہانے سے ایک اور شخص نمودار ہوا اس کے بدن پر سیارہ رنگ کا ڈھیلا ڈھالا لباس تھا وہ بہت آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب آنے لگا اور اچانک ہی کرنل فیروز

کے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ اس نے اس شخص کو پہچان لیا تھا۔ یہ انہی دونوں بوڑھوں میں سے ایک تھا جو انہیں جنگلوں میں ملے تھے اور جن میں سے ایک کو قندیل نے ہلاک کر دیا تھا۔ اس وقت یہ بوڑھے نابینا نظر آتے تھے لیکن اس وقت بوڑھے کی دونوں آنکھیں قندیل کی آنکھوں کی مانند روشن تھیں۔

دفعتہ قندیل کے حلق سے ایک طویل آواز نکلی ایک مسلسل آواز جو بھیڑیئے کے رونے کی آواز سے مشابہ تھی ساتھ ہی بوڑھے کے حلق سے ایک شیطانی قہقہہ بلند ہوا۔

زورار تیرا۔ زورار تیرا۔" اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہااور قندیل خاموش ہو گئی۔ اسی وقت چھ آدمی ایک غار سے باہر نکلے ان کے ہاتھوں میں آبدار کھانڈے تھے وہ بہت خونخوار نظر آرہے تھے کھانڈے ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے وہ ان دونوں کے گرد آ کھڑے ہوئے بوڑھے نے پھر قندیل سے کچھ کہا تھا۔ قندیل نے نفرت سے گردن جھٹکی اور پھر آہستہ قدموں سے آگے بڑھنے لگی کرنل سکتے کے عالم میں کھڑا رہ گیا تھا لیکن عقب سے کسی نے اسے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا ایک کھانڈے بردار نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا کرنل خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ قندیل سینہ تانے پروقار انداز میں چل رہی تھی کھانڈے برداروں کا رخ ایک دہانے کی طرف تھا اور وہ انہیں اسی طرف لے جارہے تھے غار کے اس دہانے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے اور انہوں نے ان دونوں کو اندر جانے کا اشارہ کیا قندیل خاموشی سے آگے بڑھ گئی اندر گہری تاریکی تھی لیکن دہانے سے اندر قدم رکھ کر کرنل کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ نیچے پتھریلی زمین نہیں تھی بلکہ یہ لکڑی کا فرش معلوم ہوتا تھا۔ مدھم مدھم روشنی یہاں بھی آرہی تھی لیکن دوسرے لمحے باہر سے ایک آواز ابھری اور اندر گہری تاریکی پھیل گئی غالباً دہانے پر کوئی چٹانی دروازہ بند کر دیا گیا تھا غالباً یہ ان کا قید خانہ تھا ابھی کرنل کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ اچانک نیچے کی زمین ہلنے لگی ایک چرچراہٹ سی ابھری تھی اور انہیں نیچے کی چوبی زمین آگے کی سمت سرکتی محسوس ہوئی تھی کرنل نے بے اختیار قندیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔

قندیل خود بھی بری طرح لڑکھڑائی تھی۔ کرنل ایک ہاتھ سے قندیل کو سنبھالے ہوئے تھا دوسرا ہاتھ اندھیرے میں کوئی سہارا ٹٹولنے لگا کوئی شے اس کے ہاتھ میں آ گئی تھی یہ ایک سخت اور کھردری لکڑی کا کندا تھا جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ قید خانے کی حد تک تو کوئی ایسی بات نہیں تھی اس کے امکانات ہو سکتے تھے لیکن فرش کا اپنی جگہ چھوڑ دینا ناقابل فہم تھا اس کے بعد کوئی بھی دہشت ناک صورت حال پیش آ سکتی تھی۔ کرنل بے اختیار اس سمت کھسکنے لگا جدھر سے وہ اس قید خانے میں داخل ہوئے تھے لیکن دو قدم چل کر ہی اسے احساس ہوا کہ ادھر بھی کوئی رکاوٹ کھڑی ہو گئی ہے۔ زمین کی جنبش اب صرف جنبش نہ رہی تھی بلکہ اس کے کھسکنے کی رفتار تیز ہو گئی تھی بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سواری پر کھڑے ہوں اور وہ آگے بڑھ رہی ہو۔ کوئی انتہائی اقدام جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا تھا اس لئے کرنل ساکت ہو گیا لیکن اس کا دل کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ ہو جائے گا کوئی خطرناک عمل.....قندیل بالکل خاموش تھی۔

چوبی فرش مسلسل آگے بڑھتا رہا یہ جگہ بھی عجیب تھی غالباً کوئی سرنگ..... لیکن اچانک ہی انہیں اس سمت روشنی نظر آئی جدھر اس انوکھی سواری کا رخ تھا پھر ایک دم کرنل کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی آواز نکل گئی دوڑتا ہوا فرش چھت سے بے نیاز ہو گیا تھا اور دونوں چاندنی میں نہا گئے تھے۔ کرنل نے سہمی ہوئی نظروں سے آسمان پر کھلے چاند کو دیکھا پھر اطراف میں نظریں دوڑائیں چاندنی اور کہر میں لپٹی پہاڑیاں تاحد نگاہ نظر آ رہی تھیں چھت پر بے کراں آسمان پراسرار ستاروں سے مزین تھا آخر میں اس نے اس جگہ کو دیکھا جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے۔ ناہموار تختوں کو جوڑ کر ایک کٹہرہ سا بنایا گیا تھا جس کی لکڑی سالخوردہ تھی اور تھوڑی سی قوت لگانے سے ٹوٹ سکتی تھی اطراف کی رکاوٹیں بھی لکڑی اور درختوں کی چھالوں سے بنے ہوئے رسوں کی تھیں لیکن جس منظر نے کرنل کا سانس بند کر دیا وہ

نیچے کا منظر تھا چاندنی کی دھند میں نیچے ناقابل یقین گہرائیاں نظر آ رہی تھیں وہ زمین سے سینکڑوں فٹ اوپر خلا میں سفر کر رہے تھے اور یہ سفر ناپائیدار تختوں سے بنے ہوئے ایک کٹہرے میں طے کیا جا رہا تھا۔ کرنل نے آنکھیں بند کر لیں گہرائیاں دیکھ کر چکر بھی آ سکتا تھا اور اس کے بعد.....

قندیل یا تو ذہنی عدم توازن کا شکار تھی یا پھر دہشت زدہ کیونکہ اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا کرنل کا سانس پھولتا رہا پھر اس نے ہمت کر کے دوبارہ آنکھیں کھولیں وہ اس تخت سلیمانی کی پرواز کا طریقہ جاننا چاہتا تھا۔ اس کی نظریں چاندنی میں گھورنے لگیں وہ پہاڑیاں کوئی سو گز پیچھے رہ گئی تھیں جن کے سوراخ سے نکل کر یہ کٹہرہ باہر آیا تھا چار رسیاں چل رہی تھیں جن میں دو اوپر تھیں اور دو نیچے اور ان کا عمل یقیناً انسانی ہاتھوں کا رہین منت تھا کسی چرخی کے ذریعہ انہیں اس کٹہرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔ کرنل کو وہ چڑچڑاہٹ بھی یاد آئی جو فرش کھسکنے سے صرف ایک لمحہ قبل سنائی دی تھی اور اس کے بعد یہ فرش چل پڑا تھا بھوری پہاڑیوں میں وہ سیاہ دھبہ بہت بھیانک نظر آ رہا تھا جس سے یہ رسیاں باہر نکلی تھیں۔ کرنل کی گردن گھوم گئی اب وہ دوسری سمت دیکھ رہا تھا جہاں انہیں جانا تھا ادھر بھی اتنی ہی بلند و بالا پہاڑیاں تھیں جتنی یہاں تھیں لیکن ان کا فاصلہ بے پناہ تھا اس طویل و عریض وادی میں کٹہرہ سست روی سے سفر طے کر رہا تھا پھر کرنل کو ایک اور وحشتناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا وادی کے عین درمیان پہنچ کر کٹہرہ رک گیا تھا اس کے رکتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے کائنات ساکت ہو گئی ہو۔ اس کے کان بری طرح سنسنا رہے تھے یہاں اچھی خاصی سردی تھی لیکن کرنل کا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد سرد ہوائیں پسینے سے بھیگے بدن میں برچھیوں کی طرح چبھنے لگیں۔ کرنل کے بدن میں کپکپیاں دوڑنے لگیں جو خوف اور سردی کا مشترکہ نتیجہ تھیں اس کا کلیجہ جیسے منہ سے نکلا آ رہا تھا بدن اس جھٹکے کے لئے تیار تھا جو دوبارہ سفر شروع ہونے سے لگنے والا تھا اور یہ انتظار اور جان لیوا تھا لیکن جب کئی منٹ اسی طرح گزر گئے تو ایک دوسرے تصور نے رہی سہی جان نکال لی کٹہرے کا بیچ میں رک جانا بے معنی نہیں ہو سکتا وہ اس خلاء کے قیدی ہیں۔ یقیناً انہیں خلا میں معلق کر کے قید کر دیا گیا ہے تو کیا؟ کیا۔ آہ یہ ایک خوفناک کوشش تھی انہیں شاید خوف ہو گا کہ کہیں غاروں میں وہ کوئی کارروائی نہ

کر ڈالیں حالانکہ اس کا کیا سوال تھا کم از کم کرنل تو یہاں آ کر کچھ کرنے کے قابل نہ رہا تھا وہ تو کچھ سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔ قندیل نے پراسرار طور پر وہ کشتی تلاش کی تھی اور سفر شروع کیا تھا لیکن اس سفر کا یہ انجام۔

لمحے دھمک بن کر گزرتے رہے۔ ہوائیں اس جھولے کو ہلکورے دے رہی تھیں اور خود کو سنبھالنے کے لئے بار بار اس میں لگی ہوئی لکڑیاں پکڑنی پڑ رہی تھیں۔ کھڑے کھڑے پاؤں شل ہو گئے تو کرنل نے قندیل سے کہا۔ "بیٹھ جاؤ قندیل۔"

اور قندیل چونک پڑی۔ اس نے ویران نظروں سے کرنل کو دیکھا اور پھر تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گئی۔ کرنل بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"تمہیں پہلے اس کا خدشہ نہیں تھا؟" کرنل نے سوال کیا۔

"کس کا؟" قندیل کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"یہ لوگ تمہارے دشمن ہیں؟"

"میں..... میں نہیں جانتی۔" قندیل نے جواب دیا اور کرنل کے دل میں جھنجلاہٹ بیدار ہو گئی۔ اگر کچھ نہیں جانتی تھی وہ تو پھر کشتی میں بیٹھ کر سفر کیوں شروع کر دیا تھا لیکن چند لمحات کے بعد وہ نارمل ہو گیا اسے قندیل کے الفاظ یاد آ گئے تھے اور یہ سچائی بھی تھی۔ کچھ پراسرار قوتیں اس کے ذہن کو کریدتی تھیں اور وہ بول پڑتی تھی جبکہ اس کا بچپن تو اسی دنیا میں گزرا تھا وہ خود اپنی اس کیفیت سے پریشان تھی اس پر جھنجلاہٹ بیکار ہے۔

"ان واقعات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا انکل۔"

"تمہیں اس کشتی کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"بس مجھے یاد آیا تھا۔ وہ کشتی واپسی کے لئے وہاں پوشیدہ کی گئی تھی۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ جب میں واپس آؤں گی تو یہ کشتی میرے سفر میں معاون ہو گی۔ مجھے یہ جگہ یاد تھی۔"

"کیا تمہیں معلوم تھا کہ اس کشتی کے ذریعہ سفر کر کے ہم کہاں پہنچیں گے؟"

"نہیں۔"

"ہوں" کرنل ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

یہ رات کرنل کو اپنی زندگی کی طویل ترین رات معلوم ہوئی تھی۔ صبح ہی نہ ہو پا رہی

تھی۔ یخ ہواؤں نے رگوں میں خون منجمد کر دیا تھا۔ غلطی سے بھی نیچے نگاہ چلی جاتی تو دل بیٹھنے لگتا تھا۔ صبح کے وقت گاڑھی کہر نیچے اترنے لگی اور ماحول نظروں سے روپوش ہو گیا پھر اجالا پھیل گیا سردی اب بھی کافی شدید تھی جوں جوں روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ مناظر دھند کی آغوش سے برآمد ہو رہے تھے یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔

قندیل نڈھال تھی کرنل نے اس کا چہرہ دیکھا اور اس کے دل میں غزال جاگ گیا۔ یہ غزال کی محبت ہے۔ اس کی بیوی ہے وہ..... میرا غزال زندہ ہے اور.....اور..... قندیل مجھے اس کے حوالے کرنی ہے۔

"قندیل۔" اس نے پیار سے قندیل کو پکارا۔

"جی انکل؟"

"سردی لگ رہی ہے؟"

"نہیں؟"

"پریشان ہو؟"

"ہاں انکل اب کیا ہو گا؟"

"تم نے اس بوڑھے شخص کو پہچان لیا جس کے ایک ساتھی کو تم نے ہلاک کر دیا تھا۔"

"ہاں وہ گومولا تھا۔ میرا دشمن۔ وہ گومولا تھا۔ ایک گومولا کو میں نے مار دیا تھا وہ مجھ سے کے بون لینا چاہتا تھا۔ میں نے اسے مار دیا۔ اور انکل میں دوسرے گومولے کو بھی مار دوں گی۔ اس کی موت ضروری ہے وہ بھی کے بون ہیں وہ دونوں کے بون تھے جس طرح کے بون مجھے روشن راستے دکھاتے ہیں اسی طرح ان کی تاریک آنکھیں ہمارے دشمنوں کو ہمارے بارے میں بتاتی ہیں جو کچھ وہ دیکھتے ہیں ان کے دماغوں کے ذریعہ دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔" قندیل نے بتایا۔ کرنل حیرت سے اس کے یہ انکشافات سن رہا تھا۔ پتہ نہیں یہ سب کچھ کیا تھا۔ قندیل کے انکشافات حیرت انگیز ہوتے تھے لیکن وہ خود کچھ نہیں تھی عجیب شخصیت تھی اس کی لیکن وہ سب کچھ تو بتا چکی تھی اس کے بعد کرنل اس سے اور کیا سوال کرتا۔ اس نے ایک بار پھر اس خون منجمد کرنے والے ماحول کو دیکھا۔ واقعی اب کیا ہو گا۔ وہ لوگ ان کی بارے میں کیا ارادے رکھتے ہیں یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہ قندیل کے

دشمن ہیں۔

وقت گزرتا رہا۔ سورج چڑھنے کے ساتھ ساتھ موسم کچھ بہتر ہونے لگا تھا ماحول واضح ہو چکا تھا نیچے ہولناک گہرائیاں تھیں اور اوپر کھلا آسمان۔ ویسے اگر ان کے لئے یہی خلائی قید منتخب کر لی گئی ہے تو موت بہت جلد انہیں آلے گی ایک ہی رات نے بدن چور چور کر دیا تھا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ وہ دونوں اس کٹہرے میں بے بس بیٹھے ہوئے تھے اور کرنل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بار بار بہت دور نظر آنے والی ان پہاڑیوں کو گھورنے لگتا تھا جہاں سے ان کے سفر کا آغاز ہوا تھا اس کی آنکھیں اس تلاش میں تھیں کہ ادھر کوئی تحریک نظر آئے لیکن وہاں خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ اچانک ہی ان کے جسموں کو ایک جھٹکا لگا اور ان کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ چند لمحات تو کچھ سمجھ میں نہ آیا لیکن جب یہ جھولے نما شے آگے سرکنے لگی تو انہیں احساس ہوا کہ ان کے سفر کا دوسرا دور شروع ہوا ہے وہ دوسری جانب ہی سرک رہے تھے یعنی انہیں ان کی جگہ سے آگے بڑھایا جا رہا تھا۔ کرنل نے قندیل کا چہرہ دیکھا وہ سہمی ہوئی بیٹھی تھی اور اس وقت صرف ایک عام لڑکی لگ رہی تھی۔ کرنل کی نگاہیں ان پہاڑیوں کی جانب اٹھ گئیں جدھر یہ جا رہے تھے وہاں بھی کوئی انسانی وجود نظر نہیں آتا تھا۔ جھولا معمول کے مطابق آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب وہ ان ہیبت ناک پہاڑیوں کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ ویسا ہی ایک سوراخ ان پہاڑیوں میں بھی نظر آ رہا تھا جیسے سوراخ سے نکل کر یہ جھولا یہاں تک پہنچا تھا بالآخر جھولا پہاڑی چٹانوں میں داخل ہو گیا اور باہر کی کھلی فضا کے بعد اس تنگ و تاریک سوراخ میں داخل ہو کر کرنل کو ایسا ہی محسوس ہوا جیسے سخت سردی میں بدن کے کھلے ہوئے حصوں پر لحاف اوڑھ لیا جائے یہاں کا موسم معتدل تھا اور جس سرنگ میں یہ جھولا سفر کر رہا تھا وہ بھی زیادہ طویل نہ ثابت ہوئی چند ہی لمحوں کے بعد وہ پھر کھلی جگہ نکل آئے۔ یہ جگہ ایک چوڑی اور مسطح چٹان کی شکل میں تھی اور بہت دور تک میدان کی شکل میں پھیلتی چلی گئی تھی وہاں انہیں بھورے رنگوں کے لوگ نظر آئے جو دوسری طرف نظر آنے والے لوگوں سے مختلف نہیں تھے۔ یہ سب مستعد کھڑے ہوئے تھے۔ جھولا رک گیا ادھر بھی دو چرخیاں لگی ہوئی تھیں جو بھدی اور موٹی لکڑی سے بنائی گئی تھیں اور چار آدمی ان چرخیوں کو گھما رہے تھے جن کی مدد سے جھولا یہاں تک آیا تھا۔ انہوں نے اپنا کام ختم کر دیا اور جھولا رک

گیا۔ اس کے بعد انہیں جھولے سے باہر آنے کے لئے کہا گیا۔ کرنل نے ان کے احکامات کی پابندی ضروری سمجھی تھی چنانچہ اس نے قندیل کو سہارا دیا اور دونوں جھولے سے اتر آئے لیکن اچانک ہی قندیل پر پتلی پتلی رسیوں کی کمندیں پھینکی گئیں اور پھندے اس کے جسم میں جگہ جگہ کس گئے یہ عمل کرنل کے ساتھ نہیں دہرایا گیا تھا انہوں نے صرف قندیل کو اپنا قیدی بنایا تھا کرنل کے رگ و پے میں چنگاریاں بھر گئیں قندیل کے ساتھ یہ سلوک اس کے لئے ناقابل برداشت تھا وہ غراتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص پر حملہ کر دیا۔ اس نے اس شخص کو اٹھا کر زمین پر دے پٹخا اور اس کا وہ نیزہ چھین لیا جو اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ نیزے کی تیز دھار والی انی سے اس نے رسیوں پر وار کئے اور بڑی مہارت سے دو رسیاں کاٹ دیں لیکن پھر چاروں طرف کھڑے ہوئے وحشی کرنل کی جانب لپکے ان کے حلق سے غضیلی آوازیں نکل رہی تھیں۔ کرنل نے نیزہ سنبھال لیا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ وحشی جونہی اس پر حملہ آور ہوئے کرنل نے ان میں سے ایک کے سینے پر وار کیا اور نیزہ وحشی کے سینے میں پیوست ہو گیا لیکن عقب سے دوسرے وحشی نے لاٹھی ہی کی طرح نیزے سے وار کیا اور کرنل کی گردن پر لاٹھی پڑی۔ کرنل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے پلٹ کر حملہ کرنے والے وحشی کو دیکھا۔ وحشی دوسرا وار کر رہا تھا کہ کرنل نے اس کی لاٹھی کو ہاتھوں پر روکا اور پھر اس پر گرفت کر کے اس وحشی کو بھی اٹھا کر زمین پر دے پٹخا لیکن اسکے ساتھ ہی بہت سے وحشیوں نے اس پر چھلانگ لگائی اور کرنل کو دبوچ لیا اسے زمین پر لٹا کر بری طرح رگیدا جانے لگا اور کرنل اپنے ہوش و حواس قابو میں نہ رکھ پایا۔ گردن کی ضرب نے ہی اسے چکرا دیا تھا اور اس کے بعد یہ پے در پے حملے۔ اس کی آنکھوں میں سیاہی کی چادر رینگ آئی اور چند لمحات کے بعد وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔

○

لڑکی نے غزال کو دیکھ کر کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا اور اسی طرح خاموش بیٹھی بیزاری کے انداز میں دوسری طرف دیکھتی رہی۔

"ہیلو سنگ زادی۔" غزال نے اسے پکارا اور وہ گردن گھما کر غزال کو گھورنے لگی۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔ پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"اوہ نہیں بلکہ میں حیران ہوں کہ اس وقت کسی دائرے کے بغیر تمہارے الفاظ میری سمجھ میں آ رہے ہیں۔" غزال نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکی جھلا گئی۔ اس نے شاخ پر پہلو بدلا اور جھکی ہوئی شاخ جو اس کے وزن سے نیچے جھک آئی تھی ہلکی سی جنبش سے اوپر اٹھنے لگی اور لڑکی ایک دم کئی فٹ اوپر اچھل گئی اس کے حلق سے آواز نکلی تھی پھر اس نے شاخ کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور لٹک کر نیچے کود آئی۔ شاخ اپنی جگہ پہنچ گئی تھی۔ غزال دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا لڑکی نے کہا۔ "دیکھو میں اپنی توہین کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتی یہ میری کمزوری ہے۔"

"مگر میں تمہاری توہین کہاں کر رہا ہوں۔" غزال نے کہا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔" غزال نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی اور بولا۔

"اور اس سے قبل تم میرے ساتھ کیا کرتی رہی ہو کیا تم دو راتیں مجھے بے وقوف نہیں بناتی رہی ہو میں نے تو تمہارے مذاق کا برا نہیں مانا۔"

"ہڈسن کتا ہڈسن تم لکھ لو اس بات کو کہ اس کی موت میرے ہی ہاتھوں آئے گی۔"

"اس وقت ہڈسن ہمارے درمیان کہاں سے آ گیا؟"

"وہی تو آ گیا تھا اور یقیناً اس نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا۔"

"خیر چھوڑو اچھا مذاق کیا تم نے واقعی ان دو راتوں نے مجھے سحر زدہ کر دیا تھا۔"

"تم سمجھ نہیں پائے تھے کہ میرا تعلق ان لوگوں سے ہو سکتا ہے۔"

"پہلی بار جب تم مجھے نظر آئیں تو ان لوگوں کو میں نے دیکھا بھی نہیں تھا اور پھر یہ جنگل اور پہاڑیاں نجانے کیسی کیسی کہانیوں کی مظہر ہیں یہاں کوئی بھی بات ناقابل یقین نہیں محسوس ہوتی۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے تم بھی کوئی دریائی مخلوق ہو۔"

وہ ہنس پڑی اور اس کا موڈ تبدیل ہو گیا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ویسے میں نے بڑی ذہانت سے یہ پروگرام ترتیب دیا تھا۔ میں تو کئی راتیں اسی طرح تمہارے ساتھ لطف اندوز ہوتی۔ تمہیں کیسی لگ رہی تھی میں اس وقت؟"

"بہت عجیب' بہت حیرت ناک۔" غزال نے کہا اور لڑکی کے چہرے پر مسرت کے آثار نمودار ہو گئے غزال اس کا تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا کرتا ان حالات میں کرنے

کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ ایک شدید بیزاری کا شکار تھا۔ ذہن میں پیدا ہونے والے وسوسے قندیل کی یاد' ناسماعد حالات۔ کسی چیز کا کوئی حل سامنے نہیں تھا اور اس نے یہی فیصلہ کر لیا تھا کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دے۔ جب کوئی عمل سامنے نہیں ہے تو پھر زندگی کے چند لمحات صرف وسوسوں کے درمیان کیوں گزارے جائیں۔ چنانچہ اس لڑکی سے تھوڑی سی تفریح ہی سہی لڑکی کہنے لگی۔

"میرا نام سفینہ ہے۔ پروفیسر حشمت بے کی بیٹی ہوں۔ ڈیڈی بس یوں کہو کہ میرے باپ ہیں اس لئے میں ان کے بارے میں کوئی برا لفظ نہیں استعمال کر سکتی۔ شاید تمہیں اس بات کا علم نہ ہو اور نہیں ہو گا کیونکہ ہڈسن میرے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ تو میں کہہ رہی تھی کہ ہم لوگ اپنے وطن میں اچھی خاصی حیثیت کے مالک ہیں۔ انقرہ میں ہماری شاندار رہائش گاہ ہے۔ ایک فارم بھی ہے جو بہت وسیع و عریض زمینوں پر پھیلا ہوا ہے۔ بہترین آمدنی ہے۔ ڈیڈی کی اپنی ایک لیبارٹری ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ خزانوں کے لئے دیوانے ہو گئے ہیں۔ میں کہتی ہوں خزانے انسانی زندگی سے زیادہ قیمتی تو نہیں ہوتے۔ کیا کریں گے وہ ان خزانوں کا لیکن انہوں نے ان کے لالچ میں ایک پرسکون زندگی کھو دی اور اب ان وحشت ناک ویرانوں میں بھٹک رہے ہیں میں جانتی ہوں خود بھی کافی پریشان ہیں۔"

"لیکن تم ان کے ساتھ کیوں چلی آئیں؟"

"بس میری ماں نہیں ہے اور ڈیڈی میرے بہترین دوست بھی رہے ہیں بلکہ یوں کہو کہ میری سب سے گہری دوستی انہی سے ہے انہیں تنہا چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ میں کیا کرتی اتنے دن ضد کر کے چلی آئی لیکن بعد میں احساس ہوا کہ بعض اوقات ضدیں کتنی حماقت آمیز ہوتی ہیں۔ بہرطور اب جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا اس دوران۔ جب سے ہم ہندوستان کے ان جنگلات میں داخل ہوئے ہیں' مجھ پر بارہا بیزاری طاری ہوئی ابتدا میں تو یہ ماحول کچھ پسند آیا تھا۔ جنگل کی زندگی میری لئے اجنبی ہے لیکن مجھے صبح سورج نکلنے سے پہلے یہاں کا منظر بے حد حسین لگتا ہے جب انسانوں کی آبادیوں سے دور ننھے منے پرندے' بڑے بڑے جانور زمین کے تمام رہنے والے اپنے اپنے معمولات کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ انسانوں کی مانند یہ جاندار جانور بھی رزق کی لئے پریشان رہتے ہیں اور جد وجہد کے بغیر انہیں

کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ یہ تجزیہ میرے لئے بہت ہی دلکشی کا باعث تھا لیکن ایک ہی شے کو کب تک دیکھا جائے۔ شام کو اپنے اپنے گھونسلوں میں واپس لوٹنے والے پرندے رات کو ان ویرانوں کو منور کر دینے والا چاند بے شک بہت خوبصورت لگتا ہے لیکن اب میں ان مناظر سے تنگ آ گئی ہوں مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگتا اور یہ لوگ یہ سب کے سب وحشی لگتے ہیں اس سے پہلے ہم ایڈمنڈ گارساں کے ساتھ تھے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ وہی ان تمام مصیبتوں کا باعث بنا - ڈیڈی سے اس کے تعلقات تھے اور اس نے ڈیڈی کو اس کے لئے مجبور کیا تھا کہ ہم ہندوستان کے جنگلوں میں آوارہ گردی کریں۔ پھر یہ مسٹر لوئس ڈی پارلو بھی ہمارے ساتھ شامل ہو گئے۔ پتہ نہیں ڈیڈی کو کیا سوجھی کہ ایڈمنڈ گارساں کو چھوڑ کر وہ ان کے ساتھ چلے آئے میرا آنا بھی ضروری تھا اور اب لوئس ڈی پارلو واپس جانا چاہتا ہے مجھے تو خیر اختلاف نہیں ہے ظاہر ہے خزانوں کے چکر میں تو میں ویسے بھی نہیں پڑنا چاہتی تھی مجھے کیا کرنا ہے خزانوں کا۔ ویسے تم اس دوسری پارٹی سے تعلق رکھتے ہو نا جس کے بارے میں بڑی بڑی کہانیاں سننے کو ملتی رہی ہیں کیا نام ہے تمہارا؟"

"غزال۔" غزال نے جواب دیا۔

"بہت خوبصورت نام ہے بالکل تم پر جچتا ہے تم مجھے بہت پسند آئے ہو۔ ایک دوست کو کم از کم ایسا ہی ہونا چاہئے اور وہ ہڈسن اس کی تو مجھے صورت سے گھن آتی ہے لیکن وہ ہر وقت میرا پیچھا کرتا رہتا ہے۔ مجھے اس سے نفرت ہے بے پناہ نفرت۔ ویسے ڈیئر غزال تم مقامی باشندے ہو نا میرا مطلب ہے تمہارا تعلق ہندوستان ہی سے ہے نا؟"

"ہاں۔"

"کیا تمہیں بھی خزانوں سے دلچسپی ہے؟" سفینہ نے سوال کیا اور غزال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں مجھے دل کے خزانے بھاتے ہیں وہ خزانے جو محبتوں سے معمور ہوتے ہیں وہ جو پیار کا درس دیتے ہیں۔" غزال نے جواب دیا اور سفینہ کے ہونٹوں پر ایک دلاویز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہی ہوں یقیناً تم سے پوری طرح متفق ہوں۔ محبت سے زیادہ قیمتی شے اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ تھینک یو ڈیئر غزال ویسے اگر تم میری اس

شرارت کا برا مانے ہو تو میں تم سے معافی چاہتی ہوں۔ تمہارا ساتھ میرے لئے باعث دلکشی ہے بہت سی باتیں کریں گے ہم لوگ بلکہ یوں سمجھ لو کہ تمہارا سہارا مل جانے کے بعد میرا دل بھی ان جنگلوں میں لگ جائے گا۔"

عقب سے راج دیو کی آواز سنائی دی جو غزال کو آواز دے رہا تھا اور غزال چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"او کے سفینہ میرے انکل مجھے آواز دے رہے ہیں ذرا جا رہا ہوں۔ تم سے اب تو دن کی روشنی میں بھی ملاقات ہو سکتی ہے۔" غزال نے کہا اور وہ ہنس پڑی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں کیوں نہیں۔"

غزال راج دیو کی جانب چل پڑا تھا۔ راج دیو پر سکون تھا۔ اس نے کہا۔

"مصروف تو نہیں تھے غزال؟"

"یہاں کیا مصروفیت ہو سکتی ہے انکل پروفیسر حشمت بے کی بیٹی سی باتیں کر رہا تھا۔"

"آؤ!" راج دیو نے کہا اور وہ ٹہلتے ہوئے دریا کی جانب چل پڑے۔ راج دیو نے ایک پتھر پر بیٹھ کر کہا۔

"لوئس ڈی پارلو اب یہاں سے واپسی کا سفر شروع کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ کل سے تیاریوں کا آغاز کرے گا۔"

"کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے انکل یہاں تو ہم بے کار پڑے ہوئے ہیں۔"

"اسی دریا کے کنارے واپسی کا سفر کیا جائے گا۔ میں نے اتنے دن یہاں اس امید پر گزارے ہیں کہ ممکن ہے وہ لوگ اس طرف نکل آئیں لیکن ویسے تیز بہاؤ پر ہم نے جس رفتار سے سفر کیا ہے اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ممکن ہے وہ لوگ ان دنوں میں یہ فاصلہ نہ طے کر پائے ہوں اور واپسی کے سفر میں بہت جلد ہماری ان سے ملاقات ہو جائے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے انکل۔"

"تم پر امید نہیں ہو؟"

"انکل۔ میں عجیب احساسات کا شکار ہوں۔ ڈیڈی اور قندیل۔ میں قندیل کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میں جانتا ہوں کہ ڈیڈی پر کیا بیت رہی ہو گی۔ اگر

قدرت نے انہیں زندگی دی ہے تو میں جانتا ہوں کہ یہ زندگی اس وقت ان کے لئے موت سے بدتر ہو گی۔ وہ میرے لئے جس قدر بے چین ہوں گے میں سمجھتا ہوں مگر مجبوری ہے۔ دل یہ بھی کہتا ہے کہ ممکن ہے وہ لوگ کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں۔"

"دوسری شکل میں بیٹے۔ ہمارے پاس آگے بڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے اچھا ہے ان لوگوں کے سہارے ہمارا سفر آسان ہو جائے گا۔"

"ہاں انکل ٹھیک ہے۔ تیاریاں کیا کی جائیں گی؟" غزال نے پوچھا۔

"خوراک کے سلسلے میں وہ سب سے زیادہ پریشان ہے بہت برا وقت گزار چکا ہے اور بھوک کا خطرہ نہیں مول لینا چاہتا۔ اسلئے یہاں سے وہ ان جنگلی پھلوں کا ذخیرہ اکٹھا کرنا چاہتا ہے گوشت بھی سکھا کر اسٹور کرنا چاہتا ہے کل سے اس کے تمام ساتھی اس کام میں مصروف ہو جائیں گے۔"

"آپ تو ان کی کافی مدد کر سکتے ہیں انکل۔"

"کس طرح؟"

"شکار کا تجربہ جتنا آپ کو ہے دوسروں کو نہیں۔"

"یقین کرو غزال میں نے صرف شیر تیندوے اور چیتے ہلاک کئے ہیں ان ننھے ننھے معصوم جانوروں کی ہلاکت میرے دل پر شدید افسردگی طاری کر دیتی ہے۔ تاہم میں انہیں نہیں روک سکتا میں پھل جمع کرنے والی پارٹی میں شامل ہو جاؤں گا۔"

دوسرے دن صبح ہی سے سب تیار تھے۔ راج دیو پھل جمع کرنے نکل گیا تھا۔ غزال نے بھی یہی ذمہ داری سنبھالی تھی اور وہ بھی پھل جمع کر رہا تھا اس دھن میں مست دور نکل گیا تھا۔ دفعتہ اس نے کچھ آہٹیں سنیں اور سنبھل گیا لیکن پھر اس نے سفینہ کو دیکھ لیا تھا۔ وہ خود بھی مسکرا دیا۔

"میں تمہیں دیر سے تلاش کر رہی تھی۔ بہت دور نکل آئے تم۔"

"ہاں!"

"چھوڑو بہت سے لوگ پھل جمع کر رہے ہیں - آؤ بیٹھو باتیں کریں گے۔"

"نہیں یہ میری ذمہ داری بھی ہے۔" غزال نے کہا۔

"میں بھی تو تمہاری ذمہ داری ہوں۔" سفینہ نے کہا۔

"تم؟"

"ہاں میں۔ پچھلی رات میں تمہارے بالکل قریب تھی مگر تم گہری نیند سو رہے تھے۔"

غزال چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سفینہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن غزال ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"ہم دوست ہیں سفینہ۔" اس نے کہا

"کوئی شک باقی رہ گیا ہے اس میں؟"

"نہیں۔ لیکن دوستی ایک مقدس جذبہ ہے اس جذبے کی تقدیس مجروح نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی۔"

"ہمیں محتاط رہنا ہو گا سفینہ۔ پچھلی رات تمہیں میرے بالکل قریب نہیں ہونا چاہئے تھا بدقسمتی سے ہم دو مختلف صنفوں سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"یہ کیا جہالت کی گفتگو شروع کر دی تم نے۔ میں ان جنگلوں میں شدید بیزار ہو گئی ہوں میں ذہنی تبدیلی چاہتی ہوں۔"

"میرا فرض ہے کہ میں اچھے دوستوں کی مانند تمہاری دلجوئی کروں۔ لیکن..."

اچانک ہی کوئی شے سنسناتی ہوئی غزال سے صرف دو انچ کے فاصلے سے نکل گئی اس کی سنسناہٹ اتنی تیز تھی کہ اگر غزال اس کی زد میں آ جاتا تو شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ یہ لکڑی کا نیزہ تھا جو کوئی رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے اتنی دور نکل گیا تھا کہ اب نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

غزال اور سفینہ ادھر دیکھنے لگے۔ ہڈسن کچھ فاصلے پر نظر آیا تھا۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "اوہو یہاں تم لوگ ہو۔ ہیلو مسٹر غزال ہیلو سفینہ۔"

"نیزہ تم نے پھینکا تھا؟" سفینہ نے کہا۔

"ہاں ادھر جھاڑیاں ہل رہی تھیں میں نے سمجھا کوئی جانور ہے۔ میرا نیزہ کہاں گیا؟"

"جہنم میں۔ اگر اس سے کوئی زخمی ہو جاتا تو؟" سفینہ غرائی۔

"صرف زخمی۔ نہیں ڈیئر۔ اگر کوئی اس کی زد میں آ جاتا تو ہلاک بھی ہو سکتا تھا تم صرف زخمی ہونے کی بات کر رہی ہو۔"

"اور اس کے بعد تم جانتے ہو کیا ہوتا؟"

"کچھ نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں۔ حادثے اسی طرح ہوتے ہیں اور پھر جنگل کا قانون۔ تمہارا کیا خیال ہے مسٹر غزال۔ یہ نیزہ تمہاری کھوپڑی ایسے توڑ سکتا تھا کہ پھر وہ کبھی نہ جڑتی لیکن اس میں میرا کیا قصور ہوتا میں نے جان بوجھ کر تو ایسا نہیں کیا۔ اور آئندہ بھی اگر ایسا ہو تو جان بوجھ کر نہیں ہو گا۔ آہ میرا نیزہ شاید کہیں دور نکل گیا۔" ہڈسن لاپروائی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ دونوں خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر سفینہ نے کہا۔

"واقعی حادثے اسی طرح ہوتے ہیں اور کوئی حادثہ ہونا چاہئے۔ بہت جلد ہونا چاہئے اس نے خود ہی مجھے یہ راستہ دکھا دیا ہے۔" وہ مسکرائی پھر ہنس پڑی۔ "کیوں غزال حادثے ہوتے ہیں نا؟"

غزال ششدر رہ گیا۔ سفینہ کا لہجہ بے حد سفاک تھا۔

○

گارساں کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ ہولے ہولے کانپ رہا تھا شردھانی نوجوان نے کہا۔ "جو نقصان تم نے کیا ہے اسے تم ہی پورا کرو گے۔ یہ سب تمہاری جاگیر نہیں ہیں - یہ ہمارے جنگل ہیں۔ تم یہاں داخل ہوئے اور تم نے ہم پر گولیاں چلائیں تمہیں یہ سزا بھگتنی ہو گی۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے، تم ایسا نہیں کر سکتے!" اسی وقت ایک بوڑھا شردھانی نوجوان کے پاس آیا اور اس سے کچھ کہنے لگا۔ راؤ سکندر نے سراتو کا شانہ دبایا تھا۔

"شر میں سُن رہا۔" سراتو نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

شردھانی نوجوان نے گردن ہلائی اور بوڑھے شردھانی سے کچھ کہا جسے سن کر بوڑھا چلا گیا۔ نوجوان پھر گارساں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اس بوڑھے ڈاکٹر کو دو انسانی ہاتھ درکار ہیں۔ ابھی اور اسی وقت اگر تم یہ کارروائی دیکھنا چاہتے ہو تو۔ میں تمہیں یہ آپریشن دیکھنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

"لعنت ہو تم پر۔ ہمیں یہاں سے جانے دو۔" گارساں غرایا۔

"تم میں سے ایک بھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جائے گا۔ ہاں اگر تم چاہو تو کچھ وقت کی زندگی پا سکتے ہو۔ اس کی شرط یہی ہے کہ خاموشی سے وقت گزارو اور سرکشی نہ کرو

ورنہ ایرش کا حکم ہے کہ تم سب کی پیائش کر لی جائے۔ ایرش ہمارا سردار ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہا ہے۔ آہ یہ دیوانہ کیا کہہ رہا ہے۔ راؤ سکندر سنا تم نے یہ کیا کہہ رہا ہے۔"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ تم میں چند کو فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ اس طرح کہ فرض کرو کسی شردھانی نوجوان کو ایک آنکھ کی ضرورت ہے - ضرورت کے مطابق تمہارے آدمی کی ایک آنکھ نکالی جائے گی اور اس شردھانی کے لگا دی جائے گی دوسری آنکھ بچ گئی نا۔ چلو میں تمہیں یہ آزادی دیتا ہوں کہ جس شخص سے کسی شردھانی جوان کی ضرورت پوری ہو گئی اسے آزادی دے دی جائے گی نہ صرف آزادی بلکہ اسے ایک گھوڑا بھی دے دیا جائے گا اور وہ جہاں چاہے گا جا سکے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔" وہ ہنس پڑا۔ اسی وقت بوڑھا آدمی وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لچکدار لکڑی تھی۔

"وہ آ گیا شر۔" سراتو نے راؤ کے کان میں سرگوشی کی۔

"اس نے کیا کہا تھا؟" راؤ سکندر نے پوچھا۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ اسے دو بازوؤں کی ضرورت ہے۔ شردھانی بولا وہ ناپ لے آئے اب وہ ناپ لایا ہے۔"

سراتو کا کہنا درست تھا۔ بوڑھے کی نظریں ایک ایک فرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر وہ گارساں کے ایک ساتھی کی طرف بڑھا جس کا نام لیسٹر تھا۔ اس نے لکڑی لیسٹر کے بازوؤں سے لگائی اور پھر زور سے بولا۔

"ہمیں اس کے بازو درکار ہیں۔" شردھانی نوجوان نے لیسٹر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے پاگل ہو گئے ہو تم۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تم۔" گارساں نے آگے بڑھ کر شردھانی نوجوان پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن شردھانی جوان کے ایک گھونسے نے گارساں کو زمین چٹا دی تھی۔ پھر وہ غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہارے چاروں طرف رائفلیں تنی ہوئی ہیں۔ جہاں تم قید کئے گئے ہو وہاں بھی تمہاری نگرانی رائفل کی نالوں سے کی جاتی ہے اور جہاں سے گزر کر آئے ہو وہاں بھی رائفل بردار تمہاری نگرانی کرتے رہے ہیں۔ انہیں ہدایت ہے کہ تمہاری کسی سرکشی کو معاف نہ کیا جائے۔ میں

صرف انگلی اٹھاؤں گا اور تم سب زمین پر تڑپتے نظر آؤ گے۔ ہمارا مقصد اس طرح بھی پورا ہو جائے گا۔ ہمارے پاس اعضاء کو ذخیرہ کرنے کا بھی معقول بندوبست ہے۔ اگر تم سب کو بیک وقت ہلاک کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ایسا بھی کیا جا سکتا ہے البتہ تم نقصان میں رہو گے۔ پہلے پروگرام کے تحت تم میں سے کچھ زندہ بچ سکتے ہیں دوسری شکل میں ہم تمہیں ہلاک کر کے محفوظ کر لیں گے اور تمہارے ضروری اعضاء کو استعمال کر کے باقی اعضاء پھینک دیئے جائیں گے۔ فیصلہ کر لو۔"

سب کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ اچانک ہی لیسٹر نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور فضا میں پرواز کرتا ہوا دور نکل گیا۔ پھر اس نے دوسری چھلانگ لگائی اور احاطے کے آخری سرے پر پہنچ گیا۔ شردھانی نوجوان نے ہاتھ اٹھا دیا - فائر کی آواز ابھری اور لیسٹر کے سینے میں سوراخ ہو گیا۔ اس کا بدن احاطے کے دروازے کے پاس پھڑکنے لگا۔ چند شردھانی جوان آگے بڑھے اور لیسٹر کے خون اگلتے بدن کو اٹھا کر واپس اس جگہ لے آئے جہاں مکروہ بوڑھا موجود تھا۔

گارساں زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ شدید دہشت کے آثار اس کے چہرے پر منجمد تھے باقی لوگ پتھرا گئے تھے بس ان کے جسموں میں ہلکی ہلکی تھرتھراہٹ تھی۔ اس کے بعد کے مناظر نہایت دہشت ناک تھے۔ لیسٹر کی موت کا انتظار بھی نہیں کیا گیا تھا اور اسے لکڑی کے ایک عجیب سے فریم سے باندھ دیا گیا تھا۔ بوڑھے ڈاکٹر نے اس کا اوپری لباس اتار کر اس کے بازو برہنہ کر دیئے۔ لکڑی سے ناپ کر ایک چاقو سے نشان لگائے اور دو جوان ایک چمکتا ہوا تیز دھار وزنی کھانڈا لے آئے۔ بوڑھے ڈاکٹر نے انہیں نشان دکھائے اور کھانڈا دوبارہ بلند ہوا۔ گارساں کی دہشت ناک چیخ فضا میں ابھری تھی اور اس نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ دیئے تھے لیسٹر کے دونوں بازو علیحدہ ہو گئے لیکن وہ اس تکلیف سے پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔ اور اس کا جسم ساکت تھا۔ شردھانی نوجوان نے کہا۔

"اس کے دونوں بازو کٹ جاتے لیکن یہ زندہ رہتا۔ ہم اس کا بھی علاج کرتے اور تم دیکھتے کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا اور تم سب کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تمہیں تعاون کرنا ہو گا اور تعاون نہ کرنے والے کا انجام اس سے مختلف نہ ہو گا۔ آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ یہ دونوں بازو ایک شردھانی کے کس طرح کام آتے ہیں۔ کون یہ آپریشن دیکھنا چاہتا ہے۔"

"میں!" اچانک راؤ سکندر نے کہا۔ اور سب چونک کر راؤ کو دیکھنے لگے۔

"باقی لوگوں کو واپس چھوڑ آؤ۔ میں تم سب کو بتا چکا ہوں کہ سرکشی کا نتیجہ کیا ہو گا تم میں سے جو بھی مرنا چاہے گا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ جاؤ سب کو لے جاؤ۔"

پروفیسر غوری اور بھرت چندر کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اچانک راؤ کو کیا ہو گیا۔ یہ وحشت ناک منظر دیکھنے کے لئے بڑا دل گردہ چاہئے تھا۔ ان لوگوں کے اعصاب ساتھ چھوڑ رہے تھے اور راؤ یہ آپریشن دیکھنا چاہتا تھا۔ شردھانی نوجوانوں کا ایک گروہ ان کے گرد پھیل گیا۔ گارساں نے کھڑا ہونے کی کوشش کی تو ایک طرف لڑھک گیا۔ بہرحال اس کے دو ساتھیوں نے کسی نہ کسی طرح اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور لڑھکتے ہوئے باہر نکل آئے۔ قید خانے تک کا سفر انتہائی مشکل ثابت ہوا تھا اور قید خانے میں آ کر کسی میں اتنی سکت نہ رہی تھی کہ وہ بیٹھ ہی سکتا۔ وہ سب زمین پر چت لیٹ گئے تھے۔

پروفیسر غوری نے اچانک گارساں کی سسکیاں سنیں اور پھر وہ زور زور سے رونے لگا۔

"آہ یہ سفر ابتداء ہی سے میرے لئے منحوس رہا۔ خدا غارت کرے خدا غارت کرے سب کو۔ خدا غارت کرے اس وقت کو جب میں نے اس منحوس نوادر خانے میں قدم رکھا تھا۔"

"خود کو سنبھالو گارساں۔ ہمت سے کام لینا ہو گا" پروفیسر نے آہستہ سے کہا۔

"ایک تھپڑ دوں گا منہ پر گردن ٹوٹ جائے گی۔ ہمت سے کام لوں کہاں سے لاؤں ہمت۔ آہ لیسٹر۔ جیتا جاگتا ہمارے ساتھ گیا تھا اور اب وہ ہم میں نہیں ہے۔ آہ لیسٹر۔"

"ہمت سے کام لینا ضروری ہے حواس کھو بیٹھے تو کتے کی موت مرنا پڑے گا وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر حرف بہ حرف عمل کریں گے اس کا مظاہرہ تم دیکھ چکے ہو۔"

"پروفیسر میرے دوست۔ میرے بھائی کچھ کرو کوئی ترکیب کرو۔ آہ میرے ہاتھ میری آنکھیں میرے پاؤں ارے باپ رے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز ان کے ناپ کی ہوئی تو۔"

"دوسری صورت میں ہم وقت سے پہلے مر جائیں گے۔" پروفیسر نے کہا۔

"نہیں۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ آہ غلطی ہو گئی۔ یہ منحوس جنگل آہ یہ منحوس جنگل۔ کچھ کرو میرے بھائی میرے دوست۔" گارساں نے پروفیسر کے پاؤں پکڑ لئے۔

"ہمیں آخری وقت تک سمجھ داری سے کام لینا ہو گا۔ کوئی بھی لمحہ ہمارے لئے کارگر ہو سکتا ہے اگر تم اس طرح بدحواس ہو گئے تو آن کی آن میں فنا کر دیئے جائیں گے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ لوگ درندے ہیں۔ انسانوں کی شکل میں درندے۔ انہیں کسی کو ہلاک کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ اللہ کی پناہ۔" اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ بھرت چندر نے آہستہ سے پروفیسر غوری سے کہا۔ "اس کتے نے راج دیو کی نوادر گاہ کے معصوم ملازم کو ہلاک کرتے وقت یہ نہیں سوچا تھا۔"

"خاموش رہنے کا وقت ہے بھرت۔ ہم لوگ شدید مشکل کا شکار ہیں۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"تم لوگ کیا گفتگو کر رہے ہو۔ زور سے بات کرو۔ آہ میں تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں میں زندگی کا یقین کرنا چاہتا ہوں۔ پلیز زور سے بولو۔ ہم زندگی کی بازی ہار چکے ہیں - ایک ایک کر کے سب مارے جائیں گے۔ کیا زندہ رہنے کے کچھ امکانات ہیں؟" گارساں نے کہا۔

"یہ راؤ کو کیا سوجھی۔ ان حالات میں بھی اس کے اندر تحقیق کی حس زندہ رہی۔" بھرت چندر نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ زیرک ہے ضرور کوئی ترکیب آئی ہے اس کے ذہن میں۔" پروفیسر غوری نے گہری سانس لے کر کہا۔

شردھانی جوان' راؤ سکندر کو ساتھ لئے ایک جگہ پہنچ گیا جہاں ویسے ہی ایک سائبان کے نیچے ایک شردھانی جوان بے ہوش پڑا تھا۔ بوڑھا شخص دو آدمیوں کے ساتھ اس کے پاس موجود تھا اس کے پاس چند برتن' چند شیشیاں اور ایسی ہی نہ جانے کیا کیا اشیاء رکھی ہوئی تھیں شردھانی جوان وہاں رک گیا۔

"خاموشی سے دیکھتے رہو۔ میں نے تمہارے اسپتالوں میں بڑے بڑے آپریشن دیکھے ہیں۔ جدید ترین مشینیں دیکھی ہیں۔ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے لیکن اتنے کامیاب آپریشن تم نے ان مشینوں کے ذریعہ نہ دیکھے ہوں گے۔"

راؤ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بوڑھے کو مصروف دیکھ رہا تھا۔ بے ہوش پڑے ہوئے شردھانی نوجوان کے دونوں ہاتھ شانوں کے پاس سے کٹے ہوئے تھے۔

"شردھانی جوان نے کہا..... "تمہاری رائفل کی گولیوں نے اس کے دونوں بازو چکنا چور کر دیئے تھے اس کے دونوں بازو فوری طور پر کاٹ دیئے گئے ورنہ باقی بدن اس سے متاثر ہو جاتا۔ دیکھو یہ بوڑھا باریک باریک نلکیاں اس زخمی کے بازوؤں میں اتار رہا ہے۔ یہ نلکیاں زمین میں اگنے والی گھاس سے نکالی گئی ہیں۔ تمہیں بدن میں پھیلی ہوئی لاکھوں رگوں کا نظام عمل معلوم ہو گا۔ یہ نسیں ٹوٹتی جڑتی رہتی ہیں۔ اسی عمل کو تم قدرتی شکل میں دیکھ رہے ہو۔ ان نلکیوں کو ان تمام رگوں میں پیوست کیا جا رہا ہے تاکہ نسوں کا عمل جاری ہو جائے اور وہ خون کی روانی جاری کر سکیں۔ ابھی اس شخص کا خون روک دیا گیا ہے تاکہ وہ بہہ کر ضائع نہ ہو جائے لیکن یہ نلکیاں ان رگوں میں پیوست کر کے ہمارا یہ ڈاکٹر اپنے ہونٹوں سے سانس کا عمل کرے گا اور خون پھر سے جاری ہو جائے گا۔ اسی طرح دیکھو بوڑھا اپنا کام مکمل کر چکا ہے۔"

"کیا یہ بدن کی تمام نسوں کے بارے میں جانتا ہے۔" راؤ نے حیرت سے پوچھا۔

"صرف نسوں کے بارے میں نہیں۔ اسے ایک ایک غدود ایک ایک خلئے کے بارے میں معلوم ہے۔ ایک ایک ہڈی کی ساخت کے بارے میں جانتا ہے۔ تمہارے ہاں کسی ایک موضوع پر اسپیشلائزیشن کرنے والے ڈاکٹر بھی اپنے شعبے کے مکمل کوائف سے واقف نہیں ہوتے لیکن یہ تمہارے بدن میں کسی بھی اضافی شے کے بارے میں صرف تمہارا بدن ٹٹول کر بتا سکتے ہیں اسے درست کر سکتے ہیں۔"

راؤ سکندر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ وہ واقعی حیران رہ گیا تھا۔ بوڑھے نے دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کے سرے صاف کئے اور چمڑے کی ایک بوتل سے ایک بے رنگ سیال نکال کر بازوؤں کے سرے پر مل دیا..... پھر وہ باریک لکڑی کی نلکیاں ان کٹے ہوئے بازوؤں میں پیوست کرنے لگا۔ یہ جادوئی عمل ہی معلوم ہو رہا تھا۔ بوڑھا مہارت سے اپنا کام کرتا رہا۔ شردھانی جوان نے کہا۔

"ان بازوؤں میں جو نلکیاں پیوست کی گئی ہیں وہ ان نلکیوں سے ذرا پتلی ہیں اس طرح یہ دونوں نلکیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں گی اور ان کے درمیان خون کا عمل جاری ہو جائے گا۔"

"لیکن کیا یہ نسوں میں چھپی رہیں گی۔"

"نہیں جونہی دوران خون جاری ہو گا نسیں ایک دوسرے کو قبول کر لیں گی اور یہ لکڑیاں اسی وقت گلنا شروع ہو جائیں گی۔ چوبیس گھنٹے کے بعد ان کا وجود نہ ہو گا۔"

"ایک اور بات....؟"

"ہاں پوچھو۔"

"خون کے گروپ کے بارے میں کیا کرتے ہو....؟"

"خود دیکھ لو....." شردھانی جوان نے کہا۔ راؤ نے دیکھا کہ بوڑھے نے دونوں کٹے ہوئے بازو الٹے لٹکا دیئے ہیں اور وہ نلکیاں خون اگلنے لگی ہیں جو لٹکائے ہوئے بازوؤں میں پیوست تھیں۔

شردھانی جوان بولا ......"جو سیال ان بازوؤں پر لگایا گیا اس نے آن کی آن میں رگوں میں جمے ہوئے خون کو پگھلا دیا اور اب پہلے سے موجود خون کا ایک ایک قطرہ ان رگوں سے بہہ جائے گا اور وہ خون سے خالی ہو جائیں گی اس کے بعد جو خون ان میں دوڑے گا وہ اس

شردھانی جوان کا ہو گا۔"

"میرے خدا...." راؤ نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ "یہ سادہ لوح بوڑھا یہ سب کچھ جانتا ہے۔"

شردھانی جوان فخریہ انداز میں مسکرایا...!

"یہ کام اس کے آباؤ اجداد بھی کرتے تھے اور اس کی اولادیں بھی یہی کریں گی تمہارے اسپیشلسٹ اس کے تجربے کے سامنے نو آموز ہیں۔"

راؤ تھوڑی دیر کے لئے سب کچھ بھول گیا تھا۔ یہ سب کچھ کراہت آمیز تھا لیکن جو کچھ تھا وہ ناقابل فراموش تھا اور راؤ اس میں دلچسپی لئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ شردھانی جوان ہر پیچیدہ کام کی تشریح کرنا جانتا تھا۔ بوڑھے نے ایک خول میں بند ہلکے سرخ سیال کا لیپ کٹے ہوئے بازوؤں پر کیا تو شردھانی جوان نے کہا۔

"یہ پلیٹ لیٹس ہیں خون کے سرخ ذرات جو خلیوں کو جوڑنے کے لئے استعمال کئے جائیں گے انہیں خون سے جدا کرنے کا عمل بہت مشکل ہے لیکن اس شردھانی سرجن کے اجداد یہ سب کچھ نہ جانے کب سے کرتے آئے ہیں۔"

راؤ سکندر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے بازوؤں کو جوڑنے کا پورا عمل دیکھا تھا اور بے حد متاثر ہوا تھا۔

"انسان پہاڑوں اور پتھروں کے دور میں بھی ذہین تھا۔ نہ ہوتا تو اس دور سے نکل کر یہاں تک کیسے پہنچتا۔"

راؤ سکندر عجیب نظروں سے اس شردھانی جوان کو دیکھتا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"یہ شخص ان بازوؤں کو کب تک استعمال کر سکے گا....؟"

"اس میں کافی وقت لگے گا مگر اس کی کمی پوری ہو گئی ہے۔ اسی طرح ہر عضو کی کمی دوسرے عضو سے پوری ہوجائے گی یہاں تک کہ آنکھوں کا آپریشن بھی اسی طرح کیا جائے گا۔"

"میں بہت اہم بات سوچ رہا ہوں۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"کیا...؟"

"سنو شروھانی جوان ہم تمہارے قیدی ہیں اور تم ہمیں ہمارا مستقبل بتا چکے ہو میں جانتا ہوں جو سلوک اس شخص کے ساتھ ہوا جو زندگی کھو چکا ہے وہی ہم سب کے ساتھ ہو گا کچھ اپنی کمی کے ساتھ زندہ درگور ہو جائیں گے اور کچھ زندہ رہنا پسند کریں گے۔ یہ دوسری بات ہے مگر جو کچھ میں نے یہاں دیکھا ہے وہ میری اس طویل زندگی کا سب سے انوکھا عمل ہے۔ ہم اپنی زبان میں تمہیں سوبارا کا وحشی کہتے ہیں اور تم نے وحشت خیزی کی ہے اس میں شک نہیں ہے ہم ان جنگلوں میں پر امن سفر کر رہے تھے کہ تم نے ہم پر حملے کئے اور ہمیں اپنی بقاء کے لئے جوابی کارروائی کرنی پڑی آغاز ہم نے نہیں کیا اس لئے اصولی طور پر ہم بے قصور ہیں تم ہمارے اعضاء کے حصول کو انتقام کہتے ہو ہم اسے وحشت خیزی تصور کرتے ہیں اور ہم تمہارے ہاتھوں مجبور ہیں۔ مگر میرے لئے ان جنگلوں میں سب سے زیادہ حیرت ناک تم ہو۔"

"میں....؟" شروھانی جوان نے چونک کر کہا۔

"تمہارا کوئی نام تو ہو گا؟"

"ہاں میرا نام ہرنڈا ہے اور ہمارے سردار کا نام ایرش ہے میں نائب سردار ہوں۔"

"میرا نام راؤ سکندر ہے۔ تو مسٹر ہرنڈا تم کسی بھی طور اپنے دوسرے وحشی ساتھیوں سے مختلف نہیں ہو لیکن اس وقت میں حیران رہ گیا جب پہلے تم نے اردو میں اور پھر ہمارے لیڈر گارساں سے انگریزی میں بات کی رہی سہی کسر تم نے اس وقت پوری کر دی میڈیکل سائنس اور قدیم تہذیب کے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کر کے تم نے مجھے ششدر کر دیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تم کسی طرح جدید دنیا میں چلے گئے اور وہاں تم نے تعلیم حاصل کر لی لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہارا ہر شعبے سے علم اور تاریخ انسانیت کے بارے میں یہ اہم ترین معلومات کسی محقق ہی کا کارنامہ معلوم ہوتی ہیں تم نے جدید اور مہذب دنیا سے یہ سارے علوم حاصل کرنے کے بعد ان جنگلوں کی زندگی کیوں اپنائی مجھے اس بات پر شدید حیرت ہے کیونکہ تہذیب تو انسان کو بہت سی چیزیں دے دیتی ہے تم میڈیکل سائنس کے بارے میں اتنی شاندار معلومات رکھتے ہو اور شاید قدیم دنیا کے بارے میں بھی تمہیں بڑی تفصیلات معلوم ہوں۔ پھر تم نے اپنے آپ کو ان جنگلوں کی زندگی میں واپس لانا کیوں بہتر سمجھا بہت سی ایسی چیزیں ہیں مسٹر ہرنڈا جو مجھے تمہارے سلسلے میں شدید پریشان کرتی ہیں

بس تھوڑی سی اس کی وضاحت کر دو‘ اس سے زیادہ میں تم سے اور کوئی رعایت نہیں مانگوں گا۔"

ہرنڈا گہری نگاہوں سے راؤ سکندر کو دیکھنے لگا اس کے چہرے پر کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں پھر اس نے راؤ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ہمارے اور تمہارے درمیان صرف نفرت کا رشتہ ہے جو کچھ تم نے کہا اس میں کچھ سچائیاں بھی ہیں‘ لیکن جو فیصلہ سردار ایرش نے کیا اس سے انحراف ناممکن ہے‘ آؤ میرے ساتھ آؤ تمہارے ان سوالات کا جواب میرے لئے ضروری ہو گیا ہے‘ ویسے ایک بات پر مجھے بھی حیرت ہے مسٹر سکندر۔" ہرنڈا نے احاطے سے واپس نکلتے ہوئے کہا۔

"کس بات پر۔" سکندر نے سوال کیا۔

"تم نے کہا کہ تمہارا لیڈر وہ سفید فام ہے جس کا نام تم گارساں لیتے ہو‘ لیکن میں نے اس میں کوئی لیڈر شپ نہیں دیکھی‘ وہ ایک عام آدمی ہے‘ جو ہر بات سے خوفزدہ ہو جاتا ہے‘ اس کے اندر کوئی تجسس بھی نہیں ہے‘ کوئی ایسی خوبی بھی نہیں ہے اس میں جس کے تحت اسے لیڈر سمجھا جائے‘ جبکہ اس کے برعکس تم میں لیڈر شپ کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ خیر یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ آؤ وہ جگہ میری رہائش گاہ ہے‘ وہاں بیٹھیں گے اور میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ تفصیلات بتاؤں گا‘ کیا تم فوری طور پر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جانا تو نہیں چاہتے؟؟"

"نہیں مسٹر ہرنڈا‘ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

ہرنڈا اپنے احاطے کے ایک گوشے میں جا بیٹھا‘ اور پھر اس نے راؤ سکندر کی خاطر مدارات کے لئے کچھ انتظامات کئے‘ اس وقت وہ ایک مہذب انسان نظر آ رہا تھا‘ جبکہ اس سے پہلے اس کی وحشت خیزی کسی بھی طرح دوسرے شروھانیوں سے کم نہیں تھی۔ یہ خاطر مدارات لکڑی کے برتنوں میں ایک گرم سیال کی صورت میں کی گئی‘ جس کے ساتھ کچھ پھل بھی مہیا کئے گئے تھے۔

راؤ سکندر نے کہا۔ "یہ گرم سیال کیا چیز ہے۔"

"پانی‘ شہد اور ایک خاص قسم کی گھاس کا آمیزہ جو تمہاری دنیا میں پائی جانے والی چائے کی پتی سے کہیں زیادہ لذیذ اور فرحت بخش ہے‘ اس کے علاوہ اس میں اور کچھ نہیں۔"

ہرینڈا نے جواب دیا اور راؤ سکندر نے شکریہ ادا کر کے اس مشروب کا ایک گھونٹ لے لیا۔ ہرینڈا خود بھی مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہا تھا' اس کی آنکھیں ایک خوابناک کیفیت اختیار کر گئی تھیں۔ تب اس نے کہا۔

"بہت پرانی بات ہے اتنی پرانی کہ تم یوں سمجھ لو کہ میں بہت چھوٹا تھا' اتنا چھوٹا کہ مجھے دنیا کے بارے میں بہت کم معلومات تھیں' انہی جنگلوں میں اپنی آبادیوں میں رہتا تھا' مجھے وہ لوگ بھی یاد ہیں جن کی تعداد تمہاری ہی مانند دس بارہ تھی اور جن کا انداز بھی تم جیسا ہی تھا۔ سوبارا کے مشرقی پہاڑی علاقوں میں ہماری چھوٹی سی بستی آباد تھی۔ وہ لوگ کہیں سے گرفتار کر کے لائے گئے تھے' شردھانیوں کا طریقہ زندگی یہی رہا ہے جو تم آج بھی دیکھ رہے ہو' گرفتار شدگان کو قید کر دیا گیا' لیکن وہ لوگ بہت چالاک تھے۔ انہوں نے شردھانی سردار کے بیٹے کو کسی طرح اپنے قابو میں کر کے یرغمال بنا لیا اور اس کے بعد اس قید سے نجات حاصل کر لی۔ سرار کا بیٹا میں تھا' اپنی عمر کے بارے میں بس اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ مجھے یاد رہا۔ اس طرح یاد رہا کہ یہاں کے راستے بھی میرے لئے اجنبی نہ تھے' مجھے یرغمال بنانے والوں نے مجھے اس وقت تک نہ چھوڑا' جب تک کہ وہ مہذب آبادی میں داخل نہ ہو گئے' جبکہ شردھانی سردار ہمارا تعاقب کرتا رہا تھا' لیکن اس نے صرف اس لئے ان پر حملہ نہ کیا کہ کہیں مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے' لیکن مجھے یرغمال بنا کر لانے والا شخص مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا اور اپنے ساتھیوں کو مصیبت میں ڈال کر مجھے لے کر فرار ہو گیا۔ نجانے کیوں اس شخص کے لئے میرے دل میں کچھ خاص جذبے پیدا ہو چکے تھے' بعد میں دوسرے لوگوں کا کیا ہوا' مجھے علم نہیں' لیکن میں اس شخص کے قبضے میں کافی دن تک افسردہ رہا' جدید دنیا کی دلچسپیاں میرے لئے باعث کشش تھیں' لیکن اپنا گھر' اپنی ماں' اپنا باپ مجھے بہت یاد آتے تھے' اور یہ یادیں ختم نہیں ہوئیں بلکہ پس منظر میں چلی گئیں اور میں پیش منظر میں کھو گیا۔ اس شخص نے میرے ساتھ کبھی کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ وہ ایک دولت مند آدمی تھا اور بے اولاد بھی تھا چنانچہ اس نے ایک جنگلی لڑکے کو اپنی اولاد کی حیثیت سے پرورش کیا اسے ان تمام علوم سے نوازا جو مہذب دنیا کے علوم تھے اور میری دلچسپیاں مجھے سب کچھ بھولنے پر مجبور کر چکی تھیں۔ میرا قبیلہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا' گو اس کی یادیں میرے دل میں زندہ تھیں' لیکن مہذب دنیا کے تمام نقوش

میں اپنے ذہن میں جذب کر رہا تھا اور یہ میری تجسس پسند فطرت ہی تھی کہ میں ہر شے کو سمجھ لینا چاہتا تھا' ہر چیز کو اس کی گہرائیوں تک تلاش کرنا چاہتا تھا شاید یہی وجہ ہے کہ جس شعبے کی طرف میرا گزر ہوا میں نے اس کے بارے میں آخری حد تک معلومات حاصل کیں' ہر چند کہ لفظ آخر بے معنی ہے' شاید یہ کبھی نہیں ہوتا' آگے اور آگے اور آگے بہت کچھ ہے' لیکن جس حد تک میرے ذہن میں یہ دنیا سما سکی میں نے اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور یوں ایک طویل عرصہ گزر گیا' پھر وہ شخص مر گیا جو مجھے اغوا کر کے لایا تھا' اس کا خاندان ختم ہو گیا اور اس کی موت کے بعد مجھے اپنا گھر یاد آیا' جب وہ سب مجھے یاد آئے جو پہاڑوں میں جنگلی جانوروں کی مانند رہتے تھے' تو میرا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ اس وقت میرے دل میں محبت کے جذبے نہیں پروان چڑھے تھے بلکہ میں صرف یہ سوچتا رہا تھا کہ انسانوں میں اتنی تفریق کیوں ہے۔ وہ جو جنگل میں جانوروں کی مانند رہتے ہیں اور یہ جنہوں نے اپنے لئے زندگی کی ہر آسائش فراہم کر لی ہے۔ کیوں..... آخر کیوں..... میں نے بہت سے تجربے کئے بہت سے مشاہدے کئے اپنے ان سوالات کے جوابات خود سے مانگے اور بہت سے جواب مجھے مل گئے۔ انسان خود پسند ہے وہ اپنے جیسوں کے لئے دل میں کوئی درد نہیں رکھتا خود اس کی اس جدید دنیا میں بہت سے جنگلی انسانوں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں۔ جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنی ان پر آسائش آبادیوں میں رہنے والوں کے دوست نہیں تو جنگل میں جانوروں کی مانند زندگی گزارنے والوں پر کیا توجہ دیں گے۔ تب میرے دل میں اپنے قبیلے کے لوگوں کا درد پیدا ہو گیا۔ یہ جنگل میرے ہیں۔ میں ان پہاڑوں میں پیدا ہوا ہوں ان سے دور اس مہذب جنگل میں زندگی کیوں گزاروں۔ اور میں نے اپنی دنیا تلاش کی اور واپس چل پڑا۔ سوبارا کی آخری بستی سے گزر کر میں جنگلوں میں داخل ہو گیا اور بالآخر میں نے اپنوں کو تلاش کر لیا۔ وہ نہ رہے تھے جنہیں میں چھوڑ گیا تھا میرے ماں باپ میری محبت میں مر چکے تھے لیکن میرا قبیلہ مجھے پہچان گیا۔ اس نے مجھے قبول کر لیا۔ سردار ایرش کی سرداری تھی اور جنگل کی زندگی جوں کی توں۔ ایرش ڈاکے ڈالتا تھا۔ وہ اپنے ایک گروہ کے ساتھ جنگلوں سے گزرنے والوں کو لوٹ لیتا تھا۔ ہم نے ہتھیاروں کا استعمال سیکھ لیا تھا اور یہ ہتھیار بھی ہمیں مہذب آبادیوں سے حاصل ہوئے تھے۔ پہلے یہ ہم پر استعمال ہوئے بعد میں...."

وفعتہ یہ سلسلہ گفتگو رک گیا۔ کچھ بھاگ دوڑ کی آوازیں ابھری تھیں۔ راؤ سکندر اور ہرینڈا چونک پڑے۔ پھر اچانک ہرینڈا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "شاید تمہارے آزاد ساتھیوں نے بستی پر حملہ کر دیا ہے۔" اس نے کہا اور برق رفتاری سے دوڑتا چلا گیا۔ راؤ سکندر کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

○

کرنل فیروز کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اردگرد کے ماحول کو دیکھا اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ چند لمحات ذہن ساتھ نہ دے سکا لیکن اس کے بعد سب کچھ یاد آ گیا اس نے وحشت زدہ انداز میں جسم کو جنبش دی اور اس کے حلق سے کراہ نکل گئی بدن کے بہت سے حصے شدید درد کا شکار تھے۔ اگر فوج کی پرمشقت زندگی نہ گزار چکا ہوتا تو شاید اس حالت میں ہل بھی نہ سکتا۔ لیکن نامساعد حالات میں خود کو سنبھالنے کی خاصی تربیت لے چکا تھا اس لئے بہت جلد قوت ارادی عود کر آئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اس کی نگاہیں قندیل کو تلاش کر رہی تھیں۔ چند ہی لمحات کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ صورت حال بہت بدل چکی ہے۔ یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں اسے بے ہوش کیا گیا تھا۔ بلکہ تاحد نگاہ اسے وہ ماحول نہیں نظر آتا تھا یہاں تو کھردری ناہموار چٹانوں کا ایک جنگل آباد تھا جن کے رخنوں سے خود رو جھاڑیاں جھانک رہی تھیں تھوہر اور ناگ پھنی کے پودے اگے ہوئے تھے جن کے گرد حشرات الارض رینگ رہے تھے وہ خود بھی ایک چٹان پر پڑا تھا جو وسیع اور مسطح تھی اور اس کے بدن کے کئی حصوں کا درد اسی چٹان میں ابھرے ہوئے پتھروں کا عطیہ تھا کرنل چٹان پر بیٹھا اسی وحشتناک ماحول کو دیکھتا رہا۔ بڑے بڑے سیاہ بچھو ڈنک اٹھائے چٹانوں کے رخنوں سے آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ دوسرے حشرات الارض میں گرگٹ نما بس کھپروں کی تعداد زیادہ تھی جو سانپ سے زیادہ زہریلے ہوتے ہیں۔ البتہ سانپ نظر نہیں آ رہے تھے اور اس سلسلے میں کرنل کو ایک روایت یاد آ گئی جہاں پہاڑی بچھوؤں کی مملکت ہوتی ہے سانپ وہاں سے دور بھاگ جاتے ہیں کیونکہ یہ بچھو انہیں زندہ نہیں چھوڑتے۔

مگر قندیل کہاں ہے؟ اس وحشتناک خیال نے کرنل کو مضطرب کر دیا - وہ چٹان پر کھڑا ہو گیا اور اس کی نظریں دور تک جائزہ لینے لگیں مگر یہاں جانداروں میں یہ حشرات الارض تھے یا وہ خود۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی اور کوئی وجود نہیں نظر آتا تھا۔ وہ دیر تک شدید

وحشت کا شکار رہا۔ پھر تھکے تھکے انداز میں اسی چٹان پر بیٹھ گیا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ گزرے ہوئے واقعات کی ریل چلنے لگی۔ دو پہاڑیوں کے درمیان ہولناک رات پھر دوسری پہاڑی قندیل کی گرفتاری' اس کا بے قابو ہو جانا جنگ کرنا اور پھر وحشیوں کا شکار ہو جانا۔ وہ قندیل کے دشمن تھے اور اب قندیل ان کی قیدی ہے۔ مگر یہ سب کچھ کیا ہے۔ اس کا آغاز کیا تھا' انجام کیا ہے۔ قیاس بھی نہ کیا جا سکتا تھا وہ سب تو ایک انوکھے طلسم کا شکار ہوئے تھے ورنہ مہذب دنیا کے انسانوں کا اس طرح ان ویرانوں میں آ گھسنا ناقابل یقین تھا۔ یہ سب ایک بے جواز کارروائی تھی۔ کون یہاں آ کر کیا کھو چکا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ گارساں خزانے کے چکر میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ راج اور راؤ مہم جوئی کے شوق میں آ گئے تھے پروفیسر غوری اور بھرت چندر اپنی دلچسپی کے چکر میں آ گئے تھے اور وہ خود.... آہ غزال.... کرنل کے حلق سے آہ کے ساتھ نکلا.... اور اس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ اگر میں خود بھی اس طلسمی ماحول کو سچ تسلیم کر لوں تو تمہاری زندگی کے نشان ملتے ہیں۔ مگر تم کہاں ہو۔ میں صرف تمہاری زندگی کے تصور میں تو نہیں جی سکتا اور اگر تم مل گئے تو.... قندیل۔ میں تمہیں قندیل کہاں سے دوں گا۔ مجھے معاف کرنا بیٹے یہ سب کچھ میری پہنچ سے باہر تھا مجھے معاف کر دینا بیٹے۔ مجھے معاف کر دینا۔ اس کے ذہن پر اندھیرے سے گزرنے لگے۔ خیالات بے ربط ہوتے جا رہے تھے کسی ایک خیال پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا آنکھوں میں وحشت ابھرتی آ رہی تھی ذہن میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگی تھیں۔

"تم کہاں ہو غزال.... غزال تم کہاں ہو۔ میرے سامنے آؤ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں غزال' ....غزال " اس نے چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی اور پھر وہ دوڑنے لگا۔ کسی سمت کا تعین کئے بغیر اس کے حلق سے تیز آوازیں نکل رہی تھیں۔ حشرات الارض اس کے قدموں کی دھمک سے خوفزدہ ہو کر چٹانوں کے رخنوں میں گھسے جا رہے تھے اور وہ مسلسل دوڑ رہا تھا۔ کہیں کہیں وہ رک رک کر غزال کو آوازیں دے رہا تھا اور پھر دوڑنے لگتا تھا۔ "کہاں ہو تم مجھے نظر آؤ۔ اس کائنات میں صرف تم ہو۔ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ غزال۔ غزال۔"

وحشتناک چیخیں ویرانوں میں گردش کرتی رہیں' کرنل کے قدم رک نہیں رہے تھے'

وہ چاروں طرف چکراتا پھر رہا تھا اور وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا۔ پھر شام کے جھٹپٹے ہٹانوں میں اتر آئے' اب یہ چٹانیں بڑے بڑے ٹیلوں کی شکلیں اختیار کرتی جا رہی تھیں' تھوہر اور ناگ پھنی کی وہ جھاڑیاں بھی اب نظر نہیں آ رہی تھیں بلکہ ان ٹیلوں کے عقب میں درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ درخت گھنے نہیں تھے اور دور دور اگے ہوئے تھے' لیکن بہرطور یہاں سے ہریالی کا آغاز ہو جاتا تھا' کافی فاصلے پر ایک جھیل سی نظر آ رہی تھی' جو زیادہ وسیع نہیں تھی' اور اس کی تہہ کیچڑ سے بھری ہوئی تھی۔ کنارے پر دور دور تک گھاس پھیلی ہوئی تھی۔ پانی دیکھ کر کرنل کو شدید پیاس کا احساس ہوا اور جھیل کنارے جا بیٹھا۔ جھیل کی کیفیت کیا ہے اس کا اسے کوئی احساس نہیں رہا تھا۔ اس نے چلوؤں میں پانی بھر بھر کر پینا شروع کر دیا۔ اپنے چہرے پر ڈالا اور کافی پانی حلق سے اتار لیا۔ بدن کو ایک شدید سنسنی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ تکلیف سے چور تھا۔ تاحد نگاہ نظر آنے والے اس میدان کو' جو بے حد وسیع و عریض تھا' وحشت کے عالم میں اس نے چند گھنٹوں کے اندر اندر عبور کر لیا تھا' جب کہ اگر ہوش و حواس میں ہوتا تو اسے عبور کرنے میں شاید اسے دو تین دن ہی لگ جاتے' لیکن وحشت نے یہ سفر مختصر کر دیا اب بھی اس کے ذہن پر وہی وحشت طاری تھی اور وہ صحیح سوچ سمجھ سے عاری تھا' شانوں میں ہولناک درد ہو رہا تھا' پورے بدن میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ معدے میں پانی بھر جانے کی وجہ سے بدن میں اینٹھن شروع ہو گئی تھی اور وہ بے شمار تکلیفوں کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر اس پر نیم غنودگی سی طاری ہو گئی۔ نیند کا تو تصور ابھی نہیں کیا جا سکتا تھا' ایسے عالم میں دماغ کا سو جانا ہی بہتر تھا اور دماغ کے سو جانے نے اسے اس وقت قدرتی طبی امدادا فراہم کی تھی۔ اس طرح وہ اپنی اس جسمانی کیفیت سے بے نیاز ہو گیا تھا جو اگر ہوش و حواس کے عالم میں ہوتی تو شاید جان لیوا ثابت ہوتی۔ بے ہوشی کا یہ عرصہ کتنا طویل رہا اس کا اسے کوئی اندازہ نہیں تھا' لیکن جاگا تو آخری رات کا ڈھلتا ہوا چاند آخری منزل میں داخل ہوتا نظر آیا تھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا کوئی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ وہ آنکھیں کھولے ہوئے اس وسیع و عریض کائنات میں اپنی تنہائیاں محسوس کرتا رہا۔ نجانے دماغی کیفیت کو یہ اعتدال کہاں سے مل گیا تھا اور دیوانگی کے دوسرے مرحلے کا آغاز نہیں ہو پایا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا..... مایوسی اور خیالات بدن کو نڈھال کئے دے رہے تھے' لیکن پھر

جھیل کے دوسرے سرے پر ایک مدھم سی روشنی نے اسے ہوش و حواس کی دنیا واپس دے دی۔ روشنی شاید اس کے حواس کی واپسی تھی۔ لیکن حواس کی واپسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ نگاہوں کے سامنے جو شے ہے وہ بے معنی نہیں ہے' اس نے زور زور سے گردن جھٹکی۔ یہ روشنی کیسی ہے ذہن نے سوچا اور اسے احساس ہوا کہ وہ زمین پر جلتی ہوئی آگ ہے اور زمین پر روشن ہونے والی آگ انسانی ہاتھوں کی ہی رہین منت ہو سکتی تھی' سو اسے دیکھنا تو چاہئے جسمانی قوتیں بالکل مفلوج تھیں اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اٹھ نہ سکا' لیکن جھیل کے دوسرے حصے تک پہنچنا ضروری تھا اور اس کے لئے اسے اس مختصر جھیل کا کنارہ عبور کرنا تھا۔ وہ اپنے بدن کو اس جانب گھسیٹنے لگا۔ پاؤں جیسے ساتھ ہی چھوڑ چکے تھے ہاتھوں کو ٹکا ٹکا کر کافی دور تک آگے بڑھا اور اس کے بعد اٹھنے کی کوشش کی تو اٹھ کھڑا ہوا اب وہ ایک ایک قدم اس روشنی کے قریب جا رہا تھا اور جب روشنی کے قریب پہنچا تو اسے خوشی ہوئی کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا یہ سفر اسے صدیوں کا سفر معلوم ہوا تھا۔ روشنی زمین پر سلگتی ہوئی لکڑیوں سے ہو رہی تھی' لیکن یہ لکڑیاں جلانے والا کہاں ہے۔ ان کی ترتیب بتاتی تھی کہ وہ انسانی ہاتھوں ہی کا کارنامہ ہے لیکن انسان....

کرنل فیروز کے ذہن کو جھٹکے لگ رہے تھے اور اس کی دماغی صلاحیتیں واپس آنے لگی تھیں' اس نے درختوں کے اس جھنڈ کو دیکھا جو اس آگ کے عقب میں تھا اور پھر آہستہ آہستہ وہ اس جھنڈ کے قریب پہنچ گیا جھنڈ کے دوسری جانب اس نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اس کے قدم ساکت ہو گئے' وہ ایک انسانی وجود ہی تھا' یوگا کے انداز میں آلتی پالتی مارے' دونوں ہاتھ پیشانی سے لگائے درختوں کے دوسری جانب بیٹھا ہوا تھا اس کے لمبے لمبے گھنے سیاہ بال اس کے بدن کے بیشتر حصے کو ڈھکے ہوئے تھے' پیشانی پر ایک پٹی سی بندھی ہوئی تھی' جھکے ہونے کی وجہ سے چہرہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کرنل فیروز بوجھل قدموں سے اس کی جانب بڑھ گیا اور پھر اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔

لمبے لمبے بالوں اور جسمانی ساخت سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ وہ آنکھوں کی تمام تر بینائی کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔ زبان بار بار خشک ہونٹوں کو تر کر رہی تھی کئی بار حلق سے آواز نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن اس میں ناکام رہا تھا۔ بمشکل تمام اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"تم کون ہو' میری طرف دیکھو' سنو کون ہو تم' کون ہو' جواب دو تم کون ہو؟" اس کے حلق سے پوری قوت سے آواز نکلی اور یوگا کے انداز میں بیٹھی ہوئی عورت نے سر اٹھا دیا۔ اس کی چہرے کے نقوش دلکش تھے' عمر ایک نوجوان عورت کی تھی' کالی سیاہ آنکھوں میں ایک پراسرار چمک لہرا رہی تھی اس کے چہرے کے تاثرات سے کرنل کوئی نتیجہ اخذ نہ کر سکا۔ عورت اسے گھورتی رہی اور پھر اس کے منہ سے آواز نکلی.....

"آراتر شاؤ بالونا....."

کرنل فیروز اس کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور اس کے ذہن کو دوسرا جھٹکا لگا' یہ زبان اسی قسم کی تھی جیسی زبان اس نے قندیل کے منہ سے سنی تھی' اس کا ذہن اس گتھی کو نہ سلجھا سکا اور وہ بے بسی کی نگاہوں سے عورت کو دیکھنے لگا پھر پریشان لہجے میں بولا۔ "میں تمہارے الفاظ نہیں سمجھا....."

"اے شاؤ آر ابوشا....." عورت کی پاٹ دار آواز ابھری اور اچانک ہی اس کی آنکھوں کا رنگ بدلنے لگا' کرنل ساکت و جامد اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ ایسی آنکھیں اس نے قندیل کی بھی دیکھی تھیں۔ پتلیاں غائب ہونے لگی تھیں اور سفید ڈھیلے سنہری رنگ اختیار کرتے جا رہے تھے' ان آنکھوں میں ستاروں جیسی چمک تھی' پھر اس نے کہا۔

"تم کون ہو' مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔" یہ الفاظ کرنل کی اپنی زبان میں کہے گئے تھے۔" کرنل نے مشینی انداز میں جواب دیا۔

"میں کرنل فیروز ہوں۔"

"یہاں ان جنگلوں میں کیا کر رہے ہو۔" عورت نے سوال کیا۔

"راہ بھٹک چکا ہوں اور مصیبتوں کا شکار ہوں' میری کہانی بہت طویل ہے' مختصر سے الفاظ میں بس یہ سمجھ لو کہ ایک مصیبت زدہ ہوں اور اپنے بیٹے کو کھو چکا ہوں اور ایک عجیب و غریب مہم پر نکل آیا تھا۔" عورت خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی اس نے پھر کہا۔

"تمہاری کہانی مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ کچھ تفصیل بتاؤ اور کرنل کی زبان پھر مشینی انداز میں چل پڑی۔ اس نے مختصر ترین الفاظ میں پوری کہانی دہرا دی' وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ اس کی قوت ارادی کے تحت نہیں ہو رہا بلکہ اس کا سحر زدہ ذہن اس عورت کے احکامات کی تعمیل کرنے میں مصروف ہے اور زبان ذہن کے زیر اثر ہے عورت خاموشی

سے اسے دیکھتی رہی اور پھر جب کرنل خاموش ہو گیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"پرسکون ہو جاؤ' مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے۔" اس کے ساتھ ہی کرنل فیروز نے اپنے ذہن کو اس غیر مرئی گرفت سے آزاد پایا جو چند لمحات کے لئے اس پر مسلط ہو گئی تھی عورت کی سیاہ رنگ کی پتلیاں پھر سے نظر آنے لگیں اور اس نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ' اب میری زبان تمہاری سمجھ میں آ سکے گی۔"

کرنل خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ عورت نے کہا۔

"شاید تم شدید تھکن کا شکار ہو۔ تمہیں سو جانا چاہئے۔"

○

لوئس ڈی پارلو اور اس کے ساتھیوں نے تمام انتظامات کر لئے یہ تمام انتظامات بڑی محنت سے کئے گئے تھے۔ درختوں کے پتوں اور چھال کی مدد سے انہوں نے برتن بنائے تھے جن میں جنگلی پھل محفوظ کر لئے گئے تھے۔ بہت سے جانور شکار کئے گئے اور ان کا گوشت خشک کر لیا گیا۔ ان تمام چیزوں کے بنڈل بنائے گئے اور چھال کی رسی بنا کر ان سے باندھ دیئے گئے۔ پانی کے لئے سب سے زیادہ محنت کی گئی تھی اور درختوں کے موٹے موٹے تنوں کو خول بنا کر ان میں پانی بھرا گیا تھا۔ حالانکہ راج دیو نے لوئس سے کہا تھا۔

"پانی کے سلسلے میں اس قدر زحمت بے کار ہے پارلو..... ظاہر ہے ہم لوگ دریا کے کنارے سفر کریں گے اور پانی ہمیں اسی جگہ ملتا رہے گا۔"

"میں جانتا ہوں راج دیو..... مگر جن حالات کا شکار ہو چکا ہوں انہوں نے مجھے دہشت کا شکار کر دیا ہے۔ ہمیں بھوک کے عالم میں جو وقت گزارنا پڑا ہے تم اس کا تصور نہیں کر سکتے۔ کچھ وقت تو ہم نے اس طرح گزارا تھا کہ میں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی موت کا یقین کر لیا تھا۔ ہم بھوک پیاس کے عالم میں مر رہے تھے۔ آہ' ڈیئر مسٹر راج میں اپنی غلطی کو کبھی معاف نہ کر سکوں گا جو میں نے کی ہے۔ مجھے اپنی دنیا میں سب کچھ حاصل تھا مگر میری دیوانگی..... میری دیوانگی نے یہ دن دکھایا ہے۔ تاہم راج دیو کے سمجھانے بجھانے سے پانی کے یہ وزنی برتن کم کر دیئے گئے تھے۔ تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور اب پارلو واپسی کے سفر کے لئے تیار تھا۔ اس پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ یہاں تک کہ ایک صبح وہ لوگ وہاں سے چل پڑے خوراک کے بنڈل سب نے اپنے شانوں سے باندھ لئے تھے اور اس

وزن کی وجہ سے ان کی رفتار بہت سست تھی لیکن کسی نے بھی اس بوجھ سے تعرض نہ کیا تھا۔ راج دیو اور غزال نے بھی اپنے حصے کا وزن اٹھایا تھا۔ دریا کے اس انتہائی وسیع و عریض پاٹ کے کنارے کنارے سفر کا آغاز ہوا تھا اور کئی دن کے بعد راج دیو اور غزال نے اس سے آگے کی جگہ دیکھی تھی۔ یہاں تو پانی کا بہاؤ نہ ہونے کے برابر تھا اور وہ ان وسعتوں میں پھیل گیا تھا۔ بڑی بڑی چٹانوں نے اس کا راستہ روک کر اس کی قوت کو مفلوج کر دیا تھا لیکن جوں جوں یہ آگے بڑھتے رہے انہیں پانی کے بہاؤ کا صحیح اندازہ ہونے لگا۔ راج دیو اور غزال خاص طور سے دریا کی اس روانی سے متاثر تھے اور قدرت کے اس معجزے کا نظارہ کر رہے تھے جس نے انہیں زندہ رکھا تھا ورنہ اس شدید ترین بہاؤ میں دو نازک انسانی جسموں کا زندہ بچ جانا ایک ناممکن عمل تھا' اور حیرت کی بات یہ تھی کہ انہیں کوئی شدید زخم بھی نہیں آیا تھا' ورنہ جگہ جگہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور پانی کا بہاؤ انہیں کسی بھی جگہ کسی چٹان پر پٹخ کر ان کے جسموں کو پاش پاش کر سکتا تھا۔ دیر تک راج دیو اور غزال ساتھ ساتھ سفر کرتے رہے' پھر لوئس نے راج دیو کو آواز دے لی اور راج دیو آگے بڑھ کر لوئس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جونہی راج دیو آگے بڑھا' سفینہ اپنی جگہ چھوڑ کر غزال کے نزدیک پہنچ گئی۔ اس کے شانوں پر بھی وزن لدا ہوا تھا لیکن دوسرے لوگوں سے کافی کم تھا اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"میں اس وزن کو لے کر زیادہ دور نہ چل سکوں گی۔"

"لاؤ یہ بیگ کھول کر مجھے دے دو۔" غزال نے کہا اور سفینہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"یہ بوجھ تو میں ابھی تم پر نہیں لادنا چاہتی لیکن میری زندگی کا بوجھ تمہیں ضرور سنبھالنا پڑے گا۔"

غزال نے کوئی جواب نہ دیا' وہ گردن گھما کر ہڈسن کی طرف دیکھنے لگا' جس کی آنکھوں میں اسے نفرت کی آگ سلگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی' اس نے چند لمحات کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی مس سفینہ۔"

"کیا مطلب....؟" سفینہ کی مسکراہٹ کافور ہو گئی....

"ہڈسن کی آنکھوں میں سلگتی ہوئی آگ یہ بتاتی ہے کہ وہ شاید ان جنگلوں ہی میں ہمارا تمام حساب کتاب مکمل کر دے گا۔" غزال نے کہا اور سفینہ کے ہونٹ سکڑ گئے وہ چند لمحات خاموش رہی پھر اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"میں نے مصلحتاً اسے ابھی تک زندہ رہنے دیا ہے غزال' ورنہ وہ زندگی کے بوجھ سے آزاد ہو چکا ہوتا۔ تاہم تم فکر مت کرو اس کی زندگی بہت مختصر رہ گئی ہے۔"

"ارے ارے تم تو سنجیدہ ہو گئیں۔ میں نے تو یہ بات بطور مذاق کی تھی۔ نہیں سفینہ بالکل نہیں تمہارے ہاتھوں ہڈسن کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ تمہارا کیا خیال ہے میں چوہا ہوں اگر اس نے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں خود اسے سبق نہیں دے سکتا ہوں۔"

"وہ تمہارا دشمن ہے۔"

"اسے میں سنبھال لوں گا تم اطمینان رکھو۔" غزال نے کہا ویسے وہ اب کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سفینہ کا ٹائپ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا یہ لڑکی جنونی جذبے رکھتی تھی اور غزال سے بہت متاثر ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے اس کی محبت کا جواب محبت میں نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے تو محبوب کے لئے زندگی داؤ پر لگا دی تھی اور اس کی تنہائیاں قندیل کی روشنی سے منور رہتی تھیں اس کی یاد تو ہر لحہ غزال کے دل میں کسکتی رہتی تھی۔ لیکن سفینہ سے انحراف خطرناک ہو سکتا تھا اور ابھی حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ ان لوگوں کا ساتھ رہے چنانچہ اسے ہوشیاری سے کام کرنا تھا ورنہ ضرور کوئی المیہ جنم لیتا۔ وہ ہڈسن کو بھی اپنی ذات کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا حالانکہ اس نے اسے پہلی ملاقات میں سمجھایا تھا لیکن ہڈسن سفینہ کی اس سے یگانگت برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ بہرحال یہ مسئلہ بھی کم از کم ذہن کو مصروف رکھنے کا باعث بن گیا تھا اور وقت گزارنے کے لئے برا نہ تھا۔

پورے دن کا سفر ختم ہو گیا اور جس جگہ رات ہوئی وہاں دریا کا بہاؤ طوفانی تھا۔ تیز آوازیں ابھر رہی تھیں اور فضا میں ایک گڑگڑاہٹ تھی۔ یہاں رک کر لوئس نے کہا۔

"ہمیں دریا سے کافی دور ہٹنا ہو گا ورنہ پانی کا شور کسی کو نہ سونے دے گا۔ رات اگر پرسکون گزر جائے تو دوسری صبح سفر کی رفتار بہتر رہے گی۔"

"اس میں حرج ہی کیا ہے۔ صبح کو دریا کا کنارہ پھر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس جگہ

رات ہوئی تھی وہاں روئیدگی بہت کم تھی۔ وہ دریا سے اتنی دور نکل آئے کہ پانی کا شور بہت مدھم ہو گیا اور پھر ایک بڑے ٹیلے کی آڑ میں ڈیرے ڈال دیئے گئے۔ کافی وزن ہونے کے باوجود بڑی پامردی سے سفر کیا گیا تھا اور رفتار تیز رکھی گئی تھی لیکن چونکہ وہ خوب آرام کر چکے تھے اس لئے اس سفر نے کسی کو نڈھال نہیں کیا تھا۔ بڑی احتیاط سے خوراک کی تقسیم کی گئی اور پھر وہ لوگ اپنی اپنی پسند کی جگہ منتخب کر کے آرام کرنے لیٹ گئے۔ موسم خوشگوار اور خنک تھا اور آسمان پر چاند کھلا ہوا تھا۔ تیز چاندنی نے ماحول روشن کر دیا تھا۔ خوشگوار ہواؤں نے اثر دکھایا اور بہت سے لوگ سو گئے غزال کی آنکھوں میں بھی نیند آنے لگی تھی۔ لیکن.....وہ پوری طرح نیند کی آغوش میں نہ پہنچا تھا کہ کسی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اتفاق سے نگاہوں کا جو زاویہ تھا سفینہ اس جگہ تھی چاندنی میں غزال نے اسے بخوبی دیکھا تھا اور پھر وہ ایک ٹیلے کی آڑ میں روپوش ہو گئی تھی۔

غزال اچھل کر بیٹھ گیا...... اس کے ذہن میں ایک خیال آیا تھا دوسرے لمحے اس نے اپنی جگہ چھوڑی دی اور پھرتی سے اس طرف لپکا جدھر سفینہ گم ہوئی تھی۔ یہاں پہنچا تو اس نے سفینہ کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اس سے کافی فاصلہ پر غزال کو ایک اور انسانی وجود نظر آیا اور تیز چاندنی میں غزال نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ ہڈسن ہی تھا۔ یہ دونوں دیوانے ضرور کوئی گل کھلائیں گے۔ غزال نے سوچا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا سفینہ بھی تیز رفتاری سے ہڈسن کا تعاقب کر رہی تھی۔ ضرور اس کے ارادے خطرناک تھے۔ غزال کی رفتار تیز ہو گئی سفینہ نے دوڑنا شروع کر دیا تھا اور اس کے دوڑنے کی وجہ غزال کی سمجھ میں آ گئی۔ ہڈسن نگاہوں سے روپوش ہو گیا تھا۔ مجبوراً غزال کو بھی دوڑنا پڑا۔ آگے کسی قدر ڈھلان تھی اور ان ڈھلانوں میں بڑی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں پہنچ کر غزال رک گیا۔ ہڈسن ان چٹانوں کی آڑ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس نے سفینہ کو دیکھا جو ایک جگہ رک چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی۔ پھر وہ ایک اونچی چٹان پر کھڑی ہو گئی۔ غالباً ہڈسن اس تعاقب سے واقف ہو گیا تھا اور اس نے خود کو سفینہ کی نگاہوں سے روپوش کر لیا تھا۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ سفینہ چٹان سے اتر کر ادھر ادھر بھٹکنے لگی تھی۔ اس طرح مزید کچھ وقت گزر گیا۔ غزال نے خود کو سفینہ کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لئے ایک اونچی چٹان کی آڑ لی تھی۔ اور یہاں سے اس کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ پھر سفینہ اس تلاش

سے مایوس ہو گئی اور غزال نے اسے واپس پلٹتے دیکھا۔ وہ فیصلہ نہ کر پایا کہ اسے اب کیا کرنا چاہئے۔ سفینہ کو سمجھاتا بھی تو کس طرح.... دونوں پر ہی جنون طاری تھا۔ سفینہ بہت دور نکل گئی۔ غزال نے خود بھی واپسی کا فیصلہ کیا لیکن ابھی وہ ایک قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اچانک ایک آہٹ ہوئی اور اس کے ساتھ ہی چاندنی نے ایک انسانی سایہ پیش کیا جس نے چٹان کی بلندی سے غزال پر چھلانگ لگائی تھی۔

راؤ سکندر ساکت کھڑا رہ گیا۔ ہرینڈا احاطے سے باہر نکل گیا تھا۔ پھر کچھ فائروں کی آوازیں ابھریں اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ یہ حملہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کون لوگ ہو سکتے ہیں' کیا کرنل فیروز اور اور۔ مگر اور کون۔ اوہو ہو سکتا ہے وہ دیوانہ لوئس ہو اسے کہیں سے ہتھیار مل گئے ہوں اور اس نے جنون کے عالم میں اس بستی پر حملہ کر ڈالا ہو۔ مگر یہ ایک بدترین سانحہ ہو گا۔ ان لوگوں کی تعداد ہی کتنی ہے اور مقابلے پر یہ پوری بستی ہے جو انہیں بھون کر رکھ دے گی۔ خوف یہ تھا کہ اس کے بعد ان لوگوں کے ساتھ بھی رعایت نہیں کی جائے گی جو قیدی ہیں۔ سردار ایرش انہیں ایک ہی سمجھتا تھا جو لوگ اس کے ہاتھ لگ گئے تھے وہ انہی سے اپنے ساتھیوں کے نقصان کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ یہ اندازہ لگائے بغیر کہ یہ لوگ شردھانیوں پر گولیاں چلانے کے مجرم تھے بھی یا نہیں۔

باہر بھاگ دوڑ مسلسل جاری تھی لیکن اب گولیاں نہیں چل رہی تھیں۔ راؤ اپنی جگہ کھڑا انتظار کرتا رہا پھر وہ اس احاطے سے باہر نکل آیا۔ شردھانی اپنی زبان میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے راؤ قیدیوں کے احاطے کی طرف چل پڑا۔ یہاں اسے صورت حال اور خراب نظر آئی' بہت سے شردھانی گارساں اور اس کے ساتھیوں پر بندوقیں تانے کھڑے تھے اور ان لوگوں کی حالت خراب تھی۔ شردھانیوں نے راؤ کو بھی پہچان لیا اور پھر اسے دھکے دے کر ان کے درمیان پہنچا دیا - پروفیسر غوری راؤ کے قریب کھسک آیا تھا۔

"کیا ہوا پروفیسر" راؤ نے سوال کیا۔

"گارساں کا ایک ساتھی احاطہ کود کر فرار ہو گیا ہے شردھانی اس کے پیچھے گئے ہیں۔"

"یہ اسی کا ہنگامہ ہے۔"

"ہاں اسے فرار ہوتے ہوئے دیکھ لیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے اس پر گولیاں بھی چلائی ہیں پتہ نہیں بے چارہ زندہ بچ سکا یا کام آ گیا۔" پروفیسر نے کہا۔

راؤ خاموش ہو گیا۔ صورت حال بے حد مخدوش ہو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ گارساں اور اس کے ساتھی بہت خوفزدہ ہو گئے ہیں۔ فطری بات تھی شردھانی انہیں ان کے انجام سے آگاہ کر چکے تھے۔ بظاہر کوئی امید نہیں تھی - راؤ سکندر احاطے میں ایک امید کے ساتھ رک گیا تھا نوجوان شردھانی اسے کچھ تلون نظر آیا تھا اور راؤ کسی طرح اسے پھانسنے کے چکر میں تھا۔ لیکن اس ہنگامے نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔

گارساں بزدل انسان تھا۔ اس کی حالت بہت ابتر تھی راؤ کو دیکھنے کے باوجود وہ اس کے پاس نہیں آ سکا تھا۔ راؤ خود ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ سراتو بھی گارساں کے پاس موجود تھا۔

"سوری میرے دوست' سوری مسٹر سکندر' میرے اعصاب بیکار ہو گئے ہیں' میں اٹھ نہیں سکتا۔"

"تمہیں اس قدر خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے گارساں۔"

"آہ اب زندگی کی کیا امید رہ گئی ہے۔ اب تو وہ ہمیں بہت جلد ہلاک کر دیں گے۔"

"کون فرار ہوا ہے؟" راؤ نے پوچھا۔

"مائیکل۔ اس پر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔ بھلا بھیڑیوں کے اس غول سے وہ کیسے نکل سکتا ہے۔ اب تک وہ اسے چیر پھاڑ چکے ہوں گے۔ بے وقوف مائیکل۔ مگر یہاں سب زندگی سے مایوس ہیں۔ آہ کچھ کرو راؤ مجھے بچا لو میں مرنا نہیں چاہتا۔"

راؤ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ان حالات میں کوئی احمقانہ بات کر بھی نہیں سکتا تھا کیا کہتا حالات واقعی ناموافق تھے۔ پھر احاطے میں طوفان آ گیا۔ شردھانی سردار ایرش دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا تھا اور ان لوگوں کو دیکھ کر زور زور سے چیخنے لگا تھا۔ بہت سے شردھانیوں نے ان سب کو جکڑ لیا پھر ان کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھے جانے لگے۔ ان کی یہ مختصر آزادی بھی ختم ہو گئی تھی۔ سردار ایرش نے بھرت چندر اور گارساں کے کچھ ساتھیوں کے لاتیں بھی ماری تھیں۔ راؤ کو بھی باندھ دیا گیا۔ اب کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"شر۔" سراتو نے راؤ کو مخاطب کیا اور راؤ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ سراتو نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا تھا۔

"کیا بات ہے سراتو۔" راؤ نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد پوچھا۔

"نو شر' کچھ نئیں۔" سراتو نے گردن جھکا لی۔ راؤ اسے دیکھتا رہا' بے چارا سراتو مفت

میں مارا جا رہا تھا اسے تو خزانے سے دلچسپی نہیں تھی بس وہ ان لوگوں کی مروت میں یہاں آ پھنسا تھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ مائیکل کا انجام کیا ہوا تمام لوگ رات بھر جاگتے رہے تھے پھر صبح ہو گئی۔ شردھانی اپنے معمولات میں مصروف نظر آ رہے تھے لیکن ان لوگوں کے ساتھ اب ان کا رویہ بہت سخت ہو گیا تھا۔ دن کے دس بجے کا وقت ہو گا کہ راؤ سکندر نے ہرینڈا کو احاطے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس کی نگاہیں ادھر ادھر کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ پھر راؤ سکندر کو دیکھ کر وہ اس کی جانب بڑھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے راؤ سکندر کی بندشیں کھول دیں۔

"سوری مائی ڈیئر مجھے فرصت ہی نہ مل سکی کہ تمہاری خبر گیری کرتا۔ میں نے تو یہ بھی سوچا تھا کہ شاید تم اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اس شخص کی طرح نکل گئے ہو گے جو ہم لوگوں کے درمیان سے فرار ہو چکا ہے۔" راؤ سکندر نے اپنی کلائیاں مسلتے ہوئے کہا۔

"نہیں مسٹر ہرینڈا میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ تمہاری ثقافت کے نقش میرے ذہن پر اس قدر گہرے ہیں کہ میں تمہارے بارے میں اس انداز سے نہیں سوچ رہا جس انداز سے دوسرے لوگ سوچ رہے ہیں۔ میں تمہارے بارے میں مزید تحقیق چاہتا تھا جس شخص نے یہاں سے فرار ہو کر دوسروں کو عذاب میں گرفتار کر دیا میں اسے بھی مجرم نہیں گردانتا۔ موت کے خوف نے اسے اس حد تک قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا اور جو کچھ تم نے اس کے بعد کیا اس سے بھی مجھے اختلاف نہیں ہے کیونکہ ظاہر ہے تمہارے اپنے کچھ نظریات ہیں۔" ہرینڈا عجیب سی نگاہوں سے راؤ سکندر کو دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ میں اپنی ضمانت پر تمہارے لئے آسانیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن ابھی ان لوگوں کو آزاد کرانا میرے بس کی بات نہیں ہے سردار ایرش انتہا پسند آدمی ہے اور اس کے نظریات مجھ سے بالکل مختلف ہیں بہرطور یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ آؤ یہاں سے نکلتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ ابھی مجبوراً سختی ہی جاری رہے گی اس وقت تک جب تک ایرش نارمل نہ ہو جائے۔"

راؤ سکندر نے ایک نگاہ دوسروں کی جانب دیکھا حالانکہ وہ جس منصوبے پر کام کر رہا تھا اس میں اسے مکمل ناکامی ہو گئی تھی اور اس واقعے کے بعد اس بات کے امکانات نہیں رہے

تھے کہ وہ ان لوگوں کے لئے کچھ کر سکے گا لیکن ہرینڈا بھی اس سے دلچسپی لینے لگا تھا چنانچہ راؤ کے ذہن میں ایک بار پھر امید کی کرن روشن ہو گئی تھی۔ اس بار پھر ہرینڈا اسے اپنی رہائش گاہ میں لے آیا تھا وہی مخصوص طرز کی جھونپڑی جیسی یہاں چاروں طرف نظر آ رہی تھیں جھونپڑی میں اور کوئی نہیں تھا ہرینڈا نے اسے بیٹھنے کی پیش کش کی اور باہر نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ راؤ سکندر کے لئے کھانے پینے کی اشیاء لے آیا تھا۔

"میں کوشش کروں گا کہ دوسرے لوگوں کو بھی کم از کم خوراک ضرور مل جائے بلکہ میں تھوڑی دیر کے بعد ان کے ہاتھ کھلوا دوں گا لیکن پیر بندھے ہی رہیں گے تاکہ ان کے فرار کا خطرہ دور ہو جائے۔"

راؤ سکندر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہرینڈا پھر بولا۔

"براہ کرم کھاؤ تم مجھے بے حد پسند آئے ہو اور میں تمہیں اپنا دوست تصور کرتا ہوں۔"

"شکریہ ہرینڈا انسانوں سے نفرت کرنا ہم نے بھی نہیں سیکھا حالانکہ ہماری تمہاری ملاقات عجیب و غریب حالات میں ہوئی ہے لیکن میں تمہاری عظیم معلومات سے اور تمہاری شخصیت سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ یہاں سے فرار کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں آیا خیر چھوڑو ان باتوں کو آؤ تم بھی میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔" ہرینڈا نے ایک مہذب انسان کی طرح کھانے پینے میں راؤ سکندر کا ساتھ دیا تھا اس سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"کل ہماری گفتگو ادھوری رہ گئی تھی میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا رہا تھا بہرطور میں یہاں آیا جیسا کہ میں نے تمہیں ایرش کے بارے میں بتایا کہ وہ سوبارا اور دریائے گونڈا کی ساحلی بستیوں میں لوٹ مار کر کے اپنی بستیوں میں رہنے والوں کا پیٹ بھرتا تھا لیکن اس کے بعد ہمارا یہ کاروبار بھی ختم ہو گیا۔ پولیس نے بڑے پیمانے پر ریڈ کیا اور ہم لوگوں کو بے شمار انسانوں کا نقصان اٹھانے کے بعد جنگلوں میں پسپا ہونا پڑا اور ہم نے اندرونی علاقوں میں چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد کر لیں اور اب ہمارے پاس ضرورت زندگی حاصل کرنے کا وہ ذریعہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ گونڈا کی ساحلی بستیاں پولیس کی تحویل میں ہیں ہمارے پاس زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہیں ہے یہ سب ننگے بھوکے ہیں جانوروں' پھلوں اور پتوں پر گزارہ

کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی تمہاری مہذب دنیا کی مانند انسان ہی ہیں۔ ہمیں بھی اس دنیا میں انسانوں کی طرح جینے کا حق حاصل ہے لیکن انسان ہی ہم سے یہ حق چھین چکے ہیں چنانچہ یہ ساری کارروائی جو ہوئی وہ مہذب دنیا کے انسانوں سے نفرت کا نتیجہ ہے اور نجانے کب تک یہ سب کچھ جاری رہے گا؟" راؤ سکندر پر خیال نگاہوں سے ہرنڈا کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"ڈیئر مسٹر ہرنڈا ان لوگوں کے درمیان تمہاری کیا حیثیت ہے؟"

"میرے دوست یہاں حیثیتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے ویسے میں ایرش کا دست راست کہاجاتا ہوں حالانکہ ایرش سے مجھے اتفاق نہیں ہے میں نے بہت سی تجاویز پیش کی ہیں اس دوران مگر ایرش کہتا ہے کہ مہذب دنیا میں ہمارا کوئی مقام نہیں ہے اور اگر ہم ان کے درمیان پہنچے تو ہمیں صرف اور صرف موت دی جائے گی میں بھی جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہو گا میری دلی خواہش ہے کہ جنگلوں کے یہ انسان انسانوں کی مانند زندگی گزاریں ہم لوٹ مار ترک کر سکتے ہیں اگر ہمارے پیٹ بھر جائیں۔" راؤ سکندر کو یہ سب سے مناسب وقت نظر آیا تھا جب وہ اپنے مقصد کا اظہار کر سکے اس نے کہا۔

"ان جنگلوں میں تمہارے یہ مسائل کیسے حل ہو سکتے ہیں مسٹر ہرنڈا؟"

"ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے دولت اور صرف دولت۔ میں مہذب دنیا میں زندگی گزارنا جانتا ہوں ہم ان جنگلوں ہی میں اپنی اس نئی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں کھیتی باڑی اور وہ تمام کام جو مہذب آبادیوں میں کئے جاتے ہیں ان جنگلوں میں بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لئے ہمیں دولت درکار ہے کاش میں ان لوگوں کو بھی مہذب انسانوں کی مانند یا کم از کم انسانوں ہی کی مانند زندگی گزارنے کا وسیلہ دے سکوں۔" راؤ سکندر بدستور ہرنڈا کی صورت دیکھ رہا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہرنڈا تم نے یہ نہیں پوچھا کہ ہم لوگ ان جنگلوں میں کیوں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔" ہرنڈا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں جب انسان آسائشوں سے اکتا جاتا ہے تو پھر وہ اپنے لئے ایسے ہی راستے تلاش کرتا ہے۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم لوگ ان جنگلوں میں ایک عظیم الشان خزانے کی

تلاش میں آئے ہیں۔"

ہرنڈا نے راؤ سکندر کی صورت دیکھی اس کے چہرے پر ایک دم سنسنی سی پھیل گئی تھی پھر وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "خزانہ۔"

"ہاں ایک عظیم الشان خزانہ جس کی وسعت ناقابل یقین ہے اور جس کے نشانات ہمیں مل چکے ہیں۔"

"کیا وہ خزانہ سوبارا کے جنگلات میں ہے؟" ہرنڈا نے پوچھا۔

"ہاں ڈیئر ہرنڈا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"آہ تب تو وہ خزانہ ہمارا ہے تمہاری دنیا اس کی حقدار نہیں ہے مسٹر سکندر وہ خزانہ ہماری ملکیت ہے۔"

"خزانہ اس کی ملکیت ہوتا ہے جو اسے حاصل کر لے ہم لوگ یہاں کئی پارٹیوں کی شکل میں آئے ہیں اور یہ پارٹیاں ایک دوسرے کی دشمن ہیں جن لوگوں نے شردھانیوں کو ہلاک کیا وہ ہم نہیں تھے بلکہ وہ دوسری پارٹیاں تھیں جو ہم سے بھی اسی طرح جنگ کرتی آئی ہیں اگر ہم یہ بات تم سے کہتے تو شاید تم نہ مانتے لیکن اب چونکہ تم نے مجھے دوستانہ طور پر گفتگو کرنے کا موقع دیا ہے تو میں تمہیں یہ بات بتا رہا ہوں جنگلوں میں کئی پارٹیاں ہیں۔ ان میں ہمارے بھی کچھ آدمی ہیں جو ہم سے بھٹک گئے ہیں اور یہ سب اسی عظیم الشان خزانے کی تلاش میں ہیں لیکن خزانے کے صحیح راستے میرے ساتھیوں کو معلوم ہیں کاش ہم اس طرح نہ بھٹکتے اور ان خزانوں تک پہنچ سکتے۔" ہرنڈا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند چمک رہی تھیں پھر اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اگر اگر وہ خزانہ ہمارے ہاتھ لگ جائے تو میری تمام آرزوئیں پوری ہو سکتی ہیں لیکن خزانے کے راستے؟ اس تک پہنچنے کا ذریعہ؟"

"ہرنڈا تم اگر چاہو تو ہم سودا کر سکتے ہیں بشرطیکہ خود تمہاری اپنی یہ خواہش ہو۔"

"کیسا سودا؟"

"خزانے تک پہنچنے کے لئے ہمیں تمہاری مدد درکار ہو گی جو دوسری پارٹیاں اس خزانے کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں ہم انہیں ناکام رکھیں گے بشرطیکہ ہمارے ساتھ قوت ہو خزانہ حاصل کر لیا جائے گا اور اس کا ایک بہت بڑا حصہ تمہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس بات کا یقین کر

لو ہرنڈا کہ جتنا حصہ تمہیں مل جائے گا اس سے تم یہاں کئی مملکتیں آباد کر سکتے ہو خزانہ اتنا ہی بڑا ہے۔" ہرنڈا کے اعصاب کشیدہ نظر آ رہے تھے وہ شدید جوش کے عالم میں تھا اس نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"مجھے وہ خزانہ درکار ہے میں وہ خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تو میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے کہ میں اپنی قوم کو اس قابل بنا سکوں کہ وہ بھی انسانوں کی مانند جی سکیں۔"

"اس کے لئے ایک انسان کی حیثیت سے میں تمہارا ساتھ دوں گا میرے تمام ساتھیوں کی زندگی بچنی چاہئے اگر تم اسے کوئی فریب تصور کرتے ہو تو یہ صرف تم پر منحصر ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں بھی اپنے ساتھیوں کی موت نہیں چاہتا لیکن اس کے عوض میں تمہیں اس عظیم الشان خزانے کا بہت بڑا حصہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تمہارا ذہن گواہی دے تو میری اس پیش کش کو قبول کر لینا ورنہ ظاہر ہے میں تمہیں کسی اقدام سے نہیں روک سکتا۔" ہرنڈا گہری نگاہوں سے راؤ سکندر کا جائزہ لے رہا تھا پھر اس نے راؤ سکندر کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں دوست نجانے کیوں مجھے تم پر اعتماد محسوس ہوتا ہے لیکن یہ سب اتنا مشکل ہے میں تمہیں بتا نہیں سکتا سردار ایرش انتہا پسند ہے وہ اپنی روایتوں سے ہٹنا نہیں جانتا وہ تم سے انتقام لینے کا خواہاں ہے اور اگر میں یہ تجویز اس کے سامنے پیش کروں تو وہ صرف اور صرف یہی سوچے گا کہ تم اپنے ساتھیوں کی زندگی بچانا چاہتے ہو اور اس طرح ہمارے چنگل سے نکل جانے کی فکر میں ہو لیکن میری سوچ مختلف ہے۔ میں ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں اگر میرے ساتھیوں کو بہتر زندگی مل سکے لیکن سردار ایرش۔ وہ کسی قیمت پر یہ بات نہیں مانے گا۔ لیکن میں اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا مسٹر سکندر مجھے مشورہ دو کہ اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"آخری بار تم سے یہ سوال کر رہا ہوں مسٹر ہرنڈا کہ کیا تم اپنے ایک گروہ کے ساتھ ہمارا ساتھ دے سکتے ہو کیا تم ہم پر یقین کر سکتے ہو؟"

"میں ذرا مختلف فطرت کا انسان ہوں جو فیصلہ کر لیتا ہوں وہ غلط ہو یا صحیح اس پر قائم رہتا ہوں۔ اور میں تم پر اعتماد کر چکا ہوں۔ تمہارے ہاتھوں اگر کوئی نقصان اٹھایا تو کوئی بات

نہیں۔ یہی سوچوں گا کہ بالآخر زندگی اس انداز میں ختم ہونی تھی اور اگر کچھ حاصل ہو گیا تو میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ ہو گا۔" راؤ سکندر چند لمحات خاموشی سے سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے سردار ایرش کو تم کس طرح تیار کر سکتے ہو؟ یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے لیکن اگر تم ان تمام کوششوں میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں ان خزانوں تک لے جانا میری ذمہ داری ہے۔"

"ایرش نہیں ڈیئر مسٹر سکندر اس کی زندگی میں یہ سب کچھ ناممکن ہے اب ایرش کو مرجانا چاہئے واقعی اسے مرجانا چاہئے میں نے پہلے بھی بارہا یہ بات سوچی ہے کہ وہ مجھے اپنی زندگی میں وہ سب کچھ کبھی نہیں کرنے دے گا جو میں اپنی قوم کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور یہ بات تم بڑے اعتماد سے کہہ رہے ہو۔"

"جانتا ہوں میں جانتا ہوں کہ تم کسی بھی طرح میری لئے نقصان دہ نہیں ہو سکتے ٹھیک ہے مسٹر راؤ سکندر اب میں تم سے اس وقت ملاقات کروں گا جب اپنے تمام مسائل پر قابو پا چکوں گا اور سنو میں تمہارے تمام ساتھیوں کے ہاتھ کھلوائے دے رہا ہوں۔ انہیں خوراک بھجواتا ہوں۔ براہ کرم جس طرح بھی ممکن ہو سکے' اس وقت تک اپنے ساتھیوں میں کوئی انتشار نہ پیدا ہونے دینا جب تک میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو جاؤں۔" راؤ سکندر نے گردن ہلا دی۔ "ٹھیک ہے۔"

○

تاریکیاں چھٹ گئیں اور روشنی پھیل گئی۔ کرنل نے آنکھیں کھول کر ماحول کا جائزہ لینا چاہا لیکن آنکھوں کے سامنے ماحول واضح نہ ہو سکا۔ ایک دھندلاہٹ سی چھائی ہوئی تھی۔ حواس کچھ اور جاگے تو قوت شامہ نے خواب دکھانے شروع کر دیئے۔ یہ گوشت بھننے کی خوشبو تھی۔

"کرنل فیروز....." ایک آواز بہت قریب سے ابھری اور کرنل نے زور سے آنکھیں بھینچ کر کھول لیں۔ ایک چہرہ نگاہوں کے سامنے تھا لیکن نقوش نظر نہیں آ رہے تھے۔

"شاید.... شاید میری بینائی ساتھ چھوڑ گئی ہے۔" کرنل کی بھرائی ہوئی آواز ابھری۔

"اوہ نہیں شدید بھوک نے یہ کیفیت پیدا کر دی ہے۔ آؤ میرا سہارا لے کر اٹھو۔ نرم ملائم ہاتھ نے کرنل کو سہارا دیا اور کرنل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر چکرا رہا تھا۔ "تم بیٹھو میں

تمہارے لئے گوشت لاتی ہوں۔ کرنل بیٹھا رہا اب دھندلاہٹیں کچھ کم ہونے لگی تھیں لیکن سراب بھی چکرا رہا تھا آنکھوں کے سامنے ترمرے ناچ رہے تھے۔ بھوک واقعی شدید ہو چکی تھی پھر اس کے ہاتھوں میں گرم گوشت کا ٹکڑا آ گیا اور کرنل نے اسے دونوں ہاتھوں میں بھینچ لیا بھوک بھی کیا چیز ہے ساری تہذیب چھین لیتی ہے اور اصلیت جاگنے لگتی ہے۔ کرنل گوشت بھبھوڑتا رہا اور معدہ وزنی ہوتا گیا پھر اسے اور گوشت دیا گیا پھر پانی جو کسی برتن میں ہی تھا۔

"اب تم تھوڑی دیر مزید آرام کرو۔ تمہاری حالت بہتر ہو جائے گی۔" اسی آواز نے کہا اور کرنل لیٹ گیا۔ نیند تو پوری ہو گئی تھی لیکن بدن اس طرح بے جان ہو رہا تھا جیسے تمام قوتیں ختم ہو گئی ہوں دماغ شدید بوجھل ہوتا جا رہا تھا اور پھر کافی دیر تک کرنل فیروز پر غنودگی سی طاری رہی اس کے بعد اس کی کیفیت بہتر ہو گئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پراسرار عورت تھوڑے فاصلے پر بیٹھی ہوئی ایک نوکدار پتھر سے زمین پر لکیریں بنا رہی تھی۔ کرنل کی آہٹ پر وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھی۔ اس نے کرنل کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھیوں میں راج دیو اور راؤ سکندر بھی تھے نا....؟" کرنل حیرت سے اچھل پڑا پھر اس نے کہا۔

"ہاں وہ میرے ساتھ تھے۔ ان کے علاوہ میرا بیٹا غزال اور چند دوسرے افراد بھی تھے۔ قندیل کے بارے میں، میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ ہم اس لڑکی کے ماضی کا سراغ لگانے نکلے تھے۔ ان میں سے چند کسی خزانے کے چکر میں بھی تھے۔"

"ہاں میں انہی کے بارے میں حساب لگا رہی تھی۔ وہ سب زندہ ہیں جن کا تعلق تم سے ہے۔ ان میں تمہارا بیٹا غزال بھی ہے اور وہ دوسرے بھی جو صرف خزانے کے چکر میں آئے تھے۔ صرف ان کے گروہ کے کچھ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں باقی سب زندہ ہیں۔"

"اور قندیل....؟" کرنل نے پرمسرت لہجے میں پوچھا۔

"وہ بھی زندہ ہے لیکن اپنے دشمنوں کی قید میں، انہوں نے اسے سانپوں کی وادی میں قید کر دیا ہے لیکن اس کا نام قندیل نہیں تشتا ہے۔"

"تشتا...." کیا تم اس کے ماضی کے بارے میں جانتی ہو....؟"

"افسوس میں تمہیں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ اس کا راز اس جنگل کی امانت ہے۔"

"کیا یہ معمہ کبھی حل ہو سکے گا....؟"

"یہ جواب بھی میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس سے تمہاری جدوجہد کے راستے بند ہو جائیں گے لیکن تم نے تشتا کے لئے جو کچھ کیا ہے اس پر لاتعداد انسان تمہارے احسان مند ہیں۔ تم ان کی نگاہ میں تشتا کے محافظ ہو اور وہ تمہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔"

"میں تمہیں کس نام سے پکار سکتا ہوں....؟"

"ایرا...." اس نے جواب دیا۔

"تم کون ہو....؟" کرنل نے بے اختیار پوچھا اور وہ پھر مسکرا دی اور پھر اس نے کہا۔

"جو جان لو اسے گرہ میں باندھ لو اور جو نہ جان سکو اس کے لئے تجسس نہ کرو وقت ہر راز کی عقدہ کشائی کر دیتا ہے اور یہ کہانی وقت کی زبانی بہتر لگتی ہے۔ ابھی تمہیں کچھ اور جدوجہد کرنی ہے یہ تمہارے لئے بھی ضروری ہے اور کسی اور کے لئے بھی۔"

"میرے سامنے جدوجہد کے راستے بھی تو ہوں۔" کرنل نے حیرت سے کہا۔

"ہاں.... یہ وقت کا سچ ہے۔"

"تب میں آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔ مجھے بتاؤ اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"ہمیں یہاں سے آگے کا سفر کرنا ہو گا لیکن خود کو بدل کر بہت سی کٹھن منزلیں آئیں گی لیکن سب ٹھیک ہو جائے گا میرا علم یہی کہتا ہے۔ یہ سفر اب تمہارے لئے مشکل نہ رہے گا میرے ساتھ آؤ...." اس نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ کرنل اس کے ساتھ چل پڑا تھا.... "اس غار میں چلے جاؤ یہاں تمہاے لئے لباس بھی ہے اور بندوق بھی جاؤ تیار ہو کر آ جاؤ۔" اس نے ایک چٹانی غار کی طرف اشارہ کر کے کہا جو کچھ فاصلے پر تھا اور کرنل خاموشی سے اس طرف بڑھ گیا۔ اس نے اس سچائی کو مان لیا تھا کہ ان پراسرار جنگلوں کی کہانیاں اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ غار میں ایک شکاری لباس، ایک عدد رائفل اور اس کا میگزین موجود تھا۔ نئے لباس نے جیسے کرنل کو نئی زندگی دی تھی یہ لباس اس کے بدن پر اس طرح

آیا تھا جیسے اسی کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ وہ باہر نکلا تو ایک اور حیرت انگیز منظر اس کا منتظر تھا۔ ایرا دو گھوڑوں کی لگامیں تھامے کھڑی تھی اس کا لباس بھی بدل گیا تھا بال جوڑے کی شکل میں باندھ لئے گئے تھے اور وہ جدید زمانے کی کوئی عورت معلوم ہو رہی تھی۔ کرنل کو دیکھ کر وہ مسکرائی اور بولی... ”کیا میں تمہاری جدید دنیا کی کوئی فرد نہیں معلوم ہو رہی....؟“

”سو فیصدی، لیکن کیوں....؟“ کرنل نے سوال کیا۔

”ہمیں جن راستوں پر آگے بڑھنا ہے وہ پر خطر ہیں اور وہاں میرا پہچان لیا جانا خوفناک ہو گا اس لئے میں نے یہ روپ بدلا ہے۔ اب تم ایک شکاری کی حیثیت سے سفر کرو گے اور اگر ہمارے لئے کوئی مشکل پیش آئے تو یہی کہو گے کہ تم شکاری ہو اور جنگلوں میں راستہ بھٹک گئے ہو۔“

”ٹھیک ہے۔“ کرنل نے گردن ہلا دی اور ایرا اسے اشارہ کر کے گھوڑے کی طرف بڑھ گئی۔

○

اگر چاندنی نہ ہوتی تو شاید غزال نقصان اٹھا جاتا اور شاید کوئی بڑا حادثہ ہو جاتا۔ لیکن چٹان سے چھلانگ لگانے والے کے سائے نے غزال کو ہوشیار کر دیا اور اس نے فوراً ہی آگے چھلانگ لگا دی۔ نیچے کودنے والے کے ہاتھ میں چاقو تھا اور وہ ہڈسن کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ ہڈسن نے پاؤں جما کر دوسری چھلانگ لگائی اور غزال کو پھر سنبھلنا پڑا لیکن اس سے زیادہ برداشت کرنا ممکن نہ تھا۔ ہڈسن کی تیسری چھلانگ کے لئے وہ پوری طرح تیار تھا۔ اور اس بار ہڈسن اس پر آیا تو غزال نے جگہ نہ بدلی البتہ اس کا طاقتور گھونسہ ہڈسن کے پیٹ پر پڑا اور ہڈسن کا تکلیف کی وجہ سے سانس بند ہو گیا۔ وہ کرب سے جھکا جھکا کئی قدم آگے بڑھ گیا عقب سے غزال کی لات اس کے کولہوں پر پڑی اور وہ قلابازی کھا کر چت ہو گیا۔ چاقو ابھی بھی اس کے ہاتھ میں دبا ہو تھا۔ غزال نے آگے بڑھ کر اس کے چاقو والے ہاتھ پر پاؤں مارا ہڈسن کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ ساتھ ہی چاقو بھی اس کی مٹھی سے نکل گیا تھا۔ ان دو تین ضربوں نے ہی ہڈسن کے کس بل نکال دیئے تھے لیکن غزال اس کا سارا حساب چکا دینا چاہتا تھا اس نے جھک کر ہڈسن کے بال پکڑ لئے اور اسے زمین سے اٹھا کر ایک اور لات اس کے شانے پر رسید کر دی۔ ہڈسن نے کئی پلٹیاں کھائیں اور اس کا چہرہ زمین سے رگڑ گیا۔ غزال

آگے بڑھا تو ہڈسن کے حلق سے خوف سے بھری آواز ابھری۔

”نہیں..... نہیں پلیز نہیں..... رک جاؤ پلیز رک جاؤ....“ وہ دہشت بھرے انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔

”تمہارا دماغ درست ہو گیا یا مزید اوورہالنگ کی ضرورت ہے۔“ غزال نے کہا۔

”رک جاؤ پلیز رک جاؤ....“ ہڈسن لجاجت سے بولا اور غزال رک گیا۔ ہڈسن بری طرح ہانپ رہا تھا وہ بار بار پیٹ پکڑ رہا تھا غزال کا گھونسہ کچھ زیادہ ہی سخت ہو گیا تھا۔

”تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو نا ہڈسن۔“ غزال نے سوال کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ”اور اس کے لئے تم نے اس وقت بھی نیزہ پھینک کر کوشش کی تھی۔ کیوں.... آخر کیوں....؟ سفینہ کے لئے نا.... کیا میں نے تم سے پہلے روز ہی نہ کہا تھا کہ مجھے اس لڑکی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ خود بار بار میرے راستے روکتی ہے اور میں اسے صرف ایک ہم سفر کی حیثیت دیتا ہوں۔ اس سے زیادہ وہ میرے لئے کچھ نہیں ہے کیونکہ میں کسی اور کو چاہتا ہوں اور جسے میں چاہتا ہوں وہ میری بیوی ہے۔ وہی میری پہلی اور آخری محبت ہے۔ سمجھے ہڈسن مگر تم..... تم خود بد کردار ہو تم نے مجھ پر یقین نہیں کیا اور..... اور..... سنو ہڈسن اس وقت میں تمہیں معاف کر دیتا ہوں لیکن آخری بار...... اس کے بعد..... ان جنگلوں میں کوئی قانون لاگو نہیں ہو سکتا ہے۔ تم میرے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ جاؤ خیال رکھنا تمہاری دوسری کوئی کوشش تمہیں زندہ نہ رہنے دے گی۔“ غزال نے چاقو بند کر کے جیب میں رکھا اور وہاں سے واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ پھر وہ راج دیو کے پاس لیٹ گیا تھا۔

دوسری صبح معمول کے مطابق تھی۔ ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سفر شروع ہو گیا۔ لوئس ڈی پارلو اس دوران راج دیو سے مسلسل اسی سفر کے بارے میں باتیں کرتا رہتا تھا اس کا کہنا تھا کہ دریا کے کنارے سفر کر کے وہ بالآخر اس جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے وہ دریا ایک جھاڑی کے ساتھ ساتھ گھوم جاتا ہے اور اس کے بعد واپسی کے راستے آسان ہو جائیں گے..... راج دیو کا مقصد کچھ اور تھا وہ صرف اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس سفر کے دوران اس کی آنکھیں مسلسل انہیں تلاش کرتی رہی تھیں۔ یہ اس سفر کی چوتھی رات کی بات ہے۔ ابھی رات کی ابتدا ہی ہوئی تھی لیکن چاند نکل آیا تھا اور پہاڑوں میں

روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پارلو کے ایک ساتھی نے اچانک پارلو کے پاس آ کر کہا۔

"مسٹر لوئس۔ ادھر چٹانوں کے پاس کوئی موجو ہے۔" راج دیو بھی اس وقت پارلو کے پاس موجود تھا۔

"کہاں۔" پارلو نے پوچھا۔

"وہ جو دو چٹانیں جڑی نظر آ رہی ہیں ان کے دوسری طرف۔"

"کون ہے وہ؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"ہمارا کوئی ساتھی تو اس طرف نہیں نکل گیا؟"

"ہمارے تمام ساتھی موجود ہیں۔"

"غور کر لیا کوئی انسان ہی ہے۔"

"ہاں مسٹر پارلو اسے واضح طور پر دیکھ لیا گیا ہے۔" پارلو کے ساتھی نے جواب دیا۔

"آیئے مسٹر راج دیکھیں۔ سنو دو دو آدمی تین سمتوں سے چلو اسے گھیرنا ہے۔ پارلو کے ساتھی نے گردن ہلا دی اور فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل شروع ہو گیا۔ پارلو خود راج دیو کے ساتھ سامنے کی سمت سے چل پڑا تھا۔ راستے میں لوئس نے کہا۔

"وہ کون ہو سکتا ہے۔"

"یہ تو دیکھ کر ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے کوئی شردھانی ہو' ہو سکتا ہے گارساں کے ساتھیوں میں سے کوئی۔"

"شردھانی۔" لوئس کھٹک گیا۔

"ہاں یہ بات خارج از امکان تو نہیں ہے؟"

"یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ شردھانی اکیلے نہیں ہوتے ضرور ان کا گروہ آس پاس موجود ہو گا۔ ہو سکتا ہے یہ شخص مسلح ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری نگرانی کر رہا ہو اور شردھانی ہم پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنا رہے ہوں لوئس کے لہجے سے خوف جھلک رہا تھا۔

"سب کچھ ہو سکتا ہے مسٹر لوئس اور ہر حالت میں ہو سکتا ہے۔ ہمیں حالات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

"لیکن لیکن۔" لوئس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"دیکھنا تو ہے کہ کیا قصہ ہے۔ اگر وہ شردھانی ہیں تو ہم پر حملہ کریں گے کوئی اور ہے تو سامنے آ جائے گا۔" راج دیو نے مسلسل آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ لوئس خوف کے عالم میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔ دوسری طرف اس کے ساتھی بھی مصروف عمل تھے۔ یہ لوگ ابھی جڑی ہوئی چٹانوں کے پاس پہنچے بھی نہ تھے کہ دفعتہ کچھ آوازیں سنائی دیں اور لوئس گھبرا کر رک گیا۔ لیکن پھر اس کے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دیں۔

"ہم نے اسے پکڑ لیا ہے مسٹر لوئس۔ ہم نے اسے پکڑ لیا ہے" لوئس نے یہ الفاظ سمجھ کر آگے قدم بڑھائے تھے۔ وہ ایک ہی آدمی تھا اور پارلو کے چھ ساتھی اسے دبوچے ہوئے تھے۔ راج دیو کی نظریں دور دور تک بھٹک رہی تھیں لیکن قرب و جوار میں کوئی موجود نہ تھا۔

"چھوڑو۔ اسے چھوڑ دو۔" راج دیو نے آگے بڑھ کر گرفتار شدہ شخص کو ان کے چنگل سے چھڑایا اور پھر بغور اسے دیکھنے لگا۔ یہ شخص سفید فام تھا اور بدحواس نظر آ رہا تھا۔ دفعتہ پارلو کے حلق سے آواز نکلی۔

"مائیکل۔"

"آہ۔ مسٹر لوئس یہ میں ہی ہوں۔" اس شخص نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"گارساں کہاں ہے۔" پارلو نے پوچھا۔

"میں مر رہا ہوں کئی دن سے بھوکا ہوں - میں مر جاؤں گا مسٹر لوئس براہ کرم میری مدد کرو۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ میں بالکل تنہا ہوں آہ میری مدد کرو۔"

"چلو اسے لے چلو۔" راج دیو نے کہا اور پارلو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ فی الحال ہمیں اس کی مدد کرنی پڑے گی کہ گارساں کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکیں یہ ضروری ہے۔ لوئس نے گردن ہلا دی اور وہ وہاں سے واپس چل پڑے۔ راستے میں راج دیو نے لوئس سے پوچھا۔

"یہ ایڈمنڈ گارساں کا ساتھی ہے۔"

"ہاں میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں گارساں کا وفادار کتا۔ مگر یہ تنہا کیوں ہے۔"

"اس سے ہمیں بہترین معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے تم اس کے ساتھ کوئی

سختی نہیں کرو گے۔" لوئس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ مائیکل کو خوراک دی گئی اور وہ کھا پی کر نڈھال ہو گیا۔ دوسری صبح ہی اس کی حالت اس قابل ہو سکی تھی کہ اس سے معلومات حاصل کی جائیں۔ مائیکل نے کہا۔

"گارساں اب شردھانیوں کا قیدی ہے اس کے ساتھ دوسری پارٹی کے لوگ بھی ہیں۔ راج دیو پارٹی کے لوگ۔"

"کیا؟" راج دیو اچھل پڑا۔ غزال کا چہرہ بھی سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں وہ سب موت کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ اور ان کی زندگی مشکل ہے۔ میں نے جان کی بازی لگا دی تھی اور فیصلہ کیا تھا کہ شردھانیوں کے ہاتھوں مرنا ہی ہے تو ان کی قید میں نہیں مروں گا بلکہ فرار کی کوشش کر کے مروں گا میں ان کی بستی سے ان کی قید سے نکل بھاگا انہوں نے بہت دور..... تک میرا پیچھا کیا لیکن میں ان کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"گارساں شردھانیوں کی قید میں کیسے چلا گیا؟" یہ سوال لوئس نے ہی کر ڈالا تھا۔ جواب میں مائیکل نے یہ کہانی اس وقت سے سنائی جب چٹانی موڑ سے شردھانیوں نے راج دیو پارٹی کا پیچھا کیا تھا اور گارساں نے ان لوگوں کی مدد کی تھی پھر راؤ سکندر اور گارساں مل گئے تھے اور یکجا ہو کر آگے بڑھے تھے یہاں تک کہ ایک رات شردھانیوں نے چالاکی سے ان پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا اور اس کے بعد مائیکل نے شردھانی بستی کے حالات اور ان کے عزم کے بارے میں بتایا تھا۔

پارلو کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "تو اس طرح وہ لوگ ان کے اعضاء حاصل کریں گے؟"

"ہاں ان کے سردار کا یہی فیصلہ ہے اور ہمارا ایک ساتھی ان کا شکار ہو چکا ہے۔"

"وہ شردھانی بستی یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟" لوئس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"یہ دریا یہاں سے کچھ آگے چل کر دو شاخوں میں بٹ جاتا ہے اس کی بائیں شاخ کے ساتھ چلتے ہوئے وہ بستی آ جاتی ہے۔"

"اور دائیں شاخ۔"

"دائیں شاخ اسی راستے پر جاتی ہے جدھر سے ہم لوگ ادھر آئے تھے۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"آہ راج دیو دائیں شاخ۔" لوئس بولا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ اس سے کوئی فائدہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔" راج دیو نے کہا لوئس دیر تک مائیکل سے باتیں کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"آہ کاش زندگی میں ایک بار اس منحوس جنگل سے نجات مل جائے صرف ایک بار۔"

"میں ہمیشہ آپ کا احسان مند رہوں گا مسٹر لوئس۔ خزانہ کے لالچ میں ہم سب نے اپنی زندگیوں سے مذاق کیا ہے۔ آہ یہ مذاق کتنا خوفناک ہے۔" مائیکل نے کہا۔

"چلو سفر کی تیاریاں کرو۔ ہمیں اس دوشاخے سے نکل جانے کے لئے سخت محنت کرنا ہو گی۔ ہمیں واپسی کا راستہ نظر آ گیا ہے۔" لوئس نے کہا اور سب تیاریاں کرنے لگے۔ یہ سفر آج تک کے سفر سے دوگنا تیز رفتار ہی تھا اور عام دنوں کی نسبت کئی گھنٹے مزید جاری رہا تھا۔ رات کو دس بجے کے قریب قیام کیا گیا تھا۔ ہر شخص تھکن سے نڈھال ہو گیا تھا الٹا سیدھا کھا پی کر سب لمبے ہو گئے تھے۔ غزال اس دوران خاص طور سے ہڈسن کا جائزہ لیتا رہا تھا ہڈسن شرمندہ شرمندہ سا تھا اور اس نے غزال سے آنکھیں نہیں ملائی تھیں پتہ نہیں اس کی سوچ کیا تھی۔ راج دیو غزال کے پاس ہی لیٹ گیا تھا جب چاروں طرف خاموشی چھا گئی تو راج دیو نے سرگوشی کے انداز میں غزال کو آواز دی۔

"سو گئے غزال۔"

"نہیں انکل۔"

"تم نے پوری کہانی سنی۔"

"ہاں۔" غزال آہستہ سے بولا۔

"راؤ سکندر اور ہمارے دوسرے ساتھی زندہ ہیں یہ خبر ہمارے لئے کسی قدر مسرت افزا ہے وہ شردھانیوں کی قید میں ہیں یہ اطلاع پریشان کن ہے لیکن کیا ہم انہیں مرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیں گے کیا عمدہ بات ہے کہ اگر اس جدوجہد کا انجام موت ہے تو ہم سب ساتھ ہی مریں گے تم مجھ سے متفق ہو غزال۔"

"آپ مجھ سے سوال کر رہے ہیں انکل۔"

"ہاں مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ خیر چھوڑو۔ مائیکل نے جس دو شاخے کا حوالہ دیا ہے وہاں پہنچ کر ہم خاموشی سے ان سے جدا ہو جائیں گے اور بائیں سمت چل پڑیں گے ظاہر ہے مائیکل ہماری رہنمائی نہیں کرے گا وہ ان لوگوں میں واپس نہیں جائے گا۔ تاہم شردھانی لبستی تلاش کرنے میں ہمیں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"

"اس جدو جہد میں میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں دوستو۔" ایک اور سرگوشی سنائی دی زبان اردو ہی تھی وہ دونوں ششدر رہ گئے۔

ان کی گردنیں ایک ساتھ گھوم گئی تھیں۔ وہ پروفیسر حشمت بے تھا۔ خشک مزاج اور سپاٹ چہرے والا حشمت بے جس نے اس دوران ایک بار بھی ان سے گفتگو نہیں کی تھی اور خود کو لئے دیئے رہتا تھا۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ ان کے اتنا قریب ہے وہ ایک پتھر کی اوٹ میں تھا اور پتھر ان کے سرہانے تھا جس کی وجہ سے وہ اسے نہیں دیکھ سکے تھے اور پھر یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ لوئس کے گروہ میں کوئی اردو داں بھی موجود ہے۔

حشمت بے ان کے قریب کھسک آیا۔ اس نے کہا۔ "حیران ہونے کی ضرورت نہیں میں دنیا کی چھ زبانیں بول سمجھ سکتا ہوں۔ مجھے معاف کرنا میں نے بالکل نادانستگی میں تمہاری گفتگو سنی ہے لیکن میری خوش بختی ہے کہ اس وقت میں یہاں موجود تھا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں پروفیسر حشمت بے۔" راج دیو نے پوچھا۔

"اس کے لئے تفصیل ضروری ہے مسٹر راج دیو مجھے گارساں نے خزانے کے حوالے سے بلایا تھا اور پھر پوری تفصیل سے مجھے اس نے نقشے وغیرہ کی کہانی سنائی اور ہم ان جنگلوں میں نکل آئے لیکن گارساں کے اندر رفتہ رفتہ جنون پیدا ہو گیا اور میں اس خیال کے ساتھ لوئس کے ہمراہ نکل گیا کہ کسی مناسب جگہ لوئس کا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے اور میں ان نشانات پر سفر کر سکتا ہوں۔ مگر میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ہم تنہا کچھ نہیں کر سکتے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم لوگ بھی اسی مقصد سے نکلے ہو اور اب مائیکل کی زبانی یہ تفصیل سن کر میں نے فیصلہ بدل دیا ہے میں تم دونوں کی باتیں سن چکا ہوں اور اس جدوجہد میں تمہارا ساتھی بننا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ حالات نے تمہارے ساتھیوں کو گارساں تک پہنچا دیا ہے ورنہ تم لوگ اس سے تعاون نہ کرتے۔ ہم عارضی طور پر مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر شردھانیوں کے چنگل سے نکل گئے تو گارساں سے علیحدہ ہو جائیں گے بصورت دیگر جو بھی ہو۔"

"لوئس کے ساتھ فرار ہونے کی وجہ سے گارساں تمہارا دشمن بن گیا ہو گا پروفیسر؟"
"مجھے اس سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری تمہیں لینا ہو گی۔"

راج دیو نے غزال کی طرف دیکھا تو غزال نے کہا۔ "ہمیں منظور ہے پروفیسر۔" "شکریہ مجھے یقین تھا اور اطمینان رکھو میں تمہارے لئے انتہائی کار آمد ثابت ہوں گا اگر ہمارا یہ سفر اسی رفتار سے جاری رہا جس رفتار سے آج کا سفر ہوا ہے تو کل شام تک ہم اس جگہ ہوں گے اور کل ہی رات ہمیں ان لوگوں سے الگ ہو جانا ہو گا۔"

"اس سلسلے میں کوئی خاص تیاری کرنی ہو گی؟"

"بالکل نہیں بس احتیاط سے نکل جانا ہو گا میرے ساتھ میری بیٹی سفینہ ہو گی اور بس لیکن میں اسے بھی کچھ نہیں بتاؤں گا کسی اور کو شریک راز کرنا خطرناک ہو گا۔"

"او کے پروفیسر ہم تیار ہیں۔" پروفیسر نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا ان سے دور چلا گیا اس نے اسی وقت سے احتیاط شروع کر دی تھی۔

"سوری انکل! مگر آپ مجھ سے متفق ضرور ہوں گے۔ اگر ہم اس کی بات تسلیم نہ کرتے تو یہ ہمارا مخالف بھی ہو سکتا تھا اور لوئس کو ہمارے ارادے سے باخبر کر سکتا تھا۔"

"ہاں میں سمجھ گیا تھا۔" راج دیو نے کہا۔

دوسرے دن پھر سفر شروع ہو گیا آج بھی لوئس نے سفر کی رفتار تیز رکھی تھی اور جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانے کی کوشش میں کسی کو بھی سست رفتار نہ ہونے دیا تھا مائیکل رہنمائی کر رہا تھا اور جب شام کے جھٹپٹے فضا میں اترے تو دور سے اس دو پانی دو شاخے کو دیکھ لیا گیا۔ سب تھکن سے چور ہو گئے تھے اور اب آگے سفر ممکن نہیں تھا اس لئے قیام کے لئے مناسب جگہ تلاش کی گئی مگر یہ رات محتاط گزارنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اس کے سلسلے میں لوئس نے اپنے ساتھیوں کو بہت سی ہدایات دی تھیں آگ وغیرہ روشن نہ کرنے دی گئی تھی پہرے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ موقع ملتے ہی پروفیسر نے راج دیو کے کان میں سرگوشی کی۔

"ہم یہاں سے صبح چار بجے کے وقت نکلیں گے تھکن سے مغلوب لوگ اس وقت یقیناً بے سدھ ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" راج دیو نے اتفاق کیا تھا۔ ضروریات سے فراغت کے بعد سب آرام

کرنے لیٹ گئے۔ لوئس نے رات کے ابتدائی حصے میں خود جاگنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ عمدہ بات تھی کیونکہ ان لوگوں کا دیر سے نکلنے کا ارادہ تھا۔ شردھانیوں کا خوف سب پر مسلط تھا اس لئے وہ سکڑے سمٹے لیٹے ہونے کے باوجود سو نہ سکے تھے حالانکہ تھکن سب پر ہی غالب تھی۔ ذرا سی آہٹ ہوتی تو لوئس دہشت زدہ ہو کر کھڑا ہو جاتا اور آنکھیں پھاڑنے لگتا۔ ابتدا میں دوسرے لوگ بھی اٹھ اٹھ کر لوئس سے خیریت دریافت کرتے رہے تھے پھر پہرہ بدل گیا لوئس نے آرام کرنے سے پہلے بہت سی ہدایات دی تھیں۔

ایک طرف راج دیو اور غزال جاگ رہے تھے تو دوسری طرف پروفیسر حشمت بے بھی نہیں سویا تھا اس کی بیٹی سفینہ بھی اس کے پاس ہی موجود تھی اور اس منصوبے سے آگاہ تھی غزال نے اس بارے میں بھی سوچا تھا سفینہ اب بھی ساتھ رہے گی اگر ان کی خوش بختی نے ساتھ دیا اور اسے قندیل تک پہنچنے کا موقع مل گیا تو سفینہ کافی مشکلات پیدا کر سکتی ہے لیکن ظاہر ہے سفینہ کو سنبھلنا پڑے گا ایسے بھی غزال کے دل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔

رات رفتہ رفتہ گزرتی رہی پھر ان کی کلائی پر بندھی گھڑیوں نے چار بجائے۔ اس دوران وہ محافظوں کا جائزہ لیتے رہے تھے رات دو بجے کے بعد پہرہ دینے والے اپنی اپنی جگہ لڑھک گئے تھے اور اس وقت ان لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جاگ رہا تھا راج دیو نے غزال کا شانہ دبایا اور غزال بے آواز اٹھ گیا حشمت بے بھی فوراً ہی کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی سفینہ بھی۔ گویا وہ بھی اس پروگرام کے لئے مستعد تھی۔ چاروں جھکے جھکے آگے بڑھنے لگے۔ سب کی کیفیت خراب تھی او وہ بڑی احتیاط برت رہے تھے۔ آن کی آن میں وہ کافی دور نکل آئے۔ اور پھر اچانک ان کے دل دہشت سے کانپ اٹھے۔ ایک انسانی آواز ابھری تھی لیکن انداز غیر انسانی تھا۔ جواب میں بہت سی ویسی ہی آوازیں ابھریں اور وہ ٹھٹک کر رک گئے۔ حشمت بے کے منہ سے سرسراہٹ نکلی۔

"شردھانئے!" ان سب کی خوفزدہ آنکھیں اپنے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اچانک راج دیو نے غزال کو دھکا دیا اور خود بھی زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ پروفیسر حشمت بے نے بھی اس کی تقلید کی تھی اور اس کی دیکھا دیکھی سفینہ نے بھی۔ راج دیو نے درست اندازہ لگایا تھا۔ شردھانئی گروہ اسی سمت آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے طوفانی رفتار سے دوڑتے ہوئے

گھوڑے ان کے سامنے آ گئے اور پھر اسی رفتار سے دوڑتے ہوئے اسی طرف بڑھ گئے جدھر سے یہ لوگ آئے تھے۔ آخری گھوڑا بھی نگاہوں سے اوجھل ہوا تو راج دیو اٹھ کھڑا ہوا۔

"بھاگو۔ جس قدر تیز رفتار سے بھاگ سکتے ہو بھاگو۔"

حشمت بے نے سفینہ کا ہاتھ پکڑا اور چاروں برق رفتاری سے دوڑنے لگے چند لمحات کے بعد ہی گولیاں چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ کہیں ان لوگوں کے قدم نہ رکے شردھانیوں نے انہیں نہیں دیکھا تھا ورنہ ان کا حساب اسی جگہ بے باق ہو جاتا البتہ لوئس اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں وہ ہمدردی سے سوچ رہے تھے کہ لوئس بے چارہ بھلا مسلح شردھانیوں کا کیا مقابلہ کر سکے گا۔ لیکن قدرت نے انہیں بچا لیا تھا اگر قدرت کا یہ پروگرام آج کا نہ ہوتا یا انہیں سفر میں دیر ہو جاتی کسی طرح ان کا راز کھل جاتا تو اس وقت وہ بھی شردھانیوں کا نشانہ بن رہے ہوتے۔ وہ سب جان توڑ کر بھاگ رہے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ زیادہ سے زیادہ دور نکل جائیں۔

وہ دوڑتے ہوئے بری طرح تھک گئے تھے سفینہ نے اس دوران کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا اور ان کے شانہ بشانہ رہی تھی۔ یقیناً وہ بھی غیر معمولی تھی پھر انہیں گھنے درخت نظر آئے مدھم مدھم روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ جنگل میں داخل ہو گئے۔

"مسٹر راج.... مسٹر راج...." حشمت بے نے بری طرح ہانپتے ہوئے کہا۔ راج دیو کے قدم رک گئے اس نے سوالیہ نگاہوں سے حشمت بے کو دیکھا۔ "یہاں۔ یہاں ہم رک سکتے ہیں۔ یہ جگہ محفوظ ہے اور..... اور اب دن کی روشنی۔"

"ہاں یہ جگہ شردھانیوں سے محفوظ ہے۔" راج دیو نے کہا۔

"اگر..... اگر ہم درختوں پر.....تو.....تو دوسروں کی نظروں سے...." حشمت بے سانس درست کرنے کی کوشش میں ناکام رہا تھا۔

"مناسب خیال ہے۔" راج دیو نے چوڑی شاخوں اور گھنے پتوں والے درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا لیکن کچھ فاصلہ اور طے کیا گیا اور اس کے بعد درخت منتخب کر لئے گئے راج دیو نے جوتے اتارے اور ایک درخت کے تنے پر چڑھنے لگا اس کے پیچھے حشمت بے تھا راج دیو نے خود ہی غزال سے کہا۔

"غزال تم اس سامنے والے درخت پر۔" غزال نے اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا اس

نے اپنے پیچھے ہی سفینہ کو بھی درخت پر چڑھتے دیکھا تھا اس کی ہلکی سی ہنسی سنائی دی تھی اور غزال نے دل میں سوچا تھا کہ وہ بلاشبہ ایک دلیر لڑکی ہے ورنہ ان حالات میں خود پر قابو رکھنا ایک مشکل کام تھا وہ بھی ایک لڑکی کے لئے لیکن نہ تو اس بھاگ دوڑ میں وہ ان لوگوں سے پیچھے رہی تھی اور نہ ان حالات کا اس پر کوئی خاص اثر معلوم ہوتا تھا۔

"کچھ اور اوپر آ جاؤ غزال یہاں گھنے پتے ہیں اوپر کی شاخیں ایک دوسرے میں الجھی ہونے کی وجہ سے جگہ چوڑی ہو گئی ہے۔"

"تم ان پر آرام کرو سفینہ یہ جگہ بھی ٹھیک ہے۔" غزال نے کہا اور سفینہ پھر نہیں بڑھی۔

"کیسا لگ رہا ہے غزال۔"

"بہت اچھا۔" غزال جل کر بولا۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہی تھی کہ تم اور میں ایک الگ درخت پر چلیں۔ مسٹر راج نے خود میری یہ خواہش پوری کر دی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے مجھے تم سے شکایت ہے غزال تم ہمیں چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا یہ ان باتوں کا وقت ہے۔ پتہ نہیں ان لوگوں پر کیا گزری۔" غزال نے کہا۔

"شردھانیوں نے انہیں بھون کر رکھ دیا ہو گا!" سفینہ نے بے دردی سے کہا۔

"پتہ نہیں تم کس قسم کی لڑکی ہو۔" غزال دانت پیس کر بولا۔

"میں..... سفینہ نے کہا میں دشمنوں سے نفرت کرتی ہوں غزال صرف نفرت اور دوستوں سے محبت سب سے زیادہ خوشی مجھے ہڈسن کی موت کی ہو گی آہ کاش میں اس کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی۔"

"مجھے ان باتوں سے کوفت ہو رہی ہے سفینہ پلیز یہ موضوع ترک کر دو۔"

"تو پھر اپنی پسند کی باتیں کرو خوبصورت نرم و نازک محبت سے بھرپور۔"

"میں خاموش رہنا چاہتا ہوں۔"

"شاید خوف زدہ ہو۔"

"ہاں ایسی ہی بات ہے۔" غزال نے کہا۔

"اسی وقت گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دی تھیں آوازیں دور سے نہیں آئی تھیں وہ ساکت ہو گئے اور انہوں نے سانس روک لئے۔ اجالا اب پوری طرح پھیل گیا تھا اور وہ لوگ بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ سب ہی نے ان تین گھوڑوں کو دیکھ لیا جن پر شردھانی جوان سوار تھے۔ تندرست و توانا گھوڑے آہستہ آہستہ اسی سمت آ رہے تھے شردھانیوں کے شانوں سے بندوقیں لٹک رہی تھیں اور کارتوسوں کی پیٹیاں ان کے بدن پر سجی ہوئی تھیں۔ ان کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کسی کی تلاش میں ہیں وہ تینوں تھوڑی ہی دیر میں قریب پہنچ گئے ان لوگوں کو سانس تک روک لینے پڑے تھے۔ غزال دم بخود تھا اور سانس روکے ان وحشی شردھانیوں کو دیکھ رہا تھا لیکن دوسرے لمحے جو کچھ ہوا اس کا گمان بھی کسی کو نہ تھا۔ سفینہ ہولناک انداز میں غراتی ہوئی شاخ سے نیچے کودی تھی اور گھوڑے پر بیٹھے ایک شردھانی کو اپنی لپیٹ میں لئے نیچے جا پڑی تھی۔ ایسا خوف کے عالم میں یا کسی غلطی کی وجہ سے نہیں ہوا تھا بلکہ شردھانی جوان کے سینے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا اور سفینہ کے ہاتھ میں ایک لمبا چاقو نظر آ رہا تھا جو دوسرے لمحے سفینہ کے ہاتھ سے نکلا اور گھوڑے کی پشت پر سوار دوسرے شردھانی کی گردن میں پیوست ہو گیا تیسرا شردھانی بدحواسی کے عالم میں گھوڑے پر بیٹھا آگے بڑھا تو غزال نے تھوڑا سا جھک کر اس کے بال پکڑے گھوڑا شردھانی کے نیچے سے نکل گیا لیکن غزال بھی شاخ پر اس کے وزن کو نہ سنبھال سکا اور اس کے ساتھ ہی نیچے آ رہا لیکن شدید ہیجان کے عالم میں اس نے نیچے گرتے ہی شردھانی جوان کی گردن دونوں ہاتھوں میں دبوچ لی۔ خوف نے اس کے ہاتھوں میں بے پناہ قوت پیدا کر دی تھی۔ شردھانی جوان کی زبان باہر نکل آئی اور اس کا بدن بری طرح پھڑکنے لگا۔ راج دیو اور حشمت بے اس منظر سے چند لمحات کے لئے ساکت ہوئے تھے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ دونوں بھی ایک ایک کر کے نیچے کود گئے البتہ اب ان کی ضرورت نہ رہی تھی گھوڑے پر بیٹھا وہ شردھانی بھی نیچے گر پڑا تھا جس کی گردن میں چاقو پیوست ہوا تھا سفینہ نے انتہائی جرات سے کام لے کر چاقو اس کی گردن سے کھینچا اور دوبارہ اس شردھانی پر وار کیا جو اس کا سب سے پہلا شکار تھا اس اثناء میں غزال کا شکار دم توڑ چکا تھا چند لمحات کے بعد وہ تینوں بے جان ہو گئے راج دیو گہری نگاہوں سے سفینہ کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ فیصلہ تم نے اچانک ہی کر لیا لڑکی۔" اس نے کہا۔

"ہاں مسٹر راج یہ میری عادت ہے میں اچانک فیصلے کرتی ہوں اور ان پر عمل کر ڈالتی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے پروفیسر ان کے پیچھے ان کے دوسرے ساتھی بھی ہوں۔" راج تشویش سے بولا۔

"ہاں امکانات ہو سکتے ہیں حشمت بے نے گردن ہلا کر کہا پھر اس نے جھپٹ کر ایک مردہ شردھانی کی بندوق اٹھا لی اور اسے دیکھتا ہوا بولا ایک عمدہ بات ہوئی ہے ہم لوگ مسلح ہو گئے۔

"صرف مسلح ڈیڈی یہ گھوڑے بھی ہمارے کام آئیں گے۔ اوہ ایک اور تجویز ہے ڈیڈی اگر آپ لوگ مان لیں۔" سفینہ نے کہا اور وہ لوگ اسے دیکھنے لگے۔ "آپ لوگ ان شردھانیوں کے لباس استعمال کریں ان جیسا حلیہ اختیار کریں اس طرح اگر انہوں نے کہیں دور سے ہمیں دیکھ لیا تو فوراً ہی ہم پر حملہ نہ کریں گے اور اس دوران ہم ان سے ہوشیار ہو جائیں گے۔"

"ویری گڈ اچھی تجویز ہے کوئی مشکل نہ ہوگی لیکن بے بی تم۔" راج دیو نے کہا۔

"میں نے کوئی شردھانی عورت نہیں دیکھی لیکن میرا خیال ہے میں ایک جنگلی لڑکی کا روپ دھار سکتی ہوں کیوں مسٹر غزال۔" سفینہ نے مسکراتے ہوئے غزال سے پوچھا۔

"ہاں ہاں یقیناً!" غزال بڑبڑا کر بولا سفینہ کی اس کارکردگی پر وہ دنگ رہ گیا تھا اس نے اب تک اسے بس ایک غیر معمولی لڑکی سمجھا تھا لیکن وہ اس کے تصور سے زیادہ خطرناک تھی حشمت بے نے فوراً ہی عمل شروع کر دیا کیونکہ انہیں دوسرے شردھانیوں کے آ جانے کا خوف تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ تینوں شردھانی معلوم ہونے لگے یوں بھی کوئی بڑی تبدیلی نہیں کرنی پڑی تھی۔ سوائے ان بھدے لباسوں کو اندرونی لباس پر چڑھانے کے سفینہ کچھ دور چلی گئی تھی اور وہاں جا کر اس نے اپنا حلیہ بدل لیا تھا اور یہ حلیہ بھی کمال کا تھا۔

"اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے آگے بڑھا جائے۔" راج دیو نے کہا اور تینوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے سفینہ کو حشمت بے نے اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھایا تھا۔ گھنے درختوں کے درمیان سفر تیز رفتار تو نہ تھا لیکن آسان تھا اور جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے درخت بھی چھدرے ہوتے جا رہے تھے۔ پھر کچھ پھل دار درخت نظر آئے اور انہوں نے

پھلوں کا معائنہ کرنے کے بعد انہیں استعمال کیا اور ان کا کافی ذخیرہ بھی کر لیا۔ شردھانی دوبارہ نظر نہیں آئے تھے البتہ لوئس وغیرہ کے خیال سے وہ مغموم ہو گئے تھے۔ حشمت بے نے راج دیو سے بھی کہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے راج لوئس اور اس کے ساتھیوں کے بچ جانے کی کچھ امید ہے۔"

"کیا کہا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ بھاگ نکلے ہوں بے چارے غیر مسلح تھے۔" راج دیو نے کہا۔

"ہاں مقابلے کا تو سوال ہی نہیں بس اگر کچھ لوگوں نے بھاگ کر جان بچا لی ہو تو دوسری بات ہے۔"

آگے درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔" اچانک غزال نے کہا۔ اور وہ دونوں بھی اسی طرف دیکھنے لگے۔

درخت اب خال خال رہ گئے تھے۔ اور ان کے دوسری طرف پیلاہٹ مائل پہاڑ نظر آ رہے تھے لیکن یہ پہاڑ کافی فاصلے پر تھے۔ درختوں کے اور پہاڑوں کے درمیان ایک لق و دق میدان پھیلا ہوا تھا۔ جس میں عجیب و غریب چٹانیں بکھری ہوئی تھیں سرو کے درختوں کی مانند چٹانیں جو انسانی قد سے اونچی نہ تھیں او ان کا رنگ پیلا تھا۔ جنگلوں کے جانور وہاں بکثرت نظر آ رہے تھے۔ ان میں درندے نہیں تھے لیکن چیتل' نیل گائے اور ہرن وغیرہ موجود تھے۔ حیرت ناک بات تھی کہ یہ جانور جنگل میں نظر نہیں آئے تھے۔ انہیں دیکھ کر پروفیسر کے منہ میں پانی آ گیا۔

"کیا خیال ہے راج... کیا ہم انہیں نظرانداز کر دیں....؟ نہ جانے کتنا عرصہ ہو گیا ہے پیٹ بھر کر کھائے ہوئے اور پھر اب تو ہمارے پاس بندوقیں ہیں۔"

"فائر کرنا مناسب ہو گا...؟" راج دیو نے پوچھا۔

"اس لذیذ گوشت کے لئے تو ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے اور پھر کیا کہا جا سکتا ہے کہ خطرہ کہاں پیش آ جائے۔"

"ٹھیک ہے پھر ایک فائر میں کام ہو جانا چاہئے۔ زیادہ بڑا جانور شکار کرنا بے کار ہے ہم اسے کہاں لادے پھریں گے۔ آپ ان میں سے کوئی ہرن پسند کر لیں۔" راج دیو بولا اور حشمت بے ہنس پڑا۔ پھر اس نے بھی ازراہ مذاق ایک قلانچیں بھرتے ہوئے ہرن کی طرف

اشارہ کیا تھا۔ اور راج دیو نے بندوق سیدھی کر لی۔ تڑاخا ہوا اور ہرن کئی فٹ اونچا اچھل کر گر پڑا۔

"بے مثال۔" حشمت بے نے بے اختیار کہا اور پھر سفینہ کو گھوڑے سے اتار کر اور اس کا چاقو لے کر ہرن کی طرف دوڑ گیا تاکہ مرنے سے قبل اسے ذبح کر لے۔ سفینہ نے کہا۔

"آؤ غزال جنگل دور نہیں ہے ہمیں خشک ٹہنیاں درکار ہوں گی۔" وہ اچھل کر غزال کے گھوڑے پر چڑھ گئی اور غزال نے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ "میں تم سے ابھی تک ناراض ہوں غزال۔"

"کیوں....؟"

"اگر ڈیڈی تمہارے ساتھ شریک نہ ہو جاتے تو تم ہمیں چھوڑ کر آ گئے ہوتے غزال تم میرے لئے افسردہ نہ ہوتے۔"

"بہت سے لوگ مجھ سے بچھڑ گئے ہیں سفینہ.... ان میں میرے ڈیڈی بھی ہیں تم نہیں جانتیں میں ان کے لئے کتنا پریشان ہوں۔" غزال نے کہا سفینہ کچھ نہ بولی تھی پھر اس نے کہا۔

"ہڈسن ضرور ان شردھانیوں کے ہاتھوں مارا گیا ہو گا۔ مجھے اس کی موت کی سب سے زیادہ خوشی ہے۔"

"تم نے اچانک شردھانیوں پر حملہ کر کے مجھے حیران کر دیا تھا۔"

"میری کامیابی پر خوش نہیں ہوئے تم...؟"

"کیا اس سے قبل بھی تم نے کوئی انسانی زندگی لی ہے۔" غزال نے پوچھا.....اور سفینہ مسکرانے لگی۔ پھر بولی۔

"ہاں.... دو ایسے آدمی میرے ہاتھوں مارے گئے تھے جنہوں نے مجھے اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ چند لوگوں کو زخمی کر چکی ہوں۔ ویسے میں بلیک بیلٹ بھی ہوں۔ میری چاہت اور نفرت میں شدت ہے غزال۔ بے پناہ چاہتی ہوں بے پناہ نفرت کرتی ہوں۔"

"اپنا کام کر لیں..... دیر ہو رہی ہے۔" غزال نے کہا۔

"اوہ ہاں....." سفینہ ہنس پڑی۔ "میں تو بھول ہی گئی تھی۔ لکڑیاں حاصل کر کے وہ

واپس پہنچے تو حشمت بے ہرن کے بخئے ادھیڑنے میں مصروف تھا۔ اس کے ہاتھ کلائیوں تک خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔ راج دیو دور دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ زمین پر لکڑیوں کا الاؤ بنایا گیا اور پھر اس میں آگ روشن کر دی گئی۔ سب خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ دفعتہ راج دیو کے حلق سے ایک آواز نکل گئی - آواز کچھ ایسی تھی کہ سب ہی متوجہ ہو گئے۔

"اوہ..... مائی گاڈ.....!" راج دیو دور پہاڑ کی بلندیوں پر دیکھتا ہوا بولا۔ ان سب نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس ہولناک منظر کو دیکھا تھا۔ پہاڑی پرلاتعداو گھوڑے سوار نظر آ رہے تھے۔ وہ سو فیصدی شردھانئے تھے اور بہت زیادہ تعداد میں تھے۔

○

ہرنڈا نے ان کے ہاتھ کھلوا دیئے تھے لیکن ان کے پاؤں مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے حالانکہ کھلے ہاتھوں سے پاؤں کھول لینا مشکل کام نہ تھا لیکن چاروں طرف شردھانئے موجود تھے اس لئے یہ کوشش نہیں کی گئی تھی۔ گارساں اور اس کے ساتھیوں کو مائیکل کا انجام نہیں معلوم ہو سکا تھا جبکہ ہرنڈا نے راؤ کو بتا دیا تھا کہ مائیکل ہاتھ نہیں آ سکا۔ لیکن راؤ نے بھی گارساں کو حقیقت نہیں بتائی تھی کیونکہ دوسرے لوگ بھی یہ کوشش کر سکتے تھے اور اس کا انجام خطرناک ہو سکتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور کئی دن خاموشی سے گزر گئے۔ اس دوران ان میں سے کسی اور کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا اس کے علاوہ انہیں خوراک بھی ملتی رہی تھی۔ گارساں کے حوصلے اب پست ہوتے جا رہے تھے اور اب اس کے چہرے پر صرف خوف نظر آتا تھا۔ وہ عموماً سوچ میں ڈوبا رہتا تھا۔ اس دوران ہرنڈا کئی بار راؤ کو نظر آیا لیکن وہ راؤ کے قریب نہیں آیا تھا۔ یقیناً وہ کسی کارروائی میں مصروف تھا۔

پھر ایک ہولناک رات آ گئی۔ اس وقت مدھم چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور چاند بار بار بادلوں کی لپیٹ میں آ جاتا تھا۔ قید خانے کے احاطے کے سامنے پھیلے عظیم الشان میدان میں شردھانی جوان نظر آ رہے تھے۔ اس میدان کا اختتام پہاڑی دیواروں پر ہوتا تھا جن کے دامن میں چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ احاطے کے دائیں بائیں شردھانیوں کے جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے جو درختوں کی چھاؤں میں تھے۔ اسی طرح یہ جھونپڑے وادی کی دیوار کے ساتھ ساتھ اس وسیع و عریض میدان کے چاروں طرف تھے۔ رات کے اس پہر پوری

آبادی نیند کی آغوش میں تھی کہ اچانک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ پہلے شور و غل ہوا اس کے بعد گولیاں چلنے کی آوازیں ابھریں۔ میدان میں بکھرے ہوئے شردھانی بندوقیں سیدھی کئے پہلے قیدیوں کے احاطے کی طرف آئے۔ یہاں موجود شردھانی پہلے ہی مستعد ہو گئے تھے۔ وہ لوگ ان سے صورت حال معلوم کرنے لگے اور یہاں سکون پا کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ تمام لوگ جاگ گئے تھے۔ شور کی آوازیں دائیں سمت سے آ رہی تھیں اور یہ شور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ گاہے گاہے گولیاں بھی چلنے لگتی تھیں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"اب.....اب کیا ہو رہا ہے۔" گارساں رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ راؤ نے سراتو سے کہا۔ "سراتو ذرا ان محافظوں کے قریب رہو تاکہ ان کی باتیں سن سکو۔"

"لیش شر.....! او کے شر.....!" سراتو نے کہا۔

شور و غل مسلسل جاری رہا۔ پھر کچھ لوگ احاطے کے قریب آئے اور محافظوں سے باتیں کرنے لگے۔ محافظوں میں ایک عجیب سی بے چینی پھیل گئی تھی ان میں سے دو تین آدمی اپنی بندوقیں سیدھی کر کے آگے بڑھنے لگے تو آنے والوں نے ان پر بندوقیں تان لیں اور وہ آپس ہی میں زور زور سے باتیں کرنے لگے ان کی آوازیں غصے میں ڈوبی ہوئی تھیں اور سراتو بغور ان آوازوں کو سن رہا تھا۔ پھر ان تین آدمیوں کو بری طرح دبوچ لیا گیا اور ان سے ان کی بندوقیں چھین لی گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں رسیاں باندھ دی گئی تھیں اور چند آدمی انہیں دھکیلتے ہوئے آگے لے گئے تھے۔ باقی محافظ قیدیوں کی جانب متوجہ ہوئے اور انہیں پرسکون پا کر مطمئن ہو گئے۔ ان میں سے کچھ یہیں جم گئے تھے۔ باقی وہاں سے چلے گئے تھے۔ گولیوں کی آوازیں اب بھی یکے بعد دیگرے آ رہی تھیں۔ راؤ سکندر آہستہ آہستہ سراتو کے قریب پہنچ گیا اور سراتو نے سسی خیز لہجے میں کہا۔

"شر شر ان لوگوں کے درمیان آپس میں فائٹ ہو گیا ہارہانڈ اور شردار ایرش آپش میں لڑ گیا اور دونوں کا اپنا اپنا لوگ ایک دوسرے سے فائٹ کرتا شر یہ خطرناک شورت ہے۔"

راؤ سکندر نے اور کچھ نہ پوچھا۔ بات سمجھ میں آ گئی تھی ہرنڈا نے اس سے جو گفتگو کی تھی اسے نظر انداز نہیں کیا گیا تھا اور وہ اپنی کوششوں میں مصروف تھا یقیناً کوئی ایسی بات ہو گئی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا لیکن صحیح صورت حال ابھی تک پتہ نہیں چل سکی تھی۔

ہرینڈا اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا یا نہیں۔ اگر ناکام ہوا ہے تو اس وقت کیا کیفیت ہے ویسے راؤ سکندر کو ہرینڈا ہی سے اگلی امید باقی رہ گئی تھی کہ اگر اس پر راؤ سکندر کا جادو کامیاب ہو گیا تو شاید ان لوگوں کی جان بچ جائے اور انہیں یہاں سے نکلنا نصیب ہو سکے لیکن یہ ہرینڈا کی کامیابی پر منحصر تھا۔ بھرت چندر اور پروفیسر غوری کو بھی اس نے سرگوشی کے انداز میں صورت حال سے آگاہ کر دیا اور پوری تفصیل بتا دی وہ دونوں ساکت رہ گئے تھے پروفیسر غوری کافی دیر کے بعد بولا۔

"خدا کرے وہ کامیاب ہو جائے بہترین ترکیب ہے ورنہ دوسری صورت میں....."

ہنگامہ رات بھر جاری رہا تھا اور کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا لوگ اب بھی بھاگ دوڑ کر رہے تھے پھر اس وقت مدھم مدھم اجالا پھیلنے لگا تھا جب بے شمار افراد میدان کی جانب آتے نظر آئے۔ میدان میں کچھ خصوصی انتظامات کئے گئے تھے اور لکڑی کا ایک بڑا تنا دھکیل کر میدان کے وسط میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ اس میں دونوں سمت شاخیں نکلی ہوئی تھیں اور جب اجالا چمکا اور ماحول روشن ہوا تو انہوں نے ہرینڈا کو قیدی کی حیثیت سے آتے ہوئے دیکھا اسے لکڑی کے تنے سے باندھ دیا گیا تھا احاطے کے قریب بھی بے شمار شروھانی آ گئے اور محافظ ان سے صورت حال معلوم کر رہے تھے سراتو کا اپنا کام جاری تھا اور وہ معلومات حاصل کر رہا تھا گاہے گاہے وہ ان معلومات سے راؤ سکندر کو بھی آگاہ کرتا جا رہا تھا سراتو نے بتایا۔

"شر ان لوگ کا بات شے جو معلوم ہوا وہ ایشا کہ ہرینڈا شردار ارش کو قتل کرنے کا کوشش کیا۔ بٹ شردار ارش بچ گیا اش کا آدی ہاربانڈا سے فائٹ کیا اور ہاربانڈا اریسٹ ہو گیا۔ ہاربانڈا کا آدمی بھی بہت ہے وہ ابھی فائٹ کرتا اور ارش کا آدی کو گرفتار کرتا۔"

"او مائی گاڈ۔" راؤ سکندر نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا یہ صورت حال بہت خوفناک ہو گئی تھی۔ ہرینڈا اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا پتہ نہیں اس کا ساتھ دینے والے کتنے لوگ ہیں اور کون کون اس کے موقف سے متفق ہے۔ غرض صورت حال دھوپ چڑھے تک اسی طرح جاری رہی اور میدان شروھانیوں سے بھر گیا۔ ان میں عورتیں اور بچے نہیں تھے۔ غالباً وہ اپنے معاملات سے عورتوں کو دور رکھتے تھے سب آپس میں چیخ چیخ کر باتیں کر رہے تھے - ان سب میں شدید اختلاف پایا جاتا تھا اور بعض جگہ فوراً ہی ہاتھا پائی بھی شروع ہو جاتی تھی۔ راؤ سکندر بغور ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ آج انہیں صبح کی خوراک بھی نہیں ملی

تھی سب ہی افراتفری کا شکار تھے۔ احاطے کے قریب ہونے والی گفتگو سے البتہ سراتو' راؤ سکندر کو آگاہ کر دیا کرتا تھا اور راؤ سکندر اس سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ پھر انہوں نے سردار ارش کو دیکھا جو فاتحانہ انداز میں تیس چالیس افراد کے گروہ کے درمیان چلا آ رہا تھا ہرینڈا درخت کے تنے سے بندھا ہوا کینہ توز نگاہوں سے سردار ارش کو دیکھنے لگا اور سردار ارش اس سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کچھ کہا ایک لکڑی کا ٹکڑا دھکیل کر لایا گیا اور سردار ارش اس پر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ چیخ چیخ کر اپنے ساتھیوں کو کچھ بتا رہا تھا چار بوڑھے شروھانی ایک طرف سے نکلے اور سردار ارش سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ سردار ارش دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اس کی آواز احاطے تک بخوبی پہنچ رہی تھی اور سراتو اس آواز پر کان لگائے ہوئے تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار ارش خاموش ہو گیا تو سراتو نے کہا۔

"شر شورت حال بہت ڈینجر ہے شردار ارش نے اپنا لوگ کو بولا کہ ہاربانڈا نے اش کو شوتے میں قتل کرنے کا کوشش کیا بٹ وہ جاگتا اور اش کا محافظ ہاربانڈا کو روکتا۔ شردار ارش بولتا ہاربانڈا بغاوت کی اور اش کو موت کا شزا مانگتا۔" سراتو ایک دم خاموش ہو گیا۔ ہارینڈا اپنے ساتھیوں سے کچھ کہہ رہا تھا اور کافی چیخ چیخ کر بول رہا تھا سب لوگ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ دیر تک وہ بولتا رہا اور پھر خاموش ہو گیا تو سراتو نے کہا۔

"شر ہاربانڈا عجیب بات بولتا کہ شردار ارش اش کا قوم کو بیک ورڈ رکھتا اور یہ لوگ شردار ارش کا زندگی میں ایشا ہی ننگا بھوکا رہ شکتا جب کہ ہاربانڈا ان کے لئے بہت کام کرنا مانگتا۔ وہ بولا اش نے شردار ارش کو بولا کہ شروھانے بھی انشان ہیں اور انشانوں کا مانند جینا مانگتا ہے۔ بٹ شردار ارش اش کا راشتہ روکتا۔ شر اش نے اپنا لوگ کو بولا کہ اش کا مدد کرے وہ ان کو اچھا لائف دینا مانگتا۔"

راؤ سکندر کی سمجھ میں تمام صورت حال اچھی طرح آ گئی تھی لیکن اب اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے یہ دیکھنا تھا پھر دوپہر گزر گئی اور شام ہو گئی ان لوگوں میں مذاکرات ہوتے رہے تھے اور سراتو انہیں صورت حال سے آگاہ کرتا رہا تھا۔ شور و غل میں بہت سی آوازیں سراتو تک پہنچ نہیں پاتی تھیں اس کے لئے وہ بیچارا معذور ہوتا تھا۔ شام کو سورج چھپنے سے پہلے ہرینڈا کو میدان کے آخری سرے پر ان چٹانوں کے پاس پہنچا دیا گیا دوسرا منظر انہوں نے اور دیکھا

ہرنڈا کے بے شمار ساتھیوں کو اسی کی طرح گرفتار کر کے ان چٹانوں کے قریب باندھ دیا گیا تھا سراتو نے بتایا۔

"شر بوڑھا لوگ فیصلہ دیا کہ ہاربانڈا کو شزا دیا جائے گا موت کا شزا اور وہ لوگ جو ہاربانڈا کا ساتھ دیا ان کو بھی موت کا شزا دیا جائے گا۔"

راؤ سکندر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا تھا پھر جھٹپٹا پھیل گیا اور اس کے بعد رات کی تاریکی آ گئی دفعتہ ہی راؤ سکندر نے پروفیسر غوری اور بھرت چندر سے کہا۔

"میں اس تمام صورت حال کے بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں اور آپ لوگوں کو شاید یہ اندازہ نہ ہو کہ اس وقت ہماری زندگی کا آخری سہارا ہرنڈا ہی ہے اس کے بعد غالباً ہمیں مرنے میں کچھ زیادہ دیر نہ لگے گی چنانچہ کچھ کرنا بے حد ضروری ہے۔"

"لیکن کیا....؟" پروفیسر غوری نے کہا۔

"ہرنڈا کی آزادی۔"

"کیا مطلب...؟"

"ہاں اسے آزاد کرانا ضروری ہے اور یہ کام آج ہی رات کی تاریکی میں مکمل ہو جانا چاہئے اگر ہم یہ نہ کر پائے تو یوں سمجھ لو اس کے بعد ہماری زندگی چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں رہ جائے گی۔"

"ہمیں یہ کوشش کر لینی چاہئے۔" بھرت چندر نے کہا۔

"میں اور سراتو اس کے لئے عمل کرتے ہیں میرا خیال ہے زندگی کی بازی لگا کر ہم لوگوں کو یہ کام انجام دینا چاہئے اگر اس میں ناکام رہے تو موت تو ہر طرح سے ہمارا مقدر ہے۔"

"لیکن راؤ کرو گے کیا....؟"

"میں نے پلان بنا لیا ہے میں اور سراتو احاطے کے عقبی حصے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں آپ لوگ گارساں اور اسکے ساتھیوں کے ساتھ احاطے کے سامنے والے حصے میں جا کر شور مچایئے اور ان لوگوں سے خوراک طلب کیجئے۔"

"اور تم عقب سے نکل جاؤ گے پھر کیا کرو گے؟" پروفیسر غوری نے پوچھا۔

"ہرنڈا کو آزاد کرنے کی کوشش کروں گا اور یہ میری آخری کوشش ہو گی۔"

"ٹھیک ہے ہم لوگ چالاکی سے گارساں کو اس بات پر تیار کرتے ہیں۔"

"لیکن اسے اصل بات بتانا ہر لحاظ سے خطرناک ہو گا۔"

"اطمینان رکھو راؤ اسے اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کیا جائے گا۔" پروفیسر غوری نے کہا اور اس کے بعد وہ لوگ اپنے پروگرام پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بھرت چندر اور پروفیسر غوری گارساں اور اس کے ساتھیوں کو ابھارنے لگے کہ اگر انہوں نے اپنے لئے خوراک نہ طلب کی تو وہ بھوکے ہی مرجائیں گے۔ گارساں تو تیار نہ ہوا لیکن اس کے باقی تمام ساتھی اس احتجاج کے لئے تیار ہو گئے اور احاطے کی دیوار کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ وہ چیخ چیخ کر ان لوگوں سے کھانا مانگ رہے تھے بہت سے محافظوں نے ان کی جانب بندوقیں تان لیں پتہ نہیں وہ ان کی بات سمجھ پا رہے تھے یا نہیں اور اس کے امکانات بھی نہیں تھے لیکن یہ لوگ اپنا پیٹ کھول کھول کر دکھا رہے تھے اور اشارے سے انہیں بتا رہے تھے کہ وہ بھوکے ہیں وہ لوگ بندوقوں کی نالوں سے انہیں دھکیلنے لگے اس دوران سراتو اور راؤ سکندر اپنا کام کر چکے تھے اور احاطے کی دوسری جانب سے باہر نکل گئے تھے۔ انہوں نے جھونپڑیوں کی آڑ میں پناہ لی تھی۔ راؤ سکندر جانتا تھا کہ اسے کس سمت سفر کرنا ہے وسیع و عریض میدان کا ایک سرا عبور کرنے کے بعد اسے ان چٹانوں کے عقب میں پہنچنا تھا' جن کے سامنے ہرنڈا اور اس کے ساتھی بندھے ہوئے تھے اور محافظ ان کی نگرانی کر رہے تھے۔

یہ طویل راستہ انہوں نے کئی گھنٹوں میں طے کیا۔ رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی تھی اور وہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہے تھے یہ ان کی آخری کوشش تھی۔ ویسے راؤ سکندر اور شاید سراتو کو بھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ یہ اتنی کامیابی سے ان لوگوں کے درمیان سے نکل آئیں گے لیکن اس کی دو وجوہات تھیں اول تو رات گہری تھی۔ دوسرے وہ لوگ اپنے طور پر بھی ان حالات کا شکار تھے چنانچہ ان لوگوں کو اس میں آسانی ہوئی اور طویل مشقت کے بعد وہ لوگ بالاخر پہاڑی دیوار کے نزدیک پہنچ گئے یہاں سے وہ چٹانیں صاف نظر آ رہی تھیں جن کے سامنے ہرنڈا وغیرہ قید تھے۔ راؤ سکندر اور سراتو سب سے پہلے ہرنڈا ہی کے عقب میں نمودار ہوئے تھے راؤ سکندر رینگتا ہوا آگے بڑھا اور ہرنڈا کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے عقب سے ہرنڈا کے ہاتھ کھولنا شروع کئے اور ہرنڈا چونک پڑا اس نے گردن گھما کر دیکھا اور راؤ سکندر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم۔" وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں ہرینڈا میں نے سوچا کہ ہمیں بھی اپنا فرض پورا کرنا چاہئے۔"

"اوہ میں جانتا تھا کہ تم ہی یہ کام سرانجام دے سکتے ہو براہ کرم جلدی سے میرے ہاتھ اور پاؤں کھول دو وقت بہت خطرناک ہوتا جا رہا ہے۔"

راؤ سکندر نے پھرتی سے ہرینڈا کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے۔ تب ہرینڈا نے اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھا جو اس سے چند گز کے فاصلے پر تھا اور اس سے کچھ کہنے لگا۔ پھر اس نے راؤ سکندر سے کہا۔

"براہ کرم اب تم یہاں اس جگہ کھڑے ہو جاؤ جہاں میں کھڑا ہوا ہوں تاکہ محافظ میری گمشدگی کو محسوس نہ کر سکیں۔" راؤ سکندر نے فوراً ہی اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ دھندلکوں میں کوئی بھی یہ نہ دیکھ سکا کہ قیدی بدل گیا ہے۔ ہرینڈا چٹان کے عقب میں روپوش ہو گیا سراتو راؤ سکندر کے پاس خاموش کھڑا ہوا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر ہرینڈا ان کے پاس آ گیا۔ "میرے تمام ساتھی اب آزاد ہیں تمہاری جگہ میں دوسرے آدمی کو کھڑا کئے دیتا ہوں مسٹر راؤ۔ تم دونوں میری ساتھ آؤ۔" راؤ سکندر اور سراتو ہرینڈا کے ساتھ چل پڑے تھے ہرینڈا مکانوں کے پاس پہنچ گیا پھر ایک مکان کے سامنے رک کر اس کا دروازہ بجایا اور چند لمحات کے بعد ایک شخص باہر نکل آیا ہرینڈا کو دیکھ کر اس کی حالت عجیب ہو گئی۔ ہرینڈا نے اسے ساتھ لیا اور وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہے تھے۔ اس طرح وہ کئی گھروں میں داخل ہوئے اور لاتعداد لوگ مصروف عمل ہو گئے۔ ایک بہت بڑے مکان سے باہر نکل کر ہرینڈا نے کئی بندوقیں سراتو اور راؤ کو دے کر کہا۔

"مسٹر راؤ۔ اب آپ اپنی جگہ پہنچ جائیں۔ کارتوس اور بندوقیں محفوظ رکھیں اور اپنے ساتھیوں کو تیار رکھیں۔ صبح سورج نکلنے سے قبل مجھے موت کی سزا دی جائے گی اور یہ سزا سردار ایرش مجھے سنائے گا۔" وہ مسکرایا پھر بولا۔ "تمہارا شکریہ ابھی مجھ پر قرض ہے۔" راؤ نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور سراتو کو لے کر واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا اس کا مشن مکمل طور پر کامیاب رہا تھا لیکن باقی رات بھی مصروفیت کی رات تھی۔ راؤ نے بڑی احتیاط سے کام کیا لوگوں کو بندوقیں تقسیم کر دی تھیں اور انہیں ان کا کام سمجھا دیا تھا۔

پھر یہ ہولناک رات صبح کی دھندلاہٹوں میں لپٹ گئی اور اس کے بعد اس سنسنی خیز کھیل کا آغاز ہو گیا۔ ایرش کو اپنی زندگی کے سب سے حیرت ناک لمحے سے دوچار ہونا پڑا جب اچانک چٹانوں کے قریب بندھے ہوئے قیدیوں نے ان پر فائرنگ شروع کر دی۔ دوسرے شردھانی غیر مسلح تھے قیدیوں نے انہیں بھون کر رکھ دیا سردار ایرش کے بدن میں اتنی گولیاں پیوست ہوئی تھیں کہ اس کا سارا بدن لوتھڑوں میں تبدیل ہو گیا تھا شردھانی ایک ہی سمت سے حیرت کا شکار تھے کہ اچانک احاطے سے ان پر گولیوں کی بارش ہو گئی۔ لیکن ایرش کے مرتے ہی ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے وہ سب زمین پر اوندھے لیٹ گئے یہ اعتراف شکست تھا۔ اس کے بعد ہرینڈا کے علاوہ اور کون سردار ہو سکتا تھا۔ بعد کے کئی دن بھی خونریزی ہوتی رہی تھی اور ایرش کے وفاداروں کو قتل کیا جاتا رہا تھا۔ البتہ ان سے اظہار دوستی پہلے ہی دن شروع کر دیا گیا تھا اور انہیں قیدیوں کے احاطے سے نکال کر برابر کے گھروں میں منتقل کر دیا گیا تھا جہاں سینکڑوں شردھانی ان کی ہر خدمت بجا لانے کے لئے تیار تھے۔

یہ معاملہ چلتا رہا۔ ہرینڈا خزانے کے حصول کے لئے بے تاب تھا چنانچہ ایک دن اس نے کہا۔ "مسٹر راؤ اب میں اس مہم کا آغاز کر دینا چاہتا ہوں۔ میرے پاس سفر کی ساری تیاریاں مکمل ہیں۔"

"ہم لوگ بھی تیار ہیں۔" راؤ نے کہا اور دوسرے دن روانگی طے ہو گئی راؤ نے گارساں کو اچھی طرح صورت حال سمجھا دی تھی اور کہا تھا کہ وہ کہیں بھی بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے صورت حال ہمارے حق میں ہی رہے گی۔ گارساں کے حوصلے پہلے ہی پست ہو چکے تھے۔ خزانے کی تلاش میں نکلنے والوں کی تعداد ستر کے قریب تھی - ہرینڈا نے تمام انتظامات کر لئے تھے چنانچہ یہ عظیم الشان قافلہ چل پڑا۔ ایک بار پھر پروفیسر غوری کے تجربات سے استفادہ حاصل کیا گیا تھا اور غوری نے بھرت چندر سے کہا تھا۔

"کیا تم مجھ سے اتفاق کرو گے بھرت کہ کچھ نادیدہ قوتیں ہماری محافظ ہیں اور ہم بہت ست رفتاری سے لیکن کامیابی سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں۔"

یہ سفر بہت اطمینان بخش تھا کیونکہ اب شردھانیوں کا خوف ختم ہو گیا تھا۔ گارساں بھی مطمئن تھا۔ راؤ کی نظریں دور دور تک بھٹکتی رہتی تھیں اس کی آنکھیں اپنے ساتھیوں ک

تلاش میں سرگرداں رہتی تھیں۔ سفر کے چند روز پرسکون رہے پھر تبدیلی ہوئی۔ ان کا رخ ایک پہاڑ کے دامن کی طرف تھا کہ انہوں نے ایک فائر کی آواز سنی اور سب چونک پڑے۔ آواز پہاڑ کے دوسری طرف سے آئی تھی۔ ہرنڈا کے اشارے پر ان کے گھوڑے پہاڑ کی بلندیاں طے کرنے لگے۔ اس فاصلے کو طے کرنے میں کافی وقت لگا تھا۔ پہاڑ کی بلندیوں پر پہنچ کر انہوں نے دوسری طرف کا منظر دیکھا۔ وہ تعداد میں چار تھے شردھانئے ہی معلوم ہو رہے تھے۔ ان کے نزدیک آگ روشن تھی اور آگ پر گوشت بھونا جا رہا تھا۔

"عورت۔" ہرنڈا کے منہ سے آواز نکلی۔ "ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہے ......وہ......وہ شردھانئے نہیں ہو سکتے۔"

کرنل فیروز پراسرار عورت ایرا کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ وہ بہت عجیب کیفیات کا شکار تھا قدم قدم پر اسے احساس ہو رہا تھا کہ ایرا ایک ناقابل فہم شخصیت ہے۔ وہ کون ہے کیا ہے؟ اس بارے میں ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ ایرا کے اس سفر کا مقصد بھی نامعلوم تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ پورے اعتماد کے ساتھ سفر کر رہی ہو اور اسے اپنی منزل معلوم ہو۔

گھوڑے مناسب رفتار سے آگے بڑھ رہے تھے۔ دوپہر ایک جنگل میں ہوئی تھی۔ ایرا نے کرنل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھوک لگ رہی ہے کرنل فیروز......؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"وہ سامنے جو درخت نظر آ رہے ہیں ان پر لٹکے ہوئے پھل تمہارے لئے بہت مفید ہوں گے۔ ایک بار تمہاری داہنی پنڈلی کی ہڈی چکنا چور ہو گئی تھی غالباً یہ اس وقت کی بات ہے کرنل جب تم فوجی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔" کرنل کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ ایرا نے سچ کہا تھا یہ غالباً چوبیس سال قبل کی بات تھی۔ ایرا پھر بولی۔ "فوجی ڈاکٹروں نے تمہارے تین آپریشن کئے تھے اور مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے ٹانگ کٹنے سے بچا لی تھی لیکن تم اس درد سے آج تک نجات حاصل نہ کر سکے جو بعض اوقات تمہیں بے چین کر دیتا ہے!" کرنل تھوک نگل کر رہ گیا۔ ایرا کا ایک ایک لفظ درست تھا۔ "ان پھلوں میں یہ خوبی ہے کہ وہ مضروب ہڈیوں کا درد ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے ہیں ان میں ایک لیس دار مادہ ہوتا ہے جو ہڈیوں پر پلاسٹر کر دیتا ہے۔ ویسے لذیذ نہیں ہوتے ہیں۔ تم ان کی بڑی تعداد حاصل کر کے محفوظ کر لو۔ اس سے تم عارضی بھوک بھی مٹا سکتے ہو اور یہ تمہارا درد ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے۔"

اب یہ سوال بے کار تھا کہ ایرا کو چوبیس سال قبل کا یہ واقعہ کیسے معلوم ہوا۔ لیکن اس درد سے نجات کے اس ذریعہ کو کرنل فراموش نہ کر سکا۔ اس نے پھل کھائے ایرا کو

بھی دیئے اور اس نے وہ پھل رکھ لئے۔ کرنل نے کافی پھل ذخیرہ بھی کر لئے تھے۔ اور پھر وہ وہاں سے آگے بڑھ گئے۔

"رات ہم ایک جھیل کے کنارے گزاریں گے وہاں تمہیں عمدہ شکار بھی مل جائے گا اور پانی بھی!"

"تم ان جنگلوں کے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔" کرنل کہے بغیر نہ رہ سکا حالانکہ اسے اپنے یہ الفاظ خود مضحکہ خیز معلوم ہوئے تھے۔

"ہاں!" وہ آہستہ سے بولی۔

"لیکن تم میرے بارے میں کیسے جانتی ہو ایرا..... تم نے وہ بات کہی ہے جو چوبیس سال پہلے کی ہے اور اب تو میں خود بھی اسے بھول چکا تھا۔" ایرا مسکرا دی پھر بولی۔

"ہاں کرنل..... بس یوں سمجھ لو کہ میں نے تمہیں سر سے پاؤں تک پڑھا ہے اور اسی کوشش میں یہ بات میرے علم میں آگئی۔"

"تب تو تمہیں میری زندگی کا ہر راز معلوم ہو گیا ہو گا!"

"تمہاری زندگی بے داغ اور سادہ ہے۔ اپنا فرض پورا کر چکے ہو۔ لیکن وقت نے تمہیں ایک اور فرض کی ادائیگی کے لئے آواز دے لی ہے۔ یہ ماضی کا فیصلہ تھا کرنل اور تمہیں یہ سب کچھ کرنا ہی تھا۔ تم اس سے بچ نہ سکتے تھے۔"

"وہ فرض کیا ہے؟"

"مستقبل گردش وقت میں پوشیدہ ہے۔ اس کے بارے میں فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ ماضی نگاہوں سے گزر چکا ہوتا ہے اس لئے اس کے خاکے محفوظ ہوتے ہیں۔ ہم ان خاکوں کو پا سکتے ہیں لیکن مستقبل کی تاریکیوں میں جھانکنے کے لئے دل کی بینائی بھی کافی نہیں ہوتی۔ آنے والے وقت کی کہانی کیا ہے یہ بتانا ناممکن ہے۔"

"کیا وہ تمہارے ذہن میں بھی نہیں ہے۔"

"میرے علم میں ایک مقصد ہے۔ لیکن میں بھی حالات کی تابع ہوں۔ اور مجھ پر بے مقصد زبان ہلانے کی پابندی ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ میں تم سے مخلص نہیں ہوں اور تم پر اعتبار نہیں کرتی۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ جو جان لو اسے محفوظ رکھو اور جو نہ جان پاؤ اس کے لئے وقت کے فیصلوں کا انتظار کرو۔"

"اگر میں اس فرض کی ادائیگی سے فرار چاہوں....؟" کرنل نے کہا۔

"تو وقت تمہارا ساتھ نہ دے گا۔"

"نتیجہ کیا ہو گا....؟"

"موت..... مایوسیوں اور حسرتوں کے درمیان...!"

"کیا یہ وقت کا فیصلہ ہے....؟" کرنل نے پوچھا۔

"نہیں یہ میرا تجزیہ ہے اور تم خود بھی فیصلہ کر سکتے ہو کرنل فیروز تم اپنے ساتھیوں سے بھٹک گئے ہو اور ان ویرانوں میں تنہا ہو..... یہ دشت سحر ہے یہاں کب کیا ہو جائے؟.... کون جانے.... تم اس سحر کی تاب نہ لا سکو گے..... دیوانے ہو جاؤ گے اور یہیں بھٹک بھٹک کر مر جاؤ گے۔ میں یہ بات صرف اپنے تجزیئے کی بنیاد پر کہہ رہی ہوں۔ کرنل بہتر یہ ہے کہ میرا ساتھ دو اور میں جانتی ہوں کہ تم ایسا ہی کرو گے۔ وہ لوگ جو اپنے اپنے مقاصد لے کر اس جادونگری میں آئے ہیں آسانی سے واپس نہیں جا سکیں گے کیونکہ ان کا اس طرف آنا وقت ہی کا فیصلہ تھا۔ بس اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہ کہوں گی۔ ہاں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خود ہی غور کر لینا۔ میں تمہارے راستے روکنے کی کوشش نہیں کروں گی کیونکہ مجھے اس کا بھی حکم نہیں ہے۔"

کرنل ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا ایرا کے کہے ہوئے الفاظ اس کے لئے ناقابل فہم نہیں تھے اور وہ ان حالات کو خود بھی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ ایرا کے کہنے کے مطابق اس سفر کا اختتام ایک جھیل کے کنارے ہی ہوا۔ جنگل کی لامحدود وسعتوں کے درمیان ننھی سی جھیل بے حد خوبصورت معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے کنارے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے جو دور تک چلے گئے تھے۔ فضا میں ایک عجیب سے سحر کی کیفیت طاری تھی ایرا یہاں پہنچ کر گھوڑے سے اتر گئی اور کرنل نے بھی اس کے مطابق عمل کیا۔ ایرا نے انگلی سے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری خوراک...." ننھے ننھے جانور کلیلیں بھر رہے تھے کرنل کا جی تو نہ چاہا کہ ان میں سے کسی کو صرف اپنی شکم پری کے لئے موت کے گھاٹ اتار دے لیکن پیٹ کا دوزخ بھرنا بھی ضروری تھا اور انسانی فطرت یہاں بھی کام کر رہی تھی چنانچہ اس نے ایک چھوٹا سا جانور شکار کیا اور اسے ذبح کر کے بھوننے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ایرا اس کا ساتھ نہیں دے

رہی تھی البتہ کرنل نے جب گوشت تیار کرنے کے بعد اس کا ایک ٹکڑا ایرا کو پیش کیا تو وہ مسکرا کر کہنے لگی۔

"تم نے دیکھا ہو گا کہ میں نے پھل تک نہیں کھائے اس کی ایک وجہ ہے کرنل فیروز۔"

"کیا....؟"

"میری ایک قسم ہے میں اس وقت تک خوراک اپنے معدے تک نہیں پہنچنے دوں گی جب تک کہ میرا ایک مقصد حاصل نہیں ہو جائے گا اس لئے تمام رفاقت کے درمیان مجھے کھانے پینے کی پیش کش نہ کرنا۔"

"کیا تم بغیر کھائے زندہ رہ سکو گی؟"

"ہاں میں زندہ رہوں گی۔" ایرا نے جواب دیا۔

جنگل پر تاریک اندھیرے اترتے آ رہے تھے اور ماحول بھیانک سے بھیانک تر ہونے لگا تھا ایرا نے کرنل کو آرام کرنے کے لئے ایک جگہ بتا دی اور کرنل شکم سیر ہونے کے بعد وہاں لیٹ گیا۔ نرم گھاس کا بستر لگا ہوا تھا۔ کرنل نے سر کے نیچے ایک چھوٹا سا پتھر رکھ لیا اور پرخیال نگاہوں سے آسمان کی جانب دیکھنے لگا۔ خیالات ہی تنہائیوں کا سہارا ہوتے ہیں اس کا دل نجانے کیسے کیسے احساسات کا شکار رہتا تھا کبھی افسوس ہوتا تھا اپنی زندگی کے اس بدترین فیصلے پر' کبھی دوسری باتوں پر غور کرنے لگتا تھا۔ ایرا کے الفاظ بھی درست ہی تھے۔ یہ سب تقدیر میں نہ ہوتا تو بات یہاں تک کیسے پہنچتی۔ اب جو کچھ بھی ہے وہ تو بھگتنا ہی ہے۔ اس نے ایرا کو مخصوص انداز میں ایک جگہ بیٹھے دیکھا وہ یوگا کے آسن کی مانند آلتی پالتی مارے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے بدن سیدھا کئے بیٹھی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ دونوں گھوڑوں کو ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا اور جنگل میں سناٹا پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ کرنل اپنے منتشر ذہن کو قابو میں کرنے میں مصروف تھا تاکہ نیند آ جائے۔ عالم ہوش تو وسوسوں کے علاوہ اور کچھ نہ دیتا تھا اپنی اس کوشش میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو گیا لیکن یہ نیند بہت دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ نجانے سوتے ہوئے کتنا وقت گزرا تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی اور آنکھ کھلنے کی وجہ یقیناً کچھ تھی۔ وہ خالی خالی نگاہوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ آسمان کے ایک سرے پر چاند اٹکا ہوا تھا اور مدہم پراسرار چاندنی نے زمین پر عجیب عجیب

شکلیں تخلیق کر دی تھیں۔ درختوں کے جھنڈ خاموش کھڑے ہوئے ہاتھی معلوم ہو رہے تھے اور جھیل پر سنہری کرنیں لوٹ رہی تھیں۔ دفعتہ ہی کرنل کے کانوں میں ایک بھیانک چیخ ابھری اور دوسرے لمحے اس کا ذہن جاگ گیا یقیناً پہلے بھی یہی چیخ کی آواز تھی جس نے اس کی نیند توڑی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ عجیب سی چیخ تھی اور ابھی وہ کوئی فیصلہ بھی نہ کر پایا تھا کہ یہ چیخیں مسلسل سنائی دینے لگیں۔ آواز نسوانی تھی اور ایک سے زیادوہ عورتوں کی تھی وہ شاید کچھ بولتی بھی جا رہی تھیں لیکن ان کی کیفیت کچھ عجیب تھی۔ فاصلہ بھی بہت زیادہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کرنل نے گردن گھما کر ایرا کی جانب دیکھا لیکن ایرا اس جگہ موجود نہیں تھی جہاں وہ آسن مارے بیٹھی ہوئی تھی۔ کرنل پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے جھپٹا مار کر اپنی بندوق اٹھا لی اور کارتوسوں کی پیٹی کندھے پر ڈال کر ایرا کو تلاش کرنے لگا۔ تقریباً پچاس یا ساٹھ گز کے فاصلے پر اس نے درختوں کے جھنڈ کے درمیان کچھ کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں سنی تھیں۔ پتہ نہیں ایرا کہاں غائب ہو گئی تھی۔ کرنل چند لمحات متجسس نگاہوں سے اس طرف دیکھتا رہا اور پھر ہمت کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ کوئی دس پندرہ گز کا فاصلہ ہی طے کیا تھا اس نے کہ چاندنی میں اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ وہ یقیناً دو عورتیں ہی تھیں جو خونخوار بلیوں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبھوڑ رہی تھیں۔ ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں۔ کرنل حیران نگاہوں سے انہیں دیکھتا ہوا کچھ اور آگے بڑھا۔ یہ عجیب و غریب منظر اس کے لئے انتہائی حیرت کا باعث تھا۔ پھر وہ اتنے فاصلے پر پہنچ گیا کہ وہاں سے ان دونوں کو باآسانی دیکھ سکے۔ وہ پتہ نہیں کون تھیں۔ ان کے لباس تار تار ہو رہے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہروں پر وحشت خیزی نظر آ رہی تھی اور ان کے لڑنے کا انداز انتہائی بھیانک تھا۔ ایک دوسرے کو دانت سے کاٹ رہی تھیں اور ناخن مار مار کر زخمی کر رہی تھیں کبھی کبھی وہ غراتی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ جاتیں اور زمین پر لوٹیں لگانے لگتیں۔ پھر کرنل کو اچانک ہی رائفل کا خیال آیا اور اس نے رائفل کی نال فضا میں بلند کر کے ایک فائر کر دیا۔ دھماکہ رات کے سناٹوں میں بہت ہی ہولناک محسوس ہوا تھا اور اس آواز کے ساتھ ہی وہ دونوں رک گئی تھیں۔ کرنل اس بات کے لئے تیار تھا کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس شکل میں وہ انہیں زخمی کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اندر سے ایک عجیب سی کیفیت ابھر رہی تھی یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سینے میں برف ہی برف بھر دی

گئی ہو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے کچھ سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ قصہ کیا ہے۔ اچانک ہی اس نے عقب میں ایک آواز سنی اور دوسرے لمحے پلٹ کر رائفل کی نال اس سمت کر دی جہاں اس نے ایک انسانی سایہ دیکھا تھا سائے نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور عاجزی سے بولا۔

"نہیں نہیں مجھ پر فائر مت کرنا میں تمہیں نقصان نہیں پہنچانا چاہتا میں تو ایک مظلوم انسان ہوں آہ مجھ پر فائر نہ کرنا۔"

کرنل نے ایسی پوزیشن اختیار کر لی جہاں سے وہ ان لڑکیوں پر بھی نگاہ رکھ سکے جو اب اس کی آنکھوں میں واضح ہو چکی تھیں اور اس شخص پر بھی جو ایک درخت کے جھنڈ کے عقب سے برآمد ہوا تھا وہ ایک بوسیدہ پتلون میں ملبوس تھا۔ قمیض باہر نکلی ہوئی تھی۔ آستینیں غائب تھیں گریبان پھٹا ہوا تھا۔ قمیض میں جگہ جگہ گانٹھیں باندھ لی گئی تھیں تاکہ وہ بدن پر موجود رہ سکے۔ داڑھی اور سر کے بال بری طرح بڑھے ہوئے تھے۔ مونچھیں لٹک کر ہونٹوں پر آ گئی تھیں عمر تقریباً پینتالیس اور پچاس کے درمیان تھی۔ بدن گٹھا ہوا اور مضبوط معلوم ہوتا تھا وہ آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا کرنل کے بالکل سامنے آ گیا کرنل اسے گھورتا ہوا بولا۔

"تم کون ہو....؟"

"ایک مصیبت کا مارا' میرا نام سورج بھان ہے ہندوستان ہی کا رہنے والا ہوں اور یہ دونوں لڑکیاں جو لڑ رہی ہیں میری بیٹیاں ہیں۔ دونوں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہیں اور اب میں ان کی اور اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے آخری الفاظ سسکی میں بدل گئے اور کرنل فیروز اسے متعجبانہ نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"میرے قریب آؤ تم یہاں ان جنگلات میں کیسے آ پھنسے؟"

"لمبی کہانی ہے مختصر الفاظ میں یوں سمجھ لو کہ سونے کا لالچ مجھے ان جنگلات میں لے آیا تھا اور یہ بہت پرانی بات ہے میں تنہا ان جنگلوں میں نہیں آیا تھا میرے ساتھ میرے کچھ اور ساتھی بھی تھے جو حادثات کا شکار ہو کر مجھ سے جدا ہو گئے کچھ راستہ بھٹک گئے اور اب نجانے کہاں ہیں۔ کچھ مر کھپ گئے میں بھی ان جنگلوں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن یہ جنگل موت کے جنگل ہیں۔ آہ میرے دوست میں اب اپنی ان دو بیٹیوں کے ساتھ تنہا رہ گیا

ہوں۔ یہاں سے نکلنے کی لاتعداد کوششیں کر چکا ہوں لیکن ناکام رہا۔ یہاں تک کہ میری یہ بیٹیاں ان ویرانوں سے دہشت زدہ ہو کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھیں اور اب میں ان کی اور اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں۔" کرنل سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا وہی کہانی تھی جو ہو سکتی تھی بھلا وہ اس بے بسی کے عالم میں کسی کے لئے کیا کر سکتا تھا اس شخص نے پوچھا۔

"مگر تم کون ہو تم تو تازہ دم نظر آتے ہو لگتا ہے ان صعوبتوں کا شکار نہیں ہوئے جو ان جنگلوں میں نظر آنے والوں کا مقدر ہیں؟"

"میں ایک شکاری ہوں اور میرا نام فیروز ہے۔"

"میرے دوست کیا انسانی ہمدردی کی بنیاد پر تم میری مدد کر سکتے ہو کیا تم تنہا ہو یا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے؟" سورج بھان نے سوال کیا۔ کرنل ایک لمحے کے لئے خاموش رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں میں تنہا ہوں۔" نجانے کیوں یہ بات اس کے ذہن میں آئی تھی کہ وہ ایرا کا تذکرہ نہ کرے۔

"تو پھر میری تنہائی تم سے اور تمہاری تنہائی مجھ سے دور ہو سکتی ہے براہ کرم ان لڑکیوں پر قابو پانے میں میری مدد کرو۔ چاندنی راتوں میں ان پر اکثر وحشت کے دورے پڑ جاتے ہیں اور یہ خونخوار ہو جاتی ہیں اب یہ ایک دوسرے کو لہولہان کر دیں گی اور تھک کر بے ہوش ہو جائیں گی۔ پھر ان کے زخم سڑتے رہیں گے آہ میری مدد کرو۔ براہ کرم میری مدد کرو۔" کرنل فیروز پریشان نگاہوں سے ان لڑکیوں کو دیکھنے لگا جو اب بھی اسی انداز میں لڑ رہی تھیں بس رائفل کے دھماکے سے وہ ایک لمحے کے لئے ساکت ہوئی تھیں اور اس کے بعد پھر ایک دوسرے کو نوچنے اور بھنبھوڑنے لگی تھیں کرنل نے کہا۔

"کیا یہ ہمارے لئے خونخوار نہیں ہو سکتیں؟"

"نہیں یہ بس آپس ہی میں لڑتی ہیں۔ میرے پاس رسیوں کے یہ ٹکڑے ہیں بس ان کے ہاتھ اور پاؤں ہمیں باندھنے ہوں گے براہ کرم آؤ۔"

کرنل شانے ہلا کر ان کی جانب بڑھ گیا تھا ویسے اسے خوف محسوس ہو رہا تھا لڑکیوں کے جسموں سے جگہ جگہ سے خون بہہ رہا تھا لیکن سورج بھان کے کہنے کے مطابق انہوں نے ان دونوں سے کوئی تعرض نہ کیا اور جب سورج بھان ایک لڑکی کو باندھنے میں کامیاب ہو

گیا تو کرنل نے بھی اس کی تقلید کی اور دونوں لڑکیوں کو رسیوں سے کس دیا گیا۔ سورج بھان غمزدہ انداز میں زمین پر بیٹھ گیا تھا لیکن کرنل کی متجسس نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت اور شدید ہو گئی تھی کہ وہ دونوں گھوڑے بھی نہ تھے۔ کیا ایرا فرار ہو گئی۔اس کے دل میں دہشت زدہ تصور ابھرا۔ ایرا کا پلٹ جانا ایک دلدوز سانحے کی مانند تھا کیونکہ اس کے بعد کرنل واقعی بالکل بے سہارا اور تنہا رہ جاتا تھا۔ بھلا یہ بے بس شخص اس کا کیامددگار ہو سکتا تھا جوخود نجانے کتنے عرصے سے ان جنگلوں کا قیدی تھا لیکن ایرا کیوں چلی گئی۔ بظاہر تو اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی اس کا انداز بھی ایسا نہیں تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ خاموشی سے کرنل کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ پھر آخر وہ کہاں چلی گئی۔ کرنل فیروز کی مایوس نگاہیں مدھم چاندنی میں دور دور تک ایرا کو تلاش کر رہی تھیں اور سورج بھان خاموشی سے گردن جھکائے زمین پر بندھی ہوئی لڑکیوں سے کچھ قدم کے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس نے سر اٹھا کر کرنل کو دیکھا اور بولا۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ اور نہیں بتایا دوست۔ یہاں تمہارے ساتھ اور بھی کوئی تھا۔"

کرنل فیروز نے ایک ٹھنڈی سانس لی پھر بولا۔ "آرام کرو۔ دن کی روشنی میں باتیں کریں گے۔" یہ کہہ کر کرنل جھیل کی طرف چل پڑا۔ عقب سے سورج بھان کی آواز سنائی دی۔

"کہاں جا رہے ہو یہیں بیٹھو دوست۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن کرنل وہاں نہ رکا اور اسے نظر انداز کر کے جھیل کے پاس آ گیا۔ ایرا کا اچانک غائب ہو جانا اس کے لئے سوہان روح تھا۔ اس سے بڑی ڈھارس ہو گئی تھی اور زندہ رہنے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے ورنہ ویران جنگلوں میں وہ بے دست و پا تھا۔ ساتھیوں کا کوئی نشان نہیں تھا دل کی حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ ناقابل بیان تھی سب کچھ ہی تو چھن گیا تھا۔ ایرا کی تلاش میں جہاں تک نگاہیں کام کر سکتی تھیں دیکھ چکا تھا وہ پریشان سا جھیل کے پاس آ بیٹھا۔

اچانک اسے اپنے عقب میں سرسراہٹ محسوس ہوئی۔ پانی میں کچھ آوازیں ابھریں اور پھر آہستہ آہستہ ایک سرپانی کی سطح پر ابھر آیا۔ اور کرنل اچھل پڑا۔ ایرا ہی تھی۔ کرنل نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے تو ایرا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا اور پھر

آہستہ آہستہ کرنل کے قریب آ گئی لیکن پانی سے باہر نہ نکلی۔

"کچھ کہنے کی کوشش نہ کرو صرف سنو۔ تمہارے پاس بندوق ہے ایک ایک گولی ان تینوں کے سینوں میں اتار دو۔ انہیں ہلاک کرنا اشد ضروری ہے۔ وہ جنگل کی آنکھ ہیں ان کا تعلق تمہاری بستیوں سے نہیں ہے اسی جنگل کے باشندے ہیں ساحروں کے ہرکارے۔"

کرنل کچھ بولنے کی کوشش کرتے کرتے رک گیا۔ ایرا نے پھر کہا۔ میں چاہوں تو انہیں اپنے سحر سے بھی ہلاک کر سکتی ہوں لیکن اس طرح ساحر میرے بارے میں جان لیں گے اور ان کا رخ اس سمت ہو جائے گا یہ قبل از وقت ہو گا ہم خاموشی سے سونے والوں کو جگا لیں گے اس کے بعد ان ساحروں کا مقابلہ کر لیں گے۔"

"تم وہاں پانی میں کیا کر رہی ہو؟"

"پانی کے نیچے جنگل کی آنکھ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ جانتے ہو وہ میری تلاش میں ہیں۔ انہیں اشارے مل چکے ہیں اور اب وہ آہ میں نے تم سے کہا تھا کہ باتیں مت کرو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ کرو باقی باتیں ہم اس کے بعد کریں گے۔"

"گویا میں انہیں ہلاک کر دوں؟" کرنل نے پریشانی سے کہا۔

"اجالے کی ایک بھی کرن ابھر آئی تو عمر بھر انکا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ جتنی جلدی کرو گے ہمارے حق میں بہتر ہے۔"

"مگر وہ انسان ہیں ایرا۔"

"تم میرا مطلب ہے تم وہ نہ کرو گے جو میں کہہ رہی ہوں۔" اچانک ایرا کا انداز بدل گیا۔

"وہ سورج بھان ہے ایک مہم جو اور وہ دونوں اس کی پاگل بیٹیاں۔ اس نے مجھے یہی بتایا ہے میں اس کی مظلومیت سے متاثر ہو گیا ہوں ان لوگوں کو ہلاک کرنا میرے لئے مشکل ہے۔"

"اجالے کی پہلی کرن نمودار ہو گئی تو تم اپنی زندگی کے سب سے بڑے خسارے سے دوچار ہو گے کرنل۔ غور کر لو۔ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ نہ رہوں گی تم پر سے میرا اعتماد اٹھ جائے گا میں تو اس جھیل میں چھپ کر دور نکل جاؤں گی مگر تم ان ساحروں کے سحر سے آزاد نہ ہو سکو گے۔ تمہیں اندازہ ہے کہ میں نے تمہاری دنیا کے انسانوں جیسا روپ

بدلا ہے میں ان پر سحر نہیں آزمانا چاہتی اور تمہیں اپنا سہارا بنایا ہے لیکن اگر تم نے یہ رویہ اپنایا تو۔ دیکھو۔ دیکھو تاریکیاں مٹنے لگی ہیں اور اب روشنی ہو جائے گی تب ان کی بینائی بدل جائے گی ٹھیک ہے کرنل۔ ٹھیک ہے۔" وہ پانی میں تھوڑی سی پیچھے ہٹی اور دوسرے لمحے اس نے پانی میں سر چھپا لیا۔ کرنل آنکھیں پھاڑ کر جھیل کی ساکن سطح دیکھتا رہا پھر بری طرح اچھل پڑا۔ اجالا ہونے کو تھا اور اس کی کنپٹیاں چٹخنے لگی تھیں۔ وہ لرزتے قدموں سے کھڑا ہوا رائفل لوڈ کی اور آگے بڑھنے لگا۔ سورج بھان اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا کرنل نے بندوق سے شست باندھی اور گولی داغ دی۔ سورج بھان کی چیخ کسی عفریت کی چیخ تھی۔ اس چیخ کے ساتھ ہی دونوں لڑکیاں اچھل کر کھڑی ہو گئی تھیں ان کے ہاتھوں اور پیروں کی رسیاں ٹوٹ گئیں کرنل نے یکے بعد دیگرے ان دونوں پر بھی وار کئے اور وہ زمین پر گر پڑیں لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا کرنل کے لئے ناقابل یقین اور ناقابل برداشت تھا ان کے زخمی بدن ابل رہے تھے وہ زمین پر گول گول پتھروں کی شکل اختیار کر گئے تھے اور ان کے جسموں کا ملغوبہ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ اس سے مختلف رنگ پھوٹ رہے تھے۔ اور کسی گاڑھے سیال کی شکل میں ایک دوسرے میں پیوست ہو کر اپنا حجم چھوٹا کرتا جا رہا تھا رفتار اتنی تیز تھی کہ کرنل اس پر نگاہ نہ جما پا رہا تھا اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں اور دماغ گھومنے لگا تھا بمشکل تمام اس نے بندوق زمین پر لگا کر خود کو گرنے سے بچایا لیکن پاؤں لرز رہے تھے اور بدن بے جان ہوتا جا رہا تھا وہ زمین پر بیٹھ گیا اور پھر بے ہوش ہو کر ایک طرف لڑھک گیا۔

○

ان سب کی سہمی ہوئی نگاہیں پہاڑیوں کی بلندیوں کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور ان کے حلق خشک ہو گئے تھے۔ چوٹیوں پر شردھانیوں کا ٹڈی دل موجود تھا اور صاف اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ کھانا پینا بھول گئے تھے آگ پر بھننے والا گوشت جلنے لگا تھا اور اس کی چراند اٹھ رہی تھی - راج دیو نے خود کو سنبھالا اور سرگوشی کے انذز میں بولا۔

"اس صورت حال سے بچنا مشکل نظر آتا ہے غزال ان کی تعداد بہت زیادہ ہے ہم اگر یہاں سے فرار ہونے کی کوشش بھی کریں تو ان کی نظروں سے نہ بچ سکیں گے۔" اچانک ہی پروفیسر حشمت بے نے رائفل اٹھائی لیکن راج دیو نے جھپٹا مار کر رائفل اس کے ہاتھ سے چھین لی تھی۔

"کیا۔ کیا کرو گے، کیسے بچو گے اب ان سے۔" حشمت بے خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"مقابلہ کر کے بھی تو نہیں بچیں گے پروفیسر مشکل ہے وقت کا انتظار کرو۔"

لیکن انہیں انتظار نہ کرنا پڑا دفعتہ ہی شردھانیوں کے گھوڑے ڈھلانوں میں اتر آئے اور پھر تتر بتر ہو کر تیز رفتاری سے ان کی جانب دوڑنے لگے سفینہ خاموش نگاہوں سے ہونٹ بھینچے ادھر دیکھ رہی تھی اس کے انداز میں بے خوفی تھی پروفیسر حشمت بے کو بھی راج دیو کی بات سے اتفاق کرنا پڑا تھا بلاشبہ ان لاتعداد شردھانیوں سے بچنا اب تقریباً ناممکن ہی نظر آ رہا تھا راج دیو پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"اگر ہم لوگ ان سے مقابلہ نہ کریں تو اس بات کے امکانات ہیں کہ یہ فوراً ہی ہمیں قتل نہ کر دیں ہو سکتا ہے یہ ہمیں صرف قیدی بنائیں اور پروفیسر امید تو زندگی کے ساتھ ہوتی ہے۔" پروفیسر نے کوئی جواب نہ دیا غزال البتہ سرگوشی کے لہجے میں بولا۔

"ممکن ہے یہ وہی لوگ ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھیوں کو قید کیا ہے۔" گھوڑے تیز رفتاری سے ان کی جانب آ رہے تھے۔ انہوں نے دونوں سمت سے دائرے بنالئے تھے اور پہاڑی کے دامن میں پہنچنے کے بعد وہ انہیں گھیرنے کے سے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ انکے پاس رائفلیں وغیرہ صاف دیکھی جا سکتی تھیں اور راج دیو نے اچھا ہی کیا تھا۔ پروفیسر حشمت بے اگر ایک بھی فائر کر دیتا تو ہو سکتا تھا اس کے جواب میں انہیں سینکڑوں گولیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ شردھانی انہیں گھیرنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کے اطراف پھیل گئے اور پھر یہ دائرہ آہستہ آہستہ تنگ ہونے لگا یہاں تک کہ وہ ان کے قریب پہنچ گئے۔ سب ساکت و جامد کھڑے ہوئے خوف بھری نگاہوں سے ان شردھانیوں کو دیکھ رہے تھے اور اب قریب آنے کے بعد ان کی شکلیں بھی نمایاں ہو گئی تھیں لیکن اچانک ہی شردھانیوں کی طرف سے ایک آواز کو سن کر وہ سب بری طرح اچھل پڑے یہ راؤ سکندر کی آواز تھی اور اس نے راج دیو کو پکارا تھا راج دیو بے قرار نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا تب ہی اس نے راؤ سکندر کو بھی دیکھ لیا تھا اور سراتو کو بھی باقی لوگ شردھانیوں کے عقب میں تھے راؤ سکندر اور سراتو برق رفتاری سے اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے ان کے عقب میں ایک اور شخص بھی تھا جو قوی ہیکل شردھانی تھا اس کے اعضاء بہت مضبوط نظر آتے تھے راؤ سکندر نے اس حلئے میں بھی راج دیو اور غزال کو پہچان لیا تھا چنانچہ وہ ان کے

قریب پہنچ کر پھرتی سے گھوڑے سے کود پڑا اور اس نے راج دیو کو گلے سے لگالیا سراتو بھی غزال کے سامنے پہنچ گیا تھا۔

"شر' آپ شر' شردھانئے۔" سراتو نے ایک احمقانہ سا قہقہہ لگایا باقی لوگ متحیرانہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے پھر عقب سے پروفیسر غوری' بھرت چندر کے علاوہ ایک اور شکل نظر آئی جو گارساں کی تھی۔ ایڈمنڈ گارساں جسے راج دیو نے ایک لمحے میں پہچان لیا تھا وہ عجیب سی نگاہوں سے راج دیو کو دیکھ رہا تھا راج دیو کا سر چکرا رہا تھا' غزال بھی احمقوں کی طرح ایک ایک کی صورت دیکھ رہا تھا تب راؤ سکندر نے کہا۔

"آہ میرے دوست میرے عزیز دوست راج دیو تمہیں اور غزال کو دیکھنے کے بعد دل کو جو فرحت ملی ہے وہ ناقابل بیان ہے تمہارے اعضاء تو درست ہیں کمال ہوگیا واقعی کمال ہوگیا لیکن تمہارا حلیہ شردھانیوں جیسا۔"

"ساری باتیں بتا دوں گا راؤ لیکن یہ بتاؤ کیا تم ان لوگوں کے قیدی ہو؟" راج دیو نے پوچھا۔

"اب نہیں ہوں اب میں ان لوگوں کا دوست ہوں۔"

"کیا واقعی؟" راج دیو پر مسرت لہجے میں بولا۔

"ہاں۔"

"اوہ یقیناً تم ایسا ہی کوئی کارنامہ سرانجام دے سکتے تھے ہم تمہاری تلاش میں سرگرداں تھے یقین کرو ہم دن رات تمہاری تلاش میں سرگردان تھے۔"

"یہ تمہارے ساتھ۔"

"پروفیسر حشمت بے اور اس کی بیٹی سفینہ ہے۔" راج دیو نے جواب دیا راؤ سکندر اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"آؤ پہلے میں تمہیں اپنے دوست ہرنڈا سے ملاؤں جس کی مدد سے ہمیں نہ صرف آزادی حاصل ہوئی بلکہ تمہاری تلاش میں بھی کامیابی ہمیں ہرنڈا ہی کی وجہ سے ہوئی۔"

راج دیو نے اس قوی ہیکل سردار کو دیکھا جو گھوڑے کی پشت پر بے حد شاندار نظر آ رہا تھا ہرنڈا بھی نیچے اتر آیا تھا اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی تب راؤ سکندر نے کہا۔

"ہرنڈا میرے دوست یہ ہے میرا وہ جگری دوست جس کا تذکرہ تم سے کر چکا ہوں

راج دیو۔" راؤ سکندر نے جو زبان استعمال کی تھی وہ اردو ہی تھی اور راج دیو نے حیرت سے یہ دیکھا کہ ہرنڈا یہ زبان سمجھ سکتا ہے یا نہیں ہرنڈا آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچا اور اس نے انگریزی میں راج دیو کو خوش آمدید کہا اور ان کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ راج دیو پر حیرت کا دوسرا شدید حملہ ہوا تھا اس نے انگریزی ہی میں کہا۔

"مسٹر ہرنڈا کیا آپ انگریزی بول اور سمجھ سکتے ہیں؟"

"میں آپ کی زبان بھی سمجھ سکتا ہوں مسٹر راج دیو اور حقیقت یہی ہے کہ میں آپ سے پوری طرح متعارف ہوں۔"

"کمال ہے واقعی کمال ہے۔ یہ سب کچھ ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے۔ راؤ میری سمجھ میں نہیں آرہا تم سے کس طرح گفتگو کروں۔" دوسری طرف غزال سراتو سے کہہ رہا تھا۔

"سراتو' کیا تم ان کی قید سے آزاد ہو ان کا انداز گفتگو تو کچھ اور ہی بتاتا ہے۔"

"لیش شر' لیش شر' ہم آزاد' مشٹر ہرنڈا ہمارا دوشت شر شب آل رائٹ شب آل رائٹ۔"

"ڈیڈی کہاں ہیں سراتو وہ نظر نہیں آ رہے؟"

"کرنل؟"

"ہاں اور قندیل بھی۔" غزال کی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

"شر وہ لوگ ہمارا شاتھ نئیں وہ اش ٹائم غائب جش ٹائم شردھانی لوگ ریور کا کنارے حملہ کیا۔ شر وہ دونوں گھوڑے پر نکل گیا اور ابھی تک نئیں ملا شر ہم لوگ اش کا تلاش کیا بٹ وہ نئیں ملا۔"

"کیا؟" غزال غمزدہ لہجے میں بولا۔

"لیش شر' لیش شر' جش ٹائم' پہاڑ کا اوپر شے شردھانی لوگ نیچے اترا اور آپ لوگ ریور میں کودا' کرنل اور قندیل کا گھوڑا آگے بڑھ گیا۔ شردھانی لوگ حملہ کیا اور آگے چل کر گارشاں اش کا مقابلہ کیا۔ شر کرنل اور میڈم نکل گیا اش کا بعد ہم لوگ کو نئیں ملا۔"

"پتہ بھی نہیں لگایا تم لوگوں نے کہ وہ کہاں گئے؟"

"شر کیشے پتہ لگاتا تھوڑا ٹائم کے بعد ہم لوگ گرفتار ہوا اور اش کا پتہ نئیں لگایا۔"

راؤ سکندر اور راج دیو غزال کے پاس آ گئے تھے گارساں کینہ توز نگاہوں سے پروفیسر

حشمت بے کو دیکھ رہا تھا اور پروفیسر حشمت بے عجیب سی کشمکش کا شکار تھا یہ ساری باتیں کچھ ناقابل یقین سی لگ رہی تھیں ہرینڈا نے ان لوگوں سے کہا۔ ”آپ لوگ شاید بھوک مٹانے کا بندوبست کر رہے تھے لیکن آپ کے حلئے ہمارے ساتھیوں جیسے کیوں ہیں؟“

”اپنے بچاؤ کے لئے ہم نے یہ حلیہ اختیار کیا تھا مسٹر ہرینڈا۔“ راج دیو نے فوراً ہی جواب دیا وہ یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ تین شردھانیوں کو قتل کر کے انہوں نے یہ حیثیت اختیار کی ہے، ہرینڈا نے بھی اس سلسلے میں تجسس نہ کیا وہ کہنے لگا۔

”آپ کی خوراک جل گئی ہے بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ لوگ اپنے کھانے پینے کا کچھ اور بندوبست کر لیں ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم فوراً ہی یہاں سے بڑھنے کی کوشش کریں اس جگہ ہم قیام بھی کر سکتے ہیں۔“ ہرینڈا نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور وہ سب کے سب گھوڑوں سے اتر گئے اور اس کے بعد گھوڑوں کو یکجا کر کے ایک جگہ باندھنے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ گویا یہاں ان لوگوں نے اپنا پڑاؤ ڈال دیا تھا راج دیو، راؤ سکندر اور باقی لوگ بھی یکجا ہو گئے تھے۔ راؤ سکندر نے غزال کو کرنل فیروز اور قندیل کے بارے میں بتایا اور غزال سکتے کے سے عالم میں اس کی باتیں سننے لگا۔ پھر اس نے مغموم لہجے میں کہا۔

”اس کا مقصد ہے انکل کہ میں تو اپنا سب کچھ کھو بیٹھا ڈیڈی پہلے تو مجھے یہ اطمینان تھا کہ وہ آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گے جو کچھ آپ پر بیت رہی ہو گی وہی ان پر بیتے گی لیکن لیکن وہ تن تنہا اور قندیل۔“ غزال کی آواز بھرا گئی راج دیو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”غزال کیا تم ہمت ہار رہے ہو۔ ابھی کچھ اور امتحانات قسمت میں لکھے ہوئے ہیں ان سے گریز نہ کرو تم نے دیکھا کہ کس طرح یہ بچھڑے ہوئے مل گئے اور کس عالم میں ملے کیا اس بات کے امکانات تھے کیا امید کی جا سکتی تھی کہ ہم یہ انوکھی صورت حال دیکھیں گے۔ دیکھو غزال جس طرح اس وقت ہم لوگ ان کے سامنے ہیں اور یہ ہمارے سامنے اسی طرح کرنل اور قندیل بھی ہمیں مل جائیں گے اور پھر قندیل، یہ بہت ہی پر اطمینان بات ہے کہ کرنل فیروز کے ساتھ ہے اور قندیل جو کچھ ہے تمہیں بھی اس کا اندازہ ہے۔ میرا خیال ہے وہ صورت حال مکمل طور سے سنبھال لے گی۔ تمہیں مغموم نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسی پامردی کے ساتھ آنے والے وقت سے جنگ کرو جس کا ثبوت تم اب تک دیتے رہے ہو۔“

غزال خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا بہت سی باتیں تھیں کرنے کے لئے۔ بہت سے معاملے تھے۔ لیکن پہلے خوراک کا بندوبست کیا گیا اور ہرینڈا نے اس سلسلے میں اپنے پاس موجود ذخائر میں سے انہیں خوراک پیش کی تھی ان کا اپنا شکار کیا ہوا گوشت تو جل بھن کر کوئلہ ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے طور پر تھوڑی سی غذا زہر مار کی اور اس کے بعد وہ سب ٹولیاں بنا بنا کر بیٹھ گئے راؤ سکندر، راج دیو، پروفیسر غوری، بھرت چندر، حشمت بے غزال وغیرہ ایک ہی جگہ جمع ہو گئے تھے اور سب ایک دوسرے کی کہانی سننے کے لئے بے چین تھے۔ گارساں اپنے ساتھیوں کے ساتھ البتہ کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں آگ جل رہی تھی غالباً وہ حشمت بے سے سب سے زیادہ متنفر تھا جو اس کا ساتھی ہو کر لوئس سے جا ملا تھا۔ راج دیو بھی اس کا حریف تھا لیکن راؤ سکندر کا وہ احترام کرنے لگا تھا جس نے ہرینڈا سے دوستی کر کے ان کی یقینی موت کو ٹال دیا تھا۔ بہرحال اس نے ان لوگوں میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ادھر راؤ کے استفسار پر غزال انہیں دریا میں بہہ جانے اور اس طوفانی بہاؤ سے بچ جانے کی کہانی سنا رہا تھا۔ اس نے لوئس اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھی بتایا تھا۔

”کیا کہا جا سکتا ہے ہو سکتا ہے ان میں سے بھی کچھ لوگ زندہ بچ گئے ہوں۔“ راؤ نے کہا۔

”ہاں کیا کہا جا سکتا ہے۔“ راج دیو بولا۔ پھر راؤ سکندر پوری تفصیل سے انہیں اپنے بارے میں بتانے لگا کہ کس طرح گارساں نے اس خطرناک موقع پر ان کی مدد کی تھی۔ اور اس کی بروقت امداد نے ان لوگوں کو شردھانیوں سے بچا لیا تھا۔ لیکن پھر بعد میں یہ لوگ شردھانیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور پھر راؤ سکندر نے ہرینڈا کے بارے میں بھی تفصیلات بتائیں اور کہا کہ وہ ایک قوم پرست ہے اور شردھانیوں کو بہتر زندگی دینے کا خواہاں چنانچہ ہم نے اسے اس خزانے کے سلسلے میں تیار کر لیا ہے اور یہ اسی بنیاد پر ہمارے ساتھ نکلا ہے اب وہ ہمارے پورے سفر میں ہمارا معاون رہے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ شردھانیوں سے تمام خطرات دور ہو گئے۔“

”لیکن شردھانی ٹولیاں کیا ادھر ادھر ہی بھٹکتی رہتی ہیں میرا مطلب ہے کہ ان کا تعلق ایک ہی قبیلے سے ہے۔“

"تمام شردھانیوں کا قبیلہ ایک ہی ہے لیکن ان کی بستیاں مختلف ہیں اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ لوٹ مار کریں یا پھر ان جنگلوں میں اپنی خوراک تلاش کریں۔" یہ سوال اس لئے کیا گیا تھا کہ راج دیو اس شردھانی ٹولی کے بارے میں جانتا تھا جس نے لوئس پر حملہ کیا تھا اس نے دبی زبان سے یہ تفصیل بھی راؤ سکندر کو بتا دی تھی اور راؤ سکندر نے کہا تھا کہ بہتر ہے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کی جائے بلکہ ایڈمنڈ گارساں کو بھی لوئس کے بارے میں تفصیلات نہ بتائی جائیں۔

"گارساں حشمت بے کے بارے میں تو ضرور پوچھے گا۔"

"ہاں میں حشمت بے کے لئے اس کی نگاہوں میں کینہ توزی کے آثار پا رہا ہوں لیکن اب اس میں اتنی سکت نہیں ہے کہ کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکے ہمیں مصلحت سے کام لینا ہو گا شردھانی سردار خزانہ حاصل کرنے کا خواہاں ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خزانہ کہاں ہے غرض یہ ہے کہ ہمیں بہرطور اپنے طور پر کام کرنا ہے قندیل اور کرنل کی تلاش بھی ضروری ہے ہم قندیل کے مسئلے کو نظرانداز نہیں کریں گے۔ میں اور باقی تمام لوگ کسی بھی طور اس کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اس مسئلے کو ادھورا چھوڑ کر اپنی آبادیوں کا رخ کریں اور اس سلسلے میں کوششیں نہ کریں ویسے تم لوگوں کا کیا خیال ہے میرا مطلب ہے غزال اور راج دیو تم اب اس سلسلے میں کیا کرنا چاہتے ہو؟" غزال نے آہستہ سے کہا۔

"انکل میرے بارے میں تو یہ سوال ہی بے کار ہے قندیل اور ڈیڈی اگر مجھے یہاں نہ ملے تو میں ان جنگلوں سے کبھی واپس نہیں جاؤں گا خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ یہ کوئی جذباتی بات نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ ڈیڈی نے میرے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی میں کیسے یہ سوچ سکتا ہوں کہ ان کے حصول کے بغیر میں ان جنگلوں سے واپسی کا تصور کروں اور پھر قندیل سے بھی میرا جو رشتہ ہے اس کے تحت مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اسے تلاش کروں جنگلوں میں پتہ نہیں اس پر کیا بیت رہی ہے میں کسی بھی قیمت پر یہاں سے واپسی کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"تو بیٹے تمہارا کیا خیال ہے ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے کرنل ہمارے لئے اتنے ہی قیمتی ہیں اور قندیل ظاہر ہے میں اس سے اپنے تمام رشتے ترک کر چکا ہوں لیکن اس کے باوجود میرا اور اس کا ایک طویل ساتھ رہا ہے میں بھی تو اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑ

سکتا۔"

"تو پھر انکل ایسا کوئی پروگرام ترتیب دیجئے کہ ہم ان لوگوں کو خزانے کے جال میں پھانسے رہیں اور خود قندیل اور کرنل کی تلاش میں سرگرداں رہیں یہ دونوں مل جائیں تو اس کے بعد آپ لوگ بھی جو فیصلہ کریں گے قندیل کے راز کو اگر مکمل طور پر پانا ہے تو ہمیں ان جنگلوں میں بھٹکتے رہنا ہو گا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا ممکن ہے ہماری آدھی عمریں گزر جائے ممکن ہے ہم یہیں مر کھپ جائیں۔ یہ تمام باتیں سوچ لینی ہوں گی اور ہم مکمل طور پر تیار ہو کر یہاں سے آگے بڑھیں گے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ ابھی ہمارا سفر ختم نہیں ہوا ہے بس یہ کچھ تبدیلیاں ہوتی جا رہی ہیں جنہیں قبول کرنا ہی ہے چونکہ وقت کا یہی تقاضا ہے۔ البتہ ہم اس اعتماد کو دل سے نہ نکلنے دیں گے کہ کرنل اور قندیل محفوظ ہوں گے۔ ان سے زیادہ خطرناک صورت حال تو تمہاری تھی اس تیز و تند دریا میں کسی انسان کا اس طرح گر کر بچ جانا معجزے سے کم نہیں ہے لیکن تم دونوں زندہ سلامت ہو اس کا مطلب ہے کہ کرنل اور قندیل بھی محفوظ ہوں گے۔" پروفیسر غوری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں نے ابھی تک میری پیش گوئیوں کو تسلیم نہیں کیا ہے دوستو۔ میں تم سے ہمیشہ یہی کہتا رہا ہوں۔ ہمیں بے شمار حادثات پیش آئیں گے۔ موت ہمارے قریب سے غراتی ہوئی گزرتی رہے گی لیکن ہم زندگی کو بچاتے آگے بڑھتے رہیں گے اب تک پیش آنے والے واقعات اگر میری پیش گوئی کا ثبوت نہیں تو کچھ اور سہی۔ لیکن وقت ہی فیصلہ کرے گا جو میں نے کہا ہے۔"

"نہیں پروفیسر ہم آپ کی بات سے اتفاق کرتے ہیں۔"

"آخری بات میں غزال سے کہوں گا۔ وہ مجھے مغموم نظر آ رہا ہے۔ غزال قندیل ایک داستان ہے جو شروع ہوئی ہے جاری ہے اور یقیناً اختتام کو پہنچے گی۔ تم اس داستان کے راوی ہو داستان راوی کی زبانی ہی مکمل ہوتی ہے ہم سب جی کر اس کہانی کی تکمیل کریں گے درمیانی واقعات اس داستان کے مختلف ٹکڑے ہیں۔"

"مجھے یقین ہے پروفیسر۔" غزال نے کہا۔

"کوئی ایک حادثہ ہم پر مسلط نہیں ہونا چاہئے۔ ابھی تو نہ جانے کتنے مرحلوں سے گزرنا

ہے اس لئے مسکراتے رہو۔ مجھے دیکھو بوڑھا آدمی ہوں لیکن جوانوں کا ساتھ دے رہا ہوں۔ اس لئے کہ یہ عمل ہے اور اس میں میرا حصہ ہے۔ ورنہ مجھے خزانہ درکار ہے اور نہ قندیل سے میرا کوئی رشتہ ہے۔ تم سمجھ گئے نا؟"

سب پروفیسر کے الفاظ سے متاثر نظر آ رہے تھے۔

کرنل فیروز کو ہوش آ گیا۔ چمکدار دن پھیلا ہوا تھا۔ آسمان کی بلندیوں پر اکا دکا پرندے پرواز کرتے نظر آ رہے تھے۔ وہ خالی خالی نظروں سے اس ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ بدن میں دکھن تھی۔ نہ جانے کب سے ایک ہی رخ سے لیٹا ہوا تھا۔ بدن کو ہلکی سی جنبش دی تو شانے کسی کھردری شے سے ٹکرائے۔ تھوڑا سا کھسک کر اس نے رخ بدلا تو نگاہوں کے سامنے ایک سپاٹ پتھر آ گیا۔ اب حواس جاگ گئے تھے اس نے تعجب سے اس پتھر کو دیکھا اور پھر سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بدن دوسری طرف سرک ہی نہ رہا تھا۔ دوبارہ کوشش کی تو خود بخود کھسک کر پھر اسی سپاٹ پتھر سے آ لگا اس کے بعد اس پتھر کا سہارا لے کر ہی اٹھ سکا تھا اور اٹھنے کے بعد جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر دوبارہ بے ہوش ہونے کو جی چاہنے لگا تھا۔ منظر اتنا ہی خوفناک تھا۔ وہ ایک پہاڑی دیوار پر تھا۔ اسے پہاڑی دیوار ہی کہا جا سکتا تھا۔ اتنی سیدھی کہ ناقابل بیان' پیلا رنگ تھا اور اس میں جگہ جگہ ایسی ہی سپاٹ چٹانیں اٹکی ہوئی نظر آ رہی تھیں جہاں زمین تھی وہ گہرائی دو ڈھائی سو فٹ سے کم نہ ہو گی اس کے بعد پتھریلے میدان دور دور تک چلے گئے تھے۔ ان میدانوں میں بھی ایسی ہی گول سپاٹ چٹانیں نظر آ رہی تھیں جیسی ایک چٹان پر وہ اس وقت اٹکا ہوا تھا۔ اوپر بھی تقریباً دس بارہ فٹ بلندی نظر آ رہی تھی اور اس بلندی کے آخری سرے پر اس نے ایرا کو دیکھا جو آسن مارے دونوں ہاتھ سینے پر جوڑے' آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ اس وقت اس کا روپ پھر بدل گیا تھا اور وہ اپنے پرانے انداز میں تھی۔ کرنل کے ساتھ سفر کرنے کے لئے اس نے جو انداز تبدیل کیا تھا اب وہ باقی نہ رہا تھا اور وہ اسی روپ میں نظر آ رہی تھی جس روپ میں کرنل نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ بہرطور کرنل کو اپنی ہی جان کے لالے پڑ گئے۔ اگر یہ چٹان اسے سنبھالے نہ ہوتی تو وہ ایک لمحہ بھی اس سپاٹ پہاڑی ٹیلے پر اپنے قدم نہیں جما سکتا تھا۔ گویا عالم بے ہوشی میں وہ اسی چٹان پر پڑا رہا تھا۔ اگر کسی طرح بے ہوشی کے عالم

میں ہی رخ تبدیل ہو جاتا تو لڑھکتا ہوا گہرائیوں میں جا پڑتا اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا یہ سوچنے سے ہی چکر آتے تھے۔ اس سے عمدہ قید اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ انسان خود ہی اپنے قید خانے کی حفاظت کرے۔ یہ چٹانی پتھر کافی مضبوط تھا اور اس کی ساخت بھی کرنل فیروز کے لئے تعجب خیز تھی اس نے حواس مجتمع کئے چند لمحات حالات پر غور کیا اور حیرت کی انتہائی منزلوں تک پہنچ گیا۔ وہ لمحات اسے یاد آ گئے تھے جب وہ ہوش و حواس سے عاری ہوا تھا۔ دونوں لڑکیوں اور اس شخص کو جس نے اپنا نام سورج بھان بتایا تھا گولیوں کا نشانہ بنا کر اسے جس قدر دکھ ہوا تھا وہی جانتا تھا لیکن اس کا نتیجہ جو کچھ نکلا تھا وہ بھی اس کے لئے اتنا ہی حیرت ناک تھا کہ وہ اپنے ذہن پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ گویا ایرا کا کہا درست تھا وہ تینوں عام انسان نہیں تھے بلکہ انکا تعلق غول بیابانی سے تھا ورنہ ان کے جسموں کا انداز ایسا کیوں ہوتا جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا تو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تاہم اسے ایرا پر یقین ہو گیا تھا کہ وہ جو کچھ کہتی ہے درست ہوتا ہے اور اب اس سے انحراف بے معنی ہے غرضیکہ ان حالات کو اچھی طرح محسوس کرنے کے بعد اس نے بڑی آہستگی سے اپنے بدن کو سنبھالا۔ دونوں پاؤں چٹان پر ٹکائے اور سیدھا سیدھا پہاڑی دیوار پر کھڑا ہو گیا تب اس نے زور سے ایرا کو آواز دی اور ایرا نے اسے دیکھا۔ کرنل فیروز ایرا کو بھی سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا کیونکہ جس جگہ وہ آسن مارے بیٹھی ہوئی تھی وہاں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ ہرچند کہ یہ اس پہاڑی دیوار کی چوٹی تھی لیکن ہوا کا کوئی تیز جھونکا بھی ایرا کو بلندیوں سے نیچے لا سکتا تھا لیکن وہ بے خوفی سے بیٹھی ہوئی تھی' کرنل کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر دونوں ہاتھ سینے سے ہٹا لئے اور اس کی آواز کرنل کو سنائی دی۔

"تم اگر ہوش و حواس پر قابو پا چکے ہو کرنل فیروز تو اوپر آ جاؤ۔"

"کیسے آ جاؤں' اس سپاٹ دیوار پر چڑھنا کیا میرے لئے ممکن ہے؟" ایرا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔

"تم نے یہ نہیں سوچا کرنل کہ تم اتنی بلندی تک کیسے آ گئے؟"

"ایں۔" کرنل کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ واقعی یہ بات ابھی تک اس نے نہیں سوچی تھی وہ تو جنگل کا علاقہ تھا جہاں یہ انوکھا واقعہ پیش آیا تھا۔ وہاں سے لے کر یہاں تک کا سفر اور پھر اس چٹان کے عقب میں۔ وہ متعجبانہ نگاہوں سے ایرا کو دیکھنے لگا تب ایرا نے انگلی

سے اشارہ کر کے کہا۔

"اطمینان بھرے قدموں سے چلتے ہوئے اوپر آ جاؤ تمہیں دقت نہ ہو گی۔"

کرنل احمقوں کی طرح اسے دیکھتا رہا پھر اس نے شانے ہلائے پتھر کو ایک بار پھر غور سے دیکھا اور یہ سوچا کہ اگر اوپر چڑھنے کی کوشش میں پھسل کر نیچے آ گیا تو کیا یہ پتھر اس کا وزن سنبھال سکے گا۔ لیکن پتھر اتنا کمزور نہ تھا البتہ اسے اسی کی چوڑائی کی سیدھ میں اوپر کی جانب جانا تھا تاکہ گرتے ہوئے اس سے آ کر ٹک جائے۔ دل دھاڑ دھاڑ کر رہا تھا لیکن ایرا کے حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی چنانچہ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر دونوں ہاتھ اور پاؤں ٹکا کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ اس میں سیدھا کھڑا ہونے کی ہمت نہیں تھی ایرا نے اس پر کوئی تعرض نہیں کیا۔ وہ آہستہ آہستہ اوپر جا رہا تھا اور اوپر چڑھتے ہوئے اسے یہ احساس ہو رہا تھا جیسے زمین پر سیدھا سیدھا چل رہا ہو۔ یہ نظری دھوکا ہے یا ذہن کا فتور کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی لیکن سمجھنے کے لئے زیادہ وقت بھی نہ ملا اور چند لمحات کے بعد وہ اس پہاڑی دیوار کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اوپر کسی قدر مسطح جگہ تھی اور دوسری جانب بھی ڈھلان ہی نظر آ رہے تھے لیکن یہ ڈھلان اس طرح خطرناک نہیں تھے جیسے خطرناک ڈھلانوں سے گزر کر وہ یہاں تک آیا تھا بلکہ یہ ڈھلان بہت ہی ہلکے تھے اور اتنی ہی گہرائیوں تک چلے گئے تھے جتنی گہرائیاں دوسری جانب تھیں وہاں ایک درہ نظر آ رہا تھا اور درے کی دوسری جانب جو عظیم الشان چٹانی سلسلہ پھیلا ہوا تھا وہ بہت ہی حیرت ناک تھا بس اونچی اونچی لمبی نوکیلی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ انہیں ایک عجیب و غریب پہاڑی سلسلے سے منسلک کہا جا سکتا تھا۔ جگہ جگہ کٹاؤ تھے پتلی پتلی دیواریں سی چلی گئی تھیں۔ ایک عجیب و حشتناک منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ بہت فاصلے پر انہی چٹانوں سے ایک آبشار گرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ایک سفید سی دھواں اڑاتی ہوئی لکیر نگاہوں کے سامنے آ جاتی تھی حالانکہ اس کا فاصلہ کافی تھا اور اس سے بہنے والی ندی اس سمت نہیں آتی تھی یہ جگہ بھی بڑی طلسمی حیثیت کی حامل تھی ایرا سنبھل کر کھڑی ہو گئی اس نے بغور کرنل کو دیکھا پھر بولی۔

"کیا تمہاری حالت بہتر ہے کرنل ہمیں آگے چلنا ہے۔"

کرنل آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "ایرا میرے سامنے دو ہی راستے ہیں یا تو تمہاری ہدایات پر عمل کرتا رہوں اور اپنے ذہن کو سمجھاتا رہوں

یا پھر کسی پہاڑی چٹان سے کود کر خودکشی کر لوں تاکہ مجھے سکون مل جائے جس بے سکونی کا شکار میں ہوں کاش میں تمہیں الفاظ میں بتا سکتا۔"

ایرا گہری کالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "اور مجھے تعجب ہے کرنل تم ایک سمجھدار آدمی ہو۔ بہت عمر گزار چکے ہوں تمہیں حالات کا اندازہ ہو جانا چاہئے۔ مانتی ہوں کہ یہ سب کچھ تمہاری سمجھ سے باہر ہے لیکن بعض اوقات پیش آنے والے واقعات بہت کچھ سمجھا دیتے ہیں۔ میں تم سے ہر زبان میں کہہ چکی ہوں کہ میری اپنی پابندیاں کیا ہیں۔ کرنل میں بہرطور تمہاری دوست ہوں اور تمہیں کسی نقصان سے دوچار نہیں ہونے دوں گی جو واقعات پیش آ رہے ہیں وہ تمہاری اسی مہم کا حصہ ہیں جس میں تم نے خوش دلی سے شرکت کی تھی۔ اس وقت تم نے یہ کیوں نہیں سوچا تھا کرنل کہ تم سوبارا کے جنگلات جا رہے ہو اور ایک ایسے مقصد کے لئے کام کر رہے ہو جو تمہاری نگاہوں میں واضح نہیں ہے۔ میں دوسرے لوگوں کی بات نہیں کرتی ان میں کون کس فطرت کا مالک ہے وہ جانے' لیکن تمہارے بارے میں تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کرنل کہ تم نے فوج میں زندگی گزاری ہے کسی شہر میں دکان پر بیٹھ کر عمر نہیں پوری کی فوجی زندگی گزارنے والے تو بڑے بامشقت لوگ ہوتے ہیں اور انہیں نجانے کیسے کیسے حالات پیش آتے رہتے ہیں تم ان حالات سے اتنے متاثر کیوں ہو؟ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ کرنل تمہیں کسی نہ کسی حد تک مجھ پر اعتماد ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہیں ان تمام معاملات میں جو سب سے زیادہ خوف ہے وہ اپنے بیٹے کی زندگی کا ہے اور میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ غزال زندہ ہے اس کے بعد تمہیں حالات کا ساتھ دینا چاہئے۔ میرے ساتھ شامل رہ کر تم فی الحال کسی جسمانی تکلیف کا شکار نہیں ہو گے۔ جہاں تک ذہنی معاملات ہیں کرنل! تو میں تمہیں مطمئن کر سکتی ہوں لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو کہ جب تم اس کہانی سے آشنا ہو جاؤ گے تو پھر تم اسی کہانی کا ایک کردار بن جاؤ گے اور اگر حالات سازگار ہو جائیں' تم یہاں سے اپنا مقصد پورا کئے بغیر واپسی کی ٹھانو' تمہارے تمام ساتھی تمہیں مل جائیں اور وہ اپنی آگے کی مہم ترک کر دیں تو اس کہانی سے واقف ہونے کے بعد کرنل! کم از کم تم ان کے ساتھ واپس نہیں جا سکو گے کیونکہ ان واقعات کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل ہوں گی۔ سوچ لو کرنل دو ہی باتیں ہیں یا تو اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو اور میرے ساتھ تعاون کرو یا اگر اس

کہانی سے واقف ہونا چاہتے ہو تو پھر اپنے آپ کو اس بات کے لئے تیار کر لو کہ تم ان علاقوں کا ایک کردار بن جاؤ گے اور تمہاری ذمے داریاں کسی طور بھی اس وقت تک ختم نہ ہوں گی جب تک کہ مجھے اپنا مقصد حاصل نہ ہو جائے۔ کرنل اس طرح تم وقت سے پہلے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ دو گے بہتر یہی ہے کہ ان واقعات کی گہرائیوں میں نہ جاؤ دیکھو میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا وہی ہوا۔

وہ تینوں' ساحروں کے جاسوس تھے اور ہر آنے والے کی نگرانی کرتے ہیں۔ ان میں شامل ہو کر ان کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ ساحر نہیں چاہتے کہ ان کے ناپسندیدہ لوگ ان کے علاقے میں داخل ہوں اور ست گاتا سے ان کا تسلط اٹھنا شروع ہو جائے۔ بہتر ہے کرنل کچھ وقت انتظار کر لو واقعات جوں جوں تمہیں پیش آتے رہیں گے تم ان سے واقف ہوتے رہو گے اور اس وقت تم پر کوئی ذمے داری نہیں عائد ہو گی۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے میں کسی بھی طور تمہاری دشمن نہیں ہوں۔ قدم قدم پر تمہارا تحفظ کروں گی یہ میرا وعدہ ہے۔" کرنل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کرنا ایرا میں ایک انسان ہوں اور تجسس انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے خیر کوشش کروں گا کہ تمہارے لئے کوئی الجھن نہ بنوں۔ اگر حالات سے مجبور ہو کر کبھی بددل ہو جاؤں تو میری کسی بھی بات کو معاف کر دینا۔ اس میں کوئی گہرائی نہ ہو گی بس ایک الجھن ہو گی۔"

ایرا نے گردن ہلائی اور پھر ایک پتھر کے عقب سے اس نے کھانے پینے کی کچھ اشیاء نکالیں اور کرنل کے سامنے پیش کر دیں۔

"شکم سیری ضروری ہے اس کے بعد ہم ڈھلانوں کا سفر کریں گے۔" کرنل نے سچ مچ یہ کوشش شروع کر دی تھی کہ ایرا کی کسی بات پر متحیر نہ ہو۔ یہ تمام باتیں بعید از عقل تھیں اور ان کے بارے میں چھان بین دماغ خراب کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتی۔ اسے گزرے واقعات یاد تھے کوئی اور ترکیب بھی نہیں تھی جس کا سہارا لیا جا سکے چنانچہ اس عورت کا ساتھ کیوں کھویا جائے۔ بددل ہو گئی تو گم ہو جائے گی۔ بھلا میں اسے کہاں تلاش کرتا پھروں گا۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر لی کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ دونوں ڈھلانوں میں نیچے اترنے لگے ایرا کرنل کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ تھوڑی دور پہنچنے کے

بعد اس نے کہا۔

"ہمیں اس پہاڑی دیوار کے دوسری جانب جانا ہے اسی طرف ست گاتا آباد ہے۔"

"ست گاتا؟" کرنل نے سوالیہ نگاہوں سے ایرا کو دیکھا۔

"ہاں ساحروں کی عظیم بستی ایک عظیم آبادی جو دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور جس کی کہانیاں بڑی انوکھی ہیں جب تم دیوار کے دوسری طرف جاؤ گے تو تمہیں ایک اور حیرت ناک دنیا کا سامنا کرنا پڑے گا اور میں اسی دنیا میں سفر کے لئے تمہیں ذہنی طور پر تیار کرنا چاہتی ہوں۔ کرنل خود کو سنبھالو ان واقعات میں اپنے آپ کو ضم کر لو جو کچھ پیش آئے اس سے اپنی ذہانت کے مطابق نمٹو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے اسے زیادہ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لو کرنل کہ ہم ساحروں کی بستیوں میں رہنے والے سحر کے شکار ہوتے ہیں لیکن تم جو اس سحر سے ناواقف ہوتے ہو۔ بہت سے معاملات سے صرف اس لئے بچ سکتے ہوں کہ تم ناواقف ہو اور تم پر وہ سب ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ آؤ آگے چلیں پہاڑوں کی دیوار کے اس سمت کا راستہ بہت مشکل ہے لیکن یہ راستہ ہمیں تلاش کرنا ہی ہے۔ ابھی یہ نہ سمجھنا کہ ہم دشمنوں کی نگاہوں سے دور ہو گئے نجانے کتنی آنکھیں پوشیدہ طور پر ہماری نگرانی کر رہی ہوں گی۔" ایرا کرنل کو ساتھ لئے ڈھلانوں سے اتر کر درے میں داخل ہو گئی۔ جہاں سے یہ عجیب و غریب پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا تھا جس کی حد کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور اس کی وسعتیں نجانے کہاں سے کہاں تک تھیں۔

○

راج دیو' غزال اور پروفیسر حشمت بے نے دوبارہ حلیہ بدل لیا تھا اور ابھی وہ اسی جگہ مقیم تھے۔ سب کے سب آرام کر کے تھکن دور کرنا چاہتے تھے راؤ سکندر نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا تھا اس کی مثال ملنا مشکل تھی ورنہ یہ مشکل ترین مہم اور پھر شردھانیوں کا خطرہ۔ اب کم از کم وہ اپنی مہم پر پوری توجہ دے سکتے تھے۔ بس ایک زخم تھا کرنل اور قندیل کا۔ اگر وہ بھی ساتھ ہوتے تو امکانات تھے کہ کچھ نئے فیصلے ہو جاتے یہ مہم ترک کر دی جاتی یا کچھ بھی سوچا جا سکتا تھا۔ لیکن ان حالات میں وہ دو قدم رکنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اس وقت بھی ہرنڈا زیر بحث تھا۔ راؤ' راج دیو کی ٹولی یکجا تھی۔ پروفیسر حشمت بے

اپنی بیٹی سفینہ کے ساتھ کچھ فاصلے پر بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔ گارساں اپنی ٹیم کے ساتھ الگ جگہ موجود تھا اور شردھانی سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ ادھر راؤ' پروفیسر غوری' بھرت چندر' سراتو وغیرہ سر جوڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ مسئلہ یہ تھا کہ اب تھکن دور ہو چکی ہے چنانچہ آگے کا پروگرام ترتیب دے لینا چاہئے' گو ان کے درمیان مختلف اوقات میں بہت سی باتیں ہو چکی تھیں لیکن اس وقت وہ اپنے پروگرام کو فائنل کرنے میں مصروف تھے کیونکہ آرام کافی ہو چکا تھا اور پروگرام کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری انہی کی تھی۔ ہرنڈا انہی پر بھروسہ کرتا تھا اس دوران گارساں نے خصوصی طور پر خود کو الگ تھلگ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے پروفیسر حشمت بے کو بھی لفٹ نہیں دی تھی' حشمت بے کے سلسلے میں اس کی آنکھوں میں نفرت کے آثار صاف محسوس کئے جا سکتے تھے۔ راؤ سکندر نے پرخیال انداز میں کہا۔

"میرے سامنے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہرنڈا ہے یہ شخص ہمارے ساتھ شامل ہوا ہے اور اس کے ذہن میں وہ عظیم الشان خزانہ ہے جس کی تصویر اسے دکھائی گئی ہے۔ پروفیسر غوری آپ بے شک اس کے بارے میں کئی بار مجھ سے گفتگو کر چکے ہیں لیکن اپنے دوستوں کے سامنے آپ سے ایک بار پھر میں یہ سوال کرتا ہوں' کیا قندیل کی کہانی میں کہیں کسی خزانے کا تذکرہ ہے؟"

"قطعی نہیں' بالکل نہیں' جو نقشہ ہمارے سامنے آیا ہے اور جس کی میں نے صرف ایک جھلک دیکھی ہے وہ کسی خاص سمت اشارے تو کرتا ہے لیکن اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ ان اشاروں کا تعلق کسی خزانے سے ہو۔ ہمارے سامنے تو قندیل ہے جس کی کہانی ہم منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ میں اس بات پر اب تک حیران ہوں کہ گارساں نے اس نقشے میں کوئی خزانہ کہاں سے تلاش کر لیا۔"

"کیا یہ دلچسپ بات نہیں ہے دوستو کہ گارساں اینڈ کمپنی اور لوئس ڈی پارلو اور اب اس کے بعد یہ شردھانی سردار ہرنڈا ایک خزانے کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خیر ہرنڈا کی بات تو ہم یوں نہیں کرتے کہ اس بے چارے کو حالات کے تحت راؤ سکندر نے اس خزانے کا لالچ دیا ہے لیکن گارساں اور اس کے ساتھیوں نے یہ خزانہ کہاں سے تلاش کر لیا؟ بہرطور اب جو حالات ہمارے سامنے ہیں ان میں ہمیں یہ سوچنا ہے کہ کرنل فیروز اور قندیل

اگر ہمیں حاصل ہو جائیں تو ہم اس کہانی کو کس شکل میں آگے بڑھائیں۔ آیا قندیل کے مسئلے میں مزید کارروائیاں کی جائیں گی یا پھر یہ سوچ کر کہ اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے واپسی کا سفر اختیار کیا جائے گا۔" بھرت چندر نے کہا' پروفیسر غوری پرخیال انداز میں گردن ہلاتا ہوا بولا۔

"بلاشبہ جو نقشہ ہمارے سامنے آیا تھا اس کے نشانات ابھی تک ہمیں مسلسل مل رہے ہیں اور میں اسی بنیاد پر یہ بات کہتا ہوں کہ سوبارا کے جنگلات میں یہ نشانات چاروں طرف ہی تو نہ بکھرے ہوں گے یقیناً ہماری رہنمائی کچھ پراسرار قوتیں کر رہی ہیں اور اس کے لئے بس یہی سوچا جا سکتا ہے کہ قندیل کا راز منظر عام پر آیا چاہتا ہے۔ خزانے کے متلاشی ہمارے کہنے سے خزانے کی تلاش میں نہیں نکلے بلکہ یہ ان کی اپنی اختراع تھی۔ اگر وہ ہمارے ساتھ یہ سفر کرتے ہیں اور کوئی خزانہ انہیں حاصل نہیں ہوتا تو اس میں ہمارا قصور تو نہیں ہے۔ رہی بات ہرینڈا کی تو یہ جرم ہمیں مسلسل کرتے رہنا پڑے گا حالانکہ بلاشبہ یہ جرم ہے کہ ایک قوم پرست کو اپنی قوم کی فلاح کے لئے دولت درکار ہے اور ہم اسے دھوکہ دے کر اپنے مقصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں لیکن یہاں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو کسی بھی لمحے ان کی گولیوں کا شکار ہو سکتے تھے۔ خدا سے معافی مانگ کر کم از کم ہرینڈا کے سلسلے میں اپنا یہ کام کرتے رہنا پڑے گا اور اس کے بعد حالات جو بھی رخ اختیار کریں لیکن یہ گارساں اینڈ کمپنی جو صاف ظاہر کرتی ہے کہ اب وہ ہمارے ساتھ اس انداز میں نہیں ہے جس انداز میں کچھ دن پہلے تھی اس کا کیا کیا جائے؟"

"یہ لوگ اس وقت ہمارے رحم و کرم پر ہیں پروفیسر اور ظاہر ہے ہمارا مقصد کسی بھی انسان کو نقصان پہنچانا نہیں ہے حالانکہ گارساں میرے ایک آدمی کا قاتل ہے اور میں اپنے اس ساتھی کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اسے قانون کے حوالے کرنا بھی میرے بس کی بات نہیں ہے اور اس سلسلے میں کچھ سوچنا بھی حماقت ہے گارساں اگر خود ہی کبھی ہم سے الگ ہونا چاہے تو ہم اس پر اعتراض نہیں کریں گے بصورت دیگر ہمارا یہ مشن جاری رہے گا اور ہرینڈا کے مسئلے میں اب بعد میں جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمیں جذباتی نہیں ہونا چاہئے۔" راج دیو نے کہا۔

"مگر ہرینڈا کو کم از کم تھوڑی بہت صورت حال سے آگاہ تو ہونا چاہئے۔" بھرت چندر

نے کہا۔

"ہاں اصل موضوع یہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہرینڈا کو مختصر تفصیل ضرور بتا دی جائے اور اس میں اس خزانے کو شامل رکھا جائے۔"

"صحیح بات ہے کم از کم اس طرح ہمیں اس کا بھرپور تعاون حاصل رہے گا اور وہ یہ نہ سوچے گا کہ ہم آپس میں مل کر اس سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں۔"

"میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔ گفتگو کرنے میں بہت احتیاط رکھنا ہو گی۔" راؤ سکندر نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ہرینڈا کے پاس پہنچ گیا۔ شردھانی سردار' راؤ سکندر کو بہت ماننے لگا تھا اور ہمیشہ اس کی عزت و احترام کیا کرتا تھا۔

"میں چاہتا ہوں ڈیئر ہرینڈا کہ ہم لوگ اب آگے کے بارے میں کچھ فیصلے کر لیں اس میں تمہاری شمولیت ضروری ہے۔"

ہرینڈا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے گردن ہلا کر کہا۔ "راؤ سکندر میں تم پر مکمل بھروسہ کرتا ہوں میں نے تمہیں تمام صورت حال بتا دی ہے میں ایک امید پر تمہارے ساتھ ہر جگہ کا سفر کرنے کے لئے تیار ہوں اور وہ امید صرف یہی ہے کہ مستقبل میں میری قوم بھی انسانوں کی مانند زندگی بسر کر سکے گی۔ اس کے لئے میں نے جو قدم اٹھایا ہے وہ بھی تمہارے سامنے ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایک انسان کی حیثیت سے میں نے اپنی قوم کا مستقبل تمہارے سپرد کر دیا ہے اور اس میں تمہارے تعاون پر یقین رکھتا ہوں تاہم اگر تم یہ محسوس کرتے ہو کہ میری ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں۔"

راؤ سکندر کو دل میں تھوڑی سی خجالت محسوس ہوئی تھی لیکن مجبوریاں بعض اوقات ضمیر کے خلاف بہت کچھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ وہ ہرینڈا کے ساتھ ان لوگوں کے درمیان آ گیا اور ہرینڈا ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ راؤ سکندر نے کہا۔

"میں ایک ایک شخص سے تمہارا تعارف کرا چکا ہوں اور تقریباً پوری تفصیل تمہارے سامنے ہے لیکن اس وقت از سر نو یہ تفصیل ایک بار پھر تمہارے سامنے لانا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا تھا ڈیئر ہرینڈا کے بہت عرصے قبل میں اور میرا دوست راج دیو سوبارا میں سیر و شکار کے لئے آئے تھے۔ ہمارے ساتھ سوبارا کی سرحدی بستی کا یہ شخص سرا تو بھی تھا اور ہم ایک طوفان کے ہاتھوں بھٹک کر بہت دور نکل آئے تھے پھر ہمیں ایک پتلی سی

ندی نظر آئی جس کا ہمارے ذہن میں کوئی نقشہ موجود نہیں ہے۔ اس ندی میں ہمیں ایک لاش بہتی ہوئی ملی جس کے پاس ایک پراسرار نقشہ موجود تھا اور جس کے ساتھ ہی ایک ننھی سی معصوم بچی بھی تھی جو زندہ تھی اس بچی کا نام میں نے قندیل رکھا تھا۔ لاش، راج دیو کے نوادر خانے میں محفوظ رہی اور یہ شخص جس کا نام گارساں ہے صرف لاش دیکھنے کے لئے وہاں پہنچا۔ یہ اور اس کے ساتھ چند دوسرے افراد جو قدیم زبانوں اور نقشوں وغیرہ کے ماہر تھے۔ اس بات پر متفق ہو گئے کہ لاش کے پاس جو نقشہ موجود ہے وہ ایک عظیم الشان خزانے کا نقشہ ہے۔ گارساں نے راج دیو کے نوادر خانے سے لاش چوری کر لی اور ایک شخص کو قتل کر دیا۔ پھر یہ وہاں سے فرار ہو گیا اوراس نے اپنی ایک ٹیم بنائی اور سوبارا کے جنگلات میں داخل ہو گیا خزانہ ہمارے لئے بھی دلکش تھا چنانچہ ہم سب بھی اس خزانے کی تلاش میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور یوں دو مختلف ٹولیاں سوبارا کے جنگلات میں تمہارے ساتھیوں کے سامنے صف آراء ہوئیں وہ صرف جان بچانے کی کوشش تھی جس کے نتیجے میں تمہارے چند آدمی ہلاک ہوئے غرض کہ ساری صورت حال تمہارے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ لاش گارساں کے پاس سے غائب ہو گئی اور وہ لڑکی جس کا نام قندیل ہے اور جو اس خزانے کی چابی ہے ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ ان جنگلات میں گم ہے اگر قندیل ہمیں مل جائے ڈیئر ہرہنڈا تو وہ خزانے تک ہماری رہنمائی کر سکتی ہے یہی نہیں بلکہ اس کا تعلق چونکہ سوبارا کی پراسرار کہانیوں سے ہے اور اس نقشے کے بارے میں اس سے زیادہ ہمارا معاون اور کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیں بڑی شدت سے قندیل کی تلاش ہے۔ کیا ڈیئر ہرہنڈا تم اس سلسلے میں ہماری کچھ اور رہنمائی کر سکتے ہو؟"

"کیا مسٹر راؤ سکندر؟"

"ہمیں اس ندی کی تلاش ہے جس میں لاش بہتی ہوئی آئی تھی اور یقینی طور پر ہم اس کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے ہمارے نقشوں کے ماہرین کا بھی یہی خیال ہے۔"

"سنو تمہارے اس انکشاف سے مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب پولیس کے جوان سوبارا میں گھسے ہوئے تھے اور جگہ جگہ شردھانیوں کو گرفتار کیا جا رہا تھا۔ ہم لوگوں کو سوبارا کے انتہائی اندرونی علاقوں میں پناہ لینی پڑی تھی حالانکہ ہم خود دشوار

گزار راستوں کی وجہ سے سوبارا کے اندرونی حصوں میں نہیں جاتے لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ ہمیں اپنی جان بچانے کے لئے جگہ جگہ چھپنا پڑ رہا تھا اور اسی دوران میری ایک ٹولی دور دراز کا سفر طے کرتی ہوئی ایک ایسی جگہ جا نکلی تھی جہاں ہم نے ایک پتلی سی ندی دیکھی تھی ہم نے اسے گوگالا کے نام سے پکارا لیکن وہاں کچھ وقت قیام کر کے ہمیں یہ احساس ہوا کہ ندی پراسرار حیثیت کی حامل ہے۔ جنگلوں کے اسرار ویسے بھی نہ سمجھ میں آنے والے ہوتے ہیں میں گوگالا ندی سے جب واپس لوٹا تو نجانے کیوں میرے ذہن میں اس کے راستے رہ گئے اگر وہی ندی تمہیں مطلوب ہے تو میرا خیال ہے میں تمہیں وہاں تک لے جا سکتا ہوں۔"

ہرہنڈا کے اس انکشاف نے سب کو ششدر کر دیا تھا ابھی تک کے سفر میں وہ ندی انہیں نظر نہیں آئی تھی ویسے بھی حالات بڑے عجیب و غریب اور پیچیدہ تھے۔ صرف ایسے ہی اتفاقات پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا جس کے تحت راج دیو اور غزال انہیں مل گئے تھے ہو سکتا ہے ندی تک کے سفر میں کسی نہ کسی طرح انہیں قندیل اور کرنل فیروز بھی مل جائیں۔ راؤ سکندر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"کیا جس جگہ ہم لوگ موجود ہیں وہاں سے اس ندی کی سمت اختیار کی جا سکتی ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں اور میرا خیال ہے فاصلہ بھی بہت زیادہ طویل نہیں ہو گا دیکھو آگے چل کر تین ایسے ٹنڈمنڈ درخت ہیں جن کے اوپری سرے آپس میں مل کر ایک محراب کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ان درختوں میں کوئی پتا نہیں ہے اور یہ دور سے دیکھنے ہی سے عجیب نظر آتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے انسانی ہاتھوں نے ایک دروازہ تراش دیا ہو گو ان کے اطراف خالی ہیں لیکن پھر بھی وہ ذہن میں رہ جاتے ہیں۔"

پروفیسر غوری نے عجیب سی نگاہوں سے راؤ سکندر کو دیکھا اور پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔

"نقشے میں یہ محرابی دروازہ بھی موجود ہے۔"

راؤ سکندر اور راج دیو ایک دوسرے کی صورتیں دیکھتے رہے تھے باقی لوگ بھی پرجوش نظر آ رہے تھے تب راؤ سکندر نے کہا۔

"ڈیئر ہرہنڈا میرے خیال میں ہمیں یہاں کافی وقت ہو چکا ہے اگر تم ہمیں گوگالا تک

لے جا سکو تو یقینی طور پر وہاں سے ہمارے راستے بہت آسان ہوجائیں گے ہمیں گوگالا کی جانب ہی سفر کرنا چاہئے۔"

"اطمینان رکھو میں تمہیں بہت جلد گوگالا تک پہنچا دوں گا۔" ہرینڈا نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ہرینڈا ہمیں تیاریاں کرنی چاہئیں۔"

"جب بھی تم مناسب سمجھو سفر کا آغاز کر دو ہم کسی نہ کسی طور باقی تمام لوگوں کے لئے بھی انتظامات کر لیں گے۔"

"ہاں اس میں کوئی دقت نہ ہو گی صرف چند ہی افراد کا اضافہ ہوا ہے دو دو آدمی گھوڑوں پر تقسیم ہو جائیں گے۔" ہرینڈا نے یہ بات تسلیم کر لی تھی اور اس کے بعد یہاں مزید قیام کا کوئی جواز نہیں تھا چنانچہ یہ لوگ دوبارہ سفر کے لئے تیار ہوئے اور اسی دوپہر اس سفر کا آغاز کر دیا گیا۔

○

بدہیئت' بدنما درہ ایک عجیب سی کیفیت کا حامل تھا نوکدار ادھڑی چٹانوں کے دامن میں غاروں کے دہانے بھی نظر آ رہے تھے' زمین پر حشرات الارض بھی تھے۔ کئی پتھروں کے دامن میں سانپوں کا بسیرا تھا۔ ان کے جسموں کے انبار لہریں لیتے ہوئے نظر آتے تھے اور ایرا بھی ان کے درمیان سے بچتی ہوئی چل رہی تھی ایسا خوفناک منظر کرنل نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا سوبارا کے جنگلات میں بہت سے ہولناک واقعات پیش آ چکے تھے ان واقعات نے دل پکا تو کر دیا تھا لیکن پھر بھی انسانی فطرت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بعض مناظر دیکھ کر کرنل کے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ رائفل اب بھی اس کے پاس موجود تھی ایرا نے دوسرے سامان کے ساتھ اسے محفوظ رکھا تھا اور جب انہوں نے ڈھلانوں کا سفر شروع کیا تھا تو ایرا نے یہ چیزیں کرنل کے حوالے کر دی تھیں۔ کرنل ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ اس چٹانی دیوار پر ایرا اسے اتنی بلندی تک کس طرح لے آئی۔ بے ہوشی کے عالم میں یقینی طور پر اس کے بدن کو شانوں پر لاد کر لانا پڑا ہو گا۔ لیکن پھر کچھ اور احساسات اس تصور کی نفی کر دیتے تھے۔ پراسرار ایرا نجانے کون کونسی قوتوں کی مالک تھی۔ ایک عجیب و غریب کردار جب وہ ان ویرانوں میں کرنل کے لئے جدید لباس فراہم کر سکتی تھی تو ان بلندیوں تک اسے پہنچانا کونسا مشکل کام ہو گا۔ لاکھ کوشش کرتا

تھا کہ اپنے ذہن کو ان تصورات سے آزاد کر دے لیکن وہ جو زندگی میں کبھی نہ دیکھا ہو اتنی آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کم از کم یہ تو سوچا جا سکتا ہے کہ ایرا انسانی وجود میں ہی ہے۔ اس سے قبل کی زندگی میں اسے لاتعداد خوفناک دشمنوں سے سامنا تو کرنا پڑا تھا لیکن ایسی پراسرار قوتوں کا مالک ان میں سے کوئی نہیں تھا۔ ایرا یقینی طور پر سوچے سمجھے راستے کی جانب سفر کر رہی تھی اور وقت گزرتا جا رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں ناگ پھن اٹھا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کے قدموں کی آہٹوں کے ساتھ ان کے چوڑے پھنوں کے رخ بدلتے رہتے تھے۔ ہر لحہ یہی خدشہ تھا کہ ابھی ان میں سے کوئی ناگ اپنی جگہ سے نکل کر ان کا پیچھا کرے گا اور کرنل اس تصور سے چونک چونک پڑتا تھا اور اس کی رفتار تیز ہو جاتی تھی۔ طویل ترین وقت گزرا تھا اور اس کے بعد شام کے جھٹپٹے فضا میں اتر آئے تھے۔ اندھیرا اتنی تیزی سے پھیلا جیسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گر پڑا ہو اور تاریکی میں یہ منظر اتنا ہولناک ہو گیا کہ حواس پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے۔ ایرا نے ایک بڑے سے پتھر کا انتخاب کیا اور خود اس پر چڑھ گئی۔ پھر کرنل کو بھی ہاتھ کے سہارے سے اس نے اوپر بلا لیا اور کہنے لگی۔

"یہاں آرام کیا جائے گا کرنل یہ جگہ محفوظ ہے اور اگر تم حشرات الارض سے خوفزدہ ہو تو اطمینان رکھو ان میں سے کوئی اوپر نہ آ سکے گا۔"

کرنل گہری گہری سانسیں لے کر خاموش ہو گیا تھا۔ تاریکیاں گہری ہوتی چلی گئیں۔ ایرا نے اپنی جھولی میں سے کچھ پھل نکال کر کرنل کو دیئے اور اس سے کھانے کی درخواست کی۔ اس وقت بالکل جی نہ چاہ رہا تھا لیکن جسم کی بقاء کے لئے یہ سب کچھ بھی ضروری تھا۔ کرنل نے ایک دو پھل کھا لئے اور پھر پتھر پر چت لیٹ کر تاریک آسمان کو دیکھنے لگا۔ مدھم مدھم ستارے روشن ہوتے جا رہے تھے اور ذہن کا سفر شروع ہو گیا تھا۔ چشم تصور میں بہت کچھ آ رہا تھا اپنی پرعیش آرام گاہ' گھر کے دوسرے افراد' زندگی کی ہنگامہ خیزیاں' ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد پرسکون زندگی جس میں اس وقت ہلچل پیدا ہوئی جب غزال کی کہانی سامنے آئی اور راؤ سکندر سے ملاقات ہوئی۔ کرنل پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گردن جھٹک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا جو کچھ ہونا ہوتا ہے اس کے عوامل خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں ورنہ اگر تھوڑا سا اختلاف کر لیا جاتا تو شاید نوبت یہاں تک نہ پہنچتی لیکن ہوجانے والی چیز

کے بارے میں کف افسوس ملنا بیکار ہی ہوتا ہے۔ کیا فائدہ ان ساری باتوں کو سوچنے کا۔ سوبارا کے علاقے کا تصور بھی کبھی اس کے ذہن میں نہیں آیا تھا اور بھول کر بھی اس نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ اس کی اپنی ہی دنیا میں ایک ایسا پراسرار خطہ بھی ہو گا جہاں زندگی اس طرح الجھ جاتی ہے۔ سب کچھ ناقابل یقین تھا لیکن وجود کا احساس اس یقین کو مستحکم کر رہا تھا۔ پھر آسمان کے ایک گوشے سے چاند نے جھانکا اور شفاف آسمان پر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ مدھم مدھم چاندنی ماحول کی ہیبت ناک کیفیت کو نگلنے لگی اور زمین روشن ہوتی چلی گئی۔ چٹانیں بدنما پتھر' بدشکل جھاڑیاں سب کچھ نمایاں ہو گیا۔ ناگوں کی پھنکاریں جگہ جگہ ابھر رہی تھیں اور بعض جگہ ننھی ننھی روشنیاں بھی نظر آتیں۔ ننھی سرخ روشنیاں جو یقیناً سانپوں کی آنکھوں کی تھیں اسے سانپوں کی وادی کہا جا سکتا تھا کیونکہ یہاں کرنل نے بکثرت سانپ دیکھے تھے۔ اگر ان کا قافلہ اس جانب نکل آتا تو یقینی طور پر ہولناک حادثوں سے دوچار ہو سکتا تھا اور شاید ہی ان سانپوں سے بچ کر نکل جانا ممکن ہوتا چاندنی اب پوری طرح پھیل گئی تھی اور ایرا اپنے مخصوص انداز میں آسن جما کر بیٹھ گئی تھی۔ کرنل فیروز پرخیال نگاہوں سے اس عورت کو دیکھنے لگا کوئی تنہا شخص ایسے ہیبت ناک ویرانے میں اگر اس عورت ہی کو دیکھ لیتا تو اس کے دل کی حرکت بند ہو جاتی لیکن ایرا اب اس کے لئے اجنبی نہ رہی تھی۔

اچانک ہی کرنل کو کچھ سرسراہٹیں سی محسوس ہوئیں اور وہ چونک پڑا۔ یہ سرسراہٹیں سانپوں کے بدن کی نہیں تھیں کیونکہ ایسی سرسراہٹوں کو تو وہ بہت دیر سے سن رہا تھا۔ ابھی وہ کچھ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ ایرا بھی ایک دم سنبھل گئی اور پھرتی سے اپنی جگہ پتھر پر کھڑی ہو گئی۔ کرنل خود بھی بے اختیار اٹھ بیٹھا اور پھر ایرا کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ تب اس نے اپنی زندگی کا ایک اور حیرت ناک منظر دیکھا۔ چاندنی میں زمین پر لمبے لمبے سائے نظر آ رہے تھے۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ انسانی جسموں کے سائے ہیں لیکن وہ بدن کہاں تھے جن کے سائے زمین پر پڑ رہے تھے۔ یہ سائے متحرک تھے اور ایک مخصوص انداز میں اس مسطح پتھر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ کرنل نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے۔ اس سے زیادہ عجیب منظر اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا سائے کچھ اس طرح آگے بڑھ رہے تھے جیسے کچھ انسان چل رہے ہوں لیکن انسان موجود نہ تھے۔ ایرا خاموشی سے ان سایوں کو دیکھتی رہی اور پھر اس کے منہ سے ہلکی سی سرگوشی نکلی۔

"نگراں سائے۔" کرنل نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو ایرا نے ایک دم ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ سائے اچانک رک گئے تھے جیسے انہوں نے یہ سرگوشی سن لی ہو۔ پھر کرنل نے انہیں پتھر کی جانب پلٹتے ہوئے دیکھا اور ایرا نے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا دیئے اس کے بعد اس نے کرنل سے کہا۔

"چٹانوں کے محافظ لیکن وہ ہم سے واقف ہو چکے ہیں اور اب ان کی موت ضروری ہے۔" ایرا نے پتھر پر جھک کر چھوٹے چھوٹے کئی پتھر اٹھا لئے اور اس کے بعد اس نے کرنل کی رائفل کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم اسے بے دریغ استعمال کرو۔"

"لل... لیکن کس پر؟" کرنل کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری' اس سے زیادہ انہیں موقع نہ مل سکا تھا کیونکہ کئی سائے اس پتھر پر چڑھ آئے تھے۔ کرنل کو اپنے پیٹ پر ایک زور دار ضرب محسوس ہوئی۔ یوں لگا کہ جیسے کسی نے اس کے پیٹ پر لات ماری ہو لیکن اس نے صرف ایک حملہ آور سیاہ سائے کو دیکھا تھا جو صرف ایک چھاؤں کی شکل میں تھا اور اس کے بدن کا کوئی وجود نہیں تھا۔ پیٹ کی تکلیف سے کرنل دوہرا ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر رائفل کی نال پکڑ لی اور اسے پوری قوت سے گھما دیا۔ رائفل کا کندہ جیسے کسی ٹھوس انسانی وجود پر پڑا ہو ایک کریہہ آواز بھی ابھری تھی اور اس نے سائے کو قلابازی کھا کر پتھر سے نیچے گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ دہشت کے عالم میں بدن نے پسینہ چھوڑ دیا تھا اور کرنل کا چہرہ خوف سے بگڑ گیا تھا لیکن اس خوف کے عالم میں اس نے رائفل کی نال سیدھی کی اور ایک ایسے سائے کو نشانہ بنایا جو پتھر پر چڑھ رہا تھا۔ دھماکہ ہوا اور چٹانیں چیخ پڑیں لیکن وہی ہولناک منظر وہی خوفناک منظر ایک بار پھر نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ سایہ ایک دم جیسے خود میں لپٹنے لگا ہو اور زمین پر ایک عجیب سی ہلچل پیدا ہو گئی۔ ایرا نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر ایک سائے پر کھینچ مارا ہلکی سی روشنی ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے چنگاریاں ابھری ہوں اور نتیجہ وہی نکلا سایہ آپس میں لپٹنے لگا تھا اور زمین پر ایک سیاہ روشنی ابلنے لگی تھی لیکن پھر اطراف سے بہت سے سائے ان پر حملہ آور ہو گئے۔ کرنل کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ جو کچھ بھی ہے جان لیوا ہے اور اس سے بچنے کے لئے بالکل اسی طرح جنگ کرنا ہو گی جیسے زندہ انسانوں سے اس نے سنبھل سنبھل کر سایوں پر فائرنگ شروع کر

دی یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن کرنل اپنی فوجی مہمات کو بروئے کار لا رہا تھا کچھ سائے اس پتھر پر بھی چڑھ آئے تھے اور پھر کرنل پر براہ راست حملہ آور ہو گئے تھے لیکن کرنل اب خوف کی منزل سے گزر چکا تھا دہشت نے دماغ منجمد کر دیا تھا اور ایک ہی تصور اس کے ذہن میں رہ گیا تھا ان سایوں کو ہلاک کرنا ہے انہیں ختم کر دینا ہے چنانچہ وہ جنگی داؤ پیچ استعمال کرنے لگا۔ لپٹے ہوئے سایوں کو اس نے گھونسوں اور لاتوں سے زیر کیا اور جو بھی رائفل کی نال کی زد پر آیا اس پر فائر داغ دیا۔ رائفل کو لاٹھی کے طور پر بھی استعمال کرنا پڑا تھا۔ دوسری جانب ایرا پتھروں سے کام چلا رہی تھی جو اس بڑی چٹان پر دستیاب تھے اس کے ہاتھ سے پتھر نکل کر کسی سائے پر پڑتا تو ہلکا سا دھماکہ اور روشنی ہوتی اور سایہ اسی انداز میں لپٹنے لگتا اور اب جگہ جگہ ایسے عجیب و غریب مناظر نظر آ رہے تھے سایوں کی تعداد سترہ اٹھارہ سے کم نہیں تھی اور رفتہ رفتہ یہ دونوں ان پر قابو پاتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ان میں سے ایک ایک سائے کو اسی طرح ختم کر دیا گیا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور کرنل کا پسینے سے بھیگا ہوا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا لیکن اس میں خوف بھی شامل تھا۔ ایرا گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر دونوں ہاتھ نیچے گرا دیئے اور آہستہ سے بولی۔

"میرا خیال ہے وہ سب ختم ہو گئے۔" یہ الفاظ اس نے کرنل کو مخاطب کر کے کہے تھے لیکن کرنل نے کوئی جواب نہ دیا۔

ایرا پرسکون تھی پھر اس نے کہا۔ "یہ موقع بہت اچھا ہے کرنل خوش قسمتی سے ہم ان نگرانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہی لوگ ساحروں کو ہمارے بارے میں خبر دے سکتے تھے لیکن ہم نے ان کے دونوں نگران مورچے ختم کر دیئے۔"

"مورچے۔" کرنل کے منہ سے بمشکل نکلا۔

"ہاں یہ بات تو اس وقت ہی پتہ چل گئی تھی جب انہوں نے مجھے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کونسی بات....؟" کرنل خود کو بہت حد تک سنبھال چکا تھا۔

"وہ ہماری آمد سے ہوشیار تھے اور کیوں نہ ہوتے شومابا ہوترا ہمیشہ کا چور ہے اور چور ہمیشہ ہوشیار رہتا ہے۔" ایرا اپنی دھن میں کہہ رہی تھی۔

کرنل کا دماغ پھر رکنے لگا۔ ایک بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ایرا نے پھر کہا۔ "کیا کہتے ہو کرنل۔"

"ایرا...." کرنل نے پر احتجاج لہجے میں کہا۔ "کیا میں تمہاری کوئی بات سمجھ سکا ہوں۔"

"ایں...." ایرا چونک پڑی۔ اس نے خالی خالی نظروں سے کرنل کو دیکھا پھر سنبھل کر بولی۔

"معاف کرنا کرنل۔ میرا مطلب ہے کیا تم اسی وقت دیوار کے دوسری طرف چلنا پسند کرو گے۔"

"کیا اس پہاڑ کو عبور کیا جا سکتا ہے۔" کرنل غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے لیکن دیوار کو عبور کرنا خطرناک ہو گا پہاڑوں میں خفیہ راستہ موجود ہے۔"

"تم وہ راستہ جانتی ہو۔"

"ہماری راہ نمائی ہو گی۔"

"کون کرے گا؟"

"نیکا اودوارا سویائے۔ میرا مطلب ہے یہ...." ایرا نے اپنا لباس ٹٹولا اور گردن کے پچھلے حصے میں ہاتھ ڈال کر کچھ کیا۔ پھر اس نے ایک سنہری چمکتا ہوا زیور اتار لیا اور اسے کرنل کے سامنے کر دیا۔ کرنل نے یہ زیور دیکھا اور دفعتہ کچھ یاد کر کے اچھل پڑا۔ اس نے یہ زیور دیکھا تو نہیں تھا لیکن راج دیو اور راؤ سکندر وغیرہ کی زبان سے اس کے بارے میں سنا ضرور تھا۔ یہ سونے کا سانپ تھا جس کی آنکھوں میں دو ننھے ننھے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ کرنل کی معلومات کے مطابق یہ زیور اس لاش کے گلے میں تھا جو ندی میں پھنسی ملی تھی اور وہیں سے اس کہانی کا آغاز ہوا تھا۔

"یہ....یہ...." کرنل کے منہ سے بمشکل نکلا۔

"نیکا اودوارا سویائے۔ آؤ ہم اس کی رہنمائی میں دوسری طرف جانے کا راستہ تلاش کریں۔"

ایرا نے سانپ نیچے ڈال دیا اور کرنل نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سانپ کو جنبش لیتے ہوئے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا نیچے اترا اور ایک طرف چل پڑا۔

"آؤ کرنل۔" ایرا بولی اور کرنل بادل نخواستہ اس کے ساتھ نیچے اتر کر چل پڑا۔ دماغ بری طرح چیخ رہا تھا۔ سانپ کو دیکھ کر ہی ذہنی حالت پھر سے خراب ہونے لگی اور اب وہ سانپ کو رینگتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ایرا اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ قرب و جوار میں سانپوں کی پھنکاریں رگوں میں خون جمائے دے رہی تھیں لیکن کوئی سانپ قریب نہ آیا تھا۔ کوئی ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سانپ ایک غار کے دہانے سے اندر داخل ہوگیا۔ ایرا نے کہا۔

"بے خوفی سے چلے آؤ کرنل تمہیں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

غار کا دہانہ تو تنگ تھا لیکن اندر داخل ہو کر کرنل نے خود کو ایک سرنگ میں پایا جو گہری تاریک تھی اور البتہ دو روشن لکیریں تھوڑا سا حصہ روشن کر رہی تھیں یہ سانپ کی آنکھوں میں جڑے ہوئے ہیروں کی کرنیں تھیں ویسے سرنگ میں گھٹن نہیں تھی۔ کرنل پتھرائے ہوئے سے انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ کیا سوچتا یہاں تو کوئی چیز سمجھ میں آنے والی نہ تھی اور ہر لمحہ نئی حیرت سے دوچار کر رہا تھا۔ اس سرنگ کا سفر ویسے ہی ایک دہانے پر ختم ہوا جیسے دہانے سے وہ اندر داخل ہوئے تھے پھر ایرا کی آواز ابھری۔

"ساحروں کی زمین ست گاتا تمہارے سامنے ہے کرنل۔ دیکھو وہ ست گاتا ہے۔"

کرنل نے دہانے کے دوسری طرف دیکھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی بھوری پتھریلی زمین جس پر دور دور تک چھدرے درخت بکھرے ہوئے تھے کوئی آبادی یہاں نظر نہیں آ رہی تھی۔

ایرا کسی سوچ کا شکار تھی پھر اس نے کہا۔ "تم اس جگہ آ گئے ہو کرنل فیروز جہاں مہذب آبادی کے کسی فرد کا گزر نہیں ہوا۔ تم یہاں سے واپس بھی جاؤ گے لیکن جب تک تم حالات سے ناواقف رہو گے پریشان رہو گے کیوں نہ تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے۔ البتہ میں تم سے کہہ چکی ہوں ست گاتا کے راز سے آشنا ہو کر تم ان رازوں کے امین بن جاؤ گے اور اس وقت تک تمہاری گلوخلاصی نہ ہو سکے گی جب تک ہماری کہانی مکمل نہ ہو جائے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں۔ میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں ورنہ.... ورنہ میرے دماغ کی

شریانیں پھٹ جائیں گی۔ مجھے سب کچھ بتا دو ایرا.... مجھے سب کچھ بتا دو۔"

ہرینڈا ایک غلام کی مانند ان کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا۔ ہر طرح کی ذمہ داریاں اس نے سنبھال رکھی تھیں۔ اس کے ساتھی جنگلوں سے گزرتے ہوئے شکار کرتے گوشت تیار کرتے رات کو پہرہ دیتے گھوڑے اور ساز و سامان سنبھالتے۔ انہیں کچھ نہ کرنے دیا جاتا۔ جنگلی علاقہ تھا طرح طرح کے واقعات و حادثات پیش آ رہے تھے لیکن بے شمار انسان تھے مسلح تھے۔ اس لئے کسی کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ ادھر گارساں اور اس کے ساتھیوں نے پراسرار خاموشی اختیار کر رکھی تھی وہ بالکل الگ تھلگ رہتے تھے لیکن کسی سلسلے میں انہوں نے عدم تعاون نہیں کیا تھا بلکہ اگر کوئی ذمہ داری ان کے سپرد کی جاتی تو وہ خاموشی سے اسے سرانجام دیتے تھے۔

گارساں اس قید کے بعد کچھ بددل ہو گیا تھا۔ شاید ہرینڈا کے سلسلے میں اسے راؤ سکندر کی فوقیت پسند نہیں آئی تھی لیکن راج دیو اور پروفیسر حشمت کے آجانے کے بعد تو وہ بالکل ہی ساکت ہو گیا تھا۔ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اب اس کے ذہن میں کیا ہے۔ راج دیو نے بھی ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس وقت انہوں نے جس علاقے میں قیام کیا تھا وہ گھنا جنگلی علاقہ تھا اور راج دیو اور راؤ سکندر نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہاں درندوں کی موجودگی یقینی ہے۔ شیر کے پنجوں کے نشانات بھی مل رہے تھے اور جنگل کی زندگی پورے عروج پر معلوم ہوتی تھی۔ ہرچند کہ ہرینڈا اور اس کے ساتھی ان جنگلوں کی زندگی کے عادی تھے اور اس سلسلے میں ان دونوں کو ہی یقین تھا کہ وہ اس علاقے سے پوری طرح محتاط ہوں گے‘ اس کے باوجود راؤ سکندر اور راج دیو جاگ رہے تھے اور ایک درخت کی شاخ پر بیٹھے ہوئے دور دور تک کا جائزہ لے رہے تھے‘ حالانکہ دوسرے لوگوں نے زمین پر ہی قیام کیا تھا‘ راج دیو اور راؤ سکندر بس یونہی اس جگہ سے کچھ ہٹ کر ایک ایسے درخت پر آ بیٹھے تھے‘ جو کافی بلند تھا اور جہاں سے جنگل پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔

جہاں پڑاؤ قائم کیا گیا تھا وہاں خاموشی اور سناٹا پھیل چکا تھا‘ تقریباً سبھی لوگ سو گئے تھے سوائے ان تین شردھانیوں کے جو رائفلیں لئے اس احاطے کے تین مختلف حصوں میں مستعد تھے جن کے درمیان باقی لوگوں کو ٹھہرایا گیا تھا دونوں کافی دیر تک خاموشی سے درخت پر بیٹھے ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتے رہے‘ پھر راج دیو نے کہا۔

”کہیں کوئی شیر آس پاس ہی گھات لگائے نہ بیٹھا ہو۔“

”ہو سکتا ہے‘ لیکن میرے خیال میں قریب آنے کی ہمت نہ کر پائے گا۔“ راؤ سکندر نے جواب دیا۔

”ہاں‘ بشرطیکہ بھوکا نہ ہو‘ ویسے آس پاس صرف ان درختوں کے جھنڈ میں ہی وہ پناہ لے سکتا ہے ایسی جھاڑیاں موجود نہیں ہیں جو اس کی پناہ گاہ ہوں۔“

”اسی لئے تو میں نے اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ جھاڑیاں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں‘ درختوں کی آڑ میں تو اس کا بدن نمایاں ہو سکتا ہے۔“

”کیا خیال ہے راج دیو.... عمر کے اس حصے میں‘ جب ہم نے درندوں سے جھگڑا ختم کر دیا تھا اور انسانوں کے درمیان زندگی بسر کرنے لگے تھے‘ کبھی یہ سوچا تھا کہ ایک بار پھر ہمیں جنگل کی زندگی اپنانی پڑے گی۔“

”اب اس موضوع میں کچھ نہیں رہا راؤ‘ وقت ہمیں یہاں تک لے آیا ہے‘ کبھی کبھی تو بہت ہی عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کیا ضروری تھا کہ قندیل کے سلسلے میں ہم اس قدر جذباتی ہو جاتے اور ہمارا ذہن اسی جانب جاتا کہ سوبارہ کے جنگلوں میں داخل ہو کر قندیل کی کہانی معلوم کی جائے۔ لاتعداد انسانوں کی زندگی میں ایسے واقعات پیش آتے ہیں‘ جو ان کی سمجھ میں نہیں آتے‘ لیکن انہیں سمجھنے کے لئے وہ اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگا دیتے۔

”ٹھیک کہتے ہو! یہاں پروفیسر غوری کی بات ہی ماننی پڑتی ہے کہ ایک طلسمی کیفیت ہم پر طاری تھی اور ہے.... اور ہمیں آگے بڑھانے میں کچھ پراسرا رنادیدہ قوتیں معاون ہیں۔ وہ ہمیں مختلف حادثات و واقعات سے گزار کر اپنی سمت لا رہی ہیں اور ہم کوشش کے باوجود سمت تبدیل نہیں کر سکتے اور پروفیسر کی یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ہم سب زندہ سلامت ہیں اور ہم کوشش کے باوجود سمت تبدیل نہیں کر سکتے اور پروفیسر کی یہ بات بھی قابل توجہ

ہے کہ ہم سب زندہ سلامت ہیں بلکہ ہمیں کوئی جسمانی نقصان بھی نہیں پہنچا' غور کرو تو یہ سچی بات ہے کہ ذہن ان پراسرار کیفیتوں کو قبول کرتا ہے۔ ہماری شکاری زندگی مختلف تھی' وہاں شوق تھا اور یہاں شوق نہیں ہے' تجسس بھی نہیں ہے بلکہ کچھ نادیدہ ہاتھ ہمیں اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اب اگر انہی پر سوچنا شروع کر دیا جائے تو ذہن کو الجھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ملے گا!"

"حقیقت یہی ہے' میں بھی انتہائی کوشش کرتا ہوں کہ ان واقعات کے بارے میں اس انداز میں نہ سوچوں بلکہ صرف یہ تصور ذہن میں رہے کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے' آگے ہی کی بات کرو۔" دونوں مسکرانے لگے تھے۔ راج دیو نے کہا۔

"ہمارا موضوع گارساں بھی بن سکتا ہے' کیا گارساں کی ابتدا ہی سے یہی کیفیت رہی ہے؟"

"قطعی نہیں' جس وقت اس نے ہمیں شردھانیوں سے بچایا تھا اس وقت وہ بہت خوش تھا اور اپنی کامیابی پر یقین رکھتا تھا۔ ہرنڈا کی قید میں آنے کے بعد اسے شاید یہ احساس ہو گیا کہ وہ خزانے کے لالچ میں اپنی زندگی داؤ پر لگا بیٹھا ہے' لوئس ڈی پارلو بھی اس سے الگ ہو گیا۔ وہ گارساں سے پہلے اس حماقت کا اندازہ کر چکا تھا۔ گارساں خزانے کے سلسلے میں زیادہ جنونی ہے اور اس کی یہ عجیب سی خاموشی بتاتی ہے کہ وہ اب ذہنی طور پر ہم سے مطمئن نہیں ہے۔"

"بالکل یہی الفاظ میں بھی کہنا چاہتا تھا' اگر وہ ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہے تو پھر اس بات کی توقع رکھو کہ وہ کوئی کارروائی ضرور کرے گا۔"

"میں جانتا ہوں' لیکن شاید وہ خود بھی یہ بات جانتا ہے کہ اب اگر اس نے کوئی احمقانہ کارروائی کی تو وہ اس کے تابوت میں آخری کیل ہو گی۔ اس کے پاس رہا ہی کیا ہے؟ بے شک ہم نے اسے مکمل اعتماد کے ساتھ ہتھیار وغیرہ دے رکھے ہیں' لیکن وہ ان ہتھیاروں کو کم از کم ہمارے خلاف استعمال کرنے سے گریز کرے گا' کیونکہ جنگل کے سب سے خطرناک لوگ شردھانئے ہمارے ساتھ ہیں اور یہ لوگ اس کی کسی حرکت پر اسے زمین کی گہرائیوں میں بھی نہیں چھوڑیں گے۔" راؤ سکندر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا' پھر اس نے کہا۔

"تم سے شاید وہ کچھ شرمندہ بھی ہے' کیونکہ بہرطور تمہارے سلسلے میں وہ چور ہے۔"

"میں نے خود بھی ابھی تک اس سے کوئی گفتگو نہیں کی بے کار سمجھتا ہوں میں ان باتوں کو' حالانکہ اس نے میرے ایک آدمی کو قتل کیا ہے' لیکن ظاہر ہے ان جنگلوں میں اسے قانون کے حوالے تو نہیں کر سکتا۔"

"فرض کرو ہم قندیل کا راز پا گئے اور زندہ بھی رہے تو اس کے بعد گارساں کے سلسلے میں کیا کریں گے؟" راج دیو ہنسنے لگا پھر بولا۔

"راؤ یہ الفاظ بڑے معصومانہ ہیں' میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں' ابھی تو ہم میں سے ہر شخص غیر یقینی حالات کا شکار ہے' کوئی ٹھوس راستہ ہو' کوئی ایسی بات ذہن میں آئے' تو پھر مستقبل کے فیصلے بھی کئے جا سکتے ہیں۔"

رات کے نجانے کونسے حصے تک دونوں اسی انداز میں گفتگو کرتے رہے اور پھر درخت ہی پر اوندھ گئے' چوڑے درخت پر اس بات کی گنجائش تھی کہ وہ لیٹ بھی سکتے تھے' چونکہ شکاری زندگی میں بے شمار راتیں اسی طرح درختوں پر گزار چکے تھے' چنانچہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی اور پھر سورج کی کرنوں نے ہی انہیں ہوشیار کیا اور دونوں درختوں سے نیچے اتر آئے..... ہرنڈا کے ساتھی معمول کے مطابق کام میں مصروف تھے۔ جلدی جلدی تیاریاں کی گئیں اور اس کے بعد پھر سفر کا آغاز کر دیا گیا۔ راستہ جنگلوں سے گزرتا تھا۔ دن کی روشنی میں درندے بھی اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپ گئے تھے' اور ویسے بھی اس لشکر کے سامنے ابھی تک کوئی خوفناک درندہ نہیں آیا تھا اور یہ لوگ کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ہرنڈا اپنی یادداشت کے سہارے گوگالا کی جانب سفر کر رہا تھا اور پھر اس وقت شام کے تقریباً چار بج رہے تھے۔ وہ جنگلی علاقے سے نکل کر ایک میدانی علاقے میں آ گئے تھے' لیکن اسے خالص میدانی علاقہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا' درخت یہاں بھی تھے لیکن کافی کافی فاصلے پر..... اور بڑے قدیم درخت نظر آ رہے تھے' بلندی سے انہوں نے ایک پتلی سی ندی دیکھی اور سب ہی کی نگاہ اس پر جا ٹھہری۔ ہرنڈا نے زور سے نعرہ لگایا تھا۔

"گوگالا....."

ہرنڈا نے اچانک ہی گھوڑے کی رفتار بڑھا دی' سب ہی اس ندی کو دیکھ چکے تھے' چنانچہ سب ہی نے ہرنڈا کی تقلید کی اور گھوڑے برق رفتاری سے ندی تک کا درمیانی فاصلہ

طے کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس پتلی سی، چھوٹی سی، پراسرار ندی کے کنارے تھے۔ بہت پرانی بات تھی اتنی پرانی کہ بہت سی چیزیں حافظے سے محو ہو جائیں، لیکن راؤ سکندر اور راج دیو کو ندی دیکھنے کے بعد نجانے کیوں یقین ہو گیا تھا کہ یہی وہ ندی ہے جس میں انہوں نے لاش دیکھی تھی۔ ندی کے پاس پہنچ کر وہ لوگ رک گئے ہرنڈا گھوڑے سے اترا اور راؤ سکندر سے بولا۔

"یہ گوگالا ہے۔ کیا یہ وہی ندی ہے مسٹر راؤ جس کا تذکرہ تم نے کیا تھا؟"

راؤ سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔ "مائی ڈیئر ہرنڈا.... ندیوں کی شناخت مشکل ہے لیکن نجانے کیوں مجھے یقین ہے کہ یہ وہی ندی ہے۔"

"تو پھر یہاں سے آگے کے سفر کا آغاز کرو۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ ہمیں ندی کے کنارے کنارے آگے بڑھنا چاہئے، اس کا بہاؤ اسی سمت ہے اور اگر ہم بہاؤ کی سمت چلتے ہیں تو یقینی طور پر سوبارہ کے بیرونی علاقوں میں جا نکلیں گے۔ یہ ندی آگے جا کر کہاں مڑ جاتی ہے اس کا تو کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے۔ لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ اس وقت یہ بہاؤ جس سمت ہے اس طرف سوبارہ کا سرحدی علاقہ ہے، ہمیں بہاؤ کی مخالف سمت چلنا ہے۔"

"ہاں یقیناً.... ویسے راج تم نے دیکھا کہ اس کا بہاؤ کتنا ست ہے، اس وقت بھی یہی کیفیت تھی۔"

"ایک بات آپ کو اور بتا دوں مسٹر راؤ اس ندی کی طلسمی کیفیت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ میں نے اسے ایک پراسرار ندی اس لئے کہا تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کا بہاؤ بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"ہاں، کئی بار یہ ندی اپنا بہاؤ تبدیل کر چکی ہے۔"

"اوہ میرے خدا یہ کیسے ممکن ہے۔"

"ہم لوگ اس قدر بے وقوف نہیں ہیں، اس سے دور ہٹنے کا فیصلہ ہم نے اسی لئے کیا تھا کہ یہاں بہت پراسرار باتیں دیکھنے میں آئی تھیں۔"

"تو پھر غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اگر ہم اس کی مخالف سمت میں چلیں تو راستہ تبدیل ہو جائے اور ہم سوبارہ کی جانب ہی جا نکلیں.... میرا مطلب ہے سرحدی علاقوں میں۔"

"نہیں، میں ان جنگلوں میں طویل وقت گزار چکا ہوں، چنانچہ یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت یہ جس سمت جا رہی ہے وہ سوبارہ کا سرحدی علاقہ ہی ہو سکتا ہے۔"

"ہمیں تم پر اعتماد ہے ہرنڈا، آؤ ابھی تو کافی وقت ہے اپنا سفر مکمل کریں، چنانچہ سب منظم ہو کر ندی کے کنارے کنارے چل پڑے رفتار اس وقت بھی خاصی تیز رکھی گئی تھی، تاحد نگاہ چھدرے درخت بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے اور دور دور تک سپاٹ زمین پھیلی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں ندی کے کناروں کے کٹاؤ پر پتھریلی چٹانیں ابھری ہوئی نظر آ جاتی تھیں۔ یہ لوگ بہاؤ کی مخالف سمت تیز رفتاری سے سفر کرتے رہے۔ کافی دور چلنے کے بعد ایک ڈھلان سا محسوس ہوا، اور یہاں ندی کے بہنے کی رفتار نہ ہونے کے برابر تھی۔ درحقیقت یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اب اس کا بہاؤ کس سمت ہے پانی ساکت سا محسوس ہوتا تھا اور یہاں ندی کی گہرائی بھی تقریباً ختم ہو گئی تھی اور اس کا پھیلاؤ کچھ بڑھ گیا تھا۔ اطراف میں بڑے بڑے گول پتھر نظر آ رہے تھے جن کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت دور سے بہتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں اور پھر رک گئے ہیں۔ پانی نے انہیں تراش خراش کر گول کر دیا ہے یہ پتھر بالکل اسی مانند تھے جیسے ساحل سمندر پر پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مختلف شکلوں میں نظر آتے ہیں، لیکن یہ چھوٹے ٹکڑے نہ تھے، بلکہ بعض جگہ تو اتنی بلند و بالا چٹانیں تھیں کہ انسانی قد سے تین گنا اونچی کہی جا سکتی تھیں، اور اسی مانند ان کا پھیلاؤ بھی تھا۔ گارساں اور اس کے ساتھی خاص طور سے سطح میں بہنے والے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے، پھر ان میں سے چند افراد گھوڑوں سے اتر کر ندی میں داخل بھی ہوئے اور پتھروں کے یہ خوبصورت ٹکڑے چننے لگے، غالباً یہاں بھی ان کے ذہن میں وہی تصور تھا کہ ممکن ہے انہیں کچھ ہیرے وغیرہ دستیاب ہو جائیں۔ رات تقریباً ہونے کو تھی اس لئے ندی کے کنارے ہی ایک جگہ قیام گاہ منتخب کر لی گئی۔ گول پتھروں کا یہ علاقہ بے حد حسین نظر آ رہا تھا اور یہاں کا اپنا ایک الگ حسن تھا۔ معمول کے مطابق

احاطہ سا بنا لیا گیا اور اس کے بعد معمولات پر عمل کیا جانے لگا۔ سب لوگ ہی اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے تھے' رات کو چاندنی نہیں پھیلی تھی' البتہ ستاروں کی مدھم روشنی نے ماحول کو ایک عجیب سی کیفیت بخش دی تھی۔ یہاں اطراف میں کسی بھی جاندار کا وجود محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے پہرے کا بھی کوئی بندوبست نہیں کیا گیا اور تمام ہی لوگ اپنے اپنے طور پر رات گئے تک مشاغل میں مصروف رہے۔ غزال بہت دیر تک اپنی جگہ لیٹا سونے کی کوشش کرتا رہا' لیکن آج طبیعت پر کچھ زیادہ ہی اداسی تھی' اس نے ان سب سے بھرپور تعاون کیا تھا لیکن راؤ سکندر اور دوسرے لوگوں کے مل جانے کے باوجود وہ اداس تھا۔ کرنل فیروز کا تصور اسے عجیب سی بے چینی بخشتا تھا اور قندیل اسے بے طرح یاد آتی تھی' قندیل کی محبت ہی نے تو یہ دن دکھائے تھے کہ زندگی ہاتھ میں تھی لیکن اسے سنبھالے رکھنا مشکل ترین کام ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹہلتا ہوا ایک گول پتھر پر آ بیٹھا ساکن ندی میں ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں اور وہ خاموشی سے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ رہا تھا اچانک کسی نے اسے عقب سے پانی میں دھکا دے دیا اور غزال پھسلتا ہوا چھپاک سے پانی میں جاگرا۔ ایک نقرئی قہقہہ گونجا اور اس کے ساتھ ہی کوئی اور بھی پتھر سے پانی میں کود آیا غزال کو پہچاننے میں دقت نہ ہوئی وہ سفینہ ہی تھی' لیکن بہت ہی مختصر لباس میں ملبوس اور عجیب سی کیفیت کا شکار۔ چونکہ اس وقت غزال کے ذہن پر قندیل سوار تھی اس لئے وہ بری طرح جھنجلا گیا اس نے بڑی کرختگی سے سفینہ کا ہاتھ ہٹایا اور اسے پیچھے دھکیلتا ہوا بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے سفینہ؟"

"اس خوبصورت منظر کو نظرانداز کرنے والے کو جینا نہیں چاہئے غزال' کتنا حسین منظر ہے' میں تو یہ سوچتی ہوں کہ اگر کبھی مہذب دنیا میں جانا نصیب ہو گیا تو میں یہ داستانیں تحریر کیسے کر سکوں گی' کیونکہ ان کے لئے تو الفاظ کی تراش ہی ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے اپنے اپنے احساسات ہوتے ہیں' لیکن تم نے میرا لباس بھی بھگو دیا؟"

"تم اپنے وجود کو اس پانی میں ڈبو دو غزال' دنیا کی ہر الجھن سے نجات پا لو گے' میں بہت دیر سے تمہیں دیکھ رہی تھی اور جب مجھ سے رہا نہ گیا تو میں تمہارے پاس آ گئی' ان لوگوں میں شامل ہونے کے بعد تو ہماری ملاقاتیں بھی ترک ہو گئیں۔"

"ہم لوگ ایک ساتھ سفر کر رہے ہیں کیا اتنا کافی نہیں ہے۔" غزال بدستور سرد لہجے

میں بولا۔

"پانی بہت خوشگوار ہے' آؤ غزال کبھی کبھی فکروں سے نجات بھی ملنی چاہئے' ہم انسان ہیں فرشتوں کی مانند کیوں جی رہے ہیں' پلیز اس حسین منظر کو نظرانداز مت کرو۔"

غزال کے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئیں' اس وقت چونکہ خصوصی طور پر قندیل ذہن میں تھی اس لئے اسے سفینہ کی یہ باتیں بہت بری محسوس ہوئیں' اس نے کنارے کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"دراصل معاشرے کا فرق ہے سفینہ' تم ذہنی طور پر جو کچھ ہو' میں وہ نہیں ہو سکتا' بہتر ہے کہ تم اپنے تصور کو لگام دو' تم اگر غلط راستے کی جانب بڑھ رہی ہو تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"اوہ غزال حماقت مت کرو' دیکھو میں برداشت کی حد سے گزر چکی ہوں' میں نے ہمیشہ ہی تمہاری شرافت اور اپنی نسوانیت کا پاس کیا ہے' میں اس وقت تمہاری بے اعتنائی برداشت نہیں کر سکوں گی' ویسے بھی جب سے تم اپنے لوگوں میں شامل ہوئے ہو مجھ سے کھنچ گئے ہو' غزال فیصلہ کر لینا ضروری ہے' میں تمہاری توجہ تمہارا پیار چاہتی ہوں۔" اس نے ایک بار پھر غزال کا بازو پکڑ لیا' لیکن غزال کنارے کی طرف چلا گیا تھا۔ سفینہ کو شدید توہین کا احساس ہوا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور کنارے تک پہنچ گئی پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب تک کی رفاقتیں کیا اس بے توجہی کو برداشت کر سکتی ہیں' غزال فیصلہ چاہتی ہوں میں تمہارا' تمہارے دل میں میرا کیا مقام ہے؟"

"کچھ نہیں سفینہ' ہم لوگ ایک حادثے میں آ ملے ہیں اور حادثے کے تحت مل جانے والے صرف شناسا ہوتے ہیں۔ تم میری شناسا ہو' تم نے مجھ سے یگانگت کا مظاہرہ کیا اور میں نے بھی اخلاقی طور پر تمہیں سہارا دیا' ہڈسن بار بار اس بات پر برافروختہ ہوتا رہا کہ تم میری جانب متوجہ ہو' اس رات بھی جب تم ہڈسن کی تاک میں لگی ہوئی تھیں اور اسے روپوش پا کر واپس چلی گئی تھیں ہڈسن نے مجھ سے جنگ کی اور میں نے اس سے بچنے کے بعد اسے بتایا کہ میں سفینہ سے کوئی رغبت نہیں رکھتا' اگر وہ اس کی محبت ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اب جب کہ وہ بے چارہ شردھانیوں کے ہاتھوں شکار ہو چکا ہے تب بھی میں تم سے کھلے الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں سفینہ کہ میں اور تم شناسا تو رہ سکتے ہیں۔اس

سفر کا اختتام جو بھی ہو اس کے بعد تم اپنی منزل تک چلی جاؤ گی اور میں..... میں جو کچھ چاہتا ہوں کاش میری خواہشات کی تکمیل ہو جائے' سفینہ میری ایک محبوب ہے' میں نے اس سے محبت کی ہے اور اس محبت کی جو قیمت مجھے ادا کرنی پڑ رہی ہے' تم اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتیں' میں اسے چاہتا ہوں' شدید محبت کرتا ہوں میں اس سے۔ وہ...... وہ میری محبوب ہی نہیں' میری بیوی بھی ہے۔ مجھ سے جدا ہو گئی ہے وہ' اور میں اس کی یادوں کو اپنی زندگی میں سجائے ہوئے ہوں۔ تم یا دنیا کی کوئی اور لڑکی وہ مقام کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔ میں پورے خلوص اور دیانت کے ساتھ اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرنے کا خواہش مند ہوں اور تمہاری آنکھوں میں جو چمک لہرا رہی ہے وہ میرے لئے بالکل بے معنی ہے' ایک اچھے دوست سے یہ سننے کے بعد اپنے آپ کو روک لو' تمہاری منزل میں نہیں کوئی اور ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس کے بعد مزید تم سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ الفاظ تمہیں برے لگے ہیں تو اپنے طور پر فیصلہ تم خود کر سکتی ہو۔"

"لیکن تم نے اس سے پہلے کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔"

"ضروری نہیں سمجھا تھا۔"

"گویا تم میرا مذاق اڑاتے رہے۔" سفینہ غرائی۔

"ہرگز نہیں۔ میں کبھی اس انداز سے تمہارے سامنے نہیں آیا سفینہ کہ تم اس غلط فہمی کا شکار ہو جاؤ۔" غزال نے سرد اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو مجھے نہیں جانتے تم' میں ہر وہ چیز فنا کر دیتی ہوں جو میری گرفت میں نہیں آتی' سمجھے....."

"ان احمقانہ باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔" غزال نے رخ بدلتے ہوئے کہا۔

لیکن سفینہ بھوکی شیرنی کی طرح آگے بڑھی اور اس نے غزال کے رخسار پر ایک زور دار تھپڑ دے مارا۔

چٹاخ کی زور دار آواز کے ساتھ ہی غزال لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا' سفینہ کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں' اس نے غیظ آلود لہجے میں کہا۔

"سنو غزال میں نے زندگی میں کبھی اپنی توہین برداشت نہیں کی' تم صرف میرے لئے پیدا ہوئے ہو کسی اور کا تصور بھی' تمہیں خاک میں ملا دے گا۔ یہ میرا عہد ہے اسے یاد

رکھنا!"

غزال کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے دیوانگی کی جھلکیاں نظر آئیں' لیکن پھر اس نے خود کو سنبھال لیا اور سرد لہجے میں بولا۔

"اس کے جواب میں سفینہ' میں تمہاری یہ شکل ہمیشہ کے لئے اس طرح بگاڑ سکتا ہوں کہ دیکھنے والے عبرت حاصل کریں لیکن ایک آوارہ مزاج لڑکی کے لئے میں یہ سب کچھ ضروری نہیں سمجھتا' میں تمہاری اس مکروہ صورت پر تھوکتا بھی نہیں' غزال تیز تیز قدموں سے واپس پلٹ پڑا' لیکن اس نے اس بات کا خیال رکھا تھا' کہ سفینہ اس کا تعاقب کرے اور مزید کچھ بدتمیزی کرنے کی کوشش کرے تو وہ اس کا جواب دے' لیکن سفینہ آگے نہیں بڑھی تھی وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی غزال کو جاتے دیکھتی رہی تھی اور جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر اس کی نگاہوں کے سامنے سے روپوش ہو گیا تو اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آہستہ سے بولی۔

"غزال میرا نام سفینہ ہے۔" اس نے دانت بھینچ کر ادھر ادھر دیکھا' تب ہی اسے ایک چٹان کے ساتھ کوئی ٹکا کھڑا نظر آیا' اور وہ چونک پڑی' غور سے دیکھا تو اس نے گارساں کو پہچان لیا۔ وہ آج کی شناسا نہ تھی اس سفر کا آغاز ہی گارساں کی معیت میں ہوا تھا۔ گارساں نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا سفینہ کے نزدیک آ گیا' پھر مدھم لہجے میں بولا.....

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے سفینہ' یہ لوگ اپنے آپ کو جو کچھ سمجھتے ہیں' کاش تمہارے باپ نے بھی اسے محسوس کیا ہوتا۔" سفینہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم کیا کر رہے ہو مسٹر گارساں.....؟"

"تمہارے تحفظ کی خاطر اس طرف نکل آیا تھا اور یہاں یہ منظر دیکھا' یہ لوگ اپنے آپ کو بے حد پارسا سمجھتے ہیں' لیکن شاید پروفیسر حشمت بے ابھی تک اس بات کا اندازہ نہیں لگا پایا کہ یہ انتہائی خود غرض اور مطلب پرست لوگ ہیں' یہ ہمیں اپنے آپ سے کم تر سمجھتے ہیں' انہوں نے ہمیشہ ہی اس کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"اس مظاہرے کا جو انجام بھگتنا ہو گا انہیں' وہ ان کی نسلوں کو ہمیشہ کے لئے محتاط کر

دے گا۔"

"جوش جذبات میں سخت سخت الفاظ کہہ لینا دوسرا کام ہے لڑکی' لیکن عمل ایک مختلف چیز ہے' کاش میں تمہارے باپ کو بھی یہ سمجھا سکتا' جس نے میرا قدیم دوست ہونے کے باوجود مجھ سے انحراف کیا' یہ میں ہی ہوں سفینہ' جو اس ناپاک انسان کو تیرے قدموں پر لا کر ڈال سکتا ہوں' کاش میری اہمیت تسلیم کی جاتی' کاش لوئس ڈی پارلو مجھ سے غداری نہ کرتا تو دیکھتا کہ میں ان لوگوں سے کتنا برتر ہوں بیٹھ سفینہ' بیٹھ جا..... تیرا باپ مجھ سے منحرف ہو چکا ہے' لیکن آج اس شخص نے تیری جو توہین کی ہے' نجانے کیوں مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔" سفینہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"تو اطمینان رکھ' مجھ سے تعاون کر' دیکھ میں تجھے کیا کر کے دکھاتا ہوں' لیکن تیرا تعاون ضروری ہو گا۔"

○

ایرا پرخیال نگاہوں سے کرنل فیروز کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ہاں کرنل اب یہ ضروری ہے بہت ضروری ہے۔ ساحروں کی زمین ہے۔ ست گاتا کب سے آباد ہے یہ جاننے والوں کی ہڈیوں کی خاک بھی اب اپنا وجود کھو بیٹھی ہو گی اس کی ساری تاریخ پر ساحروں کا راج رہا ہے ان ساحروں نے اپنے دور میں کیا کچھ کیا وہ ان کی کہانی ہے میں "اکال ترپاشا" کے دور سے آغاز کرتی ہوں۔ ست گاتا کے باشندے سحر کو اپنی زندگی کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں۔ یہ جادوگر صدیوں سے ان کے خاندانوں کو منتقل ہوتے رہے ہیں کبھی ان میں سے کوئی نیا علم سیکھ لیتا ہے تو اپنی برتری کے مظاہرے اپنے دشمنوں کی ہلاکت سے کرتا ہے جس کے قدموں میں دشمن کی کھوپڑیوں کے انبار زیادہ ہوتے ہیں وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ دو گرمی دو سردی اور دو برساتوں کے بعد چنگارو کے میدانوں میں معززوں کی سبھا ہوتی تھی اور کھوپڑیوں کے انبار لگائے جاتے تھے۔ اس میں بڑوں کا تعین ہوتا تھا اور درجات تقسیم کئے جاتے تھے۔ اکال ترپاشا نے اپنے طلسم کدے میں کسی پراسرار دنیا کو دیکھا اور اس پر انوکھے انکشافات ہوئے اس نے دیکھا کہ اس انوکھی دنیا کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں آپس میں پیار دوستی رکھتے ہیں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں انہوں نے بارش سے بچنے کے لئے پناہ گاہیں بنا رکھی ہیں وہ ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہوتے وہ کھوپڑیوں کے انبار

نہیں لگاتے وہ سب ایک دوسرے کو عزت کا مقام دیتے ہیں اور ہنسی خوشی رہتے ہیں اکال ترپاشا کو بہت حیرت ہوئی اپنے طلسم کدے میں اس دنیا کے راز جانتا رہا اور اس کے دماغ پر اس کا سحر طاری ہو گیا وہ ست گاتا کا بڑا ساحر تھا اور ست گاتا پر اس کے سحر کی حکمرانی تھی اس نے سوچا کہ اپنے دور حکمرانی میں ست گاتا کی آبادیوں کو بھی کیوں نہ وہی سبق دے جو اس نے اس پراسرار دنیا میں دیکھا ہے یہ بات اس کے ذہن پر سوار ہو گئی اور پھر دو گرمی' دو سردی' دو برساتوں کے بعد جب ساحروں کی سبھا ہوئی۔ تو اس نے یہ نیا منصوبہ سب کے سامنے پیش کیا اس نے کہا کہ ساحر اپنے سحر کو ایک دوسرے کے خلاف آزمانے کے بجائے اپنے دشمن کی کھوپڑیوں کے انبار سجانے کے بجائے اگر ایک دوسرے سے محبت کریں اور مل جل کر زندگی گزارنے کے راستے تلاش کریں تو ان کی یہ دنیا بہت خوبصورت ہو جائے گی اس نے اس پراسرار دنیا کی کہانیاں سبھا میں شریک ہونے والوں کو سنائیں اور سب اس کا مذاق اڑانے لگے کچھ بڑے ساحروں نے کہا کہ اکال ترپاشا پاگل ہو گیا اور اس کا دماغ اب درست نہیں رہا اسے بڑا ساحر نہ سمجھا جائے اور اس سلسلے میں سب سے پیش پیش گفتگو کرنے والا شوبابا ہوترا تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اکال ترپاشا کے بعد سب سے بڑا طلسم کدہ شوبابا ہوترا ہی کا تھا اور وہ معززوں میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا کہ جب وہ سبھا میں شریک ہوتا تو اس نے ایک ایسا حصار بنایا ہوتا جو مکمل طور سے کھوپڑیوں سے تعمیر کیا جاتا تھا۔ اس حصار میں ایک دروازہ بھی ہوتا تھا اور شوبابا ہوترا اسی دروازے سے باہر نکلتا تھا بھلا کون تھا جو اس کے حصار کی وسعتوں تک پہنچ پاتا۔ اس نے کہا کہ اب اکال ترپاشا کو بڑے ساحر کی حیثیت ختم کر دینی چاہئے اور شوبابا ہوترا کو بڑا ساحر تسلیم کیا جانا چاہئے۔ اکال ترپاشا کو یہ بات بہت بری لگی اور اس نے شوبابا ہوترا کو للکارا کہ اگر وہ بڑا ساحر بننا چاہتا ہے تو اکال ترپاشا کے سامنے آئے تاکہ وہ بتا دے کہ اس کا دماغ درست ہے یا وہ شوبابا ہوترا کا دماغ درست کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اور یہ ہمت شوبابا ہوترا کی نہ پڑی لیکن اکال ترپاشا نے کہا کہ جو کچھ اس نے کہا اب بڑے ساحر کی حیثیت سے سب کو اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہو گی اور جو اس سے منحرف ہو وہ اس کی قلمرو سے نکل جائے اور ست گاتا کے دوسرے علاقوں کو آباد کرتے ہوئے لوگ صدیوں کی زمین چھوڑنا پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ جو منحرف تھے انہوں نے بھی یہ نہ کیا اور شوبابا ہوترا..... اپنے طلسم کدے میں قید ہو گیا اور

اس نے اس کے گرد جادو کا حصار قائم کر لیا تاکہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہے لیکن وہ ساحر جو اکال ترپاشا سے منحرف تھے اپنے کاموں میں مصروف رہے اور پھر ایک دن اکال ترپاشا نے اپنے طلسم کدے کے سارے قیدی آزاد کر دیئے اور تمام ساحروں کا سحر سلب کر لیا اس نے ہر ساحر سے اس کی قوت چھین لی اور اسے بے دست و پا کر دیا۔ تب اس نے اپنے منصوبے کے مطابق سب لوگوں کو زندگی گزارنے کا درس دیا اور بتایا کہ کس طرح اب انہیں جینا ہو گا۔ اس کی مخالفتیں زبان گی حد سے بڑھ کر طلسم کدوں پر ہونے والے حملوں تک پہنچ گئیں لیکن ہر ساحر جو اس کی جانب بڑھا جل کر خاکستر ہو گیا اور باقی پسپا ہو گئے لیکن اکال ترپاشا نے اصلاحات کیں ان کے نتائج بھی بہت اچھے نکلے اور لوگوں نے دیکھا کہ ان کی زندگی تو کچھ بہتر ہو رہی ہے۔ سو اکال ترپاشا سے اتفاق کیا جانے لگا اور یوں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اکال ترپاشا کی کوششیں بار آور ہونے لگیں اور جو منحرف بھی تھے وہ ان اچھی باتوں کے قائل ہو کر اس کے حلقہ بگوش ہو گئے لیکن شوماباہوترا اس سے متفق نہ تھا اور اس نے اپنے طلسم کدے سے ان منحرفوں کو پکارا جو اب بھی اکال ترپاشا کے مخالف تھے اور اس نے انہیں تحفظ بھی دیا اپنے سحر کا اور وہ ملفوف ہو گئے ایک ایسے لباس میں جس سے یہ نہ ظاہر ہو کہ ان کا تعلق منحرفوں سے ہے اور اس کے بعد ان کے ذریعے شوماباہوترا اپنی سازشوں کو آگے بڑھانے لگا۔ اس نے اپنے سحر کو تیز کیا اور نئے نئے منتر ایجاد کرنے لگا تاکہ اکال ترپاشا کو فنا کے گھاٹ اتار دے اور اس کے ہمنواؤں سے ست گاتا کو نجات دلا دے وہ اپنی قدیم روایات نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ اکال ترپاشا نے اپنے طلسم کدے میں جس پراسرار دنیا کو دیکھا ہے اس کی روایتیں ساحروں کی دنیا سے کہیں زیادہ بری ہیں۔ ایک دوسرے کے دوست نظر آنے والے درپردہ آپس میں دشمنی رکھتے ہیں اور اس پراسرار دنیا کے لوگ اتنے پرسکون نہیں جتنے نظر آتے ہیں ساحر تو صرف اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کے لئے کوششیں کرتے ہیں لیکن اس دنیا کے لوگ اپنے جیسوں کی فنا کے لئے دن رات سرگرداں ہیں مگر اکال ترپاشا یہ بات تسلیم نہ کرتا تھا کہ اس کے طلسم کدے میں جو کچھ نظر آتا تھا وہ اس کے لئے بہت دلکش تھا۔ سو ہوا یوں کہ اکال ترپاشا کی قوتیں شوماباہوترا پر حاوی ہو گئیں اور ایک دن اس نے شوماباہوترا کو طلسمی جال میں گرفتار کر لیا اور زمین کی گہرائیوں میں پہنچا دیا جہاں اس نے ایک ایسا قید خانہ بنایا تھا جس سے کوئی ساحر زندہ

نہ نکل سکے۔ شوماباہوترا کو قید کر کے اکال ترپاشا نے ان تمام منحرفوں کو معافی دے دی جو درحقیقت دل میں اب بھی اس سے کینہ رکھتے تھے لیکن اپنے رہنما کی قید کے بعد بے بس ہو گئے تھے لیکن شوماباہوترا بے بس نہ تھا اور اس کی خوش قسمتی نے اس کا ساتھ دیا۔ سو یوں ہوا کہ زمین کی گہرائیوں میں موجود قید خانے میں ایک سوراخ بنا اور اس سوراخ میں سے ایک کالے ناگ نے باہر جھانکا تو اسے ایک ساحر نظر آیا۔ یہ دوسری بات تھی کہ جب کالا ناگ اپنے شکار کی طرف لپکا تو اس کی زندگی شوما کے ہاتھ آگئی اور شوما نے اپنے جسم کو خالی کر دیا اور سانپ کے بدن میں داخل ہو گیا۔ تب اسی بل سے زمین میں راستے تلاش کرتا ہوا وہ وہاں سے نکل آیا اور ناگوں کی وادی میں پہنچ گیا کیونکہ اب اس کا جسم ایک ناگ کی شکل میں تھا ناگوں کی وادی میں اسے پناہ ملی اور اس نے ناگوں کو اپنا مطیع کر لیا تو ہر طرح کے سانپ اس کے زیر اثر آ گئے اور اس کی کہانی یوں آگے بڑھی کہ اس نے ایک ایک کر کے اپنے تمام ہرکاروں کو ست گاتا کے چاروں طرف پھیلا دیا اور ناگ ہی کی شکل میں منحرفوں سے رابطے کرنے لگا۔ یوں اس کا ویران طلسم کدہ پھر سے آباد ہو گیا اور یہ بات بہت دیر کے بعد اکال ترپاشا کو معلوم ہوئی اور اس وقت جب ہوترا کا طلسم اکال ترپاشا کے طلسم کدے پر چھا چکا تھا اور اس کے ساتھ ناگوں کی قوت بھی تھی۔ جب یہ بات اکال ترپاشا کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے طلسم کدے میں ان تمام قوتوں کو جمع کر لیا جو اس کے سحر کے زیر اثر تھیں اور اس نے معلوم کیا کہ اب باہوترا کا دور حکومت آنے والا ہے اور اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ اکال ترپاشا اس کا مقابلہ کرے لیکن ترپاشا نہیں چاہتا تھا کہ جو لوگ اس کے ساتھ ہوئے ہیں اور جن کا سحر اس نے اپنے زیر اثر لے لیا ہے وہ شوماباہوترا کے ہاتھوں مارے جائیں۔ اس نے خود بھی ایک منصوبہ بنایا اور اس کے بعد کرنل اس نے مجھ سے شادی کر لی کہ میرا نام ایرا ہے اور میں اسی قبیلے کی ایک فرد۔ یہ سب کچھ اس نے ایک خاص مقصد کے تحت کیا تھا اور جب مجھے یہ عزت اور یہ مقام ملا تو مجھ پر منکشف ہوا۔ اکال ترپاشا نے کہا میری اور اس کی قربت لحاتی ہے بہت جلد اس کے مقصد کی تکمیل کے لئے مصروف ہو جانا ہے اور اکال ترپاشا نے مجھے مستقبل کی کہانی سنائی اور اپنے سحر کے کچھ خاص تحفے مجھے سونپ دیئے۔ شاید تمہارے لئے یہ بات حیران کن ہو کہ سہاگ کی پہلی رات کے بعد جب صبح کا آغاز ہوا تو اکال ترپاشا کی روح اس کے بدن میں موجود نہ تھی۔ اس نے اپنے

طلسم کدے میں ایک گہری قبر کھدوائی اور اس میں لیٹ گیا اور میں جس نے اس کی قربت کا ایک لمحہ حاصل کیا تھا اسے زندہ دفن کرنے میں اس کی معاون تھی لیکن یہ سب کچھ ضروری تھا کیونکہ اکال ترپاشا شومابا ہوترا کے سحر کا مقابلہ ایک تازہ سحر سے کرنا چاہتا تھا اور یہی اس وقت ممکن تھا کیونکہ رفتہ رفتہ اس کی ساحرانہ قوت پورے ست گاتا پر حاوی ہو گئی تھی لیکن یہ بھی ہوا کہ اکال ترپاشا کی کوششوں سے وہ سب بھی عارضی نیند سو گئے جو اس کے ہمنوا تھے اور سو جانے والوں کے لئے ہر سحر بے کار ہوتا ہے۔ سو کرنل فیروز وہ اب بھی موت کے شہر میں سو رہے ہیں اور تم زندہ انسانوں کا وہ قبرستان دیکھو گے تو یقین نہ کر پاؤ گے کہ بعد کی کہانی اس سے بھی زیادہ عجیب ہے اور تمہارے لئے سب کچھ جان لینا بے حد ضروری کیونکہ جتنا تم جان چکے ہو اس کے بعد تم ست گاتا کے رہنے والوں سے مختلف نہیں ہو اور میں نے یہی کہا تھا تم سے کہ کچھ نہ جاننا جاننے سے بہتر ہوتا ہے کہ جاننے والے بہت خسارے میں رہتے ہیں۔ یوں تمہاری زندگی میں اب ایک پراسرار بستی کی کہانی شامل ہو گئی ہے اور تم اس وقت تک ساحروں کی اس دنیا سے واپس نہیں جا سکتے جب تک کہ کوئی فیصلہ نہ ہو جائے سو بعد کی داستان کا وہ حصہ بھی سنو کہ کہانی جہاں تک پہنچی۔ اکال ترپاشا زیرک تھا وہ بے شک صدیوں کا سحر جانتا تھا اسے علم تھا کہ اس کے اجداد ست گاتا میں کیا کرتے رہے ہیں لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ دوسرے کیا ہیں اور کرنل فیروز جاننے کی بات یہی ہوتی ہے اپنی طاقت کا اندازہ سب ہی کو ہوتا ہے لیکن اصل طاقتور وہ ہے جو دوسروں کی صحیح طاقت کا اندازہ لگا لے۔ سو ترپاشا جانتا تھا کہ منحرف ساحروں نے کونسی قوتیں حاصل کی ہیں اور باہوترا کے طلسم کدے میں کیا کچھ ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ باہوترا انتقام کا سلسلہ شروع کرے گا اور وہ جو ترپاشا کے علم کی روشنی میں سحر کو خیرباد کہہ چکے ہیں اس کے شکار ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس نے انہیں سلا دیا کہ جب نیا سحر وجود پائے تو سب اس کے ساتھ۔ ہوں تو تم نے کچھ جانا کرنل۔"

"ہاں میں سن رہا ہوں۔" کرنل گہری سانس لے کر بولا۔

"اکال ترپاشا جانتا تھا کہ شومابا ہوترا جب میدان خالی پائے گا تو خود کو عظیم جانے گا اور پھر وہ اس عظمت کا اظہار کرے گا اور یہی خوبی ہوتی ہے طاقت کا صحیح استعمال کرنے والے کی ورنہ جنگل کے جانور انسان سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ ارنا بھینسا سر کی ٹکر سے

درخت اکھاڑ دیتا ہے مگر اس کے سینگ ٹوٹ جاتے ہیں انسان لوہے کے ایک معمولی ٹکڑے سے درخت کو جڑ سے کھود کر پھینک دیتا ہے۔ طاقت یکساں ہے لیکن عقل برتر و اعلیٰ۔ اور جب شومابا ہوترا نے مقابل پسپا دیکھے تو غرور میں نہا گیا۔ اس نے کہا۔ "ست گاتا کے ساحرو! اکال ترپاشا نے میری برتری تسلیم کی اور خود کو فنا کر لیا اور فنا ہونے والوں سے جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ دراصل اس نے جھگڑا مجھ سے نہیں صدیوں کے سحر سے کیا تھا اور ساحروں کی یہ سرزمین اپنی روایات کی خود محافظ ہے۔ یوں ترپاشا کے سحر کدے کو توڑ کر ست گاتا کی روایتوں کو آزاد کرتا ہوں۔ ہاں فیصلہ کرو ترپاشا کی بیوی ایرا کا کہ اس کی زندگی نامناسب ہے۔"

"وہ دوہرا وجود رکھتی ہے۔" جنکاتا نے کہا۔

"بوڑھی جنکاتا۔ تو نے کیا کہا۔" باہوترا پریشانی سے بولا۔

"کچھ عرصہ کے بعد وہ ایک بچے کو جنم دے گی اور تو جانتا ہے کہ جو پہلا دانہ گندم نہ کھائے اس پر سحر اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر سحر توڑنے کی قوت رکھتا ہے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"تو زیرک ہے۔" سو زیرک باہوترا نے یوں کیا کہ مجھے زنداں میں ڈال دیا اور جب میں ایک بچی کی ماں بنی تو اکال ترپاشا کے منصوبے کے مطابق میں نے بھی موت اپنا لی۔ نوزائیدہ کو مجھ سے جدا نہ کیا گیا اور باہوترا نے ساحروں سے مشورہ کیا۔ مشورہ اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا جو ترپاشا کے ذہن میں پہلے سے تھا۔ میری لاش کو اہتمام کے ساتھ سجا کر ست گاتا سے باہر جانے والی ندی میں بہا دیا گیا اور یوں میں اپنی بچی کے ساتھ ست گاتا سے نکل آئی۔"

"گویا' گویا تم زندہ تھیں؟" کرنل نے پوچھا۔

"انہی کی مانند جو آج بھی ست گاتا کے زندہ قبرستان میں سو رہے ہیں۔"

"اور تم۔ آہ تم وہی ہو۔ مجھے بار بار شبہ ہوتا تھا کہ' کہ تم قندیل کی ماں ہو۔ گویا یہ کہانی۔ آہ یہ اس لاش کی کہانی ہے جو راج دیو اور راؤ سکندر کو ندی میں بہتی ملی تھی؟"

ایرا مسکرانے لگی۔ کرنل کے بدن پر تشنج طاری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جو کچھ اسے معلوم ہوا وہی تو اس کے ساتھیوں کی طلب تھی مگر وہ کہاں ہیں۔ کاش میں یہ کہانی انہیں سنا

سکوں۔

"نہیں کرنل۔ ابھی کہاں۔ تم نے اتنی سی کہانی کو مکمل جان لیا اس سے کیا حاصل ہو گا۔ کہانی کی ابتداء ہے یہ تو۔ اصل کہانی کا ایک کردار تو تم خود بنو گے۔ اتنی سی کہانی اگر تمہیں معلوم ہو گئی تو وہ کیا سمجھ پائیں گے۔ ابھی تو اس کے بہت سے پہلو تشنہ ہیں۔ کیا تم اکال ترپاشا کا منصوبہ جانتے ہو؟"

"منصوبہ؟"

"ہاں۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ ترپاشا کیا چاہتا تھا اس کاوش سے اسے کیا حاصل ہو گا۔ اس نے زندگی کے بے شمار سال کیوں تیاگ دیئے یہ تو اس کہانی کا آغاز ہے کرنل۔ اور اب ۔ اس سے آگے بڑھو تاکہ تمہیں اصل کہانی معلوم ہو سکے۔" ایرا کی پراسرار مسکراہٹ لرزا دینے والی تھی۔

گہری تاریک رات فضائے بسیط پر پھیلی ہوئی تھی۔ وہ لوگ گوگالا کے کنارے کنارے کافی سفر طے کر چکے تھے۔ یہ ندی کے ساتھ سفر کی دوسری رات تھی۔ اطراف میں سنگلاخ میدان پھیلے ہوئے تھے جن میں جانداروں کا کوئی وجود نہیں محسوس ہوتا تھا۔ رات کے پہلے پہر میں جاگنے کی ذمہ داری گارساں اور اس کے ایک ساتھی کے سپرد تھی اور وہ رائفلیں سنبھالے ہوئے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ گارساں کی نظریں دور دھند میں کچھ تلاش کر رہی تھیں اور اس کا ساتھی کسی قدر غنودگی کا شکار تھا۔ سفر کے معمول کے مطابق حصار بنا لیا گیا تھا گھوڑوں کی لگامیں ایک دوسرے سے باندھ کر انہیں یکجا کر دیا گیا تھا۔

سونے والوں کی تیز سانسیں ابھر رہی تھیں۔ دن بھر کی تھکن کے بعد پتھریلا بستر بھی نرم گدیلوں سے کم نہیں لگتا تھا اس لئے سب ہی گہری نیند میں تھے۔ پھر سونے والوں میں سے ایک نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ گارساں کو فوراً ہی اس کا احساس ہو گیا اور اس نے اپنے غنودہ ساتھی سے سرگوشی کی۔

"ہوشیار ہو....؟"

"ایں.... ہاں مسٹر گارساں..." ساتھی نے جواب دیا ..... اور گارساں اس شخص کو دیکھنے لگا جو اب آہستہ آہستہ گارساں کی طرف رینگ رہا تھا۔ گارساں کی ہدایت پر اس کے ساتھی نے رائفل آہستہ سے زمین پر رکھی اور پھر خود زمین پر اوندھا لیٹ کر آہستہ آہستہ سرکنے لگا سونے والوں کے نزدیک جا کر وہ بھی اس طرح زمین پر لیٹ گیا جیسے سو رہا ہو۔ اسی اثناء میں دوسرا شخص گارساں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس نے زمین پر رکھی ہوئی رائفل اٹھائی اور گارساں کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ غالباً اس لئے کیا گیا تھا کہ اتفاق سے اگر کوئی جاگ جائے تو اسے شبہ نہ ہو۔

"ہیلو پروفیسر..." گارساں نے سرگوشی کی۔

"ہیلو گارساں....!"

"سفینہ نے تمہیں میرے منصوبے کے بارے میں بتا دیا...؟"

"ہاں مسٹر گارساں.... میں تم سے گزرے وقت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"اوہ پروفیسر حشمت بے گزرے ہوئے وقت پر کوئی بات نہیں ہو گی ان جنگلوں نے سب کو دیوانہ کر دیا ہے ہم سب پاگل ہو چکے ہیں تم نے میرا بھی ساتھ چھوڑ کر دیوانگی کی تھی۔ اب کی بات کرو کیا تم موجودہ صورت حال سے مطمئن ہو....؟"

"ہرگز نہیں....!"

"اس وقت ہم ان کے غلاموں کی مانند ہیں انہی کے رحم و کرم پر ہیں تم تمام صورت حال سے واقف ہو میں نے تمہیں اس سفر کے آغاز سے قبل سب کچھ بتا دیا تھا۔ یہ سوچو کیا راج دیو' راؤ سکندر ہمارے دوست ہو سکتے ہیں؟ راج دیو خصوصی طور پر میرا دشمن ہے کیونکہ میں نے اس کی نوادر گاہ سے وہ لاش حاصل کی تھی اور اس کے ایک آدمی کو بھی قتل کر دیا تھا۔"

"ہاں مسٹر گارساں میں جانتا ہوں۔"

"وہ دوسرا شاطر شخص جس کا نام راؤ سکندر ہے بہت چالاک انسان ہے اس نے شردھانیوں کو بھی اپنا مطیع کر لیا ہے۔"

"میں نے دیکھا ہے۔"

"تب پھر تم بتاؤ ہمارے لئے کیا چانس ہے۔ طاقتور شردھانی گروہ ان کے ساتھ ہے ہرینڈا اپنی قوم کے لئے خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اپنی پوری قوم کے لئے۔ ہمارے لئے کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ ہمیں کچھ نہ ملے گا سوائے موت کے.... موت' صرف موت' میرے لئے بھی تمہارے لئے بھی.... ہم سب کے لئے صرف موت ہے اور یہ سب مل گئے ہیں جانتے ہو انہوں نے اب تک ہمیں کیوں زندہ رکھا ہے؟ تم نہیں جانتے ہو گے میں جانتا ہوں ہم قربانی کے بکرے تصور کر لئے گئے ہیں کوئی مشکل مرحلہ آیا تو وہ ہمیں آگے کر دیں گے صرف ہمیں۔"

"یہ ہو سکتا ہے مسٹر گارساں....؟"

"سو فیصدی... ان کا یہی منصوبہ ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔"

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے مسٹر گارساں....؟"

"اب آخری مرحلہ آ گیا ہے۔ ہماری منزل دور نہیں ہے نقشہ تمہارے ذہن میں ہے....؟"

"نہ صرف ذہن میں بلکہ اس کی نقل میرے پاس پوشیدہ ہے۔ میں نے اس کی سخت حفاظت کی ہے۔" پروفیسر حشمت بے نے کہا۔ اور گارساں اچھل پڑا۔

"ویری گڈ.... ویری گڈ' تعجب ہے تم نے لوئس ڈی پارلو کو مجھ پر فوقیت کیوں دی وہ کتا کسی طرح تمہارے لئے سود مند نہیں ثابت ہو سکتا تھا جتنا ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں اتنا کوئی نہیں جانتا۔ تم ایک ذہین انسان ہو پروفیسر! میں ایک اور پیش کش تمہیں کرتا ہوں۔"

"کیا مسٹر گارساں...؟"

"پوری ایمانداراری سے پوری دیانت سے خزانے کے تین حصے کئے جائیں گے تینتیس فیصد تمہارا' تینتیس فیصد میرا اور باقی تینتیس فیصد میں ان سب کے حصے ہوں گے جن میں تمہاری بیٹی بھی شامل ہو گی۔ دیگر یہ کہ آگے صرف تم ان سب کو کنٹرول کرو گے اور تم سے کہیں انحراف نہ کیا جائے گا میں تمہارا معاون ہوں گا۔"

"مجھے منظور ہے مسٹر گارساں...!"

"بہت بہت شکریہ اب یہ بتاؤ تمہار' کیا خیال ہے ان لوگوں کے بارے میں میرا سوچنا درست ہے یا غلط....؟"

"نہیں مجھے خود بھی اندازہ ہے۔ شردھانیوں کو قبضے میں لے کر انہوں نے ایک طاقتور گروہ بنا لیا ہے ان کے ساتھ پروفیسر غوری بھی ہے جو نقشہ سمجھ سکتا ہے ان حالات میں انہیں ہماری ضرورت باقی نہیں رہ جاتی وہ ہمیں کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔"

"سو فیصدی' سو فیصدی' اب یہ سوچو ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"یہی سب سے مشکل مرحلہ ہے اس کا فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا۔"

"میں موجودہ صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں پروفیسر....!"

"کیا مطلب....؟"

"اس وقت ہمارے پاس دو رائفلیں ہیں ان سب کے پاس بھی رائفلیں ہو سکتی ہیں جو

ہمارے ساتھی ہیں.... آج رات تو یہ ممکن نہیں لیکن کل رات ہم سب تیار رہیں گے۔ رات اسی طرح ہو گی پہرہ ہم دیں گے اور پھر وقت مقررہ پر....!"

"وقت مقررہ پر....؟"

"ان سب کو بھون ڈالیں گے ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔" گارساں سفاک لہجے میں بولا۔

پروفیسر حشمت بے سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں اس پروگرام سے متفق نہیں ہوں گارساں....!"

"کیوں....؟" گارساں حیرت سے بولا۔

"تم نے ان کی تعداد ذہن میں نہیں رکھی' شردھانی جنگجو ہیں۔ ہماری رائفل سے پہلی گولی چلے گی تو وہ ہوشیار ہوجائیں گے ہم ان میں سے آدھے بھی مار لیتے ہیں تو باقی آدھے بھی ہم سے تعداد میں زیاہ ہیں وہ ضرور چوکس ہو جائیں گے اور اس کے بعد ان کا مقابلہ بہت خوفناک ہو گا ہمیں گھوڑے بھی درکار ہوں گے اور ضرورت کا دوسرا سامان بھی یہ سب ہم کیسے کریں گے اور پھر یہ دونوں شکاری بھی ہوشیار ہیں۔"

گارساں دیر تک خاموش رہا تھا.... پھر اس نے کہا۔ "تو پھر کیا کیا جائے۔"

"کریں گے ہم وہی جو تمہارا منصوبہ ہے لیکن ذرا بدلے ہوئے انداز میں....!" حشمت بے نے کہا۔

"کیسے.... آخر کیسے....؟"

"کل کے سفر میں' ہم اپنی تنظیم کریں گے معمول کے مطابق ہمارے پاس ہتھیار بھی ہوں گے اور ضرورت کی اشیاء بھی' کسی دشوار گزر راستے کی تلاش جاری رکھی جائے گی اور اگر کوئی ایسی جگہ نہ بھی ملی تب بھی شام کو جھٹپٹا ہوتے ہی لوٹ کر ان کے عقب میں آ جائیں گے اور پھر جوں ہی وہ قیام کے لئے اپنے گھوڑوں کی پشت چھوڑیں گے ان پر آگ برسا دی جائے گی۔ ہمارے پہلے نشانے راج دیو' راؤ سکندر' شردھانی سردار اور راؤ کے دوسرے ساتھی ہوں گے اور اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو گئے تو پھر تم جانتے ہو کہ ہمارے لئے کوئی مشکل نہ رہے گی۔"

گارساں کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے یہ تجویز بہت پسند آئی ہے۔ اس نے

پروفیسر کا بازو دباتے ہوئے پرمسرت لہجے میں کہا۔ "بہت عمدہ تجویز ہے۔ میں تم سے متفق ہوں۔"

"باقی تیاریاں تمہیں کرنی ہیں گارساں۔

"میں جانتا ہوں۔" گارساں مسرور لہجے میں بولا اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر واپس اپنی جگہ پہنچ گیا گارساں کے ساتھی نے اسی طرح واپس آ کر اپنی جگہ سنبھال لی تھی۔

دوسرے دن وہ معمول کے مطابق آگے بڑھ گئے۔ سوبارا کے وسیع و عریض علاقے کے اسرار کھل رہے تھے ۔ شردھانی سردار کا کہنا تھا کہ سوبارا کے جنگلوں میں رہنے والے بھی اس سے پہلے اس حد تک اندرونی علاقوں میں نہیں آئے تھے اور یہ علاقے اس کے لئے بھی اجنبی ہیں۔ وہ خود بھی بعض اوقات تجسس کا شکار نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ اس علاقے کی سب سے حیرت ناک چیز یہ چھوٹی سی ندی تھی۔ جسے بار بار وہ رخ بدلتے دیکھ چکے تھے۔ پروفیسر غوری خاص طور سے ندی میں دلچسپی لے رہا تھا اور بارہا اس نے کہا تھا۔

"قدیم داستانوں کے سلسلے میں میں نے بہت کام کیا ہے راج دیو آثار قدیمہ میں بہت سی پراسرار کہانیاں ملتی ہیں دنیا کے بیشتر مقامات بھی دیکھے ہیں لیکن یہ ندی میرے تجربات میں ایک ایسا اضافہ ہے جسے میں مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ سائنس اس کے رخ بدلنے کی کوئی توجیہہ نہیں پیش کر سکتی۔ یہ جیسے کسی مشینی عمل کے تحت اچانک رخ بدل دیتی ہے بعض جگہ ساکت لگتی ہے اور بعض جگہ تیز رفتار پانی کی دھار ہواؤں کے تابع نہیں ہوسکتی پھر آخر یہ کونسا عمل ہے۔"

"ہم تو اس کا اتنا گہرا تجزیہ بھی نہیں کر سکتے پروفیسر' آپ کی اس بات کا جواب کیا دے سکتے ہیں۔" راج دیو نے کہا۔

"یہ کہنے میں مجھے عار نہیں کہ سوبارہ کا نام میں نے تم لوگوں کی زبان سے سنا ہے۔ زمانہ جوانی میں مجھے <عجائبات کی تلاش رہی تھی۔ اگر اس دور میں مجھے علم ہوتا کہ خود میرے وطن میں کوئی ایسا انوکھا علاقہ موجود ہے تو شاید میں اپنے تمام وسائل کے ساتھ اس علاقے کو کھنگال مارتا۔ دکھ بس یہ ہے کہ وہ وقت گزر گیا۔"

سفر میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ان لوگوں کو گمان بھی نہ تھا کہ آج کے سفر میں کوئی خونیں واقعہ پیش آنے والا ہے۔ ایڈمنڈ گارساں کی پراسرار خاموشی پر بھی کوئی خاص

توجہ نہیں دی گئی تھی۔ ویسے اس سلسلے میں راؤ اور راج دیو کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ راج دیو نے کہا تھا۔

"تم کچھ بھی کہو راؤ نہ جانے کیوں مجھے اس شخص سے شدید نفرت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اپنی مقصد براری کے لئے ہر دغابازی کر سکتا ہے اسے جو مراعات دے گئی ہیں وہ نقصان دہ بھی ہو سکتی ہیں۔"

"ہم اسے قیدی بنا کر بھی تو نہیں رکھ سکتے راج۔ سچی بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات ہرینڈا سے بھی شرمندگی ہونے لگتی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ غلاموں کی طرح تعاون کر رہا ہے لیکن اس کے صلے میں اسے کیا ملے گا۔ کیا تمہارے علم میں کوئی خزانہ ہے۔ اس خزانے کا تعین مردود گارساں نے کیا ہے۔ اس کی تردید بھی کر سکتے ہیں مگر اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا۔ اس کے بعد ہماری تحقیق سے کسے دلچسپی ہو گی اور حالات بتاتے ہیں کہ اس کے بغیر ہمارے مقاصد کی تکمیل بھی نہ ہو سکے گی اگر ہم اس مقصد سے دستبردار ہو جائیں تو کیا قندیل اور کرنل کے بغیر واپسی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ بقول پروفیسر غوری کے ہم اس طلسم کے قیدی بن گئے ہیں کوئی پراسرار قوت ہم سے کام لے رہی ہے اور ہم صرف کل پرزے بنے ہوئے ہیں ان حالات میں بتاؤ اس کے خلاف کیا عمل کیا جائے۔ اسے خود سے علیحدہ کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہو گا سوائے اس کے کہ وہ ہمیں ڈسٹرب کرتا رہے گا اسے قیدی بنا کر ایک نئی ذمہ داری شانوں پر لینا پڑے گی اس کے علاوہ کسی غیر انسانی عمل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"نہیں نہیں میرا یہ مقصد بالکل نہیں تھا۔ خون خرابے سے ہمیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔" راج جلدی سے بولا۔ لیکن اس کے خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔

سورج پورا دن بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا تھا اس سے موسم کی شدت ختم ہو گئی تھی اور سفر خوشگوار رہا تھا۔ شام کے تقریباً چار بجے تھے اور اس وقت وہ ایک عجیب علاقے سے گزر رہے تھے۔ زمین جگہ جگہ سے کٹی ہوئی تھی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایسے کٹاؤ آ جاتے تھے جہاں گہرائیاں ہوتیں اور انہیں بچ کر نکلنے کے لئے گھوڑے روک کر سمت کا جائزہ لینا پڑتا۔ کہیں ڈھلان شروع ہو جاتی اور کہیں راستہ اتنا خراب ہو جاتا کہ اسے طے کرنے کے لئے مشکل پیش آتی اسی لئے گھوڑوں کی رفتار بالکل سست ہو گئی تھی۔ ان میں

سے کوئی یہ بات محسوس نہ کر پایا تھا کہ انتہائی غیر محسوس انداز میں گارساں کے ساتھی پیچھے ہوتے جا رہے ہیں۔ سست رفتاری کی وجہ سے اس بات پر توجہ نہ دی جا سکی تھی لیکن گارساں اور اس کے تمام ساتھی یکجا تھے اور اس کے گھوڑے اڑ اڑ کر چل رہے تھے۔ گارساں کے منصوبے کے مطابق یہ جگہ بالکل درست تھی اور اس نے اشارہ کیا تھا۔ حشمت بے اور سفینہ بھی منصوبے کے مطابق ان کے بالکل قریب تھے سب مسلح تھے اور پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق ان کے پاس ضرورت کی ساری اشیاء موجود تھیں گارساں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں خون کی چمک لہرا رہی تھی۔ پھر اس کے مطلب کی جگہ بالکل نزدیک آ گئی وہاں سے ڈھلانیں شروع ہوتی تھیں اور کچھ اتنی دشوار گزار تھیں کہ ان پر گھوڑوں کو سنبھلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈھلانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور گھوڑوں کے قدم ان پر صحیح طور سے جم نہ پا رہے تھے۔ گارساں نے عقب میں دیکھا اور اپنے ساتھیوں کو مستعد پایا۔ تب اس نے اچانک ہاتھ اٹھا دیا اور ان کے گھوڑے رک گئے۔ اس دشوار گزار ڈھلان کی وجہ سے ہر شخص اپنے اپنے گھوڑے کو سنبھالنے میں مصروف تھا اور عقب میں نہ دیکھ پایا تھا۔ پھر جب ان کے اور گارساں کے درمیان خاصا فاصلہ ہو گیا تو اچانک ہی گارساں کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے وحشیانہ لہجے میں کہا۔

"فائر۔" اور اس کے ساتھ ہی ڈھلان پر اترنے والوں پر گولیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ فائرنگ کی حیرت میں مبتلا کر دینے والی آواز ابھری اور چار شردھانی جوان گھوڑوں سے نیچے گر پڑے۔ گھوڑے الگ بھڑک گئے اور انہوں نے تو زقندیں بھرنی شروع کر دی تھیں۔ شردھانی جوانوں نے اور راؤ سکندر اور راج دیو کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو گھوڑوں کی پشت پر تو سنبھال لیا لیکن عقب سے ہونے والی فائرنگ بہت خوفناک تھی اور اس سے انہیں شدید نقصان پہنچ رہا تھا۔ وہ سمجھ بھی نہ پائے کہ فائرنگ کرنے والے کون ہیں۔ گھوڑوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا اور اب صرف وہ گھوڑوں کے رحم و کرم پر تھے۔ ہاں اتنا ضرور کیا گیا تھا کہ وہ گھوڑوں کی پشت سے لپٹ گئے تھے۔ کئی گھوڑوں نے بھی قلابازیاں کھائیں اور ان کی پشت پر بیٹھے ہوئے سوار ہولناک چیخوں کے ساتھ پتھروں سے رگڑتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے لیکن اب اپنے آپ کو سنبھالنا خود ان کے بس کی بات نہیں تھی

اور عقب سے گارساں کے ساتھی مسلسل گولیاں برسا رہے تھے - اچانک ہی سفینہ کے حلق سے غراہٹ نکلی اور اس نے اپنا گھوڑا ڈھلان کی جانب بڑھایا لیکن گارسان نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی تھی۔

"نہیں ہمیں اس ڈھلان سے نیچے نہیں اترنا۔"

"وہ بچ گیا ہے وہ کتا' بچ گیا ہے۔" سفینہ نے غزال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ گھوڑے آن کی آن میں ان ڈھلانوں کو عبور کر کے بہت دور نکل گئے تھے اور اب ان پر صحیح نشانے نہیں لگائے جاسکتے تھے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا کہ ان کا تعاقب کیا جائے۔ گارساں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل ہوئی تھی اور وہ ان میں سے چند افراد کو ہی ہلاک کر سکا تھا۔ اس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔ بس نشانہ بازی کمزور رہی تھی۔ اسے سب سے زیادہ دکھ راؤ سکندر اور راج دیو کے زندہ بچ جانے کا تھا۔ باقی لوگ تو اس کے خیال میں بے ضرر تھے۔ سوائے ان شردھانیوں کے لیکن جو کچھ کر چکا تھا اب اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ کار نہیں تھا کہ ان لوگوں پر گولیوں کی بارش کرتا رہے اور وہ اور اس کے تمام ساتھی اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے لیکن اس وقت شردھانیوں کے گھوڑوں نے اپنے مالکوں کی زندگیاں بچانے میں اہم ترین کارنامے انجام دیئے تھے صرف چند ہی افراد تھے جو ان گھوڑوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے لیکن ان کے گھوڑے بھی زندہ بچ نہ پائے تھے اور چٹانوں میں اچھل کود مچاکر دم توڑ رہے تھے۔ ڈھلانوں پر پڑے ہوئے پتھر خون سے سرخ ہوئے اور آن کی آن میں آگے جانے والے ایک چٹانی دیوار کی آڑ میں محفوظ ہو گئے جونہی گارساں نے محسوس کیا کہ اب ان کی چلائی ہوئی گولیاں ان لوگوں پر کارگر نہیں ہو سکتیں تو اس نے فوراً ہی داہنی جانب اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس سمت اتر جائیں سفینہ بری طرح دانت پیس رہی تھی اس نے بگڑے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ تو کچھ نہ ہوا انکل گارساں' غزال بچ گیا میرا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا' آپ کے یہ ساتھی رائفلیں چلانا نہیں جانتے۔"

"آؤ بے بی ابھی ہمارے پاس بہت وقت ہے تم جو کچھ چاہتی ہو اس کی تکمیل میں کروں گا۔ آؤ دیر نہ کرو وہ لوگ منظم ہو کر جوابی کارروائی بھی کر سکتے ہیں فوراً اپنے گھوڑوں کے رخ تبدیل کر دو۔"

گارساں نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ پروفیسر حشمت بے بھی اس کے ساتھ تھا اور پھر وہ داہنی سمت کے ڈھلانوں میں اترتے چلے گئے۔ یہاں ڈھلان طے کرنے کے بعد ایک وسیع و عریض میدان نظر آ رہا تھا۔ جس کے آخری سروں پر درخت موجود تھے گویا وہ جنگلوں کا سلسلہ تھا اس طرح انہیں ندی کا راستہ ضرور چھوڑنا پڑتا تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ندی کا رخ تو پھر بھی اختیار کیا جا سکتا تھا مسئلہ اس وقت اپنی زندگیوں کے تحفظ کا تھا چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد سارے گھوڑے منظم طور پر اس وسیع و عریض میدان کو عبور کر رہے تھے اور ندی کے ساتھ ساتھ جانے والے راستے کی نسبت یہ میدان زیادہ ہموار تھا - بلاشبہ اس میں بھی کہیں کہیں نوکیلی اور خطرناک چٹانیں ابھری ہوئی تھیں جو بعض جگہ گھاس سے ڈھکی ہونے کی وجہ سے نظر بھی نہ آتی تھیں لیکن گھوڑے جانتے تھے کہ انہیں اپنی رفتار کیسے برقرار رکھنی ہے چنانچہ وہ اپنے مالکوں کو بچا بچا کر ان کے اشارے پر دوڑ رہے تھے اس طرح گارساں اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ جنگلوں کی سمت نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اسے یہ احساس پورے طور پر تھا کہ وہ کوئی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دے سکا ہے۔ منصوبہ اس انداز میں تکمیل تک نہیں پہنچا تھا جس انداز میں اس نے سوچا تھا اس کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ راج دیو اور اس کے گروہ کے کم از کم ان افراد کو ضرور ختم کر دے جو شردھانیوں کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اگر وہ ہلاک ہو جاتے تو پھر شردھانیوں کا کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ اپنے طور پر آگے جانے کے راستے کہاں سے تلاش کر سکتے تھے اس ناکامی پر وہ بری طرح جھلایا ہوا تھا لیکن دوش کسی کو نہیں دے سکتا تھا۔ وہ خود بھی اس سلسلے میں کوئی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دے سکا تھا حالانکہ فاصلہ زیادہ نہیں تھا لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ وہ لوگ آگے نکل چکے تھے اور شردھانی عقب میں تھے۔ اس طرح ان کی زندگیاں بچ گئی تھیں گارساں برق رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا رہا اور پھر یہ لوگ وسیع و عریض میدان عبور کر کے جنگل میں داخل ہوگئے اور درختوں کے درمیان ہی بہت دور تک نکل گئے یہ خوف بھی دامن گیر تھا کہ کہیں وہ لوگ سنبھل کر واپس نہ آ جائیں اور ان کی جانب رخ کر کے انتقامی کارروائی نہ کریں۔ صحیح طور پر اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ کتنے لوگ ہلاک ہوئے۔ شردھانیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور اگر وہ انتقامی کارروائی کے لئے پلٹ پڑے تو پھر انہیں روکنا مشکل ہی کام تھا اس لئے درختوں کے درمیان بھی سفر جاری رکھا گیا وہ کم از کم اتنا

فاصلہ طے کر لینا چاہتے تھے کہ شردھانی آسانی سے ان تک نہ پہنچ پائیں۔ پروفیسر حشمت بے
بھی خاموش تھا اور اس کے دانت بھنچے ہوئے تھے۔ درختوں کے درمیان وہ ایک سیدھ میں
چلتے رہے۔ خاصا گھنا جنگل تھا اور اوپر کا منظر نظر نہیں آ رہا تھا۔ شام آہستہ آہستہ جھکتی جا
رہی تھی پھر جب درختون کے درمیان بالکل ہی تاریکی پھیل گئی تو انہوں نے گھوڑوں کی
رفتار ست کی' گارساں پریشان تھا کہ اب کیا کرے رات کی تاریکی میں درختوں کے بارے
میں صحیح اندازہ بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس بات کا خطرہ موجود تھا کہ درختوں کے درمیان
سانپ وغیرہ بھی موجود ہوں ہو سکتا ہے وحشی درندے بھی یہاں نظر آ جائیں ان سے بچاؤ کا
کوئی مناسب انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں پروفیسر حشمت بے سے مشورہ
کیا تو حشمت بے آہستہ سے بولا۔

"میری رائے ہے جب تک ہمارے لئے آگے بڑھنا ممکن ہو بڑھتے رہیں ورنہ اپنی
موت کا منظر خود بھی نہ دیکھ پائیں گے۔" گارساں نے ایک لمحے کے لئے محسوس کیا تھا کہ
پروفیسر حشمت بے کا لہجہ خوشگوار نہیں ہے لیکن اب وہ سمجھ داری سے کام لینا چاہتا تھا چنانچہ
اس نے حشمت بے کی ہدایت پر ہی عمل کیا اور یہ ان کی خوش بختی ہی تھی کہ انہیں زیادہ
وقت نہیں گزرا تھا کہ درختوں کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اب وہ ایک وسیع و عریض پہاڑی
سلسلے کے دامن میں تھے۔ پہاڑیوں کی یہ اونچی دیواریں تاحد نگاہ پھیلی ہوئی تھیں اور تاریکی
میں ان کے ہیولے نظر آ رہے تھے تاہم یہ جگہ جنگلوں کی نسبت قیام کے لئے بہت بہتر تھی
اور وہ اس جگہ کو غنیمت سمجھ رہے تھے لیکن اس کے باوجود جس جگہ انہوں نے جنگلوں کا
سلسلہ چھوڑا تھا وہاں سے تقریباً تین میل تک سیدھ میں بڑھتے چلے گئے۔ حشمت بے نے
اس سلسلے میں بھی رہنمائی کی تھی اور بالآخر انہوں نے قیام کا فیصلہ کر لیا لیکن یہ قیام بھی
مورچہ بندی کی شکل میں تھا۔ پہاڑیوں میں چٹانیں تلاش کی گئی تھیں اور چٹانوں کی آڑ میں
باقاعدہ مورچے لگا لئے گئے تھے انہوں نے گھوڑوں کو مضبوطی سے باندھا اور پھر وہاں آرام
نے لگے تھوڑی دیر کے بعد گارساں نے کھانے پینے کی اشیاء نکلوائیں اور سب اپنی اپنی
شکم سیری کرنے لگے۔ گارساں نے بہت سے لوگوں کو پہرے داروں کی حیثیت سے مقرر کیا
اور خود بھی ان کے ساتھ آدھی رات تک جاگتا رہا وہ ہر آہٹ پر کان لگائے ہوئے تھا اور ہر
لمحہ اسے اس خوف کا احساس ہو رہا تھا کہ شردھانی ان کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ

گئے ہیں۔ پروفیسر حشمت بے خاموش تھا اور سفینہ بھی گہری سوچوں میں گم تھی کافی دیر کی
خاموشی کے بعد سفینہ نے کہا۔

"میں سمجھتی ہوں ڈیڈی یہ سب کچھ بہتر نہیں ہوا اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟" پروفیسر حشمت بے ناگوار لہجے میں بولا۔

"اوہ ڈیڈی' ڈیڈی میں شدت انتقام سے دیوانی ہو رہی ہوں میں اس کتے کو قتل کر دینا
چاہتی ہوں میں اسے ہلاک کر دینے کی خواہاں ہوں۔"

"میں اسے تمہاری دیوانگی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا اصولی طور پر تم اس شخص کو
قتل کرنے کی مجاز نہیں ہو ویسے یہ دوسری بات ہے کہ وہ لوگ ہمارے مفاد کے خلاف تھے
لیکن تمہاری سوچ سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔"

"تو میں چاہتی بھی کب ہوں کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں۔"

"تم بہت خود سر ہو چکی ہو سفینہ تمہاری ہی وجہ سے مجھے اس منصوبے میں شریک ہونا
پڑا دیکھ لو اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ میں آج بھی یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ گارساں احمق
ہے وہ کسی منصوبے کو صحیح طور پر لیڈ نہیں کر سکتا اس میں اور اس کے ساتھیوں میں یہ
صلاحیت نہیں ہے آہ کتنی احمقانہ حرکت ہوئی ہے مجھ سے بھی۔ میں بھی جذباتی ہو گیا تھا
لیکن اب میرے ہاتھ بھی کٹ چکے ہیں اگر گارساں کی حماقتوں کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو
ہمارے لئے موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے ڈیڈی مر جانا بہتر ہے ہم ان لوگوں سے تعاون نہیں کر سکتے اور
اب اگر آپ نے مسٹر گارساں سے انحراف کیا تو خود گارساں آپ کو نہیں چھوڑے گا۔ یہ
بات بھی آپ ذہن نشین کر لیجئے۔"

"اوہ جانتا ہوں میں جانتا ہوں۔"

"پہلے بھی آپ نے لوئیس ڈی پارلو کا ساتھ اختیار کر کے غلطی کی تھی اب میں آپ کو
دوسری غلطی نہیں کرنے دوں گی۔"

"فضول باتیں کئے جا رہی ہو میں کب کہتا ہوں کہ اب گارساں سے علیحدگی ہمارے حق
میں بہتر رہے گی۔ میں تو صرف اس بات کا اظہار کر رہا ہوں کہ گارساں وہ نہیں کر رہا جو
اسے کرنا چاہئے تھا۔ کچھ ان لوگوں کی قسمت ساتھ دے رہی ہے اور کچھ ہماری نااہلی'

گارساں کے ساتھی یقیناً اس پائے کے لوگ نہیں ہیں جو کسی بہتر منصوبہ بندی میں موثر کارروائی کر سکیں۔" سفینہ خاموش ہو گئی تھی اس کے بعد پروفیسر حشمت بے نے بھی کچھ نہ کہا۔ کوئی کام ایسا نہیں ہوا تھا جو امید افزا ہوتا۔ پروفیسر کو گارساں نے ہی بلایا تھا اور کچھ اس طرح اظہار کیا تھا جیسے خزانہ اس سے چند گز کے فاصلے پر چھپا ہوا ہو۔ بس ایک گھنٹے کی مدد سے اسے اس کی اصل جگہ سے نکالنا ہے اور پروفیسر حشمت جو اپنی بیٹی کے ساتھ دوڑ پڑا تھا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ خزانے کے حصول کے لئے ایک سفر بھی کرنا پڑے گا۔ ہندوستان کے پراسرار علاقوں کا سفر بھی دلکشی کا حامل تھا۔ خاص طور سے سفینہ بہت خوش تھی۔ حشمت البتہ اس بات سے شروع ہی میں بے چین ہوا تھا کہ گارساں نے دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی خزانے کی دعوت دے رکھی ہے پھر وہ لوگ جنگلوں میں داخل ہوگئے۔ مصائب کا آغاز ہوا اور گارساں کے انداز میں وحشت بیدار ہونے لگی۔ اس کے تمام اقدامات بے سر و پا ثابت ہو رہے تھے چنانچہ لوئس بد دل ہوگیا اور گارساں نے اسے قیدی بنا لیا۔ حشمت بے کو اب خراب صورت حال کا احساس ہوا تھا اور اس نے فیصلہ کیا کہ گارساں کے بجائے لوئس ڈی پارلو کا ساتھ اختیار کیا جائے راستوں کے بارے میں پروفیسر ہی گارساں کا رہنما تھا اور لوئس ان حالات سے پریشان ہو کر واپسی کے لئے بے چین تھا اس طرح حشمت نے فیصلہ کیا کہ پہلے پارلو کے ساتھ فرار کی راہ اختیار کی جائے اور اسے غلط راستہ بتایا جائے اس طرح اسے آگے جانے کا کوئی بہتر راستہ مل سکے۔ چنانچہ اس نے فرار کے سلسلے میں لوئس کی مدد کی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ نکل گیا پھر راج دیو وغیرہ مل گئے اور وہ ان کے منصوبے میں شریک ہوگیا اور اس کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئی تھیں لیکن سب کی سب بے کار اب کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ یہ آخری عمل اس نے سفینہ کے ایماء پر کیا تھا اور اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔

رات گزر گئی۔ دوسری صبح گارساں مطمئن نظر آ رہا تھا۔ حشمت کو دیکھ کر اس نے قہقہہ لگایا۔ "خطرہ ٹل گیا پروفیسر' وہ ہمیں تلاش نہیں کر سکے۔ میں بہت زیادہ حوصلہ مند ہوں خزانہ صرف ہمارا ہے کیا تم اس بات پر یقین رکھتے ہو۔"

"کیوں نہیں مسٹر گارساں۔"

"اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ یہاں سے راستے کا تعین کرو اور آگے چل پڑو۔"

"ہمیں یہی سیدھ اختیار کرنا ہو گی ان کے خطرے کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

"اوہ ہم متحد رہیں گے اگر ان سے ٹکراؤ ہو بھی گیا تو انہیں ہم سے ایک خوفناک مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

حشمت بے نے کوئی جواب نہ دیا۔ گارساں بہت اپ سیٹ نظر آرہا تھا شاید اس پر کوئی نیا جنون سوار ہوا تھا۔ تیاریوں کے بعد وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اس کے بعد گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگے گارساں سب سے آگے تھا اور اپنے ساتھیوں سے تیز رفتاری سے گھوڑے دوڑانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ راستہ بھی ان کا معاون ہوا اور کوئی رکاوٹ سامنے نہ آئی لیکن دوپہر کے بعد انہوں نے بلندیوں سے ڈھلانوں میں کچھ لوگوں کو دیکھا وہ گرتے پڑتے آگے بڑھ رہے تھے۔ گارساں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ اور سب رک گئے۔

"یہ کون لوگ ہیں۔" وہ حیرانی سے بولا۔ حشمت نے بھی ان لوگوں کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"پارلو۔ لوئس ڈی پارلو۔ اور اس کے چند ساتھی۔"

"ہاں وہی ہے۔ میں نے پہچان لیا ہے۔ ہو آ آ۔ آؤ یہ چور بھی مل گیا۔ واہ۔ آؤ۔" اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔

○

کرنل فیروز یہ کہانی سن رہا تھا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اسے حیرت تھی کہ جو کچھ اس نے سوچا ایرا نے کیسے جان لیا۔ لیکن حیرت اب ایک بے معنی لفظ کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ کون کونسی بات پر حیرت کرتا۔ وہ تو سپاہی تھا۔ "لاء اینڈ آرڈر" پر عمل کرتے زندگی گزری تھی۔ مشین گنوں سے دشمن پر آگ برسانا اور فوجی مفاد کے لئے مہمات سرانجام دینا اس کا پیشہ رہا تھا۔ ایسی کسی مہم کی بارے میں اس نے کوئی کہانی بھی نہیں سنی تھی جبکہ وقت نے خود اسے ایک ناقابل فہم کہانی کا کردار بنا دیا تھا۔ جادو کے بارے میں زیادہ سے زیادہ اتنا سنا تھا کہ کچھ لوگ ناقابل یقین قوتیں تسخیر کر لیتے ہیں اور ان سے اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں لیکن یہ پوری جادو نگری اس کے لئے بڑی حیران کن تھی سب سے زیادہ ہیجان خیز خیال یہ تھا کہ وہ قندیل کا راز پا گیا تھا وہ جان چکا تھا کہ راج دیو کو

ملنے والی لاش کیا تھی اور قندیل درحقیقت ایک ساحر کی بیٹی تھی۔ یہ بات ابھی کوئی نہیں جانتا تھا اور وہ اس طرح گم ہو گئے تھے کہ اب۔

"نہیں کرنل - یہاں تمہاری سوچ غلط ہے اگر میں تم سے کہوں کہ یہ سب کچھ ایک لازمی عمل تھا اور یونہی ہونا تھا کیونکہ اکال ترپاشا معمولی ساحر نہ تھا یہ بھی سچ ہے کہ آج بھی شوما اس کے جادو کے سامنے ہیچ ہے لیکن یہ سب کچھ ایک عمل ہے اور یوں ہونا ضروری تھا سو میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں کہ شتا کے رکھوالوں کی ایک الگ حیثیت ہے اور ان کی حفاظت کی جا رہی ہے کیونکہ اکال ترپاشا نے ان پر نگاہ رکھی ہے۔ وہ جن مصائب سے گزر رہے ہیں وہ اکال ترپاشا کی مخالف قوتوں کے پیدا کئے ہوئے ہیں لیکن ان کا مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ اور سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن ان کی زندگیاں محفوظ رہیں گی اور میں نے دیکھا ہے میں جانتی ہوں کہ شتا کے رکھوالے کون ہیں۔ تم یوں نہ سوچو' جو تمہارے ہیں سوبارا کے درخت بیل بوٹے پتھر ان کے محافظ ہیں اور ان کی جانب پھینکے جانے والے حربوں کا رخ تبدیل کر دیا جاتا ہے اور یہ کام جاری ہے۔"

کرنل ایک بار پھر ایرا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایرا اس کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر خیال سے آشنا تھی وہ تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔

"گویا یہ درست ہے کہ تم وہ ہو جو راج دیو کے نوادر خانے میں تھیں۔"

"یہ سوال تو اب بے کار ہی ہے۔"

"لیکن تم نے کہا ہے کہ اب میرا اس پوری کہانی سے آشنا ہونا ضروری ہے اور جب تم نے اس عمل کا آغاز کر ہی دیا ہے تو مجھے کچھ باتوں سے ناآشنا رکھنا ضروری کیوں سمجھتی ہو؟"

"میں نے کب یہ چاہا۔ لیکن تم یہ جان چکے ہو کہ ایک مخالفانہ عمل جاری ہے اور آنے والے وقت کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شوبابا ہوترا ہمارے عمل کا توڑ نہ کرے گا۔"

"تم نے ایک طویل عرصہ ہماری دنیامیں گزارا ہے۔" کرنل نے کہا۔

"ہاں اور جو کچھ تمہاری دنیا کے بارے میں جانا اس پر حیران ہوں۔"

"کیوں۔"

"یہ جاننا ثابت کرتا ہے کہ جہاں اکال ترپاشا نے تمہاری دنیا کے روشن رخ دیکھے وہاں شوبابا ہوترا کی معلومات بھی غلط نہیں تھیں فرق صرف اتنا ہے کہ اکال یہ روشنی ست گاتا کو دینا چاہتا تھا جبکہ باہوترا صرف اقتدار کا خواہش مند تھا۔"

"میں دوسرا سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"تم نے اتنا طویل انتظار کیوں کیا؟"

"یہ ضروری تھا اس لئے کہ شتا جوان ہو جائے۔ اسے اس سلسلے میں اپنا کام سرانجام دینا ہے شوما اسی سے تو خوفزدہ ہے ورنہ باقی سب سے تو وہ مقابلہ کر سکتا ہے۔ شتا وہ روشنی لائی ہے ست گاتا کے لئے جس کا خواہش مند اکال ترپاشا تھا اور یہ سب ایک زنجیر کی مانند ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور اب تک اکال کو ناکامی نہیں ہوئی۔ سنو کرنل ست گاتا کے ساحر بارود کی جادو سے واقف نہیں ہیں وہ جادو نگری کے باہر کا سحر نہیں جانتے جبکہ شتا وقت آنے پر اکال کا سحر اور تمہاری دنیا کا جادو استعمال کر کے باہوترا کو شکست دینے کی اہل ہو گی اور باہوترا یہ جان چکا ہے وہ شتا سے ڈرتا ہے اس طرح شتا کا جوان ہونا ضروری تھا۔"

"کیا وہ اپنے بارے میں جانتی ہے۔" کرنل نے پوچھا۔

"کون شتا؟" ایرا نے پوچھا۔

"ہاں!"

"نہیں وہ کچھ نہیں جانتی اور اس کا بے خبر رہنا ضروری تھا اگر وہ وقت سے پہلے جان لیتی تو سارا کھیل بگڑ جاتا لیکن اس کے وجود میں اکال ترپاشا کا خون دوڑ رہا ہے اور اس خون نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا ہو گا' اسے یہ ضرور معلوم ہے کہ اس کی دنیا کہیں اور ہے۔"

"ہاں وہ اپنی ذات میں منتشر ہے۔" کرنل نے کہا اور چونک کر بولا لیکن تم جانتی ہو کہ وہ دشمنوں کے قبضے میں ہے اسے خطرہ درپیش ہے۔"

"بے شک' لیکن وہ محفوظ رہے گی کیونکہ اس کی ذات میں بہت کچھ پوشیدہ ہے۔ بس وہ اس کے استعمال سے ناواقف ہے اور جب میں نے تم سے کہا کہ سوبارا کے پتھر تمہارے محافظ ہیں تو شتا تو ان پتھروں کی مالک ہے۔"

"گویا تم مطمئن ہو؟"

"میں۔" ایرا نے گہری سانس لی پھر آہستہ سے بولی۔

"لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔" اس کے بعد اس نے کرنل کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا تھا اور آنکھیں بند کر لی تھیں۔

کرنل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے گردن جھٹکی اور خود بھی ایرا سے بے تعلق ہو گیا ہاں اس نے اس کے بعد ایرا کو ایک ہی کیفیت میں بیٹھے دیکھا اور نہ جانے کب وہ گہری نیند سو گیا۔ دوسری صبح جاگا تو بارش ہو رہی تھی وہ خود اسی دہانے کے پاس تھا لیکن ایرا باہر نظر آ رہی تھی وہ خوش تھی اس نے کرنل کو آواز دی۔

"باہر آ جاؤ کرنل۔ ہمیں کامیابی کا نشان عطا ہوا ہے آؤ باہر آ جاؤ آسمان سے سحر برس رہا ہے یہ تمہارے لئے ہے جلدی کرو میں دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں باہر آ جاؤ۔"

کرنل باہر نکلا تو ایرا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بادل زور سے گرجا تو ایرا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ "ہاں ہمارے سفر کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہم سفر جاری کر چکے ہیں آؤ کرنل تیز قدموں سے چلو۔" کرنل فیروز بادل نخواستہ ایرا کے ساتھ آگے چل پڑا تھا۔

"آسمان کے سحر نے ہمیں آغوش میں لے لیا ہے ہمارا بقیہ سفر آسان ہو گیا ہے چلتے رہو کرنل رفتار تیز کرو ہمیں اس سحر کی آغوش میں یہ سفر مکمل کر لینا چاہئے۔ لیکن اس سحر کی آغوش میں سفر کرتے ہوئے کرنل کی حالت بری ہو چکی تھی اس کا لباس بری طرح بھیگ گیا تھا اور پورا بدن کیچڑ سے لت پت ہو گیا تھا کیونکہ یہاں کی مٹی کچھ عجیب تھی نہ جانے کب تک یہ سلسلہ جاری رہا گہرے بادلوں کی وجہ سے کچھ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ پھر ایرا رک گئی۔ بارش ابھی بھی اسی زور و شور سے ہو رہی تھی اور ایسی دھواں دھار تھی کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اگر ایرا نے اس کا ہاتھ نہ پکڑ رکھا ہوتا تو وہ ضرور ٹھوکریں کھاتا۔ پھر وہ کسی چٹان کے اندر بنا ہوا غار ہی تھا جس کے دہانے سے ایرا اندر داخل ہوئی تھی. تب کرنل کو بارش سے نجات ملی اور اس نے پیشانی سے ٹپکتی ہوئی پانی کی دھار کو آنکھوں سے صاف کیا۔ دہانے کے باہر بارش کی چھما چھم صاف سنائی دے رہی تھی۔

"اگر بارش نہ ہوتی تو ہمارے لئے یہ سفر آسان نہ ہوتا۔" ایرا نے کہا۔

"اوہ اتنی سی بات نہیں سمجھتے۔ ست گاتا کی زمین پر ساحروں کا پہرہ ہے۔ ہمیں ان کا

مقابلہ کرنا پڑتا۔" ایرا نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس میں صرف تمہیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔" کرنل نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں بھوک کے سحر کا شکار ہوں اور تھوڑی دیر کے بعد شاید سردی کے سحر کا شکار بھی ہو جاؤں کیونکہ بھیگے ہوئے لباس کو برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔" کرنل نے کہا اور ایرا ہنس پڑی۔

"تمہاری حسیات بھی بارش کا شکار ہو گئی ہیں ورنہ تمہیں اپنی ضرورت کی چیزوں کا ضرور احساس ہو جاتا۔"

"میری ضرورت کی چیزیں۔" کرنل نے حیرت سے کہا اور پھر اسے اس بو کا احساس ہوا جو غار کے ایک گوشے سے اٹھ رہی تھی اور یہ بھنے ہوئے گوشت کی اٹھتی ہوئی بو تھی۔ یہ گوشت کسی جنگلی جانور کا تھا اور نہایت لذیذ تھا کرنل سفر کی تکلیف بھول گیا اور گوشت پر ٹوٹ پڑا۔ شکم سیر ہوا تو دوسری چیز نظر آئی یہ نیا لباس تھا نزدیک ہی رائفل وغیرہ بھی رکھی ہوئی تھی کرنل نے وہ لباس بھی پہن لیا اور بھیگے لباس سے جان چھڑائی پھر اس نے ایرا سے کہا ایرا خود تمہارا سحر بے مثال ہے تمہیں اس میں کہاں تک دسترس حاصل ہے۔"

"ست گاتا ساحروں کی سرزمین ہے یہاں پیدائش کے وقت ہی کے بون گردن میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور یہ کے بون مستقبل کے راہنما ہوتے ہیں پھر ماں باپ وہ علم بچپن سے سکھاتے ہیں جو اولاد کو ساحروں کی زمین پر جینا سکھائے۔ اس کے بغیر جینا ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن ساحر اپنے علم کی برتری کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور اپنے دشمنوں کی جان کے لاگو ہوتے ہیں اکال تریاشا اسی کے خلاف تھا۔ لیکن میرا علم میرا سحر عام ساحروں سے مختلف ہے۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"مجھے حکم ہے کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے بس ضرورت کے مطابق سحر کی اس امانت میں سے خرچ کروں جو کسی کے حوالے کرنا ہے۔"

"امانت۔"

"ہاں اکال کی امانت جو اس نے اپنی بیٹی تک پہنچانے کے لئے مجھے دی ہے جیسے

شانو ناتو۔" ایرا نے گلے میں پڑے ہوئے سنہری سانپ پر ہاتھ پھیرا۔ "یہ شانو ناتو ہے اکال کا غلام میرے کام آنے والا۔ اکال نے دور کی نگاہ سے دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا کہ واپسی میں ساحر مجھ سے لاعلم نہیں رہیں گے اسوقت شانو ناتو کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہوں گی۔"

"ہاں یہ سانپ ابتدا سے تمہاری گردن میں تھا .... شاید لکڑی کے وہ ٹکڑے جو قندیل میرا مطلب ہے نشتا کے پاس تھے۔"

"میں نے تم سے کہا نا کہ اکال ترپاشا نے بہت دور کی نگاہ سے دیکھا تھا وہ جانتا تھا کہ ہم ضرور واپس آئیں گے اس کے لئے اس نے وہ نقشہ بنایا تھا جو تمہاری رہنمائی کرے لیکن ساحر بہت جلد ہم سے آگاہ ہو گئے شاید اس وقت جب ہم سوبارہ میں داخل ہوئے مجھے کچھ دیر سونا تھا لیکن ساحروں نے مجھے لے جانا چاہا اور میں جاگ گئی پھر میں نے خود ہی خود کو سنبھال لیا کہ یہ ضروری تھا۔"

"اب میں نشتا کے لئے پریشان ہوں۔ وہ ساحروں کے قبضے میں ہے وہ اسے آسانی سے پنے چنگل سے نہ نکلنے دیں گے۔ اکال کے جاگنے کا وقت آگیا ہے ہمارا یہ سفر زندوں کے قبرستان پر ختم ہو گا اور میں اکال کو جگا دوں گی اکال جاگے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا ہماری ذمہ داری بھی اتنی ہے کہ ہم صبح وقت پر اسے جگا دیں وہ ساحروں سے نشتا کو حاصل کرے گا اور نشتا کی حفاظت اسے سونپ دی جائے گی۔"

باہر بارش رک گئی لیکن اندھیرا برقرار تھا ایرا پھر خاموش ہو گئی تھی اور اس کا انداز اونگھنے کا سا ہو گیا تھا کرنل پر بھی کہولت طاری ہو گئی پھر وہ اس وقت چونکا جب غار میں ایک پراسرار روشنی کی کرنیں داخل ہوئیں۔ ایرا نے بھی اس وقت آنکھیں کھول دی تھیں۔

"یہ روشنی۔" کرنل کی سرسراتی آواز ابھری۔

"چاند نکل آیا ہے - چلو وقت ہو گیا ہے۔ اب چاندنی کا وقت نمودار ہو گا وہ راہنما ہے اور یہی ہماری منزل۔" ایرا باہر نکل آئی کرنل نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ بارش کا پانی جگہ جگہ موجود تھا لیکن اب آسمان صاف ہو چکا تھا ایرا نے ایک سمت اختیار کی اور چل پڑی اونچے نیچے ٹیلے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور بے حد پراسرار لگ رہے تھے مدھم چاندنی فضائے بسیط پر محیط تھی اور ایرا محتاط ہو کر چل رہی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی پھر وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گئی اور مور کی طرح گردن اٹھا اٹھا کر چاروں طرف

دیکھ رہی تھی۔ دفعتہ اس کی چیخ ابھری۔

"کائی شونا۔ دمبوتا۔ دمبوتا بائی شوا تورا۔" وہ بری طرح چیخنے لگی اس کی آواز خوشی سے لرز رہی تھی۔ کرنل خود بھی ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا پھر اس نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا زمین سے ایک درخت کا تنا ابھر رہا تھا بے حد چوڑا تنا تھا لیکن کسی سنہری مینار کی مانند پھر اس میں سے شاخیں پھوٹنے لگیں سنہری چمکدار شاخیں جو چاروں طرف پھیلتی جا رہی تھیں دیکھتے دیکھتے وہ ایک سنہرے چمکدار درخت کی شکل اختیار کر گیا۔ اور ایرا نے ٹیلے کے نیچے چھلانگ لگا دی۔ آؤ کرنل اس نے کہا اور درخت کی طرف دوڑنے لگی۔

وحشی گارساں فاصلہ طے کر کے ان لوگوں تک پہنچ گیا جو انتہائی برے حال میں نظر آ رہے تھے۔ ان کی تعداد پانچ تھی لوئس ڈی پارلو کے ساتھ ہڈسن اور اس کے دوسرے ساتھی تھے جن کے چہرے فاقہ کشی کی تصویر بنے ہوئے تھے ہونٹ خشک تھے لباس تار تار تھے اور ان پر خون کے دھبے خشک ہو چکے تھے۔ آنکھیں ویران اور حلقوں میں گھسی ہوئی تھیں اور ان میں زندگی مفقود نظر آ رہی تھی انہوں نے گھوڑوں کے سموں کی آوازیں سن لی تھیں اور سہمے ہوئے انداز میں رک گئے لیکن رک کر کوئی بھی اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا تھا اور سب زمین پر بیٹھ گئے تھے۔

گارساں نے اپنا گھوڑا ان کے سامنے روک دیا اور اس کے حلق سے قہقہہ نکلا۔ ”اوہ لوئس ڈی پارلو میرے دوست میرے دیرینہ دوست تم.... تم نے دیکھا یہ جنگل بھی دنیا کی طرح گول ہے ہم طویل عرصہ جدا رہنے کے بعد پھر مل گئے۔“

”گارساں ہمیں کھانے کے لئے کچھ دو۔ ہم بھوکے ہیں۔“ لوئس کے منہ سے نحیف آواز نکلی اور گارساں گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے چاروں طرف گردن گھماتے ہوئے کہا۔

”ضرور میری جان ضرور۔ لیکن تمہارے بقیہ ساتھی کہاں ہیں سب کو بلا لو' کہاں ہیں وہ؟“

”وہ سب شردھانیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔“ پارلو نے بدستور کمزور آواز میں کہا۔

”آہ افسوس۔ میں نے تمہیں اس لئے تو ان جنگلوں کی سیر کی دعوت نہ دی تھی کہ تم اس طرح غیروں کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ آخر تم میرے ہم وطن اور ہم نسل ہو۔ میں ان کے لئے غمزدہ ہوں۔ ان سب کے لئے بہت دکھی ہوں۔“

”ہم آٹھ نو دن کے بھوکے ہیں گارساں۔ ہماری مدد کرو۔“

”میں ضرور تمہاری مدد کروں گا پارلو۔ حالانکہ تم نے..... تم نے مجھ سے پوری پوری

غداری کی۔ اپنی اس حالت کے ذمہ دار تم خود نہیں ہو میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ان جنگلوں سے نکلنا آسان نہ ہو گا میرا ساتھ دیتے رہو ہم خزانہ لے کر ہی واپس چلیں گے۔ بولو کہا تھا نا میں نے تم سے؟“

”ہاں گارساں مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔“

”اور تم تنہا تو نہ گئے بلکہ پروفیسر حشمت بے کو بھی ساتھ لے گئے حالانکہ پروفیسر میرے لئے کس قدر اہم تھا دیکھ لو.... دیکھ لو.... وہ عقل مند تھا میرے پاس آ گیا اور اب وہ ایک عظیم خزانے کا مالک ہے اور تم؟“

”گارساں ہمیں خزانہ نہیں چاہئے ہم مر رہے ہیں ہم بھوک سے مرنے والے ہیں۔ ہماری مدد کرو۔“ لوئس نے عاجزی سے کہا۔

پروفیسر حشمت بے نے آہستہ سے سفینہ سے کہا۔ ”گارساں ان سے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہے۔“

”کیا مطلب ڈیڈی۔“

”وہ انہیں کھانے کو نہ دے گا۔“

”اسے یہی کرنا چاہئے ڈیڈی۔“

”کیا بکواس کرتی ہو۔“ پروفیسر جھلا کر بولا۔

”وہ عقل مند ہے ڈیڈی۔ لوئس نے اس کا ساتھ کیوں چھوڑا تھا۔“

”تمہاری روح میں شیطان حلول کر گیا ہے تم اتنی وحشی فطرت کی مالک کیسے ہو گئیں۔“ پروفیسر نے کہا۔

”تمہیں اب بھی خزانہ نہیں چاہئے لوئس۔“ گارساں نے پوچھا۔

”ہاں گارساں۔ دنیا کا سب سے بڑا خزانہ پیٹ بھر کر روٹی اور پر سکون پناہ گاہ ہے۔ دولت کے انبار بے حقیقت ہوتے ہیں گارساں سونے کے ڈھیر چمکتے ہوئے ہیرے نہ پیٹ بھر سکتے ہیں نہ تمہاری زندگی کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ انسان کی انسان سے محبت سب سے بڑا خزانہ ہے تاہم اگر تم خزانہ حاصل کر چکے ہو تو تمہیں مبارک۔ ہم تمہارے اس خزانے کی باربرداری کریں گے اور تم سے کچھ نہ مانگیں گے۔ ہم تمہاری غلامی کریں گے گارساں تم دیر کر رہے ہو ہمیں کچھ کھانے کے لئے دو۔“

"اوہ واقعی تم بھوک سے بے حال ہو۔ پروفیسران بے چاروں کو کھانے کے لئے کچھ چاہئے۔ یہ ہمارے محتاج ہیں۔ ٹھیک ہے انسانی فرض کو پورا کرنا ہی پڑے گا۔ تو پیٹ بھرو لوئس میرے پیارے دوست۔ تمہارے کھانے کے لئے میرے پاس صرف یہ ہے۔" گارساں نے رائفل سیدھی کی اور فائر کر کے گولی لوئس کے حلق میں اتار دی۔ فائر کی گونج چاروں طرف پھیل گئی - لوئس ڈی پارلو کے حلق سے البتہ کوئی آواز نہ نکلی۔ اس کے بدن نے جنبش بھی نہ کی اور وہ خاموشی سے ایک طرف لڑھک گیا۔ اس کے بقیہ ساتھیوں کے حلق سے البتہ سہمی سہمی آوازیں نکلنے لگیں اور وہ اپنے ناتواں جسموں کو سنبھال کر اٹھنے اور دوڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

"یہ بھی بھوکے ہیں دوستو۔ بے چارے کہاں کہاں مارے مارے پھریں گے بھوک کے عالم میں۔ انہیں بھی کچھ کھلاؤ کھلا دو دوستوں کے لئے ایک ایک کارتوس تو خرچ کرنا ہی پڑے گا۔"

دوسری گولی سفینہ کی رائفل سے نکلی تھی اور اس نے ہڈسن کو نشانہ بنایا تھا پھر اور کئی گولیاں چلیں اور تمام مفلوک الحال لوگ گر پڑے ان کے جسموں نے ہلکی ہلکی جنبش کی اور اس کے بعد وہ ساکت ہو گئے۔

گارساں کے چہرے پر شرارت آمیز سنجیدگی طاری تھی۔ اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "آہ بے چارہ لوئس آہ بے چارے لوگ۔ اس کے علاوہ میں ان کے لئے اور کیا کر سکتا تھا۔" اور پھر اس نے بڑی اپنائیت سے سفینہ کو دیکھا۔ "تم نے بھی انسانیت کا پورا پورا ساتھ دیا ہے پروفیسر تمہاری یہ بیٹی اچانک مجھے بہت پسند آگئی ہے۔ بہت سمجھدار بچی ہے یہ دنیا میں رہنا جانتی ہے۔"

پروفیسر حشمت بے پر سکتہ طاری تھا۔ گارساں پر تو جنون طاری تھا ہی لیکن سفینہ۔ اس سے اس حرکت کی توقع خواب میں بھی نہیں کی جا سکتی تھی وہ اتنی سفاک تو کبھی نہ تھی۔ اسے اپنی ہی بیٹی اجنبی اجنبی لگ رہی تھی وہ کچھ نہ بول سکا اور گارساں نے پھر کہا....

"میں پورے احترام سے ان کی تدفین کرتا لیکن اول تو ان کی قبریں کھودنے میں پورا دن لگ جائے گا دوئم ہمارے پاس اس کے لئے وسائل نہیں ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسا کرنا گناہ ہو گا ان کے یہ جسم مردہ خوروں کے کام آ سکتے ہیں ہم ان سے ان کی خوراک

کیوں چھینیں۔ کیوں دوستو! ہمیں یہ گناہ نہیں کرنا چاہئے نا۔ آؤ آگے بڑھیں۔"

گارساں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر اس نے گھوڑے کا رخ بدل دیا۔ باقی لوگ بھی اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔ گارساں میں اعتماد پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ حالات بھی اس کے حق میں چل رہے تھے انہیں شکار بھی ملتا رہا اور کوئی ایسی مشکل بھی نہ پیش آئی جو پریشان کن ہوتی۔ سفینہ پر اب اس کی پوری توجہ تھی اور وہ اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

لوئس کے واقعہ کو تیسرا دن تھا۔ دوسرے لوگ تو شاید اب اس دلدوز واقعے کو بھول بھی گئے تھے لیکن پروفیسران مرنے والوں کی بے بسی نہیں بھول سکا تھا۔ اسے دونوں راتوں میں نیند نہیں آئی تھی۔ تیسری رات بھی وہ جاگ رہا تھا۔ سفینہ اس سے زیادہ دور نہ تھی۔ اس نے پروفیسر کو جاگتے محسوس کر لیا تھا تب وہ آہستہ سے بولی۔

"ڈیڈی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔" پروفیسر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر عجیب سے لہجے میں بولا۔

"تم جاگ رہی ہو؟"

"ہاں!"

"کیوں۔ ضمیر میں کوئی چبھن ہے۔"

"ضمیر، چبھن۔ ہونہہ۔" سفینہ مسرور لہجے میں بولی۔

"میں نے سوچا شاید!" پروفیسر زہریلے لہجے میں بولا۔

"سوری ڈیڈی۔ لیکن کوئی بات نہیں ہے بس سوتے سوتے میری آنکھ کھل گئی تھی مجھے احساس ہوا کہ آپ جاگ رہے ہیں۔ آپ نے ان تین دنوں میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔"

"ہاں سفینہ تم مجھے کچھ اجنبی اجنبی سی لگنے لگی ہو۔"

"کیوں ڈیڈی۔"

"اس سے قبل میں نے تمہیں صرف ایک لڑکی سمجھا تھا اپنی بیٹی نہیں سمجھا تھا یہ بھول کر بھی نہ سوچا تھا میں نے کہ تم ایک انسانی جان بھی لے سکتی ہو۔ تمہارے اندر یہ جرات کیسے پیدا ہو گئی سفینہ۔"

"آپ مجھے کسی عبادت گاہ کی سیر کرا رہے ہیں ڈیڈی؟ جہاں چاروں طرف نیک لوگ

عبادت کر رہے ہیں۔ ان جنگلوں میں وحشت کے سوا کیا ہے‘ آپ مجھے کیوں ساتھ لائے تھے؟“

”تم جانتی ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔“

”میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یہاں آ کر مجھے کیا کرنا چاہئے اور پھر ڈیڈی اگر میں اسے گولی نہ مارتی تو کیا وہ بچ جاتا‘ کیا دوسرے بچ گئے اور پھر وہ شخص اس کا نام ہڈسن تھا۔“

”ہاں‘ میں جانتا ہوں۔“

”میں اسے قتل کرنا چاہتی تھی‘ یہ میری خواہش بھی تھی۔“

”کیوں؟“

”نہ جانے کیوں‘ بس جی چاہتا تھا۔“

”تم بھی شاید پاگل ہو گئی ہو‘ تم پر بھی جنون طاری ہو گیا ہے۔ تم نے ان لوگوں پر بھی گولیاں برسائی تھیں۔“

”آپ کا خیال غلط ہے ڈیڈی میں پاگل نہیں ہوش میں ہوں جبکہ آپ ہوش و حواس کھوتے جا رہے ہیں۔ گارساں نے اس لاش کو چرانے کے لئے ایک قتل بھی کیا تھا۔“

”ہاں تو پھر....؟“

”یہ بات آپ کے علم میں تھی....؟“

”اس نے بتایا تھا‘ لاش کی پوری کہانی سنائی تھی مجھے۔“

”جو شخص ایک قتل کر سکتا ہے ڈیڈی‘ وہ قتل عام بھی کر سکتا ہے۔ وہ کسی کو بھی قتل کر سکتا ہے۔ اس نے آپ ہی کی طرح پارلو کو بھی بلایا تھا وہ بھی اس کا دوست تھا اور اس نے پارلو کو قتل کر دیا۔ آپ اگر پارلو کے ساتھ ہوتے تو آپ کا بھی یہی حشر ہوتا۔ آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے ایسا کوئی مرحلہ آ سکتا ہے لیکن اب....“

”اب....؟“ پروفیسر نے پوچھا۔

”اب دیکھیں ڈیڈی کیا ہوتا ہے۔“ سفینہ مسکراتے ہوئی بولی اور پروفیسر عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گیا۔

لیکن پھر وہ سفینہ سے متفق ہونے لگا‘ سفینہ کا گھوڑا بھی گارساں کے ساتھ ساتھ دوڑتا تھا اور گارساں اس سے مرعوب ہونے لگا تھا۔ اس کے خیال میں حشمت بے کی بیٹی بے حد ذہین اور نڈر تھی اور اس مہم کے لئے ازحد ضروری بھی اور گارساں ایک مرحلے پر تو دل سے اس کا قائل ہو گیا۔ اس دوران سفینہ‘ گارساں سے شردھانیوں اور ان کے ساتھ موجود راج دیو وغیرہ کے بارے میں بھی منصوبہ بندیاں کرتی رہی تھی اس رات کے قیام میں نقشے وغیرہ پر بھی غور کیا گیا اور سفینہ نے اعتراض کرتے ہوئے اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا جس کے تحت دوسرے دن کا سفر کیا گیا اور اس وقت گارساں حیران رہ گیا جب انہیں دور سے چمکتی بل کھاتی لکیر نظر آئی۔ گارساں کے گھوڑے نے زقند لگائی تھی اور سفینہ کا گھوڑا بھی اس سے پیچھے نہ رہا تھا۔ باقی لوگ دیر سے ان دونوں کے پاس پہنچے تھے اور انہوں نے بھی حیرت و مسرت سے اس نیلی ندی کو دیکھا تھا۔

”ویسے پروفیسر حشمت بے‘ اپنی بیٹی کے سامنے کان پکڑ لو۔ یہ تم سے زیادہ ذہین اور کارآمد ہے۔ گارساں نے خوشی کی قلقاری مارتے ہوئے کہا تھا۔ پروفیسر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اعتراف کر لیا تھا۔ باقی وقت کا سفر ندی کے ساتھ ساتھ کیا گیا تھا اور شام کے جھٹپٹے رات کی سیاہی میں تبدیل ہو گئے تب قیام کیا گیا تھا۔

گارساں نے سفینہ سے کہا۔ ”تم میرے نائب کی حیثیت رکھتی ہو سفینہ جو بات تمہارے ذہن میں آئے اس کا اظہار کر دینا۔“

”بہت سی باتیں میرے ذہن میں ہیں مسٹر گارساں۔“

”ضرور ہمیں بتاؤ تمہاری سوچ کیا ہے۔“

”اس وقت تک مسٹر گارساں جب تک یہ سارے کام آپ لوگوں نے سنبھالے ہوئے تھے میں نے کچھ سوچنا ضروری نہ سمجھا تھا لیکن اب میں ضروری سمجھتی ہوں کہ آپ سے کچھ سوالات کروں۔“

”ضرور کرو۔“

”مختصراً میں نے یہ کہانی سنی ہے۔ اس کہانی میں ایک عورت کی لاش ہے۔ ایک زندہ لڑکی ہے جو اس عورت کے ساتھ تھی بعد میں اس کی پرورش کی گئی اور وہ جوان ہو گئی۔“

”ہاں یہی کہانی ہے۔“

”نقشہ اس لاش کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔“

”بالکل....“

"یہ کیسے تصور کر لیا گیا کہ وہ کسی خزانے کا نقشہ ہے۔"

"تمہارے خیال میں وہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پروفیسر حشمت کے پاس اس کی نقل موجود ہے اور خود پروفیسر نے اسے دیکھ کر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ کسی خزانے ہی کا نقشہ ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے نقشے خزانوں ہی کے لئے ترتیب دیئے جاتے ہیں اس کے علاوہ وہ لڑکی جو راؤ سکندر کے پاس موجود تھی اس سفر میں ان کے ساتھ ہے اور یہ سنا گیا ہے کہ وہ خزانے کی اس جگہ کے بارے میں جانتی ہے دراصل سفینہ' ہندوستان ایسی پراسرار کہانیوں کے لئے مشہور ہے اور یہاں کی سرزمین اس دور میں بھی خزانے اگلتی رہی ہے جس دور میں یہاں انگریزوں کی حکومت تھی۔ ایسے لاتعداد قصے میرے کانوں سے گزر چکے ہیں۔ میں اب بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ ان پراسرار جنگلات کے کسی حصے میں ایک عظیم الشان خزانہ پوشیدہ ہے تاہم تم اپنے باپ سے وہ نقشہ لے کر دیکھ سکتی ہو۔"

"میں نے وہ نقشہ دیکھا ہے مسٹر گارساں اور میں اس بات سے بالکل متفق ہوں کہ وہ کسی خزانے ہی کا نقشہ ہے۔" سفینہ نے پراسرار انداز میں کہا اور گارساں اس کی صورت دیکھنے لگا' پھر بولا۔

"تو پھر تم نے یہ سوال کیوں کیا....؟"

"آپ لوگوں کا نظریہ معلوم کرنے کے لئے۔ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ اس لڑکی کو نہیں دیکھا مسٹر گارساں۔"

"وہ لوگ بھی بھٹک گئے ہیں۔ جب راج دیو اور راؤ سکندر مجھ سے ملے تھے تو انہوں نے مجھے اپنی کہانی سنائی تھی۔ شردھانیوں کے حملے کے دوران وہ بے تحاشا وہاں سے بھاگے تو ان کے کچھ ساتھی بچھڑ گئے جن میں راج دیو اور غزال بھی تھے جو تمہیں مل گئے اور بالآخر تم ان کے ساتھ دوبارہ میرے پاس پہنچ گئیں اور ان کی کہانی جھوٹ نہ تھی کیونکہ میں نے ہی ایک مرحلے پر شردھانیوں سے راؤ سکندر اور اس کے ساتھیوں کی جان بچائی تھی۔"

"ہوں اس کا مقصد ہے وہ لڑکی ان لوگوں سے جدا ہو گئی ہے وہ ہمارے لئے بھی کارآمد ہے۔ مسٹر گارساں اور اس سفر کے دوران ہمیں خود بھی اس کی تلاش جاری رکھنی چاہئے۔"

گارساں بڑی تحسین آمیز نگاہوں سے سفینہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ہمارے لئے بھی کارآمد ہو سکتی ہے اور واقعی یہ

بات قابل غور ہے کہ ان سے جدا ہونے کے بعد وہ کہاں گم ہو گئی اوہ ڈیئر سفینہ تم بے حد ذہین ہو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم ہمارے لئے اس قدر کارآمد ہو سکتی ہو۔ تمہاری سوچ تو لاجواب ہے اور تم ان پوائنٹس پر سوچتی ہو جو ہمارے اپنے ذہن میں بھی نہیں آ سکے تھے۔ پروفیسر یہ ذہین لڑکی تمہارے لئے کارآمد کیوں نہیں ثابت ہوئی۔ یہ تو کمال کی ذہانت رکھتی ہے سنو سفینہ تمہیں ہر طرح کی آزادی ہے جہاں سے چاہو راستہ تبدیل کر دینا جس انداز میں چاہو کام کرنا۔ ہم سبھی تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔"

"شکریہ مسٹر گارساں میرا مقصد بھی وہی ہے جو آپ لوگوں کا ہے اور آپ کی سرکردگی میں آپ کی لیڈر شپ میں ہم یقیناً اس عظیم الشان خزانے کا راز پالیں گے اور اسے حاصل کر لیں گے۔" گارساں خوشی سے قلقاریاں مارنے لگا تھا۔ وہ بار بار پروفیسر حشمت سے یہی کہتا کہ اس کی بیٹی اس سے زیادہ ذہین ہے اور دل ہی دل میں پروفیسر حشمت بے نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا کہ سفینہ اب ان راستوں پر چلنے کے بعد حیرت انگیز ثابت ہو رہی ہے اور یقینی طور پر اب اس بات کے امکانات' نہیں رہے کہ گارساں ان لوگوں کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ سفینہ نے اسے محتاج بنا لیا تھا اور گارساں جیسی فطرت کے مالک لوگ اگر کسی سے اس انداز میں متاثر ہو جاتے ہیں تو اپنے مفاد کی خاطر اس سے انحراف نہیں کرتے کم از کم سفینہ نے یہ حصہ محفوظ کر دیا تھا اور اس سے خود پروفیسر حشمت بے کو براہ راست فائدہ پہنچا تھا چنانچہ اس نے بھی مسکراتے ہوئے سفینہ سے یہی کہا کہ ان لوگوں کی رہنمائی کرے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' سفینہ نے البتہ اسی رات اپنے باپ سے مسکرا کر کہا۔

"کہئے ڈیڈی میں نے جو کچھ کہا تھا وہ چند ہی دنوں میں کر کے دکھا دیا نا آپ کو؟"

"واقعی سفینہ تمہاری ذہانت بے مثال ہے۔"

"اب تو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کو یہ شکایت ہے کہ میں نے کوئی غیر انسانی حرکت کی ہے۔ دراصل ڈیڈی جن راستوں پر آپ چل پڑے ہیں وہاں ذہانت کی بھی ضرورت ہے اور اپنے تحفظ کے لئے چالاکی بھی درکار ہے میں اب بھی یہ بات دعوے سے نہیں کہتی کہ یہ نقشہ کسی خزانے کا ہی ہو سکتا ہے لیکن آپ یہ قدم اٹھا بیٹھے ہیں تو کم از کم زندگی کی بقاء کے لئے ہمیں خزانہ ہی ذہن میں رکھنا ہو گا اور یہ بھی ہو سکتا

ہے کہ نقشے کا تعلق خزانے سے ہو کیونکہ جنگلوں میں رہنے والوں کے لئے سونے چاندی کے انبار بے حقیقت ہوتے ہیں اور ہو سکتا ہے انہوں نے یہ انبار جمع کر رکھے ہوں۔"
پروفیسر خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا تھا غرضیکہ دوسرے دن پھر معمولات سے فراغت کے بعد سفر کا راستہ اختیار کیا گیا اور وہ لوگ ندی کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ لیکن پھر اس وقت جب سورج ڈھلان پر تھا۔ انہوں نے بہت دور کافی فاصلے پر ایک عجیب و غریب منظر دیکھا جو ان کی سمجھ میں نہ آ سکا تھا۔ انہوں نے اس پہاڑی کو دیکھ لیا تھا۔ جس کی جانب یہ ندی بہہ رہی تھی لیکن پہاڑی کا پھیلاؤ اتنا تھا کہ یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا کہ ندی اس کے کنارے کنارے نکل گئی ہو۔ وہ سبھی اس پہاڑی کو دیکھ رہے تھے اور اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ پروفیسر نے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے۔ پہاڑی سے ٹکرانے کے بعد ندی نے اس کے دامن میں راستہ بنا لیا ہو اور دائیں یا بائیں مڑ گئی ہو لیکن آثار ایسے نظر آتے تھے کہ ندی کسی سمت نہیں مڑی بلکہ شاید اس پہاڑ کے نیچے سے نکل گئی تھی اور مزید فاصلہ طے کرنے کے بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ ایک بہت بڑے غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا اور ندی اسی غار میں داخل ہو گئی تھی۔ دور ہی سے ان پہاڑیوں کو دیکھ کر شدید ہیبت کا احساس ہوتا تھا۔ بے پناہ بھیانک اور بدصورت پہاڑیاں تھیں جنہوں نے اس ندی کا راستہ روک رکھا تھا لیکن انتہائی تجسس سے پر تھیں اور وہ اپنے آپ کو اس تجسس سے باز نہ رکھ سکے۔ گھوڑوں نے اب تک کا فاصلہ بھی کافی تیز رفتاری سے طے کیا تھا لیکن ندی کے کنارے سپاٹ تھے چنانچہ گارساں نے طوفانی انداز میں گھوڑے دوڑا کر روشنی ہی میں ان پہاڑیوں کے قریب پہنچنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں جا کر آگے کے لئے کوئی تعین کیا جا سکے۔ ندی پہاڑی غار میں داخل ہو کر اچھی خاصی بھیانک آواز میں کسی چیز سے ٹکرا رہی تھی وہ لوگ دہانے کے پاس کھڑے ہو گئے سب کی نگاہیں بھٹک رہی تھیں۔ بدصورت اور بدہیئت پہاڑیوں میں عظیم الشان چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے عقب کا حال معلوم نہیں تھا۔ اس غار میں داخل ہونے کی جرات بھی نہیں تھی کیونکہ اندر سے بھیانک آوازیں ابھر رہی تھیں اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ندی وہاں کسی چٹان سے ٹکراتی ہو لیکن ٹکرا کر اس کا پانی باہر نہیں آ رہا تھا بلکہ وہیں کہیں پہاڑیوں میں گم ہو جاتا تھا ابھی وہ اسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ دفعتاً ایک ہولناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اوپر سے چھوٹے چھوٹے پہاڑی پتھر

لڑھکنے لگے ان کے لڑھکنے کی آواز اتنی بھیانک تھی کہ ان کے دل لرز اٹھے۔ گھوڑے دہشت زدہ ہو کر الف ہو گئے۔ اور انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا لیکن بات یہیں پر ختم نہ ہوئی بلکہ اب چھوٹے چھوٹے پہاڑی پتھر ان کی طرف بڑھنے لگے اور ان پہاڑی پتھروں کے ساتھ لمبے نوکیلی انی والے نیزے بھی تھے جو ان کے اطراف میں آ کر پیوست ہو گئے تھے گارساں دہشت بھری آواز میں چیخا۔

"بھاگو پیچھے ہٹ جاؤ پیچھے ہٹ جاؤ۔" لیکن گھوڑے سنبھل نہیں پا رہے تھے انہوں نے انہیں ہٹانے کی کوشش کی تو وہ دائیں سمت ہی پہاڑوں کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے اور بے قابو ہو گئے۔ گھوڑوں کو سنبھالنے کی کوشش' اوپر سے پتھروں کی برسات ان لوگوں کے لئے جان لیوا بھی ہو سکتی تھی ہر شخص پوری مہارت سے اپنے اپنے گھوڑے کو سنبھالنے میں مصروف تھا گھوڑے داہنی سمت ہی دوڑتے رہے تھے اور کافی دور جانے کے بعد بمشکل تمام انہیں قابو میں کیا جا سکا۔ پہاڑی دیوار کے ساتھ ساتھ ان پر پتھر اور نیزوں کی بارش ہوتی رہی تھی لیکن اچانک ہی یہ پہاڑی کٹاؤ دوسری جانب گھوم گیا اور اس طرح انہیں پتھروں اور نیزوں سے نجات ملی وہ سب کے سب تر بتر ہو گئے تھے لیکن ذرا سی دیر میں وہ سب اپنے اپنے گھوڑوں کو سنبھال کر یکجا ہو گئے گارساں کا پورا بدن پسینے میں تر تھا اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا تب اسے ایک رسہ نظر آیا جو ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی جانب جانے کے لئے تھا۔ دوسری پہاڑی کا سلسلہ بھی تقریباً ایک فرلانگ کے بعد شروع ہو جاتا تھا۔ یہ عجیب و غریب منظر ان سب کے لئے خون منجمد کر دینے والا تھا اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اس سمت دیکھ رہے تھے جہاں سے ان پتھروں کی بارش ہوئی تھی تب انہیں بلندیوں پر کچھ لوگ چلتے پھرتے نظر آئے اور سفینہ نے اس وقت بھی کمال جرات سے کام لیا اس نے رائفل سیدھی کی اور اوپر نظر آنے والے دو افراد کو نشانہ بنایا وہ دونوں تیز آوازوں کے ساتھ بلند و بالا پہاڑی سے نیچے گہرائیوں میں گرنے لگے اور سب ہی نے خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھا لیکن دوسرا منظر ان کے لئے پہلے سے بھی زیادہ دہشت ناک تھا۔ نیچے گرنے والوں کے بدن کچھ اس طرح سکڑنے لگے تھے جیسے ان کے اعضاء ایک دوسرے میں پیوست ہوتے جا رہے ہوں اور پھر ان میں ایک عجیب سی تحریک پیدا ہو گئی یوں معلوم ہوا جیسے ان کے جسم کا ملغوبہ گاڑھے سیال کی شکل میں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتا جا رہا

ہو۔ یہ ایک ناقابل یقین منظر تھا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کے جسم نہ ہونے کے برابر رہ گئے اور وہ ملغوبہ ساکت ہو گیا۔ سفینہ نے بھی یہ منظر دیکھا تھا لیکن وہ ان کی نسبت زیادہ نڈر اور مستعد نظر آ رہی تھی کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد پہاڑی کے ایک نچلے سوراخ کے پاس اس نے دو آدمیوں کو دیکھا اور ان پر بھی گولی چلا دی۔

نتیجہ پہلے سے مختلف نہیں نکلا تھا اور وہی منظر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا وہ متحیرانہ نظروں سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ گارساں کو چکر آ رہے تھے۔ پروفیسر حشمت بے بھی پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ دفعتہ ہی گارساں نے بھی کسی کو دیکھ لیا اور دوسرے لمحے اس نے بھی ہمت کر کے فائر کر ڈالا۔ اس کا نشانہ بھی بالکل درست رہا اور وہی سب کچھ ہوا جو پہلے ہو چکا تھا یہ عجیب و غریب مخلوق دیکھنے میں تو بالکل انسان ہی لگتی تھی لیکن اس کی موت کا انداز بڑا ہی منفرد تھا اور کسی کی سمجھ میں نہ آنے والا - پھر دفعتہ ہی اس غار کی جانب سے انہیں کچھ لوگ آتے نظر آئے جس میں ندی گم ہوجاتی تھی ان کی تعداد بیس پچیس کے قریب تھی اور وہ سب وحشت زدہ انداز میں انہی کی جانب دوڑے چلے آ رہے تھے ان کے ہاتھوں میں پتھر اور نیزے تھے۔ سفینہ کے حلق سے ایک غراہٹ نکلی اور اس نے اپنے گھوڑے کی پشت پر بیٹھے بیٹھے ان کا نشانہ باندھنا شروع کر دیا اور پھر ان پر فائر کرتی ہوئی آگے بڑھ آئی' گارساں کی ہمت بندھی اور اس نے ساتھیوں کو بھی للکارا چنانچہ سب ہی اس مصیبت سے نمٹنے کے لئے اور اپنی زندگی بچانے کے لئے ان سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے دوڑنے والوں کے سینوں میں گولیوں کے سوراخ ہوتے' لیکن خون نہ نکلتا۔ وہ نیچے گرتے اور اسی طرح گول ہو کر اندر ہی اندر ایک دوسرے میں جذب ہونے لگتے۔ انہوں نے یہ منظر بھلا دیا تھا اور انہیں ختم کرنے کی فکر میں لگ گئے تھے چنانچہ اب ایک ایک کو تاک تاک کر نشانہ بنایا جا رہا تھا اور ہر شخص مصروف عمل تھا۔ یہ تصور ذہن سے نکال کر کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی چلائی ہوئی گولیاں کارگر ہو رہی ہیں تو پھر اس موقع سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ان سب کا وہی حشر کیا۔ رائفلوں سے نکلی ہوئی گولیوں نے ان سب کو فنا کر دیا تھا۔ آس پاس اس عجیب مخلوق کا کوئی فرد نہیں نظر آ رہا تھا لیکن وہ بے خبر نہ تھے اور کسی اور سمت سے ان کے حملے کا انتظار کر رہے تھے۔ فضا میں ایک ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا اور کان ہر لحہ کسی

آہٹ کے منتظر تھے۔ ان کے دل معمول سے زیادہ تیزی کے ساتھ دھڑک رہے تھے۔ پھر گارساں نے یہ خاموشی توڑی۔

"کیا وہ سب ختم ہو گئے۔"

"شاید۔" سفینہ نے کہا۔

"مگر کیا وہ انسان تھے؟"

"اس کا جواب پراسرار کہانیوں کے ماہر پروفیسر حشمت دیں گے۔" سفینہ نے مسکراتے ہوئے اپنے باپ کو دیکھ کر کہا۔

"میں نے اس سے قبل ایسی کسی مخلوق کو نہیں دیکھا۔ سنا بھی نہیں ہے۔ یہ' یہ انسان نہیں تھے۔" حشمت بے نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا گارساں اسے دیکھتا رہا پھر ہنس پڑا۔

"لیکن ہم نے انہیں شکار کر لیا۔ اور سفینہ' یہ میرے ساتھ موجود تمام لوگوں سے زیادہ دلیر ہے۔ اوہ لڑکی اگر یہاں سے زندہ واپسی ہوگئی تو میں' تو میں۔" وہ رک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "مگر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ پروفیسر کیا نقشے میں ان پہاڑیوں کا نشان ملتا ہے یہ ندی ان پہاڑیوں میں گم ہو گئی ہے ممکن ہے یہ دوسری طرف نکل گئی ہو پروفیسر حشمت بے نے اپنے لباس سے نقشہ نکالا یہ اس نقشے کی نقل تھی جسے پروفیسر نے اپنے پاس محفوظ رکھا تھا۔ اس نے نقشہ سامنے کر لیا اور گارساں بھی اس کے پاس آ گیا۔ پروفیسر دیر تک نقشے میں الجھا رہا اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"اس چکر کو ندی تصور کیا گیا ہے۔ لیکن کہیں ان پہاڑیوں کی نشاندہی نہیں کرتی۔"

"تو پھر...؟" گارساں پریشانی سے بولا۔ اسی وقت سفینہ چیخ پڑی۔

"اوہ مسٹر گارساں۔" گارساں اس کی آواز پر اچھل پڑا تھا۔ پھر انہوں نے ایک اور خوفناک منظر دیکھا۔ دونوں پہاڑیوں کے درمیان لٹکا ہوا جھولا متحرک تھا اور اس پر وہ مخلوق موجود تھی۔ جھولا خاموشی سے دوسری طرف کھینچا گیا تھا اور وہ اسی خاموشی سے اس میں بیٹھ کر ان کے سروں پر پہنچ گئے تھے۔ اس بار سچ مچ ان کی تقدیر نے انہیں بچایا تھا ورنہ یہ حملہ بڑے منظم پیمانے پر کیا گیا تھا۔ بلندی سے بے شمار پتھر اور نیزے ان پر برس پڑے تھے اور ان کے گھوڑوں نے زقندیں لگا کر خود کو ان کی زد سے بچایا تھا - اپنی جگہ چھوڑتے ہی گارساں

کے ساتھیوں نے جھولے پر فائرنگ شروع کر دی لیکن جھولا ان کی زد میں نہ تھا اور اس پر سے پتھر برستے رہے۔ لیکن اب وہ لوگ بھی پیچھے ہٹ گئے تھے اور محفوظ تھے۔ جھولا تیزی سے دوسری پہاڑی کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔ وہ لوگ اسے دیکھتے رہے پھر گارساں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"لگتا ہے یہ یہاں کافی تعداد میں ہیں۔"

"ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔" گارساں کا ایک ساتھی بولا۔

"اور کہاں جائیں گے۔ پہاڑیوں کے دوسری طرف پہنچنا ضروری ہے ندی ہماری رہنما ہے اور میرا خیال ہے ہمیں اس کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے۔"

"مگر یہ انوکھی مخلوق۔"

"گارساں نے جھولے کو دیکھا جو دوسری سمت کی پہاڑیوں میں داخل ہوگیا تھا لیکن کچھ دیر کے بعد وہ پھر نمودار ہوا اور اس بار اس کے ساتھ کئی اور جھولے تھے اور ان سب پر وہ مخلوق نظر آ رہی تھی۔

"ہوشیار' وہ پھر آ رہے ہیں۔" گارساں چیخا اور اس بار صورت حال پہلے سے زیادہ خطرناک تھی۔ انہوں نے کوئی ایسا ذریعہ اختیار کیا تھا جس کے تحت وہ پوری وادی پر ہر جگہ پتھر برسا سکتے تھے اس کا مظاہرہ انہوں نے پہاڑیوں سے نمودار ہوتے ہی کیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ...." گارساں نے بدحواسی سے گھوڑے کا رخ موڑ دیا اس کے ساتھی اس سے پہلے دوڑ پڑے تھے پھر وہ اتنی دور پیچھے ہٹ آئے کہ ان کی زد سے بچ سکیں اور جب اطمینان ہوگیا کہ یہاں وہ پتھروں سے محفوظ رہ سکتے ہیں تو وہ رک گئے۔ جھولے بھی خلا میں رک گئے تھے۔

"کچھ سمجھے پروفیسر۔" گارساں نے کہا۔

"کیا....؟"

"اس حرکت سے ان کا کیا مطلب ہے....!"

"میں نہیں سمجھ سکا مسٹر گارساں...."

"وہ ہمیں یہ وادی عبور کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ یقیناً وہ یہی چاہتے ہیں وادی عبور کر کے ہم ان پہاڑوں کے عقب میں پہنچ سکتے ہیں۔ صرف وادی ہی کا راستہ ہے جو ہم طے

کر سکتے ہیں ورنہ ان پہاڑیوں کے خول میں انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا ہے ہم ان میں داخل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔"

"اب کیا کیا جائے۔ وہ وادی کے درمیان تک آ گئے ہیں یقیناً وہ دونوں سمت کی پہاڑیوں میں مستعد ہوں گے۔" پروفیسر نے کوئی جواب نہ دیا۔ گارساں گھوڑے سے اتر گیا تھا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"تم لوگ ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہو گے۔ چاروں طرف نگاہ رکھی جائے۔ ہم سب یکجا ہیں اس لئے اس سے الگ کوئی تحریک دیکھو تو بے دریغ گولی چلا دو لیکن اندھا دھند نہیں۔ ہمیں ایمونیشن محفوظ رکھنا ہے۔

"او کے مسٹر گارساں...." اس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔ گارساں ایک پتھر سے ٹک کر کھڑا ہو گیا تھا پھر اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا...."یوں لگتا ہے پروفیسر جیسے اب ہم اپنی منزل کے بالکل قریب ہوں۔ میرے ذہن میں ایک اور تصور بیدار ہو رہا ہے۔"

"کیا....؟"

"خزانہ کہیں انہی پہاڑیوں میں پوشیدہ نہ ہو۔"

"یہ نقشہ کسی بھی طور اس کی نشاندہی نہیں کرتا۔"

"نقشے میں تو تمہارے بیان کے مطابق یہ پہاڑیاں بھی نہیں ہیں۔"

"ہاں اس کی نشاندہی بھی نہیں ہوتی۔"

"ویسے یہ ندی اس خزانے کے سلسلے میں ضرور اہمیت رکھتی ہے۔ بہرحال ہم مرتے دم تک کوشش جاری رکھیں گے۔ ان لوگوں کو شکست دینا ضروری ہے۔ اگر ہم اس وادی کو عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارا کام بن سکتا ہے۔"

"خطرہ بھی تو ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"ہو سکتا ہے اس طرف ہمارے لئے دوسرے بڑے خطرات موجود ہوں جو کچھ تم نے دیکھا وہ سمجھ میں آتا ہے؟"

"ہاں سمجھ میں تو نہیں آتا مگر ایک حوصلہ ضرور ہوا ہے۔"

"حوصلہ....!"

"یہ انوکھی مخلوق مغلوب ہوجاتی ہے گو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہماری گولیوں سے مر جاتی ہیں لیکن جو کچھ ہوتا ہے اس کے بعد وہ دوبارہ نمودار نہیں ہوتے اس سے کیا اندازہ ہوتا ہے۔"

"خدا جانے..." حشمت بے نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا اور گارساں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"حشمت بے....!" اس کی سرد آواز ابھری۔

"اوں...." حشمت بے چونک پڑا۔

"کیا تم پر پھر خوف طاری ہو گیا ہے؟"

"نہیں مسٹر گارساں آپ اسے خوف نہیں کہہ سکتے۔"

"پھر تمہاری آواز میں یہ بیزاری کیوں ہے....؟ کوئی فیصلہ تو کرو پروفیسر۔ جب سے ہم ان جنگلات میں داخل ہوئے ہیں فیصلہ کرنے کی قوت کھو چکے ہیں۔ ہمارا ہر فیصلہ بے مقصد ہے اس لئے کوئی فیصلہ ہی نہ کرو جو کچھ ہو رہا ہے اس میں اشارے پوشیدہ ہیں اور ہمیں ان اشاروں پر ہی چلنا ہے یہاں بددلی نقصان پہنچا سکتی ہے میں اب بددلی نہیں برداشت کر سکتا کیونکہ میری زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ پارلو نے اس بددلی کے ہاتھوں جان کھوئی ہے۔"

"نہیں مسٹر گارساں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" پروفیسر جلدی سے بولا۔

"ہمیں صرف جدوجہد کرنی ہے نتائج سے بے پروا ہو کر کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم نتیجے پر قادر نہیں ہیں۔"

"یقیناً...." پروفیسر سنبھل گیا تھا اس نے گارساں کے الفاظ میں چھپی دھمکی محسوس کر لی تھی تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر گارساں نے مسکرا کر سفینہ کو دیکھا اور بولا۔

"ذہین لڑکی تم مسلسل خاموش ہو۔"

"نہیں مسٹر گارساں۔ میں سوچ رہی ہوں ہمیں اس وادی سے گزرنا ہے نا؟"

"یقیناً اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

"تو آپ تیار ہو جائیں میں آپ کو ادھر لے جاؤں گی۔"

"وہ مستعد ہیں جونہی ہم وادی سے گزرنے کی کوشش کریں گے وہ ہمیں پتھروں کی برسات کر کے ہلاک کر دیں گے۔"

"ہمیں ہمت کرنا ہو گی پروفیسر۔ چلئے تیار ہو جایئے۔" سفینہ نے کہا اور گارساں اسے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم رات ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے رات ہمارے لئے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔ ہوشیار.... ہوشیار۔ ہمیں پتھروں کی پرواہ کئے بغیر وادی سے گزرنا ہے۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا اور اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ بہت ہی ہولناک تجربہ تھا لیکن گارساں جنونی تھا اور سب جانتے تھے کہ اس کی ہدایت پر عمل کئے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ موت دونوں طرف تھی چنانچہ ایک سمت تو اختیار کرنی ہی تھی۔ جونہی ان کے گھوڑوں نے قدم آگے بڑھائے جھولوں پر بھی تحریک نظر آنے لگی۔ وہ کسی خاص ذریعہ سے پتھر پھینک رہے تھے۔ پہلا پتھر کافی دور آ کر گرا تھا اور جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے پتھروں کی بارش بڑھتی جا رہی تھی۔

"مزید آگے بڑھنا خودکشی ہے مسٹر گارساں۔" گارساں کے ایک ساتھی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"ہمیں سست روی سے آگے بڑھتے رہنا ہے۔ پھر ایک آخری جست لگائی جائے گی اور یہی زندگی اور موت کا فیصلہ ہو گا میں نے خود کو بھی اس فیصلے کے حوالے کر دیا۔ جتنے لوگوں کی زندگی ہو گی وہ اس سے گزر کر دوسری طرف پہنچ جائیں گے میں ایک بار انکے بیچ سے گزر جاتا ہوں۔ پھر سب ٹھیک ہو گا۔

"نہیں مسٹر گارساں۔ ہم اس طرح خود کو موت کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔" وہی شخص بولا اور دوسرے لمحے گارساں نے اس کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ گولی اس کی پسلیاں توڑتی دوسری طرف نکل گئی تھی وہ ایک کربناک آہ کے ساتھ گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ اور گارساں خونی نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"اس طرح نہیں تو اس طرح خود کو موت کے حوالے کرنا ہو گا۔ چلو...." اس نے گھوڑے کو تیزی سے آگے بڑھایا اور پتھروں کے برسنے کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ آسمان سے پتھروں کی یہ بارش لرزہ خیز تھی کچھ دور جا کر گارساں کے حوصلے بھی پست ہونے لگے۔ اسے

اندازہ ہو رہا تھا کہ واقعی ان جھولوں کے نیچے سے گزر جانا ناممکن ہے۔ لیکن اسی وقت ایک ہولناک وحشیانہ چیخ کے ساتھ سفینہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ برق و باد کی مانند ندی کی سمت دوڑنے لگا۔ سفینہ پہاڑیوں کے اس حصے کی جانب دوڑ رہی تھی جو ندی کے اوپر تھااور اس کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ وہ سب ہی ٹھٹھک کر سفینہ کو دیکھنے لگے۔ جھولے چونکہ اس بار دوسری پہاڑی کی طرف سے آئے تھے اس لئے وہ وادی کے بیچوں بیچ تھی اور یہیں انہوں نے مورچہ بنایا ہوا تھا۔ چونکہ ان کی نگاہ تمام گھوڑے سواروں کی طرف تھی اس لئے اس اکیلے گھوڑے سوار پر وہ کوئی توجہ نہ دے سکے جو دیوانوں کے سے انداز میں گھوڑا دوڑا رہا تھا یا پھر ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ ان سب کو چھوڑ کر صرف اس کے پیچھے دوڑ پڑیں جو پہاڑیوں کی سمت جا رہا تھا اس طرح باقی گھوڑوں کے نکل جانے کا اندیشہ تھا۔ خود گارساں بھی نہ سمجھ پایا تھا کہ اچانک سفینہ اس سمت کیوں دوڑ پڑی ہے۔ ایک طرف پتھر برسانے والے کشمکش کا شکار ہوئے تھے تو دوسری طرف گارساں کے گھوڑے بھی رک گئے تھے۔

سفینہ کا گھوڑا پہاڑی بلندیاں طے کرنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے بلندی کا کافی سفر طے کرلیا پھر ایک جگہ رک کر اس نے اوپر دیکھا اور رائفل سیدھی کر لی۔ اس سنسنی خیز کیفیت میں فائر کی آواز ابھری اور وہ سب اس کی دھمک سینوں میں محسوس کرنے لگے۔ دوسرا اور تیسرا فائر ہوا پھر مسلسل فائر ہونے لگے۔ اور دفعتہ گارساں کے حلق سے ایک ہذیانی قہقہہ ابل پڑا۔

"خدا کی قسم..... خدا کی قسم.... پورے خلوص دل سے آدھا خزانہ اس کا۔" وہ بولا اور اسی وقت سفینہ کی جدوجہد کا نتیجہ سامنے آگیا۔ مسلسل فائرنگ سے موٹے رسے ادھڑنے لگے تھے اور پھر وہ کٹ گئے تمام جھولے بیک وقت نیچے آ رہے۔ کئی جھولے سوار تو ان سے نکل کر نیچے گرے اور پاش پاش ہو گئے اور باقی جھولوں کے ساتھ اس عظیم الشان پہاڑی دیوار سے ٹکرائے تھے جو دوسری طرف تھی ان کی موت کا عمل یکساں تھا اور ان کے گول جسم ایک دوسرے میں مدغم ہوتے نظر آ رہے تھے۔

گارساں نے ایک زور دار آواز نکالی اور گھوڑے کو وادی میں دوڑا دیا دوسرے بھی اس کی تقلید کرنے لگے۔ سفینہ نے خود اس کامیابی کے بعد گھوڑے کو نیچے اتارنا شروع کر دیا تھا

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے قریب پہنچ گئی۔

"ہے سفینہ زندہ باد....." گارساں نے انگوٹھا اٹھا کر کہا لیکن گھوڑا نہیں روکا تھا وہ پہاڑیوں کے دوسری طرف دور نکل جانا چاہتے تھے اور پھر وہ اس وقت تک گھوڑے دوڑاتے رہے جب تک یہ پہاڑیاں نظر آتی رہیں۔ دوسری طرف سپاٹ زمین تھی۔ اونچے نیچے زمنی کٹاؤ تھے اور جگہ جگہ درخت نظر آ رہے تھے۔ پھر گارساں نے گھوڑے کی رفتار سست کی اور اسے روک لیا۔ اس کے اشارے پر باقی لوگ بھی رک گئے تھے۔ گارساں گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ پھر اس نے سفینہ کے گھوڑے کے پاس پہنچ کر اسے سہارا دیا اور سفینہ مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔

"میں نے آدھا خزانہ تجھے دے دیا اے لڑکی۔ میں نہیں جانتا کہ آگے کے حالات کیا ہوں لیکن تیرے اس بے مثال کارنامے نے مجھے اتنا خوش کیا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا تو نے ہم مردوں کی ناک کاٹ لی ہے میں تجھے مبارک باد دیتا ہوں۔"

"شکریہ مسٹر گارساں۔"

"اور تم پروفیسر تم اس لڑکی کو چھپائے بیٹھے تھے۔ اس بے مثال لڑکی کو.... اگر یہ مجھے میرے وطن میں مل جاتی تو.... خیر.... ہو سکتا ہے مستقبل میں ہم بہت کچھ کر سکیں۔"

دیر تک گارساں سفینہ کی تعریفیں کرتا رہا پھر اس نے کہا۔ "اب ہمیں اس ندی کا دوسرا سرا تلاش کرنا ہے۔ اگر ہم اس کی تلاش میں کامیاب ہو گئے تو یوں سمجھو کہ اپنی منزل پا لی۔ آؤ آگے چلیں شام سے پہلے ہمیں کوئی مناسب جگہ تلاش کرنا ہو گی۔ کیا خیال ہے سفینہ!"

"ہاں مسٹر گارساں آگے تو بڑھنا ہی ہو گا!" سفینہ نے کہا اور اسی وقت وہ سب چونک پڑے۔ ایک چیخ کی آواز سنائی دی تھی تیز نسوانی چیخ کی آواز جو بالکل صاف سنی گئی تھی۔ سب حیران ہوگئے اور ان کی گردنیں چاروں طرف گھومنے لگیں۔

جو کچھ ہوا تھا اس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ گارساں اس دیوانگی کا مظاہرہ کر ڈالے گا اس کے بارے میں راؤ اور راج نے بھی نہیں سوچا تھا۔ اس وقت ان لوگوں کی زندگی ان کے گھوڑوں نے بچائی تھی وہ بھڑک کر دوڑ پڑے تھے اس طرح گولیوں کی رینج سے دور ہو گئے تھے خود ہرنڈا بھی اپنے گھوڑے کو نہ سنبھال سکا تھا اور گھوڑے دوڑتے ہوئے انہیں بہت دور لے آئے تھے بمشکل تمام ہرنڈا نے اپنے گھوڑے کو سنبھالا۔ چونکہ اب گولیوں کی آوازیں بھی نہیں آ رہی تھیں۔ اس لئے گھوڑوں کا خوف بھی کم ہو گیا تھا۔ ہرنڈا نے اپنے گھوڑے پر قابو پانے کے بعد فوراً ہی اس کا رخ بدل دیا اور اسی سمت دوڑنے لگا جہاں وہ حادثہ رونما ہوا تھا۔

شردھانیوں نے بھی حیرت انگیز طور پر اپنے اپنے گھوڑے سنبھالے اور اپنے سردار کے پیچھے دوڑ پڑے۔ راؤ سکندر' راج دیو اور ان کے تمام ساتھی بھی آہستہ آہستہ اپنے گھوڑوں پر قابو پا چکے تھے۔ لیکن اس دوران ہرنڈا اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ ان کی نگاہوں سے گم ہو گیا تھا' راج دیو نے راؤ سکندر کی جانب دیکھا اور سرسراتی آواز میں بولا۔

"راؤ گارساں کا ساتھ یقینی طور پر ایسے ہی کسی حادثے کا محرک ہو سکتا ہے۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے' اب یہ بات ہرنڈا کو سمجھانا بہت مشکل ہو گا کہ گارساں نے کیوں غداری کی؟"

راؤ سکندر خود بے انتہائی پریشان نظر آ رہا تھا' اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہرنڈا پر اس واقعہ کا ردعمل بعد میں معلوم کیا جائے گا راج ہمیں فوراً ہی اس کے پیچھے چلنا چاہئے' کہیں یوں نہ ہو کہ وہ ہمیں بھی دشمن تصور کر لے۔"

راج دیو نے اس بات سے اتفاق کیا اور اس کے بعد ان کے گھوڑے بھی ہرنڈا کے نقش قدم پر دوڑنے لگے' ویسے انہیں اپنی خراب پوزیشن کا شدت سے احساس تھا گارساں

کے ساتھ پروفیسر حشمت بے کی شمولیت پر سب کے سب انگشت بدنداں تھے - وہاں سے بے اختیار انداز میں دوڑتے ہوئے انہوں نے گارساں کے ساتھ حشمت بے کو بھی دیکھا تھا' جو گارساں کے ساتھیوں ہی کی مانند ان پر گولیاں برسا رہا تھا۔ یہ تمام صورت حال ناقابل فہم تھی' کم از کم حشمت بے سے اس بات کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ بہرطور انہوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار تیز سے تیز کر دی' اور ہرنڈا کچھ فاصلے پر انہیں نظر آ گیا۔ وہ انہی ڈھلانوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ واپسی کا راستہ ضرورت سے زیادہ ہی طویل محسوس ہوا' دراصل گھوڑے جس برق رفتاری سے دوڑے تھے اس کو مدنگاہ رکھتے ہوئے انہیں اپنے آپ کو گھوڑوں کی پشت پر ہی سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ راستے کی طوالت کا کیا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت انہیں علم ہوا کہ وہ ان ڈھلانوں سے کتنی دور نکل آئے ہیں۔"

گھوڑے دوڑتے رہے' تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈھلانوں کے پاس پہنچ گئے۔ ڈھلانوں کے پتھروں میں شردھانیوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے گھوڑے بھی ہلاک ہوئے تھے اور چند گھوڑے ان پتھروں کے درمیان گھومتے پھر رہے تھے۔ ہرنڈا وہاں پہنچ کر اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔ اور پھر وہ اپنے ایک ایک ساتھی کی لاش دیکھنے لگا' اس کے چہرے پر پتھریلا پن نظر آ رہا تھا۔ راؤ سکندر' راج دیو اور بقیہ تمام لوگ بھی گھوڑوں سے اتر گئے اور ان لاشوں کا جائزہ لینے لگے' ان میں سب ہی ہلاک ہو چکے تھے کسی میں زندگی کی رمق نظر نہیں آ رہی تھی۔ راؤ سکندر اور راج دیو بہرطور انسان ہی تھے اور ان بے گناہ انسانوں کی موت کا انہیں بھی بے حد دکھ تھا۔

ہرنڈا ان تمام لاشوں کا جائزہ لے چکا تو ایک پتھر پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ان لوگوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی' کہ اس کے پاس جائیں' دیر تک وہ اسی طرح پریشانی کے عالم میں کھڑے رہے' گارساں اور اس کے ساتھیوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا' لیکن شردھانی ہاتھوں میں رائفل لئے مستعد تھے اور ان میں سے بے شمار شردھانی' اوپر بھی پہنچ گئے تھے تا کہ یہاں سے دشمنوں کا جائزہ لیا جا سکے' لیکن گارساں اور اس کے ساتھیوں کا نام و نشان نہیں ملا تھا' ویسے انہوں نے اپنے طور پر گارساں کے تعاقب کی کوشش نہیں کی تھی' کیونکہ ان کے سردار نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ بالآخر ہرنڈا خود ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور راؤ سکندر کے پاس پہنچ گیا اس کے ہونٹ پھیکے سے انداز میں مسکرائے اور اس نے آہستہ سے

کہا۔

"اس نے میرے بہت سے ساتھی ہلاک کر دیئے۔" راج دیو نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے' لیکن اس کی آواز بند ہو گئی' راؤ سکندر نے کہا۔

"ہمیں اس کی غداری کا علم نہیں تھا ہرنڈا...!"

ہرنڈا چونک کر راؤ سکندر کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں مسٹر راؤ' میں جنگل کا بے وقوف نہیں ہوں' یہ بات میں جانتا ہوں' وہ بدنسل غداری کا مرتکب ہو سکتا تھا۔"

ہرنڈا کے الفاظ نے انہیں کچھ تسلی دی' راؤ سکندر نے کہا۔

"اب اگر میں تم سے یہ بات کہوں گا ہرنڈا کہ مجھے بھی تمہارے ساتھیوں کی موت کا اتنا ہی دکھ ہے جتنا تمہیں تو یہ کچھ عجیب سا محسوس ہو گا۔"

"نہیں راؤ سکندر' میرے دوست' میں بہرطور انسان ہی ہوں اور انسانوں ہی میں رہا ہوں' کچھ حقیقتیں میرے علم میں بھی ہیں۔ میں ابتدا ہی سے اس شخص کی طرف سے مشکوک تھا اور جب تم نے بتایا کہ وہ تمہارا لیڈر ہے تو مجھے حیرت ہوئی تھی' لیکن آخر وہ اس طرح کیا چاہتا تھا' اگر اسے ہم سے علیحدگی اختیار کرنی تھی تو اس دوستی کے بعد ہم سے علیحدہ ہو سکتا تھا اور اب اگر وہ سمجھتا ہے کہ ان جنگلوں میں وہ ہم پر سبقت لے جائے گا' تو یہ اس کے لئے ناممکن ہے' میں اگر ابھی اپنے ساتھیوں کو حکم دوں کہ اسے زندگی کی قیمت پر تلاش کریں اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں میرے سامنے پیش کریں تو یہ سب مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔"

"میں جانتا ہوں مسٹر ہرنڈا' میں جانتا ہوں' ہم سب تم سے ازحد شرمندہ ہیں کہ وہ بدبخت ہمارے ساتھ ہی تھا۔"

ہرنڈا نے گردن جھٹکی اور کہنے لگا۔ "نہیں یہ خیال دل سے نکال دو مسٹر راؤ سکندر' میں یا میرے ساتھی تمہاری طرف سے بدظن نہیں ہیں' ہم لوگ اپنی قوم کے لئے روشنی تلاش کرنے نکلے ہیں اور اس سلسلے میں ہمیں قربانیاں دینا ہوں گی' یہ بات میں روز اول سے جانتا تھا' کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس خزانے کے حصول کے لئے ہمیں اور کتنی قربانیاں دینا ہوں گی۔"

راؤ سکندر اور راج دیو دل ہی دل میں کٹ کر رہ گئے تھے' بعض اوقات مصلحتیں انسان کو کس قدر خود غرض اور منافق بنا دیتی ہیں' اس وقت اس کا اندازہ لگا رہے تھے' اب بھی ان کی جرات نہ ہوئی کہ ہرنڈا سے وہ بات کہہ دیں کہ کوئی خزانہ ان کے علم میں نہیں ہے اور ہر شخص ایک ہی مقصد کے لئے کام کر رہا ہے۔ اگر وہ یہ بات ہرنڈا سے کہہ دیتے تو صورت حال کے بارے میں کوئی صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہرنڈا اس بات سے مشتعل ہو کر ان سب کو چند لمحات میں موت کے گھاٹ اتار دیتا' کیونکہ اس کے بعد اس سے یہ نقصان برداشت نہ ہو پاتا۔

"میرے خیال میں ان لوگوں کا تعاقب کرنا بے کار ہے ہاں آپ لوگ مجھے اس کی اجازت ضرور دیں مسٹر راؤ سکندر کہ اگر وہ ہمیں راستے میں نظر آ گئے تو ہم ان سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا' بس ان کی موت ہمارا ایمان ہو گی۔"

"یہ الفاظ کہتے ہوئے بھی مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے مسٹر ہرنڈا کہ تمہیں ایسا کرنے کا حق ہے۔"

ہرنڈا نے کوئی جواب نہ دیا' وہ اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا تھا' اور اس کے بعد وہ لوگ اپنے آدمیوں کی تدفین کرنے لگے تھے' یہ تدفین چھوٹے چھوٹے پتھر جمع کر کے ایک اجتماعی قبر کی شکل میں کی گئی اور انہیں ان پتھروں میں دبا دیا گیا' آج کا تمام دن وہیں بسر ہو گیا تھا اور سب کے سب غمزدہ نظر آ رہے تھے۔ راؤ سکندر اور راج دیو کے علاوہ سراتو' پروفیسر غوری' غزال اور بھرت چندر بھی اس کام میں مشغول رہے تھے اور انہوں نے شردھانیوں کو ان کے مسئلے میں تنہا نہیں چھوڑا تھا۔ یہ رات یہیں بسر کی گئی' ہرنڈا نے بڑے صبر و سکون کا ثبوت دیا تھا اور بلاشبہ اس کی شخصیت قابل تحسین تھی' لیکن راؤ سکندر اور راج دیو بے حد شرمندہ تھے۔ حالات نے اس طرح مجبور کر دیا تھا انہیں کہ اب اگر ضمیر کے کہنے سے وہ اس بات کا انکشاف کر بھی دیتے تو اس کا اثر یقینی طور پر الٹا ہی نکلتا۔ غرض یہ کہ دوسری صبح انہوں نے آگے کے سفر کا آغاز کر دیا' سب سے زیادہ حیرت ناک بات حشمت بے کی غداری تھی اور راؤ سکندر اور راج دیو اس سلسلے میں دبی دبی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ حشمت بے نے یہ کروٹ کیوں بدلی۔ اس کا کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ غزال بھی اپنی کوئی رائے نہیں دے سکا تھا۔ اس کے بعد پورا دن سفر کیا گیا۔ اور پھر رات کو آرام

کرنے کے بعد دوسرے دن بھی سفر کا آغاز خاموشی سے کر دیا گیا۔ وہ لوگ اپنے پروگرام کے مطابق آگے بڑھ رہے تھے' یہ اس واقعہ کے بعد قیام کی تیسری رات تھی اور انہوں نے طویل ترین سفر طے کر لیا تھا۔

اس دن سرشام ہی وہ اس عجیب و غریب علاقے میں داخل ہو گئے تھے' جو بہت ہی ناہموار راستوں سے گزرتا تھا۔ یہاں بھی چاروں طرف ویران اور بے آب و گیاہ پہاڑ پھیلے ہوئے تھے۔ انہیں ایک وسیع و عریض درہ طے کرنے کے بعد یہ جگہ نظر آئی تھی یہاں پہاڑوں کی لاتعداد چوٹیاں تھیں اور ماحول کچھ عجیب سنسنی خیز سا نظر آتا تھا۔ اس ندی کا کہیں پتہ نہیں تھا جس کا اس سلسلے میں سب سے نمایاں کردار تھا۔ بہرطور رات ایک جگہ قیام کیلئے منتخب کی گئی اور سرشام ہی تاریکی پھیل گئی کیونکہ آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے یکجا ہو گئے تھے۔ رات کا غالباً دوسرا پہر تھا' تمام لوگ خاموشی سے اپنے ٹھکانوں پر تھے کہ آسمان صاف ہونے لگا اور پھر چاند نکل آیا.... لیکن جاگنے والوں نے اس چاندنی میں جو منظر دیکھا وہ ان کے لئے ناقابل یقین تھا۔ وہ ایک انوکھا درخت دیکھ رہے تھے' جو چاند کی روشنی اس طرح جذب کئے ہوئے تھا کہ خود چاند ہی کے پتھروں سے تراشا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ درخت کی وسیع و عریض شاخیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور درخت سنہرے رنگ میں چمک رہا تھا۔ ہربنڈا' اور اس کے ساتھی شدت حیرت سے کھڑے ہو گئے اور اس درخت کی جانب دیکھنے لگے۔ باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا' کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہے۔ راؤ سکندر اور راج دیو کی آنکھیں شدت حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں' پھر انہوں نے خود کو سنبھالا اور اس کے بارے میں سرگوشیاں کرنے لگے' بالاخر یہ طے ہوا کہ اس درخت کو قریب سے دیکھا جائے' یہ ہے کیا شے۔ اس سلسلے میں ہربنڈا' راؤ سکندر' راج دیو' سراتو اور پروفیسر غوری وغیرہ تیار ہو گئے اور پھر دھڑکتے دل اور حیرت زدہ ذہن کے ساتھ اس درخت کی جانب بڑھنے لگے' درخت اصل ہی محسوس ہوتا تھا لیکن اس کی یہ صفت ناقابل فہم تھی کہ وہ چاندنی میں کیسے نہا گیا ہے اور زمین پر ہر شے سے منفرد کیوں محسوس ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ درخت کے تنے کے بالکل قریب پہنچ گئے دل میں خوف بھی تھا اور بے یقینی کا احساس بھی اور یہ احساس بھی کہ نجانے یہ پراسرار درخت کیسے کیسے حادثوں کا مسکن ہو' لیکن یہاں آنے کے بعد ان پر ایک عجیب سا سحر طاری ہو گیا تھا' چاندنی کا درخت بے

مثال ہیئت رکھتا تھا' اور جب انہوں نے اس درخت کے چوڑے اور وسیع تنے میں ایک اتنا بڑا سوراخ دیکھا جس سے دو آدمی بیک وقت اندر داخل ہو جائیں تو وہ اس خواہش کو دل میں نہ دبا سکے کہ اس سوراخ کے دوسری طرف جا کر دیکھیں' پروفیسر غوری پر تو ایک طرح کی دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی اور دوسروں کی پرواہ کئے بغیر درخت کے اس کھوکھلے تنے میں داخل ہونے والا وہ پہلا شخص تھا۔ اور باقی لوگوں نے فوری طور پر اس کا ساتھ دیا تھا کیونکہ کوئی بھی اس انوکھی خواہش کو دل میں دبا نہیں سکا تھا' اندر بھی مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چاندنی اس درخت سے اندر داخل ہو کر اس وسیع و عریض تہہ خانے میں پھیل گئی ہو جو اس درخت سے گزرنے کے بعد تھوڑا سا ڈھلان طے کر کے شروع ہو جاتا تھا وہ اس پراسرار تہہ خانے میں داخل ہو گئے۔ روشنی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ کدھر سے آ رہی ہے لیکن ایک ایسی ٹھنڈی اور مدہم روشنی اس تہہ خانے میں پھیلی ہوئی تھی کہ وہ اس تہہ خانے میں موجود ہر شے کو دیکھ سکتے تھے۔ اور انہوں نے دیکھا کہ تہہ خانے میں مختلف اشیاء کے انبار لگے ہوئے ہیں ٹوٹے پھوٹے پتھر' اینٹیں' لکڑیوں کے ٹکڑے اور ایسی ہی مختلف چیزیں۔ وہ ان کے درمیان سے آگے بڑھتے رہے۔ ہربنڈا کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی کیفیت چھائی ہوئی تھی' شاید اس کے دل کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ ہو سکتا ہے وہ عظیم الشان خزانہ انہی تہہ خانوں میں پوشیدہ ہو۔ تقریباً پچاس گز چلنے کے بعد انہیں نگاہوں کی حد تک چوڑائیوں میں سیڑھیاں سی نظر آئیں۔ یہ سیڑھیاں پتھروں ہی میں تراشی گئی تھیں اور ان کی تعداد تقریباً بیس تھی' اس طرح وہ وسیع و عریض تہہ خانہ نیچے گہرائیوں میں اتر جاتا تھا۔ ان سیڑھیوں سے اترتے ہوئے انہوں نے اپنے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں تو انہیں محسوس ہوا جیسے ان کے دماغ ان کا ساتھ چھوڑ گئے ہوں اس منظر کو دنیا کا سب سے حیرت ناک منظر کہا جا سکتا تھا' کیونکہ اب یہ تہہ خانہ صرف تہہ خانہ نہیں رہا تھا بلکہ ایک عظیم الشان بستی کی صورت محسوس ہوتا تھا ایک ایسی بستی جس میں انسان بھی موجود تھے۔ ہاں انسان۔ اور انہوں نے پہلے انسان کو خود سے چند گز کے فاصلے پر دیکھا تو وہ ایک نوجوان آدمی تھا عجیب اور مختصر لباس میں ملبوس زمین پر چت پڑا ہوا تھا۔

وہ بے اختیار اس کے قریب پہنچ گئے۔

پروفیسر غوری تھا جو ہر احساس کو نظرانداز کر کے اس انسان کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا تھا وہ جھک کر اسے دیکھنے لگا پھر اس کی آواز ابھری۔

"آہ یہ بے جان ہے۔"

"لاش۔" راؤ سکندر کی آواز ابھری۔ پروفیسر اس کے بدن کو ٹٹول رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"ایک انوکھی لاش جس کا بدن زندہ انسان کی مانند نرم ہے۔" وہ سب اس کے گرد جمع ہو گئے۔ نوجوان کے خد و خال بھی اجنبی اجنبی تھے یوں لگتا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔ مگر اس میں تنفس نہیں تھا۔ وہ دیر تک اسے دیکھتے رہے پھر ان کی متجسس نگاہیں آس پاس بھٹکنے لگیں۔

تب انہوں نے دوسرے بے شمار انسانوں کو دیکھا جو سامان کے انبار اور پتھروں کے ڈھیر کے پاس اسی طرح چت لیٹے ہوئے تھے۔ مرد، بوڑھے بعض عورتیں، بچے۔ ایک انوکھی دنیا آباد تھی یہاں۔ تعداد کے لحاظ سے یہ انسانوں کا شہر کہا جا سکتا تھا۔ لیکن مردہ شہر۔ اس شہر میں مکانات نہیں تھے بس ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے سامان کے انبار لے کر ناقابل یقین حد تک وسیع غار میں پناہ لینے آ گئے ہوں اور کسی پراسرار قوت نے انہیں سلا دیا ہو۔ ایک ایسی نیند جو موت سے مشابہہ ہو۔

"آہ یہ سب کیا ہے کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔" پروفیسر غوری نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ فاصلے پر ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں پانچ ایسے ہی انسانی جسم موجود تھے دو ادھیڑ عمر لوگ ایک جوان ایک عورت اور ایک لڑکی۔ سب کے سب ایک دوسرے سے مشابہ جیسے ایک ہی خاندان کے افراد ہوں۔ سب قریب قریب اور ایک ہی انداز میں ساکت تھے۔

"راج...." دفعتہ راؤ کی سرگوشی ابھری۔

"ہوں....!"

"تمہیں اپنے نوادر خانے کی لاش یاد ہے۔"

"تم نے میری زبان کی بات اچک لی راؤ۔ میں بھی ایک لمحے میں یہی کہنے جا رہا تھا۔" راج دیو نے کہا۔

ہرہنڈا ان کے پاس پہنچ گیا۔ مسٹر راؤ کیا آپ کے خیال میں وہ خزانہ یہاں ہو سکتا ہے۔"

"اس کا جائزہ لینا ہو گا ہرہنڈا۔"

"یہاں بے حد قیمتی اشیاء بھی موجود ہیں مگر یہ لوگ.... اتنے لوگ مردہ کیسے ہو گئے اور ان کے جسم بھی خراب نہیں ہوئے۔"

"خدا جانے۔ آؤ آگے چلیں۔" راؤ نے کہا اور وہ جب وہاں سے آگے بڑھا۔ غار کی ناقابل یقین وسعتوں میں ہر جگہ انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ طرح طرح کی اشیاء کے انبار کے درمیان وہ سب ساکت تھے۔

"یہ غار کتنا وسیع ہے۔" بھرت چندر نے کہا۔

"اسے غار کہنا مناسب نہیں یہ زمین کا دوسرا پرت ہے اور پورے دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسانی ہاتھوں کی تراش بھی نہیں ہے۔"

وہ اس گہرائی میں نظر آنے والے حیرتناک مناظر میں گم ہو کر کافی دور نکل آئے۔ ایک ایک منظر دل ہلا رہا تھا اور وہ خواب کی سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے کہ یکایک انہیں چونکنا پڑا۔ اچانک ہی اس دہشتناک حد تک خاموش ماحول میں ایک ارتعاش سا پیدا ہو گیا۔ وہ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ ان کے جسموں میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔ ارتعاش بڑھتا جا رہا تھا اور تہہ خانے کی دیواریں جیسے لرزنے لگی تھیں۔

"یہ سنسناہٹ کیسی ہے۔" بھرت چندر گھٹے گھٹے لہجے میں بولا۔

"زلزلہ...!" پروفیسر غوری بولا۔

"نہیں یہ زلزلہ نہیں ہے۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"پھر یہ کیا ہے۔"

"آہ نکلو یہاں سے ورنہ.... ورنہ دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ یہ بھیانک جگہ ہمارا مقبرہ نہ بن جائے۔" بھرت چندر نے دہشتناک لہجے میں کہا۔

"خاموش۔ کوئی ہے۔" راج دیو کی سرگوشی ابھری اور سب ساکت ہو گئے۔ بہت دور سے قدموں کی آوازیں ابھری تھیں لیکن اس سنسان اور خاموش مردہ شہر میں آوازیں گونج رہی تھیں۔

"کون ہو سکتا ہے۔"

"ہمارے ساتھی نہ ہوں۔" ہرہنڈا نے کہا پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "ویسے راؤ ایک

ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا ہرینڈا...؟"

"یہاں بے شمار قیمتی سامان موجود ہے کیوں نہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے اسے باہر نکال لیا جائے۔"

"اوہ ہرینڈا خاموش رہو پلیز....!" راؤ نے آہستہ سے کہا۔ اس کی نظریں غار کے وسیع و عریض ماحول میں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ قدموں کی آوازیں اب اور نمایاں ہو گئی تھیں اور ارتعاش بڑھتا جا رہا تھا...!

"لیٹ جاؤ۔ سب مردوں کی مانند زمین پر لیٹ جاؤ تاکہ کسی کو یہاں ہماری موجودگی کا احساس نہ ہو جائے آنے والے ہمارے دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔" راج دیو نے کہا اور بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ لیٹے ہی تھے کہ دفعتہ فضا میں ایک انسانی آواز ابھری۔ ایک ایسی بھیانک اور پراسرار آواز کہ ان کی رگوں میں خون جمنے لگا۔

"ترشاؤ.... راموترا..... راموترا.... راموترا..... آآآ...!"

○

دلدوز چیخ دوبارہ ابھری اس بار انہوں نے سمت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ گارساں کا گھوڑا پینترے بدل رہا تھا۔ گارساں نے ایک طرف اشارہ کیا اور گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ تمام لوگ بادل نخواستہ اس طرف چل پڑے۔ حالانکہ اس چیخ کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کھائی کے نزدیک رکے تھے۔ یہ کھائی ایک چوڑے پیالے کی شکل میں تھی اس کے ڈھلان سپاٹ تھے بس کہیں کہیں رخنوں میں جھاڑیوں کی بہتات تھی اور ان جھاڑیوں پر پیلے اور گہرے کالے ناگ رینگ رہے تھے پوری کھائی سانپوں سے بھری ہوئی تھی اور ان کی پھنکاریں گونج رہی تھیں۔ اس پیالے نما کھائی کے عین درمیان ایک بلند چٹان تھی جس کے بیچوں بیچ ایک درخت کا دوشاخہ تنا گڑا ہوا تھا اور اس تنے سے ایک لڑکی رسی سے بندھی کھڑی تھی۔ نوجوان لڑکی کا لباس تار تار تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ سپاٹ چٹان کے اس چبوترے پر سانپ چڑھ نہیں پا رہے تھے کبھی کبھی انتہائی کاوشوں کے بعد کوئی ناگ چٹان کے سرے تک پہنچ جاتا تو لڑکی اسے دیکھ کر وحشت ناک انداز میں چیخ پڑتی تھی۔ ان لوگوں نے اس کی یہی چیخیں سنی

تھیں۔

یہ انوکھا منظر بھی اسی وادی حیرت کا ایک حصہ معلوم ہو رہا تھا اور وہ اتنی حیرتوں سے گزر چکے تھے کہ اب یہ منظر بھی انہیں متاثر نہیں کرتا تھا۔ سب ہی اس پیالے کے گرد جمع ہو گئے تھے اور ان خوفناک زہریلے سانپوں کو اور اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔

بچاؤ۔ بچاؤ خدا کے لئے مجھے ان سانپوں سے بچاؤ۔" لڑکی دردناک آواز میں چیخی۔

"او مائی گاڈ۔ یہ اردو بول رہی ہے۔" پروفیسر حشمت نے کہا۔

"اردو بول رہی ہے۔"

"ہاں راؤ سکندر کی زبان۔"

"کیا کہہ رہی ہے یہ؟"

"مدد مانگ رہی ہے۔ یقیناً مدد مانگ رہی ہے۔"

"مگر۔ یہ کون ہے؟" گارساں تعجب سے بولا۔ اسی وقت لڑکی کی آواز ابھری۔

" ہیلپ می پلیز۔ پلیز ہیلپ می!"

"کون ہو تم۔ کون ہو!" گارساں چیخا۔

"انہوں نے مجھے یہاں قید کر لیا ہے میں مر رہی ہوں مجھے بچاؤ براہ کرم مجھے بچاؤ۔" اس بار لڑکی نے پھر انگریزی میں کہا تھا۔

"تم کون ہو لڑکی پہلے ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"میرا نام قندیل ہے۔ میں یہاں جنگلوں میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئی ہوں۔ خدا کے لئے میری مدد کرو!"

"قندیل!" حشمت بے اور گارساں بیک آواز بولے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ حشمت بے بولا۔

"مسٹر گارساں یہ وہی لڑکی ہے۔ راؤ کی ساتھی۔"

"خزانے کی چابی!" گارساں بولا۔

"سو فیصدی وہی لڑکی ہے۔"

"واہ مسٹر گارساں لاش کے بعد یہی سب سے اہم شخصیت ہے بلکہ وہ لوگ اسی کے سہارے اس مشن پر نکلے تھے۔"

"مگر اسے کس نے یہاں قید کیا؟"

"یقیناً یہ انہی پراسرار حملہ آوروں کا شکار ہوئی ہے جنہیں ہم نے ہلاک کیا ہے۔"

"تب تو۔ تب تو اس کا حصول ہمارے لئے ضروری ہے۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے یہ سانپ اوہ میرے خدا۔ اتنے سانپ میں نے کبھی یکجا نہیں دیکھے۔ یہ ان سپاٹ دیواروں کی وجہ سے اوپر نہیں پہنچ پائے۔ ورنہ اس پوری وادی میں بکھر جاتے۔" گارساں بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ کر بولا۔

پروفیسر حشمت بے بھی ان بھیانک سانپوں کو دیکھ کر ششدر تھا' اس دوران قندیل مسلسل ان سے مدد کی درخواست کرتی رہی تھی' وہ بری طرح دہشت زدہ تھی اور اس کی تمام انفرادیت رخصت ہو گئی تھی' نجانے کب سے وہ اس عالم میں تھی' چند لمحات کے بعد پروفیسر حشمت بے نے کہا۔

"ہم میں سے کم از کم دو افراد کو اس چبوترہ نما چٹان پر پہنچنا ہے' لیکن نیچے اترے بغیر یہ ممکن نہیں ہے' اگر کوئی ایسی لمبی چیز ہوتی جسے زمین کی اس ہموار سطح سے اس چٹان تک پہنچا کر پل بنایا جا سکتا تھا تو یہ ممکن ہو سکتا تھا حالانکہ یہ بھی خطرناک ہے' کسی بھی لمحے کوئی کالا ناگ اوپر پہنچ سکتا ہے' آہ مسٹر گارساں ایک اور ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے' اگر آپ کہیں تو میں یہ کر کے دیکھ لوں؟"

"ضرور کرو پروفیسر' ضرور کرو' یہ لڑکی ہمیں ہر قیمت پر ملنی چاہئے۔ خزانہ کی چابی ہے یہ اور تم نے دیکھ لیا تقدیر کس طرح میرا ساتھ دے رہی ہے' بس یوں سمجھ لو کہ خزانے کی روشنی ہماری آنکھوں تک پہنچ چکی ہے' جلدی کرو پروفیسر' کیا تجویز آئی ہے تمہارے ذہن میں؟"

جواب میں پروفیسر نے اپنا بوسیدہ کوٹ اتار لیا اور اس میں سے رکھی ہوئی اشیاء نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنے لگا۔ پھر اس نے گارساں کے ساتھی ہڈسن سے اس کا لائٹر مانگا اور ہڈسن نے اپنا لائٹر نکال کر پروفیسر حشمت بے کو دے دیا۔ حشمت بے نے لائٹر سے کوٹ کے دامن میں آگ لگا دی تھی۔ گارساں اور اس کے ساتھی پروفیسر حشمت بے کی یہ کارروائی دیکھتے رہے اور جب کوٹ نے اچھی طرح آگ پکڑلی تو پھر پروفیسر نے اسے پیالہ نما کھائی میں پھینک دیا خشک جھاڑیوں کو وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ جلتا ہوا کوٹ نیچے گرا اور

جھاڑیوں نے آگ پکڑلی۔

گارساں خاموشی سے پروفیسر حشمت بے کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا اور بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔

جھاڑیاں چونکہ بہت زیادہ بلند نہیں تھیں اس لئے شعلے ایک ڈیڑھ گز سے زیادہ بلند نہ ہوئے۔ لیکن آگ تیزی سے پیالہ نما کھائی میں پھیلتی جا رہی تھی۔ پروفیسر حشمت بے نے اس وقت خود ہی خطرہ مول لیا اور اپنے ساتھ گارساں کے ایک مضبوط ساتھی کو لے لیا۔ گارساں دلچسپ نگاہوں سے پروفیسر کی یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔

آگ لگتے ہی سانپوں میں کھلبلی پیدا ہو گئی' وہ پھنکارتے ہوئے اور غصے سے بے چین ہوتے ہوئے آگ سے بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ اس وقت یہ خدشہ بھی تھا کہ وہ اپنی انتہائی قوت صرف کر کے چٹان پر چڑھنے کی کوشش کریں گی اور ساتھ ہی پیالہ نما گڑھے سے اوپر آنے کی کوشش کریں گے کیونکہ جان بچانے کا مسئلہ تھا تمام ہی لوگ دہشت بھری نظروں سے ان ناگوں کو دیکھ رہے تھے جو آگ سے بچنے کے لئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ پھر جب ایک جگہ آگ کچھ مدھم پڑی تو پروفیسر حشمت بے اس شخص کو لے کر ڈھلان میں دوڑتا چلا گیا جسے اس نے اپنے ساتھی کی حیثیت سے منتخب کیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ رسی بھی لے لی تھی اور دوسری طرف کھڑے ہڈسن کو ہدایت بھی دے دی تھی' چنانچہ چند ہی لمحات کے بعد ہڈسن نے رسی کا پھندا بنا کر پوری قوت سے اس درخت کی شاخ کی جانب اچھالا جس سے قندیل بندھی ہوئی تھی' حشمت بے اور اس کا ساتھی نیچے پہنچ چکے تھے۔ ہڈسن نے رسہ چھوڑا اور پروفیسر رسے کی مدد سے اس چٹان پر چڑھنے لگا' وہ حیرت انگیز طور پر اپنے اس عمل میں کامیاب ہو گیا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دو شاخے سے بندھی ہوئی لڑکی کے نزدیک پہنچ گیا تھا' اس نے قندیل کے بندھے ہوئے ہاتھ کھولے' پیالہ نما کھائی میں دھواں جمع ہوتا جا رہا تھا اور اب یہ دھواں کافی تیزی سے ہوا کے ساتھ پھیلنے لگا تھا لیکن پروفیسر نے بڑی برق رفتاری سے قندیل کو کھول کر اپنے شانوں پر لادا۔ اور اس کے بعد اس رسی کی مدد سے نیچے اترنے لگا' اس کی مدد کے لئے نیچے دوسرا آدمی موجود تھا' پیالہ نما کھائی میں ایک اور رسہ پھینک دیا گیا تھا اور پروفیسر حشمت بے اپنے ساتھی کی مدد سے اب واپسی کی ڈھلان طے کر رہا تھا۔ اس دوران سب کی نگاہیں دیوار پر رینگتے ہوئے سانپوں پر جمی ہوئی

تھیں جو مر رہے تھے اور سرتوڑ کوشش میں مصروف تھے کہ اوپر آ جائیں لیکن شاید کوئی غیر مرئی قوت انہیں اس کھائی سے اوپر آنے سے روک رہی تھی کیونکہ یہ اتنا ناممکن کام بھی نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کسی سحر کے زیر اثر یہ سانپ اس جگہ محدود رہتے ہوں ورنہ ان کا باہر آ جانا ناممکن نہیں تھا...... قندیل نیم غشی کی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی شاید دھویں کی گھٹن کی وجہ سے یا پھر اس احساس سے کہ وہ آزاد ہو گئی ہے اب اس کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔ چنانچہ گارساں تک پہنچتے پہنچتے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

گارساں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس نے پروفیسر حشمت بے کو سینے سے لپٹا لیا اور پرمسرت لہجے میں بولا۔

"کامیابی پر کامیابی' کامیابی پر کامیابی لیکن ہمیں اب یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے پروفیسر۔ لاؤ اس لڑکی کو میرے گھوڑے پر بٹھا دو' میں اسے سنبھال لوں گا' یقیناً یہ بے ہوش ہو گئی ہے' اس کی زندگی ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے۔ گارساں قندیل کو سنبھال کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ باقی لوگ بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے۔ پیالہ نما کھائی سے دھویں کے مرغولے فضا میں بلند ہو رہے تھے اور آگ کی تپش بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ پروفیسر حشمت بے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹ گئے اور اپنے مخصوص کئے ہوئے راستے پر آگے بڑھنے لگے' دھواں بہت پیچھے رہ گیا تھا اور گارساں نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ اس جگہ سے کافی دور نکل آئے اور پھر گارساں کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا جہاں قیام کیا جا سکے اور قندیل کی زندگی کے لئے کوششیں کی جا سکیں۔ ایک ایسا علاقہ انہیں اپنے بائیں سمت کچھ فاصلے پر نظر آیا جہاں گھنے درخت بھی نظر آ رہے تھے۔ گو وہ قریب قریب نہیں تھے لیکن پھیلی ہوئی شاخوں والے تھے اور جگہ بھی صاف ستھری تھی۔ چنانچہ گارساں نے اشارہ کیا اور ساتھ ہی گھوڑوں کا رخ بھی بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ درختوں کے نیچے تھے۔ یہاں پہنچ کر قندیل کو نرم گھاس پر لٹا دیا گیا اور وہ ہر طرح سے اس کی خبر گیری کرنے لگے۔ اس کے نیم عریاں بدن کو کپڑوں سے ڈھک دیا گیا اور اسے تھوڑا سا پانی پلایا گیا۔ قندیل کی کیفیت بہت زیادہ خراب نہیں تھی' بس قید نے اسے نیم مردہ سا کر دیا تھا' زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ ہوش میں آ گئی' ہوش میں آنے کے بعد اسے ہلکی سی غذا بھی دی گئی'

قندیل نے کوئی تعرض نہ کیا تھا اس کا انداز کسی معصوم بچے کا سا تھا حالانکہ ان لوگوں میں ایک بھی شناسا چہرہ نہیں تھا۔ لیکن وہ شاید ذہنی طور پر نڈھال ہو گئی تھی اس لئے اس نے اس بات پر کوئی تجسس ظاہر نہ کیا کہ یہ کون لوگ ہیں اور وہ کہاں ہے۔ لیکن گارساں اس سے بات کرنے کے لئے بے چین تھا۔ قندیل آہستہ آہستہ اعتدال پر آتی گئی اور گارساں اپنی بے صبری کو نہ روک سکا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"لڑکی تیرا نام قندیل ہے نا' تیرا نام قندیل ہی ہے نا....." قندیل نے گارساں کو دیکھا اور معصومیت سے گردن ہلا دی.... "ہاں۔"

"اور تو راؤ سکندر کے ساتھ رہتی تھی....؟"

"ہاں.....ہاں۔"

"اور راؤ سکندر' راج دیو تیرے ذریعے کسی خزانے کی تلاش میں سرگرداں تھے۔" قندیل نے نہ سمجھنے والے انداز میں گردن ہلائی' پروفیسر حشمت بے خاموشی سے گارساں کو دیکھ رہا تھا۔ گارساں چند لمحات انتظار کرتا رہا پھر اس نے کہا..... "دیکھ لڑکی ہم نے تجھے نئی زندگی دی ہے تیرے تمام ساتھی تجھے چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے' انہوں نے تجھے موت کے حوالے کر دیا تھا۔ لیکن ہم تجھے ایک بار پھر زندگی کی جانب واپس لے آئے ہیں' تو...... تو اس خزانے کے بارے میں کیا جانتی ہے' کہاں ہے وہ خزانہ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے' جواب دے لڑکی' تیرے لئے جواب دینا بے حد ضروری ہے۔"

"خزانہ.....؟" قندیل نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا۔

"میرا نام گارساں ہے ایڈمنڈ گارساں اور میں جو کچھ ہوں تو اس بات سے بچ کہ تجھے یہ جاننا پڑے تو جو خزانہ راج دیو اور راؤ سکندر کے لئے تلاش کرنا چاہتی تھی' اب وہ میرے حوالے کر دے لڑکی۔ اسی میں تیری زندگی ہے اور اسی میں تیری نجات ہے۔"

قندیل گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ابھی سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں بحال نہیں ہوئی تھیں وہ اپنے ذہن پر زور دینے لگی۔ گارساں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ بری طرح بے چین نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تیری یہ خاموشی تیرے حق میں بہتر نہ ہو گی لڑکی جواب دے' جواب دے۔" وہ غرایا۔

"میرے خیال میں اس کے حواس ابھی بحال ہونے دو گارساں۔ یہ لڑکی ہم سے تعاون

کرے گی یہ جانتی ہے کہ اب اسے سہارا دینے والے صرف ہم ہیں اگر ہم اسے ان سانپوں کے درمیان سے نہ نکالتے تو یہ ان کا شکار ہو جاتی یا پھر وہیں بھوک پیاس سے مرجاتی۔ ہم نے اس کی زندگی بچائی ہے یہ ہمیں سب کچھ بتا دے گی۔"

قندیل ان کے الفاظ سن رہی تھی لیکن اس کی کیفیت کھوئی کھوئی سی تھی۔ وہ بار بار آنکھیں بند کر لیتی تھی اور اسے چکر سے آنے لگتے تھے۔ گارساں نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ لڑکی چالاکی سے کام لے رہی ہے۔ لڑکی اگر تو سمجھتی ہے کہ یہاں کوئی تیری مدد کے لئے آ سکتا ہے تو اس خام خیال کو ذہن سے نکال دے۔ ہم نے تیرے سارے مددگاروں کو ختم کر دیا ہے۔ بول خزانہ کہاں ہے۔"

حشمت بے نے پریشان نظروں سے گارساں کو دیکھا۔ گارساں سخت جلد بازی کر رہا تھا اور اس طرح کام بننا ممکن نہیں تھا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر گارساں کیا آپ یہاں سے ہٹ کر میری کچھ بات سننا پسند کریں گے؟"

"اوہ پروفیسر۔ کیا بات ہے آؤ۔" گارساں ناگواری سے بولا اور وہاں سے ہٹ کر کچھ دور پہنچ گیا۔ "ہاں بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو....."

"تمہیں اس جلد بازی سے روکنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں' آخر کیوں؟"

"آپ انتہائی ذہین انسان ہو کر اس وقت ناسمجھی سے کام لے رہے ہیں۔"

"اپنے جملوں کی وضاحت کرو پروفیسر۔" گارساں ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت لڑکی کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ وہ راج دیو کے ساتھ تھی اس سے بچھڑ گئی۔ کن لوگوں نے اسے گرفتار کیا' قید کیا یہ سب کچھ جاننا بھی ضروری ہے۔"

"ہمیں اس سے فائدہ....."

"اس جلد بازی سے بھی ہمیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔"

"اس سے خزانے کا پتہ معلوم کرو پھر اسے ہلاک کر دو۔ ہمیں اس کا کیا کرنا ہے۔"

"جس عالم میں وہ ہے اس میں اس کی کسی بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا وہ کوئی الٹی سیدھی جگہ بتا دے اور تم اسے ہلاک کر دو۔ پھر وہ جگہ نہ ملے تو تم کیا کرو گے۔"

"ایں!....." گارساں چونک پڑا۔

"ہمیں اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا ہو گا رفتہ رفتہ اس سے معلومات حاصل کرنا ہوں گی یہ مناسب طریقہ ہے۔ باقی آپ لیڈر ہیں جیسا آپ پسند کریں۔"

گارساں کچھ سوچنے لگا پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "اور مجھے خدشہ ہے کہ کچھ ہو نہ جائے کوئی اور نہ آ جائے۔ بس اس سے خزانہ کے بارے میں معلوم ہو جائے باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ فیصلہ کر لیں مسٹر گارساں۔" حشمت بے نے کہا۔ باقی جہاں تک کسی کے آ جانے کا معاملہ ہے تو آپ یہ بھول رہے ہیں کہ یہ لڑکی ہمیں اتفاق سے ہی مل گئی ہے اور ہم چوہے نہیں ہیں ہر خطرے کا مقابلہ کریں گے۔ کام پائیدار ہو تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے بس ہمیں خزانے کا پتہ معلوم ہو جانا چاہئے باقی..... او کے پروفیسر مگر ہوشیار رہنا ضروی ہے۔ اور سنو پروفیسر تم اس سے جو بھی معلوم کرو گے میری موجودگی میں کرو گے۔ سمجھے پروفیسر۔"

"مجھے اس پر اعتراض نہیں مسٹر گارساں۔" پروفیسر حشمت بے نے کہا۔ وہاں سے واپس آ کر اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "اب تم آرام کرو قندیل سکون کی نیند سو جاؤ۔ ہم سب تمہارے محافظ ہیں۔ اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کے آرام کا بندوبست کر دو....." اور پروفیسر کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ الٹے سیدھے کپڑے بچھا کر اسے لٹا دیا گیا اور یہی کپڑے اس کے بدن پر ڈال دیئے گئے تھے۔ قندیل کسی معصوم بچے کی مانند سو گئی تھی۔ نہ جانے اس پر کیا گزری تھی۔

گارساں نے اپنے گوریلوں کو ہدایت کر دی تھی چنانچہ قندیل کے گرد سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ اور وقت گزرنے لگا۔ پروفیسر حشمت بے بھی اضطراب کا شکار تھا لیکن شاید قندیل کی وجہ سے نہیں بعض اوقات وہ اپنی بیٹی کو بھی اجنبی نظروں سے دیکھنے لگتا تھا۔ سفینہ نے عجیب رویہ اختیار کر لیا تھا۔ بہرحال وہ رات انہیں وہیں گزارنا پڑی اور کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ دوسری صبح قندیل کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ اسے خوراک وغیرہ دی گئی اور پھر اس سے سوالات کئے جانے لگے۔

"تم اپنے ساتھیوں سے کیسے جدا ہوئیں۔" قندیل نے وہی کہانی سنائی جو حشمت بے

اور گارساں جانتے تھے۔ لیکن اس میں کرنل فیروز کا تذکرہ ان کے لئے عجیب تھا۔

"کیا کرنل ان کے ہاتھوں مارا گیا۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"خزانے کے بارے میں کیا جانتی ہو۔"

"کیسا خزانہ....."

"وہ جو تم سے منسوب ہے۔"

"آہ! میں کچھ نہیں جانتی۔ انہوں نے مجھ سے کے بون بھی چھین لئے۔"

"بکواس کرتی ہو۔ بتاؤ خزانہ کہاں ہے؟" گارساں بھڑ گیا۔ "میں نہیں جانتی۔ تم لوگ یقین کرو میں کچھ بھی نہیں جانتی۔"

"پھر یہ لوگ تمہیں یہاں کیوں لائے تھے؟"

"یہ لوگ..... میں بیمار ہو گئی تھی ان کا خیال تھا کہ میرا علاج یہی ہے۔ غزال کا بھی یہی خیال تھا۔ سب نے کہا میں ان کے ساتھ آ گئی۔ غزال۔ غلط تو نہیں کہہ سکتا تھا۔"

"تم غزال کو جانتی ہو.....؟" سفینہ نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔"

"وہ تمہارا کون ہے.....؟" سفینہ نے کہا۔

"وہی تو سب کچھ ہے وہ..... وہ میرا محبوب ہے' وہ میرا شوہر ہے ہماری شادی ہو چکی ہے۔"

سفینہ کی آنکھوں میں جلتی ہوئی آگ کو دوسرے محسوس نہ کر سکتے تھے۔ اسے بہت کچھ یاد آ چکا تھا اور اس نے خونی نگاہوں سے قندیل کو دیکھا۔ پھر گارساں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"آپ اس لڑکی کے ہاتھوں بے وقوف بننا پسند کریں گے مسٹر گارساں....."

"میں سمجھا نہیں سفینہ۔"

"میں اسے سمجھ رہی ہوں اور جب کوئی مشکل کام درپیش ہوتا ہے تو مسٹر گارساں آپ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں۔"

"ہمیں اس لڑکی کی زندگی سے صرف یہ دلچسپی ہے کہ یہ ہمیں خزانے کا پتہ بتا دے۔ اگر یہ زبان نہ کھولے تو پھر اس بوجھ کو گھسیٹنے سے کیا فائدہ۔"

"یقیناً۔"

"تو پھر اسے میرے حوالے کر دیں۔"

"تجھے آزادی ہے۔" گارساں نے کہا۔ اور سفینہ اسے لے کر چل دی پھر اس نے چند لوگوں کو حکم دیا۔

"اس کے پیروں میں رسی باندھ کر اسے اس درخت کی شاخ سے الٹا لٹکا دو۔ چلو جلدی کرو....." گارساں کے ساتھی تیاری کرنے لگے۔ حشمت بے کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ چند لمحے کے بعد سفینہ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ قندیل کے حلق سے چیخیں بلند ہو رہی تھیں وہ بلک بلک کر رو رہی تھی اور سفینہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"غزال تیرا محبوب ہے نا۔ تیری اس سے شادی ہوئی ہے۔" سفینہ کے حلق سے ناگن کی سی پھنکار نکلی۔ اب وہ تیری لاش کو بھی نہ پا سکے گا۔ وہ سفاکی سے مسکرائی.....

کرنل فیروز کی اپنی سوچ تو کچھ نہیں رہی تھی جو کچھ اس پر گزر رہی تھی اس میں تو یہ بھی بہت تھا کہ اس کا ذہنی توازن قائم تھا۔ ورنہ جو واقعات پیش آ رہے تھے وہ دیوانہ کرنے کے لئے کافی تھے یا شاید یہ بھی دیوانگی کی ایک قسم تھی کہ اس نے عقل سے رابطہ توڑ کر ان ناقابل یقین باتوں کو تسلیم کر لیا تھا چاندنی کا درخت اسے بھی نظر آ رہا تھا اس کا فاصلہ بھی زیادہ نہیں تھا لیکن یہ انوکھا درخت تھا۔

ایرا برق رفتاری سے اس درخت کی جانب دوڑ رہی تھی اور کرنل اس کا تعاقب کر رہا تھا لیکن دوڑتے دوڑتے اس کا سانس پھولنے لگا پاؤں رکنے لگے اور.... اور درخت کا فاصلہ اتنا ہی محسوس ہوا۔ یہ فاصلہ کسی طور کم ہی نہ ہو رہا تھا وہ بدن کی تمام قوتیں مجتمع کر کے دوڑ رہا تھا لیکن نتیجہ کچھ نہ ظاہر ہو رہا تھا۔ دوڑتی ہوئی ایرا کے منہ سے کچھ آوازیں نکل رہی تھیں جو اب کرنل کو سنائی بھی نہیں دے رہی تھیں ایرا کے اور اس کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا پھر اسے محسوس ہوا جیسے وہ گر پڑے گا بمشکل تمام وہ پھیپھڑوں کی پوری قوت صرف کر کے چیخا۔ "ایرا!"

اور ایرا رک گئی اس نے پلٹ کر کرنل کو دیکھا اور پھر گردن گھما کر درخت کی طرف دیکھا جو اسی طرح جگمگا رہا تھا لیکن وہ واپس پلٹی کرنل لڑکھڑا رہا تھا اور گرنے ہی والا تھا کہ ایرا نے قریب پہنچ کر اسے سہارا دیا۔

"وہ وہ درخت...." کرنل پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔

"چاند ڈوبنے سے پہلے ہمیں اس تک پہنچنا ہے وہ ہماری ہر جنبش سے واقف ہیں انہوں نے راستے پھیلا دیئے ہیں دیکھو ہم کتنی دور نکل آئے ہیں یہاں پانی بھی نہیں ہے۔"

"ہاں عقب میں' عقب میں وہ ٹیلے بھی نظر نہیں آ رہے جہاں سے ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔" کرنل نے مشکل سے کہا۔

"تم تھک گئے کرنل؟"

"ہاں ایرا۔" کرنل زمین پر بیٹھ گیا۔ "میں اب اس سے زیادہ نہیں دوڑ سکتا۔"

"ہمت کرو کرنل اگر چاند چھت سے اتر گیا تو ہم دوبارہ اسے نہ تلاش کر سکیں گے۔"

ایرا کے لہجے میں اضطراب پیدا ہو گیا اور کرنل بے بسی سے اسے دیکھنے لگا پھر وہ ایک کراہ کے ساتھ اٹھا اور آگے بڑھنے لگا ایرا ایک بار پھر دوڑ پڑی تھی لیکن کرنل اس کا ساتھ نہ دے سکا تب ایرا رک گئی اس نے منہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے کرنل کو دیکھتی رہی۔

"مجھے افسوس ہے ایرا۔" کرنل نے کہا۔

"مگر میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتی۔"

"درخت اتنا ہی دور ہے۔"

"وہ دور نہیں ہے۔" ایرا پراسرار آواز میں بولی اور پھر اس نے دونوں مٹھیاں بند کر کے فضا میں بلند کر دیں اس کی آواز بلند ہوئی۔ "میں نے تیری امانت میں سے کچھ خرچ نہیں کیا ترپاشا لیکن اب مجبوری ہے وہ میرے راستے روک رہے ہیں مجبوری ہے اس نے دونوں مٹھیاں کھول دیں۔ ایک شعلہ سا لپکا اور اتنی تیز روشنی پھیل گئی کہ کرنل کی آنکھیں بند ہو گئیں اس کی بند آنکھوں میں روشنی لپک رہی تھی آنکھیں کھلیں تو اسے ایرا کی آواز سنائی دی۔

"آؤ کرنل۔ آؤ میرے ہاتھ کا سہارا لو۔" اس نے کرنل کو اٹھایا پھر چونک کر رک گئی یہ آوازیں کیسی ہیں۔ کرنل نے سماعت پر زور دیا اور اسے یوں احساس ہوا جیسے گھوڑے کنوتیاں بدل رہے ہیں اس نے ان کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تو بے اختیار چونک پڑا۔ چمکتا درخت اب چند قدم کے فاصلے پر تھا۔

"یہ....یہ" اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"ترپاشا کے علم سے میں نے فاصلے ختم کر دیئے ہیں مگر یہ اجنبی آوازیں۔ آؤ ہو سکتا ہے یہ بھی ان کی پیدا کی ہوئی ہوں وہ ہمیں ان کے جال میں گرفتار کر کے یہ چاہتے ہیں کہ چاند ڈھل جائے آؤ میرے ساتھ قدم آگے بڑھاؤ۔"

کرنل نے اس کی ہدایت پر عمل کیا اور وہ اس انوکھے درخت کے قریب پہنچ گئے۔ جس کے تنے میں ایک سوراخ نظر آ رہا تھا ایرا کا سانس تیز تیز چل رہا تھا اس کے بدن کی

کپکپاہٹیں کرنل کو صاف محسوس ہو رہی تھیں وہ اسی دہانے کے پاس رکی اور پھر اس کے اندر داخل ہو گئی کرنل کا دل بھی بری طرح دھڑک رہا تھا تنے کے سوراخ کے دوسری جانب بھی روشنی پھیلی ہوئی تھی انہیں تھوڑے سے ڈھلان طے کرنے پڑے تھے اور اس کے بعد کرنل نے جو جگہ دیکھی وہ اس کے لئے ناقابل یقین تھی۔ زمین کی دوسری تہہ معلوم ہوتی تھی جہاں تک نظر جاتی مدہم مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں عجیب و غریب قسم کے ساز و سامان کے انبار نظر آ رہے تھے اور بغور دیکھنے سے ان کے درمیان لیٹے ہوئے انسان بھی' ایک نگاہ میں یہ اندازہ نہیں ہو پاتا تھا کہ وہ لوگ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں لیکن ذہن پر زور دینے سے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ وہ لاشیں نہیں ہوسکتیں کیونکہ اگر وہ مردہ انسان ہوتے تو یہاں تعفن پھیلا ہوتا کرنل کو ایرا کے الفاظ بھی یاد آ گئے اس نے بار بار کسی مردہ شہر کا تذکرہ کیا تھا اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مردہ شہر یہی ہے ایرا کی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں اس کی آنکھوں کی کیا کیفیت ہے اس کا اندازہ کرنل کو نہیں ہو پا رہا تھا پے در پے بھیانک واقعات نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی چھین لی تھیں اور اب ہر شے کو کھوئی کھوئی نگاہوں سے دیکھتا تھا کوئی بات کوئی تصور ذہن تک پہنچ گیا سو پہنچ گیا ایرا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی اور کرنل نے یہاں بھی اس کا ساتھ دیا وہ یہ بات جانتا تھا کہ ایرا کا ساتھ چھوڑ دینے کا مطلب فوری طور پر دماغ کی شریانوں کا پھٹ جانا ہے کم از کم اس کے ساتھ یہ احساس تو رہتا ہے کہ وہ تنہا نہیں ہے ایرا ان لاشوں کے درمیان آگے بڑھتی رہی اور پھر ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گئی اس نے کرنل کی طرف دیکھا اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"یہ اکال ترپاشا کی مملکت ہے کرنل فیروز یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اکال ترپاشا کے حکم پر زندگی ترک کر دی اور ایک طویل عرصے کے لئے موت اپنا لی تا کہ جب اکال ترپاشا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو یہ لوگ اس کے ساتھی بنیں اور اب وقت آ گیا ہے ان کے جاگنے کا انہیں جگانے کے بعد ہی ہم دوسرا کوئی کام کریں گے کرنل فیروز میں انہیں آواز دیتی ہوں تم ان کے جاگنے کا منظر دیکھو ایرا نے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لئے اور تن کر کھڑی ہو گئی پھر اس کے حلق سے ایسی بھیانک اور پراسرار آواز نکلی کہ کرنل فیروز کا دل لرزنے لگا وسیع و عریض تہہ خانے میں ایرا کی آواز ابھری تھی۔

"ترشاؤ' راموترا' راموترا' راموترا" اس کی آواز کھنچتی چلی جا رہی تھی اور تہہ خانے میں ایک ہولناک سنسناہٹ ابھرنے لگی تھی۔ "ترشاؤ' ترشاؤ' راموترا ترشاؤ راموترا"۔ ایرا ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی اور اس کی آواز کی گونج چاروں طرف پھیل رہی تھی تبھی کرنل کی وحشت زدہ آنکھوں نے دیکھا کہ زمین پر لیٹے ہوئے جسموں میں تحریک پیدا ہونے لگی ہے وہ اس طرح اپنے بدن کو سکوڑ رہے ہیں جیسے کوئی آواز ان کی نیند میں خلل انداز ہو رہی ہو اور ان کی نیند اچٹتی جا رہی ہو پھر کرنل سے چند گز کے فاصلے پر پڑے ہوئے ایک شخص نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انگڑائی لی اور آنکھیں کھول دیں اس کے بعد وہ ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھ گیا اور پھر اس کے حلق سے مدہم سی آواز نکلی۔

"راموترا' راموترا۔" آہستہ آہستہ آوازوں کی یہ مدہم گونج چاروں طرف ابھرنے لگی اور کرنل وحشت زدہ ہرن کی مانند چونک چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا ہر طرف سے زندگی کے آثار نمودار ہوتے جا رہے تھے ایرا اپنے الفاظ بدستور دہرا رہی تھی اور اب چاروں طرف سے مدہم مدہم آوازوں میں "راموترا' راموترا" کہا جا رہا تھا ایرا کا چہرہ جوش مسرت سے سرخ ہو گیا تھا اس نے فتح مندانہ نگاہوں سے کرنل کی طرف دیکھا اور پھر وہاں سے آگے بڑھنے لگی ساتھ ہی اس نے ہاتھ سے کرنل کو اشارہ کر دیا تھا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہے اور کرنل سحر زدہ انداز میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا کونسی بات پر یقین کرتا اور کونسی بات کو وہم سمجھتا' یہ فیصلہ بھی اب وہ نہیں کر سکتا تھا جو کچھ آنکھیں دیکھ رہی تھیں جو کچھ کان سن رہے تھے اس کی نفی تو دیوانگی کے مترادف تھی سب کچھ تسلیم کرلینے کے لئے تھا اور وہ انسانوں کے درمیان ایرا کے ساتھ آگے بڑھتا رہا جو نجانے کب سے موت کی نیند سو رہے تھے اور اب زندگی کی جانب لوٹے تھے ان کے ساز و سامان کے انبار بھی کرنل کی نگاہوں میں تھے بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے بہت سے قافلے پناہ لینے کے لئے اپنے اپنے سازو سامان کے ساتھ یہاں پہنچے ہوں اور پھر سامان ایک جگہ رکھ کر گہری نیند سو گئے ہوں اور اب ان کی صبح ہوئی ہو۔ ایرا اب خاموش ہو گئی تھی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی پھر وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے چن کر ایک خانہ سا بنایا گیا تھا لیکن یہاں پہنچ کر ایرا کے حلق سے ایک چیخ سی برآمد ہوئی اور اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں چاروں طرف دیکھنے لگیں اس کے چہرے کی مسرت اچانک ہی

غائب ہو گئی تھی وہ پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگی اس کے دانت بھنچ گئے تھے اور
پھر اس کے حلق سے ایک ولدوز آواز نکلی۔
"آہ کرنل آہ' اکال ترپاشا یہاں موجود نہیں ہے۔ اکال ترپاشا کو یہاں سے لے جایا گیا
ہے اس کی آنکھوں سے غم کی شدت کا احساس ہو رہا تھا اور چند لمحات کے لئے اس کا چہرہ
مردنی کا شکار ہو گیا تھا اس کے ہونٹوں سے آہستہ آہستہ سرسراتی ہوئی آوازیں نکل رہی
تھیں۔ "اکال ترپاشا' اکال ترپاشا۔"
جاگنے والے جاگ چکے تھے اور اب مستعد نظر آ رہے تھے ایرا نے چاروں طرف دیکھا
اور رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر سکون پھیل گیا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
"لیکن وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے وہ مستعد ہے شومابا ہوترا! تیری ہر کوشش
ناکام ہو جائے گی اور یہی تیرا مقدر ہے اور یہی ترپاشا کا دیا ہوا علم۔ تو جو کچھ بھی کر سکتا ہے
کر لے۔ تمام قوتیں یکجا ہو گئی ہیں ٹھیک ہے شومابا ہوترا تو اب کسی رحم کا مستحق نہیں
رہا۔" اس نے یہ الفاظ ایسی زبان میں ادا کئے تھے جو کرنل کی سمجھ میں بخوبی آ رہی تھی اس
نے آہستہ سے کہا۔
"سب جاگ چکے ہیں کرنل سب جاگ چکے ہیں۔ لیکن اکال ترپاشا یہاں نہیں ہے یہ
وہ جگہ تھی جہاں میں اسے چھوڑ گئی تھی ہاں یہی وہ جگہ تھی۔"
"لیکن وہ کہاں گیا؟"
"میں جانتی ہوں شومابا ہوترا بے خبر نہیں ہے اور اس کے نشانات ہمیں ہر قدم پر ملتے
رہے ہیں۔ میں یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ہماری آمد کے وقت سے اتنا پہلے واقف ہو جائے گا
اب اس سے شدید جنگ کی جائے گی۔ آہ کاش! جس قدر جلد ممکن ہو سکے جس قدر جلد
ہو جائے ہمیں نشتا مل جائے۔ اگر نشتا ہمارے پاس پہنچ گئی تو پھر کوئی مشکل نہ ہو گی کیونکہ
اکال ترپاشا کا علم اس کا سحر ہزاروں گنا زیادہ طاقتور ہو کر نشتا میں سمو دیا جائے گا اور اس کے
بعد وہ تمام حالات خود قابو میں کر لے گی۔ ہاں کرنل ہمارا کام اب صرف دو حصوں میں تقسیم
ہو گیا ہے۔ نشتا کی تلاش اور اکال ترپاشا کی تلاش۔ یقینی طور پر ان دونوں کو کوئی نقصان
نہیں پہنچے گا۔ یہ بات میں جانتی ہوں لیکن شومابا ہوترا اپنے تحفظ کے لئے کیا کرے گا۔ صرف
یہ معلوم کرنا ضروری ہے پھر وہ چونک کر ایک سمت متوجہ ہو گئی اور اس نے کرنل کو بھی اس

جانب متوجہ کیا۔
"یہ کیوں سو رہے ہیں۔ یہ سونے والے کون ہیں جو میری آواز پر بھی نہیں جاگے۔"
کرنل کی نگاہیں ایرا کی نگاہوں کے تعاقب میں بھٹکنے لگیں اور اس نے بھی ان جسموں کو
زمین پر پڑے ہوئے دیکھا جو دوسروں کی مانند اٹھ کر نہیں بیٹھے تھے۔ کرنل کی سمجھ میں تو
کچھ نہیں آیا لیکن ایرا آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھنے لگی اس کی مدھم آوازیں پھر ابھرنے
لگی تھیں....
"ترشاؤ' راموترا' راموترا' راموترا" تب وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچ
گئی اور ایک بار پھر اس نے ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے جیسے
کوئی انوکھی چیز دیکھ کر حیران ہو گئی ہو۔ کرنل بھی اس کے قریب پہنچ چکا تھا اور پھر اچانک ہی
کرنل کے حلق سے بھی چیخ کی شکل کی ایک آواز نکلی۔
"راج دیو' سکندر' پروفیسر غوری یہ تم ہو آہ یہ تم ہی ہو۔" وہ دیوانہ وار آگے بڑھا
زمین پر پڑے ہوئے نیم مردہ انسانوں میں بھی اچانک ہی تحریک پیدا ہوئی ان کے جسم اس
طرح اچھلے جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو اور دوسرے لمحے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی
آنکھوں سے کرنل کو دیکھ رہے تھے۔ کرنل نے بے اختیار انداز میں دونوں ہاتھ آگے
بڑھائے اور راج دیو اور راؤ سکندر نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔
"آہ یہ تم ہو' یہ تم لوگ ہو' یہ تم ہو۔" کرنل کے حلق سے خوشی میں ڈوبی ہوئی
آوازیں نکل رہی تھیں۔ راج دیو اور راؤ سکندر کے ساتھ ہی پروفیسر غوری' بھرت چندر'
غزال اور ہرینڈا وغیرہ بھی اٹھ گئے تھے۔ کرنل نے ابھی غزال کو نہیں دیکھا تھا وہ بے اختیار
ہو کر راج دیو سے لپٹ گیا تھا۔ اس شدید ترین ذہنی انتشار میں ان لوگوں کے اچانک نظر آ
جانے سے اس پر وارفتگی طاری ہو گئی تھی۔ اسی دوران راؤ سکندر کی نگاہ ایرا پر جا پڑی تھی
اور وہ پتھرا گیا تھا۔ اس نے اس لاش کو پہچان لیا تھا جو راج دیو کے نوادر خانے میں تھی اور
جسے ان دونوں نے محفوظ رکھا تھا۔ ایک قدیم لاش جیتی جاگتی اس کے سامنے تھی۔
"کرنل کی سسکتی آواز ابھری۔ "راج دیو..... تم..... تم.... تم زندہ ہو میرا غزال..... میرا
غزال...."
"وہ تمہارے سامنے موجود ہے کرنل....!" راج دیو پرمسرت لہجے میں بولا اور کرنل

تڑپ کر اس سے علیحدہ ہو گیا۔

"گک..... کہاں..... کہاں۔" اس کی آواز سہمی سہمی تھی۔

"ڈیڈی۔" غزال دوڑ کر کرنل سے لپٹ گیا اور کرنل بے اختیار ہو گیا اس پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

"راج..... اسے دیکھو.....!" راؤ سکندر نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا اور ایرا کی طرف اشارہ کر دیا۔ تب راج نے ایرا کو دیکھا اور پھر وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ ایرا نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور دو قدم آگے بڑھ کر ان کے سامنے جھک گئی۔

"ست گاتا کی تاریخ کے رکھوالو۔ ست گاتا کی ایرا تمہیں سلام کرتی ہے۔ تم نے جس طرح میرا اور میری بچی کا ساتھ دیا اسے ست گاتا کی تاریخ کبھی نہ بھول سکے گی۔"

"تم..... تم زندہ ہو۔" راج دیو بمشکل بولا۔

"میں تمہاری مہربانیوں کے سائے میں ہمیشہ زندہ رہی ہوں۔ تم نے مجھے زندہ رکھا ہے اور تمہارا یہ احسان مجھ پر ہی نہیں بلکہ اس قوم پر ہے جسے تم اپنے سامنے دیکھ رہے ہو۔ اگر ان پر تمہاری مہربانیاں نہ ہوتیں تو یہ اس وقت تک سوتے رہتے جب تک مٹی نہ ہو جاتے۔"

غزال کرنل سے کہہ رہا تھا۔ "ڈیڈی..... ڈیڈی خدا کی قسم اگر آپ مجھے نہ ملتے تو ساری زندگی انہی جنگلوں میں گزار دیتا یہیں مرجاتا۔ یہ احساس میرے لئے موت سے کم نہ تھا کہ آپ میری وجہ سے صرف میری وجہ سے یہاں آئے تھے۔ اس عمر میں میری وجہ سے آپ اس عذاب میں گرفتار ہوئے تھے.....!"

"سب ٹھیک ہے غزال سب ٹھیک ہے۔ میں تو اس دوران ہزاروں بار مرا ہوں میرے بیٹے' کبھی یہ احساس ہو جاتا کہ تو..... تو میرے پاس نہیں ہے تو میں..... میں....." کرنل کی آواز بند ہو گئی۔

ایرا نے کہا۔ "وقت اپنے عمل سے گزر رہا ہے راج دیو جی۔ وقت مشکلات کا حل تلاش کر رہا ہے۔ آہ آپ لوگ یہاں تک آ گئے۔ یہاں میری کائنات ہے۔ یہ میرے ساتھی ہیں یہ سب۔" ایرا نے اشارہ کیا۔ طویل عرصہ کے سونے والے جاگ کر اٹھ گئے تھے۔ وہ سب مدہم سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے استفسار حال کر رہے تھے ان کی سرگوشیاں سنائی

دے رہی تھیں لیکن الفاظ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ ویسے ذہنی طور پر سب ہی بری طرح چکرائے ہوئے تھے۔ کرنل اور راج دیو اس لاش کو زندہ دیکھ رہے تھے جو طویل ترین عرصہ ان کی تحویل میں رہی تھی اور پھر یہ ہیبت ناک منظر جو مردوں کے زندہ ہونے سے سامنے آیا تھا۔

"تم کون ہو آخر؟" راج دیو نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"مجھے کچھ لمحات دو۔ برسوں کے سونے والے جاگے ہیں وہ بے خبر ہیں' میں ان سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ بہت جلد ہی ساری کہانیاں تمہیں سنا دوں گی۔ ویسے میرا نام ایرا ہے۔"

وہ مڑی اور ان جاگنے والوں کی طرف بڑھ گئی۔ وہ سب عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے اور آپس میں گفتگو کرنا بھول گئے تھے۔ راؤ سکندر نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"راج' قندیل کی کہانی سامنے آ رہی ہے۔"

"کیا میں نے پیش گوئی نہ کی تھی۔" پروفیسر غوری کی آواز ابھری۔

"یقیناً پروفیسر آپ کا کہا درست تھا۔"

"یہ سب کچھ ایک عمل تھا جو ضرور ہونا تھا۔ ہمارے راستے اسی طرف آ رہے تھے۔"

"نہ جانے میرے ساتھیوں پر کیا گزری۔ کیا اب میں باہر جا کر ان کا جائزہ لے سکتا ہوں۔" ہرینڈا بولا۔

"کچھ دیر اور توقف کر لو ہرینڈا۔ اگر اسے دیر ہوئی تو پھر ہم کچھ کریں گے۔" راج دیو نے کہا اور یہ فوراً خاموش ہو گیا۔ غزال اور کرنل جذباتی دباؤ سے نکل آئے تھے۔ کرنل نے خود ہی کہا۔

"قندیل میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی غزال۔"

"وہ کہاں ہے ڈیڈی؟"

"خدا ہی جانے میں ان سب کے سامنے تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے ایرا کو اس پر اعتراض نہ ہو گا۔"

"ایرا؟"

"یہ عورت قندیل کی ماں ہے۔ وہی لاش جو راج دیو کے نوادر خانے میں محفوظ تھی۔"

کرنل نے کہا۔

"اوہ میرے خدایا۔ کیا ان تمام باتوں پر یقین کیا جا سکتا ہے۔"

"کچھ اور بھی کر سکتے ہو۔" کرنل نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اسی وقت باقی سب لوگ کرنل اور غزال کے پاس آ گئے۔

"تم دونوں کا ملاپ ہمارے لئے اتنا ہی خوشگوار ہے کرنل جتنا تمہارے لئے مگر قندیل کہاں ہے اور تم پر کیا گزری؟" راؤ سکندر نے کہا۔

"یہ سب کچھ چند الفاظ میں بتانا ممکن نہیں ہے۔ کیا میں ایرا سے پوچھوں کہ اگر ہم باہر نکل جائیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔ یہاں تو کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی۔"

"ضرور..... باہر ہمارے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہیں۔"

"میں ابھی آتا ہوں۔" کرنل نے کہا اور اس کے بعد وہ ان پراسرار لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہو کر ایرا کی طرف جانے لگا۔ راج دیو ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کیسی عجیب بات ہے۔ ہم سب کس قدر نڈر ہو گئے ہیں۔ عام حالات میں یہ مناظر دیکھتے تو دل کی حرکت ہی بند ہو جاتی؟"

"اب کوئی منظر ہمارے لئے حیرتناک نہیں۔ اتنی حیرتوں سے گزر چکے ہیں کہ یہ لفظ بے معنی ہو گیا ہے۔"

"ذہن ہر ناقابل یقین بات کو قبول کر لیتا ہے۔" پروفیسر غوری نے کہا اور وہ سب خاموش ہو کر کرنل کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد کرنل واپس آ گیا۔

"آؤ ہمارے باہر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ویسے کیا دوسرے لوگوں کے پاس گھوڑے موجود ہیں۔"

"ہاں باہر چلو تمہارا تعارف شردھانی سردار ہرہنڈا سے کرایا جائے گا۔ جو اب ہمارا دوست ہے۔"

"شش، شردھانی" کرنل آہستہ سے بولا۔ اور پھر وہ سب ٹڈی دلوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے غار کے دہانے کی طرف چل پڑے جو ان کے سامنے تھی۔ باہر چاندنی مدہم پڑ چکی تھی اور ماحول پر پراسرار سناٹا طاری تھا۔ مدہم روشنی میں وہ یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئے کہ اب وہاں وہ چمکتا ہوا درخت موجود نہ تھا۔ غار کا دہانہ زمین میں تھا اور اس سے وہ باہر نکلے

تھے، وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے سارا ماحول وہی تھا بس وہ چمکدار درخت چاند کے ڈھلان کے ساتھ ساتھ غائب ہو چکا تھا، لیکن یہ فیصلہ تو پہلے ہی کر لیا گیا تھا کہ اس طلسمی سرزمین پر کوئی بھی بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔ ہرہنڈا کو اپنے ساتھیوں کی فکر تھی اور چونکہ ماحول سازگار ہو گیا تھا اس لئے اس نے شردھانی زبان میں چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کو آوازیں دیں اور یہ دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ وہ سامنے سے آ رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد وہ سب کے سب ہرہنڈا کے گرد جمع ہو گئے تو کرنل نے راج دیو کو بتایا کہ ایرا کے ساتھ اس چمکدار درخت کی جانب آتے ہوئے اس نے گھوڑوں کی آوازیں محسوس کی تھیں لیکن انہیں ساعت کا دھوکا سمجھ کر نظرانداز کر دیا تھا۔ راج دیو اور راؤ سکندر وغیرہ کرنل سے معلومات حاصل کرنے کے لئے بے چین تھے چنانچہ انہوں نے فوراً ہی ایک جگہ منتخب کی ہرہنڈا اپنے ساتھیوں کو آرام سے بیٹھنے اور لیٹ جانے کی ہدایت کر کے خود بھی ان کے درمیان شامل ہو گیا تھا اور انہوں نے بھی اس میں کوئی حرج نہ سمجھا تھا۔ کرنل کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس وقت سے اپنی داستان بیان کرے جب شردھانیوں کے حملے کے بعد اس کا اور قندیل کا گھوڑا بھڑک گیا تھا۔ کرنل نے انہیں تمام تفصیلات بتانا شروع کر دیں قندیل کا ساتھ، پہاڑی ندی میں سفر اور اس کے بعد پہاڑیوں کا اندرونی ماحول وہ پراسرار کاہن جو وہاں انہیں نظر آئے تھے اور پھر ان کی گرفتاری، قندیل کی قید، پراسرار انسانوں کا حملہ تمام داستان کرنل نے انہیں سنا دی اور قندیل کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ پھر اس نے انہیں ایرا کی کہانی سنائی اور تمام انکشافات کر دیئے جو ایرا کے ذریعے اس تک پہنچے تھے۔ یوں ست گاتا کی شتنا کے بارے میں ان سب کو وہ کہانی معلوم ہو گئی جو ان کی زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل تھی اور سچ یہی تھا کہ وہ اسی کہانی کی تلاش میں یہاں تک پہنچے تھے۔ ست گاتا کے ساحروں میں جو انتشار برپا تھا اس کی تفصیل بھی انہیں معلوم ہو گئی تھی اور یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ قندیل ست گاتا کی ساحرہ ہے۔ سب ہی اپنے طور پر عجیب و غریب احساسات کا شکار تھے۔ راج دیو کو حیرت تھی کہ اس کے نوادر خانے میں ایک ساحرہ لاش کی مانند گہری نیند سوتی رہی ہے اسے وہ لمحات بھی یاد تھے جب اس نے رات کی تاریکیوں میں اس لاش میں تبدیلیاں دیکھی تھیں۔ راؤ سکندر، قندیل کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران تھا اور غزال کی اپنی الگ کیفیت تھی۔ وہ ایک ایک لمحہ یاد کرتا تو اسے بہت سی پراسرار

داستانیں یاد آ جاتیں جن کا تعلق قندیل سے تھا اور وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے کہ اب اس کے بعد اس کہانی کا اختتام کیا ہو گا۔ ابھی قندیل کی تلاش باقی تھی۔

○

سفینہ کی آنکھوں میں نفرت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ وہ نفرت بھری نگاہوں سے قندیل کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ یہ وہ لڑکی ہے جس کی وجہ سے غزال نے اس کے ساتھ بے اعتنائی کا سلوک کیا اور اسے ٹھکرا دیا وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اور غزال! اب تو زندگی کی آخری سانس تک اس کے لئے تڑپتا رہے گا۔ میں اسے تیرے لئے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" یہ موقع غنیمت تھا کہ اسے قندیل سے خزانے کا راز معلوم کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور اس کوشش میں وہ قندیل کو فنا کرنے کا حق رکھتی تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کسی ایسی شے کو تلاش کرنے لگی جس سے قندیل کے بدن کی کھال اتاری جا سکے۔ رسی کا ایک ٹکڑا اس نے اس کے لئے منتخب کیا اور اسے پانی میں بھگو کر مٹھی میں جکڑ لیا پھر وہ خونخوار نگاہوں سے قندیل کی طرف دیکھتی ہوئی اس کے قریب پہنچی اور غرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"غزال تیرا محبوب ہے کیوں؟"

"آہ میرے پاؤں ٹوٹ رہے ہیں مجھے کھول دو مجھے نیچے اتار دو میرے پاؤں ٹوٹ جائیں گے۔"

"میں تیرے بدن کی ایک ایک ہڈی توڑ دوں گی شیطان لڑکی بول خزانہ کہاں ہے؟"

"اگر میں کسی خزانے کے بارے میں جانتی تو ضرور بتا دیتی' میں کچھ نہیں جانتی یقین کرو میں کچھ نہیں جانتی۔" سفینہ بھیگی ہوئی رسی کو لہرانے لگی دوسرے لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے۔ سفینہ کو اس سلسلے میں آزادی دینے کے بعد گارساں بے فکر ہو گیا تھا کیونکہ وہ سفینہ کی صلاحیتوں سے واقف تھا لیکن ابھی سفینہ نے رسی کا ٹکڑا قندیل کے بدن کو نہیں لگایا تھا کہ دفعتہ ہی گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور اس کے ساتھ ہی ان کے قدموں کی دھمک سے اطراف کی پہاڑیاں اور چٹانیں لرزنے لگیں وہ سارے کے سارے بوکھلا کر کھڑے ہو گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی رائفلیں سنبھال لی تھیں اور وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر

ادھر دیکھ رہے تھے خود سفینہ بھی ان بے پناہ آوازوں پر حیران رہ گئی تھی اور اپنا کام بھول کر چاروں طرف دیکھنے لگی تھی۔ گھوڑوں کی آوازیں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں اور قریب بھی محسوس ہو رہی تھیں لیکن انہیں ایک بھی گھوڑا نظر نہ آیا' ان کی نگاہیں بھٹکتی رہیں' ہنہناہٹیں اور گھوڑوں کے جسموں کی سرسراہٹیں قریب سے قریب تر آتی چلی گئیں اور ان کا ذہن چٹخنے لگا یہ وحشت خیز ماحول ان کے لئے انتہائی سنسنی خیز تھا پھر دفعتہ ہی ہڈسن نے زمین کی جانب اشارہ کیا اور اس کے منہ سے ڈری ڈری آوازیں نکلنے لگیں۔ انہوں نے زمین پر مدھم سائے دیکھے اور غور سے دیکھنے پر یہ اندازہ بخوبی ہو گیا کہ یہ سائے گھوڑوں کے ہیں اور ان پر انسان بھی نظر آ رہے ہیں لیکن یہ سائے کہاں سے زمین تک پہنچ رہے تھے۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ گھوڑے جگہ تبدیل کر رہے تھے۔ ان کے قدموں کے آوازیں سنی جا سکتی تھیں لیکن ان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا وہ سب پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ تبھی ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ست گاتا کے مہمانو' شوبابا ہوترا تمہیں اپنی زمین پر خوش آمدید کہتا ہے۔ آگ والو! میری دوستی قبول کرو اور اس بات پر یقین رکھو کہ تمہیں ہماری ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ میں ست گاتا کا کاہن اعظم ست گاتا کا سب سے بڑا ساحر تمہیں اپنی زمین پر خوش آمدید کہہ رہا ہوں اور میری دوستی بہرطور تمہارے لئے فائدہ مند ثابت ہو گی۔ آگ والو! جواب دو۔ اگر تم شوبابا ہوترا کی دوستی قبول کرو تو میں تمہارے سامنے ظاہر ہو جاؤں۔"

وہ سب اس آواز کو سن رہے تھے اگر مقابلہ کرتے تو کس سے کرتے۔ ان سایوں سے جنگ کرنا تو ممکن نہیں تھا اور پھر گھوڑوں کی جس قدر تعداد نظر آ رہی تھی اسے دیکھتے ہوئے تو یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ وہ کتنی ہی کوششیں کر لیں اگر گھوڑوں کی یلغار ہی ہو گئی تو وہ سب پس کر رہ جائیں گے۔ گارساں نے دہشت زدہ نگاہوں سے پروفیسر حشمت بے کو دیکھا اور حشمت بے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ سحر کی سرزمین ہے مسٹر گارساں اپنے ساتھیوں سے کہہ دو ذرہ برابر جنبش نہ کریں ورنہ موت ہم سے دور نہیں ہے۔"

"نہیں' نہیں ان میں سے کوئی میری ہدایت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا مگر مگر۔"

"اس نے دوستی کی پیش کش کی ہے تم بھی دوستی کا اظہار کرو مسٹر گارساں۔" حشمت بے کے ہمت دلانے پر گارساں دو قدم آگے بڑھ آیا اور اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"میں تمہاری دوستی قبول کرتا ہوں تم جو کوئی بھی ہو میرے سامنے ظاہر ہو جاؤ۔ اگر تم ہمیں دوست اور مہمان کا درجہ دیتے ہو تو ہم بھی تمہیں دوستوں ہی کی حیثیت سے خوش آمدید کہتے ہیں۔"

سایوں کا رنگ بدلنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اپنے چاروں طرف عجیب و غریب لمبے لباسوں میں ملبوس لاتعداد انسانوں کو دیکھا جو گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے کلہاڑیاں اور پتھر کے ہتھیار تھے۔ وہ سب کے سب خونخوار نظر آتے تھے اور جو شخص سب سے آگے موجود تھا اس کے جسم پر ایک موٹے کپڑے کا لبادہ تھا اور وہ سر پر عجیب و غریب قسم کا تاج پہنے ہوئے تھا جس سے روشنیاں نکل رہی تھیں بہت ہی حیرت ناک منظر تھا یہ۔ ان سب کے دل لرز کر رہ گئے تھے۔ سفینہ کے ہاتھ سے رسی کا ٹکڑا نیچے گر گیا اور وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی۔ اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر ان کے حواس ویسے ہی خراب ہوگئے تھے۔ آگے والا شخص اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے بڑھا کر گارساں کے سامنے پہنچ گیا پھر اس نے کہا۔

"تم ہماری یہ جو آواز سن رہے ہو ناں ہمارے الفاظ تمہاری سمجھ میں آ رہے ہیں ناں۔"

"ہاں کیوں نہیں تم تو ہماری ہی زبان بول رہے ہو۔"

"نہیں یہ تمہاری زبان نہیں ہے۔ یہ سحر کی زبان ہے جو ہر شخص باآسانی سمجھ لیتا ہے۔ آگ والو! ہم نے تمہیں دوستوں کی حیثیت دی اور تم نے اسے قبول کیا چنانچہ اپنے آتشیں ہتھیار زمین پر رکھ دو اور ہم ان ہتھیاروں کو ہاتھ بھی نہ لگائیں گے۔ یہ تمہاری ملکیت ہیں اور تم ست گاتا کے مہمان ہو ہمارے لئے قابل احترام۔"

گارساں کے اشارے پر سب نے اپنی اپنی رائفلیں زمین پر رکھ دی تھیں تب وہ شخص نیچے اتر آیا اور اس نے دونوں ہاتھ آگے کر کے انہیں آپس میں جوڑا اور رکوع کے سے انداز میں جھکتا ہوا بولا۔

"میں شوبابا ہوترا تمہیں ایک بار پھر ست گاتا کی زمین پر خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"تم کون ہو؟" گارساں نے سوال کیا۔

"ان پہاڑوں' ان چٹانوں اور ان میں بسنے والی آبادیوں کا آقا ان کا مالک' یہاں کا سب سے بڑا ساحر۔"

"تمہیں ہمارا اپنی زمین پر آنا ناگوار نہیں گزرا؟"

"گزرا تھا اور ہم کسی طور اجنبیوں کو یہاں نہیں آنے دیتے ہماری اپنی کہانیاں ان چٹانوں سے باہر نہیں جاتیں لیکن اکال ترپاشا نے ست گاتا کی روایتوں سے بغاوت کی اور اپنی کہانی تم تک پہنچا دی اور ہمارے بزرگوں نے یہی کہا' بڑے بڑے ساحر یہی کہہ گئے کہ ست گاتا کی سرزمین پر اجنبی قدم آئیں گے تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور اکال ترپاشا نے ان مقدس روایات کا تحفظ نہ کیا جس کے نتیجے میں تم یہاں تک پہنچ گئے اور یہ ساحروں کی پیش گوئی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ ہم نے تمہارے راستے روکے اور تم نے ہم پر آگ کا منہ کھول دیا۔ دھماکے والو اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ست گاتا کا جادو تمہارے اس آگ کے جادو کے سامنے بے اثر ہے اور ہمیں اس سے جو نقصان اٹھانا پڑا شاید ہم اسے کبھی فراموش نہ کر سکیں لیکن جاننے والے جان لیں گے کہ ست گاتا کے سچے ہمدردوں میں سے کون ہے۔ اکال ترپاشا یا شوبابا ہوترا اور میں اپنی اس سرزمین کو خون کی بو سے پاک رکھنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ مزید خون بہے۔ ہم نے تم سے مقابلہ کیا اور نقصان اٹھایا لیکن اس کے بعد ہم نے جو کچھ دیکھا وہ بھی ہمارے لئے باعث تعجب ہے تم نے نشتا کے ساتھ وہ سلوک نہ کیا جس کی ہمیں توقع تھی اور ہم حیران ہوئے دھماکے والو! کیا تم مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نشتا کے ہمدرد بن کر یہاں آئے ہو اور اکال ترپاشا کے مقصد کے لئے کام کر رہے ہو یا تمہاری آمد کچھ اور معنی رکھتی ہے یہ الٹی لٹکی ہوئی لڑکی ہمارے لئے باعث حیرت ہے اور یہی منظر دیکھنے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ تم سے دشمنی ترک کر کے تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے تاکہ تم ست گاتا کی سرزمین کے خلاف ہونے والی سازش ناکام بنانے میں اپنے آتشیں ہتھیاروں سے ہماری مدد کرو اور یوں سوچا ہم نے کہ تم وہ نہیں ہو جو ایرا کے ساتھ ساتھ یہاں تک پہنچے بلکہ شاید تم وہ ہو جو ایرا کے مقصد سے دلچسپی نہیں رکھتے تو دوسری دنیا سے آنے والو اگر تم چاہو تو یہاں اپنی آمد کا مقصد بتاؤ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ہم تمہیں یہ پیشکش بھی کر چکے ہیں کہ ست گاتا کی زمین تمہارے لئے آسان

تر بنا دی جائے گی اور اگر تم یہاں کوئی خاص مقصد لے کر آئے ہو تو شوماہا ہوترا اس مقصد میں تمہارا ساتھی بن جائے گا شرط یہی ہو گی کہ تم ست گاتا کی مقدس روایات کے تحفظ کے لئے اپنا جادو پیش کر دو اور ہم تمہارے مقصد کی تکمیل کے لئے اپنی تمام تر قوتیں صرف کر دیں۔ یہ باہمی دوستی ہو گی اور اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو ست گاتا کے ساحر کبھی جھوٹ نہیں بولتے اور وہی کرتے ہیں جس کا وعدہ کرلیتے ہیں۔"

گارساں اور دوسرے اس پراسرار شخص کی باتیں سن رہے تھے اور بخوبی سمجھ رہے تھے پروفیسر حشمت بے نے جھک کر گارساں کے کان میں کہا۔

"یہ ان انوکھے لوگوں کا سردار ہے اس سے دوستی کرنا ہمارے حق میں رہے گا۔"

"میں نے خود بھی یہی سوچا ہے مگر کیا ہم ان پر اپنا مقصد ظاہر کر دیں۔"

"کر دینا چاہئے اگر یہ شخص ہمیں خزانہ دیتا ہے تو ہم اس سے تعاون کریں گے۔"

"مگر کیا تم ان کی باتیں سمجھ رہے ہو پروفیسر؟" گارساں نے پوچھا۔

"کچھ سمجھ رہا ہوں کچھ سمجھنے کی کوشش کروں گا لیکن یہ بہترین وقت ہے کہ ہم ان سے اپنا تحفظ حاصل کر لیں۔"

"تم اس سے گفتگو کر سکتے ہو پروفیسر۔ میں تو کچھ نہیں سمجھ پایا۔" گارساں نے گہری سانس لے کر کہا اور پروفیسر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"تیری اس آبادی کا نام ست گاتا ہے سردار؟"

"ہاں عظیم ست گاتا مقدس ست گاتا۔"

"اور تیرا نام شوماہا ہوترا۔"

"یہی نام ہے میرا۔"

"تو سن ست گاتا کے سردار، ہم بارود کے جادوگر تیری دوستی اور تیرے ساتھ تعاون قبول کرتے ہیں۔ آگ کا جادو تیرے مقصد کی تکمیل کے لئے استعمال کر کے ہم تیرے دشمنوں کو شکست دیں گے لیکن اس کے عوض ہمیں وہ خزانہ درکار ہے جو تیری اس زمین میں پوشیدہ ہے۔"

"خزایہ کیا ہوتا ہے؟"

"سونے چاندی کے انبار ہیرے جواہرات!" پروفیسر حشمت بے نے کہا اور شوماہا ہوترا نہ

سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگا پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو آواز دی اور ایک بوڑھا شخص آگے بڑھ آیا۔

"دھماکے والے کیا چاہتے ہیں ماہوما تو ان کے دل کا سفر کر کے بتا ان کی خواہش کیا ہے۔"

بوڑھے ماہوما نے کہا۔ "تریا شاریہ' اوماشواریہ روما شوباہوترا۔"

"اور روشنی پیدا کرنے والے پتھر' نرم پیلا لوہا جو ہتھیار نہیں بنا سکتا سنہری گوند جسے عورتیں اپنے بدن پر لپیٹ لیتی ہیں ان کے انبار ہیں ہمارے پاس دیکھو یہی نا...؟" شوماہا ہوترا نے اپنے لباس سے پانی کا ایک برتن نکالا اور اس پانی کو ایک بغیر دراڑ والے پتھر پر بہا دیا پھر اس پر پھونکیں مارنے لگا اور پتھر آئینے کی مانند شفاف نظر آنے لگا تھا پھر اچانک ہی اس سے رنگین روشنیاں پھوٹنے لگیں ہیروں کی کرنیں جگمگانے لگیں اور پروفیسر نے پتھر میں جھانکا۔ اس کا سانس بند ہو گیا تھا ان روشنیوں کو دیکھ کر گارساں بھی پتھر کے قریب پہنچ گیا اور اس نے بھی وہ منظر دیکھا سونے کے ہزاروں ٹکڑے انتہائی قیمتی ہیروں کے انبار نظر آ رہے تھے۔ گارساں دیوانہ ہو گیا۔

"خزانہ۔ عظیم خزانہ۔ یہ میرا ہے آج اسی کے لئے تو یہ یہ....نکالو اسے نکال لو!" وہ پتھر پر زور کرنے لگا۔ "اسے ہٹاؤ ارے اسے ہٹاؤ میں اس میں اترنا چاہتا ہوں مگر راستہ۔ او عظیم سردار ہمیں یہی درکار ہے مگر اندر' توڑ دو اس پتھر کو توڑ دو۔" گارساں جنونی لہجے میں بولا۔

"نہیں آگ کے جادوگر یہ انبار اس پتھر کے نیچے نہیں ہیں یہ تو ان کا عکس ہے جو میں نے تجھے اپنے علم سے دکھایا۔ جہاں یہ انبار موجود ہیں وہاں میں تجھے لے جا سکتا ہوں لیکن اس وقت جب اکال کا سحر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے مجھے وہ مقصد حاصل ہو جائے جس کے عوض میں خوشی سے تمہیں یہ سارے انبار دے دوں۔"

"اوہ اوہ یہ عکس ہے صرف عکس۔" گارساں مایوسی سے بولا۔

"ہاں لیکن یہ انبار تیرے لئے ہیں شوماہا ہوترا وعدہ کرتا ہے کہ یہ سب تجھے دے دے گا۔"

"اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہو گا شوما؟" حشمت بے نے پوچھا۔

"ہمارے ساتھ تعاون۔ تمہیں اکال کے ساحروں سے جنگ کرنا ہو گی ان کی سازش کا مقابلہ کرنا ہو گا جو اکال ترپاشا نے کی ہے اور جس نے ہمارے دن رات حرام کر دیئے ہیں۔"

"ہم تیرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں ہم تیرے حکم پر ہر ایک کو فنا کر دیں گے۔" گارساں بولا۔

"تو آؤ میرے ساتھ میرے دوستوں کی مانند ست گاتا کی آبادیوں میں چلو۔ ہم تمہیں ست گاتا کا مہمان بناتے ہیں۔"

"کیا تجھے اس لڑکی کی بھی ضرورت ہے ست گاتا کے سردار۔ میرے خیال میں اسے یہیں ہلاک کر دینا مناسب ہے۔" سفینہ نے قندیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تشتا۔" باہوترا نے کہا کہ کاش اسے ہلاک کرنا ممکن ہوتا۔ کاش یہ ہو جاتا۔" باہوترا مایوسی سے بولا۔

"یہ کام تو مجھے سونپ دے۔ میں چٹکی بجاتے کر ڈالتی ہوں۔" سفینہ سفاک لہجے میں بولی۔

"نہیں دانشی یہ ممکن نہیں ہے مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے سارا جھگڑا اسی کا ہے اسے محفوظ رکھنا ضروری ہے یہ ترپاشا کا مرکز ہے یہ ہلاک نہ ہو گی چاہے تم اسے ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم کر دو۔ یہ اس وقت تک ہلاک نہ ہو گی جب تک اکال ترپاشا کا سحر سلب نہ ہو جائے۔"

"میں یہ کام کر سکتی ہوں۔" سفینہ بولی۔

"کر کے دیکھ لینا۔ میں تمہیں اس کا موقع دوں گا لیکن ہو نہ سکے گا اب تم لوگ میرے ساتھ چلو اسے کھول دو۔" باہوترا نے کہا۔ سفینہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پروفیسر نے اسے ڈانٹ دیا اور خود آگے بڑھ کر قندیل کو کھول دیا۔ پھر وہ سب گھوڑوں پر بیٹھ کر شوماباہوترا کے ساتھ چل پڑے۔

ایرا اس پراسرار زیر زمین دنیا سے باہر نہیں آئی تھی ہرنڈا اپنے ساتھیوں کو اسی زمین دوز دنیا کی کہانی بتا رہا تھا اور راؤ' راج اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو باتیں کر سکتے تھے کر چکے تھے اور اب کہنے کے لئے کچھ باقی نہ رہ گیا تھا۔ پروفیسر حشمت بے پر کافی تبصرہ آرائی ہوئی تھی وہ اس کے بدل جانے پر حیران تھے لیکن غزال کو سفینہ کے بارے میں کچھ اندازہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ پروفیسر کی ذہنی تبدیلی میں اسکی بیٹی کا ہاتھ ضرور ہو گا مگر یہ تذکرہ کرنے کی بات نہیں تھی۔

بہت دیر اسی طرح گزر گئی پھر زمین کے اس سوراخ سے ایک ایک کر کے بہت سے لوگ باہر نکل آئے ان کے ہاتھوں میں چوڑے چوڑے برتن تھے جن میں تازہ خوش رنگ پھل خشک میوے بھرے ہوئے تھے۔ ان چیزوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور بہت سے لوگ انہیں سنبھالے ہوئے تھے آخر میں ایرا بھی نکل آئی وہ سب اس کے سامنے پہنچ گئے اور ایرا نے کہا.....

"کرنل فیروز اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ یہ چیزیں کھالیں کل دن کی روشنی میں شکار کیا جائے گا اور تم اپنے پسندیدہ جانوروں کا گوشت استعمال کر سکو گے۔"

"تمہیں ہمارے لئے بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے ایرا....." راج دیو نے کہا اور ایرا اس کی طرف متوجہ ہو گئی وہ جب بھی راج دیو یا راؤ سکندر کی طرف دیکھتی اس کی آنکھوں میں نہایت عقیدت اور احترام پیدا ہو جاتا۔

"میرے محسن..... تم نے میرے لئے سالہا سال جو کچھ کیا ہے اس کے سامنے یہ معمولی سی چیزیں کیا حیثیت رکھتی ہیں - راؤ سکندر نے میری اولاد اور ست گاتا کی تقدیر کو پھولوں کی مانند پرورش کیا ہے تم لوگ آج میرے دست و بازو بنے ہوئے ہو' ان احسانات کا صلہ ایرا دس بار پیدا ہو کر بھی نہیں دے سکتی۔"

"تم کچھ بھی کہو بہرحال یہ سب ہماری ضرورت ہے اس لئے ہم احتراز نہ کریں گے ورنہ اس ساری کارروائی میں ہمارا اپنا شوق بھی شامل ہے۔"

ہرینڈا اور اس کے ساتھیوں کو بھی بڑے خلوص سے شریک کیا گیا سراتو نے پھل کھاتے ہوئے سرگوشی کی۔

"شر' یہ پھل کہاں سے آیا ادھر تو درخت بھی نہیں ہیں۔"

"پھل کھاؤ سراتو درختوں کی تلاش سے کیا فائدہ۔"

"میں شوچتا شر یہ شب میجک بٹ میجک فرڈٹ میرا لائف کا شب شے زیادہ حیرت کا بات۔"

"کھاتے رہو خالی پیٹ میں حیرت کا گزر بھی نہیں ہو گا۔"

"ایشا تو ہے۔" سراتو نے ایک سیب اٹھا کر جلدی جلدی کھانا شروع کر دیا - اس کی اس سادگی نے اس ماحول میں بھی مسکراہٹیں دے دی تھیں پھل اتنے تھے کہ سب کے شکم سیر ہونے کے بعد بھی بچ گئے۔ ایرا ان کے پاس ہی موجود تھی جب سب فارغ ہو گئے تو اس نے کہا....

"بہت جلد ہی تمہاری ضرورت کی دوسری چیزیں بھی مہیا کر دوں گی ایک تکلیف تمہیں کرنا ہو گی کرنل...."

"کیا ایرا....!" کرنل نے کہا..... اس دوران چونکہ کرنل اور ایرا کا زیادہ ساتھ رہا تھا اس لئے وہ کرنل ہی کو زیادہ مخاطب کرتی تھی۔

"تمہیں ان اشیاء کی نشان دہی کرنا ہو گی جو تمہاری ضرورت کے لئے اہمیت رکھتی ہیں۔"

"ہم تمہیں زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتے ایرا۔" راؤ سکندر بولا۔

"نہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہو گی...." ایرا نے کہا اور وہاں موجود ان لوگوں سے یہ سب کچھ اٹھانے کے لئے کہا۔ کرنل' راج سے بولا۔

"قندیل کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میرا لباس بھی تار تار ہو گیا تھا اور میں بھوک پیاس سے نیم پاگل ہو گیا تھا.... اس نے نہ صرف مجھے نیا لباس فراہم کیا بلکہ خوراک اور یہ رائفل بھی.... ویسے تو یہ سب کچھ ناقابل یقین ہے مسٹر راؤ لیکن سحر کی یہ شکل' جب یہ لوگ یہ

سب کچھ کر سکتے ہیں تو اپنے مسائل حل کرنا ان کے لئے کیا مشکل ہوتا ہو گا۔"

"خدا ہی جانے...!" راؤ گہری سانس لے کر بولا.... ایرا ان لوگوں کو واپس بھیجنے کے بعد ان کے درمیان آ بیٹھی تھی...!"

راج دیو اور راؤ سکندر کے لئے اس کی شخصیت سب سے زیادہ پراسرار تھی کیونکہ انہوں نے اسے دریافت کیا تھا اور راج نے طویل عرصہ اس کی نگہداشت کی تھی ایک پودے کی مانند کی تھی چنانچہ اس وقت بھی وہ عجیب سی نظروں سے ایرا کو دیکھ رہے تھے.... ایرا نے کہا....

"میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں تمہاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کروں سچ یہ ہے کہ ساحروں کی دنیا بہت مختصر ہے اور ہمارے معاملات صرف سوبارا کے اس چھوٹے سے خطے کے معاملات ہیں جبکہ تم لوگ ایک لامحدود دنیا کے مالک ہو۔ راج دیو میں تمہاری عنایتوں کے سائے میں ایک محفوظ جگہ تھی لیکن میری آنکھیں تمہاری دنیا کے گوشے گوشے کو دیکھ رہی تھیں اور میں نے تمہاری دنیا کو بہت گہری نگاہوں سے دیکھا ہے' اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے راؤ سکندر اور راج دیو کہ تم اپنی دنیا کے بہت اچھے انسانوں میں سے ہو اگر میرا یہ بے بس جسم کسی اور کے ہاتھ لگ جاتا تو اس بات کے امکانات بھی تھے کہ اکال ترپاشا کا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا اور میں جو ایک طویل عرصے کے لئے بے بسی کی نیند سو گئی تھی پارہ پارہ ہو جاتی اور میرے جسم کا وجود نہ رہتا میں اسے اکال ترپاشا کی مصلحت نہیں بلکہ اپنی خوش بختی سمجھتی ہوں کہ مجھے تم دونوں کا سہارا حاصل ہوا "نشتا" راؤ سکندر کے پاس پھول کی مانند پروان چڑھی اور میں راج دیو کی نوادر گاہ میں دنیا کی ٹھوکروں سے محفوظ رہی۔ میرے محسنو! اس کے بدلے میں تمہیں بے شک بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن تمہاری دنیا کے رسم و رواج میں ایک دوسرے کی مدد اور اپنائیت بھی شامل ہے اور ساحروں کی اس دنیا کو بھی تم سے یہی سب کچھ ملا میرا خیال ہے کرنل فیروز تمہیں وہ کہانی سنا چکے ہوں گے جس کا تعلق ست گاتا سے ہے۔ یہ ساحروں کی سرزمین کی کہانی ہے اور جس طرح تمہارے درمیان زندگی گزارنے کے مختلف مسائل ہیں اسی طرح ست گاتا کی زمین سحر سے مزین ہے اور یہی ہمارا ذریعہ اقتدار ہے' ہمارے ہاں بھی برائیاں اور اچھائیاں جنم لیتی ہیں' ساحر اپنے علم کی وسعت سے فائدے اٹھاتے ہیں اور نئے سحر ایجاد کئے جاتے ہیں جن سے

طاقت کا توازن پیدا کیا جاتا ہے۔ تو اکال ترپاشا اور شوبابا ہوترا بھی دو طاقتور نام ہیں اور انہی کے درمیان نیکی اور بدی کا تصور چل رہا ہے۔ کرنل کیا تم نے بتایا کہ اکال ترپاشا اور شوبابا ہوترا کے درمیان کی چپقلش نے اس کہانی کو جنم دیا ہے۔ یہ دو حریفوں کا ٹکراؤ ہے اور میں تمہیں اپنے ساتھیوں میں سمجھتی ہوں...."

"ہاں ایرا! میرے مختصر الفاظ تمہارے پورے مقصد کی تشریح نہیں کرپائے ہیں۔"

"میں بھی بس اتنا ہی کہنا چاہوں گی راؤ سکندر اور راج دیو جی کہ ہم اپنے کھوئے ہوئے منصب کی تلاش میں سرگرداں ہیں تمہاری قندیل اور ست گاتا کی "نشتا اس سونے والی قوم کا مستقبل ہے اور اکال ترپاشا نے شوبابا ہوترا کے سحر سے مغلوب ہو کر یہ موت کی نیند اختیار کی تاکہ ساحری کے اصولوں کے مطابق ایک منصوبے کے تحت ایک نئی ہستی کو وہ قوتیں عطا کر دے جو شوبابا ہوترا کے سحر کو ناکام بنا دیں نشتا کی تلاش ہمارا اولین مقصد ہے۔ میرے پاس اکال ترپاشا کا سحر ایک امانت کی حیثیت سے محفوظ ہے اور مجھے حکم ہے کہ وقت پورا ہونے کے بعد میں اس سحر میں سے صرف وہ کچھ استعمال کر سکوں جو اہم ضرورت ہو۔ ایک ایک شے مجھ پر قرض ہے اور میں اس امانت کو محفوظ طریقے سے "نشتا تک پہنچانا چاہتی ہوں جب "نشتا اپنا مقام حاصل کر لے گی تو شوبابا ہوترا کے خلاف ایک مضبوط دیوار کھڑی ہو جائے گی اور وہ اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ہم نے جب ان جنگلوں کا رخ کیا تو ہمارا خیال تھا کہ باہوترا اس منصوبے سے ناواقف ہو گا لیکن یہی ہماری غلطی رہی اور اس کی وجہ سے ہمیں بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی ساحر ہے صاحب قوت ہے اور اپنے تمام حربے استعمال کر رہا ہے۔ یہ شہر جو تم لوگوں نے دیکھا دراصل ایک پناہ گاہ ہے اور ساحری کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں وہ جو موت کی نیند سو گئے ہر سحر سے آزاد ہوتے ہیں جب تک کہ وہ دوبارہ زندگی نہ حاصل کر لیں اور اب ہم غیر محفوظ ہیں ہمارا اولین مقصد یہی ہے کہ "نشتا ہمیں حاصل ہو جائے تو اس کے بعد ہمیں قوت بھی حاصل ہو جائے گی اور میں "نشتا کی امانت اس کے حوالے کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگاؤں گی۔ تم لوگوں کی جدوجہد اس وقت تک میرے لئے ہونی چاہئے جب تک کہ "نشتا ہمیں نہ مل جائے اور بدنصیبی نے ایک اور مصیبت مجھ پر نازل کی ہے اگر اکال ترپاشا جو میرا شوہر ہے یہاں اپنی جگہ محفوظ ہوتا جہاں میں اسے چھوڑ کر گئی تھی تو یہ ذمے داری میں اس کی سپرد کر دیتی اور وہ زیرک تھا کہ

صاحب اقتدار رہا تھا وہ زیادہ بہتر طریقے سے آگے کے مراحل طے کرتا لیکن چونکہ شوبابا ہوترا ہماری آمد سے واقف ہو چکا ہے اس لئے وہ اکال ترپاشا کا جسم یہاں سے نکال کر لے گیا اور یقینی طور پر اس نے اسے اپنی تحویل میں رکھا ہو گا۔ میرے محسنو میرے مددگارو ہمیں کچھ اور پریشانیاں اٹھانی پڑیں گی اور اس میں مجبوراً تم بھی میرے ساتھ ہو گئے ہو لیکن جہاں تم نے مجھ پر اتنی عنایتیں کی ہیں وہاں ست گاتا کی تقدیر بدلنے میں میری کچھ اور مدد کرو اور میرا مسلسل ساتھ دو سنو میرے دوستو ہمارا سحر کچھ ایسی روایات کا حامل ہے جو تمہارے لئے باعث حیرت ہوں گی لیکن ہمیں اس سے کوئی مشکل نہیں ہوتی ست گاتا کے ساحر اپنی انوکھی قوتوں کے تمام حربے استعمال کر سکتے ہیں لیکن بارود کا جادو ان کے بس کی بات نہیں ہے اور یہ تمہارے پاس موجود ہے اس کے سامنے وہ بے بس ہیں اور اسی سے خوف زدہ ہوتے ہیں لیکن ہمیں ان پر فوقیت حاصل ہے یہ فوقیت یوں ہے کہ میں نے بارود کی دنیا دیکھی ہے' آتشیں ہتھیار میں نے تمہاری تحویل میں رہ کر دیکھے ہیں اور جو شے ہماری نگاہوں سے گزر جاتی ہے اس کا حصول ہمارے لئے مشکل نہیں ہوتا لیکن جو شے ان کی نگاہوں سے نہ گزرے وہ اس کے حصول میں بے بس ہیں میں تمہیں بارودی ہتھیار مہیا کر سکتی ہوں لیکن شوبابا ہوترا کے لئے یہ ممکن نہیں اور یہی ہماری جیت ہے میں نے کرنل کو ایک بارودی ہتھیار دیا میں ایسے ہتھیاروں کے انبار لگا سکتی ہوں جبکہ شوبابا ہوترا وہ کہیں سے نہیں حاصل کر سکتا میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ست گاتا کی جنگ میں' میں تمہیں بالکل شریک نہ کرتی لیکن یہ بارودی ہتھیار ہماری فتح کا باعث بن سکتے ہیں اور ان کا استعمال صرف تم لوگ جانتے ہو چنانچہ اگر تم ہماری مدد کرو گے تو ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے گی کاش تم خلوص دل سے ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہو جاتے...."

"ایرا' ہم تمہارے ساتھ ہیں کیا تمہیں یہ احساس ہو رہا ہے کہ ہم تم سے منحرف ہیں۔" راج دیو نے کہا....

"نہیں راج دیو میں تو صرف شرمندہ ہوں کیونکہ ان حقائق سے ناواقف نہیں ہوں جو سامنے آچکے ہیں تمہیں اپنی پرسکون زندگی ترک کر کے یہاں تک آنا پڑا اور بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے ہر بات میرے ذہن میں ہے اور اس کے لئے میں تم سے شرمسار ہوں۔"

"یہ سب کچھ ایرا ہماری دنیا سے جتنا مختلف ہے تمہیں اس کا اندازہ ہے۔ ہمیں بتاؤ اب ہمیں تمہارے لئے کیا کرنا ہے؟"

"شوماہا ہوترا نے کرنل کے ساتھ آنے والی نشتا کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اگر نشتا ہمیں مل جائے تو میرے پاس تریاشا کی جو امانت ہے میں اسے نشتا کے حوالے کر دوں اس کے بعد نشتا اپنے مسائل خود بخود حل کر لے گی۔ تریاشا مجھے مل جاتا تو وہ ہمارا معاون ہوتا۔ اس طرح ساحروں نے ہمارے دونوں راستے بند کر دیئے ہیں ست گاتا کے ساحر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جبکہ تم ان کے لئے سخت خطرناک ہو وہ زیادہ سے زیادہ تمہارے راستے بند کر سکتے ہیں مگر یہ بھی ان کے لئے مشکل ہو گا۔ میں اکال کے ساحروں کو نشتا کی تلاش میں روانہ کر رہی ہوں۔ نشتا جہاں بھی ہے اسے ان کے قبضے سے نکالنا تمہارا کام ہو گا اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ہم تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں۔"

"تمہارے لئے یہ جگہ موزوں ہے یہ جگہ ایک جیسی ہے یہاں قیام کرو ساحر روانہ ہوں گے اور ہمیں خبریں دیں گے کہ اکال کہاں ہے؟ نشتا کہاں ہے؟ اس کے بعد ہمیں وہاں کا سفر کرنا ہو گا۔" راج دیو اور راؤ سکندر نے اسے اپنا کام کرنے کی اجازت دے دی اور ایرا ان کے درمیان سے چلی گئی۔ وہ اسی زیر زمین دنیا میں داخل ہو گئی تھی۔

یہ سب آرام کرنے لگے غوری، بھرت چندر اور راج دیو وغیرہ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ راؤ سکندر نے کہا۔ "ہمارے اس سفر کا مقصد یہ تھا پروفیسر غوری کہ ہم قندیل اور پراسرار لاش کی حقیقت سے آگاہ ہونا چاہتے تھے۔ ہم اس کہانی سے واقف ہو چکے ہیں جو اس پراسرار لاش اور قندیل سے وابستہ تھی۔ قندیل اس پراسرار آبادی کی امانت تھی جسے میں نے پرورش کیا۔ حقیقتوں سے انحراف کون کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے ساحروں کی کشمکش بہت خطرناک ہو لیکن اس کامیابی کے بعد ہماری واپسی میں آسانی ممکن ہو گی۔ اس کے لئے ہمیں ان کا ساتھ دینا ہو گا بصورت دیگر اگر آپ لوگوں کی کچھ اور رائے ہو تو ہم اس سے انحراف نہ کریں گے۔"

"اور رائے کیا ہو سکتی ہے مسٹر سکندر..... اس مہم کو درمیان میں چھوڑ کر جانا بھی تو ممکن نہیں ہے۔ میں اپنے طور پر پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ زندگی میں جو کچھ کرنا تھا

کر چکا ہوں واپسی ہو سکی تو ٹھیک ہے نہ ہو سکی تب بھی کیا حرج ہے۔ جستجو ہی تو زندگی ہے جو کچھ ہو رہا ہے بہت پرلطف ہے۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے مسٹر راؤ۔ اب اس خیال کو دل سے نکال دیں کہ ہم اس جدوجہد سے بددل ہیں۔" بھرت چندر نے کہا۔

"ہمیں ایک دکھ ہے اور اس دکھ کو ہم کسی طرح دل سے نہیں نکال سکتے۔" راؤ سکندر نے گہری سانس لے کر کہا.....

"کیا.....؟"

"نیک نفس ہرینڈا۔ ہم لوگ وحشیوں کے نرغے میں چلے گئے تھے اس کہانی کا آغاز ایک معلوماتی مہم سے ہوا تھا لیکن بدبخت گارساں نے ایک خزانے کی کہانی اس سے منسوب کر دی تھی اور شردھانیوں کی قید میں بحالت مجبوری ہمیں یہ کہانی اسی نامعلوم خزانے سے منسوب کرنا پڑی۔ ہرینڈا کو آمادہ کرنے کا یہی طریقہ تھا وہ قوم پرست اپنے لوگوں کی کسمپرسی سے دل برداشتہ تھا اور ہماری نسبت اسے بہت قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ کاش کوئی خزانہ بھی مل ہی جاتا۔ ہمیں نہ صرف اس سے شرمندہ ہونا پڑے گا بلکہ اس بات کے بھی امکانات ہے کہ وہ اس فریب کو برداشت نہ کر سکے۔"

راؤ سکندر زمین کریدتے ہوئے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اور اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں وہ یہ نہ دیکھ سکا کہ اس کے ان الفاظ پر سب مضطرب ہو گئے ہیں۔ وہ سب بے چین نظروں سے راؤ کو دیکھ رہے تھے مگر راؤ اپنی دھن میں یہ الفاظ کہہ رہا تھا ان کی غیر معمولی خاموشی پر راؤ نے گردن اٹھائی اور اسے ان لوگوں کی بے چینی کا احساس ہوا..... دوسرے لمحے اس بے چینی کی وجہ بھی اس کی سمجھ میں آ گئی۔ ہرینڈا خاموشی سے انکے پاس آ بیٹھا تھا اور راؤ کی پوری بات اس نے سنی تھی اسے دیکھ کر راؤ کا پورا بدن پسینے میں ڈوب گیا اور اس کی سہمی ہوئی نظریں ہرینڈا پر جم کر رہ گئیں۔ ہرینڈا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی ہر شخص شدید سنسنی کا شکار تھا تب ہرینڈا نے کہا.....

"دراصل مسٹر راؤ ہم صرف اس لئے وحشی ہیں کہ مہذب آبادیوں سے دور ہم نے ان جنگلوں میں جنم لیا ہے۔ اس میں ہمارا قصور نہیں ہے میری قوم ایسی نہ ہوتی اگر وہ بھی اس خطے سے کچھ پرے پیدا ہو جاتی۔ مزید یہ کہ ہم غربت کی انتہائی حد تک پہنچ گئے اور

ضرورتوں نے ہم سے انسانیت بالکل چھین لی۔ میں بھی وہی ہوتا اگر آپ لوگوں کے ساتھ رہ کر علم کی روشنی نہ دیکھ لیتا..... مسٹر راؤ آپ کے ساتھ رہ کر میں نے روشنی اور اجالے دیکھے ہیں۔ میرے لئے یہ تصور ہی کافی ہو گا کہ میں نے بھی کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر ایک مہم سرانجام دی۔ مجھے وہ کچھ نہ ملے گا جن کے لئے میں نے یہ سفر اختیار کیا تھا لیکن آپ اتنا تو ضرور کر سکتے ہیں کہ انسانیت کے علمبرداروں کو ہماری کہانی سنائیں ان سے کہیں کہ سوبارا کے جنگلوں میں بھی ان جیسے کچھ انسان رہتے ہیں جو انسانیت کے ہر حق سے محروم ہیں جبکہ وہ ان جیسے ہیں انہیں جنگلی جانور سمجھ کر ان کے خاتمے کی فکر میں سرگرداں نہ رہیں ان کی زندگی کے بارے میں بھی سوچیں آپ اپنی دنیا میں واپس جا کر اگر ہمیں انسانی حقوق ہی دلوائیں تو ہمارے لئے وہ بھی خزانے سے کم نہ ہوں گے۔ میں مسٹر راؤ ہر حالت میں خلوص دل سے آپ کا ساتھ دوں گا یہاں ان حالات میں ہماری زندگی موت مشترک ہو گی آپ میری اور میرے ساتھیوں کی طرف سے بالکل اطمینان رکھیں۔"

ہرینڈا کی اس اعلیٰ ظرفی اور ان الفاظ نے سب پر رقت طاری کر دی تھی۔ وہ سکوت کے عالم میں بیٹھے رہ گئے تھے پھر راؤ سکندر نے کہا۔

"ہرینڈا۔ تم نے عظمت کی جو مثال پیش کی ہے ہم میں سے کوئی اسے مرتے دم تک نہ بھول سکے گا۔ تمہاری اس خواہش کو ہم زندگی کا مقصد بنا لیں گے میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تب آپ پر میرا کوئی احسان نہ رہے گا مسٹر راؤ ہمیں اپنے ہر مقصد کا شریک سمجھئے۔" ہرینڈا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسکے بعد گفتگو جاری نہ رہ سکی ہرینڈا اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا اس واقعہ سے سب ہی عجیب کیفیت کا شکار ہو گئے تھے بہت دیر کے بعد راؤ نے کہا۔

"مجھ سے ایک بھیانک غلطی ہوئی تھی لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہتر ہوا ورنہ ہم اس سلسلے میں سخت اذیت کا شکار رہتے۔"

"ہاں اس سے یہ سبق پھر سے تازہ ہوا ہے کہ بلند ظرفی کبھی کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ یہ وحشی اور جنگلی شردھانی بھی انسانیت کی ان خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ جو اب مہذب دنیا میں نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہیں۔" بھرت چندر نے کہا۔

"ہرینڈا نے واقعی ایک عجیب سا تاثر پیدا کر دیا ہے۔" پروفیسر غوری گہری سانس لے کر

بولا۔

تمام لوگ اپنے طور پر آرام کرنے لگے۔ ایرا زیر زمین دنیا سے واپس نہیں آئی تھی اس جادوئی دنیا کے راز راز ہی رہنے چاہئیں تھے جتنا کچھ انہوں نے دیکھا تھا اسی نے ان کے دماغ کی چولیں ہلا دی تھیں اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ بہرحال تقدیر نے انہیں اس انوکھی کہانی سے روشناس کیا تھا اور وہ اس سے متعلق نہ ہوتے ہوئے بھی اس سے متعلق ہو گئے تھے اور ابھی یہ کھیل نہ جانے کتنا طویل تھا۔

کرنل کو غزال مل گیا تھا اور وہ رہ رہ کر غزال کی صورت دیکھنے لگتا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کی کھوئی ہوئی کائنات اسے واپس مل چکی ہے۔ اب دونوں ایک دوسرے کو اپنی آپ بیتی سنا چکے تھے۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔ پھر اس خاموشی سے اکتا کر کرنل نے غزال کو مخاطب کیا۔

"تم پریشان ہو غزال۔"

"جی ڈیڈی۔" غزال چونک کر بولا۔

"ہم سب منتشر ہو گئے تھے۔ لیکن تقدیر نے بڑے انوکھے انداز میں ہمیں پھر سے یکجا کر دیا۔"

"ہاں!" غزال ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"لیکن قندیل؟"

"جی؟" غزال کی مدھم آواز ابھری۔

"جانتے ہو کچھ؟" کرنل نے کہا اور غزال سوالیہ نگاہوں سے کرنل کو دیکھنے لگا۔ "اس لئے بیٹے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق ساحروں کی اس سرزمین سے ہے جس کا اگر ہم صرف قصہ سنتے تو اسے صرف کسی الف لیلوی مصنف کی گھڑت سمجھتے۔"

"لیکن ڈیڈی۔" غزال کی سسکی ابھری۔

"میں تمہاری ذہنی کیفیت سمجھتا ہوں بیٹے تم جانتے ہو کہ میں نے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی تمہیں اس کی طرف بڑھنے سے نہیں روکا۔ نہ صرف یہ غزال! بلکہ میں نے یہ سفر اسی لئے اختیار کیا کہ میں۔ میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ تم اگر اکیلے ہی مہم پر آتے تو میں جی نہ سکتا تھا۔ میں نے باپ بن کر تمہاری یہ خواہش پوری کی ہے لیکن اب

حالات جو بتا رہے ہیں ان سے تمہاری آگاہی ضروری ہے تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا۔ وہ اس پراسرار خطے کی روح ہے۔ اسے اس کا منصب مل جائے گا تو وہ۔ وہ ہم سے بہت دور ہو گی۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے بس تمہارے دل برداشتہ ہونے سے خوف زدہ ہوں۔ حوصلے سے کام لینا ہو گا غزال حوصلہ نہ ہار بیٹھنا بیٹے!"

غزال کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "آپ فکر مند نہ ہوں ڈیڈی۔ میں ہر صورت حال کا مقابلہ کروں گا۔ اگر وہ میری تقدیر میں نہیں ہے تو۔تو۔"

"میں تمہیں پہلے سے اس کے لئے تیار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سب کچھ ہمارے قبضہ قدرت سے باہر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ساحروں کی اس جنگ میں ہمارا کیا کردار ہو گا لیکن بالفرض اگر ایرا کامیاب ہو جاتی ہے تب بھی قندیل اس دنیا کی حکمران ہو گی اور ہمیں یہاں سے جانا ہو گا۔" غزال نے کوئی جواب نہ دیا وہ گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

یہاں ان کا قیام طویل رہا تھا دوسری صبح ایک اور انوکھا منظر دیکھنے کو ملا۔ ایرا نے کہا تھا کہ انہیں شکار مل جائے گا اور اس وقت ان کے اطراف میں ہرن چیتل سانبھر کلیلیں کرتے نظر آ رہے تھے۔ ان کے غول کے غول موجود تھے یہ جانور کہاں سے آ گئے تھے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

سب حیران نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ راج دیو فوراً ہی رائفل لے کر تیار ہو گیا۔ کئی ہرن اور چیتل شکار کئے گئے اور وہ سب کچھ بھول کر ان کا گوشت تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ خوب شکم سیر ہو کر یہ گوشت اڑایا گیا۔ ایرا سے دوپہر ڈھلے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ پانچ افراد کے ساتھ برآمد ہوئی تھی۔ یہ سب عجیب سے ڈھیلے ڈھالے سیاہ لباسوں میں ملبوس تھے۔ ایرا ان کے پاس آ گئی۔

"کہو راج دیو' ضرورتیں پوری ہو گئیں۔"

"ہاں ایرا۔" راج دیو نے کہا۔

"ان جانوروں کو سفر طے کرنے میں دیر لگی ورنہ یہ پہلے آ گئے ہوتے۔ اب میں ان ساحروں کو نشتا کی تلاش میں روانہ کر رہی ہوں ان کی واپسی کے بعد ہی ہم اپنے آئندہ قدم کا تعین کر سکتے ہیں۔" ایرا نے کہا۔ پھر وہ یہاں سے کچھ فاصلے پر چلی گئی۔ اس نے ایک نوکیلے پتھر سے ایک دائرہ بنایا اور پانچوں ساحر اس دائرے میں کھڑے ہو گئے ایرا ان سے کچھ

فاصلے پر چند کنکریاں ہاتھ میں لے کر کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ پتھرائی ہوئی نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تمام لوگ خاموشی سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ پھر اچانک ایرا کے حلق سے ایک آواز نکلی اور اس نے ایک کنکری ایک ساحر پر دے ماری۔ ساحر نے اس طرح دوڑ لگائی جیسے کسی دوڑ مقابلے میں حصہ لینے والا دوڑتا ہے لیکن پھر اچانک ان لوگوں نے اسے فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ تیر کی طرح آسمان کی بلندیوں کی سمت جا رہا تھا۔

"شر۔!!" اچانک سراتو نے راؤ کے کان کے پاس سرگوشی کی اور راؤ چونک پڑا۔"

"کیا ہے؟" راؤ نے پوچھا۔

"ایک بات شوچتا شر۔!"

"کیا؟"

"ان لوگ کو ایروپلین کا کیا ضارورت ان کا جب جی چاہتا اڑ جاتا میں ان شے یہ شر سیکھنا چاہتا۔"

"ابھی سیکھو گے؟" راؤ اس بے تکی مداخلت پر جھنجلا کر بولا۔

"ابھی۔ نو شر۔ اتنا جلدی نہیں۔" سراتو انکساری سے بولا اس دوران ایک اور ساحر دوڑتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا پہلے پرواز کرنے والا اتنا اونچا جا چکا تھا کہ اب بہت چھوٹا نظر آ رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے وہ پانچوں فضا میں بلند ہو کر مختلف سمتوں میں نکل گئے سب دم بخود ہو کر کھڑے ہوئے آسمان میں دیکھ رہے تھے۔ پھر اچانک ایرا کے حلق سے ایک دہشت بھری چیخ نکلی۔ پرواز کرنے والا ایک ساحر اچانک ہی لڑھکنیاں کھاتا ہوا نیچے آ رہا تھا۔

"ایزا نابرتروشا۔ ایزا نابرتوشا۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔" ایرا دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی۔

آسمان کے دوسرے دھبے بھی اسی انداز میں لڑھک رہے تھے پھر کافی فاصلے پر ایک ساحر نیچے گر کر زمین سے ٹکرایا اور ایرا اس کی طرف دوڑ پڑی' کرنل نے سب سے پہلے بندھے ہوئے گھوڑوں کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔ دوسرے لوگ کرنل کے دوڑنے کی وجہ نہیں سمجھ سکے تھے لیکن جب وہ گھوڑے کی رسی کھول کر اس کی پشت پر بیٹھا تو بات سمجھ میں آئی۔ کرنل کا گھوڑا اس طرف دوڑ رہا تھا جہاں پہلا ساحر گرا تھا وہ ایرا سے پہلے وہاں پہنچ گیا لیکن جو منظر اس نے دیکھا اسے دیکھ کر کرنل کو چکر آ گئے تھے۔ ساحر کے جسم کی ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئی تھیں۔ اس کے خون کی چھینٹیں دور دور تک بکھر گئی تھیں سرپاؤں کا کوئی

پتہ نہیں تھا بس گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو خون سے سرخ ہو رہا تھا چند لمحات کے بعد ایرا بھی وہاں پہنچ گئی اور سکتے کے سے عالم میں اس منظر کو دیکھنے لگی۔ پھر اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

"گواراشاؤ۔ برتروشا۔"

باقی لوگوں نے بھی کرنل کی تقلید کی تھی اور دوسرے ساحروں کی لاشوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔ سب کی کیفیت ایک جیسی تھی۔ گوشت کے لوتھڑے خون کی چھیپیں اور بس....."

○

سفر بے حد طویل تھا۔ گھوڑے گرد اڑاتے ہوئے طوفانی رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ وسیع و عریض میدان اور پہاڑی سلسلے طے ہوتے رہے اس کے بعد ایک ایسا پہاڑی سلسلہ سامنے آگیا جو ناقابل عبور تھا۔ سیاہ رنگ کے بدصورت پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہے تھے دور سے یہ صرف ایک پہاڑی دیوار معلوم ہوتی تھی لیکن قریب پہنچ کر اندازہ ہوا کہ درمیان میں بے شمار چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان پر پیچ راستے بنے ہوئے تھے۔ گھوڑے قطار کی شکل میں ان راستوں سے گزرتے رہے پھر ایک ایسے درے میں پہنچے جس کے دونوں طرف سینکڑوں فٹ بلند پہاڑ سر اٹھائے کھڑے تھے ان کے سرے برچھی نما نوکیلے تھے۔ اس درے سے گزر کر وہ دوسری طرف پہنچے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ دوسری طرف کا منظر جنت نظیر تھا۔ تاحد نگاہ سرسبز و شاداب درخت پھیلے ہوئے تھے۔جو پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ سیب خوبانیاں اور کچھ اجنبی پھل۔ انکے درمیان خوش رنگ پھولوں کے تختے چلے گئے تھے۔ بلند و بالا پہاڑی ٹیلوں سے جو اس سیاہ پہاڑ سے بالکل مختلف اور سبز گھاس سے سجے ہوئے تھے لاتعداد جھرنے گر رہے تھے۔ پانی کی سفید دھواں اڑاتی ہوئی لکیریں نیچے گر کر ندیاں بناتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ اس خوبصورت پہاڑی خطے میں ایک بھی مکان نہیں نظر آ رہا تھا۔ ہاں اس کے بیچوں بیچ ایک پہاڑی ٹیلہ تراش کر اسے ایک عجیب و غریب شکل دی گئی تھی - غالباً یہ ان کے کسی دیوتا کی شکل تھی۔

"اوہ..... مائی گاڈ..... کیا حسین جگہ ہے۔" سفینہ نے پر سحر انداز میں کہا۔

"یہ ست گاتا ہے۔" شوبابا ہوترا نے گارساں سے کہا۔

"بہت خوبصورت ہے تمہارا ست گاتا۔"

"ہاں وہ ست گاتا کا دیوتا ہے۔ اسی کا نام ست گاتا ہے۔"

"تم اس کے پجاری ہو۔"

"ہاں یہی ہمارا مالک ہے۔"

"تمہاری آبادیاں کہاں ہیں۔"

"یہیں اسی جگہ۔"

"کیا مطلب۔ کیا تم لوگ مکان بنا کر نہیں رہتے؟"

"ہمارے گھر بھی یہاں موجود ہیں۔"

"نظر نہیں آ رہے۔"

"آ جائیں گے۔ یہ جگہ تمہیں پسند آئی؟"

"بے حد... یہ بہت خوبصورت ہے۔"

"میں نے اسے آباد کیا ہے۔"

"کیا مطلب..... کیا یہ پہلے آباد نہیں تھی۔"

"وہاں صرف ہماری عبادت گاہ تھی۔ ہم لوگ دور دراز کی آبادیوں سے آکر یہاں پوجا کرتے تھے لیکن یہ اس وقت کی بات تھی جب ساحروں میں یگانگت تھی اور اکال ترپاشا نے ترمیمات نہیں کی تھیں۔ اس سے قبل ست گاتا کے ساحر چھوٹی چھوٹی بستیاں بنا کر رہتے تھے۔ ترپاشا کے ارادے ناکام بنا کر میں نے طویل عرصہ تک کام کیا ہے۔ تمام چھوٹی چھوٹی بستیوں کو ختم کر کے میں نے یہ وسیع و عریض بستی بسائی اس سے مجھے بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ اکال ترپاشا کے ہمدرد اس کے حکم پر عارضی موت اپنا چکے تھے اور سمبانا کے غار میں جا سوئے تھے لیکن جو اس کے درپردہ ہمدرد تھے وہ بھی میرے سامنے آ گئے۔ میں نے تمام بستیاں خالی کرا لیں اور سب کو یہاں آباد کر لیا اس سے یہ فائدہ ہوا کہ اکال کے ہمدرد بھی میرے ہم نوا بن گئے۔"

"گویا یہاں ست گاتا کی کل آبادی ہے۔" پروفیسر حشمت بے نے پوچھا۔ وہ اس کہانی میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔

"ہاں!"

"اور اب اس علاقے میں کوئی دوسری بستی نہیں ہے۔"

"نہیں سوائے سمانا کے غاروں کے۔ وہاں ان کی آبادی ہے جو تشتا کی واپسی کے منتظر ہیں۔"

"وہ لوگ وہاں رہتے ہیں۔"

"ہاں لیکن مردوں کی مانند۔"

"کیا مطلب۔"

"وہ وہاں طویل نیند سو رہے ہیں اور اب جاگیں گے کیونکہ ایرا یہاں پہنچ چکی ہے۔"

"مگر تمہاری آبادی کہاں ہے۔ ان مرغزاروں میں تو کوئی انسان نظر نہیں آتا۔" اس بار سفینہ نے لب کشائی کی۔ اور شوما مسکرانے لگا پھر اس نے اپنے لباس سے ایک ناقوس نکالا اور اسے ہونٹوں سے لگا کر زور سے پھونکا۔ ناقوس کی ہیبت ناک آواز فضا میں ابھری اور اس کا رد عمل دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ اچانک زمین نے انسان اگلنا شروع کر دیئے تھے۔ یہ زمین سے برآمد ہو رہے تھے۔ عورتیں مرد بچے بوڑھے جہاں تک نگاہ جاتی انسان ہی انسان نظر آتے تھے۔ ان کی آوازوں سے اتنا شور ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

"یہ میری آبادی ہے۔" باہوترا نے کہا۔ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلی۔ پھر باہوترا نے دوبارہ ناقوس پھونکا اور وہ سب اسی انداز سے زمین میں دفن ہو گئے۔

"یہ لوگ۔ یہ لوگ زمین کے نیچے رہتے ہیں۔" گارساں متحیرانہ انداز میں بولا۔

"تم نے سوالوں کی بھرمار کر دی ہے۔ اپنے گھوڑوں سے اترو اور اپنی آنکھوں سے ان کا طرز زندگی دیکھو۔" شومابا ہوترا نے کہا اور خود گھوڑے سے اتر گیا۔

سب نے اپنے گھوڑے چھوڑ دیئے۔ باہوترا کے آدمیوں نے انہیں سنبھال لیا تھا۔ باہوترا ان کی رہنمائی کرنے لگا۔ اس کے اشارے پر چند لوگ قندیل کو لے کر ایک طرف چلے گئے تھے۔ سب دلچسپی سے آگے بڑھتے رہے۔ پھر انہوں نے زمین میں ایک سوراخ دیکھا۔ باہوترا اس سوراخ میں اتر گیا۔ اس کی تقلید سب سے پہلے سفینہ نے کی تھی اس کے بعد دوسرے لوگ بھی نیچے اتر گئے۔

یہ ایک گول ہال تھا جس کی دیواروں پر چمڑہ منڈھا ہوا تھا اور اس پر عجیب و غریب تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ سوراخ سے اترنے میں بھی کسی کو کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کیونکہ

سوراخ کے عین نیچے تین سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو گول تھیں۔ ہال میں لکڑی کی نشستیں پڑی ہوئی تھیں اور دوسرا سامان آرائش بھی نظر آ رہا تھا۔ شومابا ہوترا نے کہا۔

"ہماری آبادی اسی طرح زمین کے نیچے رہتی ہے۔ یہاں کا ایک نظام زندگی ہے جس سے یہ لوگ مطمئن ہیں۔"

"یہاں کا موسم کیسا ہوتا ہے باہوترا۔" سفینہ نے پوچھا۔

"جیسا تم نے اوپر دیکھا۔"

"بہت خوبصورت زندگی ہے۔"

"یہ زندگی میں نے انہیں دی ہے تاکہ یہ اکال کے انکار کی خرابیوں کا اندازہ کر لیں۔ میرے دوستو تم یہاں آرام کرو۔ میں باہر جا کر تمہارے آرام کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم جس انداز میں یہاں قیام کرنا چاہو گے ہم تمہیں وہی سہولتیں فراہم کریں گے۔ اب مجھے اجازت دو۔" شوما باہر چلا گیا اور گارساں کے ساتھی مختلف گوشوں میں جا بیٹھے۔ گارساں نے حشمت بے سے کہا۔

"کیوں حشمت بے۔ میں نے کہا تھا نا کہ خزانہ ہماری تقدیر میں لکھا ہے اب وہ ہم سے دور نہیں ہے۔ میں اس کی چمک محسوس کر رہا ہوں۔ اب ہم وہ عظیم خزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں جس کی آرزو میں ہم نے یہ تکلیف دہ سفر کیا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے حشمت بے؟"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے گارساں کہ ہمیں یہاں کسی خزانے کے ہونے کا علم ہو چکا ہے لیکن اس کا حصول ایک مشکل کام ہو گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں پروفیسر کہ تم مسلسل مایوسی کی گفتگو کرتے ہو کیا اس کے پس پردہ کوئی اور تصور ہے۔"

"بھلا کیا تصور ہو سکتا ہے مسٹر گارساں۔"

"تو پھر پرجوش کیوں نہیں ہو؟"

"حالات گارساں حالات۔ اس کے حصول میں بے شمار الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا ہمیں۔ شوما کی شرط کو تم معمولی نہ سمجھو۔ اس طلسمی دنیا کے بارے میں بھلا ہم کیا جانتے ہیں۔ وہ لوگ صرف ہمارے ہتھیاروں سے مرعوب ہیں لیکن تمہیں اندازہ ہے کہ راؤ سکندر

کے ساتھ ہرہنڈا بھی ہے اور انسانوں کے علاوہ اس کے پاس ہتھیاروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے۔"

"اور تمہاری سوچ اتنی ہی ناقص۔ احمق پروفیسر ان لوگوں کو اپنے تعاون کے جال میں پھانسے رکھو اور خزانہ تلاش کرو۔ ہمیں کسی سے جنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ سنو پروفیسر اگر تمہارے دماغ سے عقل رخصت ہی ہو چکی ہے تو مجھ سے سنو میرا کیا منصوبہ ہے۔ یہ لوگ جنگ میں الجھے ہوئے ہیں۔ ان پر ظاہر کرو کہ ہم ان کے دشمنوں کو ختم کرنے کے لئے پوری طرح مستعد ہیں اور اس دوران اس خزانے کی تلاش جاری رکھو۔ یہاں کی آبادیوں میں گھل مل کر کسی بھی ذریعہ سے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ کیوں سفینہ اپنے باپ سے زیادہ ذہین لڑکی میرے منصوبے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

"ایکسیلنٹ مسٹر گارساں۔" سفینہ نے کہا۔

"سمجھاؤ۔ سمجھاؤ اس بدھو پروفیسر کو جو میرا دیرینہ دوست ہے اس سے کہو کہ روشن پہلو ہی زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ تاریکی موت کا دوسرا نام ہے۔"

"اگر خزانہ دریافت ہو جائے مسٹر گارساں تو اس کے بعد آپ کیا کریں گے کیا اسے ان لوگوں کے مقصد کی تکمیل کے بغیر نکال لے جانا آسان کام ہو گا؟"

"گارساں کے عظیم دماغ میں جھانکو میں تمہیں کیسے کیسے مراحل سے نکال کر یہاں تک لے آیا۔ کیا گدھا پارلو میرے برابر ذہنی پہنچ رکھتا تھا وہ تو چند مشکلات سے بددل ہو گیا تھا۔ مارا گیا ناکتے کی موت۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ گارساں کے دماغ کے ساتھ ساتھ سفر کرو منزل پالو گے حالات بتاتے ہیں کہ جنگ ضرور ہو گی۔ ساحر ایک دوسرے میں الجھ جائیں گے اور ہمیں کیا پڑی ہے کہ ان کے ساتھ اس سمجھ نہ آنے والی جنگ میں شریک ہوں۔ جو وقت مل جائے اس میں خزانہ تلاش کرو اور اس میں کامیابی حاصل کر لو۔ پھر جب یہاں جنگ کا آغاز ہو تو ہمارا رخ خزانے کی طرف ہو اور اس کے بعد بے وقوف جنگ کریں گے اور ہم اپنا کام...." گارساں نے قہقہہ لگایا۔

"ٹھیک ہے مسٹر گارساں تم ہمارے لیڈر ہو۔ سارے کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔" حشمت بے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

ان لوگوں کو بہترین خوراک پیش کی گئی ہر ضرورت پوری کر دی گئی تھی۔ پھر شوبابا

ہوترا نے ان سے دوسری ملاقات کی۔

"میں نے تمہاری رہائش گاہوں کے لئے بندوبست کر دیا ہے۔ جس طرح چاہو یہاں قیام کرو اس خطے کے ہر پھل پھول پر تمہیں اختیار ہے آزاد ہو بس اس وقت تمہیں میری مدد کرنا ہو گی جب میرے دشمن میرے سامنے ہوں۔"

"ہم پورے خلوص سے تمہارے لئے جان کی بازی لگانے کو تیار ہیں باہوترا۔ مگر اس دشمنی کی پوری کہانی کیا ہے۔" گارساں نے دلچسپی سے کہا۔

"سحر کی اس سرزمین کا حکمران اکال ترپاشا تھا۔ لیکن وہ غلط راستوں پر بھٹکنے لگا۔ اس نے ست گاتا سے انحراف کیا اور یہاں ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کی۔ ساحروں سے ان کا سحر چھین لیا گیا اور انہیں بے حقیقت کر دیا گیا۔ کچھ اس سے متفق ہوئے کچھ منحرف مجھے قید کر لیا گیا کیونکہ میں نے کوششیں کیں اور اکال ترپاشا کو زیر کر لیا بس ذرا سی چوک ہو گئی اور اکال چال چل گیا اس نے اپنا سحر ایرا کو دے کر اسے تمہاری دنیا کی طرف بھیج دیا اور خود اپنے ہم نواؤں کے ساتھ عارضی موت قبول کر لی۔ یہ میرے سحر کا توڑ تھا۔ بدبخت ایرا نے یہ وقت پورا کر لیا اور "نشتا کے ساتھ ست گاتا کی طرف چل پڑی اس نے نئی دنیا کے لوگوں سے آگ کا جادو بھی حاصل کر لیا ہم اس میں کمزور ہیں اور آگ اور دھاکوں کے جادو کا توڑ ہمارے پاس نہیں جس کی وجہ سے ہمیں پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ ایرا پر ہماری بھرپور نگاہ ہے اور ہم سوبارا میں اس کے داخلے کے بعد سے اس کی طرف سے ہوشیار رہے ہیں اور اس کے راستے روکتے رہے ہیں۔ اسے حاصل کرنے کی کوشش بھی کی ہم نے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اکال ترپاشا اب ہمارے قبضے میں ہے اور "نشتا بھی" مگر ایرا دھاکے والوں کے ساتھ ہے اور اب اس تک ہماری پہنچ ممکن نہیں ہے۔"

"نشتا کا اس سلسلے میں کیا کردار ہے؟"

"آہ وہی تو ساری مصیبتوں کی جڑ ہے۔ اس نے تمہاری دنیا میں پرورش پائی ہے اور اس پر ہمارا سحر کارگر نہیں ہے اگر اکال کا سحر اسے مل گیا تو ہم بے بس ہو جائیں گے۔"

"اس کی ہلاکت ممکن نہیں ہے؟" سفینہ نے پوچھا۔

"نہیں۔" ترپاشا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ ہم اس سلسلے میں کوشش کر سکتے ہیں۔"

”میں جانتا ہوں لڑکی تم بھی ناکام رہو گی۔ اسے اکال کے سحر کا تحفظ حاصل ہے جس کی وجہ سے تم اس پر قابو نہیں پا سکتیں اور اسے مہذب دنیا کی پرورش حاصل ہے جس کی وجہ سے ہم اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ بس ساحروں کو اس سے دور رکھ کر کسی طرح ایرا کو ختم کر دیا جائے تو کام بن سکتا ہے۔“

”تم ایرا پر قابو پا سکتے ہو۔“

”ہاں وہ ہمارے سحر کی زد میں ہے مگر اکال کا سارا علم اس کے پاس موجود ہے۔“

”ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا ہو گا۔“ گارساں صرف اپنے بارے میں سوچ رہا تھا اسے دوسری کہانیوں سے دلچسپی نہیں تھی۔

”ہم اکال کے سحر کا مقابلہ کریں گے اور تم آگ والوں کا۔ ہمیں ان سے محفوظ رکھنا تمہاری ذمہ داری ہو گی۔ وہ ابھی یہاں سے بہت دور ہیں تمہیں ان کے بارے میں اطلاعات دی جاتی رہیں گی۔“

”تم اطمینان رکھو باہوترا۔ ہم انہیں بھون کر رکھ دیں گے۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے لیکن بہتر ہو گا کہ تم ہمیں اس خزانے کے بارے میں کچھ اور بتا دو۔“

”سنہری دھات اور چمکدار پتھر میرے پاس تمہاری امانت ہیں۔ جونہی اکال سے نجات ملے گی وہ سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔“

”تم نے وہ دھات اور پتھر بھی اس وادی میں جمع کر رکھے ہیں؟“ گارساں نے پوچھا۔

”ہاں سب کچھ یہاں ہے آؤ اب میں تمہیں تمہاری رہائش گاہیں دکھا دوں۔“ شومابا ہوترا نے انہیں کئی چھوٹے چھوٹے غار دکھائے جن میں قیام کا بہترین بندوبست کیا گیا تھا۔ سفینہ نے اپنے لئے ایک الگ غار منتخب کیا تھا جس پر پروفیسر نے خاص طور سے غور کیا تھا۔ ان رہائش گاہوں میں قیام کئے ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ باہوترا نے اس کے بعد ان سے ملاقات نہیں کی تھی وہ شاید یہاں تھا ہی نہیں باہوترا کے کہنے کے مطابق انہیں اس عظیم الشان وادی میں گھومنے پھرنے کی مکمل آزادی تھی۔ گارساں پاگل کتے کی طرح وادی کے کونے کھدرے جھانکتا پھر رہا تھا کئی بار پروفیسر حشمت بے کو بھی اس کے ساتھ جانا پڑا تھا اسکے بعد اس نے دوسرا طریق کار اختیار کیا تھا۔ وہ گارساں کے خود تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے اگلو نما غار سے نکل جاتا تھا۔ ایک بار گارساں نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ وہ

اپنے طور پر بھی خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہے اور یہ بہتر ہے کہ ہر شخص الگ الگ کوشش کرے۔ اس آبادی کے رسم و رواج بھی عجیب تھے۔ ہزاروں افراد اس وقت اپنی کمین گاہوں سے باہر نکل آتے جب سورج طلوع ہوتا اور پھر دوپہر ہوتے ہی واپس اپنے غاروں میں چلے جاتے اس کے بعد وہ باہر نہیں نکلتے تھے لیکن ان لوگوں پر کوئی پابندی نہیں تھی اور گارساں آزادی سے فائدہ اٹھا رہا تھا اکثر وہ راتوں کو بھی باہر نظر آ جاتا تھا اور اس وقت وادی پر ایسا سکوت طاری ہوتا کہ کوئی پتہ بھی ہلتا نظر نہ آتا۔ اس وقت بھی وہ وادی میں سرگرداں تھا کہ دفعتہ اسے خود سے کچھ فاصلے پر آہٹیں سنائی دیں اور وہ ٹھٹک گیا اس کی آنکھیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں کہ اسے کچھ فاصلے پر ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ یہ کون ہے۔ اس نے سوچا۔

گارساں نے احتیاط کے پیش نگاہ خود کو ایک پھولوں کے کنج کی آڑ میں پوشیدہ کر لیا۔ وہ جانتا تھا کہ ست گاتا کے رہنے والے رات کی تاریکی میں اپنی کمین گاہوں سے کبھی بھی نہیں نکلتے یہ اسی کے ساتھیوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ شاید پروفیسر' وہ جانتا تھا کہ پروفیسر حشمت بے بھی خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ گارساں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر اس سے پہلے حشمت بے نے وہ جگہ تلاش کر لی تب بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ نہتا بھلا کیا کر سکتا ہے۔ اس کی مدد کے بغیر کچھ کرنا ممکن نہ ہو گا۔ آہٹیں قریب آئیں اور پھر ایک آواز ابھری۔

"چھپنے کی ضرورت نہیں مسٹر گارساں۔ میں سفینہ ہوں۔"

"اوہ! یہ تم ہو ذہین لڑکی' میں نے سوچا نہ جانے کون ہے۔"

گارساں پھولوں کی آڑ سے نکل آیا۔ "تو کیا تم بھی خزانے کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ یہ اچھی بات ہے اور میں اس بات کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہوں کہ تم اپنے باپ سے زیادہ ذہین ہو۔ بعد مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں نے اس بارے میں تم سے رجوع نہ کیا۔ آؤ میرا ساتھ دو میں کئی راتوں سے سرگرداں ہوں۔"

"میں خزانے کی تلاش میں نہیں نکلی مسٹر گارساں۔"

"ایں....؟ پھر....؟؟"

"نہ ہی مجھے خزانے سے دلچسپی ہے ہاں آپ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں لیکن مسٹر گارساں آپ کو خزانہ تلاش کرنے کی کیاضرورت ہے۔"

"کیا مطلب' میں سمجھا نہیں' میرا یہاں آنے کا مقصد اور کیا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ شوبابا ہوترا تو خود یہ خزانہ آپ کو دینے کے لئے تیار ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے لئے نہ جانے ہمیں کتنا طویل انتظار کرنا پڑے۔ اگر

اس دوران ہم خود ہی خزانہ تلاش کر لیں تو کیا حرج ہے۔ یہ لوگ آپس میں فیصلہ کر لیں۔ ہم خزانہ لے کر نکل جائیں گے۔"

"یہ اتنا آسان تو نہ ہو گا مسٹر گارساں۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن مشکلات سے تو گزرنا ہی ہو گا کوشش کرنی چاہئے۔"

"میرے خیال میں اس کے لئے سیدھا راستہ اختیار کرنا مناسب ہو گا تاکہ خزانہ وہاں سے لے جانے میں ہمیں ان کا تعاون حاصل رہے۔"

"اوہ اس میں بہت وقت لگ جائے گا سفینہ اور پھر کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان کے درمیان جنگ کا نتیجہ کیا نکلے۔"

"آپ بھول گئے مسٹر گارساں اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر قندیل ہلاک ہو گئی تو اس کی ہر مشکل حل ہو جائے گی۔"

"ہاں کہا تھا۔"

"تو پھر یہی کوشش کیوں نہ کی جائے سب سے آسان راستہ یہی ہے اور یہ کام میں اپنے ذمہ لینا چاہتی ہوں۔"

"تو کیا تم اس وقت....؟"

"ہاں' میں اسی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔" سفینہ نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم اس کی بدترین دشمن بن گئی ہو۔"

"ہاں مسٹر گارساں اور آپ اس کی وجہ جانتے ہیں۔ مجھے ہر قیمت پر اس کی موت درکار ہے اگر اسے ہلاک کر دیا جائے تو ایک طرف شوبابا ہوترا کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور دوسری طرف میرا۔"

"تمہارا....!"

"غزال اس کا شوہر ہے - اس کی وجہ سے غزال نے مجھے ٹھکرایا ہے۔ صرف اس کی وجہ سے اس نے میرے پندار کو توڑا ہے۔ میں ہر عورت کی نمائندگی کا دعویٰ نہیں کرتی لیکن میں اگر ایک بالکل مفلس اور قلاش عورت ہوتی اور میرے سامنے ایک طرف خزانوں کے ڈھیر اور دوسری طرف میرا محبوب ہوتا تو میں اس ڈھیر پر لات مار کر اپنے محبوب کا حصول پسند کرتی۔ میں جانتی ہوں وہ آئے گا وہ ضرور اس تک پہنچے گا اور اگر یہ زندہ ہوئی'

صاحب اختیار ہوئی تو پھر غزال اس کا ہو گا۔"

"غزال اگر اس جنگ میں ہلاک ہو گیا تو۔"

"مجھے بالکل پروا نہ ہو گی۔ وہ میرا نہ سہی اس کا بھی تو نہ ہو سکے گا۔ میں نے تو اس کو آپ کے ساتھ بھی اس وقت ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی جب آپ نے عقب سے حملہ کیا تھا۔ اگر وہ اسی وقت مرگیا ہوتا تو مجھے پرواہ نہ ہوتی لیکن اس کی زندگی صرف میرے لئے ہونی چاہئے صرف میرے لئے....!" گارساں حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا' پھر اس نے کہا۔

"میں تجھ سے متفق ہوں۔ تشتا کی تلاش کے لئے تجھے اس طرح سرگرداں ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کل اسکے بارے میں ضرور معلوم کر لوں گا اور تجھے اس کے ٹھکانے سے باخبر کر دوں گا۔ اس کے بعد تو اپنا کام کر لینا اور سن سفینہ۔ اگر غزال کا ہمارا سامنا ہو گا تو بھی میں یا میرا کوئی آدمی اسے ہلاک نہیں کرے گا۔ میں اپنے لوگوں کو ہدایت کر دوں گا اور پھر میں اسے تیرے حوالے کر دوں گا۔ میں تجھے غزال دوں گا سفینہ یہ میرا وعدہ ہے۔ آ اب واپس چلتے ہیں آ جا....!" گارساں' سفینہ کے ساتھ رہائش گاہ کی طرف واپس چل پڑا۔

وادی کی صبح ہنگاموں سے بھرپور ہوتی تھی۔ جبکہ سورج کے ساتھ اس کی زندگی کا آغاز ہوتا تھا اور بہت سے مختصر وقت کے بعد یہاں پھر وہی خاموشی اور سکون چھا جاتا تھا۔ اس دن گارساں کی ملاقات باہوترا سے بھی ہو گئی وہ فکر مند نظر آ رہا تھا۔

"تم اس وادی میں نظر نہیں آئے؟"

"ہاں گارساں میرے دوست' مجھے سخت جدوجہد کا سامنا ہے۔ ایرا تم سے کہیں زیادہ دھاکہ برداروں کے ساتھ مردہ شہر میں داخل ہو چکی ہے۔ سونے والے ساحر جاگ چکے ہیں اور اب ایرا نے اکال کے سحر کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اس کے ساحر فضاؤں میں پرواز کر رہے ہیں اور ہماری تلاش میں سرگرداں ہیں گو ان کی پہلی کوشش ناکام بنا دی گئی ہے لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی دوسری کوشش کیا ہو۔ مجھے بذات خود اس کی کارروائیوں کی نگرانی کرنی پڑ رہی ہے۔"

"اگر تشتا ہلاک ہو جائے تو...!"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔"

"ہمیں کوشش بھی نہ کرنے دو گے...؟"

"جو کام ہو نہ سکے اس کے لئے کوشش کرنے سے کیا فائدہ....؟"

"اگر تم ضمانت دو تو ہم یہ کام کرنا چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ اس کی موت سے ہمارا مفاد بھی وابستہ ہے۔ ہم یہ کوشش کرنا چاہتے ہیں۔" گارساں نے کہا اور باہوترا اسے دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ وہ سامنے والا آبشار دیکھ رہے ہو۔ اس کے قریب غار کے اندر تشتا قید ہے۔ تم وہاں جا سکتے ہو تمہیں یہاں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا ہو گا۔ تاہم مجھے یقین نہیں ہے کہ تم اسے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہو...."

"ہم تمہاری مشکل کے حل کی تمام کوششیں کر لینا چاہتے ہیں۔"

"ضرور ضرور کاش تمہیں کامیابی حاصل ہو جائے۔" باہوترا نے کہا اور پھر گارساں سے اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ گارساں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر آہستہ قدموں کے ساتھ اس آبشار کی جانب چل پڑا جس کی طرف باہوترا نے اشارہ کیا تھا۔ اسے اس غار کی تلاش میں مشکل نہ ہوئی جس میں تشتا قید تھی دو آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ نہ جانے یہاں کیا نظام تھا یہ لوگ بھی دن کی روشنی میں اس غار کی حفاظت کرتے تھے رات کو یہاں کوئی نہ ہوتا تھا۔ بہرحال گارساں نے سفینہ سے تعاون کرتے ہوئے وہ جگہ معلوم کر لی تھی۔ سفینہ اگر اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لے تو واقعی بڑا کام بن سکتا ہے۔

معمول کے مطابق سورج ڈھلنے سے قبل ساری آبادی زیر زمین چلی گئی۔ گارساں ہی نہیں اس وقت اس کے تقریباً تمام ہی ساتھی اوپر موجود تھے اور اس پراسرار زمین کی لطافتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ گارساں' سفینہ کی تلاش میں چل پڑا اور سفینہ اسے اپنے غار میں مل گئی۔

"ہیلو مسٹر گارساں...."

"ہیلو سفینہ...."

"آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔"

"اس وعدے کی تکمیل تمہیں یہ احساس دلائے گی کہ گارساں مستقبل میں بھی تم سے

کیا ہوا ہر وعدہ پورا کرے گا۔"

"تو کیا آپ نے....."

"ہاں میں نے اس قید خانے کے بارے میں معلوم کر لیا ہے اور تمہیں اس کے بارے میں بتانے آیا ہوں۔"

"کہاں ہے وہ.....؟" سفینہ نے بے چینی سے پوچھا۔ اور گارساں اس جگہ کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ سفینہ نے سفاک لہجے میں کہا۔

"میں ساحرون کے اس سحر کو توڑ کر نہ رکھ دوں تو سفینہ نام نہیں ٹھیک ہے مسٹر گارساں..... میں آپ کو بہت جلد اس کی موت کی خوش خبری سناؤں گی۔ گارساں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"میں اس خوش خبری کا انتظار کروں گا سفینہ۔" اس کے بعد وہ سفینہ کی رہائش گاہ سے نکل آیا تھا سفینہ کی آنکھوں میں وحشت اور درندگی پائی جاتی تھی۔ اپنے اب تک کے کردار سے وہ ایک منفرد حیثیت کی حامل لڑکی ثابت ہوئی تھی جس کے اندر جنون اور وحشت خیزی کے علاوہ اور کچھ نہیں پایا جاتا تھا۔ اگر غزال اس کی محبت قبول کر لیتا تو اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ ان لوگوں کے لئے بہت بہتر ثابت ہوتی لیکن وہ مجسم انتقام بنی ہوئی تھی۔ سورج کے ڈھلان کے ساتھ ساتھ یہاں ہمیشہ موسم میں خنکی پیدا ہو جاتی تھی اور رات کو یہ خنکی کافی بڑھ جاتی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں بدن کے مسامات میں داخل ہو کر کپکپی پیدا کر دیتی تھیں اور اس وقت کسی موٹے کپڑے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جو ان کے پاس موجود نہیں تھا لیکن جن حالات سے یہ سب گزر رہے تھے اس میں موسم کی سختیاں بے اثر ہو گئی تھیں۔ اس شام بھی سورج غروب ہونے کے بعد تیز ہوائیں چلنے لگیں اور درختوں سے ہلکی ہلکی آوازین منتشر ہوتی رہیں۔ تقریباً تمام ہی لوگ اپنی اپنی کمین گاہوں میں چلے گئے تھے۔ اور ماحول پر گہرا سناٹا مسلط تھا۔ سفینہ اپنے غار کے دہانے سے باہر آئی اور اس نے ہوا کی سردی کو محسوس کیا۔ پھر اس کی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ آج گارساں کے ساتھیوں میں سے بھی کوئی اپنے غار سے باہر نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے گارساں اپنی مہم پر نکل کھڑا ہوا ہو۔ سفینہ کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کی نگاہیں سفید لکیر کی جانب اٹھی ہوئی تھیں جو دھواں اڑاتی ہوئی بلندیوں سے زمین کی جانب گامزن تھی۔ گارساں نے

اسے راستے کے بارے میں اچھی طرح سمجھا دیا تھا سفینہ نے ادھر ادھر دیکھا اور اسکے بعد وہ آہستہ آہستہ اس آبشار کی جانب بڑھنے لگی۔ تنومند اور بلند و بالا قامت کی لڑکی تھی اس نے باآسانی موسم کی سختی کو برداشت کر لیا۔ اس وقت اس کے دل میں صرف ایک ہی احساس تھا۔ قندیل کو ہلاک کر کے سرخرو ہو جائے۔ اگر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاتی ہے تو اسے نہ صرف گارساں کی نگاہوں میں بلکہ شوماباہوترا کی نظروں میں بھی ایک معزز مقام حاصل ہو گا۔ وہ اس وقت کا تصور کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی جب غزال پابہ زنجیر اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ وہ اسے کتوں کی طرح اپنے تلوے چاٹنے پر مجبور کر دے گی اس نے اس پر قندیل کو ترجیح دی ہے۔ قندیل کی لاش بھی نہ پا سکے گا وہ۔ میں اس سے اپنی توہین کا انتقام لوں گی۔ بھرپورا انتقام اور جب میرے دل کی آگ بجھ جائے گی تو پھر میں اسے اپنی زندگی میں ایک بہتر جگہ دوں گی۔ بیوقوف انسان اگر تو پہلے ہی میری محبت قبول کر لیتا تو شاید ان مصیبتوں کا شکار نہ ہوتا جو اب تجھ پر نازل ہونے والی ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جھرنے سے بہنے والی ندی کے قریب پہنچ گئی۔ یہیں سے داہنی سمت اسے اس جھرنے کے عقب میں پہنچنا تھا جہاں سرسبز و شاداب گھاس سے لدی ہوئی چٹانیں نظر آ رہی تھیں۔ دو چٹانوں کے عقبی حصے میں اس غار کا دہانہ تھا جس میں قندیل کو قید رکھا گیا تھا اور گارساں کا کہنا غلط نہیں تھا کہ اس وقت قندیل کی نگرانی کے لئے یہاں کوئی موجود نہ تھا۔ سفینہ گہری سانسیں لیتی رہی اور اس کے بعد وہ اس غار میں اتر گئی۔ غار دوسری طرح کی رہائش گاہوں کی مانند ہی تھا اور اس میں کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی۔ پتہ نہیں قندیل اپنے محافظوں کی غیر موجودگی میں یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کرتی تھی حالانکہ اگر وہ چاہتی تو یہ کوشش کی جا سکتی تھی البتہ یہ دوسری بات ہے کہ اس وادی سے اس کے لئے نکل بھاگنا ممکن نہ ہوتا۔ شوماباہوترا بے قوف نہیں تھا یقیناً اس وادی سے نکلنے کے راستے بند رہتے ہوں گے اور یہاں کے رہنے والے یہ بات ضرور جانتے ہوں گے کہ ان کے لئے فرار کی کوئی کوشش موت کے مترادف ہو سکتی ہے۔ اس بات کی امکانات تھے کہ یہ بات قندیل کو بھی معلوم ہو گی۔ اس چھوٹے سے بستر پر قندیل نیم دراز تھی جو سامنے ہی لگا ہوا تھا اور غار میں تھوڑی سی ضروریات کی اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ قندیل غالباً جاگ رہی تھی کیونکہ سفینہ کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے وہ جلدی سے اپنے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور پھر آنکھیں پھاڑ

پھاڑ کر سفینہ کو دیکھنے لگی تھی۔ سفینہ کے ہونٹوں پر وہی سفاک مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی جو اس کی شخصیت کی خاصیت تھی۔ قندیل نے بھی شاید اسے پہچان لیا اس وقت اس کی حالت کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔ بال وغیرہ بھی سنوارے ہوئے تھے اس نے اور اس کیفیت کا شکار نظر نہیں آتی تھی جس کیفیت میں یہاں لائی گئی تھی۔ سفینہ نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے پہچانا تو نے؟"

"ہاں میں تم سے پہلے بھی مل چکی ہوں تم نے میرے اوپر تشدد کرنے کی کوشش کی تھی۔" قندیل نے کہا۔

"میرا نام سفینہ ہے۔"

"مگر تم.... تم میری دشمنی پر کیوں آمادہ ہو گئی تھیں؟"

"تھی نہیں بلکہ اب بھی میں تمہاری بدترین دشمن ہوں میں نے تم سے سوال کیا تھا نا کہ غزال تمہارا شوہر ہے۔"

"ہاں اور مجھے حیرت ہوئی تھی کہ تم غزال کو کیسے جانتی ہو۔"

"تمہیں حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہونی چاہئے کہ میں مستقبل میں غزال کی زندگی کی مالک ہوں۔"

"تمہارا غزال سے کیا واسطہ ہے؟" قندیل نے پوچھا۔

"وہی جو ایک محبوب کا محبوبہ سے ہوتا ہے جو دو پسند کرنے والوں کا ایک دوسرے سے ہوا ہے۔"

"تم غزال کو پسند کرتی ہو؟"

"ہاں میری زندگی میں وہ سب سے زیاہ اہمیت کا حامل ہے۔"

"مم.... مگر غزال تو.... غزال تو۔"

"یہی غلطی ہوئی ہے اس سے جس کی سزا صرف وہی نہیں بلکہ تم بھی بھگتو گی کیا سمجھیں؟"

"وہ' وہ تو مجھ سے دور بھٹک گیا ہے میں تو اب اس کی گرد بھی نہیں پا سکتی میں جن حالات کا شکار ہوں ان سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ غزال اب دوبارہ میری زندگی میں نہ آ سکے گا تم اگر اسے حاصل کر سکتی ہو تو یہ تمہاری خوش بختی ہو گی وہ بہت اچھا انسان ہے میں

خود اس کے قابل نہیں تھی۔"

"یہ باتیں کر کے تو اپنی زندگی بچانا چاہتی ہے قندیل تو اب یہ تیرے لئے ممکن نہیں ہے۔ آج میں تیرے کانٹے کو ہمیشہ کے لئے اپنے اور غزال کے درمیان سے ہٹا دینے کے لئے آئی ہوں۔"

"میں تو ویسے ہی نیم مردہ زندگی گزار رہی ہوں کوئی روشنی نہیں ہے میرے اردگرد کچھ نظر نہیں آتا مجھے تم بھی اپنی حسرتیں پوری کر لو۔ ٹھیک ہے اگر تم میری موت کی خواہاں ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مرجانا ہی میری مصیبتوں کا حل ہے۔" قندیل نے مضمحل لہجے میں کہا اور سفینہ اب اس کے قریب پہنچ گئی۔

"تو پھر اپنی زندگی کی آخری خواہش میرے سامنے بیان کر دے تاکہ موت کے بعد تیری کوئی آرزو باقی نہ رہ جائے بول غزال کے لئے کوئی پیغام ہے تیرے پاس۔"

"نہیں میرے پاس کوئی پیغام کسی کے لئے نہیں ہے میں تو خود ہی زندگی کی ماری ہوئی ہوں۔" قندیل نے آنسو بھری آواز میں کہا اور سفینہ کا زوردار تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا۔ قندیل بستر پر گر پڑی تھی۔ سفینہ آگے بڑھ کر اس کے سینے پر سوار ہو گئی اور اس کی گردن دبانے لگی۔ قندیل کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل سکی تھی لیکن خود سفینہ ہی کو احساس ہوا کہ جس گردن کو اس نے اپنے شکنجے میں کس رکھا ہے وہ گوشت پوست کی بنی ہوئی نہیں ہے بلکہ پتھر کی طرح سخت ہے قندیل کے چہرے پر بھی اس کے ہاتھوں کے دباؤ سے کوئی تغیر نمودار نہیں ہوا تھا سفینہ نے بدن کی پوری قوت صرف کر دی لیکن قندیل خاموشی سے اس کی صورت دیکھتی رہی۔ سفینہ جھنجلا کر اس پر سے اٹھ کھڑی ہوئی اس نے قندیل کے بال پکڑے اور اسے زور سے گھسیٹ کر بستر سے اٹھا دیا۔

"تو اگر یہ سمجھتی ہے کہ تیرا سحر میرے راستے میں مزاحم ہو گا تو میں دیکھتی ہوں کہ تو کس حد تک مجھے ناکام بنانے کی جدوجہد کرتی ہے۔" اس نے بالوں سے پکڑ کر قندیل کو زور سے گھسیٹا اور ایک دیوار سے ٹکرا دیا' قندیل خاموشی سے دیوار سے ٹک کر کھڑی ہو گئی تھی۔ یہ احساس نہیں ہو رہا تھا کہ اس طرح ٹکرانے سے اس کے جسم کو کوئی چوٹ لگی ہے' سفینہ غصے سے بے قابو ہو رہی تھی لیکن اسی وقت اسے عقب میں قدموں کی آہٹیں سنائی دیں اور پھر وہ غرا کر پلٹی اس کے عقب میں پروفیسر حشمت بے کھڑا ہوا تھا۔

"ڈیڈی تم یہاں کیا کرنے آئے ہو۔ یہاں کیوں آئے ہو ڈیڈی۔"

"سفینہ تو پاگل ہو گئی ہے چل میرے ساتھ واپس چل یہ دیوانگی کر کے تو اپنے حق میں جو کانٹے بو رہی ہے انہیں کوئی بھی نہ نکال سکے گا تیرا باپ بھی نہیں۔"

"ڈیڈی یہاں سے چلے جاؤ اچھا نہیں ہوگا۔"

"تو بھی میرے ساتھ چل سفینہ میں تیرا باپ ہوں تو کتنی ہی گستاخ کیوں نہ ہو جائے میں تیری زندگی چاہتا ہوں جو دیوانگی تو کر رہی ہے وہ بالکل بے مقصد ہے اگر قندیل کی ہلاکت ممکن ہوتی تو شوماباہوترا اپنی تمام تر قوتیں اس پر صرف کر دیتا۔ اس کے ساتھ یہ سب کچھ کر کے تو کسی اور عتاب کا شکار بھی ہو سکتی ہے۔ سفینہ واپس چل میں تمام تر حالات کے باوجود تیری زندگی کا خواہاں ہوں۔ میں تجھے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔"

"اس وقت میں کسی کو اپنا باپ تسلیم نہیں کرتی میرے مقصد کے راستے میں جو بھی مزاحم ہو گا میں میں....." سفینہ خونخوار انداز میں خاموش ہوگئی اور حشمت بے کی آنکھوں میں بھی جنون کی آثار نمودار ہو گئے۔

"میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ واپس چل۔"

"اور میں یہ حکم ماننے سے انکار کرتی ہوں۔" سفینہ نے جواب دیا اور حشمت بے کا ہاتھ پوری قوت سے اس کے رخسار پر پڑا سفینہ کا رخسار سرخ ہوگیا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے دیوانگی نظر آئی اور اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"اچھا نہ ہو گا ڈیڈی اچھا نہ ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہو گا وہ میں جانتا ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے نا کہ گارساں کے ہاتھوں مجھے قتل کرا دے لیکن یہ سب کچھ میں تجھے نہیں کرنے دوں گا۔" پروفیسر حشمت بے نے آگے بڑھ کر سفینہ کا گریبان پکڑ لیا اور اسے پوری قوت سے ایک جانب دھکا دیا۔ پروفیسر حشمت بے خود بھی ایک قوی ہیکل آدمی تھا اور شاید سفینہ یہ جرات نہیں کر سکتی تھی کہ اس سے مقابلہ کرے بہرطور اس نے خود کو دیوار سے ٹکرانے سے بچایا تھا حشمت بے اس کے سر پر پہنچ گیا اور پھر اس نے ایک اور تھپڑ سفینہ کو رسید کرتے ہوئے کہا۔

"اوپر چل سفینہ اوپر چل ورنہ یہ غار تیری قبر بھی بن سکتا ہے۔" سفینہ خونی نگاہوں سے حشمت بے کو گھورتی رہی پھر آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر چڑھ کر باہر نکل آئی۔

"جانتے ہو ڈیڈی اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟" حشمت بے کا ایک اور تھپڑ اس کے گال پر پڑا اور اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں ہر نتیجہ بھگتنے کے لئے تیار ہوں تجھے واپس چلنا ہو گا ان کوششوں سے اگر تجھے کچھ حاصل ہوتا تو میں تیرا راستہ نہ روکتا لیکن لیکن' میں اپنے جیتے جی تجھے اور عذاب میں گرفتار نہیں ہونے دوں گا واپس چل ورنہ میں مار مار کر تیری صورت بگاڑ دوں گا۔" سفینہ خاموشی سے اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑی تھی اس کے چہرے سے اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

○

ایرا کی آنکھوں میں غم اور مایوسی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اب وہ حالات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ پا رہی ہو۔ وہ سب اس کی یہ کیفیت محسوس کر رہے تھے۔ پانچوں ساحروں کے مردہ جسم اس قابل بھی نہ تھے کہ انہیں ان کی جگہ سے ہلایا بھی جا سکتا۔ ایرا نے ان سب کو دیکھا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے تھے۔

"ان لوگوں نے ایک طویل نیند اس لئے اپنائی تھی کہ تشتا کی حکمرانی دیکھیں۔ لیکن اب ان کی نیند اتنی گہری ہو گئی کہ وہ کبھی نہ جاگیں گے....." وہ سسکی لے کر بولی۔

"یہ کیا ہوا ایرا....." راؤ سکندر نے پوچھا۔

"باہوترا باعمل ہے۔ اسنے اپنی تمام قوتیں ہم پر لگا رکھی ہیں وہ اپنے سحر کی آخری کوشش بھی ہم پر صرف کئے ہوئے ہے اور' اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب میں کیا کروں۔ اکلال اس کے قبضے میں ہے' تشتا اس کی قید میں ہے میں تنہا رہ گئی ہوں آہ میں تنہا رہ گئی ہوں اس سے زیادہ میں نہیں جانتی کہ.....کہ....." وہ سسک پڑی۔

"یہ باہوترا کا شکار ہوئے ہیں.....؟"

"ہاں وہ جانتا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟"

سب ہی کے چہرے سوچ کا شکار ہو گئے تھے۔ ایرا ایک جگہ آسن جما کر بیٹھ گئی اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کرنل گردن جھکائے کچھ سوچ رہا تھا پھر وہ یک بیک مسکرا پڑا۔ راج دیو نے اس کی اس مسکراہٹ کو دیکھا تھا۔

"خیریت کرنل.....؟"

"ہاں..... بالکل خیریت ہے۔"

"اس پریشانی کے عالم میں تم مسکرا رہے ہو۔"

"اصل مسکراہٹ تو یہی ہوتی ہے راج..... میرے خیال میں میں نے اس مشکل کا حل دریافت کر لیا ہے۔"

"خوب کیا حل ہے؟"

"جب دماغی قوتیں مسائل کا حل نہ بن سکیں تو جسمانی قوتوں کو بروئے کار لانا چاہئے اور پھر ہمیں کچھ آسانیاں بھی حاصل ہیں۔"

"کیا.....؟"

"ایرا کے الفاظ اور تھوڑا سا ذاتی تجربہ..... ہماری گولیاں ان پر کارگر ہوتی ہیں اور ہمیں ان پر یہ فوقیت حاصل ہے۔ ایرا بے بس ہو چکی ہے اور اس وقت ہم ہی اس کی آرمی ہیں..... اور میں' کرنل فیروز' اس آرمی کو کمانڈ کر سکتا ہوں۔ چنانچہ سیدھی سی بات ہے..... یعنی اٹیک..... ست گاتا کے جادوگروں پر حملہ..... ہم یہ کر سکتے ہیں۔"

کرنل کے الفاظ چونکا دینے والے تھے۔ سب اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان جنگلوں میں بے بسی سے کب تک کراہتے رہیں گے۔ زخموں سے کراہیں تڑپ تڑپ کر مرجائیں تو حق مردانگی ادا ہو۔ ایرا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتی ہے جو کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے اس کا ہمیں اندازہ ہے۔"

"مگر جادوگر کہاں ہیں؟"

"ایرا ان کی نشاندہی کرے گی۔"

"آؤ کرنل ایرا سے بات کریں۔" سب ہی اٹھ کر ایرا کے پاس پہنچ گئے اس نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں... میں یہ کر سکتی ہوں۔ وہ لوگ ایک وادی میں جمع ہو گئے ہیں۔ ست گاتا کی ساری آبادیاں کٹ گئی ہیں باہوترا نے یہی کیا ہے۔ اور..... اور باہوترا کی ساری قوت وہاں جمع ہے۔"

"تم نے مجھے ایک رائفل دی تھی ایرا.....؟"

"میں تمہاری ضرورت پر اس کے انبار لگا سکتی ہوں۔" ایرا کی کیفیت عجیب ہو رہی

تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ اس نے کہا۔ "..... میں ابھی اسی پر غور کر رہی تھی کہ وہ کہاں ہیں..... اور میں نے ان کا پتہ لگا لیا۔"

"یہ بھی جان لیا تم نے کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ ویسے میرے لئے یہ نئی بات نہیں ہے لیکن ایرا ایک بات کا تعجب ہے کہیں تم بہت طاقتور ہو اور کہیں یہ بھی نہیں جانتیں کہ تمہارے کس عمل پر باہوترا کا کیا ردعمل ہوگا....."

"میں..... کرنل' میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں..... صرف اکال کی بیوی ہوں ست گاتا کی ایک عام عورت' جس سے اکال نے اپنے منصوبے کے تحت شادی کی تھی اور اپنے علم کی طاقت مجھے سونپ دی تھی کہ اس کے خون کو منتقل کر دوں۔ جو کام مجھے سونپا گیا تھا اور اس کی حد تک جو قوتیں دی گئی تھیں وہ بروئے کار لا چکی ہوں۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتی میں ان قوتوں کا استعمال بھی نہیں جانتی کرنل۔ ہماری کچھ حدیں ہوتی ہیں ان سے آگے جانا ممکن نہیں۔"

"تم ہمیں اسلحہ فراہم کر سکتی ہو ہماری ضرورت کی چیزیں دے سکتی ہو۔" کرنل نے کہا۔

"جو کچھ میں نے تمہاری دنیا میں رہ کر جانا وہ سب میں تمہیں دے سکتی ہوں....."

"اٹیک....." کرنل موڈ میں آ کر چیخا اور اپنے گھوڑے کی طرف دوڑ گیا سب دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کرنل رائفل سنبھال کر گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر اس نے رائفل ان لوگوں پر سیدھی کر کے کہا۔ "ریٹائرڈ کرنل ہوں لیکن فوجی اصولوں کی پابندی کرانا جانتا ہوں۔ ہر شخص اٹھے رائفل سنبھالے اور میرا پیچھا کرے۔ ایرا تم بھی اٹھو اور ہماری رہنمائی کرو۔"

کرنل کی ظرافت نے سب کے موڈ خوشگوار کر دیئے تھے۔ اس کے علاوہ کوئی حل بھی نہیں تھا چنانچہ سب ایک نئی امنگ کے ساتھ اٹھ کر اپنے گھوڑوں کی طرف بڑھ گئے۔

ایرا بھی خوش ہو گئی تھی۔ وہ لوگوں سے اجازت لے کر اس غار میں داخل ہو گئی تھی۔ راؤ ہرنڈا اور دوسرے لوگ گھوڑے تیار کر کے ایرا کی واپسی کا انتظار کرنے لگے پھر جب ایرا واپس آئی تو اس کے ساتھ سینکڑوں جوان آدمی موجود تھے۔

"میں نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ لے جانے کیلئے منتخب کیا ہے اور یہ میرے حکم کی

تعمیل کے لئے بخوشی تیار ہیں۔ کچھ دیر رکو کرنل ان کے لئے گھوڑے آ رہے ہیں۔"

"باقی لوگ....؟" راج نے پوچھا۔

"یہاں موجود رہ کر عورتوں اور بچوں کی نگرانی کریں گے۔" ایرا نے جواب دیا۔ وہ انتظار کرتے رہے پھر دور سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی دھمک سنائی دی اور انہوں نے بے شمار گھوڑوں کو اس طرف دوڑتے ہوئے دیکھا۔ بھرت چندر نے آہستہ سے کہا۔

"یہ سب کچھ ناقابل یقین ہے - مہذب دنیا میں پہنچ کر اگر ہم یہ کہانی سنائیں تو کوئی کیا یقین کرے گا۔"

"مہذب دنیا تک پہنچنا تو نصیب ہو بھرت جی مہاراج۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے لوگوں کو اس کہانی کا یقین دلانے کی ویسے سراتو اس علم کو سیکھنا چاہتا ہے۔" راؤ نے ہنس کر کہا۔

"شر' میرا مائنڈ شوں شوں کرتا۔ دش بار میں اپنا بازو کاٹا' اور شوچا یہ ڈریم بہت لمبا ہو گیا بٹ شر.... شر....!" سراتو گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

ایرا کے ساتھی آنے والے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ایرا نے اپنے گھوڑے کی پشت سنبھال لی پھر اس نے ایک نگاہ میں سب کو دیکھا ہاتھ اٹھایا اور دوسرے لمحے گھوڑے قلانچیں بھرنے لگے۔

○

حشمت بے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر سفینہ نے اس کے خلاف کچھ کیا تو وہ خوشی سے برداشت کر لے گا۔ اب اسے خود بھی اپنی دیوانگی کا شدت سے احساس ہونے لگا تھا۔ سفینہ کو ایک پرسکون زندگی سے نکال کر یہاں تک لانے کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی تھی۔ وہ خود کو مجرم سمجھتا تھا اور لوئس ڈی پارلو کی طرح اسے بھی یقین ہو گیا تھا کہ گارساں جیسا چھچھورا انسان کبھی خزانہ نہ حاصل کر سکے گا۔ حالانکہ خزانے کے حصول کی امید پیدا ہو گئی تھی باقی ب حالات پر منحصر تھا لیکن گارساں جو دیوانگی کر رہا تھا اس کا نتیجہ کسی بھی لمحے ہولناک شکل میں برآمد ہو سکتا تھا۔ باہوترا اگر اسکی حرکت سے واقف ہو گیا تو سب کی بربادی یقینی تھی لیکن اس دیوانے کو سمجھانا ممکن نہیں تھا۔ البتہ وہ سفینہ کو دیوانگی سے ہر قیمت پر روکنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ سفینہ ایک ایسا کام کرنا چاہتی تھی جو باہوترا خود بھی نہیں کر

سکتا تھا۔ غرض یہ کہ اب وہ خوف سے بیگانہ ہو گیا تھا اور طے کر چکا تھا کہ نتیجہ کچھ بھی برآمد ہو وہ سفینہ کو شتا کے خلاف کچھ کرنے سے روکے گا۔ اس کے بعد سے وہ سفینہ کی نگرانی کرنے لگا۔ دوسرے دن خصوصی طور پر گارساں نے سفینہ سے ملاقات کی اور اس بارے میں پوچھا۔

"پچھلی رات میں کامیاب نہ ہو سکی مسٹر گارساں مجھ پر کچھ انوکھے انکشافات ہوئے....!" سفینہ نے کہا۔

"کیا...؟" گارساں نے پوچھا۔

"بظاہر وہ ایک نرم و نازک اور بے ضرر لڑکی ہے لیکن اس کی گردن اس کا جسم لوہے سے زیادہ سخت ہے۔ تاہم میں نے ہمت نہیں ہاری' دوبارہ کوشش کروں گی۔"

"او کے بے بی' تمہیں یہ کوشش جاری رکھنی چاہئے۔" گارساں نے کہا اس کا مطلب تھا کہ سفینہ بالکل ہی بے لگام نہ ہو گئی تھی۔ اسے احساس تھا کہ اگر گارساں کو پروفیسر کی اس معاملے میں مداخلت کا علم ہو گیا تو وہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لیکن قندیل کے معاملے میں وہ کوئی رعایت دینے کو تیار نہیں تھی۔ دوسری رات اس نے پروفیسر پر خاص نگاہ رکھی تھی۔ اور خود بھی آدھی رات تک اپنے اگلو میں آرام کرتی رہی تھی جب اسے یقین ہو گیا کہ اگر پروفیسر اسکی نگرانی بھی کرتا رہا ہے تب بھی وہ بے خبر سو گیا ہو گا تو وہ باہر نکل آئی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاہم وہ احتیاطاً پروفیسر کے غار کی طرف گئی اور اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ پروفیسر گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھ گئی۔ لیکن پروفیسر بھی اس کا باپ تھا۔ جونہی سفینہ وہاں سے آگے بڑھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بے آواز باہر نکل آیا۔ کافی فاصلے پر اسے سفینہ تیز تیز قدموں سے چلتی جھرنے کی طرف جاتی نظر آ رہی تھی۔ آج اس نے راستہ بھی مختلف اختیار کیا تھا اور بہت محتاط نظر آ رہی تھی۔ پروفیسر آڑ لے کر اس کا تعاقب کرتا رہا۔ سفینہ جان بوجھ کر ٹیڑھے میڑھے راستے اختیار کر رہی تھی تاکہ تعاقب کا اندازہ ہو سکے۔ آسمان پر چاندنی کھلی ہوئی تھی اور دیکھ لئے جانے کے امکانات زیادہ تھے۔ اسلئے پروفیسر اس تعاقب میں بہت محتاط تھا۔ اس وقت وہ ست گاتا کے عظیم الشان بت کے پہلو میں تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے فینہ کو راستے میں ہی روک لے یا قندیل تک پہنچنے دے۔ اسے اس حرکت سے باز رکھنے کی کیا ترکیب ہونی چاہئے۔

سفینہ اچانک رک گئی جیسے اسے تعاقب کا احساس ہو گیا ہو پروفیسر نے خود کو ست گاتا کے پہلو کی ایک دیوار سے چپکا لیا لیکن اچانک اس کے حلق سے ایک آواز سی نکل گئی۔ جس جگہ اس نے نقب لگائی تھی وہ پتھریلی تھی لیکن پروفیسر کے ہلکے سے وزن سے وہ اندر دب گئی اور پروفیسر بے اختیار خود کو سنبھالنے کے لئے کوئی شے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا اور وہ پیچھے کو گرا اور جس چٹان سے لگ کر وہ اندر کو دبا تھا وہ اسے اندر پھینکنے کے بعد پھر سیدھی ہو کر اپنی جگہ جا لگی۔ پروفیسر نے خود کو ایک غار میں پایا' جو ست گاتا کے بت کے اندر بنا ہوا تھا اور اندر سے بالکل کھوکھلا تھا۔ اس غار میں مدہم روشنی ہو رہی تھی اور یہ روشنی دیواروں میں نصب ان بڑے بڑے پتھروں سے منعکس ہو رہی تھی' جنہیں دیکھ کر پروفیسر کا حلق خشک ہو گیا' یہ بہت بڑے بڑے ہیرے تھے۔ جن سے پھوٹنے والی روشن کرنوں نے ماحول کو منور کردیا تھا۔ پروفیسر کی نگاہیں ہیروں کو پہچانتی تھیں' وہ سحر زدہ انداز میں اپنی جگہ ساکت و جامد پڑا رہا اور پھر ہوش و حواس بحال کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ یہ حیرت ناک واقعہ بھی اسے یاد نہیں تھا' یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ سفینہ' قندیل کے غار کی جانب جا رہی ہے اور اس کے ارادے کیا ہیں۔ وہ سحر زدہ سے انداز میں دیوار میں نصب ان ہیروں کو دیکھ رہا تھا جو اتنے بڑے بڑے تھے کہ مہذب دنیا میں اتنے بڑے ہیروں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یا اگر کچھ ہیرے اس جسامت کے تھے تو وہ تاریخی حیثیت رکھتے تھے اور بے مثال مانے جاتے تھے۔

پروفیسر کی پھٹی پھٹی آنکھیں جگہ جگہ دیواروں میں نصب ان ہیروں کو دیکھتی ہوئی گردش کرنے لگیں۔ تب ہی اس کی نگاہیں ایک سفید سی شے پر پڑیں ایک بستر سا تھا جس پر ایک انسانی جسم لیٹا ہوا تھا اور اس سے کچھ فاصلے پر نصب ہیروں کی روشنی اسے منور کئے ہوئے تھی۔

پروفیسر ایک بار پھر چونک پڑا۔ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑا اس انسانی جسم کو دیکھتا رہا پھر اسکے قدم غیر اختیاری طور پر ہی اس کی جانب اٹھ گئے۔ وہ اپنے آپ کو بھول چکا تھا۔ ہیروں کے سحر نے اسے پاگل کر دیا تھا اور وہ خود میں کھو گیا تھا' اس کے قدم اسے آہستہ آہستہ ساکت پڑے ہوئے جسم کی جانب لے گئے اور وہ اس بدن کو دیکھتا رہا۔ ایک بہت ہی پروقار شخصیت کا مالک کوئی شخص تھا جس کا تعلق ست گاتا ہی سی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے

پر بندھے ہوئے تھے' پاؤں بالکل سیدھے تھے آنکھیں بند تھیں لیکن اسکے جسم میں تنفس کا احساس نہیں تھا۔ پروفیسر بے اختیار اسکے نزدیک بیٹھ گیا اوراسے بغور دیکھنے لگا۔ لیکن اس وقت اس کے ہوش و حواس مکمل طور پر واپس آ گئے جب اس نے اس ساکت جسم کی آنکھوں کے پپوٹوں کو ہلتے ہوئے دیکھا' یوں محسوس ہوا' جیسے کوئی سونے والا جاگ رہا ہو' پروفیسر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اس کا سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگا تھا اور وہ شدت حیرت سے ذہنی توازن کھوتا جا رہا تھا۔ سونے والے کی آنکھیں کھل گئیں اور پھر اس کے منہ سے عجیب و غریب لفظ نکلا۔

”ترکاتا شاؤ۔“ پروفیسر نے یہ آواز سنی لیکن اس کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آیا تھا' سونے والے نے گردن گھما کر پروفیسر کو دیکھا اور پروفیسر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھیں بھی ہیروں ہی کی مانند ہوں' اس کی آنکھوں سے سفید روشنی کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں اور اس کے ستارے سے بن رہے تھے۔ پروفیسر کو اپنا بدن ہلکا ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ تب ہی اس کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”تم کون ہو؟“ یہ الفاظ پروفیسر کی سمجھ میں آئے تو اس کا ذہن جھنجھنا گیا۔ وہ ایک بار پھر سنبھلا اور اس نے اپنے سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”مم میں پروفیسر حشمت بے ہوں' مم مگر' مگر تم کون ہو؟“

”اکال ترپاشا' ست گاتا کا حکمران اکال ترپاشا۔“

جاگنے والے کی گو بجدار آواز ابھری اور پروفیسر دم بخود رہ گیا اکال ترپاشا کی کہانی اب وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اسے یہ بات معلوم تھی کہ اکال ترپاشا' شوما با ہوترا کا قیدی ہے لیکن اس کا اس طرح مل جانا اور یوں جاگ جانا پروفیسر کے لئے انتہائی سنسنی خیز تھا۔ اکال ترپاشا کے سامنے وہ اپنے آپ کو ہوا کی طرح ہلکا پا رہا تھا اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی تمام قوتیں سلب ہو گئی ہوں اور وہ اکال ترپاشا کے سامنے صرف سچ بولنے کے لئے مجبور ہو۔ اکال ترپاشا نے اس سے پھر کہا۔

”تم یہاں کیوں آئے ہو۔ تمہارا تعلق تو مہذب دنیا سے معلوم ہوتا ہے۔“

”ہاں میں مہذب دنیا کا ہی ایک باشندہ ہوں اور خزانوں کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔“

”اپنی داستان تفصیل سے سناؤ“ گو بجدار آواز نے کہا اور پروفیسر کی زبان اس کے اختیار

میں نہ رہی وہ اکال ترپاشا کو اپنی کہانی سنانے لگا اور اس کہانی کا ایک ایک لفظ اس نے من و عن دہرایا۔ اکال ترپاشا اپنے بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ بہت ہی انوکھی شخصیت تھی اس کی جس سے پروفیسر بری طرح مرعوب ہو گیا تھا۔

اکال ترپاشا نے پوری کہانی سنی' اور پھر آہستہ سے کہا۔ "شتا کہاں ہے؟"

"اس وادی میں۔ وہ شوماباہوترا کی قیدی ہے۔"

"ایرا کہاں ہے؟" اکال ترپاشا نے پھر اس انداز میں پوچھا۔

"میں ایرا کو نہیں جانتا۔"

"ہوں۔ تم شتا کو جانتے ہو۔ چلو مجھے اس کے پاس لے چلو' میں اب اس کہانی کو ختم کردینا چاہتا ہوں شوماباہوترا سمجھتا تھا کہ مجھے وقت سے پہلے یہاں لا کر وہ میری کوششوں کو ناکام بنا دے گا' لیکن بے وقوف نہیں جانتا تھا کہ ہر لمحہ متعین ہے اور ہر ہر لمحہ اپنے عمل سے گزر رہا ہے۔ چلو پروفیسر' ہمیں پہلے شتا کے پاس چلنا ہے میں اسے اپنے تحفظ میں لے کر ایرا کو آواز دوں گا اور ایرا ان قوتوں کو لے کر یہاں پہنچ جائے گی' جن کا ایک ایک نقش میری لکھی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

پروفیسر' اکال ترپاشا کے قدموں سے قدم ملا کر آگے بڑھنے لگا اور چند لمحات کے بعد وہ ست گاتا کے عظیم الشان بت سے باہر نکل آئے۔ اکال ترپاشا کی چال بے حد پروقار تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تمام قوتیں اسکے تابع ہوں اور وہ ہر مشکل پر قابو پانا جانتا ہو۔

حشمت بے اپنی یادداشت کے سہارے اسے آبشار کی جانب لے جانے لگا' اور راستے میں اسے یاد آیا کہ سفینہ شتا کو نقصان پہنچانے کے لئے اس جانب گئی ہے' اس کا دل گھبرانے لگا' اگر سفینہ کسی غلط حالت میں اکال ترپاشا کی نگاہوں کے سامنے آئی تو شاید اس کی زندگی بچانا ناممکن ہو جائے' لیکن وہ اپنے آپ کو ترپاشا کے سحر سے آزاد بھی نہیں کرا سکتا تھا اس کے قدم اس آبشار کی جانب بڑھ رہے تھے اور دل بری طرح لرز رہا تھا' ترپاشا کی مقناطیسی شخصیت کے سحر میں گرفتار ہو کر وہ بالاخر آبشار کے پاس پہنچ گیا اور اس نے غار کی طرف اشارہ کیا ترپاشا غار کے دہانے سے نیچے اتر گیا۔ حشمت بے دھڑکتے دل کے ساتھ خود بھی غار میں داخل ہوگیا تھا۔ لیکن اندر کا منظر اس کی توقع کے خلاف تھا سفینہ پتھرائی ہوئی غار کی دیوار سے ٹکی کھڑی تھی اور قندیل اس سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس

کی آنکھیں بے حد خوفناک لگ رہی تھیں ان سے روشنی پھوٹ رہی تھی اور پتلیاں غائب ہو گئی تھیں۔

"درویشو مت گاتا۔" اکال کے حلق سے اس کی مخصوص آواز ابھری قندیل کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا تھا تڑپ کر مڑی اور ترپاشا کو دیکھنے لگی۔ "ماشتانا۔ درویشو۔ امباشوتا درویشو۔" قندیل کھڑی ہو گئی۔

"درویشو ست گاتا۔" اس کے حلق سے سرسراہٹ نکلی۔

"ماشتانہ۔" اکال نے ہاتھ پھیلا دیئے اور قندیل آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے اکال کے دونوں ہاتھ پکڑ کر چومے اور انہیں آنکھوں سے لگا لیا۔ دیر تک وہ ان ہاتھوں کو آنکھوں سے لگائے رہی' اکال کے چہرے پر بھی عجیب سی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ حشمت بے تھوک نگل رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سفینہ کے پاس پہنچ گیا اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سفینہ اچھل پڑی۔ اس نے الجھی ہوئی نظر سے پروفیسر کو دیکھا اور پھر وحشت زدہ ہو کر اس کے بازو سے لپٹ گئی۔ پروفیسر اس کا شانہ تھپکنے لگا تھا۔

اس دوران ترپاشا اور قندیل کے مابین بہت سے ناقابل فہم الفاظ کا تبادلہ ہو چکا تھا۔ اکال نے حشمت کی طرف دیکھ کر کہا۔ "حشمت بے تمہاری سنائی ہوئی کہانی بالکل درست ہے تم نے مجھ پر احسان کیا ہے تمہاری آہٹوں سے میں جاگ گیا اور مجھے جاگنا چاہئے تھا اگر میں نہ جاگتا تو بہت سے نقصانات ہو جاتے بہت کچھ بدل جاتا۔ تمہیں ابھی میرے لئے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟"

"خوشی سے' دل سے اکال ترپاشا۔" حشمت کی آواز خلوص سے بھرپور تھی۔

"ایرا مشکلات سے گزر رہی ہے۔ باہوترا نے اس پر زندگی تنگ کر دی ہے میں باہوترا سے پورا پورا حساب لوں گا لیکن اس کے لئے یہاں سے نکلنا ضروری ہے' ابھی باہوترا کو یہ معلوم نہ ہونا چاہئے کہ میں جاگ گیا ہوں یہ بات چھپانی ہے۔ یہاں سے نکلنے کی ترکیب میں بتاؤں گا باہوترا کو میں یہاں بھی درست کر سکتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ شتا کو اس کا مقام دے دوں اس کے بعد.... اکال نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک فضا میں بھیانک آوازیں آئیں۔ خوفناک اور دل ہلا دینے والی آوازیں اور اکال چونک پڑا۔ آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں اور فضا میں سیاہ دھبے نظر آنے لگے ان کے سائے زمین پر پڑ رہے تھے۔ یہ دھبے نیچے

آتے جا رہے تھے پھر وہ زمین پر اتر گئے۔ یہ انسان ہی تھے۔ اور یہ ہولناک آوازوں میں چیخ رہے تھے۔ "اوماہاتورے۔ باہوترا۔ اوماہاتورے!"

"آؤ۔" اکال ترپاشا نے کہا اور شتا کا ہاتھ پکڑ کر ست گاتا کے بت کی جانب چھلانگ لگا دی۔

پروفیسر حشمت بے اور سفینہ چکرا کر رہ گئے تھے ان کی تمام توجہ ان پر تھی جو فضا سے زمین پر اتر رہے تھے اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہے تھے گو ان کے الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے لیکن انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ سخت خوفزدہ ہیں اور کسی خطرے کی نشاندہی کررہے ہیں۔ ان کی طرف توجہ ہونے سے وہ دونوں اکال ترپاشا اور قندیل کو بھی نہ دیکھ سکے تھے کہ وہ کہاں گئے۔

خلا سے نیچے آنے والے وہی الفاظ دہراتے ہوئے بھاگتے پھر رہے تھے۔ "اوماہا تورے باہوترا۔ اوماہاتورے۔"

"کوئی خطرہ ہے سفینہ....؟" حشمت بے نے کہا اور سفینہ چونک پڑی یوں لگتا تھا جیسے اسے اب تک کی کیفیات کا احساس ہی نہ ہو۔ پروفیسر حشمت بے نے اب بھی اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اسی انداز میں وہ اکال کے پیچھے باہر نکلا تھا۔

سفینہ نے سنبھلتے ہی پروفیسر کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر اس سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ پروفیسر چونک کر اسے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے دانت پیس کر کہا۔

"تم پر ابھی تک دیوانگی طاری ہے۔ یہ پراسرار لوگ پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہوئے نیچے آئے ہیں اور ان کی آوزیں بتاتی ہیں کہ یہ کسی خطرے کی نشاندہی کر رہے ہیں خطرے کی نوعیت کیا ہے ہم نہیں جانتے اس لئے تمہارا ہوش میں آنا ضروری ہے۔"

"میں آپ سے کوئی ربط نہیں رکھنا چاہتی ڈیڈی۔ مجھے تنہا چھوڑ دیں۔" سفینہ غرائی۔

"سفینہ ہوش میں آ جاؤ۔"

"ڈیڈی آپ مجھے مجبور نہ کریں کہ.... کہ..." سفینہ ابھی اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ اچانک غاروں کی آبادی زمین سے نکلنے لگی۔ وہ لوگ شور مچاتے ہوئے باہر نکل آئے تھے۔ فضا سے اترنے والے بھی مسلسل چیخ رہے تھے اور رات بے حد ہولناک ہو گئی تھی۔ پروفیسر نے

سفینہ کا ہاتھ دوبارہ پکڑا اور ایک طرف دوڑنے لگا۔

"مجھے چھوڑ دیں ڈیڈی مجھے چھوڑ دیں۔" سفینہ نے پھر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی اور دوسرے لمحے پروفیسر نے اس کے گال پر تڑاخ سے تھپڑ رسید کر دیا۔ سفینہ چونک پڑی تھی۔

"آؤ...." پروفیسر غرایا اور اس بار سفینہ نے اس کے ساتھ آگے بڑھنے پر تعرض نہیں کیا تھا۔ پروفیسر ست گاتا کے بت کی جانب بڑھ رہا تھا۔ غاروں سے نکلنے والے دیوانہ وار بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ پروفیسر ان سے بچتا ہوا ست گاتا کے بت کے پاس پہنچ گیا اور پھر وہ اندر جانے والے راستے کی چٹان کو دبانے لگا لیکن اب اس کوشش میں اسے کامیابی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ بت میں رخنہ تک نہیں نظر آ رہا تھا۔ پروفیسر حشمت بے کوشش کرتا رہا پھر گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا..... "آؤ سفینہ یوں لگتا ہے جیسے اب کچھ ہونے والا ہے۔ جلدی' ہری اپ۔" وہ اس غار کی جانب دوڑنے لگا جہاں اس کا قیام تھا۔

غاروں کی تمام مخلوق باہر نکل آئی تھی اور حشر کا سا سماں پیدا ہو گیا تھا پھر باہوترا ان کے درمیان پہنچ گیا اور اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر چیختی ہوئی آواز میں کچھ کہا۔ آبادی ایک دم خاموش ہو گئی تھی۔

"امباتروشا.... نوشا گاؤ' ہوما ناؤ اوشارا...." اس کی گرجدار آواز ابھری اور ماحول پر سکوت رہا۔

"کچھ معلوم نہیں ہو سکا کیا ہوا ہے۔" ایک سمت کھڑے گارساں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا لیکن ساتھی کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"نوشا گاؤ.... ہوما.... ہوما.... شارا....! بے گونی...." اس بار ہوترا نے شاید کسی کو پکارا تھا اور اس کے نزدیک آنے والے وہ لوگ تھے جو پرندوں کی مانند فضا سے زمین پر اترے تھے۔ گارساں دوڑتا ہوا باہوترا کے نزدیک پہنچ گیا۔ باہوترا مدہم لہجے میں ان لوگوں سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ ان سے گفتگو کر کے اس نے پھر زور سے چیخ کر اپنے لوگوں سے کچھ کہا اور انہوں نے بیک آواز .... "ہو ماتاؤ.... ہوماتاؤ.... ہوماتاؤ" کہا پھر ان کے جتھے بننے لگے۔

"تم نے ہمیں اپنا محافظ بنایا تھا باہوترا.... کیا ہمیں کچھ نہیں بتاؤ گے کیا ہوا...؟"

گارساں نے پوچھا۔

"آہ' میرے عظیم دوستو' یہی وقت تو ہے کہ میں تمہاری مدد حاصل کروں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کیا تمہارے جادوئی ہتھیار تیار ہیں کیا تمہارے ساتھی مقابلے کے لئے تیار ہیں....؟"

"کیا دشمن حملہ آور ہوئے ہیں....؟" گارساں نے پوچھا۔

"ہاں بے گونے اطلاع دیتے ہیں کہ ایرا سونے والوں کو جگا کر چل پڑی ہے اور ہم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"کیا اس کے ساتھ مہذب آبادیوں والے بھی ہیں....؟"

"یقیناً اور وہی ہمارے لئے تشویش کا باعث ہیں ورنہ ایرا کچھ بھی نہیں ہے۔ اکال گہری نیند سو رہا ہے۔ شتا ہماری قیدی ہے۔ ان کے پاس معمولی جادو ہے۔ ہم انہیں بہ آسانی فنا کر دیں گے مگر دھماکے اور آگ کا جادو ہمارے بس سے باہر ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔"

"میں اور میرے ہتھیار تمہارے لئے حاضر ہیں باہوترا مگر اس دوران میرے ساتھی کچھ بددل ہو گئے ہیں۔" گارساں مکاری سے بولا۔

"کیوں....؟" باہوترا چونک کر بولا۔

"ان کا خیال ہے ست گاتا کی زمین پر چمکدار پتھروں اور پیلی دھات کا کوئی وجود نہیں ہے۔ باہوترا کے جادو نے انہیں ایک فرضی عکس دکھا دیا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"اوہ.... انہیں سمجھاؤ گارساں۔ ان سے کہو آخری وقت ہے اس کے بعد انہیں چمکدار پتھروں اور پیلی دھات میں دفن کر دیا جائے گا درہ کونان کا آخری غار آرائشی پتھروں کا دروازہ ہے۔"

"درہ کونان...؟" گارساں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"ہاں وہ اس طرف اس کالی پہاڑی کے دامن میں درہ کونان ہے۔" باہوترا نے دور نظر آنے والے ایک پہاڑ کی جانب اشارہ کیا۔

"میں ان لوگوں کو سمجھا دوں گا تم اطمینان رکھو۔ دھماکوں کا جادو تمہارے لئے ہے تم

ہمیں پیچھے نہ پاؤ گے۔" گارساں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"جاؤ ان سے کہو کہ انکی بقا اور ان کے مقصد کی تکمیل یہی ہے کہ ہمارے دشمن زیر ہو جائیں۔"

"دھاکے والوں کو فنا کرنا ہماری ذمے داری ہے تم دوسرا رخ سنبھالو۔" گارساں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ شوبابا ہوترا ان جسموں کو ہدایات دے رہا تھا جو مقابلے کے لئے تیار تھے۔ فضا میں ایک انوکھا ارتعاش محسوس ہو رہا تھا ویسے چیخنے والے خاموش تھے۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ ہولناک سناٹا اور تاریکی عجیب سی کیفیت پیش کر رہی تھی پھر اچانک باہوترا کی بھیانک آواز کسی طرف سے ابھری۔

"ہوماتاؤ...!" اور اچانک بے شمار رنگین دائرے نمودار ہوئے جو فضا میں بلند ہو کر چکراتے ہوئے وادی کے باہر جانے لگے ان سے رنگین چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ دائرے بلندی پر پہنچ کر پرشور آوازوں کے ساتھ پھیل گئے اور ماحول تیز روشنی میں نہا گیا۔ بہت دور سے ہولناک چیخیں ابھرنے لگیں یہ چیخیں کرب زدہ تھیں۔ تاریک رات' رنگین روشنیوں سے منور ہو گئی تھی اور دائرے مسلسل بلند ہو رہے تھے پھر باہوترا کے قہقہے بلند ہونے لگے۔ دائروں کے ہتھیار شاید اس کے دشمنوں پر کارگر ہو رہے تھے اور باہوترا ہذیانی قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کی آواز ابھر رہی تھی۔

"یا کاؤ آشورے... انگا یا کاؤ آشورے.... انگا یاگاؤ...." اور پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "بے گونے.... بے گونے...!" وہی چمگادڑ نما انسان اس کے سامنے پہنچ گئے جو فضائی پہرے دار تھے۔ "نولیوشو۔ ایکارے.... ایکارے....؟"

باہوترا کے ہرکارے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے.... پھر انہوں نے ہاتھ پھیلائے اور پرندوں ہی کی مانند فضا میں پرواز کر گئے۔ وہ ایک چیلوں کے غول کی مانند بلندیوں پر جا رہے تھے اور باہوترا کی نگاہیں ان کا تعاقب کر رہی تھیں لیکن اچانک ہی فضا میں رائفل کے نغمے ابھرے اور باہوترا کے قہقہے رک گئے۔ چنگاریاں پرواز کرنے والوں کے جسموں سے ٹکرائیں اور وہ چیختے ہوئے زمین کی طرف آنے لگے۔ ان کے صحیح نشانے لئے گئے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ زور دار آوازوں کے ساتھ زمین پر آگرے اور ان کے بدن اسی طرح گول گول ہو کر لپٹنے لگے جو ان کی موت کا انداز تھا....! باہوترا پھر چیخنے لگا تھا لیکن اب اس کی

آواز میں خوف نمایاں تھا اور اس کا یہ خوف بے جا نہ تھا کیونکہ شاید اس دوران دوسری طرف سے بند مورچے بنا لئے گئے تھے۔ پھر ان مورچوں سے دنا دن گولیاں چلنے لگیں اور ان جسموں میں ابتری پھیل گئی جو اب تک کامیابی سے سرشار تھے چونکہ وہ یکجا تھے اور ان کے صحیح نشانے باندھ لئے گئے تھے اس لئے ایک ایک گولی کئی کئی کو نقصان پہنچا رہی تھی۔ ان کی دردناک چیخوں سے ماحول کانپ رہا تھا اور ان کے جسم تیز رفتاری سے ایک دوسرے میں مدغم ہو رہے تھے۔

گارساں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ٹیلوں کی آڑ لے لو ہم اپنی جگہ سے جوابی کارروائی نہیں کر سکتے۔" اور وہ اپنے ساتھیوں کو منظم کرنے لگا پھر اس نے چونک کر کہا۔

"حشمت بے اور اس کی بیٹی کہاں ہیں؟"

"پتہ نہیں....!"

"اوہ اس شیطان سے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ واہ... یہ لوگ تو جیسے پوری فوج میدان میں لے آئے ہیں...!" گارساں نے گولیوں کی بوچھاڑ دیکھتے ہوئے کہا۔

وادی کے لوگ اپنا جادوئی عمل بھول گئے تھے۔ رنگین دائرے اب غائب ہو چکے تھے اور وادی والے بری طرح مر رہے تھے۔ ایرا کے ساتھیوں نے بہترین نشانہ بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ باہوترا نے یہ صورت حال دیکھ کر ان لوگوں کو ہدایت کی کہ غاروں میں داخل ہو جائیں۔ اگر وہ یہ ہدایت نہ بھی دیتا تب بھی ایسا ہی ہوتا کیونکہ زندہ بچ جانے والوں نے گولیوں کی تڑاتڑ سے بچنے کے لئے غاروں کے دہانوں میں چھلانگیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

"گارساں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "خبردار' خود کو گولیوں سے بچاؤ۔ اپنا ایمونیشن ابھی محفوظ رکھنا ہے۔ میں اب فائنل چ دینے والا ہوں۔"

"باہوترا کے ساحر خوف زدہ ہو گئے تھے اور چیختے چلاتے غاروں میں گھس رہے تھے۔ باہوترا' گارساں کو تلاش کرتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا....!"

"آہ آگ کے جادوگر' تم خاموش کیوں ہو۔ ان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے....!"

"شاید تم نہیں جانتے باہوترا۔ انہیں ہلاک کرنے کے لئے انہیں دیکھنا ضروری ہے۔ تمہارے جادوئی ہتھیار شاید خود اپنا شکار تلاش کر لیتے ہیں لیکن آتشیں ہتھیار دشمن کو تاک

کر نشانہ بناتے ہیں جبکہ وہ لوگ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔"

"آہ.... پھر کیا کیا جائے؟" باہوترا ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"کیا تم میری بتائی ہوئی حکمت عملی پر عمل کرو گے باہوترا....؟"

"دن کی روشنی میں' میں ان پر قہر برسا دوں گا۔ بس یہ رات گزر جائے۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔"

"آگ کے جادوگروں کو فنا کرنا ہمارا کام ہے۔ کیا تم ہمیں اس وادی سے باہر لے جا سکتے ہو....؟"

"کیوں....؟"

"یہ ہماری جنگی حکمت عملی ہے۔ رات کے اندھیرے میں اگر ہم اس وادی سے باہر نکل جائیں تو خاموشی سے ان کے پیچھے پہنچ جائیں گے۔ انہیں علم بھی نہ ہو گا اور ہم پیچھے سے آگ والوں کو نشانہ بنا لیں گے۔ اگر دھماکے والے ختم ہو جائیں تو پھر تمہیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔"

"بے شک تم نے دیکھا۔ رنگین جادو نے ان پر موت نازل کر دی تھی مگر یہ دھماکے والے....!"

"تم دیر کر رہے ہو باہوترا.... بولو کیا یہاں سے خاموشی سے باہر نکلنا ممکن ہے۔"

"آؤ میرے ساتھ...." باہوترا نے کہا اور گارساں نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا۔

باہوترا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا اور وہ سب اس کا ساتھ دے رہے تھے ادھر غاروں کی طرف دوڑنے والوں کو تاک تاک کر نشانہ بنایا جا رہا تھا اور وہ پوری طرح بدحواس ہو گئے تھے۔ ایک بڑی سی چٹان کی آڑ میں پہنچ کر باہوترا نے ایک غار کی طرف اشارہ کر کے کہا....

"یہ خفیہ سرنگ تمہیں باہر لے جائے گی اور تم دور تک چلے جاؤ گے۔ بس آگ والوں کو ختم کرنا تمہارا کام ہے ایرا کے ساتھیوں کو ہم دیکھ لیں گے....!"

"ہمارے باہر نکلتے ہی تم دیکھو گے کہ آگ کی زبانیں کس طرح خاموش ہوتی ہیں یہ ہماری ذمے داری ہے۔"

"جاؤ صبح کی روشنی فتح کا نشان ہو گی۔" باہوترا نے کہا اور گارساں جلدی سے غار میں داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی تقلید کی تھی لیکن وہ سب بے چین نظر آ رہے

تھے۔ گہری تاریک سرنگ بے حد طویل تھی اس میں شدید گھٹن اور گرمی تھی وہ سب بری طرح ہانپنے لگے گارساں کی بھی بری حالت ہو گئی تھی لیکن آگے بڑھنے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ وہ گرتے پڑتے آگے بڑھتے رہے۔ سرنگ کی لمبائی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا دوسرا دہانہ وادی سے کتنا دور ہو گا۔ نہ جانے کب وہ سرنگ کے دوسرے دہانے تک پہنچے تھے۔ مدہم مدہم ہوا نے احساس دلایا تھا کہ یہ سفر ختم ہو چکا ہے۔ باہر نکلتے ہی سب کے سب زمین پر گر پڑے وہ پسینے سے شرابور ہو رہے تھے۔ دیر تک کسی نے اپنی جگہ سی جنبش بھی نہیں کی تھی پھر گارساں ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ان کے کان مسلسل گولیوں کی آوازیں سن رہے تھے لیکن وہ دور سے آ رہی تھیں۔

"آہ یہ سرنگ تو موت کی سرنگ ہی محسوس ہوتی تھی۔ مگر مسٹر گارساں اس سفر نے تو ہمیں نڈھال کر دیا ہے۔" جواب میں گارساں ہنس پڑا تھا۔

"تم لوگ جب اپنی دنیا میں پہنچو گے تو گارساں کو کسی دیوتا ہی کی طرح پوجو گے سمجھے تم تسلیم کرو گے کہ روئے زمین پر گارساں سے زیادہ ذہین انسان اور کوئی نہیں ہے۔ بے چارہ حشمت بے نہ جانے کہاں مرگیا۔ مجھے اسکی پرواہ نہیں ہے مگر اس کی بیٹی۔

"ہمیں اپنا ایمونیشن احتیاط سے استعمال کرنا ہو گا۔ کیا خیال ہے مسٹر گارساں آگے بڑھیں...؟" گارساں کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اس بے وقوف کو دیکھو۔ مرنے مارنے کے لئے بے چین ہے زمانہ قدیم کا وحشی۔" گارساں خوشگوار موڈ میں تھا۔ اسکے ساتھی اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔ "احمقو.... جنگ کرو' لیکن صرف اپنے لئے۔ اپنی بقا کے لئے اپنے مقصد کے حصول کے لئے کیا سمجھے....؟"

"اوہ تو کیا مسٹر گارساں....؟"

"تم میری ذہانت کے گیت گاؤ دیکھو تمہیں کس طرح اس موت کے گھر سے نکال لایا....!" گارساں نے پراسرار انداز میں کہا۔

"لیکن مسٹر گارساں.... خزانہ....؟" گارساں کے ایک ساتھی نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ میری جیب میں ہے جھانک کر دیکھو...." گارساں بدستور پرمذاق لہجے میں بولا۔ سب اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔

"ہم میں سے کوئی آپ کی بات نہیں سمجھ سکا مسٹر گارساں...." بالآخر ایک دوسرے شخص نے کہا۔

"اگر سمجھ جاتے تو گارساں ہوتے۔ اسے بتاؤ ہم خزانے کے حصول کے لئے یہاں آئے تھے یا جادوگروں کے لئے جنگ کرنے۔ وہ بے چارے اپنی جنگ کا فیصلہ خود کر لیں گے ایک سمت ایرا ہے اور وہ ہے کیا نام ہے اس کا اکال ترپاشا اور دوسری طرف باہوترا ہے ست گاتا کا وحشی حکمران۔ اس کے ساتھ اس کے جادوگر ہیں اور ایرا کے ساتھ احمق ایشیائی۔ کرائے کے لڑاکے جو ان پر گولیوں کی بارش کر رہے ہیں صبح تک ان کے کارتوس ختم ہو جائیں گے۔ ایرا کامیاب ہوئی تو وہ بدھو گھر لوٹ جائیں گے ناکام ہوئی تو سب کے سب جادوگروں کے ہاتھوں مارے جائیں گے انکے قیدی بن جائیں گے لیکن ہم..... کامراں قوم کے کامراں لوگ ہیروں اور سونے کے انبار اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ کیا سمجھے....؟" گارساں نے ان سب کو گھورا اور پھر قہقہے لگاتا ہوا بولا..."تم سب مجھے پاگل سمجھ رہے ہو۔ ہاں میں پاگل ہو گیا ہوں تم سب بھی پاگل ہو جاؤ میرے ساتھ قہقہے لگاؤ.... لیکن جانتے ہو کہ میں کیوں پاگل ہوا ہوں۔ میں اپنی کامیابی پر پاگل ہوا ہوں۔ اس حیرت انگیز کامیابی پر پاگل ہوا ہوں جس کی مجھے خود بھی امید نہیں تھی۔"

"مسٹر گارساں پلیز.... ہم سچ مچ پاگل ہو جائیں گے...!"

"ابھی نہیں.... ابھی نہیں.... تم اس وقت پاگل ہو جانا جب خزانہ تمہاری نگاہوں کے سامنے آئے۔ سمجھے اب تیاریاں کرو۔ ہم اس خزانے کے قریب چل رہے ہیں۔"

"کہاں ہے خزانہ.....؟"

"بس گارساں کی جیب میں ہے صبر کرو..... اوہو فائرنگ کی رفتار کچھ سست پڑ رہی ہے مگر فضا میں باہوترا کے رنگین ہتھیار بھی نظر نہیں آ رہے..... مجھے دیکھو جب سے اس وادی میں داخل ہوا ہوں اس کے کونے کھدروں میں خزانہ تلاش کرتا رہا ہوں لیکن خزانہ اس وادی میں نہ تھا۔ باہوترا انتظار کر رہا ہو گا۔ ہم سرنگ سے نکل کر اس کے دشمنوں کے عقب میں پہنچ جائیں گے اور ہمارے ہتھیار انہیں بھون کر رکھ دیں گے۔ کیا ہمیں ایسا کرنا چاہئے؟"

"آپ ہمارے لیڈر ہیں مسٹر گارساں۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے؟"

"ہاں میں جانتا ہوں ہمیں کیا کرنا ہے۔ صبح ہونے میں بھی کچھ دیر باقی ہے تم سب تازہ دم ہو گئے....؟"

"ہاں ہم بہت بہتر ہیں...!" اس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

"تو پھر آؤ میرے ساتھ.... آؤ...." گارساں کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے ایک اونچا ٹیلہ منتخب کیا اور اس پر چڑھ گیا۔ "وہ دیکھو ڈیئر ہڈسن۔ وہ سیاہ طوفان نظر آ رہا ہے سیاہ رنگ کا پہاڑ...!"

"ہاں مسٹر گارساں...!"

"اس کے دامن میں ایک درہ ہے جو درہ کونان کہلاتا ہے۔ اس میں بے شمار غار ہیں اور اس درے کا آخری غار ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔"

"خزانہ اس غار میں ہے؟"

"ہاں خزانہ اسی غار میں ہے۔"

"درہ' مسٹر گارساں آپ نے کیسے معلوم کیا....؟"

"بے وقوفو تمہارا کیا خیال ہے' میں وہاں کیا کر رہا تھا یہی سب کچھ' اور میں نے جادوگروں کو دھوکا دے دیا اب وہ انتظار کر رہے ہوں گے آہ ہمارے لئے وہاں سے نکلنا کتنا مشکل ہوتا لیکن خزانہ ہمارا انتظار کر رہا ہے آؤ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے۔"

"یہاں تک پہنچنے کے لئے ہمیں مناسب راستہ اختیار کرنا ہو گا مسٹر گارساں اس بات کا خیال رکھنا ہو گا کہ حملہ آور لوگ ہمیں نہ دیکھ لیں۔" گارساں کے ایک ساتھی نے کہا۔

"تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرتے ہوئے مجھے خوشی ہو رہی ہے میرے عقب میں چلے آؤ اور ہوشیار رہو ہمیں اپنا یہ سفر احتیاط سے کرنا ہے۔" گارساں کے ساتھی اس کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔

گارساں بلندی سے ان راستوں کا تعین کر چکا تھا جو اسے سیاہ پہاڑوں تک لے جا سکتے تھے گھوڑوں کی غیر موجودگی بری طرح محسوس ہو رہی تھی اگر اس وقت گھوڑے ہوتے تو یہ سفر کتنا آسان ہوتا لیکن یہ ممکن نہیں تھا پھر اگر گارساں باہوترا سے گھوڑوں کی فرمائش بھی کر دیتا تو بے کار ہوتی کیونکہ سرنگ سے گھوڑوں کا گزرنا ممکن نہیں تھا تاہم خزانے کے حصول کی لگن نے گارساں کو ہر شے سے بے نیاز کر دیا تھا۔

سفر کرتے ہوئے گارساں کے ایک ساتھی نے دوسرے سے کہا۔ "کیا تم گارساں کی ذہنی حالت سے مطمئن ہو....؟"

"خدا ہی جانے...." دوسرے ساتھی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"آخر اس پر اچانک خزانے کی جگہ کا انکشاف کیسے ہو گیا...."

"وہ چالاک تو ہے' ممکن ہے اس نے کسی طرح خود باہوترا سے یہ بات معلوم کر لی ہو۔"

"کیا باہوترا کے تعاون کے بغیر خزانے کا حصول ممکن ہے۔"

"میں نے کہا نا' خدا ہی جانے۔"

"میں خوف زدہ ہوں۔ گارساں یہ کیوں سمجھتا ہے کہ باہوترا کو ہم پر توجہ دینے کی مہلت نہیں ملے گی۔ اگر اسے فتح حاصل ہو گئی تو ہماری غداری اس سے پوشیدہ نہ رہے گی اور اس کے بعد...."

"خدا کے لئے ایسی دل جلانے والی گفتگو نہ کرو میرے اعصاب یوں ہی شل ہوئے جا رہے ہیں۔" دوسرے ساتھی نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔

وہ چٹانوں کو پھلانگتے گڑھوں اور کھائیوں سے بچتے آگے بڑھتے رہے چھوٹے نوکیلے پتھر راہ میں مزاحم ہو رہے تھے اور بعض نوکیلے پتھروں نے انہیں زخمی بھی کر دیا تھا۔ رات بے خود ہونے لگی تھی ستارے روپوش ہو گئے اور اجالا آہستہ آہستہ زمین کی طرف چل پڑا۔ کالے پہاڑ اب نمایاں ہو گئے تھے گولیوں کی آوازیں اب بھی فضا میں اسی طرح گونج رہی تھیں اور پہاڑیاں ان آوازوں کا جواب دے رہی تھیں۔ گارساں پر ذرا بھی تھکن کے آثار نہ تھے وہ بندروں کی طرح اچھلتا کودتا آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک مینار نما چٹان سیدھی کھڑی آسمان کو تک رہی تھی۔ اس کے دوسری جانب گہرائیاں تھیں لیکن ناقابل عبور نہ تھیں۔ گارساں مسلسل ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔ نوکیلی چٹان کے پاس پہنچ کر وہ رکا اور گہری گہری سانسیں لے کر بولا....

"یعنی اس وادی کو عبور کر کے ہم سیاہ پہاڑ کے دامن میں پہنچ جائیں گے منزل اب دور نہیں ہے۔" کسی نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ ڈھلانوں میں اترنے لگے وادی کے ڈھلان بے حد دشوار گزار تھے ان میں نوکیلے کانٹوں والی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں جن میں حشرات

الارض رینگ رہے تھے۔ گارساں نے انہیں ان سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا اور ڈھلانوں پر اتر گیا۔ پھر انہوں نے آدھے ڈھلان ہی عبور کئے تھے کہ اچانک گھوڑوں کی ہنہناہٹیں کہیں قریب سے ابھریں اور گارساں کے قدم رک گئے۔ وہ وحشت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تبھی وادی کے بغلی سرے سے چند گھوڑوں کے سر ابھرے اور گارساں کے ایک ساتھی کے حلق سے ڈری ڈری آواز ابھری۔

"شش۔ شردھانئے!"

گارساں کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ ان پتھرائی ہوئی آنکھوں سے شردھانیوں کو دیکھ رہا تھا جو وادی کے سرے پر نمودار ہوتے جا رہے تھے اور یہ امر یقینی تھا کہ انہیں دیکھ لیا گیا تھا چند لمحے وہ پر سکوت رہا اور پھر اسے ایک دم ہوش آ گیا۔ اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور ڈھلان پر دوڑنے لگا۔ اس کے وحشت زدہ ساتھی بھی چیختے ہوئے اس کے پیچھے دوڑنے لگے تھے لیکن شردھانیوں کی طرف سے خاموشی ہی رہی البتہ ان کی بہت بڑی تعداد بھی وادی کے کنارے آ کھڑی ہوئی تھی اور وہ خاموشی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ گارساں وادی کے بیچ پہنچ گیا یہاں بڑی بڑی چٹانیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں ان چٹانوں کی آڑ میں مورچہ بندی کی جا سکتی تھی۔ گارساں نے اپنے ساتھیوں کو ان کے عقب میں پوشیدہ کر لیا۔

"ہمیں۔ ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہو گا!" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہو گا مسٹر گارساں؟" گارساں کے ایک ساتھی نے سرد لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔ دیکھو۔ دیکھو وہ ہرینڈا ہے۔ شردھانی سردار۔ وہ ہمارا بدترین دشمن بن چکا ہے وہ۔ وہ اگر ہم نے اسے ہلاک نہ کیا تو وہ۔ وہ ہمیں نہ چھوڑے گا۔ دور دور تک بکھر جاؤ انہیں بھون کر رکھ دو ایک بھی زندہ نہ بچنے پائے۔ وہ نیچے اتر رہے ہیں' پوزیشن' جلدی پوزیشن لے لو؟"

گھوڑے وادی میں اترنے لگے تھے۔ اس دوران شردھانیوں نے خاص قسم کی پٹیاں اپنے ماتھے پر باندھی تھیں اور شاید نظر آنے والے دشمنوں کو ہر قیمت پر فنا کرنے کی قسم کھائی تھی۔ ان کے چہرے سنگین ہو گئے تھے اور ان کی سپاٹ نظریں ہر اس چٹان پر جمی ہوئی تھیں جنکے عقب میں گارساں کے ساتھی چھپ گئے تھے۔

"فائر۔" گارساں چیخا اور چٹانوں کے عقب سے گولیاں ابلنے لگیں لیکن اس بار شردھانی غافل نہیں تھے اور ان گولیوں کی زد میں نہ آئے اور پھر ان کی بندوقیں بھی گرجنے لگیں۔

گارساں وحشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ وہ بہت کم فائر کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔ پیچھے ہٹو' پیچھے ہٹتے چلے آؤ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے چھلانگ لگا دی۔ ساتھی بھی اس کے ساتھ دوڑا تھا۔

شردھانی عجیب جنگ لڑ رہے تھے۔ وہ اپنے گھوڑے پوری وادی میں دوڑاتے پھر رہے تھے اور اسی طرح بھاگتے ہوئے فائر بھی کرتے جا رہے تھے نہ جانے اس میں کیا حکمت عملی تھی۔ چند ہی لمحات کے بعد گارساں کے ایک ساتھی کے حلق سے ایک خوف بھری چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"سانپ۔ سانپ۔" وہ دوبارہ چیخا لیکن اسی وقت کئی گولیاں اس کے بدن میں پیوست ہو گئیں۔ دوسری چٹانوں کے عقب میں چھپے ہوئے لوگ بھی خوفزدہ نظروں سے اپنے آس پاس دیکھ رہے تھے گارساں نے اپنے ساتھی لارنس سے کہا۔

"اس طرف لارنس' اس طرف آؤ۔" وہ پھر ایک اور چٹان کے عقب میں کھسک گیا۔ گارساں کے ساتھی اب پاگلوں کی طرح شردھانیوں پر گولیاں برسا رہے تھے۔ کچھ اور چٹانوں کے عقب سے بھی "سانپ سانپ" کی آوازیں بلند ہوئیں اور جونہی وہ خوف زدہ ہو کر اپنی جگہ چھوڑتے گولیوں کا شکار ہو جاتے۔ ان میں کئی کے جسموں سے سانپ لپٹ گئے تھے۔ گارساں ایک کے بعد دوسری چٹان کی آڑ لے کر پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔

"مسٹر گارساں' ہمارے کئی ساتھی مارے گئے۔ شردھانی ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔ وہ ہمیں..... ہمیں۔"

"بے وقوف کے بچے انہیں الجھا رہنے دو دیکھو وہ سامنے درہ نظر آ رہا ہے۔ آہ یہی درہ کوتان ہے۔"

"لیکن مسٹر گارساں!" لارنس نے کہا۔

"وہ اپنا فرض پورا کر رہے ہیں تم بھی چاہو تو ان کے فرض کی ادائیگی میں ان کا ساتھ دو' ورنہ میرے ساتھ آ جاؤ۔ ان کا مصرف اس کے سوا اور کیا تھا۔ آؤ بے وقوف گدھے۔ شردھانیوں نے ہمیں نہیں دیکھا ہے۔" لارنس بادل نخواستہ آگے بڑھ گیا تھا۔ شردھانی اب

بھی گارساں کے ساتھیوں سے نبرد آزما تھے لیکن گارساں کالے پہاڑ کے دامن میں پہنچ چکا تھا۔ باہوترا نے غلط نہیں کہا تھا۔ پہاڑ کے دامن میں ایک تنگ درہ نظر آ رہا تھا جس میں غار بکھرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ ان شردھانیوں سے بہت دور نکل آئے تھے۔ لارنس گارساں کے قدم سے قدم ملا کر دوڑ رہا تھا اس کا ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا اور وہ صرف گارساں کی تقلید کر رہا تھا۔

درے کا راستہ بے حد دشوار گزار تھا اور نوکیلے پتھروں پر دوڑنا انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن گارساں کی پھرتی قابل دید تھی وہ ان پتھروں کو عبور کرتا آگے بڑھتا جا رہا تھا پھر درہ ختم ہو گیا آگے سیاہ پہاڑی دیوار تھی اور اس دیوار کے دامن میں ایک غار کا دہانہ نظر آ رہا تھا۔

"آخری غار۔" گارساں کے حلق سے قلقاری نکلی اور اس نے پلٹ کر لارنس کو دیکھا۔

"آخری.... آخری غار۔" وہ دیوانہ وار اس غار میں داخل ہو گیا۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ اندھا ہو گیا ہو۔

"لارنس.... لارنس۔" اس نے آواز لگائی۔

"میں آپ کے قریب موجود ہوں مسٹر گارساں!"

"ماچس ہے تمہارے پاس۔ لائٹر ہے؟"

"نہیں مسٹر گارساں۔ دونوں میں سے کچھ نہیں ہے۔"

"اوہ۔ یہاں بہت اندھیرا ہے۔ بہت اندھیرا ہے۔" گارساں نے کہا اور پھر اندھیرے میں راستہ تلاش کرنے لگا۔ غار کا ابتدائی حصہ سرنگ نما تھا اور آگے جا کر داہنی سمت گھوم گیا تھا۔ گارساں اس سرنگ کی دیواریں ٹٹولتا آگے بڑھ رہا تھا داہنی طرف جا کر اسے داہنی طرف ہی مڑنا پڑا اور ادھر مڑتے ہی اسے ایک مدھم سی روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایک سیدھی لکیر کی شکل میں تھی۔ گارساں رک کر اس لکیر کو دیکھنے لگا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ لکیر کی جانب بڑھنے لگا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ سیدھی لکیر ایک رخنہ تھی جو شاید غار کے اندر ایک اور غار کی نشاندہی کرتی تھی لیکن یہ غار۔

گارساں لکیر کے آس پاس ٹٹولنے لگا اور پھر اسے احساس ہوا کہ غار کے دہانے کو ایک موٹے تنے سے ڈھک دیا گیا ہے۔ گارساں اس تنے سے زور آزمائی کرنے لگا اور اسے تا ہلتا

ہوا محسوس ہوا۔ تنے کے ہٹنے سے راستہ چوڑا ہو گیا تھا۔ گارساں نے اس میں رائفل کی نال
پھنسائی اور اس پر قوت صرف کرنے لگا۔ تنا کسی کواڑ کی مانند کھل گیا اور اچانک سارا غار
روشن ہو گیا۔ تیز چکا چوند سے گارساں کی آنکھیں بند ہو گئیں اس نے رائفل پھینک کر
دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے تھے۔ "یہ روشنی۔ یہ روشنی۔ آہ یہ روشنی۔" اس نے
جلدی سے آنکھوں سے ہاتھ ہٹالئے ۔ اس کا اندازہ درست تھا اندر غار میں چمکدار پتھروں کے
انبار نظر آ رہے تھے۔ ناتراشیدہ ہیروں کے انبار جن کے چھلے ہوئے حصے روشنی دے رہے
تھے۔ اس روشنی میں ایسے مٹیالے پتھر جیسے ٹکڑے بھی نظر آ رہے تھے جو سنہری چمک رکھتے
تھے اربوں روپے مالیت کے ہیرے اور سونا اس دور دراز مقام پر اس غار میں پڑا ہوا تھا۔
گارساں منہ کھولے انہیں دیکھتا رہا پھر ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگا۔ اس کے حلق سے
بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"خزانہ!" اور پھر وہ آگے بڑھ کر قیمتی پتھروں کے قریب پہنچ گیا۔ روشنی کی کرنیں اس
کے وجود کو منور کر رہی تھیں اور وہ سکتے کے عالم میں اس عظیم خزانے کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک
اس کا پورا وجود تھرا گیا۔ عقب سے ایک آہٹ ابھری تھی۔ گارساں خوف سے کانپتا ہوا مڑا
تو اس نے لارنس کو دیکھا ایک بار پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔

"مسٹر گارساں۔یہ۔یہ۔" لارنس کے حلق سے بیک وقت کئی آوازیں نکلیں۔

"خزانہ۔ دنیا کا سب سے بڑا خزانہ میرے دوست میں نے کہا تھانا۔ ہاں میں نے کہا
تھا۔" گارساں پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ خوف' مسرت اور نہ جانے کیا کیا لارنس کا حال
بھی اس سے مختلف نہ تھا۔

○

گھوڑے برق رفتاری سے سفر کر رہے تھے اور ایرا ان کی رہنمائی کر رہی تھی۔ کوئی بھی
اب اس فیصلے سے منحرف نہ تھا کہ تخت یا تختہ صورت حال اب ایرا کے بس میں بھی نہیں
تھی۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہوا تھا کہ ایرا نے دوڑتے ہوئے گھوڑے کی رفتار سست کر
کے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تمام گھوڑے سست پڑ گئے تھے ایرا نے کہا۔

"ست گاتا۔ وادی ست گاتا!" اس کا اشارہ سامنے کی سمت تھا۔ اونچی اونچی چٹانوں اور
ٹیلوں پر چڑھ کر انہوں نے سحر کی اس وادی کو دیکھا گو فضا میں روشنی نہیں تھی لیکن تاروں

کی مدھم چھاؤں میں انہوں نے ایک عظیم الشان وادی دیکھی جو بے مثال حسن رکھتی تھی
آبشاروں کی سفید لکیریں بلندیوں سے پستیوں کا سفر کر رہی تھیں درخت جھول رہے تھے
لیکن پوری وادی میں ایک بھی جھونپڑا نہیں نظر آ رہا تھا۔

"یہاں کیا ہے۔" راج دیو نے پوچھا۔

"یہی سب باہوترا کی آبادی ہے میرے محسن۔ پہلے یہ صرف اکال ترپاشا کی وادی تھی۔
وہ دیکھو وادی کے بیچ ست گاتا کا مجسمہ موجود ہے۔"

"مگر آبادی کہاں ہے؟"

"زمین کی نیچے۔ اس نے زمین کے سوراخوں میں آبادی قائم کی ہے۔"

"اوہ۔ وادی بالکل سنسان ہے۔" بھرت چندر نے سرسراتی آواز میں کہا۔ پھر بولا۔ "
میرے خیال میں ہمیں ان کی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ وادی میں داخل ہو جائیں۔"

"میں کچھ کہوں تو میری بات مانی جائے گی؟" کرنل فیروز نے ان کی گفتگو میں بداخلت
کی۔

"ضرور کرنل!"

"ایک فوجی مثال مجھے یاد ہے' دشمن کو کبھی غافل نہ سمجھو' خواہ تمہارے سامنے سفید
دیوار ہو۔"

"اس جنگ کی کمان آپ کے سپرد کرنل۔" راج دیو ہنس کر بولا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کسی کو اعتراض تو نہیں!؟"

"قطعی نہیں۔"

"براہ کرم اب میری بات پر صرف عمل کیا جائے سوال نہ ہو۔ آپ لوگ تیار ہیں؟"

"کیوں ایرا؟"

"ہاں میں تیار ہوں۔ ایرا نے گردن خم کر کے کہا اور کرنل تجربہ کارانہ نگاہوں سے بلند
ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اس نے ہدایات جاری کرنا شروع کر
دیں۔ "مسٹر ہرینڈا آپ اپنے ساتھیوں کو آٹھ آٹھ افراد کی ٹولیوں میں تقسیم کر کے ان
چٹانوں پر چڑھا دیں جو وادی کے تین سمت پھیلی ہوئی ہیں بیس افراد آپ اپنے ساتھ لے کر
اس پہاڑی سلسلے کی طرف چلے جائیں جو دور سے ایک سیاہ دیوار کی مانند نظر آ رہا ہے۔ آپ

کو وادی سے بیرونی حصے پر نگاہ رکھنی ہو گی اور اس طرف سے ہر مداخلت کا جائزہ لینا ہو گا۔ کوئی خطرہ پائیں تو اجازت کی ضرورت نہیں مدافعت کریں۔"

"بہتر کرنل!" ہرینڈا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس نے نہایت برق رفتاری سے کرنل کی ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ کرنل اس کی کارکردگی دیکھتا رہا پھر اس نے دوسرے لوگوں کی مورچہ بندی شروع کر دی لیکن ابھی مورچہ بندی مکمل نہ ہوئی تھی کہ اچانک وادی لرز اٹھی سب چونک کر ادھر دیکھنے لگے۔ سنسان اور خاموش وادی اچانک خوفناک آوازوں سے گونجنے لگی تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے زمین سے ابلنے والے انسانوں کو دیکھ رہے تھے جن کی تعداد ناقابل یقین تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وادی انسانوں سے بھر گئی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا باہوترا غافل نہیں ہے۔" ایرا آہستہ سے بولی۔

"راج دیو' راؤ سکندر مورچہ بندی کر لو۔ ایرا تم اپنے ساتھیوں کو منظم رکھو میری اجازت کے بغیر کچھ نہ کیا جائے۔" کرنل نے کہا اور سب کرنل کی ہدایات پر عمل کرنے لگے۔ وادی میں اب شور قیامت برپا تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا لیکن پھر اچانک ہی وادی میں رنگین روشنیوں کے دائرے بلند ہوتے نظر آئے اور ایرا زور دار آواز میں چیخ پڑی۔

"گونوشے۔ ایکاروگونوشے" ایرا کے ساتھی بری طرح بدحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے وہ ایسی چٹان کی تلاش میں تھے جن پر چھت ہو۔ کچھ کو پناہ مل گئی اور کچھ کھلے آسمان تلے رہ گئے رنگین دائروں نے آن کی آن میں انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ان لوگون نے ایک دلدوز منظر دیکھا۔ دائروں کا شکار ہونے والے اچانک آگ کی طرح سرخ ہوتے اور راکھ ہو جاتے ان کی وحشت ناک چیخیں ابھرتیں اور بس۔ پھر وہ باقی نہ رہے ایرا حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہی تھی اور شاید انہیں پناہ لینے کی ہدایت کر رہی تھی وہ سب انتشار کا شکار ہو گئے تھے البتہ یہ بات کرنل اور اس کے ساتھیوں نے بخوبی محسوس کی تھی کہ دائرے ان کی طرف رخ نہیں کر رہے تھے۔

ایرا کے لاتعداد ساتھی ان دائروں کا شکار ہو گئے۔ دفعتہ راج دیو نے وادی کی طرف اشارہ کیا کچھ سیاہ دھبے اس طرح آسمان میں بلند ہو رہے تھے جس طرح انہوں نے ایرا کے

ساحروں کو فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔

"انہیں نشانہ بنانا ہے راج۔" کرنل نے کہا اور راج دیو نے یہ بات دوسروں تک پہنچا دی سب تیار ہو گئے۔ پرواز کرنے والے پرندوں کے غول کی شکل اختیار کر کے ان کی طرف بڑھنے لگے اور کرنل زور سے چیخا۔

"فائر۔" رائفلوں سے گولیاں نکلیں اور ایک بھی نشانہ خالی نہ گیا۔ پرندے نما انسان جس طرح زمین سے بلند ہوئے تھے۔ اس سے زیاہ برق رفتاری سے زمین کی طرف لڑھکنے لگے۔

"فائر۔ مسلسل فائر۔" کرنل نے گونجدار آواز میں کہا اور ساری چٹانیں بیک وقت گولیاں اگلنے لگیں۔ رائفل بردار آبادی کو تاک تاک کر نشانہ بنا رہے تھے' نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ اچانک دائروں کے بلند ہونے کا عمل رک گیا اور ایرا کے ساحروں کو اس ہولناک موت سے نجات مل گئی۔ ست گاتا کی آبادی غاروں کی طرف دوڑ پڑی تھی اور ذرا سا موقع ملتے ہی ایرا نے باقی ماندہ افراد کو ٹھکانے مہیا کر دیئے تھے البتہ جو لوگ ان رنگین دائروں کی لپیٹ میں آ چکے تھے ان کی راکھ جگہ جگہ بکھری ہوئی تھی۔ وادی میں ایک بار پھر موت کی سی خاموشی چھا گئی تھی۔ رنگین دائروں کا سلسلہ موقوف ہو چکا تھا۔

کرنل نے ہدایت جاری کی - فائرنگ کا سلسلہ ہلکے پیانے پر جاری رکھاجائے اور ہر طرف سے اس ہدایت پر عمل کیا جانے لگا۔ ہرینڈا کے ساتھی بہت ذمہ داری سے اپنا کام انجام دے رہے تھے۔ راج دیو اور راؤ سکندر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کرنل نے خالی زمین پر فائرنگ کی ہدایت کیوں جاری کی ہے اس طرح باہوترا کی طرف سے کسی نئی کارروائی کا خدشہ ٹل گیا تھا کیونکہ وہ گولیوں سے خوفزدہ ہو گئے تھے اس طرح ایرا کا اندازہ درست نکلا تھا کہ بارود کے جادو کا کوئی توڑ ان کے پاس نہیں تھا۔

فائرنگ جاری رہی۔ وادی کے لوگ دم بخود اپنے غاروں میں چھپے ہوئے تھے اور وادی پر مکمل سناٹا تھا۔ وقت گزرتا رہا۔ کرنل نے راؤ سکندر سے کہا۔

"ہم نہیں جانتے ان غاروں کی ساخت کیا ہے اگر یہ لوگ اسی طرح چھپے رہے تو مشکل ہو گی۔" ایرا سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا۔

"یہ چھوٹے چھوٹے غار سوراخوں کی مانند ہیں۔ بس زیر زمین چھوٹے چھوٹے

مکانات۔"

"کیا ان میں سرنگوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔ البتہ پہلے ایسا نہ تھا۔ عبادت گاہ کی زمین میں یہ سوراخ قدرتی تھے اور لاکھوں کی تعداد میں تھے جنہیں ان لوگوں نے اب رہائش گاہ میں تبدیل کر لیا ہے۔"

"باہوترا ان رنگین ہتھیاروں کے بعد اب اور کونسا جادو استعمال کر سکتا ہے۔"

"آہ میں اس بارے میں بھی نہیں جانتی لیکن میں نے ایک اندازہ ضرور لگا لیا ہے۔"

"کیا؟"

"باہوترا کے ساحر آتشیں جادو کے سامنے بے بس ہیں اور اس موت سے بہت خوفزدہ ہو گئے ہیں۔"

"انہیں باہر نکالنے کی کوئی ترکیب ضروری ہے۔" کرنل پرخیال لہجے میں بولا اور پھر چونک کر کہنے لگا۔ "ایرا کیا تم اپنے سحر سے ہمارے لئے بارود مہیا کر سکتی ہو؟"

"بارود؟"

"ہاں آتشی ہتھیاروں میں استعمال ہونے والا سفوف۔" کرنل نے کہا اور ایرا اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی اسے بارود کے بارے میں تفصیل بتائی گئی تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ممکن ہے۔ مہذب آبادی میں جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کا حصول میرے لئے ممکن ہے۔"

"شر۔" سراتو نے راؤ کے کان میں سرگوشی کی۔ اور راؤ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ "اس نے تو شب چیز دیکھا ہو گا' چکن روشٹ' مٹن روشٹ اور بلیک کوفی کوئی ہم ٹرائی کر سکتا شر۔" راؤ بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"کیا ان چیزوں سے تم جنگ کرو گے سراتو؟"

"نو شر' نو شر میں آپ کے لئے بولتا؟" سراتو نے جھینپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ایرا کرنل کی فرمائش پوری کرنے میں مصروف ہو گئی تھی وادی مسلسل تھوڑی دیر کے بعد فائرنگ سے گونجتی رہی تھی۔ چاروں طرف بلندیوں پر چڑھے ہوئے لوگ مستعد تھے اور وادی پر نگاہ جمائے ہوئے تھے دو ایک بار وادی میں تحریک دیکھی گئی لیکن بہترین

نشانہ بازی سے وادی میں ہلکی سی جنبش کو بھی نشانہ بنا لیا گیا تھا۔

ایرا کامیاب ہو گئی اور بارود کی تھیلیاں انبار ہونے لگیں کرنل نے ان کا معائنہ کیا اور پھر اس نے نئے پروگرام پر عمل شروع کر لیا یہ تھیلے وادی کے ہر طرف مسلط لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے اور انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ یہ تھیلے پوری قوت سے وادی میں پھینکنا شروع کر دیں۔ جسم کی تمام تر قوتوں کے ساتھ بارود کے تھیلے وادی میں پھینکے جانے لگے اور چاروں طرف انہیں پھیلا دیا گیا اس کے بعد صرف انتظار کیا گیا تھا اور پھر اجالا زمین پر اترنے لگا۔ سرسبز و شاداب وادی روشن ہوتی جا رہی تھی کرنل کا نیا حکم تمام مورچہ بندوں تک پہنچا دیا گیا تھا اور ہر شخص اپنے نشانے پر نگاہ باندھے بیٹھا ہوا تھا پھر جونہی سورج نے سر ابھارا کرنل نے وادی میں پڑے بارود کے تھیلے پر پہلی گولی چلائی اور ایک دھماکے کے ساتھ آگ کا بادل بلند ہوا۔ بارود کے ذرات بکھرے اور چنگاریوں کی بارش ہو گئی۔ یہ اشارہ بھی تھا دوسروں کے لئے چنانچہ ہر طرف سے گولیاں چلنے لگیں اور بارود دھماکوں کے ساتھ پھٹنے اور بکھرنے لگا۔ سرسبز و شاداب وادی چند لمحات کے لئے شعلوں کی وادی بن گئی تھی نتیجہ خاطر خواہ نکلا وادی کے سوراخوں نے جھلسے ہوئے انسان اگلنا شروع کر دیئے تھے جو چیختے ہوئے اس آگ کی وادی میں دوڑ رہے تھے سب کا رخ ست گاتا کے بت کی طرف تھا بت کے سامنے پہنچ کر وہ سجدے میں گر جاتے تھے یہ کیفیت دیکھ کرنل نے فائرنگ بند کرنے کا اشارہ دے دیا۔ اور صورت حال کا جائزہ لینے لگا۔ وادی میں آگ بھڑک رہی تھی اور جہاں جہاں بارود بکھری ہوئی تھی وہاں دھماکے ہو رہے تھے۔

دفعتہ ایرا نے ایک فلک شگاف نعرہ لگایا۔ "جن گوشایا۔ جن گوشایا۔" اور سائبانوں کے پیچھے چھپے ہوئے خوفزدہ ساحر باہر نکل آئے ایرا نے کرنل کے سامنے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ انہوں نے شکست مان لی ہے کرنل۔ انہوں نے شکست قبول کر لی ہے ہم کامران ہوئے ہیں بارود کا جادو جیت گیا سب کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے پھر کرنل راؤ وغیرہ سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیا وادی میں داخل ہوا جائے۔

ہرنڈا ہدایت کے مطابق ان لوگوں کی مورچہ گاہ سے کافی دور قرب و جوار کی نگرانی کر رہا تھا۔ گو اسے معلوم ہو چکا تھا کہ جس مقصد کے لئے اس نے یہ تمام جدوجہد کی تھی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی کی قربانی دی تھی وہ فرضی تھا اور کسی خزانے کا وجود نہیں تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کہانی سے بھی واقف ہو چکا تھا۔ صورت حال کا تجزیہ کرنے سے اسے یہ لوگ بھی بے قصور محسوس ہوئے تھے اور وہ ان کے مقصد سے متفق ہو گیا تھا۔ یہ اس کا ظرف تھا کہ وہ ان سے بددل نہ ہوا تھا بلکہ اس نے سوچا تھا کہ اس انکشاف کے بعد اگر وہ ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دے اور ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرے تو پھر کیا فرق پڑے گا وہ تو وحشی کے وحشی رہیں گے اور اسی وحشت خیزی کے خلاف اس کی تمام جدوجہد تھی۔ بہرحال اس نے خود کو ان کی جدوجہد سے منسلک کر دیا تھا۔

لوگوں کی پرشور آوازوں سے پوری وادی گونج رہی تھی اور ہرنڈا اس جنگ کے انجام کا منتظر تھا۔ ان ناقابل یقین واقعات سے اسے بھی پوری پوری دلچسپی تھی۔ رات کافی گزر گئی اور گولیاں چلتی رہیں پھر اچانک ہرنڈا کو کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں۔ اس کے حساس کان ان آہٹوں پر کھڑے ہو گئے اس نے اپنے تمام ساتھیوں کا جائزہ لیا۔ سب اس کے ساتھ موجود تھے اس کا مطلب ہے کہ یہ آہٹیں اجنبی ہیں اور اس نے تمام لوگوں کو ساکت رہنے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی آوازیں بھی نہ ابھرنے پائیں۔ پھر وہ آہٹوں کی سمت کا جائزہ لینے لگا اور اس نے ذہانت سے ان کا اندازہ لگا لیا۔ یقیناً کچھ لوگ تھے جو کسی خاص مقصد کے لئے یہاں موجود تھے۔ آہٹیں جس سمت بڑھ رہی تھیں اسے ادھر کا بھی اندازہ تھا۔ پھر وہ کافی فاصلے پر پہنچ گئیں تو ہرنڈا احتیاط سے ان کا تعاقب کرنے لگا اس کے ساتھی اس کی ہر ہدایت پر عمل کر رہے تھے اور آہیں پیدا کئے بغیر اس کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آہٹیں ایک وادی کے قریب پہنچ گئیں۔ ہرنڈا وادی کے ڈھلانوں پر

پتھروں کے لڑھکنے کی آوازیں سن رہا تھا۔ پھر جب اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ جو کوئی بھی ہیں وادی میں اتر چکے ہیں تو اس نے گھوڑا آگے بڑھایا اور وادی کے سرے پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی بھی رفتہ رفتہ اس کے پاس پہنچتے جا رہے تھے۔ ڈھلانوں میں اترنے والے آدھے ڈھلان عبور کر چکے تھے۔ ہرنڈا کے ساتھی تو ساکت تھے لیکن گھوڑے خاموش نہ رہ سکے اور دوسرے لمحے ہرنڈا نے ان لوگوں کو ڈھلانوں پر دوڑتے ہوئے دیکھا۔ گھوڑوں کی آواز سن کر وہ ہوشیار ہو گئے تھے اور پھر وہ چیخنے چلانے لگے لیکن ہرنڈا نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں کو پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ اس کے ایک ساتھی نے شردھانی زبان میں کہا۔

"یہ وہی سفید فام اور اس کے ساتھی ہیں سردار ہرنڈا جنہوں نے عقب سے ہم پر گولیاں چلا کر ہمارے بہت سے ساتھی ہلاک کر دیئے تھے۔"

"ہاں میں نے پہچان لیا ہے اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اس وادی کی ہر چٹان ان کے خون سے سرخ کر دوں گا۔" ہرنڈا نے کہا اور اپنے لباس سے ایک پیلے کپڑے کی پٹی نکال کر ماتھے پر باندھ لی یہ اس قسم کے پورے کرنے کا عہد تھا اور یہ پٹی اسی وقت ماتھے سے جدا ہو سکتی تھی جب یا تو قسم پوری ہو جائے یا اس جدوجہد میں جان چلی جائے۔ ہرنڈا انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے خاص جنگی نعرہ لگایا اور شردھانیوں کے گھوڑے ڈھلانوں پر دوڑنے لگے۔

چٹانوں کے عقب سے گولیاں ابل پڑیں لیکن ہرنڈا نے ایک خاص طریق جنگ اختیار کیا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت دے دی۔ شردھانی گھوڑے پوری وادی میں دوڑانے لگے اور ساتھ ہی ساتھ چٹانوں میں گولیاں بھی برساتے جا رہے تھے۔ اس حکمت عملی سے شردھانی چٹانوں کے پیچھے چھپے ہوئے لوگوں کے نشانوں پر نہ آ سکے اور ان کی ایک بھی گولی کارگر نہ ہوئی جبکہ شردھانیوں کی چلائی ہوئی گولیوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا اور وقفے وقفے سے کسی نہ کسی چٹان کے عقب سے کوئی چیخ ابھر آتی تھی۔

شردھانیوں کی یہ حکمت عملی نہایت شاندار رہی اور وہ ایک ایک کر کے گارساں کے ساتھیوں کو ہلاک کرتے رہے گو اس میں وقت کافی لگ گیا تھا لیکن آخر کار دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اب کسی چٹان کے عقب میں کوئی زندہ انسان موجود نہ تھا۔

ہرنڈا صورت حال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ بالآخر اس نے ہاتھ اٹھایا اور گھوڑے رک گئے پھر ہرنڈا کی ہدایت پر چٹانوں کے عقب سے لاشیں نکالی جانے لگیں۔ اور تمام شردھانی

اس کام میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ ایک ایک چٹان تلاش کر لی گئی۔ ہرنڈا غور سے ان لاشوں کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "دو افراد کم ہیں جن میں ایک گارساں ہے۔" پھر اس کی نظریں چاروں طرف کا جائزہ لینے لگیں اور اس کے بعد اس کا گھوڑا سیاہ پہاڑوں کے دامن کی طرف بڑھنے لگا تھا اس کے ساتھی بدستور اس کے عقب میں آ رہے تھے۔ ہرنڈا ایک درے میں داخل ہوگیا جس میں بے شمار غار نظر آ رہے تھے یہاں تک کہ وہ اس آخری غار کے سامنے پہنچ گیا جس کے بعد پہاڑ اس درے کا راستہ روک لیتا تھا۔ وہ چند لمحات سوچتا رہا پھر گھوڑے سے اتر گیا۔ اس نے صرف دو آدمی اپنے ساتھ لئے باقیوں کو اس نے وہیں رکنے کی ہدایت کر دی تھی اور پھر وہ غار کی سرنگوں میں سفر کرنے لگا۔ کئی موڑ مڑنے کے بعد اسے ایک عجیب سی روشنی نظر آئی اور اس نے اپنے ساتھیوں کو محتاط رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ بے آواز چلتا ہوا اس روشنی کی طرف بڑھنے لگا اور اس غار کے دہانے کے پاس پہنچ گیا جس کے اندر سے روشنی چھلک رہی تھی۔ تبھی اس کے کانوں نے ہذیانی قہقہے سنے۔ اندر سے باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

"آہ.... میری جان۔ یہ سب' یہ سب یہاں سے لے چلو سب اس میں سے کچھ بھی ہم یہاں نہ چھوڑیں گے۔ یہ سب اوہ.... دیکھو دیکھو اس ہیرے کو دیکھو۔"

ہرنڈا نے رائفل سنبھالی اور آہستہ سے اندر داخل ہوگیا اندر کا منظر سحر انگیز تھا سونے اور ہیروں کا ناقابل یقین انبار نظر آ رہا تھا اور ان کے درمیان گارساں پھدکتا پھر رہا تھا۔ ہرنڈا پتھرائی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔ اسے ایک لمحہ کے لئے سوبارہ کے وحشت ناک جنگلوں میں ایک شہر آباد نظر آیا تھا جس میں پرشکوہ عمارتیں سر اٹھائے کھڑی تھیں۔ ننگ دھڑنگ شردھانی بچے مہذب لباسوں میں ملبوس کتابیں اٹھائے اسکولوں کی طرف جاتے نظر آ رہے تھے۔ عسرت اور مفلوک الحالی سے مجبور عورتیں بے لباسی کے بجائے پورے بدن ڈھکے زندگی کے معمولات میں مصروف تھیں۔ ایک خاکہ سا اس کے ذہن سے گزر گیا۔ پھر گارساں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"یہ یہ کون ہے۔ رائفل آہ ہماری رائفلیں کہاں گئیں۔ اوہ کتے۔ ذلیل رائفلیں کہاں ہیں۔ آہ۔ آہ ہرنڈا آہ شردھانی آ گئے۔" وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور ہرنڈا کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"اوہ ہرنڈا' میرے دوست' ہرنڈا دی گریٹ دیکھو' دیکھو ہم نے خزانہ تلاش کر لیا ہے۔ آہ کائنات کی کسی آنکھ نے اتنا بڑا خزانہ کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔ آؤ اسے سمیٹ لیں مل جل کر سمیٹ لیں آؤ میرے ساتھ شریک ہو جاؤ' ہم دوست ہیں۔ آؤ میرے عظیم دوست دیکھو ذرا اس خزانے کا جائزہ تو لو۔"

ہرنڈا کا ہاتھ رائفل کے ٹرائیگر پر دبا اور گولی نے گارساں کا ایک گھٹنا توڑ دیا۔ گارساں کی دلخراش چیخ ابھری تھی اور گارساں کا ساتھی سینہ پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا تھا حالانکہ اس پر گولی نہیں چلائی گئی تھی۔ لیکن گارساں سے زیادہ وہ تڑپ رہا تھا اسے ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

"میں نہیں.... میں نہیں۔ وہ دوسرے تھے۔ ہرنڈا! سنو سنو۔ یہ خزانہ آہ' یہ خزانہ...." گارساں اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ گھسیٹتے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا ہرنڈا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے جھک کر ایک ہیرا اٹھایا اور اسے لئے ہوئے گارساں کے سر پر پہنچ گیا۔

"دیکھو.... دیکھو سنو.... میرا موقف سن لو.... میں' میں اس خزانے میں سے' میں اس میں سے.... آہ.... آہ...." اس کا منہ تکلیف سے کھل گیا۔ ہرنڈا نے اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر پاؤں رکھ دیا تھا اور جونہی اس کا حلق کھلا ہرنڈا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہیرا اس کے کھلے ہوئے حلق میں ٹھونس دیا۔ گارساں کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں ہرنڈا نے رائفل کی نال ہیرے پر رکھ کر اسے زور سے دبا دیا تھا۔ گارساں کی آنکھیں ابل پڑیں اور پھر اس کے ہاتھ پھیل گئے اس کے چہرے پر ایک دم پیلاہٹ آنا شروع ہو گئی تھی۔ ہرنڈا اپنی جگہ ساکت اسے دیکھتا رہا اور پھر گارساں کے ساتھی کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن وہ ایک آسان موت حاصل کر چکا تھا دل کے دورے نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔ اس کی موت کا اندازہ کرنے کے بعد ہرنڈا نے اپنے ساتھیوں کو واپسی کا اشارہ کیا اور غار سے باہر نکلتے ہوئے اس نے درخت کے تنے کے دروازے کو بند کر دیا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر نکلا اور پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا اپنے ساتھیوں سے اس نے کہا۔ "ابھی تم اس خزانے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے۔" جس وقت وہ وادی کے ڈھلان عبور کر کے اوپر پہنچے صبح کا اجالا پھیل چکا تھا۔ ہرنڈا نے چاروں طرف دیکھا پھر چونک پڑا۔ شردھانیوں کا ایک گروہ گھوڑوں پر سوار دور ایک درے میں سفر کرتا نظر آ رہا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کرنل وغیرہ کے ساتھ مورچوں میں جنگ کر رہے تھے۔ ہرنڈا کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے

رائفل کی نال آسمان کی طرف بلند کر کے کئی فائر کئے اور ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

شردھانیوں کا گروہ بھی اسی طرف دوڑ پڑا تھا۔ اس نے نعرے لگانے شروع کر دیئے تھے آن کی آن میں وہ ہرینڈا کے قریب پہنچ گئے۔ سردار ہرینڈا سردار ہرینڈا ہم نے جادوگروں پر فتح حاصل کر لی ہے ہم نے جادوگروں کو شکست دے دی ہے۔ ہرینڈا اور اس کے ساتھی خوشی میں فائرنگ کر رہے تھے۔

"مسٹر راؤ نے ہمیں تمہاری تلاش میں بھیجا ہے تاکہ مفتوحہ آبادی میں داخل ہوا جائے۔ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" ہرینڈا کے ہمیشہ سنجیدہ رہنے والے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اس چمک دار روشن صبح پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر گھوڑے کو دوبارہ ایڑ لگا دی۔

○

ست گاتا کی آگ رفتہ رفتہ بجھتی جا رہی تھی دن کی روشنی پھیل چکی تھی اور ایرا کے ساحر بری طرح چیخ رہے تھے وہ خوشی سے اچھل رہے تھے اور ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے ادھر ست گاتا کی آبادی پر سکتہ طاری ہو چکا تھا لوگ اوندھے لیٹ گئے تھے جہاں تک نگاہ جاتی انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے جو بے حس و حرکت اور اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یہ اعتراف شکست اور پناہ مانگنے کا انداز تھا۔

ایرا نے کہہ دیا تھا کہ اب وادی میں داخل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن راؤ نے کہا کہ ہرینڈا کے بغیر وادی میں نہیں داخل ہوا جائے گا اسے بلا لیا جائے۔ ہرینڈا کی تلاش میں شردھانیوں کے ایک گروہ کو روانہ کر دیا گیا۔ باقی لوگ ایرا کی سرکردگی میں وادی میں داخل ہونے کے لئے صف بندی کر رہے تھے۔

پھر ہرینڈا پہنچ گیا۔ اس مہم کی کامیابی میں سب سے اہم کردار ہرینڈا کا تھا اور اسے قربانیاں بھی سب سے زیادہ دینی پڑی تھیں جو بے لوث تھیں۔ ہرینڈا کو کامیابی کی مبارکباد دی گئی۔ اور اس نے راؤ سے پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے مسٹر راؤ؟"

"مفتوحہ وادی میں داخل ہوں گے اور اس کے بعد اکال کو تلاش کیا جائے گا۔" راؤ

سکندر نے جواب دیا۔

ہرینڈا آ گیا تھا اسی کا انتظار تھا چنانچہ ایرا نے ساحروں کو اشارہ کیا اور ساحر شور مچاتے ہوئے وادی میں داخل ہو گئے ایرا نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وادی کے شکست خوروں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے ہاں ان میں مطلوبہ لوگوں کو تلاش کرنے کی ذمہ داری انہیں سونپ دی گئی تھی راؤ اور اس کے تمام ساتھی پروقار انداز میں وادی میں داخل ہوئے اور حیرت سے اس جادو نگری کا جائزہ لینے لگے اور ساحر اوندھے لیٹے ہوئے ساحروں میں مطلوبہ افراد کو تلاش کر رہے تھے ایرا خود بھی اس تلاش میں شریک تھی۔ تقریباً ساٹھ افراد منتخب کئے گئے ان میں شوماباہوترا بھی تھا۔

راج دیو اور دوسرے تمام لوگوں نے ایک آبشار کے دامن میں اپنے لئے جگہ منتخب کر لی تھی۔ ہرینڈا کے ساتھی اب بھی اپنی رائفلوں کے ساتھ مستعد تھے اور کسی بھی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے غرض یہ ہنگامہ سورج چڑھنے تک جاری رہا۔ پھر اچانک ہی ایرا کے ساحروں نے ہیجانی انداز میں چیخنا شروع کر دیا اور وہ سب صف بند ہو کر ست گاتا کے بت کے سامنے دو زانو ہو گئے۔ ست گاتا کے بت سے اکال ترپاشا وارد ہوا تھا ایرا سحر زدہ انداز میں اکال کو دیکھتی رہی اکال پروقار انداز میں چلتا ہوا ان کے سامنے پہنچا تھا۔ اکال ترپاشا کے نام کے نعروں کو سمجھ کر راؤ وغیرہ نے یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ اکال ترپاشا ہے اکال' ایرا کے پاس پہنچا تھا اور ایرا اس کے سامنے دوزانو ہو گئی تھی۔ تب اکال نے اسے شانوں سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کے بعد اس کا رخ ان لوگوں کی جانب ہو گیا۔ راؤ وغیرہ سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔

اکال ترپاشا شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ وہ ایرا کے ساتھ چلتا ہوا ان کے سامنے آ گیا۔ اور ان سے بلند آواز میں اور ان الفاظ میں انہیں مخاطب کیا جو ان کی سمجھ میں بخوبی آ سکتے تھے۔ "ست گاتا کی تقدیر جگانے والو' ست گاتا کا اکال تمہارا احسان مند ہے کہ تم نے اس کے منصوبے کو اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچایا جس طرح اس نے سوچا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ایرا تمہیں میرے افکار سے آگاہ کر چکی ہے۔ اور تم جانتے ہو میں ست گاتا میں کیا کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ انتظار میں گزارا ہے جس کی تکمیل تمہارے ذریعے ہوئی ہے اور تم نے جس طرح میری مدد کی اس کا احسان میں کسی طور نہ چکا سکوں گا اور دیکھ لیا

ست گاتا کے ساحروں نے کہ باہوترا میرا مد مقابل نہ تھا۔ یہ بات میں نے ان سے پہلے ہی کہی تھی اور وہ نہ مانے تھے لیکن یہ بھی دیکھا انہوں نے کہ یہ بات میں جانتا تھا کہ ایسا ہو گا اور باہوترا ان کا رہنما نہ بن سکے گا لیکن قابل صد احترام ہیں وہ جنہوں نے میرا ساتھ دیا اور جو باہوترا کا شکار ہوئے ان کے لئے میں افسردہ ہوں لیکن نئے ست گاتا کو تعمیر کرنے میں ان کی قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی اور ان کا نام ہو گا اور ان کا بھی جو میرے ساتھ رہے اور انہوں نے ایک طویل زندگی چھوڑ دی اور یہی ضروری تھا کہ باہوترا کو زیر کرنے کا یہی طریقہ تھا ورنہ ست گاتا کی تاریخ کبھی نہ بدلتی۔ اور باہوترا تو نے دیکھا کہ میں نے کس طرح تیرے سحر کو توڑنے کے لئے دھماکوں کا جادو منگوایا اور وہ جن پر تیرا جادو اثر انداز نہ ہو سکتا تھا اور جن کے ہاتھوں تو نے شکست کھائی لیکن میں نے مستقبل کی آنکھ سے دیکھا تھا اور یہ خفیہ آنکھ تیرے سحر میں موجود نہیں ہے میں نے ان آنے والوں کی تصویریں اسی وقت محفوظ کر لی تھیں جب میں نے اپنا منصوبہ بنایا تھا اور انہیں تحفظ دیا تھا اور ان کی ضرورتوں سے ایرا کو لیس کر دیا تھا اور بھی بہت کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا اور تو نے انحراف کیا تھا اور یہ جنہوں نے مجھ سے بدعہدی کی اور تیرے دست راست بنے اب انہیں رونا چاہئے کہ ان سے غلطی ہوئی اور ان کا انجام تیرے ساتھ ہو گا۔

اکال خاموش ہوا تو چاروں طرف سے بین کی آوازیں بلند ہونے لگیں ساحر سینہ کوبی کر رہے تھے اور باہوترا پر لعنت بھیج رہے تھے پوری آبادی میں وہ شور و غوغا مچا ہوا تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے رہی تھی۔ اکال' ایرا کے ساتھ آگے بڑھ کر ان لوگوں کے بالکل نزدیک آگیا۔

"ست گاتا کے قابل احترام مہمانو! آؤ میرے ساتھ ان کے انجام سے پہلے مجھے فرصت نہ ہو گی لیکن تم اس وقت تک کیلئے مجھے اپنی پریشانیوں پر معاف کر دو گے کہ یہ مجبوری ہے اور مجھے آخری کام انجام دینا ہے۔ میری بیٹی شتا جسے تم نے پرورش کیا اور اسے یہاں تک پہنچایا وہ نہ صرف میری بیٹی ہے بلکہ اب وہ ست گاتا کی رہنما ہے اور ہم سب اس کے غلام۔ میں اس کی امانت اسے سونپ دوں تاکہ سارے کام جلد از جلد ختم ہو جائیں۔ تمہاری قیادت کے لئے سب کچھ ہو جائے گا آؤ میرے ساتھ اور وہ سب چل پڑے۔ اکال انہیں ایک آبشار کے پاس لے گیا تھا جو رونے والوں کی منحوس آوازوں سے دور تھا لیکن انہیں

یہاں سے دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ انہیں یہاں چھوڑ کر ایرا کے ساتھ واپس چلا گیا اور انہوں نے اسے ست گاتا کے بت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

سب آرام کرنے بیٹھ اور لیٹ گئے سب ہی تھکن محسوس کر رہے تھے لیکن پروفیسر غوری نے کہا۔ "تو یہ تھا اس طویل ترین مہم کا انجام راج دیو اور یہ تھی قندیل کی کہانی اور اس لاش کا قصہ جو تمہارے نوادر خانے میں تھی۔ اکال کے الفاظ سنے تم نے' میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ کچھ نادیدہ قوتیں ہماری محافظ ہیں اور ہمیں ہر مشکل کے باوجود اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گی۔"

"کیا اکال اپنے مخالفوں کی یہ پوری آبادی ختم کر دے گا۔" راج دیو پرخیال انداز میں بولا۔

"یہ نہیں ہونا چاہئے۔" پروفیسر نے کہا اور چونک کر راؤ کو دیکھنے لگا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو راؤ؟"

"ایں' کچھ نہیں۔ کیا سوچوں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ سطوت کو کونسی کہانی سناؤں گا اسے یہ بتانا کتنا مشکل ہو گا کہ جس بچی کو اس نے اولاد کی طرح پرورش کیا وہ جادوگروں کی ایک بستی سے تعلق رکھتی تھی اور وہاں کی ملکہ تھی۔" راؤ نے پھیکی سی ہنسی کے ساتھ کہا اور سب ہی کی نگاہیں غزال اور کرنل کی طرف اٹھ گئیں۔ جو خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ غزال کا چہرہ حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا۔ وہ بھی تو بہت کچھ کھو بیٹھا تھا اچانک بھرت چندر بول اٹھا۔

"اوہ....وہ....وہ دیکھو۔ ذرا دیکھنا راج کیا وہ پروفیسر حشمت بے نہیں ہے۔"

وہ سب بھرت چندر کے اشارے کی سمت دیکھنے لگے یقیناً وہ پروفیسر حشمت بے اور اس کی بیٹی کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ راؤ نے آہستہ سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ گارساں بھی یہاں موجود ہے۔ پروفیسر ان کی قریب پہنچ گیا اس نے آتے ہی راج دیو سے کہا۔

"آہ راج میرے دوست بالاخر تم کامران ہوئے مجھے یقین تھا کہ تم لوگ کچھ کر دکھاؤ گے لیکن میری تقدیر دیکھو میں ایک کام بھی اپنی مرضی کے مطابق نہ کر سکا۔ خدا کا شکر ہے تم لوگ سلامت ہو۔" سب خاموشی سے حشمت بے کو دیکھتے رہے۔ تب حشمت بے نے

کہا۔ "تمہاری خاموشی اور سردمہری میری بیٹی اور میرے اندازے کے مطابق ہے ہمیں یقین تھا کہ تم ضرور ہماری طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو گے صورت حال ہی ایسی ہو گئی تھی۔ سفینہ ہمارا اندازہ درست نکلا تاہم میں تمہیں حقیقت ضرور بتاؤں گا اس کے بعد یہ تم پر منحصر ہے کہ اسے سچ جانو یا جھوٹ' مجھے گارساں کی بدنیتی کا علم نہ تھا اور ہم اتفاق سے اس وقت پیچھے تھے جب گارساں نے تم لوگوں پر گولیاں برسائی تھیں اس وقت میں بے بس تھا اور جب وہ فرار ہوا تو ہمیں صرف زندگی بچانے کے لئے ان کے ساتھ دوڑنا پڑا۔"

"تو پھر کیا ہوا پروفیسر۔" راؤ نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ڈی پارلو' بدنصیب ڈی پارلو۔" حشمت بے نے ڈی پارلو کا شکار' باہوترا کے ساحروں سے مقابلہ قندیل کی بازیابی' باہوترا کا رابطہ اور اس کے بعد یہاں تک کی کہانی سنائی اور سب لوگوں کو اس کہانی سے دلچسپی محسوس ہوئی۔

"گارساں کہاں ہے اس نے باہوترا کی طرف سے مقابلہ تو نہیں کیا۔" راج دیو نے کہا۔

"اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلوں میں گھسا ہو گا۔ میں مستقل اس سے الگ تھلگ رہا ہوں۔ تاہم میرے دوست اگر تم سچ تسلیم کرو تو اس کام میں نے ایسا کیا ہے جو تمہاری اس فتح کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔"

"وہ کیا ڈیئر پروفیسر۔"

"اکال کی زندگی میں نے ست گاتا کے بت میں اسے تلاش کیا جہاں وہ قید تھا اور پھر اسے قندیل تک پہنچایا جہاں قندیل زندگی کی آخری سانس لے رہی تھی اگر میں یہ دو کام نہ کرتا تو شاید تمہیں یہ کامیابی نصیب نہ ہوتی اس کی تصدیق تم ان دونوں سے کر سکتے ہو۔"

حشمت بے نے کہانی تھوڑی سی ردو بدل کر کے سنائی جس میں اس نے یہ ثابت کیا کہ اس کی تمام تر کوششیں قندیل کی حفاظت کے لئے تھیں اور اکال اس کا احسان مند ہے۔

"مگر گارساں کہاں گیا؟"

"اسے میں نے ہلاک کر دیا مسٹر راؤ۔" ہرنڈا نے کہا اور اس کے الفاظ پر سب چونک پڑے۔

"تم نے مگر کہاں ہرنڈا؟" راؤ راج اور غوری کی آوازیں بیک وقت ابھری تھیں۔

"ان سیاہ پہاڑوں کے دامن میں۔"

"کیا؟" سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

"اس وقت جب میں ان سمتوں کی نگرانی کر رہا تھا جس کے بارے میں مجھے ہدایت دی گئی تھی۔"

"اوہ میرے خدا۔ تفصیل بتاؤ اس کے ساتھیوں کا کیا ہوا۔"

"تفصیل میں نہیں جانتا۔ میں نے اسے ان پہاڑوں میں دیکھا اور پہچان لیا وہ میرے ساتھیوں کا قاتل تھا اور میرے پاس اس کے لئے رحم کا کوئی تصور نہ تھا چنانچہ ہم نے اسے گھیر لیا اور مسٹر راؤ وہ خزانے کا پتہ چلا چکا تھا ہم نے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا وہ فرار ہو کر ان غاروں میں چھپ گیا جہاں خزانہ موجود ہے۔"

"خزانہ؟" سب اچھل پڑے۔

"ہاں سونے اور ہیروں کے انبار۔" گارساں اور اس کے ایک ساتھی کی لاش ان غاروں میں موجود ہے۔"

"تم بھی وہاں تک پہنچ گئے تھے ہرنڈا؟" پروفیسر حشمت بے نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"ہاں!"

"اور تم نے اپنی آنکھوں سے وہ خزانہ دیکھا ہے۔" حشمت بے کی بری حالت ہو رہی تھی۔

"ہاں ان غاروں میں ایک عظیم خزانہ موجود ہے۔" ہرنڈا نے جواب دیا۔

دوسرے لوگ نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے لیکن راؤ سکندر کی آنکھوں میں عقیدت کے آثار ابھر آئے تھے اس نے کہا۔

"اور اس کے باوجود تم یہاں پر موجود ہو۔" ہرنڈا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے چند لمحات کے بعد آہستہ سے کہا۔

"میں ایک غیر مہذب خطے کا پسماندہ انسان ہو مسٹر راؤ' آپ کی دنیا مجھے اس لئے پسند آئی کہ وہاں اس خطے جیسے غیر مہذب اور وحشی لوگ نہیں ہیں اگر کچھ ہیں تو مجھے ان سے دلچسپی نہیں کیونکہ ان سے تو میرا ہر لحمہ واسطہ تھا میں نے یہاں جو پسند کیا اسے اپنا لیا۔ خزانہ

میری ضرورت ہے اور دوستی اور میرا علم۔ میں اس علم سے سوبارا کے وحشیوں کو بہرہ ور کرنا چاہتا ہوں۔ خزانے سے زیادہ مجھے آپ لوگوں کی زندگی اور آپ کا سونپا ہوا فرض عزیز تھا۔"

راؤ سکندر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر زندگی ہمیں واپس لے گئی تو ہرینڈا تو اپنی دنیا میں ضرور جاؤں گا اور پھر وہاں سے تمہاری آبادیوں میں واپس آ کر تم سے درخواست کروں گا کہ مجھے اپنی دنیا میں جگہ دے دو اس دنیا میں جہاں تم جیسے انسان موجود ہیں۔"

ہر شخص ہرینڈا سے متاثر ہو گیا تھا۔ حشمت بے کی حالت خراب تھی وہ عجیب سی نظروں سے ہرینڈا کو دیکھ رہا تھا۔

اکال کے ساحر ان کے لئے کھانے پینے کی اشیاء لے آئے تھے جن کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی چنانچہ ان کے استعمال میں تکلف نہ برتا گیا دوسری طرف وہی رنگ ڈھنگ تھے وادی کی آبادی رونے پیٹنے میں مصروف تھی۔ باہوترا اور منتخب شدہ ساحر الگ بیٹھے ہوئے تھے عجیب ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی اور شام جھلکنے لگی تھی۔

کرنل فیروز نے محبت بھری نظروں سے غزال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "غزال تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے بیٹے۔"

"حلیہ یہاں اور کیا کیا جا سکتا ہے ڈیڈی؟" غزال نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"میں تمہارا باپ ہوں بیٹے۔"

"جی ڈیڈی۔" غزال نے آہستہ سے کہا۔

"خود کو سنبھال سکتے ہو غزال؟"

"ہاں ڈیڈی میں نے خود کو سنبھال لیا ہے۔"

"کسی جھوٹی آس میں نہ رہنا وہ اس سحر کے علاقے کی حکمران ہے۔"

"میں جانتا ہوں ڈیڈی اور اب یہ سب کچھ میرے لئے ایک پراسرار کہانی ہے صرف ایک پراسرار کہانی۔" غزال نے کہا اور کرنل ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

غزال پھر بولا - "ہنسی اس پر آتی ہے ڈیڈی کہ ہم لوگ خواہ مخواہ اس پراسرار کہانی کے کردار بن گئے۔ ایسا نہ ہوتا تو کیا تھا ڈیڈی....!"

رات جھکنے لگی تھی اکال یا ایرا کا کوئی پتہ نہیں چلا تھا۔ آبادی کی آہ زاری اسی طرح جاری تھی رات کی ضیافت کا اہتمام بھی اسی انداز میں کر دیا گیا تھا جس کا مطلب تھا کہ اکال نے انہیں نظرانداز نہیں کیا ہے پھر چاند نکل آیا یہ لوگ نیم غنودگی کا شکار ہو گئے تھے کہ اچانک شور و غوغا کی آوازیں ابھریں اور اکال کے ساتھی ست گاتا کے بت کے سامنے جمع ہونے لگے یہ لوگ بھی مستعد ہو گئے تھے جس جگہ یہ لوگ موجود تھے وہ ست گاتا کے بت کے سامنے کے حصے پر تھی لیکن فاصلہ کافی تھا پھر بت کے اوپری حصے پر روشنی چمکی اور پھیلتی گئی۔ عجیب سی روشنی تھی وہ اسے دیکھتے رہے روشنی میں کچھ انسان نظر آئے تھے۔

"آؤ ذرا قریب چلیں کرنل۔ آؤ۔" راج نے کہا اور سب ہی اس طرف چل پڑے تیز روشنی میں انہوں نے ایرا کو دیکھا اس کے پیچھے اکال نظر آیا تھا ساحروں نے باہوترا اور دوسرے قیدیوں کو بت کے سامنے کھڑا کیا یہ لوگ بھی قریب پہنچ گئے تھے ایرا بت سے نیچے اتر رہی تھی اور پھر وہ ان لوگوں کے قریب پہنچ گئی اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے ان لوگوں کو دیکھا اور پھر کرنل سے بولی۔

"میں نے اپنا بوجھ منتقل کر دیا ہے کرنل اب میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئی ہوں۔"

"کیا مطلب۔"

"تمہاری نشتا۔ اب ست گاتا کی سب سے بڑی ساحرہ بن چکی ہے وہ اپنا منصب سنبھالنے کے بعد پہلی بار ظاہر ہو رہی ہے۔"

"باہوترا کے لئے کیا فیصلہ کیا گیا؟" کرنل نے پوچھا۔

"تمام فیصلے اب نشتا کرے گی۔" ایرا نے فخریہ انداز میں کہا غزال کرنل کے عقب میں موجود تھا راؤ راج اور دوسرے لوگ بھی ایرا کے قریب آ گئے اور پھر انہوں نے قندیل کو دیکھا جو ایک انوکھے لباس میں ملبوس ست گاتا کے بت کے سرے پر برآمد ہوئی تھی اس کے بدن کے گرد روشنی کا ہالہ بنا ہوا تھا اور اس کے سر پہ چمکدار پتھروں کا تاج تھا۔

سفینہ نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔ "کسی بھی لڑکی کو اس طرح سجا دیا جائے تو وہ اتنی ہی خوبصورت لگے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈیڈی؟"

"آہ جو ہیرے اس کے لباس اور اس کے تاج میں لگے ہوئے ہیں وہی کروڑوں کی

مالیت کے ہوں گے۔" پروفیسر حشمت بے نے کہا۔

"آپ مسلسل ہیروں کا شکار ہیں ڈیڈی۔ کاش آپ مجھے اس کی ہلاکت کی کوششیں کرنے دیتے۔"

"تم دیوانی ہو یہ نہ کرپاتیں سفینہ میں نے تمہاری جان بچالی اور ایک بات بتاؤ کیا تم س ہرینڈا کو متاثر نہیں کرسکتیں۔"

"کیوں ڈیڈی؟"

"حالات اشارہ کرتے ہیں کہ.....کہ....." اکال ترپاشا کی آواز سن کر پروفیسر خاموش ہو گیا اکال مقامی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا ایرا نے انہیں بتایا۔

"اکال کہتا ہے ست گاتا والو! تم نے دیکھا اکال ہی ست گاتا کی تقدیر کا روشن ستارا تھا اور اس کا جادو برتر تھا باہوترا نے تمہیں بھٹکا دیا اور آج تم اس کا نتیجہ بھگت رہے ہو دیکھ لو میں نے اپنے سحر سے سب کو شکست دے دی اور میری بیٹی اب ست گاتا کی عظیم ساحرہ ہے اور شوماباہوترا! دیکھ میرا جادو اس میں نظر آتا ہے اور سن تجھے آزادی ہے کہ اس پر اپنا سحر آزما اور اسے فنا کردے اور یہی تیرے لئے ضروری ہے دوسری شکل میں تجھے اور ان سب کو فنا ہونا پڑے گا اور دیر نہ کر جوں جوں چاند ابھر رہا ہے تیری عمر کم ہوتی جا رہی ہے۔"

جواب میں باہوترا رونے چیخنے لگا ایرا نے کہا وہ کہتا ہے اس سے غلطی ہوئی اور اسے اطاعت گزاروں میں قبول کیا جائے اور اس کی اور ساحروں کی جاں بخشی کی جائے۔ اکال نے اس کے جواب میں کچھ کہا تو ایرا بولی۔

"اکال کہتا ہے کہ اب فیصلہ تشتا کرے گی۔" تب قندیل کی آواز ابھری۔

"لاکاشوماباہوترا' لاکا آشتودے۔"

"تشتا نے کہا مرجاؤ شوماباہوترا مرجاؤ اس کے دست راست ساحرو!" تب تشتا نے دونوں ہاتھ سیدھے کئے اور اس کی سفید مخروطی آنکھوں سے سفید شعاعیں نکلیں اور ست گاتا کے ساحروں کے جسم سلگنے لگے ان کے جسموں سے سفید دھواں اٹھنے لگا تھا اور جوں جوں دھواں گھٹتا جا رہا تھا ان سب کے بدن غائب ہوتے جا رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے باہوترا اور اسکے دوسرے قیدیوں کے جسم غائب ہو گئے۔ اکال نے پھر کچھ کہا تو ایرا نے بتایا۔

"اکال پوچھتا ہے آبادی کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ تشتا کہتی ہے اس نے انہیں

معاف کیا۔" ان لوگوں نے آبادی کو خوشی سے چیخیں مارتے اور تشتا کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا پھر تشتا کی ہدایت پر وہ سب منتشر ہو گئے تھے ایرا بھی اجازت لے کر چلی گئی۔

دوسرا دن بھی ہنگامہ خیز تھا آج ست گاتا کی آبادی جشن منا رہی تھی ان لوگوں کو خاص اعزاز دیا گیا اور انہیں اگلو نما غاروں میں منتقل کر دیا گیا جہاں ان کی خوب خاطر مدارت کی گئی تھی اکال اور ایرا کئی بار ان سے مل چکے تھے تیسرے دن اکال نے ان سے کہا۔

"مہذب دنیا کے باسیو! تم لوگ ست گاتا کے نجات دہندہ ہو اور ست گاتا کی تاریخ میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا ست گاتا تمہیں خوش آمدید کہے گا تاہم تم سے تمہارے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ واپس جانا چاہتے ہو تمہارے قیام سے ہمیں خوشی ہو گی اور ہم تمہاری خدمت کر کے فخر محسوس کریں گے لیکن ہم پر لازم ہے کہ تم سے تمہاری خوشی پوچھی جائے۔"

"ہم واپس جانا چاہتے ہیں اکال کیا واپسی کے راستے ہمارے لئے آسان ہو سکتے ہیں۔" راج دیو نے کہا۔

"ہاں ست گاتا کی ساحرہ تمہیں یہ سہولت دے گی۔"

"تو ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔"

"میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں اکال۔" راؤ سکندر نے کہا۔

"ضرور کہو۔"

"کالے پہاڑ کے غاروں میں چمکدار پتھروں اور سنہری دھات کے انبار ہیں کیا ہم ان میں سے کچھ لے سکتے ہیں۔"

"ان انباروں کو سمیٹ لو ہم تمہیں بار برداری کے لئے گھوڑے دیں گے جتنا کچھ لے جا سکتے ہو لے جاؤ ہمیں خوشی ہو گی۔"

"کل کے سورج کی روشنی میں ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔"

"انتظام کر دیا جائے گا۔" اکال نے کہا اور اس کے بعد کے لمحات کس پر کس طرح گزرے تھے اس کا دل ہی جانتا تھا۔ اس رات کوئی بھی نہ سو پایا تھا کالے پہاڑوں کے آخری غار سے خزانہ سمیٹنے کے منظر میں پروفیسر حشمت بے پیش پیش تھا اس پر دیوانگی طاری تھی اور ہرینڈا اور اس کے ساتھی مصروف تھے پروفیسر غوری نے ایک ہیرا سب کی نظریں بچا کر

اپنے اندرونی لباس میں پوشیدہ کر لیا تھا لیکن راؤ اور راج کے لئے سب سے زیادہ عبرتناک چیز گارساں اور اس کے ساتھی کی پر تعفن لاشیں تھیں جو کھلی بے نور آنکھوں سے ان لوگوں کی کامیابی دیکھ رہی تھیں ان دونوں نے کسی شے کو ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔

ہرینڈا نے اب کوئی تکلف نہ کیا تھا اور جتنا ممکن ہو سکتا تھا خزانہ بھر لیا تھا تب وہ واپسی کے لئے تیار ہو گئے جس وقت ان کے لدے پھندے گھوڑے ست گاتا کی سرحد پر پہنچے تو ایرا اور اکال کے ساتھ قندیل بھی ایک گھوڑے پر سوار موجود تھی اس کی شان اور تمکنت قابل دید تھی اس کی آنکھیں روشن اور چمکدار تھیں اور ان میں پتلیاں نہ تھیں اس نے انہیں الوداع کرتے ہوئے کہا۔

"میرے باپ کے مقصد کو پورا کرنے والو' تمہارا شکریہ ست گاتا کی حکمران تمہیں الوداع کہتی ہے جاؤ اپنی دنیا کی خوشیوں میں گم ہو جاؤ واپسی کے راستے تمہارے لئے آسان ہوں گے۔"

غزال اپنا گھوڑا قندیل کے سامنے لے آیا اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"خدا حافظ قندیل۔"

قندیل نے شان بے نیازی سے اسے دیکھا اور بولی۔ "نشتا تم سب کی شکرگزار ہے۔"

"آؤ غزال۔" کرنل نے اپنا گھوڑا قریب لاتے ہوئے کہا اور اس کے بعد ان کے گھوڑوں کے رخ بدل گئے۔ کامیاب و کامران لوگ خوشیوں کے خزانے لئے ہوئے واپس چل پڑے اور ست گاتا کی آبادی سے اتنی دور نکل آئے کہ اس کا نشان بھی نہ رہا قیام کی پہلی رات ایک پہاڑی میدان میں تھی جہاں پڑاؤ ڈال دیا گیا اور وہ لوگ اپنی ضرورتوں میں مصروف ہو گئے رات کو سب یکجا ہو گئے تھے پروفیسر حشمت بے نے کہا۔

"مسٹر راؤ اگر خزانے کی تقسیم کا مسئلہ حل ہو جاتا تو سب مطمئن ہو جاتے۔"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے پروفیسر جتنے افراد یہاں موجود ہیں ان سب میں یہ خزانہ برابر تقسیم کر لیا جائے بلا کمی و بیشی کے۔"

"اوہ لیکن اس طرح تو سارا خزانہ ہرینڈا کے قبضے میں چلا جائے گا!"

"دوسری صورت میں سارا خزانہ صرف ہرینڈا کا ہو گا۔" راؤ سکندر نے سخت لہجے میں

کہا۔

"میں میرا مطلب ہے آپ کا فیصلہ بالکل درست ہے۔" پروفیسر حشمت بے نے جلدی سے کہا اور اس کے علاوہ کسی اور نے کوئی اعتراض نہ کیا اور جنگل کی یہ رات اسی کام میں گزار دی گئی سراتو نے کہا۔

"شر میرے لئے یہ مشکل ہو گا کہ میں اش خزانے کو شیل کر کے اش کو کیش کراؤں۔ بٹ شراش کا رقم تو بہت جیاوہ ہو گا!"

"ہم تمہاری مدد کریں گے سراتو فکر مت کرو۔" راؤ نے کہا۔ اور پھر سب سے پہلے راؤ نے اعلان کیا کہ وہ اپنے حصے کا خزانہ ہرینڈا کو اپنی قوم کی تعمیر کے لئے دیتا ہے راج نے اس کی تائید کی تھی دوسرا کوئی یہ سب کچھ نہ کہہ سکا۔

دوسرے دن سفر کا پھر سے آغاز ہو گیا تھا ہر چہرہ مسرت سے دمک رہا تھا سب اپنے اپنے حصے کے خزانے کا بار سنبھالے ہوئے تھے۔ دولت کے اس ڈھیر کے ساتھ سفر کرتے ہوئے راستے خود بخود آسان لگنے لگے تھے کیونکہ ہر جسم میں زندگی دوڑ رہی تھی ہر ذہن منصوبہ بندی میں مصروف تھا اس عالم میں سفر کی صعوبتیں بے اثر ہو گئی تھیں۔

دوسری رات کے قیام میں سفینہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی غزال کے پاس پہنچ گئی۔ "غزال میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کیا سفینہ؟"

"تم بہت افسردہ ہو کیا قندیل کے لئے؟"

"میں اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا سفینہ۔"

"نہ کرو لیکن کیا میں اب بھی تمہارے دل میں کوئی جگہ نہیں پا سکتی غزال میں تمہارے ہر غم کا مداوا بن جاؤں گی مجھے تمہارے علاوہ کسی شے سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"مجھے معاف کر دو سفینہ۔ میری بقیہ زندگی خوشی کے ہر احساس سے دور ہو گئی ہے۔ میں اب زندگی بھر تنہا رہوں گا سفینہ میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔"

"خود کو مجھے سونپ دو غزال میں تمہارا ہر احساس واپس لے آؤں گی۔"

"نہیں سفینہ یہ ممکن نہیں ہے۔"

"مجھ پر غور کرو غزال میں تمہیں اتنا ہی چاہتی ہوں جتنا تم قندیل کو۔" سفینہ نے سسکی

لے کر کہا غزال نے آنکھیں بند کر لی تھیں دوسرے دن پھر سفر جاری ہو گیا قیام کی ہر رات سفینہ غزال کے نزدیک گزارتی رہی لیکن اس پتھر میں شگاف نہ پڑا یہاں تک کہ ہرنڈا کا علاقہ آ گیا حشمت بے نے دبی زبان سے اظہار کیا تھا کہ ہرنڈا کی بستی میں نہ داخل ہوا جائے ممکن ہے اس کی نیت بدل جائے لیکن راؤ نے اس کا خیال نفرت سے رد کر دیا تھا۔

ہرنڈا کی بستی میں داخل ہو کر راؤ وغیرہ اس کے لئے پلاننگ کرتے رہے تھے کئی دن کے قیام کے بعد ہرنڈا نے انہیں اپنی دنیا میں واپس جانے کی اجازت دی اور خود اپنے کافی ساتھیوں کے ساتھ انہیں گونڈا کے ساحل تک چھوڑنے چل پڑا تھا۔

○

آسمان پر پورا چاند جگمگانے لگا اور ست گاتا کی آبادی میں خوشی کے نعرے گونج اٹھے پورے چاند کا انتظار کیا جا رہا تھا اس آخری رسم کے بعد ست گاتا کی ساحرہ اپنے دور کی حکمرانی کا آغاز کرنے والی تھی اور اس رات اس کے سحر کی پختگی ہونے والی تھی۔ نشتا کو ست گاتا کے بت کے سامنے لے آیا گیا اور اس کے سامنے قربانیاں دی جانے لگیں یہاں تک کہ چاند کی روشنی مکمل ہو گئی۔ بوڑھے ساحروں نے آخری رسم ادا کرنے کے لئے ساحرہ کو بت کے قدموں میں پہنچا دیا اور پھر رسم کا آغاز ہو گیا۔

"عظیم نشتا ست گاتا کے بت کے قدموں کو بوسہ دو اور اپنی زبان سے اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہو اے عظیم ست گاتا تو اس کائنات کا مالک ہے تو ہمارا معبود ہے اور ہم تیری عظمتوں کے سائے میں عمر بسر کرتے ہیں ہمیں قبول کر اور برکتوں سے نواز۔ نشتا ست گاتا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کے قدموں کو بوسہ دے کر برکتوں کا آغاز کرو۔"

نشتا بت کے سامنے آ گئی اس نے ست گاتا کے اس بلند و بالا بت کو دیکھا اور اچانک ہی اس کی حالت بگڑنے لگی ایک دم ہی اس کے چہرے پر وحشت بیدار ہو گئی اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں۔ میں اس پتھریلی چٹان کو بوسہ دوں اسے اپنا معبود مانوں۔"

"ہاں میری بچی یہ ہمارا مالک ہے یہ ہمارا آقا ہے۔" اکال نے کہا۔

"نہیں میرے باپ ست گاتا کے ساحر وزنی پتھروں کے اوزار لے کر اگر اس چٹان کو توڑنا چاہیں تو یہ ریزہ ریزہ ہو جائے یہ بے بس چٹان ہمارا معبود کیسے ہو سکتی ہے۔" نشتا نے کہا اور اکال کا چہرہ خوف زدہ ہو گیا۔

"یہ تو کیا کہہ رہی ہے نشتا۔"

"سچ کہہ رہی ہوں میرے باپ، میرا مالک آسمانوں میں ہے زمین اور کائنات کے ہر گوشے میں پوشیدہ ہے وہ سورج کی چمک، چاند کی روشنی ہواؤں کی خنکی میں ہے وہ ہر جگہ ہے میرے باپ اور میں صرف اس کی وحدت مانتی ہوں یہ پتھر میرا خدا نہیں ہے یہ کسی کا خدا نہیں ہے۔"

"نشتا کیا کہہ رہی ہے۔ ست گاتا تیرا سحر سلب کر لے گا۔"

"یہ اپنا سحر مجھ سے واپس لے لے میرے باپ۔ میں تیری نشتا نہیں قندیل ہوں میں تیرے اس سحر کا بوجھ نہ سنبھال سکوں گی یہ میری دنیا نہیں ہے میں مسلمان ہوں میرے باپ میرے دین نے مجھے جو سحر بخشا ہے وہ میری آخری سانس تک میرا ساتھی ہے میں نے اس خدا کو سجدہ کیا اس کی وحدت اور عظمت کا اعتراف کیا ہے جو میرے وجود میں ہے میں اس تراشی ہوئی چٹان کو سجدہ نہ کروں گی جو اپنی مرضی سے متحرک بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ کفر ہے یہ تباہی ہے اکال۔"

"نشتا نے یہ کہہ کر اپنی عظمتیں ختم کر دی ہیں آہ اب بربادیاں ہمارا مقدر ہیں اسے ست گاتا کے سامنے سے ہٹا دو۔" ساحر چیخے اور اکال نے جلدی سے نشتا کو وہاں سے ہٹا دیا۔

"تو میری عمر بھر کی محنت کو ملیا میٹ کر رہی ہے نشتا یہ تجھے کیا ہو گیا میری بچی اب تک تو تو نے وہ کیا جو ہم نے چاہا۔" اکال بولا۔

"ہاں میرے باپ تیرا ہر حکم مجھ پر فرض تھا لیکن جہاں تو مجھے لایا وہاں تیری سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں تو میری زندگی کا ساتھی ہے لیکن جس کے سامنے میں سجدہ ریز ہوتی ہوں وہ میری زندگی کے بعد کا رکھوالا ہے آہ تیری یہ دنیا میرے لئے نہیں ہے آہ غزال کہاں ہے ماں کہاں ہے، ابو کہاں ہیں دیکھ میرے باپ میری زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے اسے سن۔ قندیل نے بہ آواز بلند کلمہ پڑھا اور اس کی روشن آنکھیں بجھ گئیں ان کی اصلیت واپس آ گئی تب ساحر چیخے۔

"یہ کیا ہوا اکال یہ کیا ہوا؟"

"آہ میرا علم یہاں مات کھا گیا ایرا۔ یہ میں نے نہ سوچا تھا میرا یہ منصوبہ کامیاب رہا۔"

میں نے جو سوچا اسی طور ہوا لیکن میں یہ بھول گیا کہ اس نے جن لوگوں کے درمیان پرورش پائی ان کا دین بھی یہ قبول کر لے گی۔ آہ کاش میں یہ بھی سوچ لیتا۔"

"اب کیا ہو گا اکال۔ کیا کرو گے؟"

"میں ست گاتا کا باپ ہوں اپنی بیٹی کی محبت میں' میں اپنی سلطنت کو تباہ نہیں کر سکتا۔ وہ سب جو میرے لئے سو گئے وہ جو میرے سحر کے سائے میں ہیں میرے اپنے ہیں ایرا۔ اسے یہاں رکھنا اب ممکن نہ ہو گا اب یہ کچھ نہیں ہے اسے یہاں سے نکال دو ایرا۔ اسے ست گاتا سے دور کر دو۔ اسے فنا کر دو۔ اسے فنا کرنا ضروری ہے۔"

"آہ میری بچی۔ اکال وہ میری اولاد ہے۔"

"وہ ست گاتا کی موت ہے ایرا۔ اس سے ہمدردی نہ کرو۔"

"بس اکال وہ جو کچھ بھی ہے۔ میں اس کی ماں ہوں۔"

"تم میری بیوی ہو ایرا۔ اسے فنا کرنا ضروری ہے۔ اب اس پر رحم کرنا سب کچھ کھو دینے کے مترادف ہے۔"

"تم نے مجھ سے شادی کرتے ہوئے کہا تھا اکال کہ میری بیٹی ایک دن ست گاتا کی مالک بنے گی میرا یہ تعلق اسی عہد کے تحت تھا تم سے۔"

"مگر وہ ست گاتا کے لئے نہیں رہی۔"

"تو اسے وہاں پہنچا دو جہاں وہ پروان چڑھی ہے۔ میں اس بات پر خوش ہو لیا کروں گی کہ وہ زندہ ہے خوش ہے۔" ایرا نے روتے ہوئے کہا اور اکال سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"غلطی مجھ سے ہوئی تھی ایرا۔ غلطی مجھ سے ہی ہو گئی تھی۔ ٹھیک ہے ایسا کر لو۔ ایسا ہی کر لو۔" اکال کی آنکھ سے آنسو بہہ رہے تھے۔

○

سوبارا کا حد سے زیادہ تیز و تند دریا روانی سے بہہ رہا تھا۔ اور اب سوبارا کی سرحد بالکل سامنے تھی۔ جہاں سے ہرینڈا نے واپسی کی اجازت طلب کر لی تھی اور یہ لوگ اسے رخصت کر کے اس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ دریا کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھا غزال سوچوں میں گم تھا اور سفینہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی اسے آنسو بھری نظروں سے

دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آخری بار غزال۔ آخری بار۔ کل ہم اپنی دنیا میں ہوں گے دور ہو جائیں گے غزال۔ اس نے تمہیں کھو دیا ہے تم مجھے کھو رہے ہو۔ غزال مجھے مان لو غزال' مجھے۔" وہ رک گئی اور اس طرف دیکھنے لگی جدھر سب دیکھ رہے تھے بہت سے گھوڑے اسی سمت آ رہے تھے۔

"شاید ہرینڈا ہے۔" پروفیسر غوری نے کہا۔

"شاید کچھ کہنا چاہتا ہے۔" راؤ بولا۔ لیکن آنے والے قریب آئے تو سب ششدر رہ گئے ایرا دور سے پہچان لی گئی تھی اس کے ساتھ بہت سے گھوڑے تھے جن میں سے ایک پر قندیل بھی موجود تھی۔

"تم اپنی ایک چیز وہاں بھول آئے ہو کرنل فیروز' قندیل' یہ اب ہماری نہیں تمہاری ہے تم نے اسے اپنا سحر دے کر سارے سحر سلب کر لئے۔ یہ ست گاتا کی ساحرہ نہیں تمہارے گھر کا چراغ ہے۔ اسے تم نے اپنا مذہب دے دیا راؤ سکندر۔ مگر قصوروار تم نہیں ہو تم میں سے کوئی نہیں ہے۔ اس چراغ کو روشن رکھنا کرنل۔ یہ میری اولاد ہے مگر۔ اب یہ تمہاری ہے' ایرا کے آنسو ٹپک پڑے۔

سب پتھرائے ہوئے کھڑے تھے دلوں میں جیسے سناٹا اتر گیا تھا۔ بمشکل تمام راج دیو نے کہا۔ "کیا ہوا ایرا۔ کیا ہو گیا۔" ایرا نے مختصر الفاظ میں انہیں تفصیل بتائی اور پھر گھوڑے کو واپس موڑتے ہوئے بولی۔ "میرے دل میں جب بھی اس کا پیار ابھرا کرنل۔ میں اس سے ملنے آؤں گی چلتی ہوں۔" ایرا نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ وہ اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے اور پھر کرنل نے قندیل کا سر ڈھکتے ہوئے کہا۔

"خدا کا احسان ہے۔ اس نے میرا گھر روشن کر دیا۔" اور سفینہ جلتی ہوئی نگاہوں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سراتو نے کہا۔

"شر۔ اپنا مائنڈ میں یہ سب کچھ نہیں آیا۔ تھوڑا ڈیٹیل شر تھوڑا دیتیں پلیز۔"

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻